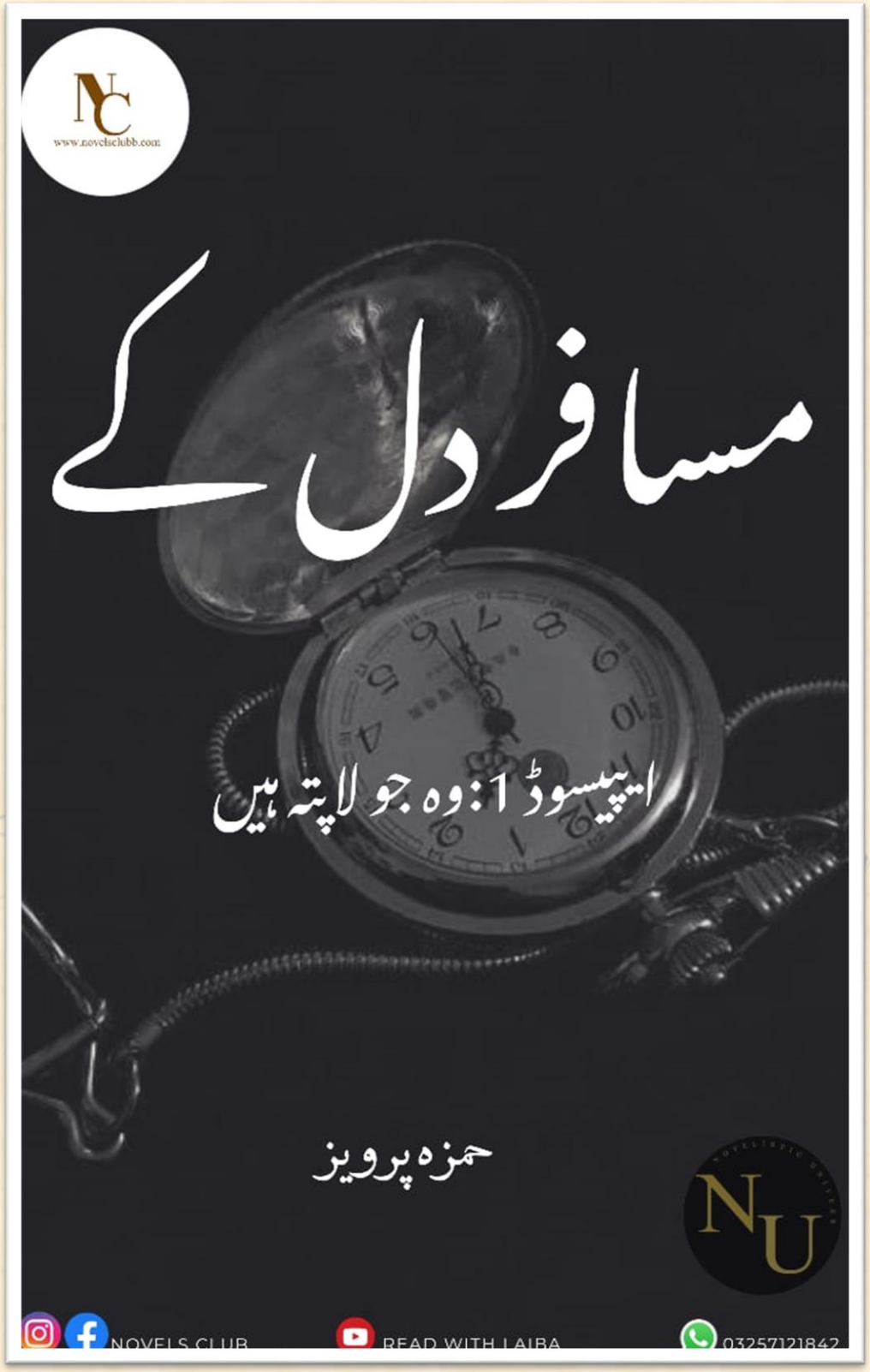
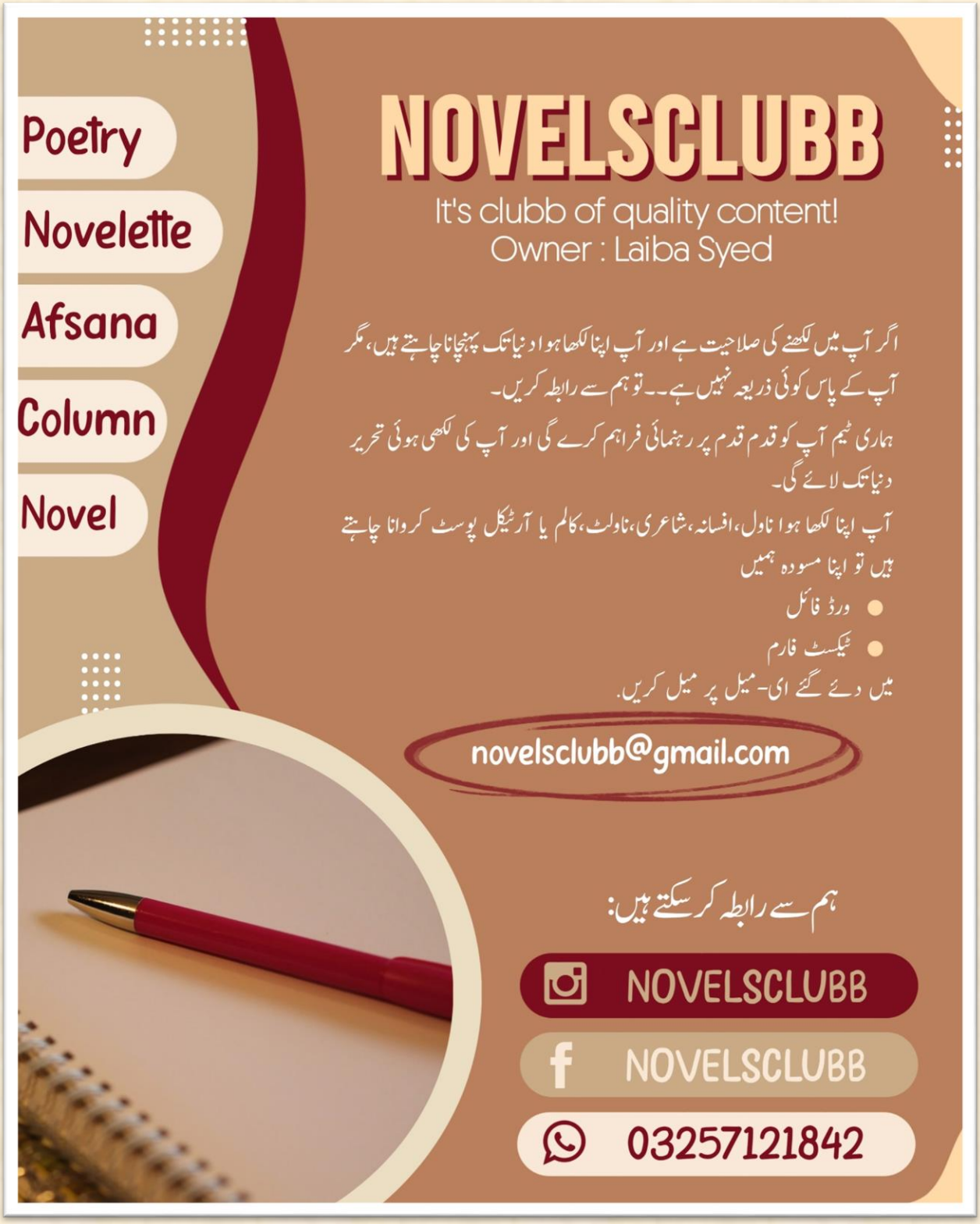

www.novelsclubb.com
مسافر دل کے
اپیسوڈ 1: وہ جو لاپتہ ہیں
حمزہ پرویز
NOVELS CLUB
READ WITH LAIBA
03257121842


Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

مسافر دل کے

از قلم

حمزہ پرویز

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ناول "مسافر دل کے" کے تمام جملہ حق لکھاری "حمزہ پرویز" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

مسافر دل کے

از قلم حمزہ پرویز

(مسافر صرف منزلوں کے نہیں، دلوں کے بھی ہوتے ہیں۔)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع اللہ کا نام لے کر جو نہایت رحم والا ہے۔

"مسافر دل کے" میری زندگی کی پہلی کہانی ہے۔ جیسے ماں کو اپنی پہلی اولاد سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے ویسے ہی مجھے یہ کہانی عزیز ہے۔ ویسے تو آرٹسٹ کو اپنے ہر شاہکار سے محبت ہوتی ہے مگر جو پیار پہلی تخلیق کو ملتا ہے وہ کسی اور کو نصیب کہاں۔ لکھنے کا سفر میں نے اپریل 2024 میں شروع کیا۔ تب میرے پاس صرف تین نام تھے اور ایک سادہ سی کہانی مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہ کہانی خود بخود سانس لینے لگی اور گہرائی میں جانے لگی۔ میں جب بھی اسے پڑھتا کوئی نہ کوئی نئی تبدیلی ضرور کر دیتا، یوں سمجھ لیجیے کہ جو خیال میں نے ابتدا میں بُنا تھا آج یہ کہانی مکمل، خاموش، اور کہیں زیادہ سچّی ہو چکی ہے۔

اس کی ہر قسط لکھنے میں مجھے ایک مہینے سے زیادہ وقت لگا، مجھے ایسے لوگوں پر رشک آتا ہے جو ایک ہفتے میں کہانیاں مکمل کر لیتے ہیں۔ چونکہ میں ایک سُست قاری ہوں یہی وجہ ہے کہ میں ایک سُست لکھاری بھی ہوں اور شاید اسی سُستی نے مجھے مہلت دی

کہانی کو نکھارنے کی، گہرا کرنے کی، سنوارنے کی۔ اگر میں جلدی میں لکھتا تو شاید یہ کہانی کبھی یوں نہ بن پاتی۔

اب بات کرتے ہیں اُن کرداروں کی، جو اس کہانی کا دل ہیں۔

مائرہ سلطان، احد سلطان اور ہاشم عمار خان۔

تینوں ایک دوسرے سے جُڑے ہیں، مگر اس رشتے سے ناواقف۔ یہ سب اپنے اپنے دل کے مسافر ہیں، اپنی منزلوں کے تعاقب میں سرگرداں۔

"مائرہ سلطان" ایک ایسی لڑکی جس کو اُس کا ہر چاہنے والا چھوڑ جاتا ہے۔ وہ لڑکی جس کی ماں اپنے بھائی کا انتظار کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئی۔ ایک ایسی لڑکی جو خود کو ہی اپنوں کے بچھڑ جانے کا مجرم سمجھتی ہے۔ سب کی طرح مائرہ کی دنیا میں ایک ایسا شخص ہے جس کو وہ جان سے مار دینا چاہتی ہے مگر وہی شخص اس کی زندگی کے سب سے بڑے سچ سے جُڑا ہے۔

"احد سلطان" شوہر اور ایک ایسا بیٹا جس کی زندگی میں محبت اور نفرت کی لکیریں دھندلی ہو

چکی ہیں۔اب وہ اُس دشمن کی تلاش میں ہے جس نے اس کی دنیا اجاڑ دی اور اسی تلاش میں وہ خود کو کھو چکا ہے۔احد اب احد نہیں رہا وہ ایک نیا چہرہ،ایک نئی پہچان اوڑھ کر زندہ رہتا ہے...بس اِس امید میں کہ ایک دن وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہو گا۔

"ہاشم عمار خان"وہ شخص جو خود ایک سوال ہے۔وہ کسی محبت میں نہیں،کسی فسانے میں نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ میرا پسندیدہ کردار ہے۔

یہ تینوں اپنی اپنی راہوں پر چلتے ہوئے ایک دوسرے سے بے خبر ہیں۔مگر وقت اُنہیں ایک ایسی منزل کی طرف لے جا رہا ہے جہاں سب کچھ بدلنے والا ہے۔

یہ کہانی اُن دلوں کے لیے ہے جو خاموشی میں صدا دیتے ہیں،سوالوں میں بکھرے ہوتے ہیں،اور اپنی منزل سے پہلے خود کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔یہ کہانی آپ کو سِکھائے گی کہ منزل ضروری نہیں ہوتی بلکہ لوگ ضروری ہوتے ہیں۔

"مسافر دل کے۔"

ایک سفر ہے،لفظوں سے آگے کا،دلوں کے اندر چھپی آوازوں کا اور اُن سچائیوں کا جو وقت

کے ساتھ سامنے آتی ہیں مگر قیمت لے کر۔

کچھ کہانیاں ایسی ہوتی ہیں جو لکھنے والے کی مرضی سے نہیں بلکہ کرداروں کے زخموں سے لکھی جاتی ہیں۔ میری کہانی بھی کچھ ایسی ہی ہے۔

آئیے دل کی راہوں کے مسافر بنیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

انتساب:

ہر اُس مسافر کے نام جس کی منزل کہیں کھو گئی ہے۔

یہ کہانی ہے...

چمکتے ہوئے ستاروں کی

بچھڑے ہوئے پیاروں کی

خوب صورت بہاروں کی

روٹھے ہوئے یاروں کی

دریا کے کناروں کی

بھٹکتے ہوئے سہاروں کی

آگ کے انگاروں کی

دلکش نظاروں کی

حسین خواب گاروں کی

میرے کچھ کرداروں کی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب ا: وہ جو لاپتہ ہیں۔

اب تو امجد جدائی کے اس موڑ تک

درد کی دھند ہے اور کچھ بھی نہیں

جانے من اب وہ دن لوٹنے کے نہیں

چھوڑیے اب وہ قصہ پرانا ہوا

وہ جو الجا تھا وحشی ہوا سے کبھی

اس دیے کو بجھے تو زمانہ ہوا

چاندنی رات نے کمرے کو اپنے ہالے میں لے رکھا تھا۔ کمرے میں سب کچھ ٹھہرا ہوا تھا سوائے اُس دل کے جو کسی کی واپسی کا منتظر تھا۔ کھڑکی سے چاند کی مدھم روشنی اندر آ رہی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تھی جو کمرے کے فرش سے ہوتی ہوئی بیڈ تک پہنچ رہی تھی۔

وہ اوندھے منہ اپنے بیڈ پر لیٹی ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھے اور دوسرا کتاب کے صفحے کو سہلاتے ہوئے۔ اس کی عمر چھبیس یا ستائیس برس لگ رہی تھی۔ سفید چمکتی رنگت، لمبے کھلے بال اور چہرے پر ایک خاص سکون تھا، جو چاند کی روشنی میں مزید واضح ہو رہا تھا۔ بھوری آنکھیں کتاب کے صفحے پر جمی ہوئی تھیں۔ اُس کی بھوری آنکھیں گویا خزاں کے پیڑوں سے گرے ہوئے پتوں کی نمی لیے، ایک ایسی جھیل کی مانند تھیں جو کسی دور دراز کے جنگل میں چھپی ہو، جہاں صرف خاموشی بولتی ہے، اور صرف دل سنتے ہیں۔ ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں جیسے، اور مسکراہٹ ایسی کہ جیسے کسی سحر زدہ لمحے نے جھک کر زمین کو چھو لیا ہو۔ گلے میں ایک لاکٹ پہن رکھا تھا جس پر اے ایم کے حروف ثبت تھے۔ کسی نام کی یاد، کسی رشتے کی چھاپ۔

وہ کتاب میں اس قدر مگن تھی کہ اسے معلوم ہی نہ ہوا کب کمرے کا دروازہ چرمرایا اور

ایک خاتون کمرے میں داخل ہوئیں۔ ساگر جیسی آنکھوں والی، عمر رسیدہ مگر نرم لہجے والی۔ وہ کچھ لمحے اس کی محویت کو دیکھتی رہیں، جیسے کچھ سوچ رہی ہوں۔ پھر انہوں نے اُس کے برتن اُٹھائے جو ٹیبل پر رکھے تھے اور آواز دی۔

"مائرہ! دنیا میں کتابیں پڑھنے کے علاوہ بھی بہت سے کام ہوتے ہیں۔"

مائرہ جیسے کسی خواب کی کیفیت سے جاگی ہو، فوراً پلٹی اور اُن کو دیکھا۔ اُن کے ہاتھ میں رات کے کھانے کے برتن تھے جو وہ لے کر جانے والی تھیں۔ وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور اُن کے ہاتھ سے برتن لے لیے۔

"کتابوں میں ہمیں وہ ملتا ہے جو حقیقت ہم سے چھین لیتی ہے..." وہ دھیرے سے بولی اور برتن لے کر کچن کی طرف چل دی۔ اُس کا لہجہ بہت نرم تھا جیسے چاندنی رات کی خنکی یا بارش کے پہلے قطرے۔

"میں نہ اٹھاؤں تو یہ برتن پوری رات یہیں پڑے رہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آئیں اور تنگ کرنے کے انداز میں بولیں۔ مائرہ ہلکا سا مسکرا دی وہ جانتی تھی کہ وہ مذاق کر رہی ہیں۔

"امی آپ کو کتنی بار کہا ہے کہ ایسے کام نہ کیا کریں مجھے اچھا نہیں لگتا۔" مائرہ نے نرم لہجے میں کہا اور وہ برتن دھونے لگی۔

"ایک تم ہی تو ہو میرے پاس، میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے اور اپنے کام کروں۔ اب کل اتوار ہے آرام سے سونا اور میری فکر نہ کرنا۔ میں اپنا اور تمہارا ناشتہ بنا کر تُمہیں اُٹھا لوں گی۔" وہ بھی اُس کے ساتھ ہی کچن میں آئیں اور کاؤنٹر کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی ہو گئیں۔

مائرہ برتن دھونے کے بعد اب چائے کیلئے چولہے پر پانی رکھ رہی تھی۔ اُس کے بعد اس نے چائے کے کپ نکالنے کے لیے کیبن کھولا۔ اس نے دو کپ نکالے تو ساتھ پڑے تیسرے کپ کو دیکھا جو اُس کو ہی تاک رہا تھا۔ وہ کالا کپ تھا جس میں کوئی گرم چیز ڈالنے

سے اُس میں تصاویر واضح ہوتی تھیں۔اُس کی کالک معمولی سی خراش زدہ تھی، جو ایک بار دیکھنے سے واضح نہیں ہوتی تھی۔مائرہ نے لمحہ بھر کو آنکھیں روکی پھر آہستہ سے کیبن بند کر دیا۔مگر فریدہ بیگم کی نظریں بھی وہیں ٹکی تھیں۔

"کیا ہوتا اگر وہ..."اُن کے لبوں پر جملہ ادھورا سا لرزنے لگا مگر مائرہ نے نظریں اُٹھا کر اُنہیں دیکھا اور وہ چپ ہو گئیں۔وہ جانتی تھی وہ باتیں،وہ خیالات،وہ اُمید سب کچھ اُسے زبانی یاد تھا۔فریدہ بیگم وہ کپ ہٹانے نہیں دیتی تھیں۔

کیوں؟

شاید اس لیے کہ کچھ لوگ اور کچھ واپسیاں بس ہونے کے لیے بنی ہوتی ہیں۔وقت کے کسی موڑ پر بے آواز،مگر یقین سے بھرپور واپسیاں۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

سورج چاروں اطراف اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔پرندوں کی سرگوشیاں کھڑکی سے ہوتی اُس کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سماعت سے ٹکرا رہی تھیں۔ صبح کے 10 بج رہے تھے اور آج وہ دیر سے اُٹھی تھی۔ وہ رات کو کتاب میں اتنی مگن تھی کہ الارم لگانا بھول گئی۔ جلدی سے اپنی الماری سے جامنی رنگ کا سوٹ نکال کر پہنا اور کمرے سے نکلی۔ سامنے فریدہ بیگم بیٹھی تھیں اس نے اُن کو دیکھ کر گہری سانس لی۔

"امی اگر آپ جاگی ہوئی تھیں تو مجھے کیوں نہیں اُٹھایا؟" وہ تیزی سے کچن میں گئی، گلاس میں جوس ڈال کر اُسے جھپٹ سے پی گئی۔ واپس آ کر ان کے گلے کے گرد دونوں بازو حائل کیے۔ فریدہ بیگم ویسے ہی بیٹھی رہیں۔

"اب پریشان مت ہوئیے گا، میں وہاں پہنچ کر کچھ کھا لوں گی۔" اتنا کہہ کر ان کے ماتھے کو چوما اور بیگ لے کر وہاں سے نکلنے لگی جب فریدہ بیگم نے اُسے آواز لگائی۔

"مائرہ آج کیا تاریخ ہے؟"

مائرہ نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا اور پھر فون سے تاریخ دیکھنے لگی۔

"اٹھائیس اگست! کیوں؟" وہ اُٹھ کر اُس کے پاس آئیں۔

"اور تم نے تاریخ دیکھ لی مگر دن نہیں دیکھا؟"انہوں نے پوچھا۔

"اور یہ بھی نہیں یاد کہ رات کو ہماری کیا بات ہوئی تھی؟"اُسے اُن کی بات سمجھ آ گئی۔اُس نے فوراً اپنے ماتھے کو چُھوا۔

"ایک تو یہ "دی سیوری سپاٹ" نے دماغ خراب کر رکھا ہے،یاد ہی نہیں رہا کہ آج اتوار ہے۔"اس نے اپنے ریسٹورنٹ کا نام لیا۔

"اس میں قصور ریسٹورنٹ کا نہیں بلکہ تمہارا اپنا ہے۔تم نے اُسے سر پر سوار کر رکھا ہے۔" وہ اُسے سمجھا رہی تھیں۔

"مگر امی ریسٹورنٹ تو اتوار کو بھی کُھلا ہوتا ہے۔میں آپ کے کہنے پر گھر رہتی ہوں۔پچھلے تین سال سے محنت کر کے میں نے **دی سیوری سپاٹ** کو یہاں تک پہنچایا ہے۔اب میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتی۔"اُس نے بھی فریدہ بیگم کو سمجھانا چاہا۔

"مگر تم اُس ریسٹورنٹ کے لئے اتنی محنت کر رہی ہو جو تمہارے نام بھی نہیں ہے۔" انہوں نے تو جیسے مائرہ کے الفاظ ہی ختم کر دیے تھے۔

"امی پلیز۔"اُس کے چہرے کی شکنیں بتا رہی تھیں کہ یہ بات اُسے اچھی نہیں لگی۔

"اُس نے آنا ہوتا تو کب کا آجاتا۔مانا کہ یہ ریسٹورنٹ اُس نے خریدا تھا مگر اس کے نام سے لے کر چلانے تک کا سارا کام میں نے کیا۔پہلے وہ کبھی کبھار آجایا کرتا تھا مگر پچھلے دو سالوں سے ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے۔"وہ فریدہ بیگم کو کوئی جھوٹی تسلی نہیں دینا چاہتی تھی۔

"اور اگر وہ واپس آ گیا؟"اُنہوں نے مائرہ کو دیکھتے ہوئے سوال کیا مگر وہ خاموش رہی، اُس کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

جس شخص کے انتظار میں اُس نے ہر لمحہ اذیت میں گُزارا تھا اگر واپس آ گیا تو وہ کیا کرے گی؟

"کیا پوچھو گی اُس سے؟"فریدہ بیگم نے مزید سوال کیا۔

"میں اُس سے ہر گزرے ماہ و سال کا حساب لوں گی۔"مائرہ نے ہولے سے کہا مگر اُس کی آواز فریدہ بیگم کی سماعتوں تک با آسانی پہنچ چکی تھی۔

"اور اگر اُس نے حساب دینے سے انکار کر دیا؟" مائرہ خاموش رہی۔ اُس کے پاس ان مایوس کن سوالوں کے جواب نہیں تھے۔ وہ خاموشی سے اپنا ہینڈ بیگ ہاتھ میں تھامے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

تیس اگست کو وہ پہلی بار مصطفیٰ کمال سے ملنے جا رہی تھی۔ کچھ سوال تھے اُس کے ذہن میں جن کا جواب شاید وہ جانتا تھا۔ ایک دن بعد اُسے آج کی ملاقات کا وقت ملا تھا اور وہ بہت امید سے مصطفیٰ کمال کے آفس پہنچی تھی۔ چند سال پہلے مائرہ نے اُس کے منہ سے مصطفیٰ کمال کا نام سُنا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ وہی ہے یا کوئی اور۔

اُس نے دیکھا کہ داخلی دروازے پر انگریزی میں کمپنی کا لوگو نمایاں تھا "**کمال ایچ آر سلیوشنز**"۔ اندر داخل ہوتے ہی مائرہ نے دیکھا کہ ہر چیز انتہائی منظم تھی۔ مصطفیٰ کا آفس پانچویں منزل پر تھا اور اُس کے کیبن کے باہر ایک شیشے کی دیوار پر اس کا نام اور عہدہ

درج تھا۔

"**مصطفیٰ کمال سی او&فاؤنڈر**"۔ آفس میں ہلکے سرمئی رنگ کے فرنیچر کے ساتھ لکڑی کی دیواریں اور گملوں میں رکھے سبز پودے ایک آرام دہ ماحول پیدا کر رہے تھے۔ دیواروں پر مختلف کمپنیز کے ساتھ کام کرنے کے شواہد کے طور پر ایوارڈز اور تعریفی خطوط آویزاں تھے۔ سارے ورکرز اپنے کام میں مصروف تھے، کُچھ نے نظر اُٹھا کر مائرہ کو دیکھا مگر فوراً ہی اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئے۔

چند دن قبل مائرہ کے ریسٹورنٹ کے ورکر نے مائرہ کی تعریف کرتے ہوئے مصطفیٰ کمال کا ذکر کیا تھا، یہ بتاتے ہوئے کہ "میم، آپ کتنی اچھی ہیں، ہمارا کتنا خیال رکھتی ہیں اور ایک مصطفیٰ کمال ہے اُس کے آفس میں میری بہن کام کرتی ہے۔ وہ یہاں سے تقریباً پچاس کلومیٹر دور رہتی ہے۔ اُس کے سامنے کبھی آپ کی تعریف کروں تو وہ بہت جلتی ہے اور بتاتی ہے کہ اُس کا باس کتنا کھڑوس ہے۔" مائرہ وہاں سے مسکرا کر گزر گئی تھی مگر یہ نام

اُس کے دل میں کھٹکنے لگا۔اُسے یہ نام بہت آشنا لگا تھا اور بالآخر اُسے یاد آ ہی گیا۔

یہ مصطفیٰ تھا،احد کا پرانا دوست۔

وہ اپنی کرسی کا رُخ دوسری جانب کیے بیٹھا تھا،جب اُس کی سیکرٹری مائرہ کو دفتر میں چھوڑ کر گئی۔اُس کے جاتے ہی دوسری جانب منہ موڑے شخص نے اپنی کرسی کا رُخ اُس کی طرف پھیرا اور جیسے ہی مائرہ نے اُس کو دیکھا وہ پلک تک جھپکنا بھول گئی۔اُس کی آنکھیں نم ہونے لگیں،اُس کے ہاتھ برف کی طرح ٹھنڈے ہو گئے اور دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔وہ برف کے مجسمے کی طرح منجمند ہو گئی۔اُس کی دنیا تھم گئی۔

سارے سوالات کے جواب مل گئے۔

اُس کی شہد آنکھیں بھی مائرہ پر جمی تھیں۔اُس کا رنگ زرد ہونے لگا،وہ اپنی کُرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو۔"اُس نے کپکپاتے ہونٹوں سے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مگر مائرہ کچھ کہنے یا سننے کے بجائے فوراً وہاں سے پلٹ گئی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو آ چکے تھے جنہیں اُس نے اندر ہی اندر پینے کی کوشش کی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

صبح کا روشن سورج کھڑکی سے داخل ہو رہا تھا۔ ناشتے کی خوشبو یک سو پھیلی ہوئی تھی اور دھواں کچن سے ہوتا لاؤنج کی طرف آ رہا تھا۔ عمار صاحب کا گھر صبح کے رش میں مصروف تھا۔ دیوار پر لگی گھڑی کی ٹک ٹک وقت کے گزرنے کا احساس دلا رہی تھی۔

تیرہ سالہ خدیجہ اپنے کمرے میں موجود تھی، درازیں کھول کھول کر کچھ تلاش کر رہی تھی۔ کپڑے اور کتابیں بستر پر بکھرے پڑے تھے، اور وہ خود سے بڑبڑا رہی تھی، "میرے جرابیں کہاں گئی، کل تو یہیں تھی۔" اس کی اسکول کی یونیفارم پوری طرح تیار تھی لیکن جرابیں نہ ملنے کی وجہ سے اس کا چڑچڑا پن بڑھتا جا رہا تھا۔

"نور آپی۔" خدیجہ کی آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی۔ "کیا آپ نے میری جرابیں

دیکھی ہیں؟"

کچن میں تئیس سالہ نور اپنی ماں، صدف کے ساتھ ناشتے کی تیاری میں مصروف تھی۔ اس کی بھوری آنکھیں شام کے آسمان کی طرح گہری اور پر سکون، اور چہرہ جیسے کسی صبح کی پہلی کرن۔ نرم، روشن، بے عیب۔ مگر اس وقت اُس کے چہرے پر صرف بیزاریت دِکھ رہی تھی۔ صدف توے پر پراٹھے بنا رہی تھی جبکہ نور چائے کا برتن ہلا رہی تھی۔ خدیجہ کی آواز سن کر نور نے آنکھیں گھمائیں۔

"امی یہ ہمیشہ اپنی چیزیں گم کر دیتی ہے۔ میں اِس کی مدد کرنے نہیں جا رہی۔" نور نے قہوے میں دودھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"وہ ابھی بچی ہے، دودھ ڈالو اور اس کو دیکھو وہ کیا مانگ رہی ہے۔" صدف نے اُسے حکم دیا۔

"امی، میں اس کی آیا تھوڑی ہوں۔" نور نے شکست خور لہجے میں کہا لیکن چائے کا چولہا

آہستہ کرتے خدیجہ کی مدد کے لیے جانے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے کہ نور کچن سے نکلتی، خدیجہ خود کچن میں آ گئی تھی۔

"نور آپی! کیا آپ میری جرابیں ڈھونڈ کر دے سکتی ہیں؟" اس نے ادب سے پوچھا۔

نور نے گہری سانس لی اور خدیجہ کی طرف دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں بولی۔

"اچھا، کیا تم نے لانڈری باسکٹ میں دیکھا ہے؟"

"جی لیکن وہاں بھی نہیں ہیں۔" خدیجہ تقریباً رونے کو تھی۔

نور نے اپنی ماں کی طرف دیکھا، جو اب توے پر انڈہ ڈال رہی تھیں۔ "امی میں ابھی آتی ہوں۔"

دوسری طرف اپنے کمرے میں کھڑے عمار صاحب دفتر جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ وہ آئینے میں دیکھتے اپنے بالوں کی کنگھی کر رہے تھے اور زور سے بولے۔ "صدف،

میری ٹائی کہاں ہے؟ نہیں مل رہی مجھے۔"

"ابا آپ کی ٹائی یہاں لانڈری باسکٹ میں ہے، میں لا دیتی ہوں۔" نور نے خدیجہ کے کمرے سے نکلتے ہوئے جواب دیا۔ اُس نے اپنی جرابیں جوتوں میں آگے کر کے رکھی ہوئی تھی اور خود ہی بھول کر سارے گھر میں ڈھونڈ رہی تھی۔

"کتنی بار کہا ہے کہ میری چیزیں پہلے سے پوری کر کے رکھ دیا کرو۔" اُنہوں نے ٹائی تھامتے ہوئے کہا، پھر نور کو دیکھ کر چہرے پر حیرت اُبھری۔

"نور تم اِتنی صبح کیسے اُٹھ گئی آج؟ خیریت ہے نا؟"

"بس ابا کیا بتاؤں، امی کے بے عزتی سُن سُن کر تھک گئی ہوں، آخر میں بھی انسان ہی ہوں سوچا جلدی اُٹھ جایا کروں۔" نور نے جیسے بمشکل الفاظ ادا کیے۔

"نور ہاشم کو بھی اُٹھا دو ابھی تک سو رہا ہے۔" کچن سے صدف کی آواز آئی۔

"لو ایک اور کام۔" وہ بڑبڑائی اور ہاشم کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ ہاشم کے کمرے میں داخل ہونے ہی والی تھی کہ وہاں پڑے آئرن سٹینڈ پر اُس کی نظر پڑی۔ پھر آس پاس دیکھا، کوئی اُسے نہیں دیکھ رہا تھا گُڈ

اُس نے دھیرے سے وہاں پڑا پانی کا اسپرے اُٹھایا اور ہاشم کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اُس کا دروازہ لاک نہیں تھا، وہ فجر میں اُٹھا کرتا تھا اور اُس کے بعد پھر دروازے کو لاک نہیں لگاتا تھا۔ اُس نے دھیرے سے اُس کے منہ سے کمبل اُتارا اور اسپرے سے نکلتے پانی کے قطروں کی برسات اُس پر کر دی۔ ہاشم کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا۔ وہ فوراً کمبل اُتارتے سیدھا ہو کر بیٹھا۔ اُس کی بھوری آنکھیں لمبی گھنی پلکوں سے ڈھکی تھیں، بال سیاہ تھے جو سو کر اٹھنے کی وجہ سے بکھرے ہوئے تھے۔ اس کا رنگ سفید تھا اور چہرے پر ہلکی سی داڑھی تھی جو اُسے مزید دلکش بنا رہی تھی۔ وہ کسی ماڈل جیسا نہیں، مگر اپنے تیکھے نقوش، سنجیدہ انداز اور بے ساختہ وقار کے سبب ایسا لگتا تھا جیسے وہ اپنی نسل کا نمائندہ ہو۔ ایک وہ

نوجوان، جو تہذیب، وقار اور زمانے کی رفتار کا حسین امتزاج ہے۔

"نور کی بچی۔" اس کی آواز بھاری مگر بہت خوبصورت تھی۔ نور نے اُس کی بات نہیں سُنی اور وہاں سے بھاگی۔

"امی اُٹھا دیا ہے مگر بہت بد تمیزی کر رہا تھا۔ میں اِس کے بعد کبھی اُس کو اُٹھانے نہیں جاؤں گی۔" اُس نے جاتے ہی صدف کو بتایا۔

"یہ بھی دیکھ لیں کہ کیسے اُٹھایا ہے۔" ہاشم بھی اُس کے پیچھے آ گیا۔ اُس کے بال بھیگے ہوئے تھے۔

"تم دونوں ایک جیسے ہو، ایک مینڈک کی اور دوسرا مچھر۔ اگلے مہینے 24 کے ہونے والے ہو مگر عقل نام کی چیز نہیں ہے۔ تم دونوں سے زیادہ عقلمند تو خدیجہ ہے۔" صدف نے غصے سے کہا۔ ہاشم اور نور فوراً خاموش ہو گئے جیسے کبھی کچھ بولے ہی نہ ہوں۔

Clubb of Quality Content

"ابا ہمارے فائنل ایگزامز کو بھی کچھ مہینے رہ گئے ہیں اور میں آپ کے ساتھ کام سیکھنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ مجھے یہ موقع دیں گے؟" ناشتا کرنے کے بعد عمار صاحب آفس جانے کے لیے نکل رہے تھے جب نور نے ایک بار پھر اُن سے پوچھا۔ وہ او پن ہی گھر بیٹھ کر بی کام کر رہی تھی۔ عمار صاحب کو اُس کا یونیورسٹی جانا پسند نہیں تھا مگر وہ آگے پڑھنا چاہتی تھی۔ ہاشم نے ابا کو کافی منانا چاہا کہ وہ بھی تو نور کے ساتھ ہی یونیورسٹی میں ہو گا مگر اُن کی ایک ہی ضد تھی کہ نور لڑکوں کے ساتھ مل کر نہیں پڑھ سکتی۔

اُنہوں نے بچپن میں بھی کبھی اپنی اولاد پر پڑھائی کا بوجھ نہیں ڈالا تھا۔ نور اور ہاشم دونوں نے چھ برس کا ہونے کے بعد سکول جانا شروع کیا تھا۔

کالج ختم ہونے کے بعد شروع میں تو عمار صاحب نے نور کو جانے کی اجازت دے دی مگر روزانہ ٹی وی پر دل دہلا دینے والے واقعات نے اُن کا فیصلہ بدل دیا تھا۔ نور کی ضد میں ہی ہاشم نے بھی یونی جانا بند کر دیا۔ اب وہ دونوں او پن بی کام کر رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

عمار صاحب نے جواب دینے کے بجائے خاموشی اختیار کی، جیسے ہمیشہ کرتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہاشم اُن کا آفس جوائن کر لے مگر ہاشم کی اُس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

"آپ جانتے ہیں میں ہاشم سے بہتر ہوں۔ اس بے کار سنگر سے بہتر ہے کہ آپ مجھے ہائر کر لیں۔ ہمارے تو سبجیکٹس بھی ایک جیسے ہیں۔" نور نے بھی ہار نہیں مانی اور مزید کہا۔

عمار صاحب ایک لمحے کے لیے رُک گئے مگر پھر انکار کر دیا۔ وہ پچھلے کئی مہینوں سے اس بات پر سوچتے رہے کہ اگر نور کو آفس لے جانے کی اجازت دے دی تو معاشرے کے لوگ باتیں بنائیں گے۔ خاص طور پر جب ہاشم گھر پر ہو اور نور، ایک لڑکی ہو کر باپ کے ساتھ کام پر جائے۔

نور مسلسل یہی دلیل دیتی رہی کہ "ابا لوگوں کا تو کام ہے باتیں بنانا، وہ ویسے بھی بنائیں گے۔"

عمار صاحب ہمیشہ اس کی بات پر خاموش ہو جاتے مگر نور کے چہرے پر مایوسی واضح ہوتی۔

Clubb of Quality Content

تاریخ تھی ایک ستمبر،

اور وقت ہو رہا تھا صبح کے 8:25 کا۔

پورے آفس کے لوگ اکٹھے ہو کر کسی کا انتظار کر رہے تھے سوائے ایک کے، اور وہ سارا تھی۔ سارا اس کی پرسنل سیکرٹری تھی اور اس کے سرد رویے کی سب سے زیادہ شکار ہونے والی انسان تھی۔ اُسے کوئی بھی مسئلہ ہوتا تو وہ سارا سے ہی کہتا۔ وہ اپنے کام سے کام رکھنے والا انسان تھا۔ زیادہ غصہ تو نہیں ہوتا تھا مگر اتنا فری بھی نہیں تھا کہ ہر ایک سے ہنس کر بات کرے۔ وہ آفس آتا، اپنا کام کرتا اور چلا جاتا۔ اس کی ڈکشنری میں جو الفاظ تھے وہ صرف کام، کام اور کام تھے۔ اُس کے رویے سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ یہ آفس بس کسی مجبوری کے تحت چلا رہا ہو۔ کوئی اُس کی ذاتی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا اور اُن کو جاننے کی اجازت بھی نہ تھی، البتہ تجسس بہت تھا۔ آج ایک بار پھر اس کو سب ہنسانے کی ناکام

کوشش کرنے جا رہے تھے جو پہلی بار نہیں تھا۔

8:28

سب تیار تھے۔ ٹھیک 8:30 پر وہ داخل ہو گا۔ عام دفتروں کا وقت 9 سے 5 ہوتا ہے۔ مگر مصطفیٰ کمال وہ کام نہیں کرتا جو سب کرتے ہیں۔ اُس کے آفس کا وقت 8 سے 4 تھا۔ اور وہ خود 8:30 پر آیا کرتا تھا۔ آج اُس کی تیسوی سالگرہ تھی اور سب اُس کو وِش کرنے کیلئے اکٹھے تھے سوائے سارا کے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

8:29

ٹھیک کچھ ہی منٹ میں وہ داخل ہو گا اور آتے ہی سب کو دیکھے گا۔ اور اُن کو یاد دلوائے گا کہ وہ اُن کو تنخواہ یوں اکٹھا ہونے کے لئے نہیں دیتا اور سیدھا اپنے آفس جائے گا۔ اُس کے بعد وہ سارا کو فون کرے گا کہ اس مجمعے کو واپس بٹھاؤ۔ پھر پورا دن اپنے لیپ ٹاپ پر کام کرے گا اور گھر چلا جائے گا۔ لیپ ٹاپ پر وہ کیا کام کرتا تھا یہ بات سارا بھی نہیں جانتی تھی۔

ایک سوئی 8 اور 9 کے درمیان تھی، ایک 6 پر اور ایک 10 پر۔

10 سیکنڈ رہ گئے تھے۔ سارا نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ الٹی گنتی گن رہی تھی۔

8:30

8:35

8:40

آج کچھ بدلا تھا۔ سب کے اُمیدوں سے مختلف مصطفیٰ کمال آج نہیں آیا تھا۔ یہ لمحہ سب کے لیے غیر متوقع تھا۔ ہر کوئی ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی تھی۔ سب مایوس ہو کر اپنی کرسیوں پر جا بیٹھے مگر سارا کے ذہن میں کئی سوالات گھوم رہے تھے۔ اُس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور یاد کرنے لگی کہ کچھ دن پہلے کیا ہوا تھا۔

وہ لڑکی جو تین دن پہلے آفس آئی تھی۔اُس نے کیا کہا تھا؟اُس کی باتیں کیوں سارا کے ذہن میں اٹکی ہوئی تھیں؟ مصطفیٰ اُس لڑکی سے کیوں ملا تھا؟

"کیا کہا تھا اُس نے؟"

سارا نے اپنے ذہن پر زور دیا، مگر جواب دھندلا تھا۔وہ کچھ ایسا جانتی تھی، جو باقی نہیں جانتے تھے۔ مصطفیٰ کمال کا نہ آنا معمولی بات نہیں تھی۔یہ وہ مصطفیٰ کمال تھا جس کی گھڑی ہر سیکنڈ کے حساب سے چلتی تھی، جو کبھی بغیر اطلاع دیے چھٹی نہیں کرتا تھا۔اور آج اُس کا غیر حاضر ہونا بہت کچھ بتا رہا تھا۔مگر کیا؟یہ سوال سارا کی سانسوں کے ساتھ گونج رہا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

ایک شام پہلے

۱۳۱ گست۔۔۔

مغرب کی اذان کی آواز گونج رہی تھی۔بچے پارک میں کھیل کر اپنے گھروں کو روانہ ہو رہے

تھے۔ پرندے بھی دن کی انتھک محنت کے بعد اپنے گھونسلوں میں لوٹ رہے تھے۔ ہوا بہت تیز چل رہی تھی اور سورج غروب ہونے کو تھا۔ اُسی پارک کے کونے میں ایک بینچ پر وہ بیٹھا تھا۔ اُس نے لال ٹی شرٹ کے ساتھ کالا ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔ وہ اپنا فون ہاتھ میں پکڑے کسی کو میسج کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ بار بار کچھ ٹائپ کرتا اور پھر مٹا دیتا۔ شہد آنکھیں فون کی اسکرین پر جمی تھیں۔ آخر کار اس نے میسج سینڈ کر دیا۔

"کیا ہم مل سکتے ہیں؟، میں پارک میں بیٹھا ہوں۔"

ہاشم مغرب کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہا تھا۔ فون نکالنے پر سامنے وہ میسج دِکھا، جو پندرہ منٹ پہلے آیا تھا۔ اُس نے وہ میسج پڑھا۔

"جی میں آرہا ہوں۔" اس نے مہذب طریقے سے جواب دیا، موبائل جیب میں ڈالا اور بڑے بڑے قدم اٹھاتا آگے بڑھنے لگا۔ اس نے ہاشم کو آتے دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں کے درمیان طویل گفتگو ہوئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں واپس جارہا ہوں تم دو، تین دن سوچ لو۔ مگر یاد رکھو میں نے تمہاری مدد تب کی تھی جب تم مجبور تھے اور اب مجھے تمہاری مدد چاہیے۔"

اُس کو ہاشم کی مدد کی ضرورت تھی مگر اس کا خیال تھا کہ وہ یہ نہیں کر پائے گا۔ وہ اس کی مدد نہیں چاہتا تھا مگر مجبور تھا۔ اس نے دوستوں پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیا تھا مگر ہاشم میں کچھ خاص تھا جو اس پر بھروسہ کرنے پر قائل کرتا تھا۔

ہاشم اکثر اُس سے کہا کرتا تھا کہ "زندگی میں بہت سی چیزیں پہلی بار کی جاتی ہیں۔" اور آج وہ پہلی بار ہاشم پر بھروسہ کر رہا تھا۔

ہاشم کوئی جواب دیے بنا وہاں سے آ گیا۔ دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ جو پچھلی بار ہوا تھا اُسکے بعد تو ابا کبھی نہیں مانیں گے۔ اُس نے دل ہی دل سوچا۔ گھر داخل ہوا تو سامنے عمار صاحب بیٹھے تھے، سوچا کہ ان سے بات کر لے مگر اتنی ہمت نہ کر سکا۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کمرے میں جاتے ہی اُس نے التمش کو فون کیا۔

"مجھے تمہاری مدد چاہیے۔"اور وہ بیڈ پر لیٹ کر اُسے سب سمجھا رہا تھا۔وہ فیصلہ کر چکا تھا اُسے کیا کرنا ہے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

اگلی شب جب وہ مغرب کی نماز پڑھ کر واپس آیا تو عمار صاحب سامنے کرسی پر بیٹھے مل گئے۔اُس نے سوچا کہ آج ہمت کر ہی لے بات کرنے کی مگر پھر سے ہمت نہ کر سکا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔

"بات سنو۔" آواز اُس کے ابا کی تھی۔

وہ وہی سے واپس پلٹا،ذہن میں ہزار سوچوں نے جنم لیا۔

"جی۔"اس نے مختصر سا جواب دیا اور سامنے کھڑا ہو گیا۔

"ہاشم تمہارا کیا پلان ہے؟"ہاشم کی سانس رُک گئی، کیا ابا جان چکے تھے؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی میرا؟"اس نے انجان بننا چاہا۔

"ظاہر سی بات ہے تمہارا نام ہی ہاشم ہے"اُن کا لہجہ معتدل تھا۔انہوں نے اُسکے جواب کا انتظار کیا مگر اُسے نہ بولتا پا کر اپنی بات جاری رکھی۔

"اگلے مہینے تم چوبیس کے ہو جاؤ گے، تمہاری پڑھائی بھی مکمل ہونے والی ہے مگر تم کسی چیز میں بھی سنجیدہ نہیں ہو۔پڑھائی میں بھی تمہاری کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔اس طرح تم میرا آفس کیسے سنبھالو گے؟"ہاشم خاموش رہا۔

"تم سے بہتر تو نور ہے پڑھائی میں اور آفس میں بھی اس کی دلچسپی ہے۔"

"تو ابا اِس میں غلط ہی کیا ہے اگر نور آفس جوائن کر لے۔"ہاشم نے بے ساختہ کہا۔اس بات پر عمار صاحب اندر تک کڑوے ہو گئے مگر بہت ضبط کے ساتھ بولے۔

"تمہیں شرم نہیں آئے گی کہ تمہاری بہن دفتر جائے؟"

"اس میں شرم والی کیا بات ہے ابا۔اب دنیا ترقی کر رہی ہے۔"ہاشم نے ہولے سے کہا۔عمار صاحب کے سامنے اُس کی آواز خود بخود دھیمی ہو جایا کرتی تھی۔

"دنیا اتنی ترقی بھی نہیں کر رہی کہ بہن کام کرے اور بھائی گھر بیٹھ کر مفت کے نوالے توڑے۔"اس وقت ہاشم اُن کے ضبط کا امتحان بن چکا تھا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ میں گھر میں رہوں گا؟"ہاشم نے سوال کیا۔

"تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر اس گھر کی بیٹی دفتر جائے؟"عمار صاحب نے اُس کے سوال کو نظر انداز کرتے پوچھا۔

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر اس گھر کی بیٹی اپنی مرضی اور خواہش سے دفتر جانا چاہے۔"ہاشم نے اپنے الفاظ پر زور دیتے کہا۔

"زندگی میں بہت سی چیزیں پہلی بار کی جاتی ہیں،ابا۔نور کا دفتر جانا بھی اُن میں سے ہی ایک ہو گا۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"عمار صاحب نے پوچھا۔آنکھیں ہاشم پر جمی تھیں جیسے اُس کو پڑھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

"میں کراچی جا رہا ہوں۔"اُس نے ہمت کر کے وہ بول ہی دیا جو کل سے بولنا چاہتا تھا۔وہ

تھوڑی دیر کیلئے خاموش ہو گئے۔

"تم جا سکتے ہو۔" انہوں نے کہا۔

کیا اُن کو منانا اتنا آسان تھا؟

"مگر میری ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ تم واپس آتے ہی میرا آفس جوائن کر لو گے، منظور ہے؟" اُسے کسی بھی صورت کراچی جانا تھا۔ اُسے وہ وعدہ نبھانے جانا تھا جو وہ چند مہینے قبل کر چکا تھا۔ اس لیے فوراً مان گیا۔

"کتنے عرصے کے لئے جا رہے ہو؟" اُنہوں نے اگلا سوال کیا۔

"تین مہینے۔" وہ نہیں جانتا تھا کہ اُس نے تین مہینے کیوں کہا۔

"آج ایک ستمبر ہے۔ ٹھیک تین مہینے بعد ایک دسمبر کو تمہیں یہاں ہونا ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں کہنا۔"

"مگر ابا تین مہینے بعد تو فائنل ایگزامز ہیں۔" نور اندر سے نکلتے بولی۔ شاید اُس نے سب کچھ سن لیا تھا ہمیشہ کی طرح۔

"وہی پرانی عادت، چھپ کر باتیں سننے سے کیا ملتا ہے؟"ہاشم نے اُکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ شٹ اپ پلیز۔ میں تم سے بات نہیں کر رہی اور جب دو بڑے بات کر رہے ہوں تو چھوٹے بیچ میں نہیں بولتے۔"ابا قریب نہ ہوتے تو دونوں کی اب بھی کافی جھڑپ ہو جاتی۔

"ہاں تو میں کہہ رہی تھی۔"اُس نے اپنا رُخ ابا کی جانب کیا۔

"کہ 3 مہینے بعد ہمارے فائنل ایگزامز ہیں۔ اگر یہ چلا گیا تو تیاری اس کا باپ کرے گا؟"

ایک لمحہ لگا اور وہ سمجھ گئی کہ اُس نے ابھی کیا بولا۔ اُس نے فوراً دانتوں سے زبان کو کاٹا۔

"سوری، وہ بس زبان پھسل گئی اور ویسے بھی جس کام کیلئے یہ جا رہا ہے اس کے لیے ایک ہفتہ بھی کافی ہے۔"

ہاشم کا رنگ فق ہو گیا۔"نور کیا جانتی ہے؟"اُس نے سوچا۔

"ابا میں کتابیں ساتھ لے جاؤں گا اور وہاں پڑھتا رہوں گا۔ یہاں بھی تو گھر بیٹھ کر ہی پڑھتا ہوں۔"

"میں نے تو کبھی تمہیں پڑھتے نہیں دیکھا اور جو گھر رہ کر نہیں پڑھتا وہ کراچی جا کر پڑھے گا؟ ویری فنی۔" نور کیلئے خاموش رہنا مشکل تھا۔

"ابا میں بتا رہی ہوں، یہ واپس آ کر کہے گا کہ وہاں میری کتابیں چوری ہو گئیں۔"

"نور میں نے تمہیں بچپن میں گرایا تھا جس وجہ سے تمہارے گھٹنے پر چوٹ لگی تھی، اُس کے لئے مجھے معاف کر دو۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"ہاں میں بہت زور سے گری تھی۔ مجھے یاد ہے پر چلو آج تمہیں معاف کیا۔ کیا یاد کرو گے کم از کم احساس تو ہوا۔" وہ مسکرا دی۔

"احساس تو ہونا ہی تھا۔ میری وجہ سے تم گری تھی اور تمہارے گھٹنے میں موجود دماغ کو گہری چوٹ لگ گئی اور آج تک ہم سب میری اُس غلطی کا انجام بھگت رہے ہیں۔" وہ نور کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھتا وہاں سے چلا گیا۔

"ابا یہ دیکھ لیں اس کو پھر آپ کہتے ہیں کہ میں اس سے لڑتی ہوں۔" اُس نے مڑ کر ابا کو مخاطب کیا جواب تک وہاں سے جا چکے تھے۔

"میں اپنا بدلا لینا نہیں بھولتی،ہاشم۔ڈرو اُس وقت سے جب میں اپنا بدلا لوں گی۔"اُس نے ہم کلامی میں کہا اور پیر پٹختی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

دوپہر کا وقت تھا اور دھوپ اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔گھنے درختوں کے درمیان سے آتی ہلکی سی ہوا جو تیز گرمی میں ایک سکون کی لہر لے کر آتی،اب مدھم پڑ چکی تھی۔آسمان میں کہیں کہیں بادل چھائے ہوئے تھے لیکن دھوپ کی تیزی نے اُنہیں بھی بے بس کر دیا تھا۔زمین کی حرارت اور ہوا کی خوشبو نے ماحول میں ایک عجیب سا سکوت پیدا کر دیا تھا، جیسے ہر چیز اپنے مقام پر رک کر کچھ سوچ رہی ہو۔وہ اپنے کپڑے الماری سے نکال کر تہہ کر رہا تھا اور اُنہیں بیگ میں رکھ رہا تھا۔امی کو وہ اپنے کام نہیں کہا کرتا تھا اور نور سے اُسے کوئی اُمید نہیں تھی۔

"امی آپ پریشان نہ ہوں تین مہینے کی ہی تو بات ہے۔"وہ اُنہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"جانا ضروری ہے کیا؟"وہ کل رات سے ہزار دفعہ یہ سوال کر چکی تھیں۔

"بہت ضروری۔"وہ سوٹ بیگ میں رکھتے ہوئے بولا۔

"مگر کیوں؟"مزید وہ اپنے سوال دہرانے لگیں۔

"ایک کام ہے۔"ماں کا خیال تھا کہ وہ کچھ چھپا رہا ہے۔

"کیا چُھپا رہے ہو؟"انھوں نے تصحیح کرنی چاہی کہ شاید وہ غلط بھی ہو سکتی ہیں۔

"آپ کو کیا لگتا ہے میں کیا چھپا رہا ہوں؟"ہاشم ان کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"نور بھی جانتی ہے اور تمہارے ابا بھی، بس مجھے نہیں بتا رہے۔"

"نور جھوٹ بولتی ہے، وہ کچھ نہیں جانتی۔"اُس نے ایک نظر صدف کو دیکھا، پھر تحمل سے کہا۔

"میں سچ بول رہی ہوں، جھوٹے تم ہو"۔شاید اُس نے ہمیشہ کی طرح آج بھی سب سن لیا تھا۔

"نور کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ آپ کیا جانتی ہیں؟"وہ اُس سے سوال کر کے ہاتھ سینے پر باندھے نور کے جواب کا منتظر تھا۔

"یہی کہ تم یا تو اپنی بے سری آواز کا آڈیشن دینے جا رہے ہو کراچی یا اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ گھومنے جا رہے ہو اور امی۔"کچھ یاد آنے پر اُس نے فوراً صدف کو دیکھا۔

"آپ کو یاد ہے یہ پچھلی بار بھی ہمیں بتائے بغیر کراچی گیا تھا۔"اُس نے صدف کو دیکھتے یاددہانی کروائی۔

"جب واپسی پر اس کے بازو پر پٹی لگی تھی اور ابا سے کتنی ڈانٹ پڑی تھی اسے۔یہ پرانی عادت ہے اس کی بنا بتائے جانے کی۔"وہ اُس کا سچ جان چکی تھی اور امی کو بھی بتا دیا تھا۔کم از کم وہ یہی سمجھ رہی تھی۔

"تو اس میں چھپانے والی کیا بات ہے؟"صدف کو یہ کچھ خاص نہ لگا۔

"اگر مجھے بھی پتہ ہوتا کہ یہ بات ہے تو خود ہی بتا دیتا۔"وہ بڑبڑایا کسی نے سنا نہیں۔

"امی مجھے لگا آپ خوامخواہ پریشان ہوں گی اس لئے نہیں بتایا۔اس کے بعد کچھ نہیں چھپاؤں

گا۔"اُس نے اُن کو تسلی دی اور گلے سے لگایا۔ پھر نرمی سے اُن کا ماتھا چوما۔

نور نے اُسے جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش میں اُس کی مشکل آسان کر دی تھی۔ آج کے دن کے اس نے نور کے سارے گناہ معاف کیے۔۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

تیس اگست۔ منگل

وہ اپنے آنسو پینے کی کوشش کرتے کرتے وہاں سے مڑی اور باہر کو جانے لگی جب پیچھے سے اُسے کسی نے پکارا۔

"مائرہ! میں نے کہا کہ بیٹھو۔"

"اور تم ہوتے کون ہو مجھے یہ کہنے والے۔"اس نے پلٹ کر غصّے سے کہا۔

"مائرہ تم ایسا برتاؤ کیوں کر رہی ہو جیسے تم مجھے جانتی ہی نہیں۔"اس نے اداسی سے کہا۔

مائرے نے اپنے آنسو اندر لے جانے کی کوشش کی اور ٹھنڈی آہ بھری۔

"میں کسی مصطفیٰ کمال کو نہیں جانتی، تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، میں یہاں کچھ پوچھنے آئی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھی۔ جس کا جواب مجھے مل گیا ہے۔"

"بیٹھو اور میری بات سن کر جاؤ۔" اس کا کہنا التجایا تھا۔

ماہرہ نے گہری نظروں سے اس کو دیکھا پھر بنا کچھ بولے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"میں بتا چکی ہوں کہ میں کسی مصطفیٰ کمال کو نہیں جانتی۔"

"مگر میں تمہیں جانتا ہوں۔" وہ بہت اپنائیت سے بولا۔

"کب سے؟" مائرہ کی آنکھیں رو دینے کو تیار تھی۔ وہ تھکی نظروں کے ساتھ اس کو دیکھ رہی تھی۔ مگر وہ خود کو بہت مضبوط سمجھتی تھی، ان دو سالوں کی وجہ سے یا شاید ان تین سالوں کی وجہ سے۔

"پچھلے چھ سال سے۔" وہ اپنی انگلی میں پہنی انگوٹھی کو گھما رہا تھا۔ مائرہ کے گلے میں وہ لاکٹ، جس پر اے ایم لکھا تھا اب بھی موجود تھا۔ اُس کی آنکھیں بہت اُداس لگ رہی تھی۔

"مگر میں نہیں جانتی کہ مصطفیٰ کمال کون ہے۔" وہ اُس کی آنکھوں سے آنکھیں نہیں ملا رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

"تم مصطفیٰ کمال کو نہیں جانتی مگر مجھے تو جانتی ہو۔"اُس کی سرخ آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جسے مائرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"تم سگار پیتے ہو؟"اُس نے ٹیبل پر پڑی سگار کی ڈبی کو دیکھ کر پوچھا۔

"تنہائی کی وحشت سے بچنے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے مائرہ۔"وہ ظاہری طور پر مسکرا رہا تھا مگر اُس کے پیچھے چھپی اُداسی مائرہ محسوس کر سکتی تھی۔

"تمہیں ماں کی یاد نہیں آتی؟"ظاہری طور پر تو سوال بہت سادہ تھا مگر اس کی گہرائی محبت کے بندھن میں بندھے ہوئے ہی سمجھ سکتے تھے۔اس کی آنکھیں کہی رہی تھیں کہ تمھیں میری یاد نہیں آتی جب کہ لب کہی رہے تھے کہ تمھیں ماں کی یاد نہیں آتی۔دل چاہتا تھا کہ وہ محبت کی اس زبان کو سمجھ جائے،دماغ کہتا تھا کہ مائرہ تم کیا کیا سوچتی ہو۔

"آتی ہے،مگر جب میں سوچتا ہوں کہ تم اُن کے پاس ہو تو دل کو تسلی ہو جاتی ہے۔"وہ ہلکا سا مسکرایا۔

مائرہ کا دل ٹوٹا تھا۔وہ محبت کی زبان کو نہیں سمجھا تھا۔مائرہ نے سر جھٹک دیا اور آنسوؤں کا

ایک بھاری گولہ حلق سے نیچے اتارا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے بہتر ماں کا خیال رکھ سکتی ہو۔" وہ مائرہ کو دیکھے بنا بولے جا رہا تھا۔

"احد تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟" اس نے ایک دم آگے ہو کر میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ احد کھٹکا تھا۔

"کیوں دوغلا پن کر رہے ہو خود کی زندگی کے ساتھ بھی اور ہمارے ساتھ بھی؟" وہ ایک ایک حرف چبا کر ادا کر رہی تھی۔

"بہت عرصے بعد تمہارے منہ سے اپنا نام سنا ہے۔ قسم لے لو میرے اندر تک سکون اترا ہے۔" احد مائرہ کی نظروں میں دیکھتے ہوئے بولا، اس کی مسکراہٹ واضح تھی اور مائرہ اس کا اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر غصہ فق ہو گیا۔ مگر وہ ہار نہیں مانی سکتی تھی۔

"مصطفیٰ کمال تو تمہارا دوست تھا نا، پھر اب وہ کہاں ہے؟" اس نے بات بدلنی چاہی۔ وہ صرف اتنا ہی جانتی تھی کہ احد کا کوئی دوست تھا، جس کا نام مصطفیٰ کمال تھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"تم مجھ سے اور ماں سے کیوں بھاگتے پھر رہے ہو؟"

"میں نہیں جانتا۔" وہ سرد لہجے میں جواب دینے لگا۔

"امی کو لگتا ہے کہ تم مجھے طلاق دے دو گے، کیا وہ ٹھیک کہتی ہیں؟" وہ یہ سوال کر کے اپنی اُمید کے ٹوٹنے سے ڈر رہی تھی۔ اگر اُس نے ہاں کہہ دیا تو۔

"ہاں۔" سیکنڈ کے دسویں حصے میں ہی مائرہ کو لگا کے وہ سانس نہیں لے سکے گی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

اُس نے آج بہت دن بعد اپنی میل اوپن کی۔ وہ بھی ان لوگوں میں سے تھا جو واٹس ایپ، انسٹا گرام کے آنے کے بعد کبھی کبھار اپنی میل دیکھتے ہیں۔ ستمبر ایک صبح آٹھ بجے آنے والی میل جب اُس نے دیکھی تو وہ ایک ہی سیکنڈ میں سمجھ گیا۔

وہ میل کوئی پہلے سے ہی اوپن کر چکا تھا اور کس نے دیکھی ہو گی یہ بھی وہ جانتا تھا۔ اُسے نور

پر بہت غصہ آرہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ صدف اور نور کے سوالوں کے جواب دے کر آیا تھا۔

"تو اُس نے امی کو یہ سب کیوں نہیں بتایا؟" وہ سوچ رہا تھا۔

مگر وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ نور نے اُس کی میل کیوں دیکھی؟ اس کا جواب صرف وہی دے سکتی تھی۔ امی خدیجہ کے ساتھ مارکیٹ گئی تھیں۔ اُسے اپنے سکول کے پراجیکٹ کیلئے کچھ خریدنا تھا۔ اور اباروز کی طرح اس وقت آفس میں ہی تھے۔ یہ ہی موقع تھا نور سے بات کرنے کا۔

"نور تم نے میری میلز کیوں دیکھی؟" نور اپنے لئے فنگر چپس بنا رہی تھی جب ہاشم نے پیچھے سے پکارا۔

"تم بھی تو میری میلز دیکھتے ہو۔" جواب دو ٹوک تھا۔

"میں!... کب؟" اُس نے حیرانی سے پوچھا۔

"اور تمہیں کیوں لگا کہ میں تمہاری میلز دیکھوں گی؟"

"اگر تم نے میل دیکھ ہی لی تھی تو امی سے جھوٹ کیوں بولا؟" انداز دو ٹوک تھا۔

"مجھے واقعی سمجھ نہیں آ رہی کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" وہ گرم تیل میں آلو ڈالتے ہوئے رُکی اور گرم چمچ اُس کی طرف کیا۔ "اب اگر تم نے کوئی اُلٹی سیدھی بات کی تو یہ سیدھا تمہارے منہ پر دے ماروں گی۔" ہاشم دو قدم پیچھے ہٹا۔

"ڈائن کہیں کی... اور امی کو بھی بتا دینا۔" اب کی بار انداز دوستانہ تھا۔

"اوکے بتا دونگی مگر بتانا کیا ہے؟" وہ ہاشم کے مزید قریب ہوئی، تجسس بڑھ رہا تھا۔

"یہی کہ تمہارا دماغ گھٹنوں میں ہے اور تم ایک بڑی عجیب ڈائن ہو۔" وہ بھی قریب ہو کر سرگوشی کے عالم میں بولا اور واپسی کو بھاگا۔ نور کا دل چاہا کہ وہ واقعی گرم چمچا اُس کو پیچھے سے دے مارے مگر فائدہ نہیں تھا۔ ایک تو وہ سیڑھیوں تک جا چکا تھا، دوسرا وہ پیارا بہت تھا۔ پیارے لوگوں کی صورت بگاڑنے کو کس کا دل چاہے گا۔ وہ مسکرائی اور کچھ یاد آنے پر کچن سے باہر کو دوڑی۔

"اوے سرگم کے بادشاہ!... ابا نے تمہارا لیپ ٹاپ لیا تھا۔ انہوں نے کوئی ضروری میل

بھیجنی تھی شاید انہوں نے ہی دیکھی ہوں" اُس نے یاد آنے پر پیچھے سے آواز لگائی۔ہاشم کے قدم وہیں زنجیر ہو گئے۔وہ جس سیڑھی پر تھا وہی کھڑا رہ گیا۔

نور وہ میل دیکھتی تو اُس کاردِ عمل یہ نہ ہوتا وہ سوچ رہا تھا۔اُس کے پاس نور کی بات کا یقین کرنے کے علاوہ کوئی چارا نہ تھا۔

"تم جانتی ہو کیا؟"

"یہی کہ میں بہت ذہین ہوں؟"اس نے آگے آتے ہوئے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کو اڑاتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"یہ کہ تم ایک نالائق، عقل سے عاری ڈائن ہو۔"نور اُس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔

"بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے، کیا سمجھتے ہو تم خود کو؟"وہ بھی سنجیدہ ہو گئی۔

"میں کب سے پوچھ رہا تھا اس بارے میں پھر تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی یہ بات؟"

"کیونکہ تم نے یہ پوچھا ہی نہیں کہ تمہارا لیپ ٹاپ کِسی نے استعمال کیا۔تم تو بس مجھ پر الزام ہی لگا رہے تھے۔"

"اچھا،اچھا۔"وہ نور کے سامنے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔"چلو تم اپنا کام کرو،مجھے بھی کچھ کام ہے"اتنا کہہ کر وہ رکا نہیں بلکہ سیڑھیاں چڑھ گیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

"ابا کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"ہاشم ان کا دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھ رہا تھا۔انہوں نے ایک نظر ہاشم پر ڈالی،وہ ٹی شرٹ اور ٹراوزر میں ملبوس تھا۔بال پیچھے کو سیٹ تھے اور چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی تھی۔

"نہیں۔"لہجہ اسپاٹ تھا۔

"آپ سے کچھ بات کرنی تھی،پلیز۔"وہ دونوں ہاتھ پیچھے باندھے کھڑا تھا۔

"ویسے تو تمہیں میری ہاں یا نہ سے فرق نہیں پڑتا تو پوچھ کر وقت برباد کیوں کر رہے ہو۔آؤ اور جو کہنا چاہتے ہو وہ کہو۔"وہ مصروف لگ رہے تھے۔

"ابا،آپ نے بتایا کیوں نہیں کہ آپ کو پتہ ہے میں کیوں جا رہا ہوں۔"وہ اُن کے سامنے آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا تم نے پوچھا کہ میں جانتا ہوں یا نہیں؟"وہ بھی نور کے والد تھے۔

"آپ بتا تو سکتے تھے یا جانے سے منع کر سکتے تھے؟"اس نے کرسی تھوڑی آگے کو دھکیلی۔

"کیا میں نے تم سے پوچھا کہ تم کیوں جا رہے ہو؟"وہ ہلکا سا مسکرا دیے۔"نہیں نا؟ تو ظاہری سی بات ہے کہ میں جانتا ہوں،ورنہ میں ضرور پوچھتا۔اور ابھی میرے منع کرنے سے تم رک گئے؟... نہیں نا۔میرے منع کرنے سے اگر تم دروازے کے اُس پار نہیں رک سکے تو کراچی جانے سے رک سکتے تھے؟"اُنہوں نے دروازے کی طرف اِشارا کیا۔

"ابا آپ تو جانتے ہیں التمش کو۔وہ میرا سب سے اچھا دوست ہے،اُس وقت آپکو یہ اِس لئے بتایا کیونکہ نور بھی وہیں تھی اور وہ فوراً جا کر امی کو بتا دیتی،اور آپ تو جانتے ہیں کہ امی کو التمش کچھ خاص پسند نہیں ہے۔"وہ سانس لینے کو رُکا۔

"وہ اُسے تب سے ناپسند کرتی ہیں جب وہ دس سال کا تھا اور امی کی باتیں جا کر اپنی امی کو بتایا کرتا تھا۔"اِس بات پر دونوں ہنسے...

"ہاں،میں اُسے بھی اچھے سے جانتا ہوں اور تمہیں بھی،زیادہ صفائیاں دینے کی ضرورت نہیں

اور میں یہ تمہاری امی کو بھی نہیں بتاؤں گا۔" انہوں نے چشمہ پہنتے ہوئے کہا۔

اُن کو التمش بھی ہاشم جتنا ہی پیارا تھا وہ کبھی کبھار یہاں آتا تو عمار صاحب اُس کو اکثر کہتے کہ ہاشم کو بھی اپنی طرح کا بنا دو۔ ہاشم اور التمش بچپن کے دوست تھے مگر پھر التمش کے ابا کراچی شفٹ ہو گئے۔ اور تب سے وہ ہر دو تین مہینے بعد حیدر آباد آیا کرتا تھا ہاشم اور باقی گھر والوں سے ملنے۔ ہاشم، نور اور التمش تینوں ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے اور کراچی جا کر اُسکی ذہانت کو دیکھتے ہوئے وہاں کے پرنسپل نے اُسے ایک کلاس آگے کر دیا تھا۔ اب التمش اپنے باپ کا بزنس سنبھال رہا تھا۔

"اور تم نے تین مہینے کیوں کہے؟" اب ابا کی تفتیش شروع ہو چکی تھی۔

"وہ میں بھی نہیں جانتا۔" اُس نے ہلکے سے شانے اچکائے اور ہنس دیا۔ چند منٹ ابا سے گفتگو کرنے کے بعد وہ اُن کے کمرے سے نکلا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ کراچی میں بہت کچھ ایسا تھا، جو اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ ہاشم خود سے کراچی نہیں جا رہا تھا۔ وہی وجہ ہاشم کو کراچی کھینچ کر لے جا رہی تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ہاشم،

السلام علیکم،

امی ابو کل عمرہ پر جا رہے ہیں۔ شاید ابو نے انکل کو بھی بتایا ہو، اور ایسی صورت میں میں بالکل اکیلا ہو رہا ہوں، بور بھی ہو تا رہوں گا۔ ابو اپنا سارا بزنس بھی میرے حوالے کر گئے ہیں کہ میں سنبھالوں، تو یہ تمہارے لیے بھی اچھا موقع ہو گا اگر تم آجاؤ۔ تمہیں بھی بزنس کا کچھ اندازہ ہو جائے گا۔ صرف اکیس دن کی ہی تو بات ہے۔ ہو سکے تو ضرور آجانا۔

اگر انکل نے اجازت نہ دی تو انہیں کہنا کہ تم میرے پاس آرہے ہو، وہ مجھے بھی تو ہمیشہ کہتے ہیں کہ ہاشم کو کچھ سکھاؤ۔

میرا فون خراب ہے، ٹھیک ہونے میں تین دن لگیں گے۔ اس لیے لیپ ٹاپ سے ای میل کر رہا ہوں تا کہ تم تیار رہو۔ باقی باتیں بعد میں کریں گے۔

اللہ حافظ،

التمش

ایک ستمبر

اعزاز صاحب نے عمار صاحب کو کچھ دن پہلے بتایا تھا کہ وہ عمرہ پر جا رہے ہیں اور سارا بزنس التمش سنبھالے گا۔ اس لیے وہ بھی پچھلے کچھ دِنوں سے بار بار ہاشم کو اپنا بزنس سنبھالنے کا کہہ رہے تھے۔ ہاشم کو بزنس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مگر وہ اپنے دوست کو کبھی انکار نہیں کرے گا۔ اچھا ہی ہے، اگر ہاشم چند ہفتوں کے لئے چلا جائے۔ شاید واپسی پر وہ میرا آفس بھی آ کر سنبھال لے۔

وہ من ہی من میں یہ سب سوچ کر مسکرا رہے تھے۔ وہ اپنی میل بھیجنے کیلئے ہاشم کا لیپ ٹاپ لائے تھے مگر اب وہ اپنی میل بھیجنا بھول گئے تھے۔ انہوں نے جلدی سے لیپ ٹاپ بند

کیا اور واپس اُس کے کمرے میں رکھ آئے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

تیس اگست۔ منگل

"ہاں۔" سیکنڈ کے دسویں حصے میں ہی مائرہ کو لگا کے وہ سانس نہیں لے سکے گی۔

"اگر تم چاہو۔" مائرہ نے آنکھیں کھولیں، تو اُس کا آنسو سیدھا بہتا اُس کی گود میں موجود موبائل پر جا گرا۔ اُس نے ہاتھ سے فون کی سکرین کو صاف کیا۔ اس سے فون کی لاک سکرین چمک اُٹھی اور سامنے احد کی تصویر تھی، جو شاید احد نے نہیں دیکھی۔

"اور تمہیں کیوں لگا کہ میں ایسا چاہوں گی؟"

"میں تمہاری زندگی کے اتنے سال ضائع کر چکا ہوں، میرے لیے یہ گِلٹ ہی کافی ہے۔"

"تمہاری وجہ سے ہی تو میں نے زندگی جینا شروع کی تھی۔ تم پچھلے دو سال مجھ سے دور رہے، مگر یہ گِلٹ کسی کی جان لینے سے زیادہ نہیں ہے۔" اُس نے بے یقینی سے مائرہ کو دیکھا۔ اسی

گِلٹ کی وجہ سے ہی تو وہ اپنے گھر سے دور تھا۔ مگر کیا مائرہ جانتی تھی؟

"کیا ہوا؟" اُس نے بمشکل پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے اگر تم ہاں کے بعد کچھ نہ کہتے، تو مائرہ سلطان یہاں سے چل کر نہ جا پاتی۔" اُس نے احد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمہیں اتنے سالوں میں کچھ نہیں دیا سوائے دُکھ کے۔ تم کیوں ساری زندگی میرے نام کا پھندا اپنے گلے میں لگا کے رکھنا چاہتی ہو؟" ہر طرف خاموشی تھی، بس احد کی آواز گونج رہی تھی۔

"تم میرے گلے کا پھندا نہیں، بلکہ پاؤں کا سٹول ہو۔ جو گِر گیا تو میں لٹک جاؤں گی اور ماری جاؤں گی۔"

"مگر تم کیوں ساری زِندگی اِس سٹول پر منحصر رہنا چاہتی ہو؟"

"کیونکہ اس سے میں امی کے ساتھ رہ سکوں گی۔ وہ تمہارے بغیر رہنا سیکھ چکی ہیں، میرے بغیر نہیں رہ سکیں گی۔"

کیا وہ صرف اس لیے اُس سے طلاق نہیں لینا چاہتی تھی؟ ایک ایسے شخص کی ماں کیلئے؟

"لوگ مر بھی تو جاتے ہیں۔ اگر صرف اس وجہ سے تم مجھ پر منحصر رہنا چاہتی ہو تو میری ماں کیلئے اپنی زندگی خراب نہ کرو۔"

اُس نے مر جانے کا لفظ اتنی آسانی سے کیسے استعمال کر لیا؟ کیا اُسے ڈر نہیں لگتا تھا؟ مر جانے سے؟ اپنوں کے بچھڑ جانے سے؟

"تمہاری ماں؟" اُسکی آنکھیں لال ہو گئی۔ "صرف تمہاری ماں؟"

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ بات سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"تمہارا مطلب جو بھی تھا، اتنا جان لو کہ وہ تم سے زیادہ میری ماں ہیں۔ کیونکہ میں اُن کو یوں چھوڑ کر نہیں بھاگی اور نہ کبھی اُن کو چھوڑ کر جاؤں گی۔" وہ جذباتی ہو کر سوچ رہی تھی۔ مگر اِس سے حقیقت نہیں بدلتی۔

"تم جانتے ہو وہ روزانہ تمہیں یاد کرتی ہیں۔ مگر جب وہ تمہارے واپس آنے کی دعا کرتی ہیں، تو اُن کے اُٹھے ہاتھ رُک جاتے ہیں۔ پتہ ہے کیوں؟... کیونکہ اُن کو لگتا ہے کہ تم

میری وجہ سے گھر چھوڑ کر گئے ہو اور یہ کہ تم اب کی بار آؤ گے تو مجھے طلاق دے کر جاؤ گے۔ اُن کو لگتا ہے کہ تم مجھ سے اپنا ریسٹورنٹ چھین لو گے۔"

"وہ صرف تمہاری نہیں، ہمارے سلامتی کی دُعا کرتی ہیں" وہ خاموش ہوئی تو سارے کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

"آئی ایم سوری، ہر اُس اذیت کیلئے جو میں نے تمہیں دی۔ وہ ریسٹورنٹ تمہارا ہے، تم سے کوئی نہیں چھین سکتا اور احد سلطان جب تک زندہ ہے وہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

کیا اتنے سے ہی اُن اذیتوں کا مُداوا ہو سکتا تھا،

احد چاہتا تھا کہ وہ اقرار کرے۔ وہ منوانا چاہتا تھا کہ وہ اُس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔

مائرہ چاہتی تھی، کہ وہ اُس سے پوچھے کہ اُس کے بغیر مائرہ کے دو سال کیسے گُزرے۔

مگر نہ کسی نے پوچھا، نہ کسی نے بتایا۔

"امی سے ملنے کب آؤ گے؟" اُس کی آنکھوں میں اُمید سی تھی۔ اُس نے ایسا سوال نہیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیا جس کا جواب وہ ہاں یا نہ میں دے سکے۔۔

"جلد۔"

"مصطفیٰ کمال کہاں ہے؟"اُسے جاتے جاتے پھر سے مصطفیٰ کمال یاد آ گیا۔

"میں نہیں جانتا"اُس کا جواب وہی تھا۔

"تم نے مار دیا اُس کو؟"اُس کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"میں نے کسی کو نہیں مارا۔"

"تو کہاں ہے وہ؟ جس کا نام تم پچھلے پتہ نہیں کتنے سال سے استعمال کر رہے ہو؟"

"میں اُس کا انتظار کر رہا ہوں۔"اُس کا لہجہ مطمئن تھا۔وہ مائرہ سے ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرتا تھا۔

"کسی کا انتظار اُس کا نام استعمال کر کے نہیں کیا جاتا،احد۔"اُس نے مدھم آواز میں مائرہ کو کہتے ہوئے سُنا۔

"میں یہ ضرور جانتی ہوں کہ تم کچھ غلط کر رہے ہو۔مگر میں روک نہیں سکتی، کیونکہ اِن

گزرے ماہ و سال نے مُجھ سے وہ حق بھی چھین لیا ہے۔"اُس نے اپنا بیگ تھاما اور فون کو بیگ میں رکھا۔

"تمہارا حق تم سے کوئی نہیں چھین سکتا، خود میں بھی نہیں۔"وہ بیگ لے کر وہاں سے اُٹھنے لگی تو احد نے کہا۔

"تو پھر مجھے سچ سچ بتاؤ..."اُس نے بیگ واپس کرسی پر رکھتے ہوئے کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تھینک یو التمش، اگر تم نہ ہوتے تو میں یہ سب اتنی آسانی سے نہ کر پاتا۔"وہ واٹس ایپ پر التمش کو میسج لکھ رہا تھا۔

مگر اُس سے اوپر ایک اور بھی لمبا سا میسج شو ہو رہا تھا، ایک لمبا سا پیراگراف۔ وہی پیراگراف جو التمش نے ہاشم کو بھیجا تھا میل پر۔ مگر یہاں وہ میسج التمش نے نہیں، بلکہ ہاشم

نے التمش کو بھیجا ہوا تھا۔

"مگر مجھے یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا۔" التمش کا فوراً جواب آیا۔

"ایک مہینے کی تو بات ہے۔ باقی سب میں تمہیں کراچی آ کر سمجھاتا ہوں اور تم نے کوئی جھوٹ تو نہیں بولا۔ آنکل آنٹی تو عمرہ پر جا چکے ہیں۔ اسی بہانے تمہیں بھی چینی مل جائے گی۔" اب کی بار ہاشم نے چھت پر ٹہلتے ٹہلتے وائس میسج بھیجا۔

"مگر انکل کو یہ سب فیک نہ لگا ہو؟"

"نہیں فیک تو نہیں لگا ہو گا۔ آخر اسکرپٹ ہی اتنی اچھی لکھی تھی میں نے۔"

"ہاں بلکل، بہت اچھی۔" التمش نے لکھ کر بھیجا۔

"مگر تمہیں کیسے پتہ تھا کہ آنکل وہ میل دیکھیں گے؟" ساتھ ہی ایک اور میسج کیا۔

"کیونکہ وہ ہفتے میں دو، تین بار تو میرا لیپ ٹاپ استعمال کرتے ہی ہیں۔ اپنی میلز بھیجنے کیلئے۔"

"اور جیسا کہ میں نے میل میں لکھا، کہ آنکل کو کہنا کہ تم میرے پاس آ رہے ہو، تو تم

ڈائریکٹ بھی آنکل سے کہہ سکتے تھے، نہیں؟"ساتھ میں اُس نے سوچنے والا ایموجی لگایا۔

"اِس طرح اُن کو لگتا کہ تم میری حمایت کر رہے ہو، مگر اب وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ میں سچ میں تمہارے کہنے پر ہی آرہا ہوں۔"

"مگر تم آ کیوں رہے ہو؟ یہ تو بتاؤ۔"اُس نے دلچسپی سے پوچھتے وائس میسج بھیجا۔

"یہ تو میں تمہیں وہاں آ کر ہی بتاؤں گا۔"

"ایک آخری سوال، اگر میرا فون خراب تھا، تو میں نے ایک، دو دن انتظار کیوں نہیں کیا کہ فون ٹھیک ہو کر آجائے تو تم سے آنے کا کہوں؟"اُس کے سوال ختم ہی نہیں ہو رہے تھے

"تم جانتے ہو، تمہارا دماغ بھی گُھٹنوں میں ہے۔"اُسے اب التمش پر غصہ آرہا تھا۔

"میرا بھی؟ اور کس کا؟"اب وہ جان بُجھ کر ہاشم کو تنگ کر رہا تھا۔ مگر اب کی بار جواب نہیں آیا، وہ فون ہاتھ میں پکڑے کسی اور کو میسج کرنے لگا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

"کیا جاننا چاہتی ہو تم؟"احد نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ مصطفٰی کمال کہاں ہے اور تم گھر کیوں نہیں آتے؟"مائرہ نے پھر پوچھا۔

"کیا تم گزشتہ دو سالوں سے میرے انتظار میں ماں کے ساتھ رہ رہی ہو؟"اُس نے امید سے پوچھا۔ جیسے چاہتا ہو کہ مائرہ کہے کہ ہم تمھیں کبھی بھولے ہی نہیں تھے۔

کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ دو سال کے عرصے میں دن، راتیں، گھنٹے، منٹس اور سیکنڈز کتنے ہوتے ہیں۔ ورنہ دُنیا کو آگے بڑھنے اور کسی کو بھولنے کے لئے ایک منٹ ہی کافی ہوتا ہے۔

"بالکل بھی نہیں۔"وہ ہر سوال کیلئے تیار تھی۔ اب اُسے لگتا تھا کہ اُسے احد کی ضرورت نہیں ہے۔

"تو پھر مصطفٰی کمال سے ملنے کیوں آئی تھی؟"وہ چاہتا تھا کہ مائرہ اعتراف کرلے، کہ اسے احد کی ضرورت ہے۔

"میں مصطفٰی سے ملنے آئی تھی، احد سے نہیں۔"اُس نے احد پر زور دیتے ہوئے کہا۔

کمرے میں چند لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔

"اب تم مجھے ملواؤ گے مصطفٰی کمال سے۔"اب کی بار اس نے اپنی بات پر زور دیا تھا۔

"تم اُس سے کیوں ملنا چاہتی ہو؟" احد نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"کیونکہ ماں نہیں جانتی، مگر میں جانتی ہوں کہ اُن کا بیٹا ایک مُجرم ہے۔ جو پچھلے دو سالوں سے پولیس سے چُھپتا پھر رہا ہے۔" احد نے حیرانی سے مائرہ کو دیکھا۔

"تم مجھ سے بہتر جانتے ہو، احد۔ تم جانتے ہو، کہ وہ پولیس تمہارے پیچھے تھی۔ اور اسی وجہ سے تم ہمیں چھوڑ گئے تھے۔" احد بنا پلک جھپکے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"پہلے میں نہیں جانتی تھی، مگر پولیس تمہیں ڈھونڈتے ہوئے میرے ریسٹورنٹ تک پہنچی۔" وہ سانس لینے کو رُکی۔ "اور تب جا کر مجھے پتہ چلا کہ میرا شوہر ایک مجرم ہے۔ جو پولیس سے چُھپ رہا ہے۔ وہ کافی دیر وہاں رہے، اور جب اُنہیں یقین ہو گیا کہ میرا تم سے کوئی رابطہ نہیں ہے، تو اُنہوں نے میرا اور میرے ریسٹورنٹ کا پیچھا چھوڑ دیا۔"

"میرے وہ چند دن جتنی اذیت میں گزرے تم اُس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ مگر میں اتنی بے حِس نہیں تھی کہ اپنی اذیت کا ساتھی امی کو بھی بناتی۔ وہ آج بھی اس معاملے سے لاعلم ہیں۔"

"تم نے پوچھا کہ میں اُس سے کیوں ملنا چاہتی ہوں۔ اس لیے کہ میں جاننا چاہتی ہوں۔" وہ رُکی اور احد کی آنکھوں میں دیکھا۔

"میں جاننا چاہتی ہوں کہ جس شخص کا نام تم استعمال کر رہے ہو، وہ زندہ بھی ہے یا تم نے اُسے مار دیا۔" اس نے سانس لینے کے لئے وقفے کے ساتھ اپنی بات پوری کی۔ مائرہ کی بات سن کر احد کا رنگ فق ہوتے دیر نہیں لگی۔

"میں بس ایک بار مصطفیٰ کمال سے ملنا چاہتی ہوں۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ماں یہاں تک نہ پہنچے تو تم آج ہی گھر آ کر اُن سے ملو گے۔ اُن کو تسلی دو گے کہ تم مجھے نہیں چھوڑو گے اور ریسٹورنٹ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ مگر یاد رکھو کہ اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ بس تمہارا نام چاہیے امی کے ساتھ رہنے کیلئے، اور اپنے ریسٹورنٹ کیلئے۔" اپنی بات پوری کر کے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اس کے لہجے میں سرد مہری تھی۔ جس کو وہ بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔

احد کیبن کی چیزیں آگے پیچھے کرنے لگا۔ جیسے وہ کچھ ڈھونڈ رہا ہو۔ اس کو مطلوبہ چیز

ڈھونڈنے کے لئے زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی تھی۔ کیونکہ وہ اُسے فائلوں کے نیچے سے مل گئی تھی۔

"رکو۔" احد نے اُسے پکارا اور تصویر ٹیبل پر رکھی۔ جس میں دو لڑکے کھڑے تھے۔ اس میں سے ایک تو احد تھا۔

"یہ مصطفیٰ کمال ہے مگر ابھی شہر سے باہر ہے۔" اُس نے تصویر میں اپنے ساتھ کھڑے دوسرے لڑکے پر انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ احد سے کم عمر لگ رہا تھا اور اُس کے بازو پر پٹی لگی ہوئی تھی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تک تو تم نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے؟" لہجہ شکی تھا۔

"کیونکہ مجھے لگا تھا کہ میں تم سے جھوٹ بول سکتا ہوں۔ مگر میں غلط تھا، میں تم سے جھوٹ نہیں بول پایا۔" وہ لفظوں کے تیر چلاتا تھا۔ مائرہ کے دل کی سختی اس کے لفظوں سے مٹ جاتی تھی۔ مگر آج مائرہ کو اس کے لفظوں کے جال میں نہیں پھنسنا تھا۔ کیونکہ اُسے سچائی تک پہنچنا تھا۔ اس نے اپنے سوالوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

"میں کیسے مان لوں کہ یہ مصطفیٰ کمال ہے؟"

"یہ تو تم اُس سے مل کر ہی جان سکو گی۔ وہ کچھ دنوں تک آجائے گا۔" احد ہر کسی کو صفائیاں نہیں دیا کرتا تھا۔ مگر وہ کوئی نہیں تھی، وہ مائرہ تھی۔ اُس کی بیوی۔ وہ اُس کی ماں کو بھی بتا سکتی تھی کہ اُن کا بیٹا ایک مجرم ہے۔ ماں کو سچائی پتہ لگنے سے بہتر تھا کہ وہ مائرہ کو اس کی تسلی کے لئے مصطفیٰ سے ملوا دے۔

"میں انتظار کروں گی۔" اتنا کہہ کر وہ چلی گئی اور احد محویت سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

چلئے احد اور مائرہ کو دفتر میں چھوڑ کر، ہاشم اور نور کو لڑتا چھوڑ کر، فریدہ بیگم کو احد کیلئے پریشان چھوڑ کر، التمش کو اُس کے سوالوں میں گُم چھوڑ کر، ہم چلتے ہیں آج سے چھ سال چند ماہ قبل۔ جب احد اور مائرہ کی کہانی شروع ہوئی تھی۔۔۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

تین مئی۔ کراچی

یہ صبح بھی ہر صبح کی طرح تھی۔ وہی مئی کی تیز دھوپ، جو شہر کی گلیوں میں اپنی پوری طاقت سے پھیل رہی تھی، وہی پرندوں کی آوازیں جو درختوں کی ٹہنیوں سے آ رہی تھیں اور وہی موٹر سائیکلز کا شور جو سڑکوں پر دوڑتا ہوا جا رہا تھا۔ سارا ماحول بے پرواہ تھا جیسے دنیا اپنی جگہ پر چل رہی ہو، جیسے کچھ بھی نہیں بدل رہا ہو۔ اگر آج کے دن کچھ بدلنا تھا تو وہ تھی مائرہ کی زندگی۔

آج مائرہ کا آخری پیپر تھا اور ہمیشہ کی طرح آج بھی اُس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اُس کا پیپر بہت اچھا ہوا۔ اُس کا چہرہ آج کی مائرہ کی نِسبت کافی کم عمر لگ رہا تھا۔ یہ اس کا آخری سمیسٹر تھا۔ اور اس کے بعد وہ اپنے خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کے لیے قدم اٹھانے والی تھی۔

اس کے دماغ میں بے شمار آئیڈیاز تھے، لیکن اُسے اپنی کامیابی کے لیے کچھ وقت کی ضرورت تھی۔ وہ بزنس شروع کرنے کی تیاری میں تھی، لیکن ابھی تک اُس کے سامنے وہ راستہ واضح نہیں تھا جو وہ چاہتی تھی۔ اس لیے اُسے رزلٹ کا انتظار تھا۔ کچھ دن بعد رمضان

شروع ہو رہا تھا، اور ایسے میں گھر سے باہر نکلنا مشکل ہو رہا تھا، لیکن اس سال کا رمضان مائرہ کے لیے کچھ خاص تھا۔ وہ اور اُس کی ماں عمرہ کرنے جا رہے تھے۔ 7 دن مکہ اور 7 دن مدینہ کا سفر، یہ ایک ایسا موقع تھا جسے وہ کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔

"آج ایک فیملی آ رہی ہے تمہیں دیکھنے۔" وہ کھانا کھا رہی تھی جب مسرت نے اُسے بتایا۔

"مگر ماں، ابھی تو میں نے اپنا بزنس شروع کرنا ہے۔ میں اتنی جلدی شادی نہیں کر سکتی۔" مائرہ کی آنکھوں میں حیرانی تھی۔

"شادی کرنے کو کون کہہ رہا ہے؟ ابھی تو صرف وہ لوگ آ رہے ہیں۔ اگر ہمیں پسند آ گئے تو بات پکی کر دیں گے۔" مسرت نے اُس سے کہا اور اُس کے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

"اور اگر اُنہوں نے شادی کرنے پر زور دیا تو؟" وہ واقعی پریشان تھی۔

"تم ایک دفعہ اُن سے مل کر تو دیکھو، اگر تمہیں وہ اچھے لگے تو ہی ہاں کرینگے۔" وہ بہت پیار سے اُسے سمجھا رہی تھیں۔

اُن کے گھر میں صرف وہ اور مائرہ ہی رہا کرتے تھے۔ ابا کو گزرے کئی برس ہو گئے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُن کی چند دُکانیں تھی جن کو مسرت نے اُن کی وفات کے بعد کرائے پر دے دیا تھا اور اُن سے ہی ان دونوں کا بہت اچھا گزر بسر ہو رہا تھا۔

"اچھا، تب کی تب دیکھی جائے گی۔" وہ ماں کو تنہا چھوڑنے سے ڈرتی تھی۔ مگر ماں کے سامنے ایسا کچھ نہیں کہتی تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

پانچ بجے کے قریب احد سلطان اور فریدہ بیگم اُن کے دروازے پر تھے۔ احد اُن دنوں ایک اچھی جاب کر رہا تھا۔

رسمی علیک سلیک کے بعد انہوں نے اپنی بات شروع کی۔

"یہ فضول رسموں میں ہم وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے، ہم گھر میں دو لوگ ہی رہتے ہیں۔ اسی لیے ہم کسی سے مشورہ کرنے کیلئے بھی وقت نہیں مانگیں گے۔ مائرہ ہمیں تصویر دیکھتے ہی پسند آگئی تھی۔ اور آج ہم یہاں صرف ہاں کرنے آئے ہیں۔" وہ ایک لمحے کو ٹھہریں۔

"البتہ آپ لڑکی والے ہیں۔ آپ کا بھی حق ہے ہمارے بارے میں جاننا۔ آپ جتنا وقت

چاہیں لے سکتے ہیں۔"اُن کے لہجے میں اپنائیت تھی، جو مائرہ کو اچھی لگی۔

"آپ کے آنے کا بہت شکریہ مگر ابھی مجھے تھوڑا سا وقت درکار ہے میرے بھائی کراچی سے باہر ہوتے ہیں۔ میں اُن سے مشورہ کر کے آپ کو بتاؤں گی۔"انہوں نے بات مکمل کر کے مائرہ کو نہیں دیکھا۔ مگر مائرہ اُن کو ہی گھور رہی تھی۔

(اُن کو بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ کا ایک نام نہاد بھائی بھی ہے۔)

"جی جی ضرور، مگر آپ جب ہمارے گھر آنا چاہیں آسکتی ہیں اور مائرہ کو بھی ساتھ لائیے گا، وہ بھی گھر دیکھ لے گی۔"احد یہ سُن کر ہلکا سا مسکرایا۔

"ابھی ہمیں اجازت دیں، اُمید ہے پھر ضرور ملیں گے۔"وہ اور احد اکٹھے کھڑے ہو گئے۔ نکلنے سے پہلے اُنہوں نے مائرہ کو گلے لگایا۔

"میری بیٹی اپنا بہت سارا خیال رکھنا۔"اور اُس کا ماتھا چُوما۔ مائرہ نے ایک نظر احد کو دیکھا۔ احد بھی اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ بھوری آنکھیں شہد آنکھوں سے ٹکرائی۔ وہ فوراً سے فریدہ بیگم کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"آپ بھی۔"

احد ہلکا سا مسکرایا اور وہاں سے باہر نکل آیا۔

اُن کے باہر نکلتے ہی وہ فوراً سے ماں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"امی کیا ضرورت ہوتی ہے ہر ایک کو یہ بتانے کی کہ آپ کا کوئی بھائی بھی ہے۔ پچھلے بیس سال سے آپ اُن سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی ہیں مگر اُنہوں نے کبھی آپ سے بات نہیں کی۔" اس کے لہجے میں نفرت تھی اپنے نام نہاد ماموں کیلئے۔

"غلطی بھی تو میری ہی تھی اور وہ کب تک ناراض رہیں گے مجھ سے، بہن ہوں میں اُنکی۔"

"جو پچھلے بیس سالوں سے ناراض ہیں وہ اگلی تمام زندگی بھی آسانی سے ناراض رہ سکتے ہیں۔"

اُس کے پاس ماں کو دینے کیلئے کوئی تسلی نہ تھی۔

اس نے کبھی اپنے ماموں کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ اکیس سال کی ہو چکی تھی اور جب وہ سال کی تھی تب ایک حادثے میں اُس کے نانا نانی کا انتقال ہو گیا تھا۔ تب سے اُن کے ماموں کے گھر کے دروازے اُن کیلئے بند تھے۔

"پسند کی شادی کرنا گناہ نہیں ہوتا اور آپ نے شادی کوئی بھاگ کر نہیں کی تھی۔ بلکہ نانا نانی کی مرضی سے کی تھی۔ اب اُنہوں نے اِسے اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے تو اس میں آپ کی غلطی نہیں ہے۔ ہماری زندگی اُن کے بغیر بھی بہت اچھی گزر رہی ہے۔" وہ کچھ لمحے کیلئے خاموش ہوئی۔

"اور آپ کو قسم ہے، آپ آج کے بعد اُن کو فون نہیں کریں گی۔"

"آج تمہارے رشتے کیلئے جو لوگ آئے تھے وہ کیا سوچیں گے ہمارے بارے میں کہ ایک بھائی ہی ہے وہ بھی ناراض۔ اُن کی جگہ جو بھی ہو وہ یہی سوچے گا۔" وہ بہت پریشان تھیں۔

"وہ جو بھی سوچیں یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر رشتہ ہونا ہوا تو ہو جائے مگر اِس کے بعد آپ کبھی ذکر نہیں کریں گی کہ آپ کا کوئی بھائی بھی ہے۔" اُس نے دو ٹوک بات کی۔

"تمہیں کیسے لگے یہ لوگ؟" اُنہوں نے بات بدلنے کی کوشش کی۔

"ٹھیک تھے۔" وہ مزید کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی۔ اپنی ماں کے بھائی کے ذکر پر اُس کا موڈ خراب ہو چکا تھا جو مُسرت کو دِکھ رہا تھا۔

"تو میں اُن سے بات کر رہی ہوں، اس ہفتے کو ہم چلیں گے اُن کے گھر۔" وہ مطمئن نظر آ رہی تھیں۔

"جیسا آپ کو ٹھیک لگے۔" اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

ہفتے کے دن مائرہ اور اُس کی امی احد سلطان کے گھر گئیں تھی اور فریدہ بیگم کا رویہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا انھوں نے کچھ دن پہلے دیکھا۔ البتہ احد آج اُس دن سے کچھ زیادہ ہنس مکھ نظر آ رہا تھا۔

"احد بیٹے آپ مائرہ کو گھر دکھا دیں۔ ہمارے بیچ بیٹھ کر آپ دونوں بور ہو رہے ہوں گے۔" فریدہ بیگم نے دھیرے سے احد کو کہا۔

"شیور، چلیں؟" اُس نے ایک نظر مائرہ کو دیکھا۔

وہ سادا کالے رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے تھی۔ چہرے پر میک اپ کے نام پر ہلکی سی لِپ سٹِک لگی تھی۔ پاؤں میں کالے رنگ کی ہیلز اور ہاتھ میں بھی کالے رنگ کا پرس۔ وہ ہمیشہ

ایسی میچنگ نہیں کرتی تھی مگر آج کی تھی۔

احد اُسے اپنا گھر دکھا رہا تھا اور اب وہ دونوں ٹیرس پر پہنچ چکے تھے۔

"تو کیسا لگا آپ کو ہمارا گھر؟؟"اُس لمبی خاموشی کو توڑنے والا احد تھا۔

"بہت اچھا۔"اب وہ احد کو دیکھ رہی تھی۔

"اور میں؟"وہ مسکرا رہا تھا۔

"وہ میری ماں آپ کی امی کو بتا دیں گی۔"اب وہ نیچے دیکھنے میں مصروف تھی۔

"آپ کو کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ سکتی ہیں۔"وہ بھی اب نیچے دیکھ رہا تھا۔سامنے اُن کا لان تھا اور وہاں مختلف سبزیاں لگائی گئی تھی۔

"کیا یہ رشتہ آپ کی مرضی سے ہو رہا ہے؟"اس نے ایک نظر احد کو دیکھا اور پھر نیچے دیکھنے لگی۔

"حالانکہ ایسے سوال لڑکیوں سے پوچھے جاتے ہیں۔"وہ ہلکا سا مُسکرایا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں تھا۔"وہ بالکل سنجیدہ تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ مُڑا اور ایک نظر مائرہ کو دیکھا۔ "دیکھیں میری وہی مرضی ہے جو میری ماں کی ہے۔ ایسے لڑکے کو اکثر لوگ mama's boy کہتے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ میری ماں نے مجھے کتنی مشکلوں سے پالا ہے۔ میں 3 سال کا تھا جب میرے باپ نے میری ماں کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لی تھی۔ ماں بھی چاہتی تو دوسری شادی کر سکتی تھیں۔ مگر انہوں نے میرے مُستقبل کیلئے ایسا کوئی قدم نہیں اُٹھایا۔" مائرہ بھی اب اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"رشتے دار اُن کے ہوتے ہیں جن کے پاس پیسے ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس دونوں ہی نہیں تھے۔ میری ماں پڑھی لکھی تھی اور علم کی روشنی سے اندھیروں کا سفر کم ہو جاتا ہے۔ میری ماں کی جگہ کوئی اور ہوتی تو شاید اس اندھیرے کے سفر سے ڈر کر اپنا راستہ اور منزل دونوں بدل لیتی۔" اُس کے لہجے میں اپنی ماں کیلئے فخر تھا جسے وہ محسوس کر سکتی تھی۔ وہ احد سلطان کو اتنا گہرا نہیں سمجھ رہی تھی۔

"ہر ایک کی زندگی میں کوئی ایسا شخص ضرور ہوتا ہے، جس کیلئے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ میری زندگی میں وہ شخص میری ماں ہے، مجھے ہمیشہ سے ایسی لڑکی کی خواہش تھی جو میری

ماں جتنی بہادر ہو اور آپ میں مجھے وہ بہادری دِکھی۔"

اس کی جیب میں موجود فون بجا،شاید کسی کا میسج آیا تھا۔

"سوری،ایک منٹ پلیز۔" کہہ کر وہ وہاں سے پلٹا۔

"اب آپ بتائیں، کیا یہ رشتہ آپ کی مرضی سے ہو رہا ہے؟"واپس آنے پر اُس نے پوچھا اور ہلکا سا مُسکرایا۔

"آپ کی اور میری ماں نے ایک جیسی مشکلات دیکھی ہیں۔ میرے ابا کے انتقال کو 13 سال ہو گئے۔ میں تب 8 سال کی تھی۔ میری ماں بس اتنی ہی پڑھی لکھی تھیں کہ کسی دفتر میں جانا ہوتا تو وہ اچھے سے بات کر سکتی تھیں۔ البتہ وہ کسی دفتر میں کام نہیں کر سکتی تھیں۔ ہماری چند دُکانیں ہیں مین مارکیٹ میں، انہی سے ہمارا بہت اچھا گزر بسر ہو رہا ہے۔ رمضان میں، میں اور ماں عمرہ پر جا رہی ہیں۔" اُس نے آخری بات مسکرا کر بتائی۔

"میری ماں کے ایک بھائی ہیں۔ جو بیس سال سے ہم سے رابطہ میں نہیں ہیں۔ میری ماں کی شادی نانا نانی کی مرضی سے ہوئی تھی مگر ماموں کو ابو شروع سے ہی پسند نہیں تھے۔ اس

بات کو اُنہوں نے اپنی انا کا مسئلہ بنالیا۔ ماں اکثر ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں، مگر وہ بات نہیں کرنا چاہتے۔ ہم بھی آپ کی طرح دو ہی ہیں۔"

"مگر یہ میرے سوال کا جواب نہ تھا۔" اب کی بار دونوں ہنسے۔ اتنے میں فریدہ بیگم کی آواز آئی کہ نیچے آجاؤ۔

جب مائرہ اور اُس کی امی جانے لگے تو اُس کی امی نے کچھ دن کا وقت مانگا۔ دونوں گھر جانتے تھے کہ جواب ہاں میں ہی ہو گا مگر وہ یہ روایت برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ مائرہ نے احد کو دیکھا، وہ سب اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ لمحے میں کچھ تھا جو ان دونوں کے درمیان بے آواز کے طور پر گزر گیا تھا، جیسے ان کی زبانوں نے الفاظ ادا نہ کیے ہوں مگر آنکھوں نے بات منتقل کر دی ہو۔

"مگر یہ جواب آپ کو رمضان سے پہلے دینا ہو گا۔" اُس لمحے کی خاموشی کو فریدہ بیگم کی آواز نے توڑا۔

خدا حافظ کرنے کے بعد احد اور فریدہ بیگم اندر آگئے۔ فریدہ بیگم اُس سے باتیں کر رہی تھیں

مگر وہ اپنے خیالوں میں گُم تھا۔

ٹھیک دو دن بعد مسرت نے فریدہ بیگم کو فون کر کے ہاں کر دی۔ فریدہ بیگم چاہتی تھیں کہ رمضان سے پہلے ہی چھوٹی سی رسم ہو جائے۔ البتہ شادی جب دونوں بچوں کی مرضی ہوئی تب کر لیں گے۔ مگر مسرت چاہتی تھیں کہ شادی بھی جلد ہی ہو جائے۔ کچھ تھا جو اُن کو بے چین کر کے رکھتا تھا یا شاید یہ اُن کا وہم تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

آج پہلا روزہ تھا اور ٹھیک دو دن بعد مائرہ اور اُس کی امی نے عمرہ کیلئے جانا تھا۔ اور پھر پندرہ دن بعد اُن کی واپسی تھی۔ اُن کی عید پاکستان میں ہی ہونی تھی۔

جب وہ اٹھی تو مسرت سحری بنا رہی تھیں۔ آسمان پر نرم و ملائم چاند کی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ وہ چاند جو ابھی اپنی دوسری رات میں تھا۔ اس کا چمکنا مدھم تھا جیسے اس نے ابھی

اپنی روشنی کو پوری طرح سے دریافت نہیں کیا ہو۔ آسمان میں اس کے ارد گرد ایک نرم سی دھند لائی ہوئی روشنی پھیل گئی تھی، جو زمین پر پھیلے سکوت میں ایک پُر سکون سی گونج پیدا کر رہی تھی۔

رات کا سکوت ابھی تک برقرار تھا، جیسے وقت نے خود کو روکا ہوا تھا۔ ستارے چمک رہے تھے، مگر چاند کی ہلکی روشنی میں وہ محو ہو گئے تھے۔ ہوا سرد اور تیزی تھی، مگر ساتھ ہی ایک نرم سی ٹھنڈک تھی جو دل کو سکون دیتی تھی۔ مائرہ نے خاموشی سے مسرت کے قریب آ کر ان کے ساتھ سحری بنانے کا آغاز کرنا چاہا۔

Clubb of Quality Content

اُسے لگا کہ ماں کا چہرہ مرجھا رہا تھا۔ اس نے بخار چیک کرنے کیلئے اُن کے ماتھے کو چھوا۔

"ماں، آپ کو تو بخار ہو رہا ہے۔ آپ بیٹھیں میں ابھی فریش ہو کر آتی ہوں پھر سحری بناتی ہوں۔" اُس نے نوٹ نہیں کیا کہ مسرت سحری بنا چکی ہیں، اب تو بس چائے رہتی ہے۔

"نہیں بیٹا میں ٹھیک ہوں۔ تم بس یہ سب کچھ ٹیبل پر لگا دو۔ وہاں ساتھ میں فریش جوس بھی

پڑا تھا، جو انہوں نے مائرہ کیلئے بنایا تھا۔ البتہ وہ خود صرف چائے پیا کرتی تھیں، جو مائرہ کو پسند نہیں تھی۔

"ماں، آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں اُٹھایا۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ روزہ نہ رکھیں۔" اُس کی بات پر ماں نے اُس کو گھور کر دیکھا۔

"روزہ رکھنے کیلئے طبیعت کی نہیں، ایمان کی ضرورت ہوتی ہے۔ پتہ نہیں کتنے لوگ ہوں گے جو مجبور ہوں گے مگر پھر بھی اس وقت روزہ رکھ رہیں ہوں گے۔ شاید اُن کے پاس پانی کے علاوہ کچھ نہ ہو۔ اور میرے پاس اتنی سہولیات موجود ہیں اور ذرہ سے بخار کی وجہ سے روزہ چھوڑ دوں؟" مائرہ نے جواب نہیں دیا، وہ جانتی تھی کہ ماں اُسکی بات نہیں مانیں گی۔ سحری کرنے کے بعد مسرت نے مائرہ سے سر درد کی گولی مانگی اور مائرہ نے انہیں لا کر دی۔ وہ ماں کی ضد کے آگے ہار جاتی تھی خاص طور پر جب بات نماز یا روزے کی ہو۔

"ماں اب آپ آرام سے سو جائیں۔ فجر کی نماز پھر قضا کر لیجئے گا۔ آپ کو پتہ ہے نہ کہ منہ پر پانی کی چھینٹیں مارنے سے آپ کا سر درد بڑھ جاتا ہے۔" اس نے آخری کوشش کرنا

چاہی۔اس کے پاس صرف ماں ہی تھی تھی۔جب بھی ماں کو کچھ ہوتا تو مائرہ کا دل بے چین ہو جایا کرتا تھا۔وہ ان کو کھونے سے ڈرتی تھی۔

"نماز کا سکون سب کو چاہیے مگر وضو کی تھوڑی سی تکلیف کوئی برداشت نہیں کرتا اور جو وضو سے دوستی کرلے،وہ سجدوں میں قربت پاتا ہے۔"مائرہ خاموشی سے اُنہیں سُنتی گئی۔اُسے ماں سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا تھا اور آج اُس نے یہ سیکھا تھا کہ جو وضو کی مشقت پر صبر کرتا ہے،وہ نماز کی لذت پاتا ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

اُن کا رمضان بہت اچھے سے گزر گیا۔عید بھی اچھے سے گُزر گئی مگر ماں کو اپنی صحت کا بھروسہ نہ تھا۔اُن کو عجیب عجیب وسوسے آتے تھے اور اب وہ چاہتی تھی کہ مائرہ اپنے گھر کی ہو جائے۔مگر وہ لڑکی کی ماں تھیں۔ایسی بات اپنے منہ سے نہیں کر سکتی تھیں۔وہ چاہتی تھیں کہ احد کی ماں شادی کی بات کریں۔مگر وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ مائرہ اتنی جلدی

شادی کیلئے نہیں مانے گی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

کچھ دنوں بعد فریدہ بیگم مسرت سے ملاقات کے لیے گھر آئیں۔ اُس دن کا موسم کچھ الگ ہی تھا، ہوا میں ہلکی سی ٹھنڈک اور آسمان پر سورج کی نرم کرنیں تھیں۔

فریدہ بیگم کا انداز ہمیشہ کی طرح نرم اور پر تحمل تھا۔ وہ مسرت کے ساتھ بیٹھیں اور بات کا آغاز کیا۔

"اب میں چاہتی ہوں کہ میری بیٹی میرے گھر آجائے۔" فریدہ بیگم نے دھیرے سے کہا، ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں مائرہ کے لئے محبت تھی جو صرف ایک ماں کے دل میں اپنے بچوں کے لیے ہوتی ہے۔

مسرت نے سر ہلایا، لیکن ان کے چہرے پر کچھ غمگین سی مسکراہٹ تھی۔ وہ جانتی تھیں کہ اس بات کا مطلب تھا کہ مائرہ کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہو رہا تھا۔ مگر ان کو یہ علم بھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا کہ مائرہ اتنی جلدی کبھی نہیں مانے گی۔

"چاہتی تو میں بھی یہی ہوں کہ مائرہ جلد از جلد اپنے گھر کی ہو جائے، مگر مجھے لگتا ہے کہ مائرہ نہیں مانے گی۔" مسرت نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ ان کی آواز میں ایک فکر تھی۔ وہ فکر جو ہر والدین کے دل میں ہوتی ہے۔

"آپ اُس سے بات کر کے دیکھیں، ہو سکتا ہے وہ مان جائے۔" اُن کا لہجہ بہت نرم تھا اور ساتھ ہی ایک امید بھری چمک بھی تھی۔

"جی میں اس سے بات کرنے کی کوشش کروں گی۔" مسرت نے ان کو تسلی دی مگر ان کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ وہ عموماً یہی چاہتی تھیں کہ مائرہ اپنے گھر کی ہو جائے مگر اس فیصلے میں اس کی رضامندی ہونا لازمی تھی۔ مسرت نے آج ہی مائرہ سے بات کرنے کا عزم کیا "اگر مائرہ کو شادی کے لیے یہ وقت مناسب لگا تبھی وہ ہامی بھرے گی ورنہ مائرہ کی خوشی سب سے پہلے ہے۔" انھوں نے دل ہی دل میں سوچا اور سکون کی ایک ٹھنڈی آہ

بھری۔ دونوں خواتین ایک بار پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ یہ کوئی رسمی گفتگو نہیں ہو رہی تھی بلکہ کسی کی زندگی کے نئے باب کو لکھا جا رہا تھا۔ والدین کو اگر اختیار ہوتا کہ وہ اپنے بچوں کی زندگی کے باب لکھیں تو یقیناً وہ خوشی بھرا باب لکھتے۔ غم نام کی چیز کا سایہ وہ قرطاس پر پڑنے بھی نہ دیتے۔ مگر انسان صرف کوشش کر سکتا ہے وہی کوششیں آج اس گھر میں جاری تھیں۔

"ہمیں تو بس مائرہ کا فیصلہ چاہیئے۔" فریدہ بیگم کی آواز گونجی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

"مگر ماں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" مائرہ اُن کی بات سن کر کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے تاثرات تھے۔

"کیا مطلب کیسے ہو سکتا ہے؟ ہر لڑکی کو ایک دن رخصت ہو کر اپنے گھر جانا ہوتا ہے۔ اس میں حیرانی والی کیا بات ہے؟" وہ بھی اپنی جگہ سے اُٹھیں اور مائرہ کے سامنے آ کھڑی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہوئیں۔

"مگر آپ نے تو کہا تھا کہ ابھی صرف بات پکی کریں گے،شادی کچھ سال بعد ہو گی۔اور ابھی مجھے میرا ذاتی ریسٹورنٹ بھی بنانا ہے۔"مائرہ کے لیے یہ بات شاک تھی جو اس کو اچانک لگا تھا۔اس نے ابھی بہت سے خواب سجا رکھے تھے جو وہ اکیلے ہی پورا کرنا چاہتی تھی۔

"آپ جانتی ہیں کہ میں اس بارے میں کتنی جذباتی ہوں۔میں ابھی ایسا کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتی۔"وہ التجایا لہجے میں بولی۔مسرت نے کوئی جواب نہ دیا وہ بس مائرہ کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

"یار امی کچھ تو بولیں نا۔"وہ پیر پٹخ کر بولی۔

"ٹھیک ہے مجھے بات ہی نہیں کرنی ابھی۔"اتنا کہہ کر وہ کمرے سے جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ ماں نے آواز دی۔

"میں نے تمہاری ساس سے بات کی تھی، اُن کو کوئی اعتراض نہیں ہے تمھارے ریسٹورنٹ سے۔ احد بھی اپنا بزنس شروع کرنا چاہتا ہے تو تم دونوں مل کر اپنا ریسٹورنٹ بنالو۔" انھوں نے مطمئن لہجے میں کہا۔

مائرہ لمحہ بھر کے لیے رکی اور ماں کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے گہری نظر اپنی ماں پر ڈالی جن کی آنکھوں میں فکر اور محبت کی پرچھائیاں تھیں۔

"مگر ماں میں نے جو خواب آپ کے ساتھ دیکھے ہیں۔ میں اُنہیں آپ کے ساتھ ہی پورا کرنا چاہتی ہوں۔" اُس نے نرمی سے کہا۔ جیسے اپنی بات کو ان کے دل میں جگہ دینے کی کوشش کر رہی ہو۔

مسرت بھی مائرہ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئیں اور بولیں۔ "تو تم ابھی صرف نکاح کر لو۔ اس سے تم احد کے ساتھ کوئی کام شروع کرنے کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرو گی۔"

مائرہ نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ ان کے سوال میں کوئی زبردستی نہیں تھی، بس ایک

ماں کی امید تھی جو اپنی بیٹی کو محفوظ دیکھنا چاہتی تھی۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے سوچتی رہی۔ کمرے میں صرف گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز گونج رہی تھی۔

"میں احد سے اس بارے میں بات کروں گی، پھر آپ کو بتاؤں گی۔" اس نے حتمی فیصلہ کرتے ہوئے کہا مگر اس کی آواز میں کوئی سختی نہ تھی۔ وہ کچھ چیزیں ماں کے ساتھ ہی دیکھنا چاہتی تھی۔ اس لیے اس کو فکر ہو رہی تھی۔ وہ کچھ سوچنے لگی۔

ماں خاموش نظروں سے اس کو دیکھتی رہیں۔ ان کی آنکھوں میں ممتا اور تحفظ کی جھلک تھی اور ایک غیر محسوس سا خوف بھی کہ کہیں یہ فیصلے مائرہ کے حق میں غلط نہ ہو۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے۔ ریسٹورنٹ کا ماحول پرسکون اور ہلکی موسیقی سے مزین تھا۔ ہوا میں کافی کی خوشبو تھی اور شیشے کے اس پار شہر کی روشنیاں جھلملا

رہی تھیں۔ مائرہ نے نیلے رنگ کی فراق پہنی تھی جو اس کے سادہ مگر دلکش انداز کو نمایاں کر رہی تھی۔ احد نے بھی نیلا لباس پہن رکھا تھا۔ دونوں کو اندازہ نہیں تھا کہ ان کے رنگوں کی یہ ہم آہنگی اتفاقیہ تھی یا دل کی کسی غیر مرئی ڈور نے یہ بندھن باندھا تھا۔

"دو کافی پلیز۔" احد نے ویٹر کو اشارے سے بلایا اور کہا۔

"سوری، میں کافی نہیں پیتی۔" مائرہ نے فوراً سے کہا۔ پھر نظریں جھکا لیں۔

احد جو ویٹر کی طرف دیکھ رہا تھا، ایک لمحے کو رکا اور پھر اس کی طرف پلٹ کر مسکرایا۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ کافی، چائے وغیرہ نہیں پیتی۔ آپ کو فریش جوس پسند ہے۔" اس کے لہجے میں اعتماد تھا جیسے یہ کوئی عام بات ہو۔ "مگر یہ دو کافی میرے لیے ہیں۔ اب آپ ان سے پوچھ لیں کہ آپ کیا لیں گی۔"

مائرہ اسے حیرت سے دیکھتی رہی۔ یہ کیسا آدمی تھا جو اتنی آسانی سے اس کی پسند و ناپسند جان چکا تھا؟

"میں کچھ نہیں لوں گی، شکریہ۔" وہ ویٹر کی طرف متوجہ ہوئی اور دھیرے سے کہا۔

ویٹر چلا گیا، احد نے بھی زور نہیں دیا۔ وہ دونوں چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئے۔

ریسٹورنٹ کے ماحول میں اب صرف موسیقی اور دور کہیں کھانے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

"آپ کو کیسے پتہ کہ میں چائے یا کافی نہیں پیتی؟" مائرہ نے بالآخر خاموشی توڑی، اس کی نظریں احد پر تھیں جو اُسی لمحے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"کیونکہ آپ کی اسکن بہت فیئر ہے اور چہرہ چمک رہا ہے۔" مائرہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"دنیا میں بہت سے لوگ چائے پیتے ہیں مگر پھر بھی سفید ہیں۔" اُس نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔ احد ہلکا سے مسکرایا۔

"چہرے کے چمکنے اور سفید ہونے میں فرق ہے مائرہ۔ جیسے دل اور دماغ میں فرق ہے۔"

وہ جھکا اور دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھ دیے، جیسے کوئی اہم بات بتانے والا ہو۔

"کیسا فرق؟" مائرہ کے چہرے پر دلچسپی کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"پہلے آپ بتائیں کہ دماغ اور دل میں کیا فرق ہے؟" احد نے اُس سے سوال کیا۔

"دماغ ہمیں دنیا کے راستے دکھاتا ہے، دل ہمیں اللہ کے راستے پر چلاتا ہے۔" وہ جو ہمیشہ سے ماں سے سنتی آئی تھی، اس نے احد کو بتایا۔

"ایسا ہی فرق ہے چہرے کے چمکنے اور سفید ہونے میں۔" احد نے نرمی سے بات کا آغاز کیا۔ "چہرے کا سفید ہونا صرف رنگت کی بات ہے، مگر چہرے کا چمکنا باطن کی گواہی ہے۔"

"کیا آپ سادہ الفاظ میں سمجھا سکتے ہیں؟" مائرہ نے ناسمجھی سے احد کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"چلیں آپ کو دنیاوی حساب سے سمجھاتا ہوں۔" احد نے پھر سے بات کا آغاز کیا، ہاتھ اب بھی یونہی ٹیبل پر رکھے تھے۔

"اگر آپ کا چہرہ گلو کرتا ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ پوری طرح ہائیڈریٹڈ ہیں اور صحت مند بھی۔ اور صحت مند آپ تبھی ہوتے ہیں جب آپ صحت مند کھاتے ہیں۔ کیفین کوئی صحت مند آپشن نہیں ہے۔"

وہ اس کی بات غور سے سنتی رہی۔ "اور سفید رنگ ہونا بھی ایسا ہی ہے جیسے کالا رنگ ہونا۔ اگر آپ اچھا کھاتے پیتے ہیں، تو آپ کا چہرہ گلو کرتا ہے، چاہے وہ کالا ہو یا گورا۔"

اتنے میں ویٹر کافی لے آیا۔ احد نے ایک کافی مائرہ کی طرف بڑھائی۔

"میں کافی نہیں پیتی۔" اس نے جیسے یاد دہانی کروائی۔

"مگر اب تو میں نے منگوالی۔" احد نے ہلکے سے شانے اچکائے۔

"آپ نے کہا تھا کہ یہ دو کافی آپ کے لیے ہیں۔" مائرہ نے اعتراض کیا مگر احد نے بات کاٹ دی۔

"کافی سے آپ کی انرجی بوسٹ ہو گی اور آپ میری باتوں کو بہتر سمجھ سکیں گی۔"

"تو آپ کیسے جانتے تھے کہ میں واقعی کافی یا چائے نہیں پیتی؟" وہ ابھی تک یہی سوال سوچ رہی تھی۔

"جب ہم آپ کے گھر گئے تھے تو میں آپ کی کچن میں گیا تھا۔ وہاں دیکھا کہ روزمرہ استعمال ہونے والا صرف ایک ہی کپ رکھا تھا اور بعد میں آپ نے وہ کپ آنٹی کو لا کر دے دیا۔ تب سمجھ گیا کہ آپ خود چائے نہیں پیتی۔"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" مائرہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں، میں جھوٹ کہہ رہا ہوں۔" اس نے شرارت سے شانے اچکائے۔ مائرہ نے اسے گھورا تو وہ ہنس پڑا۔

"اچھا، اچھا، بتا رہا ہوں۔ جب آپ ہمارے گھر آئی تھیں تو ماں نے آپ کے لیے بھی چائے بنائی تھی۔ تب آپ نے بتایا تھا کہ آپ چائے نہیں پیتی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مائرہ کو بات یاد آ گئی۔ وہ اپنی بے وقوفی پر مسکرا دی۔

احد نے اسے دیکھتے ہوئے کہا،"ویسے، میں جھوٹ نہیں کہہ رہا تھا کہ آپ کی اسکن بہت فیئر ہے اور یہ آپ کو مزید خوبصورت بنا رہی ہے۔"وہ خاموش ہوا اور ایک لمحے بعد بولا، "اب تو یہ جگہ ہلکی ہلکی گلابی ہو رہی ہے۔"اس نے اپنی گال پر ہاتھ رکھ کر مزید شرارت کی۔

"اگر آپ کی باتیں ختم ہو گئی ہیں تو کافی پی لیں۔ ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"مائرہ کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔ اس نے بات بدلنے کی کوشش کی۔

"مگر میں چیئرز کیے بغیر کافی نہیں پیتا۔"

اُس نے ویٹر کو بُلانے کے لئے ہاتھ اُٹھایا ہی تھا کہ مائرہ نے کپ اٹھا کر چیئرز کے لیے بلند کیا۔ احد نے مسکراتے ہوئے اپنا کپ اس کے کپ سے ٹکرایا جیسے کہہ رہا ہو کہ مجھے معلوم تھا کہ تم کافی پیو گی۔

Clubb of Quality Content

باہر ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی اور مائرہ کھڑکی کے قریب کھڑی ان بوندوں کو دیکھ رہی تھی جو زمین پر گرتے ہی فنا ہو جاتی تھیں، جیسے وہ اپنی مختصر سی زندگی جینے کے بعد خاموشی سے اپنا اختتام قبول کر لیتی ہوں۔ اُس کی نظریں ان قطروں پر تھیں مگر ذہن کہیں اور الجھا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ زندگی بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ کچھ لمحے، کچھ فیصلے، اور پھر فنا۔

"مائرہ کیا سوچا تم نے؟" مسرت نے کمرے میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔

مائرہ نے پلٹ کر اُن کی طرف دیکھا۔ یہ وہی دن تھا جب وہ احد سے ملی تھی اور احد کی باتوں نے اُسے متاثر کیا تھا۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جس کی آنکھوں میں سنجیدگی اور لہجے میں خود اعتمادی تھی۔

"ایک شرط پر میں راضی ہوں اور وہ میں نے احد کو بھی بتا دی ہے۔ اگر آپ کو قبول ہے تو ٹھیک ہے۔" اُس نے مسرت کی طرف دیکھا اور دوبارہ کھڑکی سے باہر ان شفاف قطروں کو

دیکھنے لگی۔ وہ قطرے جو کھڑکی پر گرتے، ایک لمحے کے لیے چمکتے، اور پھر نیچے لڑھک جاتے۔ ان قطروں میں اُسے اپنی سوچوں کا عکس نظر آیا۔ شفاف، مگر غیر مستحکم۔

"مجھے قبول ہے مائرہ۔ میں بس چاہتی ہوں کہ تم اپنی زندگی کا نیا باب خوشی سے شروع کرو۔" وہ اُس کے پاس آئیں اور اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ ان کے ہاتھوں کی گرفت میں ایک عجیب سا اضطراب تھا جیسے وہ اپنی پریشانی چھپانے کی کوشش کر رہی ہوں۔

مائرہ نے اپنے ہاتھ پر ماں کی انگلیوں کا دباؤ محسوس کیا۔ اُس کے دل میں عجیب سا خلاء پیدا ہو رہا تھا جیسے کوئی چیز چھننے والی ہو۔ اُس کی ماں پچھلے اکیس سال سے اُس کے ساتھ تھیں۔ ہر لمحہ، ہر فیصلے میں شریک۔ مگر آج اُن کے لہجے میں کچھ تھا، کوئی غیر مرئی دھاگہ، جو مائرہ کو کسی انجانی فکر میں مبتلا کر رہا تھا۔

ماں کی صحت؟... یہ خیال فوراً اس کے دل میں آیا۔ مگر وہ تو ٹھیک تھیں۔ مائرہ ہمیشہ اُن کے چیک اپ کے لیے جاتی تھی۔ اُن کو شوگر تھی، مگر وہ ایک عام سی بات تھی اِس عمر میں۔

مگر پھر یہ بے چینی کیوں؟ وہ کیوں چاہتی تھیں کہ مائرہ جلد از جلد شادی کر لے؟

"ماں آپ ٹھیک ہیں نا؟" اُس نے نرمی سے پوچھا، جیسے وہ کسی نہ بتانے والے راز کا جواب تلاش کر رہی ہو۔

ماں نے پلکیں جھپکائیں اور ہلکی سی مسکراہٹ اُن کے ہونٹوں پر بکھر گئی۔ "میں ٹھیک ہوں مائرہ۔ میں بس چاہتی ہوں کہ تم خوش رہو۔"

مگر کیا خوشی کا مطلب ماں سے دور ہونا تھا؟ کیا اُن کے بغیر زندگی کو قبول کرنا ممکن تھا؟۔ مائرہ کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے اور اُس نے جلدی سے نظریں باہر کی طرف موڑ لیں۔

اُسے وہ دن یاد آیا جب ماں نے اُسے پہلی بار کہا تھا کہ زندگی میں سب سے اہم چیز خود کو خوش رکھنا ہے۔ مگر مائرہ کے لیے خوشی کا مطلب ہمیشہ ماں کے ساتھ رہنا تھا۔ وہ ان کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

کچھ گھنٹے پہلے۔۔۔

"دنیا میں اور بھی ہزار مسئلے ہیں کافی پینے کے علاوہ۔ اب کیا ہم وہ بات کر سکتے جو ہم یہاں کرنے آئے ہیں؟" وہ دوبارہ سے سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

"میں سُن رہا ہوں۔" احد بھی محتاط ہوا۔

"میں اپنا ریسٹورنٹ بنانا چاہتی ہوں، مگر ماں چاہتی ہیں کہ میں یہ کام آپ کے ساتھ مل کر کروں۔" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"ہم بالکل ایسا کر سکتے ہیں، مگر اس کیلئے میری ایک شرط ہے" وہ دھیمے سے بولا۔

مائرہ کی مسکراہٹ مدھم پڑی۔ ذہن میں سو سوچوں نے جنم لیا۔ اُس نے احد کے جملہ مکمل ہونے کا انتظار کیا۔

"وہ یہ کہ یہ کافی جس کا آپ نے ابھی تک ایک گھونٹ بھی نہیں بھرا، اسے ختم کرنا ہو گا، بات صرف چیئرز کرنے کی نہیں ہوئی تھی۔"

اُس نے ہنس کے کہا،مائرہ بھی ہنس دی اور اثبات میں سر ہلایا۔

"خیر بات تو صرف چیئرز کرنے کی ہی ہوئی تھی۔"اُس نے جیسے یاد دہانی کروائی اور کافی کا گھونٹ بھرا۔

"میری ماں بھی ہمارے ساتھ ہی رہیں گی۔ میری شادی کے بعد وہ بالکل تنہا ہو جائیں گی۔" مائرہ نے کافی کا گھونٹ بھرتے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ اگر وہ نہ مانی تو میں بھی اُن سے بات کروں گا۔ وہ ضرور ہمارے ساتھ رہیں گی۔"کچھ تھا اُس کے لہجے میں جس سے مائرہ مطمئن ہو گئی۔

باہر بادل گرجنے کی بھی آواز آ رہی تھی۔

"اب مجھے چلنا چاہیے،اس سے پہلے کہ بارش آجائے۔ اینڈ تھینکس فار دی کافی۔"اب وہ اپنا سامان لپیٹ رہی تھی۔

"آپ آرام سے جائیں، جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں ہیں۔"احد ویسے ہی مطمئن بیٹھا تھا۔

اتنے میں باہر تیز بارش شروع ہو گئی۔ مائرہ نے ایک نظر باہر دیکھا اور واپس احد کو دیکھتے

اپنا بیگ پھر سے ٹیبل پر رکھا۔

"اچھا مشاہدہ کرتے ہیں آپ۔"

"کبھی غرور نہیں کیا۔"

"آپ تو جا رہی تھیں مائرہ؟" مائرہ نے ایک نظر باہر بارش کو دیکھا مگر بولی کچھ نہیں۔ اب وہ اپنا بیگ کھول رہی تھی مگر خلافِ توقع اُس کے بیگ میں میک اپ نہیں تھا بلکہ اُس میں ایک چھوٹا سا چھاتا تھا، اس کے علاوا اُس میں ٹشوز، پین کِلر، چارجر، ایک چھوٹی سی ڈائری اور قلم، پرفیوم، چیونگم، اور پانی کی بوتل تھی۔

"آپ نے تو پورا سٹور کھول رکھا ہے۔" احد کہے بِنا نہ رہ سکا۔

"جہاں باقی لڑکیوں کے بیگ میں میک اپ ہوتا ہے، وہیں آپ کے بیگ میں یہ سب ہے۔" اُس نے بیگ کی طرف اِشارہ کیا۔

"اس کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے۔" اُس نے اپنے بیگ سے چھوٹا سا چاقو نکال کر احد کو دکھایا۔

"اور یہ کس لیے؟"احد نے حیرت سے پوچھا۔

کیا آپ واقعی پاکستان میں رہتے ہیں؟"مائرہ نے اُس سے نظر ملاتے کہا،اُس نے جواب نہیں دیا۔

"تو کیا آپ کو شوق بھی نہیں ہے میک اپ کا؟"

"میک اپ وہ کرتے ہیں۔ جن کو خود پر اعتماد نہیں ہوتا کہ وہ اچھا دِکھتے ہیں۔ مگر مجھے ہے، جب اعتماد نہیں تھا، تب میک اپ کا شوق تھا۔"

احد دیکھ سکتا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں کہہ رہی،اُسے واقعی کِسی میک اپ کی ضرورت نہیں تھی، وہ بہت حسین تھی۔اسکی گہری بھوری آنکھیں کسی جھیل کی طرح تھی،جن میں ڈوب جانے کو دل چاہے،اُسکے لمبے بال اُسکی شخصیت کو اور بھی پر کشش بناتے تھے۔اور اُس کے چہرے کی چمک تو آپ پہلے سے جانتے ہو۔

"اور یہ اعتماد آپ نے کیسے حاصل کیا؟"وہ جاننے میں دلچسپی لے رہا تھا۔

"خود کو بدل کر،لوگ کیا سوچیں گے یہ لوگوں کے لیے چھوڑ کر اور پیسے ضائع کرنا چھوڑ

کر۔"وہ ایک ہی سانس میں بولی۔

"پیسے سے اعتماد کا کیا تعلق؟"اُس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"جس طرح دل،دماغ اور معدے کا آپس میں تعلق ہے۔بالکل اسی طرح ان ریسٹورنٹس، ہاسپٹلز اور کاسمیٹک شاپس کا آپس میں تعلق ہے۔ہم لوگ جنک فوڈ بھی کھانا چاہتے ہیں،پتلے بھی دِکھنا چاہتے ہیں،بیمار بھی نہیں ہونا چاہتے،اور پمپلز سے بھی چُھٹکارا چاہتے ہیں۔پہلے تو ہم باہر سے کھانا کھاتے ہیں،پھر بیمار ہونے پر دوائی لاتے ہیں اور پمپلز کیلئے اینٹی باؤٹکس اور میک اپ ضروری ہیں۔"وہ سانس لینے کو رُکی۔

"اس لئے اگر آپ ان میں سے صرف جنک فوڈ کھانا بھی چھوڑ دیں گے تو باقی دو سے خود بخود نجات حاصل کر لیں گے۔آپ کو لگتا ہے کہ آپ ایک جگہ پر پیسہ خرچ کر رہے ہیں۔ مگر در حقیقت آپ تین چیزوں پر پیسہ خرچ رہے ہوتے ہیں۔"

"اِنٹرسٹنگ"احد نے جواب میں یہی کہا۔اب بارش بھی مدھم ہو چکی تھی مگر بادل ابھی وہاں سے ہٹے نہیں تھے۔مائرہ کو لگا جیسے وہ ایک بار پھر برسیں گے،شاید ابھی ہی،شاید ایک

گھنٹے بعد یا شاید رات کو اور اس سے پہلے اُسے گھر پہنچنا تھا۔

"آپ سے باتیں کرتے ہوئے بارش بھی رُک گئی، ابھی مجھے جانا ہو گا۔ اس سے پہلے کہ بارش پھر سے آجائے۔ آپ نہیں جائیں گے؟" اُس نے چھاتا بیگ میں واپس رکھتے پوچھا۔

"نہیں، ابھی میرا دوست آرہا ہے پہنچنے والا ہے۔ اُس سے مل کر گھر جاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ مائرہ کو دروازے تک چھوڑنے کیلئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہاں سامنے سے مصطفیٰ کمال آرہا تھا۔ اُس نے مائرہ کو احد کے ساتھ دیکھا۔ البتہ مائرہ نے اُسے نہیں دیکھا۔ وہ بھیگا ہوا لگ رہا تھا۔ اُس کے پاس کوئی چھاتا نہ تھا۔

وہ احد کو خدا حافظ کہہ کر وہاں سے نکل گئی۔ البتہ مصطفیٰ کمال بھی احد کے ساتھ ساتھ اُسے دور جاتا دیکھتا رہا۔ اُس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ وہ مُڑ کر دیکھنے والوں میں سے نہیں تھی...

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

"یہ کون تھی؟" مائرہ کے جاتے ہی مصطفیٰ نے احد کو مخاطب کیا جو خاموشی سے واپس آکر اُسی کرسی پر بیٹھا تھا۔ مصطفیٰ اُس کے بالکل سامنے والی کرسی پر آبیٹھا۔ وہی کرسی جہاں

کچھ لمحے قبل مائرہ بیٹھی تھی۔

"تمہاری ہونے والی بھابھی۔" احد نے بے نیازی سے کہا، چہرے پر ایک عجیب سا اطمینان تھا۔ مصطفیٰ کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

"تم نے بتایا نہیں۔" اُس کی آنکھوں میں حیرت واضح تھی۔

اس سے پہلے کہ احد کچھ کہتا، دروازے سے ایک لڑکی داخل ہوتی دکھائی دی۔ احد اور مصطفیٰ دونوں کی نظریں اُس کی جانب اُٹھیں، پھر مصطفیٰ نے بیزاری سے نظریں جُھکالی۔

"اس کو تم نے یہاں بُلایا؟" مصطفیٰ نے سرگوشی کے عالم میں پوچھا۔

"مجھے لگا کہ تم نے بتایا ہو گا اس کو، کہ ہم یہاں ہیں۔" احد نے جواب دیا۔

"السلام علیکم گائیز۔" ٹیبل کے قریب پہنچتے ہی اُس نے خوش دلی سے سلام کیا اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"وعلیکم السلام، علیزے۔ کیسی ہو؟" دونوں نے یک آواز سلام کا جواب دیا۔

"تم یہاں کیسے؟" مصطفیٰ نے اُس کو دیکھتے ہی پہلا سوال کیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" علیزے نے احد کا جواب دیا، اور رُخ مصطفیٰ کی جانب کیا۔ "اور یہ ریسٹورنٹ آپ کی خاندانی وراثت نہیں ہے مصطفیٰ صاحب۔"

"علیزے..." احد نے ٹوکا۔ ناجانے علیزے کی بات میں ایسا کیا تھا جس سے لمحے بھر کو مصطفیٰ کا رنگ اُڑ گیا۔

"تمہیں کیا مسئلہ ہے مصطفیٰ سے؟" احد نے پوچھا۔ علیزے اُس کی اچھی دوست تھی مگر مصطفیٰ کی جگہ وہ کبھی نہیں لے سکتی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ مصطفیٰ مجھ سے اِنسکیور فیل کرتا ہے۔" علیزے نے سادگی سے جواب دیا۔ جس کے بدلے میں مصطفیٰ دل کھول کر ہنسا۔ احد اندازہ نہ لگا سکا تھا کہ اُس نے آج کتنے عرصے بعد مصطفیٰ کو یوں مسکراتے دیکھا تھا۔

"تم سے؟...اِنسکیور؟...ہاہاہا۔" مصطفٰی نے اُس کا مذاق اُڑایا۔

"ہاں!... کیونکہ احد نہیں جانتا مگر تم تو جانتے ہو نا کہ بہت جلد میں اور احد..." علیزے کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی مصطفٰی نے اُس کی بات کاٹی۔

"چلو اچھا ہی ہو گیا کہ تم خود ہی آ گئی۔" مصطفٰی نے اپنا لہجہ درست کرتے کہا۔

"کیا احد مجھے یاد کر رہا تھا؟" اُس نے آنکھوں میں چمک لئے پوچھا۔

"ہاں، ایک خبر سنانی تھی تمہیں۔"

"کیسی خبر؟" وہ چونکی۔

"احد کی منگنی ہو گئی ہے۔" مصطفٰی نے مسکرا کر بتایا۔ جانتا تھا کہ علیزے کا ردِ عمل کیا ہو گا۔

"یہ مذاق ہے نا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ سچ ہے۔"احد نے تصیح کی۔

علیزے چند لمحے کے لئے خاموش ہو گئی۔چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔

"میرا کیا،احد؟"اُس نے دھیمی آواز میں پوچھا۔احد نے علیزے کی طرف دیکھا۔اُس کی آنکھوں میں حیرت اُبھری تھی۔

"تم میری دوست ہو علیزے اور رہو گی۔"اُس نے نرم لہجے میں کہا اور علیزے ہنس دی۔

"بس دوست، کیا ہمیشہ سے مجھے دوست سمجھتے تھے؟"علیزے نے پوچھا۔مگر احد نے سر جھکا لیا۔

"ہمیشہ کا تو نہیں پتہ مگر اب میں تمھیں دوست ہی مانتا ہوں۔"وہ ایک صاف گو انسان تھا۔وہ کوئی تمہید نہیں باندھتا تھا۔مصطفیٰ نے چہرہ پھیر لیا۔

"مبارک ہو،احد۔"علیزے نے پرس اٹھایا اور غصّے میں وہاں سے چلی گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اس کو کیا ہو گیا؟"علیزے کے جانے کے بعد احد نے نا سمجھی سے مصطفیٰ سے پوچھا۔

"وہ تمہیں پسند کرتی ہے،احد۔" مصطفیٰ کی آنکھیں سنجیدگی سے احد کے چہرے پر ٹکی تھیں۔

"وہ تم سے شادی کرنا چاہتی ہے۔"اس نے تھکن زدہ لہجے میں کہا۔جیسے ہر لفظ کا وزن ناپ تول کر ادا کیا ہو۔مگر یہ سنتے ہی احد کا وجود ساکن ہو چکا تھا۔

"کیا؟تم پاگل ہو؟وہ صرف میری اچھی دوست ہے۔اور اُس نے کبھی ایسی کوئی بات نہیں کی۔"

"ابھی کر گئی ہے۔" مصطفیٰ نے نگاہیں جھکاتے ہوئے کہا۔

"اگر واقعی وہ ایسا سوچ رہی ہے،تو پھر وہ پاگل ہے۔"احد نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"وہ شروع سے ایسا ہی سوچتی آ رہی ہے۔" مصطفیٰ نے سیدھی بات کی۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اسی لمحے ویٹر آیا اور کافی کا کپ میز پر رکھ گیا۔ ٹیبل پر لمحہ بھر کے لیے خاموشی چھا گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب2: قربِ جدائی

کچھ تو ہوا بھی سرد تھی، کچھ تھا تیرا خیال بھی

دل کو خوشی کے ساتھ ساتھ، ہوتا رہا ملال بھی

اُس کو نہ پا سکے تھے جب، دل کا عجیب حال تھا

اب جو پلٹ کر دیکھئے، بات بھی کچھ محال تھی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

حال:

31 اگست

سورج اب مکمل طور پر غروب ہو چُکا تھا۔ اب ہر طرف خاموشی تھی۔ بچے اپنے گھروں کو اور پرندے اپنے گھونسلوں میں جا چکے تھے۔ ایسے میں ایک بینچ پر وہ بیٹھا تھا اور اس کے سامنے ایک آدمی کھڑا تھا۔ محسوس ہوتا تھا کہ دونوں میں کسی بات پر پریشانی چل رہی

ہے۔

"مگر میں یہ سب نہیں کر سکوں گا۔" ہاشم کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھا۔ کیونکہ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کسی کے ساتھ اتنا بڑا جھوٹ بولے۔ احد اُس کے سامنے کھڑا حالات کی نزاکت کو سمجھانے میں لگا ہوا تھا۔

"دیکھو ہاشم کچھ دنوں کی بات ہے، تمہیں میرے گھر رہ کر اُسے یقین دِلانا ہو گا کہ تم ہی مصطفیٰ کمال ہو۔" وہ پریشان لگ رہا تھا۔

"مگر میں ہی کیوں؟" وہ سر پکڑ کر پریشان سا بیٹھا بول رہا تھا۔

"کیونکہ تم نے مجھے جو تصویر تحفے میں دی تھی وہ میرے آفس کے کیبن میں رکھی تھی اور پھر..." ابھی بات اس کے منہ میں ہی تھی کہ ہاشم نے اس کو ٹوکا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ احد کا قد بانسبت ہاشم کے تھوڑا لمبا تھا۔

"پھر یہ کہ ہڑبڑی میں آپ کو کچھ سمجھ نہیں آیا اور وہی تصویر نکال کر اُس کو دیکھا دی... آہ گاڈ..." وہ سر پکڑے اِدھر اُدھر چکر کاٹنے لگا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ بھاگ جائے یہاں سے۔

"ہاں کیونکہ اس وقت میرے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا۔ میں اس کو جانتا ہوں جب تک مصطفیٰ سے نہیں ملے گی وہ یہی سوچتی رہے گی کہ میں نے مصطفیٰ کو مار دیا۔" اُس کی شہد رنگ آنکھوں میں فکر تھی۔

"اور آپ کو اُس کی سوچ کی اتنی فکر کیوں ہے؟" ہاشم نے بے ساختہ پوچھا۔

"کیونکہ وہ میری بیوی ہے۔" یک دم دونوں میں خاموشی چھا گئی۔

"آپ نے کبھی بتایا نہیں۔" ہاشم نے خاموشی کا سکوت توڑا اور قدرے حیرانی سے احد سے پوچھا مگر احد نے جواب نہیں دیا۔

"آپ اُنہیں مصطفیٰ کمال سے ملوا کیوں نہیں دیتے؟" ہاشم نے اگلا سوال کیا۔

"اسی لیے تو یہاں آیا ہوں" احد نے کہا۔

"میں اصلی مصطفیٰ کی بات کر رہا ہوں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"اُسے تو میں نے مار دیا۔" ہاشم کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ مزید کچھ بولنے کی حالت میں نہیں تھا۔

6 مہینے پہلے:

شام کا وقت تھا۔ سورج ڈوبنے کو تھا۔ آسمان سنہری اور نارنجی رنگوں میں رنگا ہوا تھا۔ ہاشم اپنے کمرے میں بیٹھا کھڑکی سے باہر کے اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل عجیب کشمکش کا شکار تھا۔ ایک طرف اس کا خواب تھا کہ وہ کراچی دیکھے۔ وہ شہر جس کے بارے میں ہمیشہ سے سنتا آیا تھا۔ جہاں روشنیوں کا طوفان تھا۔ مگر دوسری طرف اُس کے دل میں ایک عجیب سا خوف بھی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کے ابا عمار صاحب کیوں اُسے کراچی کی اُن روشنیوں کے حوالے نہیں کرنا چاہتے۔

"کراچی میں کچھ نہیں رکھا ہاشم۔" یہ الفاظ عمار صاحب کئی بار کہہ چکے تھے۔ ہاشم کی سوچوں کا سلسلہ اس وقت ٹوٹا جب اس کا فون بجا۔ یہ اس کے دوست علی کی کال تھی۔

"یار پروگرام فائنل ہے۔ ہم سب تیاری کر رہے ہیں۔ تُم نے انکل سے بات کی؟" علی نے جلدی سے پوچھا۔ ہاشم نے ایک گہری سانس لی۔

"نہیں یار، ابا کو تو میں نواب شاہ کا ہی بتاؤں گا۔ کراچی کا نام بھی لیا تو وہ فوراً انکار کر دیں گے۔" علی ہنس پڑا۔

"تو بس یہی کرو۔ اُنہیں کہہ دو کہ ہم نواب شاہ جا رہے ہیں ایک ہفتے کیلئے۔ لیکن دھیان رکھنا انکل کو شک نہ ہو۔"

فون رکھنے کے بعد ہاشم نے خود کو شیشے میں دیکھا۔ کیا وہ واقعی یہ کر سکتا تھا؟ کیا وہ جھوٹ بول سکتا تھا؟

"ایک بار دیکھنا تو چاہیے کراچی کو، آخر کیا رکھا ہے اس کی روشنیوں میں۔" اُس نے خود سے کہا اور مسکراہٹ اس کے لبوں پر واضح ہوئی۔

وہ کمرے سے باہر آیا۔ عمار صاحب لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی پر خبریں سُن رہے تھے۔ ان کے چہرے پر وہی سنجیدگی تھی جو ہاشم نے ہمیشہ دیکھی تھی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ آخر اس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نے ہمت کی کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

"ابا؟" ہاشم نے جھجکتے ہوئے کہا۔ عمار صاحب نے نظریں ٹی وی سے ہٹا کر اُسے دیکھا۔

"ہاں کیا بات ہے؟" اُنہوں نے پوچھا۔

"میں، علی اور کچھ دوست نواب شاہ جا رہے ہیں ایک ہفتے کیلئے۔ اُن کو یونی سے چھُٹیاں ہیں تو تھوڑا گھومنے کا پلان ہے۔ آپ کی اجازت چاہیے تھی۔" اُس کی اُن تین لڑکوں سے کوئی خاص دوستی نہیں تھی، مگر کراچی تو اُسے جانا ہی تھا۔

عمار صاحب نے کچھ دیر اُسے غور سے دیکھا۔ ان کی نظریں جیسے ہاشم کے چہرے پر جھوٹ کی متلاشی تھیں۔

"اچھا ٹھیک ہے لیکن وقت پر لوٹ آنا۔" کہتے ہوئے وہ دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جیسے اب کی بار اس کا جھوٹ پکڑا نہ گیا ہو۔

رات کو ہاشم نے بیگ پیک کرنا شروع کیا۔ دل میں ہلکی سی گھبراہٹ تھی۔ مگر کراچی کی کشش زیادہ تھی۔ اسے یہ سفر کرنا ہی تھا۔ چاہے اسے جوتے ہی کیوں نہ کھانے پڑتے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیونکہ اپنے خوابوں کو اندھیروں کے حوالے کرنا ایک ہمت کا کام تھا اور یہ ہمت اِس وقت ہاشم کے پاس نہیں تھی۔ وہ خوش تھا کہ وہ روشنیوں کا سفر کرنے جا رہا ہے۔ مگر اس بات سے ناواقف تھا کہ یہ روشنیاں اس کا استقبال کس صورت میں کریں گی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

کراچی پہنچ کر بھی اُس نے ابا کو نہیں بتایا کہ وہ نواب شاہ نہیں بلکہ کراچی آیا ہے۔ رات کا وقت ہو رہا تھا اور چاروں پیدل گھومنے کے لئے سڑک پر نکل آئے۔ وہ ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ سامنے سے دو موٹر سائیکل آتے دِکھائی دیے۔ اُن کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ وہ اِن کے پاس آ کر رُک گئے۔ یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا کہ ان کو بھاگنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ باقی تینوں نے اپنے فون اور پیسے نِکال کر ڈاکوؤں کو دے دیے، مگر ہاشم اپنا فون دینے سے اِنکاری تھا۔ اُن میں سے ایک نے ٹریگر دُبایا اور گولی ہاشم کے بازو پر لگی۔ جس کی تکلیف میں اس کے منہ سے کراہ نکلی اور موبائل پر گرفت کمزور ہو گئی۔ ان میں سے ایک ڈاکو نے اس کے ہاتھوں پر جھپٹا مارا اور موبائل لے کر وہاں سے نکل گئے۔

ہاشم کے دوستوں کے پاس موبائل تھا، نہ ہی پیسے۔ وہ ہر گزرنے والے کو روک کر مدد

مانگ رہے تھے۔ رات کا وقت تھا، جس وجہ سے وہاں رَش بہت کم تھا اور کوئی مدد کرنے کو بھی رک نہیں رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہی اُن کو دور سے آتی ایک گاڑی دِکھائی دی، اُنہوں نے فوراً اُسے روکا۔

رات کے اندھیرے میں وہ تیزی میں گاڑی سے نِکلا۔ اُسکی گہری شہد آنکھیں گلی کی لائٹس کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی اور آنکھوں میں ہمدردی کا عکس تھا۔ ہوا سے اس کے سیاہ بال بکھر رہے تھے اور گندمی رنگت پر رات کی روشنی ایک عجیب سا سکون طاری کر رہی تھی۔ وہ ہاشم کی طرف بڑھا۔

"میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھو۔" اُس نے ساری صورتِ حال کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ اُس کی آواز گہری اور نرم تھی۔

علی بھی اُس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا، اور باقی کے دو دوست جلدی سے ہوٹل کی طرف بڑھے تاکہ وہاں سے پیسے لا سکیں۔

ہسپتال جا کر پتہ چلا کہ گولی بس چُھو کر ہی گُزری ہے۔ زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے، مگر کچھ

دن احتیاط کرنی ہوگی۔ کافی منع کرنے کے باوجود بھی ہاشم کابِل اُسی شخص نے ادا کیا جو اُسے ہسپتال لایا تھا۔ ہاشم واپس اپنے ہوٹل جانا چاہتا تھا مگر اُس شخص کے اِصرار پر اُسی کے ساتھ چلا گیا۔ اُس کا گھر بہت خوبصورت تھا مگر پر سرار لگ رہا تھا۔ اُس میں صرف خالی کمرے ہی تھے، جس سے یہ اندازہ لگانا مُشکل نہیں تھا کہ وہ شخص اکیلا رہتا ہے۔

وہ اُسے گیسٹ روم میں لے آیا۔ باقی لڑکوں سے اُسکا سامان لانے کو وہ پہلے ہی کہہ چُکا تھا۔

"تم یہاں پر جب تک رہنا چاہو رہ سکتے ہو۔" کمرے سے نکلتے وقت اُس نے کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" ہاشم نے پوچھا۔

"تم مجھے احد کہہ کر پُکار سکتے ہو۔"

"میرا نام ہاشم عمار خان ہے۔" اُس نے اپنا نام بتانا مناسب سمجھا۔

"آپ نے میری مدد کی، یہ میں کبھی نہیں بھولوں گا اور میرا وعدہ رہا ہے آپ سے کہ جب کبھی بھی آپ کو میری ضرورت پڑی تو میں آپ کی مدد کروں گا۔"

"زندگی میں ہم اکیلے کچھ نہیں کر سکتے، ہر انسان کو زندگی کے کسی نا کسی موڑ پر دوسرے کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مدد کی ضرورت پڑتی ہے،وہ جس کو ہم کبھی جانتے بھی نہیں ہوتے۔یہ کوئی احسان نہیں ہے بلکہ انسانیت کا تقاضا ہے۔"اتنا کہہ کر وہ باہر جانے کے لیے مڑا۔

"آپ یہاں اکیلے رہتے ہیں؟"وہ نکلنے لگا تھا کہ ہاشم نے پھر پوچھا۔سوال احد کیلئے تکلیف دہ تھا۔

"ہاں۔"جواب مختصر تھا۔

"کیوں؟"بے ساختہ اُس کے منہ سے پھسلا اور سوال کر کے جیسے خود ہی پچھتایا۔

"کبھی کبھی تنہائی انسان خود چنتا ہے اپنے لیے،اور کبھی زندگی اُسے تحفے میں دے دیتی ہے۔"

اور اِتنا کہہ کر وہ وہاں سے نِکل گیا۔ہاشم کو سمجھ نہیں آیا کہ اِس تنہائی کو احد نے خود چنا تھا یا زندگی نے اُسے تحفے میں دی تھی۔

مگر اُسے فرق نہیں پڑتا تھا۔فی الحال اس کو بہت نیند آ رہی تھی اِس لیے سونے کیلئے لیٹ گیا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

صبح کا وقت تھا اور جب وہ اُٹھا تو احد آفس جا چکا تھا۔ مگر اُسے ناشتہ تیار مل گیا تھا۔ شاید وہ نوکروں کو پہلے ہی کہہ کر گیا تھا۔ پٹی بازو پر تھی اور وہ ٹہلتے ہوئے گھر کا جائزہ لینے لگا۔ گھر کے ہر حصے میں سکوت تھا، لیکن یہ سکوت ایک عجیب سی پراسراریت کے ساتھ گونج رہا تھا۔

موسم خوشگوار تھا۔ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے اور سورج کی روشنی دھیمے انداز میں زمین پر آ رہی تھی۔ ہوا میں ٹھنڈک تھی، اور درختوں کے پتوں سے نرم سی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی، جیسے وہ بھی کچھ کہنا چاہتے ہوں۔ کھڑکی سے باہر پرندوں کی چہچہاہٹ سنائی دے رہی تھی، اور فضا میں ایک سکون کی لہر دوڑ رہی تھی۔

ہاشم کے دوست ہوٹل میں رہ رہے تھے اور وہ خود اسی گھر میں تھا۔ ہاشم نے بھی اُن کے پاس جانے کا نہیں کہا تھا۔ اُس کی کوئی خاص دوستی بھی تو نہیں تھی اُن کے ساتھ۔ پانچ بجے کے قریب احد واپس آ گیا۔ اُسے دیکھ کر ہاشم نے گہرا سانس لیا، جیسے ایک طویل دن کے بعد اُسے سکون مل گیا ہو۔ احد اور علی ایف آئی آر درج کروا کر آئے تھے اور احد کے کچھ روابط کی وجہ سے چور بھی پکڑے گئے تھے۔ گھر آتے ہی اُس نے ہاشم کا فون واپس کر دیا

اور دونوں کے درمیان بات چیت شروع ہو گئی۔

"آپ مجھے یہاں لے کر کیوں آئے، جب کہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ جا سکتا تھا؟" ہاشم نے پوچھا۔

"کیونکہ جس کے لئے یہ گھر بنایا گیا تھا، وہ بہت رحم دل تھی۔ میری جگہ وہ ہوتی تو بھی یہی کرتی۔" احد نے لاشعوری سے کہا۔ جو شاید ہاشم نہیں سُن سکا۔

"کیونکہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ جا سکتے تھے، گھر والوں کے ساتھ نہیں۔" ہاشم کی نظروں کو خود پر پا کر احد نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ دوستوں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، اجنبی بہتر ہوتے ہیں۔" احد نے مسکرا کر کہا۔

"میری نظر میں دوست وہ آئینہ ہوتے ہیں جو ہماری خوبیاں اور خامیاں دونوں دکھاتے ہیں۔ ان سے کبھی کبھار زخم بھی ملتے ہیں، مگر وہ زخم اکثر سچائی کے ہوتے ہیں۔ اجنبی اگرچہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مخلص لگتے ہیں، لیکن وہ تو ابھی آزمائے ہی نہیں گئے۔" ہاشم نے جواب دیا۔

"بالکل، ہم نے اُن کو کبھی نہیں آزمایا، نہ ہی اپنے راز کبھی اُن کے حوالے کیے۔ اجنبی ہمیں نہیں جانتے، نہ ہماری کمزوریاں، نہ ہماری خواہشیں، نہ وہ راز جو ہم نے کبھی دوستوں کو بتائے تھے۔ اجنبی آئینہ نہیں دکھاتے وہ بس گزر جاتے ہیں، جیسے ہوا کی کوئی لہر۔ وہ دوستوں کی طرح طوفان نہیں بنتے۔"

"میرے نزدیک اصل بات یہ نہیں کہ دوستوں پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ یہ ہے کہ کس دوست پر کتنا بھروسہ کیا جائے۔ بھروسہ اندھا نہ ہو مگر دل بالکل بند بھی نہ ہو۔ تعلقات کا حسن اسی توازن میں ہے۔" ہاشم نے پرسکون انداز سے کہا۔

"زندگی میں کوئی شخص تو ایسا ہونا چاہیے جس پر آپ اندھا بھروسہ کر سکو۔ مگر یہ جاننا مشکل ہے کہ سامنے والا بھروسے کے قابل ہے یا نہیں۔" وہ بھی سرگوشی میں بول رہا تھا۔ نظریں ہنوز دروازے پر جمی تھیں۔

"آخر اجنبی بھی کبھی نہ کبھی دوست بن جاتے ہیں۔ تو کیا ہم سب سے اجنبی ہی رہیں؟" اُس

نے احد کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔"یہ دنیا اعتبار اور انکار کے بیچ کی باریک راہ پر چلتی ہے۔ ہمیں خود سیکھنا ہوتا ہے کہ کہاں رکنا ہے،اور کہاں بڑھنا ہے۔"

"ہر اجنبی دوست نہیں ہوتا،مگر ہر دوست اجنبی ضرور ہوتا ہے۔"

"ٹوٹے دل تو دوستوں کے پاس ہی جاتے ہیں۔"

"پر جن دلوں کو توڑنے والے ہی دوست ہوں وہ کہاں جائیں؟"احد نے ہاشم کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ہاشم چند لمحے کے لئے لاجواب ہو گیا۔

"شاید آپ کا تجربہ دوستی میں بُرا رہا ہے۔"ہاشم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"بہت بُرا۔"اُس نے گہری سانس لی۔ذہن میں کسی پرانی یاد نے جنم لیا تھا۔"اُس کے بعد میں نے دوست بنانا چھوڑ دیے۔تمہیں دیکھ کر مجھے ایک خاص شخص کی یاد آئی،اِسی لیے تمہیں کچھ دنوں کے لیے یہاں لے آیا۔"

"خاص شخص؟"ہاشم نے ناسمجھی سے احد کو دیکھا۔

"وہ میری زندگی کا سب سے خاص شخص ہے۔تمہاری آنکھیں اُس جیسی ہیں۔"احد نے

چہرے پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہا،ہاشم نے مزید نہیں پوچھا۔

"تو پھر آج سے آپ مجھے اپنا دوست کہہ سکتے ہیں۔"ہاشم نے دوستی کا ہاتھ احد کی طرف بڑھایا۔

احد نے جواباً اس کے ہاتھ سے ہاتھ ملایا۔جس سے دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اس بات پر ایک تصویر تو بنتی ہے۔"اُس نے نوکر کو بلایا،اور دونوں تصویر بنوانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ہاشم کا زخم ابھی ٹھیک نہیں ہوا تھا اور پٹی فوٹو میں بھی دکھائی دے رہی تھی۔

"لان میں چلیں؟"ہاشم نے احد کو دیکھتے پوچھا،اور دونوں لان کی جانب بڑھ آئے۔

ہوا میں ہلکی سی نمی تھی اور آسمان دھیرے دھیرے بادلوں کی چادر اوڑھ رہا تھا۔ہاشم،افق کو تکتے ہوئے،خیالوں میں کہیں بہت دور نکل گیا تھا۔

"ہاشم!"احد کی آواز نے جیسے اس کے اندر کی گہری خاموشی کو ہلا دیا۔وہ ایک دم سوچوں سے باہر آیا اور احد کی طرف متوجہ ہوا۔

"جی..." وہ چونکا، گردن موڑی اور نرمی سے کہا۔ احد یونہی چند لمحے اُسے دیکھتا رہا۔

"تمھیں کبھی کسی نے بتایا کہ تم کتنے خوبصورت ہو؟" احد کی آنکھوں میں کوئی جلن نہیں تھی مگر ایک چمک ضرور تھی۔ ہاشم چند لمحے کے لئے خاموش ہو گیا۔ جیسے اُس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اب سب آپ کی سی آنکھیں تو نہیں رکھتے۔" وہ زیرِ لب مسکرایا اور نظریں جھکا لیں۔

"تمھیں دیکھنے کے لیے میری نظریں نہیں چاہیے، تم ویسے ہی بہت خوبصورت ہو۔" احد کی باتیں ہاشم کی گردن کو مزید جھکا رہی تھیں۔

"آپ کو مجھے دیکھ کر کسی بات کا اندازہ نہیں ہوا کیا؟" وہ ایک نظر احد کو اور پھر بادلوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیسا اندازہ؟" وہ حیرانی سے بولا۔

"یہی کہ تعریف سے گریز کیا کریں، میں شرما تا بھی بہت ہوں۔" اتنا کہنا تھا کہ احد کا قہقہہ بلند ہوا اور ہاشم کی مسکراہٹ مزید گہری ہو چکی تھی۔ وہ سرخ گالوں کے ساتھ گردن

جھکائے کھڑا رہا۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

مزید دو دن وہاں رہنے کے بعد اب وہ واپس اپنے گھر جانا چاہتا تھا۔ اس کی گھر والوں سے بھی بات ہوتی رہی مگر اُس نے اُنہیں کچھ نہیں بتایا۔ رات کو اُس نے احد کو بتا دیا تھا کہ وہ کل جا رہا ہے۔ کیونکہ دن میں وہ گھر نہیں ہوتا تھا۔

مگر جاتے وقت اُسے احساس ہوا کہ اُسے احد کو کوئی تحفہ دینا چاہیے، اِس لئے اُس نے وہی فوٹو ڈیویلپ کروا کر احد کو دینے کا سوچا۔ جس میں وہ دونوں ہنس رہے تھے اور اُس کے بازو پر پٹی لگی تھی۔

وہ فوٹو لے کر اُس کے آفس میں چلا گیا۔ جس کا پتہ اُس نے احد سے فون پر لیا تھا۔ وہاں پر اُس کو تحفہ دیا اور واپسی کے لئے نِکل پڑا۔ احد نے وہ تصویر اُسی وقت نیچے والے ایک کیبنٹ میں رکھ دی۔ البتہ ہاشم سے دوستی کر کے اُسے اچھا لگا تھا۔ اُس کا لاشعوری ذہن سِگنل دے رہا تھا کہ وہ اُس شخص یا اُس جیسے کِسی شخص کو جانتا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس کے بعد اِن چھ مہینوں میں بھی احد اور ہاشم کا آپس میں رابطہ ہوتا رہا۔ ہاشم اکثر اُسے اپنے گھر آنے کا کہتا مگر وہ ٹال دیتا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

اکتیس اگست کی صبح احد نے ہاشم کو فون کیا کہ وہ اُس سے مِلنا چاہتا ہے۔ اگر وہ کراچی آ جائے تو، مگر ہاشم نے اُس سے کہا کہ جو پچھلی بار ہوا تھا اُس کے بعد تو ابا اُسے کبھی کراچی نہیں آنے دیں گے۔ جِس وجہ سے احد کو خود ہی وہاں آنا ہو گا۔ اُس نے ہاشم کو بتایا کہ وہ کل صبح تک وہاں پہنچ آئے گا۔

مگر رات کو جب ہاشم مغرب کی نماز پڑھ کر نِکل رہا تھا تو اُس نے جیب سے فون نکالا تو سامنے احد کا میسج دِکھا جو پندرہ منٹ پہلے آیا تھا۔

"کیا ہم مِل سکتے ہیں؟، میں پارک میں بیٹھا ہوں۔"

"ابھی اِسی وقت؟"ساتھ ہی دوسرا میسج بھی آیا۔ مگر وہ تو کل آنے والا تھا،اتنی بھی کیا جلدی؟ہاشم نے سوچا۔

"جی میں آرہا ہوں۔"اس نے مہذب طریقے سے جواب دیا۔ چونکہ اُن کے گھر کے قریب ایک ہی پارک تھا۔اس لئے وہ فوراً سمجھ گیا کہ احد اِس وقت کہاں ہو سکتا ہے۔

جب ہاشم وہاں پہنچا تو احد اُسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے کے گلے لگے۔

"لانگ ٹائم،ینگ مین۔"احد نے کہا۔

"گُڈ ٹو سی یو اگین۔"ہاشم نے اُس سے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کیسے ہیں آپ؟"دونوں بینچ کی طرف بڑھ رہے تھے جب ہاشم نے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں،تم بتاؤ؟ بہت فِٹ لگ رہے ہو اور ہینڈسم بھی۔"احد نے ہاشم کو دیکھتے تبصرہ کیا۔

"آپ بتائیں اِتنی لیٹ کیوں آنا پڑا؟،سب خیریت ہے نا؟"ہاشم نے فکر مندی سے پوچھا۔

"تمہیں کچھ دِنوں کیلئے میرے ساتھ چلنا ہو گا۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے،تم نے مجھ

سے وعدہ کیا تھا کہ جب کبھی مجھے تمہاری ضرورت پڑی تو تم میری مدد کرو گے۔"اس نے یاد دہانی کرائی۔

"جی مجھے ابھی بھی یاد ہے۔ آپ بتائیں میں کیا کر سکتا ہوں آپ کے لئے؟"احد کھڑا ہو کر ایک سانس میں ہی اُسے ساری صورتِ حال بتاتا گیا۔یہ دیکھے بنا کہ ہاشم کا رنگ کیسا پھیکا پڑ رہا ہے۔

"میں تمہیں اِس نام کا پاسپورٹ اور آئی ڈی کارڈ بھی بنوا دوں گا جلد ہی۔ تمہیں اُس کے سامنے ایسا دِکھاوا کرنا ہو گا کہ تم ہی مصطفٰی کمال ہو۔"

"مگر میں یہ سب نہیں کر سکوں گا۔"ہاشم کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھا۔

"دیکھو ہاشم کچھ دنوں کی بات ہے تمہیں میرے گھر رہ کر اُسے یقین دِلانا ہو گا کہ تم ہی مصطفٰی کمال ہو۔"وہ پریشان لگ رہا تھا۔

"مگر میں ہی کیوں؟"وہ سر پکڑ کر پریشان سا بیٹھا بول رہا تھا۔

"کیونکہ تم نے مجھے جو تصویر تحفے میں دی تھی وہ میرے آفس کے کیبن میں رکھی تھی اور

پھر..."ابھی بات اس کے منہ میں ہی تھی کہ ہاشم نے اس کو ٹوکا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ا

"پھر یہ کہ ہڑبڑی میں آپ کو کچھ سمجھ نہیں آیا اور وہی تصویر نکال کر اُس کو دکھادی... آہ گاڈ..."وہ سر پکڑے اِدھر اُدھر چکر کاٹنے لگا۔اس کا دل چاہا کہ وہ بھاگ جائے یہاں سے۔ کیونکہ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی۔ کبھی ایسے کسی کے ساتھ جھوٹ نہیں بولا تھا۔اس کو لگتا تھا کہ وہ نہیں کر سکے گا یہ۔

"ہاں کیونکہ اس وقت میرے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا۔ میں اس کو جانتا ہوں، جب تک مصطفیٰ سے نہیں ملے گی وہ یہی سوچتی رہے گی کہ میں نے مصطفیٰ کو مار دیا۔"اُس کی شہد رنگ آنکھوں میں فکر تھی۔

"اور آپ کو اُس کی سوچ کی اتنی فکر کیوں ہے؟"ہاشم نے بے ساختہ پوچھا۔

"کیونکہ وہ میری بیوی ہے۔"یک دم دونوں میں خاموشی چھا گئی۔

"آپ نے کبھی بتایا نہیں"ہاشم نے خاموشی کا سکوت توڑا اور قدرے حیرانی سے احد سے پوچھا مگر احد نے جواب نہیں دیا۔

"آپ اُنہیں مصطفٰی کمال سے ملوا کیوں نہیں دیتے؟"ہاشم نے اگلا سوال کیا۔

"اسی لیے تو یہاں آیا ہوں"احد نے اپنا سگار لگاتے ہوئے کہا۔

"میں اصلی مصطفٰی کی بات کر رہا ہوں۔"وہ سنجیدہ تھا۔

"اُسے تو میں نے مار دیا۔"ہاشم کا رنگ فق ہو گیا۔وہ مزید کچھ بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

"اُس کو لگتا ہے کہ میں نے اُسے مار دیا۔مگر میں واقعی نہیں جانتا وہ کہاں ہے۔میں اُس کے آنے کا انتظار بھی نہیں کر سکتا۔جب تک وہ واپس آئے گا تب تک تم وہاں سے واپس آ چکے ہو گے۔"ہاشم بس سُن رہا تھا۔

"دیکھو میں تمہیں بھی کسی پریشانی میں نہیں ڈالنا چاہتا مگر یہ بہت ضروری ہے۔مجھے لگتا تھا کہ اِن دو سالوں نے میرا دِل پتھر کا کر دیا ہے مگر میں غلط تھا۔وہ میرے لئے آج بھی اُتنی ہی اہم ہے جتنی دو سال پہلے تھی۔وہ صِرف میری بیوی نہیں،میری روح کا حِصہ ہے۔اور میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ مجھے قاتل سمجھے۔میں نے اُس کی حفاظت کیلئے دو سال

پہلے اُس سے رابطہ توڑ دیا۔ مگر اُس نے مجھے پھر سے ڈھونڈ لیا اور اِس بار میں اُسے یوں چھوڑ کر نہیں بھاگنا چاہتا۔ مجھے اُس کی نفرت قبول تھی، مگر کل اُس کی آنکھوں میں جب میں نے اپنے لئے لاتعلقی دیکھی تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں اُس کی نفرت برداشت نہیں کر سکتا، ہاشم۔"

وہ اُس کی مِنت کر رہا تھا اور یہی کافی تھا ہاشم کو منانے کیلئے۔ ہاشم نے تھوڑی دیر سوچا اور وقت کی نزاکت کو سمجھا۔ وہ اُس سے چھ ماہ پہلے وعدہ کر چُکا تھا اور اب وعدہ خِلافی نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کار وہ مان گیا، اس کو ماننا ہی تھا، کراچی جانے کیلئے، مصطفٰی کمال بننے کیلئے۔

"میں کل واپس جا رہا ہوں۔ تب تک سوچ لو اور یاد رکھو کہ میں نے تُمہاری مدد تب کی تھی جب تم مجبور تھے اور اب مجھے تمہاری مدد چاہیے۔" وہ ایک بار پھر اُسے یاد دہانی کروا رہا تھا۔

ہاشم تیار تھا جانے کو مگر وہ یہ سوچ کر گھبرا رہا تھا کہ ابا کو کیا کہے گا اِس لیے وہ کوئی جواب دیے بِنا وہاں سے آ گیا۔ احد کو بھی یقین تھا کہ وہ مان جائے گا مگر پھر بھی وہ پریشان تھا کہ کیا ہاشم یہ کر پائے گا؟۔ مگر یقین کرنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔

ہاشم جا چکا تھا، اور احد پارک میں تنہا بیٹھا تھا۔ ذہن ایک بار پھر پرانی سوچوں میں اٹک چکا تھا۔ وہ بینچ سے اُٹھا اور قدم بھرتا اپنی گاڑی تک پہنچا۔ گاڑی کے اِگنیشن میں چابی گُھماتے ہی وہ فیصلہ کر چکا تھا، کہ اُسے کہاں جانا ہے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

رات کی ویرانی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ گھڑی کی سوئیاں بارہ بجانے کے قریب تھیں۔ فریدہ بیگم اپنے کمرے میں تنہا تھیں اور مائرہ اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔ دو سال ہو گئے تھے، دو سال پہلے اپنی سالگرہ کے دن وہ وہیں تھا، اُن کے پاس۔ اور آج؟ احد کی کوئی خبر نہیں تھی۔ نہ پیغام، نہ کوئی نشانی۔ مگر آج رات کچھ عجیب تھا۔ دل بے چین تھا جیسے کوئی آنے والا ہو۔ اُن کی نظریں ہنوز گھڑی پر جمی تھیں اور دماغ کہیں دور اُلجھا تھا۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ وہ چونکیں۔ دل زوروں سے دھڑکنے لگا تھا۔

"کون ہو سکتا ہے اس وقت؟" وہ پریشان سی ہوتی ہوئیں دروازے کی طرف گئیں۔ دروازے تک پہنچیں تو سانسیں رک سی گئیں۔ جیسے ہی دروازہ کھولا۔ سامنے کھڑا وجود دیکھ

کر اُن کے قدم جم گئے۔

"ماں..." ان کے کان اس آواز کے لئے ترس گئے تھے۔ ان کی آنکھیں اتنا حسین منظر دیکھنے کی خواہش کب سے دل میں دبا کر بیٹھی تھیں۔ مگر وقت کے چکر نے اچانک ہی وہ خوبصورت منظر اتنا قریب کر دیا کہ آنکھیں یقین کرنے سے انکاری تھیں، کان اتنی خوبصورت آواز سننے سے انکاری تھے۔ فریدہ بیگم کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ آج اُنہوں نے بھیگنے دیا، کیونکہ اس میں خوشی تھی، حیرانی تھی، طویل عرصے کا انتظار تھا، کرب تھا، محبت تھی۔

"احد..." وہ بس اتنا ہی کہہ سکی تھیں۔ اُن کے سامنے اُن کا بیٹا کھڑا تھا مگر بہت بدلا ہوا۔ چہرے پر تھکن، آنکھوں میں اداسی، اور وجود میں ایک عجیب سی خاموشی۔

"کہاں تھے تم؟، تمہیں کبھی ماں کی یاد نہیں آئی؟، کبھی دل نہیں دھڑکا ماں کے لئے؟" اُن کے ہاتھ بے یقینی میں احد کے چہرے کو چھونے لگے۔ جیسے یقین کرنا چاہتی ہو کہ یہ خواب نہیں ہے، حقیقت ہے، بہت خوبصورت حقیقت۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ماں، مجھے معاف کر دیں، ہر اس بات کے لیے جس نے آپ کو تکلیف دی۔" اُس کی آواز ٹوٹ رہی تھی۔ وہ ماں کے گلے لگنا چاہتا تھا، مگر ماں شکایت کرنا چاہتی تھیں۔ ان کا بنتا تھا شکایت کرنا۔ ماں تھی نا!

کون جاتا ہے ایسے چھوڑ کر ماں کو؟

"کیوں، کیا ہو گیا تھا، کیا زندگی میں میری جگہ نہیں رہی تھی؟"

"میں آپ کو یاد کرتا تھا، ہر دن، ہر لمحہ، مگر ایک وعدہ ایسا تھا جو مجھے واپس آنے سے روکے ہوئے تھا۔ مجھے معاف کر دیں ماں۔" اس کی آواز روند چکی تھی، اس نے اپنے لفظوں کے حصار میں ماں کو جکڑ لیا تھا۔ پھر کیا تھا، ماں کی ساری شکایات ہوا ہو گئیں اور اُسے سینے سے لگا لیا۔ "تو کم از کم بتا تو سکتے تھے، ایک پیغام، ایک خط..." وہ گلے لگائے ہوئے بول رہی تھیں۔

"ماں، میں جانتا ہوں کہ میں نے غلط کیا۔ مگر آج میں آپ سے مِلنے آیا ہوں۔" اُس نے دھیرے سے کہا اور ماں سے جدا ہوا۔ اور ایک بیکری کا شاپر اُن کی طرف بڑھایا۔

"آج میری سالگرہ ہے۔ میں نے سوچا اپنی زندگی کا سب سے خاص دن آپ کے اور مائرہ کے بغیر نہیں گزار سکتا۔"

ماں کی آنکھوں میں چمک لوٹ آئی تھی، آخر انہوں نے اپنا پسندیدہ نظارہ دیکھا تھا آج۔

"تمہارے آنے سے بڑا تحفہ میرے لیے کچھ نہیں ہو سکتا احد۔ مگر وعدہ کرو کہ اب کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔" وہ اُس کا ہاتھ پکڑے تسلی چاہتی تھیں، کہ اب وہ کبھی اُن کو چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

احد نے جواب نہیں دیا اور ان کو لے کر اندر کی طرف بڑھا۔ آج سب کچھ بہت عجیب لگ رہا تھا۔ وہ اُس گھر میں دو سال بعد آیا تھا اور سب کچھ پرایا سا لگ رہا تھا۔ اُس گھر کے لوگ بھی۔ ماں فوراً سے مائرہ کے کمرے کی طرف بڑھیں تا کہ اُسے بھی بتا سکیں مگر اُن کے بمقابل مائرہ کو اِتنی حیرت نہیں ہوئی۔ جو فریدہ بیگم نے بھی نوٹ کی۔

کچھ دیر بعد وہ تینوں کیک کاٹتے نظر آ رہے تھے۔ احد اور ماں وہ دونوں بہت خوش تھے، اور مائرہ؟ وہ بھی خوش تھی، نا جانے کیوں۔

وہ اُس کی نظر میں ایک مجرم تھا اور کسی مجرم کیلئے اُس کے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ یہ بات وہ خود کو پچھلے دو سالوں سے سمجھا رہی تھی۔ مگر اُس کے سامنے آتے ہی وہ سب بھول گئی۔

کوئی جادو تھا جو احد کو دیکھتے ہی اُس پر تاری ہو جاتا تھا یا شاید وہ محبت تھی جو جادو کی طرح اثر کرتی تھی۔

پہلے فریدہ بیگم اور مائرہ اُسے سرپرائز دیا کرتی تھیں مگر آج اُس نے اُن کو سرپرائز کیا تھا۔

"یہ رہا تمہارا تحفہ" اُس نے مائرہ کی طرف ایک فائل بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا ہے؟" مائرہ نے فائل پکڑتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"کھول کے دیکھ لو۔" ماں حیرانی سے کبھی مائرہ کو دیکھتیں تو کبھی احد کو۔ مائرہ نے وہ فائل کھولی اور چونک کر احد کو دیکھا۔

"یہ کیوں؟" اُس کے ہونٹ ہلتے محسوس ہوئے۔

"میں نے ریسٹورنٹ تمہارے نام کر دیا ہے، تاکہ تمہیں زندگی میں کبھی بھی مجھ پر انحصار نہ

کرنا پڑے۔"

"مگر اب تو تم کہیں نہیں جاؤ گے نا؟" فریدہ بیگم نے فکر مندی سے پوچھا۔

"میں کوشش کروں گا کہ کہیں نہ جاؤں، مگر مجھے کچھ وقت چاہیے ماں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ پہلے کی طرح اب کہیں نہ جاؤں۔" اور ایک بار پھر ماں کے گلے لگ گیا۔

پوری رات وہ تینوں باتیں کرتے رہے، کب صبح ہو گئی اُن کو پتہ ہی نہیں چلا۔ آج مائرہ بھی ریسٹورنٹ نہیں گئی تھی اور احد بھی اپنے آفس نہیں گیا تھا۔ اُس نے اپنی سیکرٹری کو بھی نہیں بتایا کہ وہ آج نہیں آئے گا۔ اور اُس کے آفس کے لوگ وہیں دروازے پر باس کا انتظار کرتے رہ گئے۔

Clubb of Quality Content

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ایک دِن فریدہ اور مائرہ کے ساتھ گزارنے کے بعد احد اپنے گھر واپس آچکا تھا۔ ماں سے یہ وعدہ کر کے کہ وہ واپس ضرور آئے گا۔ وہ کبھی آفس سے بغیر اطلاع دیے چُھٹی نہیں کیا کرتا تھا۔ وہ ایک کمپنی کا مالک تھا جو مختلف قسم کے کاروباری معاملات میں ملوث تھی۔

اس کا کام صرف پیسہ کمانا نہیں تھا، بلکہ وہ اپنے اثر ورسوخ اور طاقت کو بڑھانے کے لیے مسلسل نئے طریقے تلاش کرتا رہتا تھا۔ اس کے دفتر میں اس کا روز کا معمول کاموں کی نگرانی، ملازمین کی کارکردگی کی جانچ، اور نئے معاہدوں کی تیاری پر مبنی تھا۔ اس کا کام ایچ آر (ہیومن ریسورسز) سے زیادہ پیچیدہ تھا۔ وہ صرف ملازمین کی بھرتی اور ان کی شکایات کو حل نہیں کرتا تھا، بلکہ وہ ایک ایسا شخص تھا جو اپنی کمپنی میں ہر چھوٹے بڑے فیصلے میں شامل ہوتا تھا۔ وہ اپنے ملازمین کو باقاعدہ طور پر مانیٹر کرتا تھا، تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ اس کے لیے کام کر رہے ہیں اور ہر کام اس کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔

گھر آتے ہی اُس نے ہاشم کو کال کی، جو اُس نے فوراً ہی ریسیو کر لی۔

"ہیلو، کیسے ہو؟" احد نے محتاط سا پوچھا۔

"میں بالکل ٹھیک، آپ کیسے ہیں۔" ہاشم نے جواب میں کہا۔

"آج میں بہت پر سکون ہوں، اور یہ سکون مجھے دو سال بعد ملا ہے۔ اب میں ہمیشہ پُر سکون رہنا چاہتا ہوں، اور اِس کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے، ہاشم۔" ہاشم اُس سے

Clubb of Quality Content

تھوڑی دیر پہلے ہی ابا سے بات کر کے آچکا تھا۔

"میں نے ابا سے بات کر لی ہے۔اِس ویک اینڈ تک وہاں پہنچ آؤں گا۔"ہاشم نے اُس کو تسلی دی۔

"تھینک یو ہاشم۔"احد نے کہا اور تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد فون بند کر دیا۔اُسے ہمیشہ سے مائرہ اور ہاشم میں کوئی مشابہت دِکھتی تھی۔شاید یہی کہ وہ دونوں ہی بہت معصوم اور سادہ تھے یا شاید صرف اُن کی آنکھیں ایک جیسی تھیں۔وہ ہمیشہ نا چاہتے ہوئے بھی ہاشم پر یقین کر لیتا۔

کچھ تو خاص تھا اُس میں...

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

تین ستمبر۔ہفتہ

صبح جب وہ اُٹھا تو تقریباً دس بج رہے تھے۔ٹائم دیکھنے کیلئے جب اُس نے موبائل کے لیے ہاتھ تکیے کے نیچے مارا تو اُس کا موبائل وہاں سے غائب تھا اور یہ حرکت کس کی ہو سکتی تھی،

وہ بخوبی جانتا تھا۔

"نور چورنی..." وہ جتنا گلا پھاڑ کر چلا سکتا تھا، وہ چلایا تھا۔ صدف فوراً بھاگتی ہوئی آئیں۔

"کیا ہوا ہاشم؟" اُنہوں نے پوچھا۔

"آج تو یہ نہیں بچے گی۔" اُس نے کہا اور اُٹھ کر کچن کی جانب بڑھا۔ وہاں سے پانی کا گلاس بھرا اور نور کے کمرے کی طرف دوڑا۔ حسبِ توقع فون اُسی کے پاس تھا۔ اُس نے نور سے فون لیا اور پانی کا بھرا گلاس اُس پر اُنڈیل دیا، نور کو سنبھلنے کا وقت بھی نہیں مِلا۔

"ہاشم کے بچے!..." وہ بھی چلائی۔

"تمہیں میرا پاسورڈ پتہ تھا، مگر کیسے؟"

"مجھے نہیں پتہ کہ تمہارا پاسورڈ 080698 ہے اور میں نے رات کو چھُپ کر تو بالکل نہیں دیکھا تھا۔" وہ بھی نور تھی اور ہاشم سے ڈرتی نہیں تھی کہ اُس سے چُھپائے۔

"کیا مِلا تمہیں اِس سب سے؟" ہاشم نے افسوس سے کہا۔

"کیا مِلا تمہیں اِس سب سے؟" نور نے اپنے ٹیلے کی طرف اِشارہ کرتے پوچھا۔ ہاشم کچھ نہیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بولا،بس اپنے فون کو چیک کرتا رہا جیسے نور نے کوئی وائرس ڈال دیا ہو۔

"گیلری کے علاوہ باقی سب کو فیس لاک لگا تھا۔تُم تو ایسے چیک کر رہے جیسے تمہاری کسی گرل فرینڈ کو میسج کیے میں نے۔"

"لیکن میری گیلری بھی کیوں دیکھی تم نے؟،تمہیں شرم نہیں آتی؟،تمہیں کیا ضرورت تھی میری پرائیویسی میں دخل دینے کی؟"

"پرائیویسی؟وہ کیا ہوتی ہے،کہیں کوئی کھانے والی چیز تو نہیں؟"وہ ہنس کر بولی۔

"تمہاری گیلری تو بڑی دلچسپ نکلی،خاص طور پر وہ ویڈیوز۔جن میں تم گانا گا رہے تھے۔"

خود پر گرا ہوا پانی وہ بھول چُکی تھی۔

"کیا؟تم نے وہ ویڈیوز دیکھی؟"اُسے مزید غصہ آرہا تھا۔

"ہاں اور ان میں تمہاری آواز۔تم تو پورے سرگم کے بادشاہ نکلے۔"اُس نے مذاق اُڑانے والے انداز میں کہا۔

"اب بس کرو، بہت منحوس لگ رہی ہو۔" اور ساتھ ہی اپنا فون نکال کر اُس کی ایک تصویر بنالی جِس میں وہ واقعی بھیانک لگ رہی تھی۔ پانی کی وجہ سے اُس کے سارے بال اِکٹھے جڑے ہوئے تھے، اور اُس نے ابھی تک منہ بھی نہیں دھویا تھا۔

"یہ دیکھو۔ لگ رہی ہو نہ، مس بی آئی کے۔" اُس نے فون کا رُخ نور کی طرف کیا، پھر فوراً اُسے پیچھے کر لیا۔

"بی آئی کے؟" نور نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"اب کب تک تمہیں دماغ گُھٹنوں میں ہونے کا طعنہ دے سکتا ہوں؟ سوچا ایک یونیک نِک نیم ہی دے دوں۔" اُس کے چہرے پر مسکان واضح تھی۔

"بی آئی کے سٹینڈز فار برین اِن نیز۔ (brain in knees)۔" اتنا بتا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ جب اُسے پیچھے سے آواز سُنائی دی، اُس کی اپنی آواز، اُس کے گانا گانے کی آواز۔ نور نے اپنے فون کے ذریعے اُس کی ریکارڈنِگ کر لی تھی۔

شیطان بھی اُس سے دو قدم پیچھے رہ کر سوچتا ہو گا۔ ہاشم یہی سوچتا رہ گیا، اور اِتنے میں خدیجہ

بھی وہیں پہنچ آئی۔ آج ہفتہ تھا اور اُسے سکول سے چھُٹی تھی۔

"واؤ، یہ تو ہاشم بھائی کی آواز ہے، کِتنا اچھا گا رہے ہیں۔" اُس نے آتے ہی تعریف کی۔

"تمہارا اِس سے کیا مطلب، جاؤ جا کر ناشتہ کرو۔" نور نے اُکھڑے لہجے میں کہا اور وہ ریکارڈنگ بند کر دی۔

"ارے دیکھو کتنی بد تمیز ہے، چھوٹی بہن سے کوئی ایسے بات کرتا ہے؟" ہاشم نے خدیجہ کی سائید لیتے کہا۔ خدیجہ نے مزید معصوم چہرہ بنا لیا۔

"خدیجہ میری جان، آئی ایم سوری۔ تم ایسا کرو کہ میرا فون لے لو اور بھائی کا گانا سُن لو، بلکہ ایسا کرو کہ جا کر امی کو بھی سُناؤ۔" نور نے وہ ریکارڈنگ چلائی اور فون خدیجہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اِس کی، اور تم جا کر ناشتا کرو، چھوٹی دُنیا۔" ہاشم نے فون لے کر نور کے ہاتھ میں واپس دیا۔

"مجھے معاف کر دو، غلطی ہو گئی میری بہن۔" اُس نے اپنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"جاؤ معاف کیا، سرگم کے بادشاہ۔" ہاشم بہت ضبط کیے وہاں سے نِکل آیا۔ وہ جتنا تیز بھی کیوں نہ ہو جائے، نور اُس سے دو قدم آگے ہی رہتی تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

رات کے کھانے کے وقت وہ سب ڈائِننگ ٹیبل پر بیٹھے نور کا اِنتظار کر رہے تھے، جسے اپنی دوست حمنہ کا فون آیا تھا اور وہ اُس سے بات کر رہی تھی۔

"نور جلدی آؤ، ہم تُمہارا انتظار کر رہے ہے۔" صدف نے آواز لگائی۔

"بس ایک منٹ۔" اُس نے فوراً سے الوداعی کلمات کہے اور کھانے کی ٹیبل پر آ گئی۔ آتے ہی اُس نے تیز آواز کے ساتھ کُرسی پیچھے کو کھینچی، جِس پر ہاشم نے گھُور کر اُسے دیکھا۔

"تمہارا ہمیشہ ہر چیز میں شور مچانا ضروری ہوتا ہے۔" ہاشم نے اُس سے کہا۔

"اور یہ کون سا وقت ہوتا ہے اپنی دوستوں سے بات کرنے کا مس بی آئی کے؟" اُس نے ایک اور سوال کیا۔

"میں کچھ ایسا بول دوں گی جو تم سے برداشت نہیں ہو گا، سرگم کے بادشاہ۔" نور نے جواباً

کہا۔اماں نے اُسے گھورا تو اُس نے نظریں چرا لیں۔

"تم کب تک جا رہے ہو کراچی؟"ابا نے ہاشم کو مُخاطب کرتے پوچھا۔

"جی بیگنگ ہو گئی ہے، کل جا رہا ہوں۔"اُس نے پانی کا گھونٹ بھرتے کہا۔

"بلا ٹلی!"نور نے دھیرے سے کہا،البتہ سب نے سُن لیا تھا۔اور اُس کو ایسے گھور کر دیکھا جیسے کھانے کی جگہ اُس کو کھانے والے ہوں۔

"کچھ دیر پہلے آپی نور نے مجھ سے بھی بد تمیزی کی تھی۔"نیا بم پھوڑنے والی خدیجہ تھی۔نور نے فوراً گھور کر اُسے دیکھا۔ضرور ہاشم نے اُسے کہا ہو گا کہ یہ بات کھانے کی ٹیبل پر بیٹھ کر بتانا۔

"اِس کو تو شرم ہی نہیں آتی، ہر ایک سے اُکھڑے لہجے میں بات کرتی ہے۔"صدف کے بس میں نہیں تھا کہ ابھی جوتا اُتارتی اور نور کو دے مارتیں۔

"ابا میں اِس کی بڑی بہن ہوں، کیا میرا اِتنا بھی حق نہیں ہے کہ میں اِس کو سمجھا سکوں؟"

اُس نے ابا کا سہارا لینا چاہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں اِس معاملے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" ابا نے سیدھی بات کی۔ ہاشم منہ نیچے کیے ہنسنے لگا۔ اس کے بال ماتھے پر گرنے لگے تھے۔ نور نے فوراً اُس کے پاؤں کو دُبایا جس سے اُس کی ہلکی سی چیخ نِکلی۔ ابا نے اُسے دیکھا، مگر وہ چُپ کر کے کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

دو دن اپنے گھر میں گُزارنے کے بعد آج وہ ماں اور مائرہ کے پاس جا رہا تھا۔ اُس کا گھر اور آفس شہر کے دوسرے کنارے پر تھے۔ اس لیے وہ اُن کے ساتھ فی الحال نہیں رہ سکتا تھا۔ کل اتوار تھا اور وہ ویک اینڈ ماں اور مائرہ کے ساتھ گُزارنا چاہتا تھا۔ اُن سب گزرے ماہ و سال کا ازالہ کرنا چاہتا تھا جو اُس نے اُن کے بغیر گُزارے تھے۔ وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا جب اُس نے ہاشم کو کال ملائی۔ کافی دیر رِنگنگ ہونے کے بعد بھی اُس نے کال نہ اٹھائی۔ احد نے دوبارہ کال نہیں کی۔

جب ہاشم دیکھے گا تو خود ہی کال بیک کر لے گا، اُس نے سوچا اور فون بند کر دیا۔ ابھی پانچ مِنٹ ہی گُزرے تھے کہ ہاشم کی کال آ گئی۔

"ہیلو۔"احد نے کال اٹھاتے ہوئے کہا۔

"السلام علیکم! کیسے ہیں آپ احد بھائی؟"دوسری جانب سے ہاشم کی آواز سُنائی دی۔

"وعلیکم السلام، میں ٹھیک تم بتاؤ کیسے ہو؟ گھر میں سب ٹھیک ہیں؟"احد نے پوچھا،ساتھ ہی فون سے گاڑی کے بلیوٹوتھ کو نیکٹ کرنے لگا۔

"جی سب ٹھیک ہیں۔ آپ نے کال کی تھی،سب خیریت ہے نا؟"اب کی بار ہاشم کی آواز گونج کر سُنائی دی۔

"یہی پوچھنا تھا کہ کل کس وقت تک تم یہاں پہنچ جاؤ گے؟"احد نے کہا اور ساتھ ہی فون پر آئے دوسرے میسج دیکھنے لگا۔وہ ہمیشہ ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتا اور دوسرے ہاتھ سے فون کو دیکھتا رہتا کہ کہیں کوئی ضروری کال یا میسج نہ ہو۔

"کل شام پانچ بجے تک نکل آؤں گا یہاں سے۔"اُس نے مُختصر جواب دیا۔

"اوکے،یہی پوچھنا تھا میں نے اور ہاں..."احد نے کچھ کہنا چاہا مگر ہاشم نے اُس سے پہلے ہی اپنی بات شُروع کر دی۔

"اوکے التمش تم سے بعد میں بات ہوگی۔" اتنا کہتے ہی کال کٹ چکی تھی۔ احد تھوڑی دیر فون کو دیکھ کر سوچتا رہا اور دوبارہ کال بیک کرنے کی بجائی فون وہیں رکھ دیا۔ اُس کا گھر آنے والا تھا، وہ گھر صرف ایک سانچہ نہیں تھا۔ اُس سے احد کی یادیں جُڑی تھیں۔ اُس گھر میں وہ لوگ رہتے تھے، جن سے احد کو سب سے زیادہ محبت تھی۔ یا یوں کہنا ٹھیک رہے گا کہ صرف وہی دو لوگ تھے جن سے احد کو محبت تھی۔

ہاشم نے فون بند کیا، تو اُس کے سامنے نور دونوں ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔

"ذرا اپنا فون چیک کراؤ، میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم کس التمش سے بات کر رہے تھے، جو اِتنا گھبرا گئے۔" اُس نے ہاتھ ہاشم کے سامنے پھیلایا۔ فون تو وہ ایسے مانگ رہی تھی جیسے وہ اُس کی بڑی بہن ہو اور ہاشم اُس کی بات مانتا ہو۔

"آہ، اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ کس التمش سے بات کر رہا تھا میں؟ جاؤ جا کے اپنا کام کرو، مس بی آئی کے۔" ہاشم نے اُسے ہاتھ سے جانے کا اِشارہ کیا۔

"سرگم کے بادشاہ، یہ مت بھولو کہ تمہاری ویڈیوز ابھی بھی میرے پاس موجود ہیں۔" اب کی

بار نور طیش میں آ کر بولی۔

"کیا میں اُن ویڈیوز میں ناچ رہا ہوں یا نشہ کر رہا ہوں؟ جو تم مجھے اُن سے دھمکاؤ گی؟" ہاشم نے عام انداز میں کہا۔

اس کا مطلب کہ اُسے بلیک میل کرنے کا یہ طریقہ بھی ہاتھ سے گیا؟ نور نے سوچا اور پیر پٹختی وہاں سے جانے لگی۔

"مگر یہ یاد رکھنا کہ میرے پاس تمہاری وہ ویلفئر والی ویڈیو ضرور ہے، جس پر میں مولوی صاحب کی وہ نعت لگا کر امی کو بھیج سکتا ہوں۔" اب کی بار اُس نے شولے ٹھیک سے بھڑکائے تھے۔ نور وہیں سے واپس آئی اور ہاشم کا گریبان پکڑ لیا۔

"اگر تم نے ایسی کوئی حرکت کی سرگم کے بادشاہ، تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" وہ ابھی یہ کہہ ہی رہی تھی کہ باہر سے خدیجہ آتی دِکھائی دی۔

"امی، امی جلدی یہاں آئیں، نور آپی ہاشم بھائی کو مارنے والی ہیں۔" اُس نے آتے ہی آوازیں لگانا شُروع کر دیں۔ صد شُکر کہ ابا اُس وقت گھر پر نہیں تھے۔ اُن کو کھانا

کھانے کے فوراًبعد تھوڑی سی واک کی عادت تھی۔ نور نے یہ سُنتے فوراًسے ہاشم کا گریبان چھوڑااور پیچھے کو ہوئی۔ اور ہاشم،جسے اُس کے چھوٹے ہاتھوں سے گریبان پکڑنے پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا،ابھی تک اُسی جگہ پر کھڑا تھا۔ صدف بھی فوراًبھاگتی ہوئی آئیں۔

"کیا ہوا؟"خدیجہ نے جو دیکھا تھا،وہ سب بتانا شُروع کر دیا۔ اور جو نہیں دیکھا تھا،وہ بھی خود سے بتانے میں کوئی قصر نہ چھوڑی۔ صدف فوراًآگے بڑھیں اور ایک تھپڑ نور کو دے مارا۔

"شرم نہیں آتی تمہیں، صبح سے میں برداشت کر رہی ہوں، کبھی تم ہاشم سے بد تمیزی کرتی ہو اور کبھی خدیجہ سے۔ بہن بھائی نہ ہوئے کوئی دشمن ہو گئے۔"نور گال پر ہاتھ رکھے ان دونوں کو گھور رہی تھی۔ اس کے چہرے پر تھپڑ کا صدمہ واضح تھا۔

"امی آپ کو کیا ہو گیا؟ ہم تو مذاق کر رہے تھے،اِس چھوٹی دنیا کی تو عادت ہے شکائتیں لگانے کی۔"ہاشم نے کہا اور دو قدم پیچھے ہٹا جیسے جانتا ہو کہ اگلی باری اُس کی ہو سکتی ہے۔ اس لیے احتیاط ضروری ہے۔

"کتنی بار کہا ہے کہ میری بیٹی کا نام لے کر پُکارا کرو، مگر وہی مرغی کی ایک ٹانگ۔ چوبیس برس کے ہونے والے ہو تم دونوں مگر حرکتیں دس سال کے بچوں والی کرتے ہو۔ تم دونوں سے زیادہ عقلمند تو خدیجہ ہے۔" آخری بات سنتے ہی خدیجہ نے گردن مزید اکڑالی۔ اتنا کہہ کر وہ وہاں سے نِکل گئیں۔ اُن کے جاتے ہی دونوں نے خدیجہ کو گُھورا۔

"آئی ایم سوری نور آپی۔ زیادہ زور سے تو نہیں لگا؟ سچ میں مُجھے اندازہ نہیں تھا کہ امی تھپڑ ہی ماردیں گی۔" خدیجہ نے افسردگی سے کہا۔

"میری تو خیر ہے، مگر تمہیں تو اندازہ ہو گیا ہو گا۔ کہ جِس کی خاطر تم نے میری شکایت لگائی، وہ امی کے سامنے کیسے تمہیں جھوٹا کہہ رہا تھا؟" نور نے جلتی پر تیل ڈالا اور خدیجہ کو ہاشم کے خلاف بھڑکانے لگی۔

"ہاشم بھائی مجھے آپ سے یہ اُمید نہیں تھی، میں آئندہ کبھی بھی آپ کی سائیڈ نہیں لوں گی۔" خدیجہ نور کی چالاکی کا شکار ہو چکی تھی۔ اس نے افسردگی سے ہاشم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب چھوڑو تم اُسے، میرے ساتھ چلو اور آئندہ کبھی اس سے بات نہ کرنا۔" نور خدیجہ کو ساتھ

لئے کمرے سے نِکل گئی اور ہاشم جو سوچ رہا تھا کہ نور اُس کا شُکریہ ادا کرے گی، وہ سب ایک خواب ہی رہ گیا۔ وہ ایک تتیا (wasp) سے شہد کی اُمید کر رہا تھا، پھر یہ تو ہونا تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

گھر کے دروازے کے آگے پُہنچ کر اُس نے ایک بار پورے گھر کا باہر سے جائزہ لیا۔ سامنے ہی اُسے اپنے نام کی نیم پلیٹ دیکھائی دی۔ ماں اور مائرہ نے یہ دو سال سے بدلی نہیں۔ اُس نے سوچا اور بیل بجائی۔ دروازہ کھُلتے ہی اُس کے پسندیدہ کھانوں کی خوشبو نے اُس کا استقبال کیا۔ کیا اُن کو ابھی تک اُس کی پسند اور ناپسند یاد تھی؟ اور ایک وہ تھا جو اُن کو ہی بھول گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں ڈائِننگ ٹیبل پر بیٹھے دِکھائی دے رہے تھے۔ سربراہی کُرسی پر فریدہ بیگم بیٹھی تھیں اور اُن کی دائیں جانب مائرہ۔ مائرہ کے سامنے احد بیٹھا تھا جو کہ فریدہ بیگم کے بائیں طرف تھا۔ کھانے کے دوران اُن کی آپس میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ کھانا کھانے کے بعد فریدہ بیگم نماز پڑھنے کے لئے چلی گئیں اور مائرہ چائے بنانے کچن میں۔ احد بھی اُس کے ساتھ ہی آ گیا۔ مائرہ نے کیبن سے تین کپ نِکال کر کاؤنٹر پر رکھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک کپ وہی تھا جو پچھلے دو سالوں سے وہاں پڑا احد کا اِنتظار کر رہا تھا۔

"مطلب کہ آج کوئی تیسرا بھی ہمارے ساتھ چائے پیئے گا۔" احد نے تین کپوں کو دیکھتے کہا۔

"ہاں، آج تم بھی ہو نہ اِس لئے، ورنہ میں اور امی تو ہر روز چائے پیتے ہیں۔" مائرہ نے جواباً کہا اور وہ جو سوچ رہا تھا کہ مائرہ آج دو سال بعد چائے پیے گی، وہ اُس کا وہم ہی رہ گیا۔ پہلے وہ صرف احد کی موجودگی میں چائے پیا کرتی تھی۔ مگر اب اُسے چائے اچھی لگتی تھی، احد کا ہونا یا نہ ہونا نہیں۔

"مُصطفٰی کمال کب تک آجائے گا؟" تھوڑی دیر بعد مائرہ نے پوچھا۔

"میری اُس سے بات ہوئی ہے، وہ کل آرہا ہے۔ میں نے اُسے اپنے گھر دعوت پر بُلایا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ ہمیں اُس کا لائف سرٹیفیکیٹ بنانا ہے۔" آخری جملہ کہہ کر وہ خود ہی مسکرا دیا۔

"تو وہ پولیس؟، وہ کیوں تھی تمہارے پیچھے؟" مائرہ نے پوچھا۔ شاید یہ اُس کی غلط فہمی ہو اور احد کے پاس کوئی ٹھوس وجہ ہو۔

"وقت آنے پر تم جان جاؤ گی۔ ویسے تُمہیں مجھ پر اعتبار ہے نہ مائرہ؟"اور کافی دیر وہ اُس کے جواب کا انتظار کرتا رہا۔ مگر وہ خاموش رہی۔ اِن دو سالوں نے اُن پر بہت ظلم کیا تھا۔ اِن دو سالوں نے اُن کا اعتبار چھین لیا تھا۔ اگر یہی سوال وہ دو سال پہلے پولیس کے آنے کے بعد پوچھتا، تو وہ بغیر سوچے سمجھے فوراً ہاں کہہ دیتی۔ مگر اِن دو سالوں نے اُسے سوچنا سِکھا دیا تھا۔

جب چائے بن گئی تو اُس نے کپ میں بھرنا شروع کیا اور احد کے کپ میں جیسے چائے جا رہی تھی اُس کی تصاویر واضح ہونا شروع ہو گئیں۔ وہ مائرہ اور احد کی تین تصویریں تھی۔

پہلی اُن کے نِکاح والے دِن کی، دوسری پہلی انیورسری کی، اور تیسری تصویر میں مائرہ کے ہاتھ پر کبوتر بیٹھا تھا مگر اُس کی بھوری آنکھیں شہد آنکھوں میں کھوئی ہوئی تھیں۔

تصویریں دیکھ کر احد کے ذہن میں وہ پُرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔ کاش کہ کوئی فرار کا راستہ ہوتا۔ فرار تو وہ پہلے بھی ہوا تھا۔ مگر اب کی بار وہ فرار ہو کر پرانے وقتوں میں لوٹنا چاہتا تھا۔ ان وقتوں میں جب ہر لمحہ حسین ہوا کرتا تھا۔ ان وقتوں میں جب وہ احد ہوا کرتا تھا۔ اُن وقتوں میں، جب وہ زندہ تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگلی صبح جب وہ اُٹھا تو اماں، ابا اور خدیجہ بازار گئے تھے۔ کیوں کہ آج اتوار تھا، خدیجہ گھر پر تھی اور اُس کی ضِد تھی کہ وہ اپنے سکول فنکشن کیلئے نئے کپڑے خریدے گی۔ نور اپنی پڑھائی کر رہی تھی۔ صدف نے ہاشم کو نہیں اُٹھایا تھا، کیوں کہ اُن کا خیال تھا کہ اُس کے اُٹھنے سے پہلے ہی وہ واپس آجائیں گے۔

"اُٹھ گئے تم؟" نور نے اُس کو آتا دیکھ کر کہا۔

"اگر میں نظر آرہا ہوں تو یقیناً اٹھ گیا ہوں گا۔" ہاشم نے اُکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ اُسے ابھی رات والی بات بھولی نہیں تھی۔ ایک تو نیند سے جاگنے کا چڑچڑا پن، اوپر سے بہن بھائیوں کے بے تکے سوالات۔

"ہر وقت سڑے ہی رہا کرو، سڑیل انسان" نور نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ہاشم اس کا جواب دیے بغیر کچن کی طرف بڑھا۔ بھوک کی شدت محسوس ہو رہی تھی، اور صدف کے آنے کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اس نے فریج کھولی۔ سامنے ہی اُسے رات کی بچی ہوئی بریانی دِکھائی دی۔ اُس نے بریانی فریج سے نِکالی۔ واپس مڑا تو سامنے ہی نور اکڑ کر کھڑی تھی۔

"مجھے پتہ تھا، کہ تُم کوئی ایسی ہی حرکت کرو گے۔" وہ ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔

"پیچھے ہٹو، مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" ہاشم نے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اُدھر پلیٹ پڑی ہے نا، اُس میں شرافت سے میرا حصہ ڈال دو اور باقی کی تم کھالو۔" اُس نے ہاشم کی بائیں جانب اِشارہ کیا، جہاں کاؤنٹر پر پلیٹیں پڑی تھیں۔

"اِس ایک پلیٹ میں سے بھی تمہارا حصہ نکالوں؟ آدھی پلیٹ سے تمہارا کیا بنے گا، کھانے دو مجھے۔" ہاشم نے دوستانہ لہجے میں کہا۔

"بات کھانے کی نہیں ہے، بات ہے اصولوں کی۔ بریانی کی پلیٹ ایک ہے اور ہم دو، ایسے میں تمہیں چاہیے کہ میرا حصہ مجھے دو۔" نور بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھی۔

"اور اگر میں نہ دوں تو؟" اب کی بار ہاشم نے چیلنجِنگ انداز میں کہا۔

"تو میں چھین لوں گی۔" اُس نے پوری قوت لگا کر اُس سے پلیٹ لینے کی کوشش کی۔ اچانک پلیٹ ہاشم کے ہاتھوں سے پھسلی اور نیچے گر گئی۔ وہ چینی کی پلیٹ تھی جو فوراً چکنا چُور ہو گئی۔

"لو کھالو اب۔"ہاشم نے غصے سے کہا۔

"قصور تمہارا ہے،اگر تم مجھے میرا حصہ دے دیتے تو ایسا نہ ہوتا۔"نور نے فوراً پیچھے ہٹتے اپنے دِفاع میں کہا۔

"میں تو باہر جارہا ہوں کچھ کھانے کے لئے، تمہیں تو امی بتائیں گی کہ قصور کس کا تھا۔یہ ان کے سیٹ کی نئی پلیٹ تھی۔"ہاشم نے کچن سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"یہ صفائی کون کرے گا؟"نور نے نیچے گری پلیٹ کو دیکھتے ہوئے پیچھے سے آواز لگائی۔

"تم جانو اور تمہارا کام۔"اور اتنا کہہ کر وہ وہاں سے نکل گیا۔

"میرے لیے بھی کچھ لیتے آنا۔میں بھی بھوکی ہوں۔"نور نے زوردار آواز لگائی۔تاکہ وہ سن لے اور اس کے لئے بھی کچھ لے آئے۔اگر ہاشم سے پوچھا جاتا تو وہ اِس وقت نور کیلئے صرف زہر لانے کا سوچ سکتا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

یہ صبح اُن کے گھر پر بہت خوشگوار اُتری تھی۔وہ تینوں ناشتا کر چُکے تھے،اور اب اِکٹھے بیٹھے

باتیں کر رہے تھے۔اُن کے سارے کام ختم ہو چکے تھے بس باتیں رہ گئی تھی۔اُن میں سے کِسی نے بھی پچھلے دو سالوں کا حوالہ نہیں دیا تھا۔ کیوں کہ احد نے اُن کو بتایا کہ اُن دنوں وہ پریشان رہا کرتا تھا،اسی وجہ سے اس کا اور مائرہ کا کسی بات کو لے کر جھگڑا ہوا تھا۔بس اسی بات پر وہ ناراض ہو کر گھر سے چلا گیا تھا۔یہ من گھڑت کہانی مائرہ نے ہی سنانے کو کہا تھا۔یہ سُن کر فریدہ بیگم کافی خفا ہوئیں کہ صرف اِس وجہ سے وہ اُن کو چھوڑ کر چلا گیا۔ایک لڑائی کی وجہ سے؟وہ تو ماں تھیں،اُن کو اپنے بیٹے پر یقین تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ مائرہ کے ذہن میں ماضی کی وہ یادیں چلنے لگیں جب اس نے فریدہ بیگم سے جھوٹ بولا تھا۔ وہ ماضی میں جا چکی تھی۔

وہ احد کو ہر ممکن جگہ پر ڈھونڈ چکی تھی مگر وہ اُسے نہیں ملا۔اور آج آنے والی پولیس نے اُس کا نقطہ نظر ہی بدل دیا تھا۔جب وہ گھر پہنچی تو فریدہ بیگم بہت پریشان نظر آ رہی تھیں۔ احد کو اُن سے رابطہ ختم کیے ایک مہینہ گُزر چُکا تھا۔

"مائرہ،احد کا کچھ پتا چلا؟"وہ گھر آئی تو اُنہوں نے پوچھا۔

"وہ آج آیا تھا میرے ریسٹورنٹ میں۔بہت لڑائی کر کے گیا ہے اور یہ بھی کہہ کر گیا ہے

کہ وہ کبھی گھر نہیں آئے گا۔ ہمیں انتظار کرنا ہو گا، جب تک اُس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو گا وہ گھر نہیں آئے گا۔" مائرہ نے اُن سے روانی میں جھوٹ بولا۔ فریدہ بیگم کو یہ بتانا اُس بات سے بہتر تھا کہ اُن کا بیٹا پولیس سے بھاگ رہا ہے۔

اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا اور ماضی کی سوچوں سے نکل آئی جب اس نے دیکھا کہ آج پھر وہ تینوں اکھٹے بیٹھے ہیں۔

"آج مجھے واپس جانا ہو گا، میرا ایک دوست آرہا ہے اور کل سے آفس بھی جانا ہے۔" احد نے فریدہ بیگم سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا ہمیں تمہاری واپسی کی کوئی اُمید رکھنی چاہیے؟" فریدہ بیگم نے پوچھا، ان کا انداز سوالیہ تھا۔

"میرے لیے واپس آنا مُشکل ہو گا مگر میں کوشش کروں گا کہ جلد ہی آپ اور مائرہ کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔" مائرہ پوری گُفتگو کے درمیان خاموش رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ احد بس فریدہ بیگم کو تسلی دے رہا ہے، وہ ایسا نہیں کرے گا۔ کیوں کہ وہاں کے لوگوں کے لئے

تو وہ مُصطفٰی کمال ہی تھا۔ اور فریدہ بیگم کو وہاں لے کر کبھی نہیں جائے گا۔ مگر وہ بھی اِس بات سے انجان تھی کہ مصطفٰی کمال وہ صرف آفس کی حد تک ہی تھا۔ باقی لوگوں کیلئے وہ آج بھی احد ہی تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

ہاشم اپنے لئے کچھ لینے گیا تھا۔ اس کے پاس سموسے لینے کا آپشن ہی تھا۔ کیوں کہ کچھ اور لینے کے لئے اس کو دور جانا پڑتا تھا۔ سموسوں کی دکان اس کے گھر کے قریب ہی تھی۔ اُس نے دو سموسے پیک کروائے تاکہ وہ گھر جا کر نور کے سامنے بیٹھ کر کھا سکے، مگر پھر پتہ نہیں اُسے کیا سُوجھی کہ دو سموسے نور کے لئے بھی پیک کروالئے۔ آج اُس کا آخری دن تھا، اِس کے بعد وہ پتہ نہیں کب واپس آئے گا۔ اُسے نور سے دوستی کر لینی چاہیے تھی۔ اُس نے سوچا اور سموسے لے کر وہاں سے نِکل آیا۔ راستے میں اُس نے التمش کو فون کیا۔

"تمہیں بتانا تھا کہ آج میں تمہارے پاس آرہا ہوں، یہ مت بھولنا۔" ہاشم نے اُسے یاد کروایا۔

"ڈونٹ وری، مجھے اچھے سے یاد ہے۔" التمش نے جواب میں کہا۔ اتنے میں ہاشم گھر کے

آگے پہنچ چکا تھا۔اس نے التمش کو خُدا حافظ کہا اور گھر میں داخل ہو گیا۔سامنے ہی اُسے ابا نظر آئے، مطلب کہ وہ بھی آ چُکے تھے۔مزید نظر دوڑائی تو امی اور خدیجہ بھی سامنے اپنے شاپِنگ بیگز کھول رہی تھیں،اور نور۔۔نور بریانی کھا رہی تھی جو امی اُن کے لئے بازار سے لائی تھیں۔اُسے اپنے سموسے لانے پر افسوس ہوا،پہلی بار وہ نور کے لئے کچھ لایا تھا۔

"یہ لو تُمہارے سموسے۔"اُس نے نور کی جانب سموسے بڑھائے۔

"اندھے ہو؟دِکھ نہیں رہا کہ میں بریانی کھا رہی ہوں۔"یہ لڑکی کبھی نہیں سُدھر سکتی تھی۔اُس کی زبان جتنی تیز چیز ہاشم نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔اُس نے بھی سموسے لے جا کر کچن میں رکھ دیے اور بریانی کھانے بیٹھ گیا۔

"یہ سموسے کون لایا ہے؟"تھوڑی دیر بعد صدف کچن میں گئیں تو سموسے دیکھ کر پوچھا۔

"امی ہاشم اپنے لیے لے کر آیا ہے،وہ بھی چار۔"نور نے جواباً کہا۔

"اتنے زیادہ کیوں؟"صدف نے ایک اور سوال کیا۔

"امی دو اِس کیلئے لایا تھا اور دو اپنے لئے,مگر آپ بریانی لے آئیں تو سموسے ویسے ہی

پڑے رہ گئے۔"ہاشم نے بریانی کھاتے ہوئے سموسے لانے کی وضاحت دی۔

"اچھا،میں مائیکرو ویو میں رکھ رہی ہوں، پھر کھالینا۔"صدف نے آرام سے کہا۔

"او سرگم کے بادشاہ، کیا تم واقعی میرے لئے سموسے لائے تھے؟"نور نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں اپنے لئے لایا تھا۔ میں جانور ہوں نا جو اکٹھے چار سموسے کھاتا ہوں۔"ہاشم نے بھڑک کر کہا۔

"ہاں مجھے لگا ہی تھا۔"نور نے کچن میں جاتے ہوئے کہا،ہاشم بس اُسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

———★.☆.★.☆.★.☆.★———

شام پانچ بجے کے قریب اُن کے گھر کے گیٹ سے داخل ہوں تو سامنے ہمیں ہاشم اپنا ہینڈ کیری پکڑے باہر آتا دِکھائی دے گا۔باقی گھر والے بھی اُس کے ہمراہ آرہے تھے۔ صحن میں پہنچ کر وہ رُکا اور سب کو مِلا۔

"اپنا بہت سارا خیال رکھنا،اور رات دیر تک باہر نہ گھومتے رہنا۔"صدف نے اُس کا ماتھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چومتے ہوئے کہا۔

"مِل تو ایسے رہے ہیں جیسے اپنے دوستوں کے ساتھ مٹر گشت کرنے نہیں، بلکہ کسی مجبوری کے تحت جا رہا ہے۔" نور نے خود کلامی میں تبصرہ کیا، جس کو کسی نے سُنا نہیں۔ ہاشم صدف سے جُدا ہو کر نور کو ملنے کیلئے اُس کی جانب بڑھا۔

"تمہارے سموسے وہیں پڑے ہیں گرم کر کے کھا لینا۔" ہاشم نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"سوچوں گی سرگم کے بادشاہ، اپنا خیال رکھنا۔" اُس نے خود کو یہ کہتے سُنا تھا۔ وہ حیرت میں تھی کہ اُس کو بھی ہاشم کی پرواہ تھی۔

"تم بھی۔" ہاشم نے مسکرا کر کہا اور پھر خدیجہ سے مِلا۔

"میں نے آپ کو رات والے واقع کے لئے معاف نہیں کیا، لیکن میں آپ کو مِس کروں گی۔" خدیجہ نے اُس سے کہا۔

"میں بھی تمہیں کافی مِس کروں گا، چھوٹی دنیا۔" ہاشم نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ آخر میں وہ ابا کی طرف بڑھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اپنا خیال رکھنا،اور وہاں فضول نہ گھومتے رہنا،کچھ سیکھ کر بھی آنا۔"ابا نے کہتے ہوئے اس کو گلے لگایا۔

"جی ابا،فکر نہ کریں۔"ہاشم نے اُن سے کہا۔اب اُسے دیر ہو رہی تھی۔ہاشم نے گیٹ سے نکلتے وقت پھر سے پیچھے مُڑ کر دیکھا اور سب کو ہاتھ ہلایا۔

وہ بس میں بیٹھا تھا جب احد کی کال آئی۔

"ہیلو،کب تک پہنچ جاؤ گے؟"ہاشم کے کال اٹھاتے ہی احد نے پوچھا۔

"دو گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔"ہاشم نے اُسے بتایا۔

"اچھا ٹھیک ہے،پہنچنے سے پہلے بتا دینا۔میں تُمہیں پِک کر لوں گا۔"احد نے کہا

"نہیں اِس کی ضرورت نہیں ہے،میرا دوست آجائے گا۔آج رات میں اُس کے ہاں ٹھہروں گا،اور کل آپ کے پاس آجاؤں گا۔"ہاشم نے اُسے تفصیل بتائی۔

"جی بہتر،میں تمہارا انتظار کروں گا۔"احد نے اُس سے کہا اور فون بند کر دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاشم نے فون بند کیا تو سامنے نور کا میسج روشن ہو رہا تھا۔

"تُمہارے رکھے ہوئے سموسے کھا لئے ہیں میں نے سرگم کے بادشاہ، شُکریہ۔" ابھی ایک گھنٹہ ہی ہوا تھا اُسے گھر سے نکلے اور گھر کی دال مرغی برابر ہو بھی چکی تھی۔

"بہت خوب، خیر وہ باسی ہو گئے تھے۔ میں نے سوچا پھینکنے کی بجائے تمہارے لئے رکھ دوں۔ تمہارا بھی شُکریہ کہ تم نے وہ باسی سموسے کھا لئے۔" ہاشم نے اُسے لکھ کر بھیجا اور ساتھ ہی فون کا سائیڈ بٹن دبا کر اُسے گود میں رکھ دیا۔ اب وہ وہاں پہنچ کر ہی التمش کو فون کرنے والا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

دو گھنٹے بعد وہ کراچی بس سٹیشن پر اُترتا دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں سے باہر نکلنے پر سامنے ہی اُسے التمش کھڑا دیکھائی دیا۔ جو اُسی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر ہاشم کے گلے لگا اور اُس کا ہینڈ کیری تھام کر گاڑی کی ڈِگی میں رکھ دیا۔

"کیسا رہا تمہارا سفر؟" التمش نے خود ہی بات شروع کرنا چاہی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بس کا سفر تھا اب اندازہ لگا لو۔" ہاشم نے کہا۔ اب وہ دونوں فرنٹ سیٹ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ التمش ڈرائیو کرنے لگا، جب کہ ہاشم پسنجر سیٹ پر تھا۔

"مطلب کہ اچھا رہا، گُڈ۔" التمش نے کہا اور گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔

"اور گھر میں سب کیسے ہیں؟"

"سب ٹھیک ہیں اور ابا تمہیں سلام کہہ رہے تھے۔"

"اب بتاؤ، اتنی افراتفری میں کیوں آنا پڑا تمہیں؟"

"یار بہت تھکاوٹ ہو رہی ہے سفر کی۔ اگر پاس میں کوئی اچھا کیفے ہے تو وہاں لے چلو۔ کافی پینا چاہتا ہوں اور وہیں تفصیلات بتاتا ہوں۔" ہاشم نے تھکن زدہ لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک کیفے میں بیٹھے تھے۔ ویٹر نے اُن کی کافی ٹیبل پر لا کر رکھی۔ التمش نے کافی لبوں سے لگائی اور اپنی ادھوری بات کا آغاز کیا۔

"اب بتاؤ، کیوں آئے ہو؟" ہاشم نے پچھلے چھ ماہ سے لے کر اب تک ہونے والے تمام واقعات اس کو بتائے۔ ہاشم کے دوست تو بہت تھے، مگر بھروسہ وہ صرف التمش پر کیا

کرتا تھا۔

"میں تو یہی کہوں گا کہ جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے چلے جانا۔ کیا پتہ اُس نے اُس شخص کو واقعی مار دیا ہو اور اپنی بیوی کو دھوکے میں رکھ رہا ہو؟" التمش نے ساری تفصیل سُننے کے بعد اپنی فکر مندی کا اِظہار کیا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا، میں اُسے جانتا ہوں۔ جب مجھے گولی لگی تھی تو مجھے ہسپتال لے کر جانے والا وہ شخص تھا۔ جو کِسی اجنبی کا اِتنا خیال رکھتا ہو وہ اپنے دوست کو کیسے مار سکتا ہے؟" ہاشم نے اُس سے کہا۔ "تمہیں بس اِتنا کرنا ہو گا کہ کبھی ابا کی کال آئے تو تمہیں اُن سے کہنا ہو گا کہ میں تمہارے ساتھ ہی ہوں۔"

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے، تُم بے فِکر رہو۔" التمش نے اس کو حوصلہ دیا۔ ہاشم جانتا تھا کہ التمش کو کوئی بات بتا کر اُسے فِکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاشم کی کہی گئی بات ہمیشہ اُس کے پاس محفوظ رہتی تھی۔

گھر پہنچ کر اُس نے ابا کو کال کی اور اُن کو بتایا کہ وہ خیریت سے پہنچ چُکا ہے۔ ابھی التمش کے

Clubb of Quality Content

ساتھ ہی ہے۔ کل سے وہ اُس کے ساتھ آفس چلے جایا کرے گا،اِس لئے دِن میں ان سے بات کرنے کا وقت نہیں ہو گا۔ فون بند کرنے کے بعد وہ گیسٹ روم سے باہر نِکلا،سامنے ہی التمش بیٹھا تھا۔

"ڈِنر کا کیا پروگرام ہے؟"وہ باہر نِکلا تو التمش نے پوچھا۔

"جو تم کھاؤ گے،میں بھی وہی کھالوں گا۔"ہاشم نے مُسکرا کر کہا اور اُس کے ساتھ صوفے پر آبیٹھا۔

"جب سے امی ابو گئے ہیں،تب سے میں زیادہ تر باہر سے ہی آرڈر کر لیتا ہوں۔ گھر کچھ نہیں بناتا۔"التمش نے اُسے بتایا۔

"کیا مطلب! آج بھی کچھ نہیں بنا؟"ہاشم نے حیرت سے پوچھا۔ اُسے بہت بھوک لگ رہی تھی۔

"نہیں،پر اگر تمہیں گھر کا بنا کھانا پسند ہے تو میں ابھی کہتا ہوں۔ تم بتاؤ کیا کھاؤ گے؟" التمش نے فوراً سے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں اُس کی ضرورت نہیں ہے، میں خود ہی کچھ بنالوں گا۔"ہاشم کا انداز معمول کے مطابق تھا۔

"تم بناؤ گے؟"التمش کو حیرانی ہوئی تھی

"ہاں بھئی، کیوں میں نہیں بنا سکتا کیا؟"

"بنا سکتے ہو، بس کچن کا بیڑا غرق نہ کرنا۔"التمش نے ریموٹ سے ٹی وی آف کیا۔

"کیا بناؤں؟"ہاشم سوچنے لگا اور ساتھ ہی التمش کی رائے مانگی۔

"مجھے کیا پتہ، جو تم بنا سکتے ہو وہ بنا لو۔"

"چلو بریانی بناتے ہیں۔"ہاشم نے فوراً کہا۔اُس نے کل رات کو بریانی کھائی تھی اور آج دِن میں بھی۔ مگر وہ بھی اُن لوگوں میں سے تھا جو ساری زندگی بریانی کھا سکتے ہیں۔ بریانی اُس کی پہلی محبت تھی۔

"بناتے ہیں کا کیا مطلب۔ بناتا ہوں کہو۔ تم اکیلے بنا رہے ہو، مجھے کوئی شوق نہیں ہے عورتوں کی طرح کچن میں گھسنے کا۔"وہ صاف انکار کر چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاشم کو کوکِنگ کرنا پسند تھی۔ کبھی امی گھر نہ ہوتی تو وہ کچھ نہ کچھ نیا بنا لیا کرتا تھا مگر اپنی موجودگی میں وہ اُس کو کچن میں جانے کی اجازت نہیں دیا کرتی تھیں۔ آج اُس کے پاس موقع تھا۔

"اب مجھے سامان تو لا کر دے ہی سکتے ہو نا۔ مجھے یہاں کی دُکانوں کا نہیں پتہ۔" ہاشم نے اس کی منت کی۔

"چِکن فریج میں رکھا ہے، باقی سامان کا باورچی سے پوچھ لو۔" ہاشم مزید کچھ کہے بِنا وہاں سے آ گیا۔ باورچی نے اُسے سارے مصالحے نِکال کر دے دیے۔ ہاشم نے اُس کو بھی جانے کا کہا۔ کیوں کہ اسے مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ پوری توجہ کے ساتھ کھانا بنانا چاہتا تھا۔

ڈیڑھ گھنٹے بعد بریانی کی خوشبو سارے گھر میں پھیل گئی۔ ہاشم کا کام صرف بنانا تھا۔ اب وہ باہر آ کر التمش کے ساتھ بیٹھا تھا، اور باورچی اُن کی بریانی لا رہا تھا۔

"آپ بھی ضرور کھائیے گا اور مجھے بتائیے گا کہ کیسی بنی۔" وہ واپس جانے لگا تو ہاشم نے اُن

سے کہا۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر واپس چلا گیا۔

"ارے بھئی، دِل چاہ رہا ہے کہ تُمہارے ہاتھ چُوم لوں۔" التمش نے بریانی کا پہلا چمچ لیا تو اش اش کر اٹھا۔

"اگر تمہیں کبھی مستقبل میں نوکری نہ ملے تو میرے گھر آجانا، باورچی کی جگہ ہمیشہ تمہاری منتظر رہے گی۔" التمش نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ابھی تو تم نے صرف میرے ہاتھ کی بریانی کھائی ہے لڑکے۔" ہاشم نے فخر سے جتایا۔

"اور کیا بنا سکتے ہو تم؟" التمش نے دلچسپی سے پوچھا۔

"جب تک فون اور یوٹیوب میرے پاس ہے، تب تک دنیا کی ہر چیز۔" التمش کو اس پر حیرانی ہو رہی تھی۔

کھانا کھانے کے بعد دونوں کافی دیر تک اکٹھے بیٹھ کر باتیں کرتے رہے، بارہ بجے کے قریب وہ اُٹھ کر اپنے کمرے میں آیا اور چارجر نکالنے کے لئے اپنا ہینڈ کیری کھولنے لگا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

رات تک وہ ماں اور مائرہ کے پاس ہی رُکا رہا تھا۔ وہاں سے رات کی چائے پی اور نِکل آیا۔ واپس آتے وقت راستے میں رُکا، گاڑی سے نِکل کر سڑک کے کِنارے جا کھڑا ہوا اور جیب سے سِگار نکال کر لگایا۔

وہ تھوڑی دیر وہیں کھڑا رہا۔ آسمان کو دیکھتے ہوئے ایک دُھند اُس کی آنکھوں کے سامنے چھانے لگی اور وہ دُھند دیکھتے ہی دیکھتے ساڈھے چار سال پہلے کے ایک منظر میں بدل گئی۔

"کیوں کیا آپ نے میری ماں کے ساتھ ایسا؟ اگر اِتنا ہی مسئلہ تھا، تو شادی کر کے اُن کی زندگی برباد کیوں کی؟ آپ تو اُن کو چھوڑ گئے، مگر میرے نام کی بیڑی اُن کو پہنا گئے اور پھر کبھی خبر تک نہیں لی کہ ہم زندہ بھی ہیں یا مر گئے۔"

"مجھے تم میں اور تمہاری ماں میں نہ کل کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی کبھی ہو گی۔ تم لوگ اپنی زندگی جیو اور مجھے میری زندگی جینے دو۔"

"مگر مجھے آپ میں اور آپ کے گھر میں دلچسپی ہے۔ اگر میں یہاں تک پہنچ سکتا ہوں تو آپ کے بچوں تک بھی پہنچ جاؤں گا۔" احد نے اُن سے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں لگتا ہے کہ میں تُمہیں اتنی آسانی سے وہاں تک پہنچنے دوں گا؟ نکلوں یہاں سے، اِس سے پہلے کے مجھے گارڈز کو بُلانا پڑے۔"

وہ دُھند آنکھوں سے ہٹتی گئی اور احد نے دیکھا کہ وہ وہیں سڑک کے کنارے کھڑا ہے۔ اُس نے سِگار دور اُچھالا اور واپس گاڑی میں آبیٹھا۔ البتہ دماغ ابھی تک کہیں اور ہی اُلجھا تھا۔ ذہن سے ساری سوچوں کو جھٹکنے کی کوشش کرتے اُس نے کار سٹارٹ کی، مگر پھر بھی وہی سوچیں ذہن میں گھوم رہی تھیں۔ اگر چار سال پہلے وہ اُن سے نہ ملا ہوتا تو شاید آج سب مختلف ہوتا۔

وہ ڈرائیو کر رہا تھا جب اُس کے موبائل پر کسی کا میسج آیا۔ اُس نے ایک ہاتھ سے فون پکڑ کر دیکھا، تو ہاشم نے ایک تصویر بھیجی تھی۔

جس کے ساتھ کیپشن میں لکھا تھا "میں نے بنائی ہے، کھانی ہے تو آجائیں۔" احد نے میسج دیکھا اور نہ چاہتے ہوئے بھی ہلکا سا مُسکرا دیا۔ اس نے ساتھ ہی اُسے فون لگایا۔ جو وہ فوراً ہی اٹھا چکا تھا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے ہاشم کی آواز سُنائی دی۔

"میں نہیں جانتا تھا کہ تم گُک بھی ہو۔" احد نے فون بلیو ٹوتھ سے کنیکٹ کرتے ہوئے کہا۔

"بس کبھی کبھار کوکِنگ بھی کر لینی چاہیے۔" ہاشم نے معمولی سا جواب دیا۔

"کل کب آؤ گے؟ پانچ بجے تک تو میں آفس میں ہوتا ہوں۔" احد نے پوچھا۔

"سامان آپ کے گھر رکھ کر سیدھا آفس ہی آجاؤں گا۔"

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا، اوکے ابھی میں ڈرائیو کر رہا ہوں پھر بات کریں گے۔" اتنا کہہ کر اُس نے فون کاٹ دیا اور باقی کے میسجز دیکھنے لگا۔ کسی میسج کو اوپن کیا اور اُسے جواب دینے لگا۔ اُس کے انگوٹھے کی حرکت اسکرین پر جاری تھی۔ وہ موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ اُس کی ساری توجہ فون پر جمی ہوئی تھی۔ گاڑی رواں دواں تھی، دور سے ایک ہارن کی آواز سنائی دی۔ احد نے ایک لمحے کو سر اٹھا کر سامنے دیکھ، سب ٹھیک لگا۔ پھر نظریں واپس فون پر جم گئیں۔ اُس نے بے دھیانی میں پیغام مکمل کرنے کی کوشش کی۔

سب کچھ پلک جھپکتے میں ہوا۔

ایک تیز روشنی ہیڈ لائٹس نے اچانک اُس کی آنکھوں کو چندھیا دیا۔

ہارن کی چیختی ہوئی آواز قریب آتی گئی۔

"اوہ شٹ۔" احد کا فون ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا۔ اُس کے ہاتھ سٹیرنگ کی طرف لپکے مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔

گاڑی ایک جھٹکے سے مڑی۔ ٹائروں کی چیختی ہوئی آواز۔

دھڑام!۔

گاڑی کی باڈی کہیں کسی چیز سے ٹکرائی۔ شیشے کے چکنا چور ہونے کی آواز اُس کے کانوں میں گونجی۔ گاڑی گھومتی رہی اور پھر مسلسل خاموشی۔

احد کی پلکیں آہستہ سے کھلیں۔ اُس کا سر بھاری تھا، ہلکی سی چبھن محسوس ہو رہی تھی۔ ہونٹوں پر خون کا ذائقہ پھیلا ہوا تھا۔ اُس نے جھک کر دیکھا، شیشے کے ٹکڑے ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔ موبائل اُس کے پاؤں کے پاس گرا پڑا تھا۔ اسکرین پر اُس کا نامکمل میسج ابھی بھی روشن تھا۔ اس پر ایک دراڑ پڑ چکی تھی۔ کیا ہوتا اگر وہ یہ جواب گھر پہنچ کر

دے دیتا۔

اُسے اپنی آس پاس بہت سے لوگ دیکھائی دیے، کوئی ایمبولینس کو فون کرنے کا کہہ رہا تھا، تو کوئی احد سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ بولتا رہے۔ مگر اُس کی آنکھوں کے سامنے دُھند چھا رہی تھی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ دُھند کالی اندھیری رات میں بدل گئی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ساڑھے پانچ سال قبل...

"شرط یہ ہے کہ آپ شادی کے بعد بھی میرے ساتھ ہی رہیں گی۔"

مسرت نے فوراً پلکیں جھپکیں اور بنا کچھ کہے اٹھنے لگیں۔ مائرہ نے تھوڑا سا آگے بڑھ کر اُنہیں مخاطب کیا، آواز میں خفیف لرزش تھی۔

"تب کی تب دیکھی جائے گی۔" مسرت نے جیسے ناک سے مکھی اڑائی ہو، نظروں میں بے نیازی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تب کی تب نہیں، بلکہ اب ہی دیکھی جائے گی۔" مائرہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

مسرت پلٹی نہیں، بس دروازے کی سمت قدم بڑھا دیے۔ مگر مائرہ نے لمحے بھر میں آگے آ کر اُن کا راستہ روک لیا۔ ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ وہ دونوں آمنے سامنے تھیں، ایک سوال بن کر، ایک جواب بن کر۔

"ماں، آپ کچھ چھپا رہی ہیں؟" مائرہ کے سینے میں ایک عجیب دباؤ سا اُٹھا۔ دل نے دھڑک کر کوئی اشارہ دیا۔ مگر اس نے فوراً اپنے سر کو جھٹک دیا، ایسا نہیں ہو سکتا۔

"میرے کمرے میں آؤ۔" مائرہ نے سائیڈ ہٹ کر راستہ دیا اور خاموشی سے راستہ دیا۔

مسرت کے کمرے میں ایک پُرانی مگر مانوس سی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ چھوٹا سا کمرہ مگر ایسا جیسے ہر دیوار پر وقت رک سا گیا ہو۔ سامنے ایک بڑا سا بیڈ تھا، جس پر اکثر وہ دونوں اکٹھے سویا کرتی تھیں۔ لیکن جب مائرہ کو پڑھائی کرنی ہوتی تو وہ اپنے کمرے میں چلی جاتی۔ جہاں صرف وہ اور اُس کی کتابیں ہوتی تھیں۔ یوں لگتا جیسے مائرہ کا کمرہ اُس کا قلعہ تھا اور

ماں کا کمرہ اُس کا گھر۔ چار کمروں کا یہ چھوٹا سا گھر اُن دونوں کی کہانی تھا۔ ایک گیسٹ روم، ایک چھت پر بکھرے پرانے سامان کا کمرہ اور دو زندہ دل کمرے جن میں خواب بستے تھے۔

مسرت نے اُسے بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ مائرہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ مسرت بھی اُس کے برابر بیٹھ گئیں۔ سائیڈ ٹیبل سے ایک پُرانی تصویر اٹھائی۔

سات، آٹھ برس کی مائرہ، معصوم، مسکراتی۔

وہ تصویر پر نرمی سے ہاتھ پھیرنے لگیں، جیسے لمس سے وقت واپس آسکتا ہو۔

"تمہارے ابا کے انتقال کو تیرہ سال ہو گئے مائرہ۔ تب تم اتنی سی تھی۔" انہوں نے تصویر مائرہ کی طرف کی اور اس کے چہرے پر تھوڑی دیر تک خاموشی سے نظریں رکھیں۔

"اور تب سے آج تک میں ایک اُمید پر جی رہی ہوں اور وہ اُمید تم ہو مائرہ۔ کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ اُس کی اُمید ٹوٹے۔ مگر اِس اُمید کو جوڑے رکھنے کے لیے انسان کو مضبوط ہونا پڑتا ہے اور تمہاری شادی کر کے میں خود کو مضبوط کرنا چاہتی ہوں۔ تاکہ تم کبھی ٹوٹ نہ

سکو۔"ان کا لہجہ ہلکی نمی سے بوجھل ہو چکا تھا۔ جیسے وہ کوئی بوجھ مائرہ کے کاندھوں پر رکھنا نہیں بس اُس سے اُتارنا چاہتی ہوں۔ مائرہ خاموش رہی بس اُنہیں دیکھتی رہی۔ جیسے پہلی بار ماں کو مکمل پڑھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

ہوا میں نمی تھی اور بارش تھمنے کے بعد سڑک کنارے بنے چھوٹے سے ڈھابے کے کونے والی میز پر مصطفٰی اور احد بیٹھے تھے۔ ڈھابے کی چھت سے پانی اب بھی قطرہ قطرہ گرتا، پلاسٹک کی کرسیوں پر چپ چپاہٹ چھوڑ جاتا۔ سامنے رکھی ایش ٹرے میں دو سگریٹ کی راکھ ڈھیر ہو رہی تھی۔

مصطفٰی نے تیسری بار سگریٹ سلگایا، ایک لمبی کش لی اور پھر دھواں آسمان کی طرف چھوڑ دیا، جیسے اپنے اندر کی الجھنیں باہر نکال رہا ہو۔

"کب چھوڑو گے یہ عادت؟" احد نے کہنی میز پر ٹکاتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"میرے پاس کچھ نہیں بچا احد... نہ کوئی گھر، نہ خاندان... سگریٹ اور تمہارے علاوہ کچھ

نہیں ہے میرے پاس۔" مصطفٰی نے نظریں اپنے ہاتھ میں پکڑے سگریٹ پر مرکوز کرتے جواب دیا۔

"تو کیا مطلب؟ کوئی تیسرا نہیں آسکتا؟ جیسے... تم سمجھدار ہو۔" احد نے شوخی سے کہا۔
مصطفٰی ہلکا سا مسکرایا، پھر سگریٹ کی راکھ جھاڑی۔

"علیزے کے بارے میں کیا خیال ہے؟" احد نے تنگ کرنے کے انداز میں کہا۔

"یار وہ بُری نہیں ہے۔ میں اُس کی نفسیات سمجھ چکا ہوں۔" مصطفٰی نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"میں نے پرسوں کے بعد اُس سے رابطہ نہیں کیا۔ اگر وہ تمہاری بتائی گئی بات کا اعتراف کرلے تو میں کیا کروں گا؟" وہ قدرے فکرمند نظر آرہا تھا۔

"تو کیا ساری زندگی اُس سے رابطہ نہیں کرو گے؟" مصطفٰی نے پہلو بدلتے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔"

"احد!... تمہیں اُس سے دوستی ہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ وہ تم سے بات نہیں کر رہی، مگر پچھلے دو دن سے وہ مجھ سے رابطے میں ہے۔ دو دن اُس سے بات کر کے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ

اتنی بُری بھی نہیں ہے اور وہ تم میں میری سوچ سے زیادہ ہی دلچسپی دکھا رہی ہے۔"

"تمہاری سوچ؟ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"میرے ذہن میں جو بھی ہوتا ہے وہ صرف میرے ذہن میں ہی رہتا ہے۔ مجھے انتظار تھا کہ کب علیزے تم سے یہ بات کرے گی۔ اتنا تو تم مجھے جانتے ہو کہ میں کسی سے کچھ شئیر نہیں کرتا۔" وہ لمحے بھر کو رُکا۔

"تم سے بھی نہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تم پر بھرسہ نہیں کرتا۔ مجھے خود سے زیادہ تم پر بھروسہ ہے، مگر یہ میری عادت ہے۔"

"اتنی لمبی تقریر دے کر اگر تم سمجھ رہے ہو کہ میں تمہاری شادی کی بات بھول جاؤں گا تو تم غلط ہو۔" احد نے اُسے واپس پہلے والے موضوع پر لانا چاہا۔

"یہ نہیں ہو گا۔ ابھی تو بالکل نہیں ہو گا۔"

"وجہ کیا ہے؟"

"مجھے کچھ ضروری کام نپٹانے ہیں، کچھ اُدھار چُکانے ہیں۔ اس سے پہلے ان سب باتوں کا سوچنا

میرے بس میں نہیں۔"

"تم ہمیشہ یہی کہتے ہو، 'ضروری کام'۔ مگر کبھی بتاتے نہیں کہ یہ کام کیا ہے؟" احد نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ راز ہے احد اور راز وہی ہوتا ہے جو بس ایک دل میں دفن ہو۔ دو لوگوں کو بات معلوم ہو جائے تو میری نظر میں وہ راز نہیں رہتا۔" مصطفیٰ نے سگریٹ کا ایک اور کش لیا اور نظریں دھند میں چھپی روشنیوں پر جما دیں۔

احد خاموش ہو گیا۔ اس نے مصطفیٰ کی آنکھوں میں کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر وہاں صرف دھواں تھا وقت کا، دکھ کا، اور ان راہوں کا جن پر مصطفیٰ اکیلا چل رہا تھا۔

"کبھی کبھار لگتا ہے تم دنیا سے نہیں، خود سے چھپ رہے ہو۔"

"خود سے چھپنے کے لیے تو آئینہ بھی نہ دیکھوں۔ مگر جب ہر چہرہ، ہر عکس اُس ایک لمحے کی یاد دلا دے... تو بندہ کیا کرے؟" مصطفیٰ کی آنکھوں میں نمی جھلکی، مگر آواز میں نرمی نہ آئی۔

"آنٹی اور داؤد... اُن دونوں کی زندگی اتنی ہی لکھی تھی، مصطفیٰ۔" احد نے لمحہ بھر خاموشی میں اُس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی، پھر دھیرے سے بولا۔ مصطفیٰ نے نظریں اٹھا کر احد کو دیکھا مگر کچھ نہ بولا۔

"مگر تم... تم تو اب بھی زندہ ہو۔" احد نے نرمی سے کہا۔ "تمہیں خود کو کس بات کی سزا دے رہے ہو؟ اُن کے جانے کی؟ یا اپنی بے بسی کی؟"

مصطفیٰ کی پلکیں جھپکیں جیسے کوئی بھولا ہوا منظر پلکوں کے پردے پر اُبھر آیا ہو۔

"میں نے وعدہ کیا تھا اُن سے اور خود سے بھی۔ تم جانتے ہو..." وہ بولتے بولتے خاموش ہو گیا۔ جیسے زبان کھول دینے سے راز آزاد ہو جائے گا۔ "میں اُن کے بغیر نہیں جی سکتا۔" چند لمحے خاموش رہنے کے بعد مصطفیٰ نے مدھم آواز میں کہا۔

"اور اگر وہ یہ چاہتے ہوں کہ تم جیو؟" احد نے کرسی پر سیدھا ہو کر اُس کے سامنے ہاتھ رکھا۔ "کیا تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری ماں، تمہارا بھائی چاہتے تھے کہ تم خود کو اس طرح ختم کر دو؟"

"میں اُس کا صرف بڑا بھائی ہی نہیں، باپ بھی تھا۔" مصطفیٰ نے بے ساختہ آنکھیں بند کر لیں

اور دھیمے لہجے میں کہا۔

"میری ماں نے مرنے سے پہلے بس اتنا کہا تھا کہ مصطفٰی اگر کبھی سچ کا سامنا ہو تو ڈرنا مت اور اپنے حق کے لئے لڑنا اور داؤد..." اُس نے اپنی آنکھیں موند لیں۔ "داؤد کو کچھ کہنے کا وقت ہی نہیں ملا۔"

"لیکن احد اگر سامنے والا طاقتور ہو تو ہم کیسے اپنے حق کے لیے لڑ سکتے ہیں؟"

"مصطفٰی، مومن اللہ کی ذات کی علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ تم اللہ کو اپنا دوست بناؤ۔ میں جانتا ہوں کہ جو تمہارے دماغ میں ہے وہ تم مجھے نہیں بتانا چاہتے۔ مگر اللہ تو پہلے سے جانتا ہے نا؟ میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا، مگر تم اللہ سے تو مدد مانگ سکتے ہو نا۔" سانس لینے کے لئے وہ لمحے بھر کو رُکا۔ "مگر اتنا یاد رکھنا کہ زندگی کے ہر موڑ پر احد سلطان تمہارے ساتھ کھڑا رہے گا۔"

"میرا راستہ کانٹوں سے بھرا ہے احد۔"

"تم راستہ بدل لو۔"

"میں اُس راہ پر ہوں جہاں سے لوٹنے کا کوئی موڑ نہیں۔"

"تو کب تک؟ کب تک اس دھوئیں میں جلتے رہو گے؟ کب ایک اور کش تمہاری بے حسی کو مٹا دے گا؟ یا کب وہ کام پورا ہو گا، جسے تم 'ضروری' کہتے ہو؟"

"جس دن میرے اندر کا شور ختم ہو گیا، احد۔ اُس دن شاید میں جی پاؤں گا۔ مگر اُس دن تک۔۔۔ مجھے جلنے دینا، مت بجھانا۔"

مصطفیٰ کے لفظ کم تھے مگر اُس کے اندر ایک پوری جنگ چل رہی تھی۔ جس کا انجام صرف وہی جانتا ہے یا شاید وقت۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

مائرہ اور احد کی ملاقات کو کچھ دن بیت چکے تھے۔ اُن دونوں کے درمیان بات چیت کا سلسلہ رُکا نہیں۔ بلکہ "آپ" سے "تم" تک کا فاصلہ آہستہ آہستہ مٹتا گیا۔ لفظ بدلتے گئے، لہجہ نرم پڑتا گیا اور اجنبیت کی دیوار دھیرے دھیرے گرنے لگی۔

مسرت اور فریدہ بیگم کی خواہش تھی کہ اب اس تعلق کو جلد از جلد ایک نام دیا جائے، ایک

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

محفوظ رسمی نام۔ اسی لئے صبح فریدہ بیگم کی کال آئی۔ ان کی آواز میں نرمی بھی تھی اور جلدی بھی۔ اُنہوں نے بتایا کہ احد کچھ ہفتوں کے لیے شہر سے باہر جا رہا ہے ایک اہم کام کے سلسلے میں۔ ایسے میں اُن کی خواہش تھی کہ جانے سے پہلے نکاح ہو جائے۔ تاکہ بات صرف ملاقات تک محدود نہ رہے بلکہ رشتہ باضابطہ بن جائے۔

مائرہ کی ماں پہلے ہی اس بات پر آمادہ تھیں بلکہ کچھ دن قبل وہ خود یہ تجویز فریدہ بیگم کے سامنے رکھ چکی تھیں کہ منگنی جیسے غیر ضروری رسم سے بہتر ہے کہ نکاح کر دیا جائے اور رخصتی تب ہو جب دونوں چاہیں۔

اس تجویز میں سب کو آسانی دکھائی دی۔ مائرہ بھی خاموشی سے مان گئی۔ ایک نکاح ہی تو تھا... ابھی صرف نکاح۔ کوئی رخصتی نہیں، کوئی بارات نہیں۔ بس ایک قلم، ایک قبول ہے اور دو دلوں کے درمیان ایک بندھن۔ یوں طے ہوا کہ دو دن بعد احد اور مائرہ کا نکاح ہونا تھا۔

Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

کافی مشین کی آواز ہلکے ہلکے سنسان کیفے میں گونج رہی تھی۔ دن ڈھل چکا تھا۔ اندھیرے میں بجھتی روشنیوں کے بیچ کیفے کے کونے میں صرف ایک ٹیبل پر چراغ جل رہا تھا۔ کاؤنٹر کے پیچھے مصطفیٰ سفید شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک موڑے چپ چاپ اپنا روز کا معمول نمٹا رہا تھا۔ وہ آج کچھ زیادہ خاموش تھا۔ جیسے کسی آہٹ کا انتظار ہو۔

اچانک دروزہ کھلا اور احد اندر داخل ہوا۔ جوتے کی ایڑیاں فرش پر ہلکی سی آواز کے ساتھ پڑیں۔ اُس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا سفید، صاف، اور بظاہر بے ضرر۔ مگر جو لوگ دلوں کے مسافر ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بعض سفید لفافے بھی پہاڑ ہوتے ہیں۔

"اب بھی ویسا ہی کیفے ہے۔" احد کی آواز میں وہی پرانا مانوس پن تھا۔ مصطفیٰ نے گردن موڑ کر دیکھا۔ چہرے پر مسکراہٹ نہیں آئی۔

"بس کافی کی خوشبو تھوڑی کمزور ہو گئی ہے اور لوگ کچھ زیادہ۔" اُس نے کاؤنٹر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اُس کے بعد احد آگے بڑھا، آہستہ سے کرسی کھینچی، بیٹھا، اور لفافہ

میز پر رکھا۔

"میرا نکاح ہے۔ دو دن بعد اور تمہیں آنا ہے۔" مصطفیٰ کی نظریں لفافے پر جمی رہیں۔ وہ چند لمحے کچھ نہ بولا پھر دھیرے سے سیدھا ہو کر سامنے آیا۔ دونوں ہاتھ کاؤنٹر پر ٹکائے۔

"اس کے لئے لفافہ لانے کی کیا ضرورت تھی؟" اُس نے احد پر نظریں جما کر پوچھا۔

"یقین مانو تم وہ واحد انسان ہو جس کے لئے میں لفافہ لایا ہوں۔" احد نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"کیونکہ مجھے تمہارے آنے کی اُمید نہیں تھی۔ سوچا شاید لفافہ دیکھ کر تم آجاؤ۔" احد نے شانے اچکا کر کہا اور لفافے کی جانب اشارہ کیا۔ مصطفیٰ لفافے کو تھام کر کھولنے لگا۔ لفافے میں سے ایک سفید کاغذ نکلا جس پر لکھی سطر کو دیکھ کر وہ مسکرایا مگر پھر لب سنجیدگی میں ڈھل گئے۔

"میں نہیں آسکتا۔" اُس نے کاغذ کو واپس لفافے میں ڈالتے کہا۔ احد کا چہرہ ایک لمحے کو سن ہو گیا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میرا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا۔"

"چھ مہینے ہو گئے مصطفٰی۔ تم ہر بار یہی کہتے ہو۔ وہ 'ضروری کام'، کیا ہے آخر؟" احد نے خفگی چھپانے کی کوشش کی مگر اُس کے لہجے میں دکھ شامل ہو گیا۔

مصطفٰی کرسی پر بیٹھا، سگرٹ جلایا، دھواں سانس میں کھینچا اور نیم تاریکی میں چھت کو دیکھنے لگا۔

"یہ کام وہی ہے جو میرے ہونے کی وجہ ہے۔ جب تک وہ مکمل نہ ہو جاتا تب تک میں کسی خوشی میں شریک نہیں ہو سکتا۔ نہ اپنی، نہ تمہاری۔"

"آنٹی اور داؤد کی زندگی اتنی ہی تھی مصطفٰی۔ تم خود کو جینے سے کیوں روک رہے ہو؟ وہ دن ختم ہو چکے ہیں۔ یہ نیا باب ہے۔" احد نے سر جھکایا، پھر کہا۔ وہ ہمیشہ اُس سے یہی بات دُہراتا تھا کہ اُس کی ماں اور بھائی کی زندگی اتنی ہی تھی۔ مصطفٰی نے سر ہلایا لیکن ہنسی جیسے کسی پرانی قبر سے نکلی۔

"میں وہ کردار ہوں جو کتاب کے پچھلے صفحے پر اٹک گیا ہے احد۔ تم نے اگلا باب کھول لیا، یہ خوشی ہے، پر میں... میں ابھی وہیں ہوں۔ جہاں صرف میں رہ گیا ہوں۔"

احد خاموش رہا۔

"میں نہیں آؤں گا۔" مصطفیٰ کی آواز میں تھکن نہیں بلکہ اٹل فیصلہ تھا۔

"تم چاہتے ہو کہ میں اپنی زندگی کا سب سے اہم دن تمہارے بغیر گزار دوں؟" احد کی آواز اب دھیمی تھی جیسے کسی مان کی آخری سیڑھی۔

"کبھی کبھی کچھ غیر حاضریاں کسی کی خوشی ہوتی ہیں۔ وہاں کسی کی ماں آئی ہو گی، کسی کا بھائی آیا ہو گا۔" مصطفیٰ نے سگرٹ کا کش لیا، پھر آنکھیں بند کر کے کہا۔ "مجھ میں اب اتنی ہمت نہیں رہی احد کہ دوسروں کے پاس وہ رشتے دیکھوں، جن سے میں محروم ہوں۔ یہ چیز مجھے حاسد بنا رہی ہے۔"

احد کرسی سے اٹھا، لفافہ واپس نہیں لیا۔ اُس نے صرف مصطفیٰ کو دیکھا، لمبے لمحے تک۔

پھر دروازہ کھلا، ہلکی سی ہوا اندر داخل ہوئی اور احد خاموشی سے باہر نکل گیا۔

"ہمیشہ خوش رہو، احد۔" مصطفیٰ نے دھواں فضا میں چھوڑا، اور زیرِ لب کہا۔ "میری دعا ہے کہ میں کبھی تمہاری خوشیوں کا حاسد نہ بن جاؤں۔"

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

کراچی جیسے بڑے شہر میں روزانہ نا جانے کتنی شادیاں ہوتی ہوں گی۔ کتنے ہی گھر سجتے ہوں گے اور اُن ہی سجے گھروں میں آج ایک گھر مائرہ کا بھی تھا۔

مگر اُس کا "گھر" آخر کون سا تھا؟ جہاں وہ جا رہی تھی یا جہاں سے جا رہی تھی؟ جہاں اُس نے زندگی گزاری یا جہاں زندگی گزارنی تھی؟ رہنے کو تو دونوں گھر اُسی کے تھے، مگر کہنے کو ایک بھی نہیں۔

فریدہ بیگم کی خواہش تھی کہ مائرہ پارلر سے تیار ہو۔ مگر مائرہ کو نہ اُس چمک میں دلکشی نظر آتی تھی نہ بناؤ سنگھار میں خوشی۔ وہ اُن لڑکیوں میں سے نہیں تھی، جو آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر میک اپ کے ہر رنگ سے خود کو تسلی دیتی ہیں۔ وہ تو بنا میک اپ کے ہی خود

Clubb of Quality Content

کو مکمل سمجھتی تھی۔ البتہ لباس میں وہ کبھی سمجھوتا نہیں کرتی تھی۔

پھر بھی فریدہ بیگم کی خوشی کی خاطر آج وہ پارلر چلی گئی۔ نکاح کا فنکشن مسرت کے گھر پر ہی رکھا گیا تھا۔ احد اور فریدہ بیگم وقت پر پہنچ چکے تھے۔ چند محلے دار اور فریدہ بیگم کے قریبی رشتہ دار بھی موجود تھے۔ اُن کی ایک بڑی بہن تھیں جو آسٹریلیا سے واپس آئی تھیں۔ اُن کے دو بیٹے اپنی اپنی زندگیوں میں مستحکم تھے۔ مائرہ ابھی تک پارلر سے نہیں آئی تھی۔ فریدہ بیگم کے بھانجے کی بیوی اُس کے ساتھ تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں گھر کے باہر ایک سیاہ گاڑی آ کر رکی۔ دروازہ کھلا اور مائرہ اتری۔ چند لمحوں تک وہ وہیں کھڑی رہی۔ اُس گھر کو دیکھتی رہی... جہاں شاید اُس کے آخری دن تھے یا شاید آخری مہینے۔ گھر کے باہر چھوٹا سا لان تھا جہاں آج رونق سی لگی ہوئی تھی۔ سامنے اسٹیج پر فریدہ بیگم اور احد بیٹھے تھے اور ایک ہی شخص تھا جو اُس کے انتظار میں کھڑا تھا، اُس کی ماں۔ مائرہ کو دیکھتے ہی مسرت لپک کر اُس کی طرف بڑھیں۔ فریدہ بیگم بھی اسٹیج سے

نیچے آ گئیں۔

"اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم پارلر سے تیار ہو کر اتنی پیاری لگو گی تو میں کبھی تمہیں وہاں نہ جانے دیتی۔ میں نہیں چاہتی کہ میری بیٹی کو کسی کی نظر لگے۔" فریدہ بیگم کی آواز میں خالص محبت تھی،، خالص ممتا۔

"اللہ میری بیٹی کو ہمیشہ خوش رکھے اور نظر بد سے بچائے، آمین۔" مسرت نے ماتھا چوما جیسے اُس پل کو روک لینا چاہتی ہوں۔

مائرہ جب اسٹیج کی طرف بڑھی تو احد اُسے آتا دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ ابھی وہ اُس کی بیوی نہیں تھی۔ سو سب کے سامنے ہاتھ پکڑ کر سٹیج پر لے جانا مناسب نہ تھا۔ وہ فریدہ بیگم کے ساتھ ہی آگے بڑھتی گئی۔

سفید جوڑے میں ملبوس، قدموں میں ہیلز، جو اُسے مزید بلند قامت دکھا رہی تھیں۔ احد خود بھی دراز قد تھا، مگر آج وہ دونوں جیسے برابری پر آ گئے ہوں۔

قدم، نظر، فاصلہ سب برابر۔

اُس کے بال کرل کیے گئے تھے، ماتھے پر سنہرا ٹیکہ چمک رہا تھا، کانوں میں جھمکے، گلے میں ہار، ہاتھوں میں مہندی، کلائیوں پر گجرے۔ اور آنکھوں میں وہ سوال جو صرف دل کے مسافر پڑھ سکتے ہیں۔

احد نے سفید شلوار قمیض پہنی تھی، سفید واسکٹ، ہلکی سی خوشبو اور کلائی پر ایک گھڑی۔ شاید وقت کا سامنا کرنے کے لیے۔

مائرہ آ کر سٹیج پر بیٹھ گئی۔ اُس کے فوراً بعد احد بھی بیٹھ گیا۔ احد نے اُسے آتے دیکھا مگر ابھی وہ اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُن کے درمیان سفید پھولوں کی دیوار تھی جو وہ چاہ کر بھی وقت سے پہلے عبور نہیں کر سکتا تھا۔

"اب اور کتنا انتظار کرنا ہو گا؟" احد نے دھیرے سے پوچھا۔ اس وقت اُن کے آس پاس کوئی نہیں تھا۔

"جہاں اتنا کر لیا وہاں کچھ لمحے اور سہی۔"

"صدیاں گزارنا آسان ہے، لمحے گزارنا مشکل۔" اُس نے فلمی انداز میں کہا۔

"تو پھر کیوں نہ صدیاں گزار لی جائیں... وہ بھی ساتھ ساتھ؟" یہ آواز فریدہ بیگم کی تھی جو کب سے پیچھے کھڑی سن رہی تھیں۔ احد خاموش ہو گیا اور مائرہ ہنسنے لگی۔

تھوڑی ہی دیر میں مولوی صاحب آ گئے اور اُنہوں نے نکاح پڑھانا شروع کیا۔

"قبول ہے۔" پہلی بار کہنے پر مائرہ کی آنکھوں کے سامنے اپنی گزری زندگی کے سارے حسین لمحے آ گئے۔ جیسے یہ قبولیت اُن کا اختتام ہو۔

"قبول ہے۔" اس بار اُس نے ماں کو دیکھا۔ مسکراتی، دُعائیں دیتی اور تھوڑا بچھڑتی ہوئیں۔

"قبول ہے۔" تیسری بار کہہ کر اُس نے آنکھیں کھولیں اور چاروں اطراف دیکھا۔ کچھ بدلا نہیں تھا۔

لوگ، نہ جگہ، نہ وہ خود...

تو کون کہتا ہے کہ شادی کے بعد زندگی بدل جاتی ہے؟ شاید سب کچھ ویسا ہی رہتا ہے... یا شاید سب بدل جاتا ہے مگر ہم محسوس نہیں کر پاتے۔

"شادی۔" اُس نے زیرِ لب دہرایا۔ ابھی تو صرف نکاح ہوا تھا۔

تو کیا بدلا؟ شاید صرف یہ کہ اب وہ اپنے ہی گھر میں مہمان ہو چکی تھی اور اُس کی نئی زندگی کا پہلا باب شروع ہو چکا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

نِکاح کے بعد سب مہمان کھانا کھانے میں مصروف تھے اور وہ دونوں اسٹیج پر اکیلے رہ گئے تھے۔ درمیان کی دیوار اب ہٹ چُکی تھی۔ احد نے دیکھا کہ مائرہ خاموش اور گُم سُم سی بیٹھی ہے۔

"مسز احد سُلطان!... آپ اِتنی گُم سُم ہو کر کیوں بیٹھی ہیں؟ مجھے تو لگا تھا کہ یہ ہماری زِندگی کا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

خاص دِن ہے۔"اُس نے شرارت اور اپنائیت سے کہا۔مائرہ نے چونک کر اُسے دیکھا اور پھر سر جُھکا لیا۔

"میں بس کُچھ سوچ رہی تھی۔"اُس نے وضاحت دی۔

"میرے بارے میں؟"اُس نے تجسس سے پوچھا۔

"نہیں"اُس نے صاف اِنکار کیا اور احد کو دیکھ کر مُسکرا دی۔

"میں سوچ رہی تھی کہ زِندگی کتنی جلدی گُزر جاتی ہے احد،کل تک میں مائرہ تھی اور آج میں مسز احد بن چُکی ہوں۔"اُسے اپنے نام کی جگہ احد کا"مسز احد"اچھا نہیں لگا تھا۔

"زندگی اِتنی جلدی بھی نہیں گُزرتی مِس مائرہ سُلطان۔بس لوگوں پر اپنا حق جتانا آنا چاہیے آپ کو۔"مائرہ نے اُسکی بات پر مسکرا دی۔

"حق کہاں سے آ گیا بیچ میں؟"اُس نے نرمی سے پوچھا۔

"پہلے حق نہیں تھا پر اب تین بار قبول ہے کہنے کے بعد سب کچھ بدل گیا ہے."احد نے کہا۔

"حق کے ساتھ ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں احد۔" وہ ابھی بھی مسکرا رہی تھی۔

"میں ذمہ داریاں نبھانا جانتا ہوں مائرہ اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی ہر ذمہ داری کو نبھاؤں گا۔"

"وعدے کرنے بہت آسان ہیں نبھانے بہت مُشکل ہوتے ہیں۔ اس لیے وعدے وہی کرنے چاہیے جو نبھا سکیں۔" اُس نے احد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں وعدے نبھانے کا عادی ہوں مائرہ اور تم بھی وقت کے ساتھ جان جاؤ گی" وہ بھی اُس سے نظریں نہیں ہٹا رہا تھا۔

"وقت بتائے گا۔"

"اور جب وقت بتائے گا تو تُم جانو گی کہ یہ فیصلہ کِتنا خوبصورت ہے۔"

"دیکھتے ہیں احد کہ یہ سفر کیسا گُزرتا ہے۔"

"سفر کیسا گُزرے گا، یہ تو نہیں جانتا مائرہ مگر اتنا وعدہ ضرور کر سکتا ہوں کہ تمہیں کبھی اکیلا محسوس نہیں ہونے دوں گا۔ دلوں کے مسافر منزلوں سے زیادہ سفر کا لطف اُٹھاتے ہیں اور

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس سفر میں تم میری ہمسفر نہیں میرا مقدر ہو۔" ہمیشہ اُس کی آنکھوں میں جھانک کر ایسی بات کہا کرتا تھا جس سے وہ خود کو بہت خاص محسوس کرتی تھی۔

مائرہ کی نظریں لمحہ بھر کو جھک گئیں۔ جیسے دل کچھ کہنا چاہتا ہو لیکن زبان کو اجازت نہ ہو۔ مگر دلوں کے مسافر ایسی خاموشیوں کو بھی پڑھنا جانتے ہیں۔

فضا میں خاموشی تھی لیکن وہ خاموشی بوجھل نہیں بلکہ مہربان سی تھی۔ جیسے بارش سے پہلے کی وہ سانس جو زمین کے لمس کو محسوس کرتی ہے

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

نکاح کو ایک ہفتہ بیت چکا تھا۔ احد شہر سے باہر جا چُکا تھا۔ اس دوران اُن کی دو تین بار ملاقات ہوئی تھی۔ اب اُس کی واپسی کے بعد مائرہ کی رُخصتی ہو جانی تھی کیونکہ اب تو وہ ماں کو بھی تنہا چھوڑ کر نہیں جا رہی تھی۔ یہی ایک بات اُسے پریشان کرتی تھی کہ ماں تنہا ہو جائیں گی۔ مسرت نے مائرہ کی بات کو تو جیسے ہوا میں ہی اُڑا دیا تھا۔ مگر احد کے اِصرار پر اُن کے ساتھ رہنے کو مان گئیں۔ سب کُچھ بہت اچھا جا رہا تھا۔ اب وہ مائرہ سے مائرہ سُلطان ہو

چُکی تھی اور اُسے اپنا یہ نیا نام اچھا لگنے لگا تھا۔

"مائرہ، تم خوش ہو نا؟" وہ دونوں بیڈ پر لیٹی تھیں جب ماں نے اُس سے پوچھا۔

"ہاں، خوش بھی اور مطمئن بھی۔" وہ چھت کو دیکھ رہی تھی۔

"مطمئن تو میں بھی ہوں، احد اچھا لڑکا ہے۔" اُنہوں نے مائرہ کی طرف رُخ کیا۔

"ہمم..." وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں بولی۔

"کب تک واپس آئے گا؟" اُنہوں نے رُخ مائرہ کی جانب کرتے پوچھا۔ آنکھیں اُس کے چہرے پر جمی تھیں۔

"ایک ہفتہ تو لگ ہی جائے گا۔" مائرہ نے بتایا۔

"میں چاہتی ہوں کہ اُس کے آتے ہی تمہاری رُخصتی ہو جائے۔" اُس نے ماں کو کہتے سُنا۔

"ماں مجھے بہت نیند آ رہی ہے، گڈ نائیٹ۔" اُس نے رُخ دوسری جانب کر لیا۔

"بات سنو" چند لمحے بیت جانے کے بعد اُنہوں نے پھر سے اُس کو پکارا۔

"اگر تمہارے ماموں کبھی زندگی میں تم سے مِلنے آئیں تو اُنہیں معاف کر دینا۔" نا جانے

اس وقت اُن کو کیا سُوجھی تھی یہ سب کہنے کی۔

"پہلی بات تو یہ کہ وہ کبھی آئیں گے ہی نہیں اور دوسری بات مجھے جتنی نفرت اُن سے ہے اُتنی کسی سے نہیں۔ میں اُنہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی۔ اُن کی وجہ سے آپ کو ایک بار ہارٹ اٹیک آچکا ہے اور آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ کبھی اُن سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گی۔" ایک اُمید تھی اُن کو کہ اُن کا بھائی کبھی تو آئے گا۔ مائرہ نے وہ بھی راکھ کر دی۔

"جو دل نفرتوں کو پال لے وہ محبتوں کو کھو دیتا ہے مائرہ۔ کبھی بھی اپنے دِل کو نفرتوں کا گھر نہ بنانا، اِس سے محبتوں کے راستے بند ہو جائیں گے۔" ماں نے اُس کو نصیحت کی تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ وہ شخص میری نفرت بھی ڈیزرو نہیں کرتا۔" اُس نے بے دھیانی میں کہا۔ اب کی بار ماں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"مائرہ۔" تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے پھر پکارا۔

"جی ماں۔" وہ بس سو ہی رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ مت سمجھنا کہ تم مجھ پر بوجھ ہو۔اس لیے تمہاری جلد از جلد شادی کروانا چاہتی ہوں۔ میں بس چاہتی ہوں کہ تم خوش رہو۔"رات کے اس پہر اُنہیں یہ سب یاد آرہا تھا۔

"جانتی ہوں،ماں۔"اُس نے رُخ موڑ کر اُن کی پیشانی کو چوما۔

"اور اب آپ سو جائیں،وقت کافی ہو گیا ہے۔ورنہ صبح فجر کیلئے اُٹھا نہیں جائے گا۔"

"میں سونا نہیں چاہتی،میں تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"اُن کی آنکھیں یونہی مائرہ کے چہرے پر جمی تھیں جیسے اُس چہرے کو ہمیشہ کے لئے اپنی آنکھوں میں قید کر لینا چاہتی ہوں۔

"کل کریں گے ناماں،ابھی مجھے بہت نیند آرہی ہے۔آپ بھی سو جائیں۔"اُس نے پھر سے رُخ دوسری جانب کر لیا۔اُس کے بعد مسرت نے کچھ نہیں کہا اور وہ سو گئی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

حسبِ معمول اُس کی آنکھ صبح پانچ بجے کھل گئی تھی۔ کمرے میں ہلکی سی ٹھنڈک تھی، کھڑکی بند تھی مگر باہر سے پرندوں کی مدھم آوازیں آرہی تھیں۔وہ آوازیں جو رات کی

خاموشی کو آہستہ آہستہ دن کی آغوش میں لے جا رہی تھیں۔

مائرہ نے اپنی دائیں جانب دیکھا۔ مسرت ابھی تک گہری نیند میں تھیں۔ اُن کے چہرے پر وہی تھکن جھلک رہی تھی جو پچھلے کئی دنوں سے اُن کے ساتھ تھی۔

"شاید رات کو لیٹ سوئی ہوں گی۔" وہ دھیرے سے بڑبڑائی اور لحاف ایک طرف رکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

کمرے سے باہر قدم رکھا تو آسمان پر رات اور دن کی کشمکش جاری تھی۔ افق کے کنارے پر ہلکی سی سنہری روشنی سر اُٹھا رہی تھی، اور رات کی سیاہی بے بس ہو رہی تھی۔ بالکل ایسے ہی جیسے زندگی کبھی کبھار موت کے سامنے بے بس ہو جاتی ہے۔

برآمدے کا فرش ٹھنڈا تھا۔ وہ ننگے پاؤں دھیرے دھیرے چلتی وضو کے لیے گئی۔

ٹھنڈے پانی سے چہرے پر چھینٹے مارے تو آنکھوں سے نیند کا آخری پردہ بھی اُٹھ گیا۔

نماز پڑھی، سجدے میں دیر تک رہی۔ جیسے کچھ مانگنا چاہتی ہو مگر الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

نماز ختم کر کے کچھ دیر وہیں بیٹھی رہی۔ہاتھ کی انگلیاں تسبیح کے دانوں کو بغیر سوچے گنتی رہیں اور نظر باہر لان میں پڑی شبنم پر ٹھہری رہی۔

کچھ لمحوں بعد جب وہ کمرے میں واپس آئی تو ماں اب بھی سو رہی تھیں۔مائرہ خاموشی سے اُن کے قریب جا بیٹھی۔وہ چاہتی تھی کہ اُنہیں نہ جگائے، مگر سورج طلوع ہونے میں تھوڑا وقت ہی رہ گیا تھا۔اُسے معلوم تھا کہ ماں ناراض ہو جائیں گی اگر اُنہیں فجر کیلئے نہ اُٹھایا۔

"ماں،اُٹھ جائیں۔فجر کا وقت گزر رہا ہے۔"اس نے نرمی سے آواز دی۔

پھر ایک بار... پھر کئی بار۔کوئی جواب نہ ملا۔

اُس نے نرمی سے اُن کے کندھے کو چھوا۔

ایک لمحہ... پھر دوسرا لمحہ... اور مائرہ کا جسم سن ہو گیا۔

مسرت کی جلد برف کی طرح ٹھنڈی تھی۔ کپکپاتی ہوئی مائرہ پیچھے ہٹی،اُس کے حلق سے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک دھیمی، گھٹی ہوئی چیخ نکلی۔

جیسے دل کی دھڑکن باہر آ گئی ہو۔ وہ ہڑبڑا کر باہر نکلی۔ سورج اب طلوع ہونے کو تھا مگر اُس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا۔ دوڑتی ہوئی وہ ساتھ والے گھر پہنچی، دروازے پر زور زور سے چوکیدار کو پکارا۔

چوکیدار بھاگا۔ دونوں نے مل کر مسرت کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹایا۔ مائرہ نے سفید شال مضبوطی سے لپیٹی۔ اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور پوری رفتار سے ہسپتال کی طرف روانہ ہوئی۔

Clubb of Quality Content

ہر لمحہ، ہر سانس، ہر دُعا تاریکی میں ٹٹولتے وجود کی طرح ٹھنڈی محسوس ہو رہی تھی۔

ہسپتال کے دروازے پر سب کچھ سلو موشن میں تھا۔ پیرامیڈکس اسٹریچر دھکیل رہے تھے۔ ڈاکٹر لپکتے ہوئے اندر جا رہا تھا۔ نرسیں دوڑ رہی تھیں۔

مائرہ کے دل میں صرف ایک ہی آواز تھی: "یا اللہ، میری ماں کو بچا لے۔" وقت رُک چکا

تھا۔

اب مائرہ وہاں تنہا کھڑی تھی۔ جو ایک رشتہ اُس کا تھا وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔ اور دوسرا؟ دوسرا رشتہ بھی تو تھا اُس کا۔ مگر وہ کہاں تھا؟ کتنے کلومیٹر دور۔ اس وقت وہ چین کی نیند سو رہا ہو گا۔ مگر، مگر فریدہ بیگم تو یہیں تھیں۔ اُس نے اُن کو کال کی اور کچھ ہی دیر میں آنے کا کہہ کر اُنہوں نے فون رکھ دیا ہے۔ احد نے کہا تھا کہ صدیاں گزارنا آسان ہے، لمحے گزارنا مشکل۔ اُس کی مذاق میں کی گئی بات اس وقت مائرہ شدت سے محسوس کر رہی تھی۔ پانچ منٹ گزرے تھے یا پانچ صدیاں، وہ کچھ اندازہ نہ کر سکی۔ اُسے ڈاکٹر کمرے سے نکل دکھائی دیا۔ وہ فوراً اُس کی جانب لپکی۔

"ڈاکٹر میری ماں کیسی ہیں؟" اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے ہمدرد نظروں سے دیکھا۔

"A cardiac arrest happened to her while sleeping"

"کیا وہ ٹھیک ہو جائیں گی؟"اُس نے دل تھام کر پوچھا،حالانکہ دل تو بہت پہلے چھوٹ چکا تھا۔

"She was already dead"یہ الفاظ برف کی طرح اُس کے جسم پر گرے۔

وہ زمین پر گر گئی۔ گرد و نواح کی آوازیں دُھندلا گئیں،چہرے دھند میں چھپ گئے اور آنکھیں بس چھت کو گھورتی رہ گئیں۔نرس اسٹریچر باہر لا رہی تھی۔

ماں کی لاش جیسے کوئی بوجھ نہیں بس جسم کا خالی خول تھا۔مائرہ آگے بڑھنا چاہتی تھی،نرس کو روکنا چاہتی تھی،مگر زبان جیسے بے جان ہو چکی تھی۔اُس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔دماغ میں چیخیوں کا ہجوم تھا مگر لب خاموش تھے۔اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔اس نے قدم اٹھا کر اسٹریچر کے پاس جانے کی کوشش کی،مگر اس کے قدموں نے ساتھ چھوڑ دیا اور وہ وہیں بے سدھ گر گئی۔

ماں جا چکی تھیں۔زندگی کی ہر فکر،ہر ذمہ داری اور ہر دعا سے آزاد ہو چکی تھیں۔

"میں سونا نہیں چاہتی۔"ماں نے رات کو کہا تھا۔وہ سونا نہیں چاہتی تھیں اور مائرہ نے اُنہیں سلایا تھا۔

کاش!وہ لمحہ ٹل جاتا۔کاش!رات لمبی ہو جاتی۔کاش!فجر نہ آتی...

لیکن جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔یہ بات مائرہ کو سمجھنے میں کافی عرصہ لگا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

جب وہ دوبارہ اُٹھی تو وہ اُسی ہسپتال کے ایک بیڈ پر لیٹی تھی۔اُس کے پاس ہی فریدہ بیگم بیٹھی تھیں۔

Clubb of Quality Content

"میں یہاں کیا کر رہی ہوں؟کون لے کر آیا مجھے؟اور کب سے ہوں یہاں؟"اُس نے سوالات کی بوچھاڑ کی۔

"ابھی پندرہ منٹ پہلے جب میں پہنچی تو تم یہیں تھی۔"وہ بس روئے جا رہی تھیں۔

"میں تو ماں کے ساتھ آئی تھی،وہ کہاں ہیں؟"اُسے یک دم ماں یاد آئی۔

"مائرہ بیٹا سنبھالو خود کو، ابھی تمہیں بہت رونا ہے۔" وہ اُٹھ کر اُس کے پاس آئیں اور اُس کے گلے لگ کر رونے لگیں۔ مائرہ کے حواس بھی واپس آ رہے تھے۔ پھر جب وہ پیچھے کو ہوئیں تو مائرہ نے اُن کی آنکھیں دیکھیں۔ شاید وہ پچھلے پندرہ منٹ سے ہی رو رہی تھیں۔ اب وہ دیکھ سکتی تھی۔ وہ جو پہلے خاموش تھی۔ دوبارہ سے اُن کے گلے لگ کے رونے لگی اور اتنا روئی کے ہر کوئی اُسے سُن رہا تھا۔ درختوں پر بیٹھے پرندے بھی، زمین میں چھپے کیڑے بھی اور پانی میں تیرتی مچھلیاں بھی۔

فریدہ بیگم نے اُسے مشکل سے اُٹھایا اور اُس کو لے کر گھر کے لئے نکلی۔ وہ ایمبولینس میں ماں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ یہ اُن کا آخری سفر تھا۔ جو وہ اکٹھا کر رہی تھیں۔

گھر پہنچ کر بھی سارے انتظامات فریدہ بیگم نے ہی سنبھالے تھے۔ کچھ گھنٹوں میں احد بھی پہنچ چکا تھا۔ تب تک جنازے کا وقت ہو چکا تھا۔ مائرہ ایمبولینس میں کچھ نہیں بولی۔ گھر جا کر بھی وہ بس ماں کے سرہانے بیٹھ کر روتی رہی۔ آس پاس کیا ہو رہا تھا وہ محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ اُس کی محسوس کرنے کی حِس ابھی واپس نہیں آئی تھی۔

"تمہارے ماموں اگر زندگی میں تم سے رابطہ کرنے کی کوشش کریں تو اُنہیں معاف

کر دینا۔ "اُس کے ذہن میں ماں کی آواز گونجی، یہ اُن کی آخری خواہش تھی۔ وہ فوراً اندر کو پلٹی، ڈائری سے اُن کا نمبر ڈھونڈا جو ماں نے لکھ رکھا تھا۔ اور ماں کے فون سے ہی اُن کو کال کرنا چاہی۔

ایک، دو، تین... پتہ نہیں اُس نے کتنی کالز کی مگر اُنہوں نے یہ نمبر ہی بلاک کر رکھا تھا۔ شاید ماں یہ کبھی نہیں جان سکی تھیں کہ اُن کا بھائی اُن سے کبھی رابطہ نہیں کرے گا یا پھر وہ ساری زندگی انجان بنی رہیں۔ اُس نے اپنے فون سے وہی نمبر ملایا۔

ایک، دو، تین... تیسری گھنٹی پر فون اُٹھا لیا گیا۔ اُس نے ایک نظر اپنے فون کو دیکھا اور پھر ماں کے فون کو۔ بے تحاشہ آنسو اُس کی رُخسار پر بہہ نکلے تھے۔ اِسی لمحے کا انتظار تھا ماں کو کہ اُن کا بھائی اُن سے بات کرے۔

"ہیلو" ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔ اُن کے پیچھے کافی شور تھا۔ شاید اُن کے بچوں کا۔

"ہیلو ماموں، میں مائرہ ہوں، مسرت کی بیٹی، آپ کی بھانجی۔ ماموں امی..." اُس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی اُنہوں نے فون کاٹ دیا۔ اُس کو ماں کی آخری خواہش یاد تھی کہ

وہ اپنے ماموں سے بات کرے۔ اُس نے بہت کالز کی مگر وہ شاید اِس نمبر کو بھی بلاک کر چکے تھے۔ کوئی آدمی اتنا سفاک کیسے ہو سکتا تھا؟۔ بیس سال گزر گئے۔

کیا ان کو اپنی بہن یاد نہیں آتی تھیں؟

کیا اُن کو انا اپنے رشتوں سے زیادہ عزیز تھی؟

اُسے یاد تھا جب دو سال پہلے اُن کی ماں سے آخری بار بات ہوئی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ ہماری نظروں میں تم ویسے ہی مر چکی ہو اور ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر تم واقعی مر بھی گئی تو۔ اُس کے بعد انہوں نے کبھی ماں کا فون نہیں اُٹھایا تھا۔ وہ دو سال پہلے ہی اُن کو بلاک کر چکے تھے۔ اُسی دن ماں کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور بہت عرصے بعد وہ نارمل زندگی کی طرف لوٹی تھیں۔

اُس دن سے مائرہ کو اپنے ماموں سے شدید نفرت ہوئی تھی۔ کسی ایک شخص کی زندگی دوسرے انسان کے لیے کوئی معنی ہی نہیں رکھتی، یہ بات مائرہ اب دیکھ سکتی تھی۔ ماں مائرہ کی زندگی تھی اور اُن کے بھائی کیلئے بہن کا وجود کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔

"وہ غصے میں ہیں، ناراض ہیں۔ ورنہ میرے مرنے سے اُنہیں کوئی فرق نہ پڑے یہ نہیں ہو سکتا۔ میں اکلوتی بہن ہوں اُن کی۔" مسرت اکثر مائرہ کو سمجھایا کرتی تھیں۔ مگر آج اُن کے بھائی نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ ٹھیک تھے اور مسرت غلط۔ اُنہیں واقعی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

اُس نے کبھی کسی سے زندگی میں اتنی نفرت نہیں کی تھی مگر جس ایک سے کی تھی وہ بے تحاشا تھی۔ اُس نے کبھی خود کو اتنا بے بس اور کسی کو اتنا سفاک محسوس نہیں کیا تھا جتنا وہ آج محسوس کر رہی تھی۔ یہ وہ شخص تھا جو مائرہ کے سامنے آتا تو مائرہ کچھ سوچے سمجھے بغیر اُس کا قتل کر دیتی۔ مگر وہ اُس شخص کو اس قابل بھی نہیں سمجھتی تھی کہ اُس کے بارے میں سوچا جائے۔ اُس نے ڈائری سے وہ صفحہ پھاڑ دیا۔ فون سے بھی نمبر ڈیلیٹ کر دیا۔ آج سے وہ شخص اُس کی زندگی سے جا چکا تھا، ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

پوری رات وہ سو نہیں سکی۔ کب رات بیت گئی، اُسے معلوم ہی نہ ہوا تھا۔ باقی مہمان کل شام کو ہی جا چکے تھے۔ احد بھی رات کو اپنے گھر چلا گیا تھا، یہ کہہ کر کہ وہ صبح ہی آجائے گا۔ اُس کا

سارا سامان اپنے گھر میں پڑا تھا۔ ایک فریدہ بیگم ہی تھیں جو اُس کے پاس تھیں۔ وہ بھی رات کو دیر سے سوئی تھیں۔ مائرہ اُن سے بہت دیر ماں کی باتیں کرتی رہی۔ ماں اُس سے باتیں کرنا چاہتی تھیں، اُسے نصیحتیں کرنا چاہتی تھیں مگر اس کو نیند نے آگھیرا تھا۔ کیا ہوتا اگر وہ ایک رات نہ سوتی۔

وہ ساری زندگی جاگنے کو تیار تھی بس اگر اُس کی ماں واپس آجائے۔ مگر ایسا کب ہوتا ہے، بھلا ایسا بھی کبھی ہوتے دیکھا ہے کسی نے۔ یوں کسی کے بلانے سے، رونے سے، تڑپنے سے، ایک بار گیا ہوا شخص بھی کبھی آیا کرتا ہے۔ ہم تو بس یاد کر سکتے ہیں، ایک بار مل جانے کی تمنا کر سکتے ہیں۔ ایک رات سونے کی قیمت اب اُسے ساری زندگی چُکانی تھی۔ پتہ نہیں کیا بات تھی جو ماں کہنا چاہتی تھیں اور وہ سُن نہ سکی۔

فجر کا وقت ہو رہا تھا۔ ہر طرف اذان کی آواز گونج رہی تھی۔ کل بھی وہ اس وقت ہی اُٹھی تھی مگر آج والی مائرہ کی دنیا ہی بدل چکی تھی۔ اُس کی ماں جا چکی تھی، اُس کی زندگی۔

(اللہ سب سے بڑا ہے)

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اذان کی آواز اُس کے کانوں تک آ رہی تھی۔

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)

وہ اُٹھ کر باہر آئی اور وہیں بیٹھ گئی جہاں کل بیٹھی تھی۔

(میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں)

وہ بھی زیر لب دہرا رہی تھی۔

(آؤ نماز کی طرف)

وہ اُٹھی اور وضو کرنے کیلئے چلی گئی۔

(آؤ کامیابی کی طرف)

اذان اب مدھم ہو رہی تھی

(اللہ سب سے بڑا ہے)

(اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جب وہ وضو کر کے آئی تو بھی کسی دور مسجد میں اذان ہو رہی تھی۔ اُس نے جائے نماز بچھائی اور نماز پڑھنا شروع کی۔ وہ اس دنیا سے فرار حاصل کرنا چاہتی تھی۔

ناجانے کتنی ہی دیر وہ سجدے میں روتی رہی۔ وہ اُس کے بغیر کسی کے سامنے کیسے رو سکتی تھی۔ کیسے کسی کو اپنی بے بسی دکھا سکتی تھی۔ وہ مظلوم بن کر ہمدردی بٹورنے والوں میں سے نہیں تھی۔ مگر جس کے سامنے وہ رو رہی تھی، وہ تو رحمان تھا۔ وہ تو اُس کے دل میں چھپی چیز کو بھی پہنچانتا تھا۔ وہ تو اُس کے دل میں بھی جھانک سکتا تھا۔ اُس سے کیسا پردہ۔

جب وہ نماز پڑھ کر بیٹھی اور دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے تو اُس کو سمجھ میں ہی نہ آیا کہ وہ کیا مانگے۔ ہمیشہ وہ یہی دعا کرتی تھی کہ "اے میرے رب میری ماں کو لمبی زندگی دے۔" اور جس کی زندگی کیلئے دعا کی ہو اس کیلئے مغفرت کی دعا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ وہ پھر سے بے ساختہ رونے لگی۔ پھر ہمت کر کے ماں کیلئے مغفرت کی دعا مانگی اور وہاں سے اُٹھی۔ مُڑ کر دیکھا تو فریدہ بیگم وہیں بیٹھی تھیں۔ ناجانے کب سے۔

وہ جائے نماز وہیں چھوڑ کر اُٹھ گئی۔ فریدہ بیگم وضو کر چکی تھیں۔ اُنہوں نے مائرہ سے کوئی بات نہیں کی۔ کبھی کبھی اچھا ہوتا ہے کسی سے بات نہ کرنا، اُس کو کوئی دِلاسہ نہ دینا۔ کیوں کہ

دِلاسے سے وہ وقتی تو سنبھل سکتا ہے مگر رونے سے اُس کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ انہوں نے نماز پڑھنا شروع کر لی۔ جب تک وہ نماز سے فارغ ہوئیں تب تک مائرہ وہاں سے جا چکی تھی۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

مائرہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ باہر درخت کے پتوں کی سرسراہٹ اور دور کہیں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اُس کی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرہ اُداس تھا۔ احد کمرے میں داخل ہوا تو مائرہ کو یوں دیکھ کر اُس کے دِل کو کچھ ہوا۔ شاید اُس کا دِل بھی دُکھا تھا۔

"مائرہ۔" اُس نے دھیرے سے اُسے پکارا۔ وہ کوئی جواب دیے بغیر باہر کے منظر کو دیکھتی رہی۔ احد اُس کے قریب آیا اور اُس کے شانے پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔

"مائرہ، ایسے خود کو اکیلا نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

مائرہ نے پلٹ کر اُسے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں چھپا دکھ احد کے دل پر چھریوں کی طرح

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لگ رہا تھا۔

"احد، وہ میرا سب کچھ تھیں۔ اُن کے بغیر جینا کیسے ممکن ہے؟" اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔ احد نے اُس کا ہاتھ تھاما اور اُسے بیڈ پر بٹھایا۔

"مائرہ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ تمہیں خود کو اِس اذیت سے نِکالنا ہو گا۔" احد نے اُس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ اُن کے بغیر جینا کیسے ممکن ہو گا۔ ہر چیز، ہر جگہ اُن کی یاد دلاتی ہے۔"

"یادیں کبھی مٹتی نہیں ہیں مائرہ۔ وہ ہمیشہ تمہارے دل میں رہیں گی۔ لیکن اُن کی کمی کو خُدا کی آزمائش سمجھو۔ وہ تمہیں توڑنے کے لیے نہیں بلکہ مضبوط بنانے کے لیے یہ آزمائش دے رہا ہے اور تمہاری ماں تمہیں ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتی تھیں۔ کیا وہ یہ چاہیں گی کہ تم یوں اُداس رہو؟" مائرہ نے سر جھکا لیا۔ آنسو اُس کی آنکھوں سے ٹپکنے لگے۔

"احد، میں واقعی اُنہیں بہت یاد کرتی ہوں۔"

"یاد کرنا غلط نہیں ہے مائرہ۔ لیکن اُن کے لیے دعا کرو۔ اُن کی خوشبو اپنے دل میں بسا کر آگے بڑھو اور یاد رکھو کہ تم اکیلی نہیں ہو۔ میں ہوں تمہارے ساتھ۔ ہم مل کر اس درد کا سامنا کریں گے۔" مائرہ نے پہلی بار احد کی آنکھوں میں دیکھا۔ اُس کی باتوں میں ایک ایسا سہارا تھا جو مائرہ کو ہلکا محسوس ہونے لگا۔ اُس نے سر ہلایا۔

"شکریہ، احد۔" اُس نے دھیرے سے کہا۔

"مگر کس لیے؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہر چیز کے لئے۔" وہ ہلکا سا مسکرا دی۔

"ٹھیک ہے پھر چلو، اب تھوڑی دیر آرام کرو۔ زندگی میں ابھی بہت کچھ ہے جس کے لیے ہمیں مل کر لڑنا ہے۔" احد نے اُس کے آنسو صاف کیے اور کہا۔ مائرہ کو لگا جیسے احد نے اُس کے دل کا بوجھ بانٹ لیا ہو۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

"سب خیریت ہے؟ کیوں بار بار کال کر رہے تھے؟" اُس نے باہر نکلتے ہی اُس نمبر پر کال

کی جس سے اُسے بار بار کال آ رہی تھی۔

"علیزے تُم سے ایک بار مِلنا چاہتی ہے۔" دوسری جانب سے مُصطفٰی کی آواز سُنائی دی۔

"اُس سے کہو کہ میں اُس سے نہیں مِلنا چاہتا۔" احد نے دو ٹوک کہا۔

"تُم اُس سے خود بات کر کے کہہ لو۔ مجھے بار بار کال کرتی ہے وہ۔" مُصطفٰی نے کہا۔

"اُس سے کہو کہ اُس سے دوستی کرنا میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ میں اُس غلطی سے پیچھا چُھڑوانا چاہتا ہوں۔"

"یہ تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا۔" شاید اُس نے صرف علیزے کی ہمدردی کیلئے ہی فون کیا تھا۔

"میں اُسے ہمیشہ ایک دوست کی طرح ٹریٹ کرتا تھا۔ مجھے اگر اندازہ ہوتا کہ وہ یہ سب سوچ لے گی تو شاید میں اُس سے دوستی بھی نہ کرتا۔" اب کی بار اُس نے غصے اور بے بسی سے کہا۔ شاید وہ اِس بات سے انجان تھا کہ شیطان مرد و عورت کے درمیان ہوتا ہے۔ جب وہ 'صرف دوست' ہوتے ہیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اِسی لئے کہا جاتا ہے کہ مرد اور عورت کبھی دوست نہیں ہو سکتے۔ تم اُسے صرف ایک دوست سمجھتے رہے اور وہ تمہیں اپنا سب کچھ سمجھ بیٹھی۔ اب وہ مجھے دھمکا رہی ہے کہ وہ خود کو ختم کر لے گی۔" یہ کچھ دنوں کی محبت نہیں تھی کہ وہ یونہی بھول جاتی، وہ پچھلے تین سال سے احد سے یک طرفہ محبت کرتی تھی۔ بس کبھی اِظہار نہیں کیا تھا۔

"تمہیں یہ سب اُس نے خود بتایا؟" احد نے پیشمانی سے پوچھا۔

"نامحرم کی قربت، خواہ نیت کتنی بھی پاک ہو، راستہ گناہ کا ہی بناتی ہے۔ اور جب قربتیں بڑھنے لگیں تو رشتے نام بدل لیتے ہیں۔ دوستوں کو یہ تبدیلی اکثر سمجھ نہیں آتی مگر آس پاس کے لوگ اِس تبدیلی کو محسوس کر لیتے ہیں احد۔ میں نے بھی کر لیا۔" مُصطفٰی نے جواب دیا۔

"تمہیں مجھے یہ سب بہت پہلے بتا دینا چاہیے تھا۔" احد نے کہا۔ اُسے اس بات کا زیادہ افسوس تھا کہ مصطفٰی نے سب جانتے بوجھتے بھی اُس کو لاعلم رکھا۔ اگر وہ پہلے بتا دیتا تو شاید احد اس کا کوئی بہتر حل نکال سکتا۔

مگر اب... اب وہ مائرہ کا شوہر تھا، وہ کسی ایسی لڑکی سے کیسے مل سکتا تھا، جو اُس کی مائرہ کی جگہ لینا چاہتی تھی؟

"اب بتا دیا نا۔ اب تم ایک بار اُس سے مل کر ساری بات کلیئر کر لو۔" مصطفٰی نے پریشانی کا حل نکالتے کہا۔

"میرے ملنے سے اُسے دوبارہ آس لگ جائے گی کہ میں اُس کی پرواہ کرتا ہوں۔ اِس سے بہتر ہے کہ میں اُس کی نظر میں خود کو بُرا بنا کر کہانی سے نکل جاؤں۔" احد نے بے بسی سے کہا۔ کبھی کبھی سامنے والے کی بھلائی کے لئے یہی بہتر ہوتا ہے کہ آپ خود کو بُرا دِکھا کر اُس کی زندگی سے نکل جائیں۔

"احد وہ واقعی کوئی ایسا قدم اُٹھا سکتی ہے۔" مُصطفٰی نے اپنا خدشہ سامنے رکھا۔

"میں اُس سے اِس کے بعد کبھی نہیں ملوں گا اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ میں اپنی زندگی میں خوش ہوں اور اب اُس کا دخل برداشت نہیں کر سکتا۔" احد نے صحن میں ٹہلتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے بتاؤ کہ میں اُس کو کیا کہوں؟" مصطفٰی نے بے بسی سے پوچھا۔

"اُسے کہو کہ احد سلطان اُس کے قابل نہیں تھا۔" احد نے سیدھا جواب دیا۔ اُسے ٹہلتے ٹہلتے مائرہ اپنی کھڑکی میں کھڑی دِکھی۔ اُس نے مائرہ کو ہاتھ ہِلایا، وہ بھی ہلکا سا مُسکرا دی۔

"مصطفٰی میری زندگی میں ایک ایسا شخص ہے جو کچھ ہی عرصے میں مجھے سب سے عزیز ہو گیا۔ میں اُس کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔" اُس نے نرمی سے کہا اور لمحے بھر کو رُکا۔

"اِس وقت اُسے میری ضرورت ہے اور میں یہاں کھڑا علیزے کے پیغامات سُن رہا ہوں۔ آئندہ اگر تُم نے اُس کے متعلق کوئی بات کرنی ہوئی تو مُجھے فون نہ کرنا۔" دو ٹوک کہہ کر اُس نے فون کاٹ دیا۔ پچھلے کئی دنوں سے مصطفٰی علیزے کی حمایت کے ہزار فون کر چکا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

مسرت کے انتقال کو ایک ہفتہ بیت چُکا تھا۔ خُدا جانے مائرہ کو اُن کے بغیر کتنے دِن، کتنے

ہفتے، کتنے مہینے اور کتنے سال جینا تھا۔ وہ ابھی تک یہ یقین نہیں کر سکی تھی کہ ماں واقعی نہیں رہیں۔ اکثر وہ رات کو اُٹھ کر رونے لگتی، کبھی نماز پڑھتے وقت اور کبھی کھانے کے وقت اُسے ماں کی شدت سے یاد آتی۔ فریدہ بیگم پچھلے ایک ہفتے سے یہیں تھیں۔ اگر وہ نہ ہوتیں تو مائرہ اب تک بالکل اپنے حواس کھو بیٹھتی۔ احد بھی کچھ دِن رہا۔ لیکن اب صبح آتا اور شام کو اپنے گھر چلا جاتا۔

"مائرہ میں تمہیں یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی، تم اپنا سامان پیک کر لو۔ تمہیں ہمارے ساتھ اپنے گھر چلنا ہو گا۔" وہ ناشتہ کر رہی تھی جب فریدہ بیگم نے اُسے مخاطب کیا۔

"میرا گھر؟" اُس نے حیرت سے اُن کو دیکھا

"ہاں، تمہارا گھر، جہاں تمہارا شوہر رہتا ہے۔" اُنہوں نے نرمی سے جواب دیا۔

"مگر میں ماں کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں؟" اُس کی آنکھیں پھر سے بھرنے کو تیار تھیں۔

"تمہاری ماں اب نہیں رہی، تم جب تک یہاں رہو گی تو اتنی ہی اذیت میں رہو گی۔" فریدہ بیگم نے مدھم آواز میں سمجھانا چاہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ماں کی خوشبو تو ہے نا، میں اُنہیں محسوس کر سکتی ہوں۔ جہاں وہ نماز پڑھتی تھیں، جہاں بیٹھ کر وہ مجھے آوازیں لگایا کرتی تھیں اور اس کرسی پر۔" اُس نے کرسی کی جانب اشارہ کیا، جہاں فریدہ بیگم بیٹھی تھیں۔ "میرے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرتی تھیں۔" اب آنسوؤں کا ڈھیر اُس کی آنکھوں سے بہتا رخسار سے ہوتا ہوا نیچے جا رہا تھا۔

"اِسی لیے تو میں کہتی ہوں کہ میرے ساتھ چلو۔" وہ اپنی کرسی سے اُٹھیں اور اُسے گلے سے لگایا۔

"دیکھو میری بیٹی وہ خُدا کی چیز تھی اُس نے لے لی۔ رو کر یا خود کو اذیت دے کر وہ واپس تو نہیں آئیں گی۔ اور دیکھو خُدا نے تم سے ایک ماں چھین کر دوسری دے دی نا۔ اب اگر تم روئی تو میں سمجھوں گی کہ تم نے مجھے اپنی ماں نہیں مانا۔ اللہ کا جتنا ہو سکے شکر ادا کیا کرو اور اپنی ماں کے لئے دعا کیا کرو، یہی اُن کے کام آئے گی۔ اب چلو شاباش اپنا سامان پیک کرو، میں ماں بن کر تمہیں رُخصت تو نہیں کر سکتی۔ مگر ایک ماں بن کر خوش آمدید ضرور کہہ سکتی ہوں۔" اُنہوں نے اُس کے ماتھے کو چوما۔

تو آج مائرہ کی رخصتی تھی۔ ایسی رخصتی جس کی خواہش کسی لڑکی نے نہیں کی ہو گی۔ مگر وہ یہ

بھی جانتی تھی کہ جتنا پیار اُس سے فریدہ بیگم کرتی تھیں، وہ ایک ماں ہی کر سکتی ہے۔ مائرہ اپنے ہی سسرال میں بہو نہیں، بیٹی بن کر جا رہی تھی۔

دوپہر تک وہ اپنے سارے کپڑے پیک کر چکی تھی۔ آج واقعی اُس کی رخصتی ہو رہی تھی۔ وہ ہمیشہ سے سادگی سے رُخصت ہونا چاہتی تھی۔

مگر اِتنی سادگی؟، یہ کیسی رُخصتی تھی؟

نہ تو اُس نے سُرخ جوڑا پہنا، نہ چوڑیاں پہنیں، نہ ہی مہندی لگائی، نہ میک اپ، نہ کوئی ڈھول باجا، اور نہ کوئی بارات لے کر آیا۔ یہ سب تو برداشت کیا جا سکتا تھا مگر اُسے تو رخصت کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ نہ ماں کی محبت بھری دعائیں اور نہ ہی باپ کے لرزتے لب جو اُس کی پیشانی پر دُعا کے لئے جُھکتے۔۔ مگر رخصت تو اُسے ہونا ہی تھا۔ سُسرال تو اُسے جانا ہی تھا۔ بہو بن کر نہ سہی، بیٹی بن کر سہی۔

باب ۳: زخموں پر محبت کا مرحم

زخم بھر جائیں مگر داغ تو رہ جاتا ہے

دوریوں سے کبھی یادیں تو نہیں مر سکتی

آہستہ آہستہ احد کی آنکھیں کھلیں۔ سر میں شدید درد محسوس ہو رہا تھا اور ہونٹوں پر خون کا ذائقہ تھا۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا تو گاڑی کے شیشے ٹوٹے ہوئے تھے اور ہر طرف شیشے کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ موبائل اس کے پاؤں کے قریب گرا ہوا تھا اور اسکرین پر اس کا نامکمل پیغام ابھی بھی چمک رہا تھا مگر اب اس پر دراڑیں آ چکی تھیں۔

اُس نے خود کو سنبھالا اور گاڑی کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر دروازہ جام ہو چکا تھا۔

اُس نے کھڑکی سے باہر جھانکا تو لوگوں کی بھیڑ نظر آئی جو اس کی مدد کے لیے دوڑ رہی تھی۔

کچھ لوگ ایمبولینس کو فون کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور کچھ اس سے بات کرنے کی

کوشش کر رہے تھے تاکہ وہ ہوش میں رہے۔ احد کی آنکھوں کے سامنے دُھند چھانے

لگی۔ باہر لوگوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ کوئی گاڑی کی کھڑکی کے پاس پہنچا اور شیشے کو زور

زور سے بجانے لگا۔

"بھائی صاحب، آپ سن سکتے ہیں؟ ہوش میں ہیں؟" ایک آواز نے احد کو جھنجوڑا۔ اُس نے

دُھندلے ذہن کے ساتھ اس طرف دیکھنے کی کوشش کی لیکن جواب دینے کی ہمت نہ کر

پایا۔ پھر کچھ لوگوں نے گاڑی کے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی۔ دروازہ جام تھا لیکن

کچھ لمحوں کی جدوجہد کے بعد وہ کھل گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آرام سے نکالو،زیادہ حرکت نہ دو۔" کسی نے کہا۔احد کو بازوؤں کے بل سہارا دے کر باہر نکالا جا رہا تھا۔اس کی سانسیں دھیمی ہو رہی تھیں اور وہ بیچ بیچ میں آنکھیں بند کر رہا تھا۔

"ایمبولینس کو بلاؤ،جلدی کرو۔" کوئی کہہ رہا تھا۔

اس کے ارد گرد چہروں کی دھندلی جھلکیاں تھیں لیکن کوئی واضح چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

احد کی آنکھوں کے سامنے پھر سے دھند چھانے لگی تھی،جیسے وہ حقیقت سے دور ہوتا جا رہا ہو۔اسی دوران دور سے ایک تیز سیٹی کی آواز آئی۔وہ آواز جتنی قریب آتی گئی اتنی ہی واضح اور تیز ہوتی گئی۔ایمبولینس کا شور اس کے دماغ میں گونج رہا تھا۔

ایمبولینس کے دو پیرامیڈک تیزی سے اُس کی طرف لپکے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آپ ٹھیک ہیں؟"ایک نے بے چینی سے پوچھا اور دوسرے نے جلدی سے اس کی حالت

کا جائزہ لینا شروع کیا۔

احد کے جسم کی حالت اتنی خراب تھی کہ وہ ایک لمحے کے لیے یہ بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ کیا

ہو رہا ہے۔

"اسے فوراً ہسپتال لے جانا ہو گا۔"ایک پیرامیڈک نے دوسرے سے کہا۔

احد کا دل دھڑک رہا تھا مگر اس کے جسم کے اعضاء آہستہ آہستہ کام کرنا چھوڑ رہے

تھے۔"کیا وہ بچ پائے گا؟"وہ کچھ بولنا چاہتا تھا مگر اس کے حلق سے آواز نہیں نکل پا رہی

تھی۔اس کی نظر میں سب کچھ دھندلا تھا اور وہ صرف ان لوگوں کے ہاتھوں میں تھا جو اسے

بچانے کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔

"ہوش میں رہو، ہم تمہیں بچالیں گے۔" ایک آواز آئی مگر وہ آواز بھی مدھم ہو رہی تھی۔

پھر اس نے آخری بار کوشش کی اور اپنی آنکھیں کھولیں۔

ایک پیرامیڈک اُس کی گاڑی کی طرف دوڑا، تاکہ اُس کی شناخت کیلئے کُچھ ڈھونڈ سکے مگر

وہاں سے اُس کا موبائیل اور بٹوا دونوں چیزیں ہی غائب تھیں۔ اِتنے لوگوں کی بھیڑ میں کوئی

شخص وہ دونوں چیزیں اُٹھا کر جا چُکا تھا۔

ویلکم ٹو پاکستان۔

ایمبولینس کی سائرن کی گونج خاموش رات میں گونج رہی تھی۔ احد کے ذہن میں ماضی کے

دھندلے لمحے گھوم رہے تھے۔

ایک چہرہ۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک مسکراہٹ۔

ایک وعدہ۔

اور ایک سوال، جو ادھورا رہ گیا تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

بارہ بجے کے قریب وہ اُٹھ کر آیا اور چارجر نِکالنے کیلئے اپنا ہینڈ کیری کھولنے لگا۔ کسی خیال کے تحت اُس نے اوپر والی چھوٹی زِپ کھولی تو سامنے اُسے ایک تصویر کا پھٹا ہوا ٹکڑا ملا جو بہت پُرانی تھی۔ یہ تصویر اُسے دس مہینے پہلے فوٹو البم سے مِلی تھی جب وہ سب اِکٹھے بیٹھ کر پُرانی تصویریں دیکھ رہے تھے اور اس تصویر کے آتے ہی ابا کو غصہ آ گیا تھا۔ وہ کوئی آج سے بیس، پچیس سال پُرانی تصویر تھی۔ اُنہوں نے اِس تصویر کو کُچل کر کونے میں پڑی ڈسٹ بِن میں پھینک دیا تھا اور وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اُس تصویر کو دیکھتے ہی ہاشم چند مہینے پیچھے چلا گیا۔

جب ابا وہاں سے چلے گئے تو نور اور ہاشم نے نا سمجھی سے نظروں کا تبادلہ کیا۔ صدف بھی فوراً اُن کے پیچھے ہی چلی گئیں۔ خدیجہ اُس وقت سکول میں تھی۔ صدف کے جاتے ہی نور اور ہاشم دونوں ڈسٹ بن کی طرف دوڑے مگر اُس تصویر کو پہلے اٹھانے والی نور تھی۔ اِس سے پہلے کہ وہ تصویر کو سیدھا کر کے دیکھتی ہاشم نے اُس کے ہاتھوں سے وہ تصویر کھینچنے کی کوشش کی، جس سے وہ تصویر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ نور نے کھا جانے والی نظروں سے ہاشم کو دیکھا۔

"ہاشم کے بچے!" اور بغیر سوچے سمجھے اُس کے پیٹ میں ایک زوردار مُکا دے مارا، جس سے ہاشم کراہا۔ نور نے وہ آدھی تصویر اُس کے ہاتھوں سے لے لی۔ ہاشم کا ہاتھ ابھی تک اپنے پیٹ پر تھا، مُکا بہت زور سے لگا تھا۔ نور فوراً اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ ہاشم اُس کے پیچھے نہیں بھاگا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اُس کے پہنچنے تک وہ دروازہ لاک کر چُکی ہو گی۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا، جب اُس نے عمار صاحب کے کمرے سے آتی آواز سُنی۔

"کم از کم بچوں کے سامنے تو ایسے ری ایکٹ مت کیا کریں، وہ کیا سوچ رہے ہوں گے۔"

آواز صدف کی تھی۔ وہ وہیں رُک گیا، چُھپ کر باتیں سُننے کی عادت تو اُس کو بھی تھی۔ آخر تھا تو نور کا ہی بھائی نا۔

"تم ہمیشہ مجھے ہی غلط کہنا۔ اُس کا کیا جو ہمیں یوں رُسوا کر کے چلی گئی؟ اور ہم اُس کی تصویر کو البم میں سجائے رکھیں۔"

"آخر ہے تو آپ کی بہن ہی نا اور اُس نے کِتنی کوشش کی آپ سے رابطہ کرنے کی مگر آپ اُس سے بات ہی نہیں کرتے تھے۔" ہاشم کو جھٹکا لگا۔ اُس کی کوئی پھپھو بھی تھی؟ وہ تئیس سال اِس بات سے ناواقف رہا تھا۔

"آخری فون مجھے اُس کی بیٹی نے کیا تھا، آج سے چار، پانچ سال پہلے۔ اُس کے بعد سے اُس نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا۔" اُن کو جیسے اپنی بہن کے فون نہ کرنے کا افسوس تھا۔ ہونہہ۔

"بیس سال تک وہ آپ کو فون کرتی رہی، مگر آپ نے اُس سے بات نہیں کی۔ آخر کب تک کوئی ایسے ہی خود سے فون کرتا رہتا ہے؟"

"جب تک وہ شخص مان نہ جائے، جس کا آپ نے دِل توڑا ہو۔ میں چاہتا تھا کہ اُس کی شادی

اعزاز سے ہو جائے مگر پتہ نہیں کیسے اُس نے اماں ابا کو اُس شخص کیلئے منا لیا۔ اعزاز اُس سے ہزار گُنا بہتر تھا۔ میری نظر میں اُس نے یہ شادی بھاگ کر ہی کی تھی۔ چاہے ہزار بار اماں ابا کی رضامندی شامل ہو۔"

"ہاشم اور نور تب دو سال کے تھے، جب وہ اپنی بیٹی اور شوہر کے ساتھ آئی تھی۔ اُس کی بیٹی تب پانچ سال کی تھی۔ آپ نے اُن کو دھکے دے کر یہاں سے نِکالا تھا اور کہا تھا کہ کبھی یہاں کا رُخ نہ کریں۔ مگر وہ پھر بھی آپ سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتی رہی۔" ہاشم بُت بنا سب کچھ سُن رہا تھا۔

"اچھا ہی ہوا کہ ہاشم کراچی نہیں گیا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے گھر کا کوئی فرد اُس شہر بھی جائے جہاں وہ رہتی ہے۔" ہاشم وہاں سے پلٹنے لگا تو اُس نے سُنا۔ تو یہ وجہ تھی اُس کو کراچی جانے سے روکنے کی۔ اُن دِنوں ہاشم کے کلاس فیلوز کراچی میں ہی تھے۔

اپنے کمرے میں جانے کی بجائے اُس نے رُخ نور کے کمرے کی جانب کر لیا۔ اس تصویر کو دیکھنے کیلئے اب وہ پہلے سے زیادہ پُر جوش تھا۔ حسبِ توقع وہاں پہنچ کر اُس نے نور کے کمرے کا دروازہ بند ہی پایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"دروازہ کھولو۔ تمہیں کچھ بتانا ہے۔" وہ زور زور سے دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ وہ جلدی سے نور کو بتانا چاہتا تھا جو اُس نے ابھی سُنا۔ کتنی فِلمی سچویشن تھی کہ تئیس سال تک وہ جان ہی نہ سکے کہ اُن کی کوئی پھپھو بھی ہے۔

"صبر نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے آلو کے پراٹھے۔" وہ جو نور کو سب بتانے کیلئے پُر جوش تھا، سب خاک میں مِل گیا۔ نور کا لہجہ اور شکل دیکھتے ہی اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اُس کو کچھ نہیں بتائے گا۔

"تمیز نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے، مِس پکوڑا۔" اُس کو چھیڑنے کے انداز میں کہا۔

"ہاشم تمہیں کِتنی بار کہا ہے کہ میرے یہ فضول نام نہ رکھا کرو۔" نور بھی اُن لوگوں میں سے تھی جو مذاق کر تو سکتے ہیں مگر برداشت نہیں کرتے۔

"اور تم جو مجھے ہر روز کسی نئی سبزی کے نام سے بُلاتی ہو وہ کیا؟" اُس نے نور کو چڑایا۔

"خیر پیچھے ہٹو، مجھے تمہارے منہ نہیں لگنا۔ وہ تصویر دیکھ لی ہے تو مجھے بھی دیکھنے دو۔" وہ نور کو ایک ہاتھ سے پیچھے ہٹاتا اندر داخل ہوا۔ تصویر نور کے بیڈ پر پڑی تھی۔ اُس نے دونوں

ٹکڑوں کو ایک ساتھ رکھا تھا۔ نور نے خلافِ توقع اِس بات کا بُرا نہیں منایا بلکہ وہ بھی اُس کے پیچھے آ گئی۔

"ویسے مجھے تو لگتا ہے کہ یہ ابا کی کوئی پُرانی محبوبہ ہو گی جِس کی تصویر دیکھتے ہی اُن کو غصہ آ گیا۔" ہاشم تصویر دیکھ رہا تھا جب نور نے اپنا نظریہ سامنے رکھا۔

"کبھی تو اپنی بکواس بند کر لیا کرو۔" ہاشم بہت سنجیدہ تھا۔

"ارے میں نے تو بات ہی کی۔ اور نہیں تو کیا یہ ابا کی میلے میں بچھڑی بہن ہیں جو اِن کو دیکھ کر ابا کو غصہ آ گیا ہو گا؟ اگر ایسا ہوتا تو بھی ابا غصہ کیوں کرتے، یہ بتاؤ ذرہ۔" وہ اپنے دماغ سے بڑی بات سوچ چُکی تھی اور اب ہاشم کی رائے مانگ رہی تھی۔ ہاشم نے اُس کو جواب نہیں دیا اور تصویر لئے اُس کے کمرے سے نِکلنے لگا، تو وہ فوراً اُس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"ایسے کیسے بھئی؟" نور نے وہ تصویر اُس کے ہاتھ سے لے لی۔

"یہ تصویر پہلے میں نے پکڑی تھی، اِس لئے یہ میرے پاس ہی رہے گی۔" ہاشم نے سر کو خم دیا اور وہاں سے جانے لگا۔ پھر اچانک پیچھے کو مُڑا اور نور کے ہاتھ سے وہ فوٹو کھینچ لی۔ چوں کہ

نور نے فوٹو زور سے پکڑ رکھی تھی، اُس کے ہاتھ میں صرف ایک حصہ ہی آیا مگر وہ رُکا نہیں اور اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازہ لاک کیا اور الماری کھولی، سامنے اُسے وہی بیگ نظر آیا۔ جلدی میں اُس نے اُسی بیگ کی اوپر والی چھوٹی زِپ میں آدھی فوٹو کو رکھ دیا اور بیگ کو کپڑوں میں چُھپا دیا۔ واپس آ کر دروازے کو کھول دیا، جسے نور بجا رہی تھی۔

"ڈھونڈ سکتی ہو تو ڈھونڈ لو۔" اِتنا کہہ کر وہ وہاں سے نِکل گیا۔

"تم نے اُس تصویر کا اچار ڈالنا ہے؟" نور نے پوچھا۔

"اور کیا تم نے وہ اچار کھانا ہے؟" اُس نے پلٹ کر کہا۔

"وہ تصویر ہم دونوں کیلئے ہی بے معنی ہے۔ تم ایسا کرو کہ وہ مجھے دے دو۔" نور نے دوستانہ انداز میں کہا۔

"ایسا کرو تم وہ تصویر مجھے دے دو۔" ہاشم نے جواب میں کہا۔

"کبھی نہیں۔" نور نے کہا۔

"کبھی بھی نہیں۔" ہاشم نے بھی اُسی انداز میں کہا۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ وہ تصویر دونوں

کیلئے ہی بے معنی ہے، مگر ایک دوسرے کی ضِد میں دونوں نے ہی دوسرے کو تصویر کا آدھا حصہ نہ دیا تھا۔ اور اِس طرح وہ آدھی تصویر اِتنے مہینے بیگ کی اُس چھوٹی زِپ میں پڑی رہی۔ اُس دن کے بعد یہ تصویر وہ آج دیکھ رہا تھا اور شاید نور کا بھی یہی حال تھا۔ اُسے تو بھول بھی چُکا ہو گا کہ اُس کے پاس کوئی آدھی تصویر رکھی ہے۔ مگر یہ تصویر واقعی اُن کے کِسی کام کی نہیں تھی۔ جو حصہ ہاشم کے پاس آیا تھا اُس میں چہرہ تو واضح تھا مگر وہ کوئی بیس، بچیس سالہ لڑکی کا چہرہ تھا۔ اب اگر وہ اُس کے سامنے آ بھی جائے، تو نہیں پہچان سکے گا۔ اُس نے تصویر واپس وہیں رکھ دی اور چار جر نِکال کر بیگ بند کر دیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

آج صبح وہ جلدی ہی اُٹھ گیا تھا۔ پہلے وہ اکثر فجر کی نماز پڑھ کر سو جاتا تھا، آج وہ کافی دیر لیٹا رہا مگر اُسے نیند نہیں آئی۔ جیسے کچھ غلط ہوا ہو مگر وہ اُس سے انجان ہو۔ اُس نے گھر فون کیا، ابا سے بات کی۔ اُنہوں نے بتایا کہ سب ٹھیک ہے۔ تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد ہاشم نے فون بند کر دیا اور سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ آٹھ بجے کے قریب اُسے التمش سیڑھیاں

اُترتا دِکھائی دیا۔ وہ دِکھنے میں ہاشم سے لمبا تھا، اُس کی شوخ بھوری آنکھیں اور بال ہلکے سے براؤن تھے۔ وہ سیڑھیاں اُترتے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ نیچے آیا۔

"اُٹھ گئے تم؟" اُسے آتا دیکھ کر ہاشم نے پوچھا۔

"لگ تو ایسا ہی رہا ہے۔" التمش نے دھیرے سے شانے اچکائے۔ "تم اتنی جلدی اُٹھ جاتے ہو؟"

"جی، کیونکہ میں مسلمان ہوں اور فجر کی نماز بھی پڑھتا ہوں۔" ہاشم نے اُس سے کہا، وہ اب بھی صوفے پر بیٹھا تھا۔

"اور جھوٹ بھی بولتا ہوں۔" التمش نے اُس کی بات میں اِضافہ کیا۔

"اور بُلواتا بھی ہوں۔" ہاشم نے التمش کی طرف اِشارہ کرتے کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اُس کا گُناہ بھی تُمہیں ہی ملا ہو گا، مجھے نہیں۔"

"شاید..." ہاشم نے کہا اور خاموش ہو گیا۔

"ناشتے کا کیا پروگرام ہے؟" التمش نے پوچھا۔

"مجھے کیا پتا ہو گا، گھر تو تمہارا ہے۔"

"میرا مطلب تھا، کہ تم کیا بناؤ گے ناشتے میں؟"

"بناو گے سے تمھاری کیا مراد ہے؟" ہاشم نے اُسے دیکھا اور صوفے سے کھڑا ہو گیا۔ "بھائی میں تمہیں باورچی لگتا ہوں کیا؟ جو بنانا تھا کل بنا دیا، بس۔" التمش کو ذرہ بھی شرمندگی محسوس نہیں ہوئی۔

"اچھا تو بتاؤ، کہ کیا کھاؤ گے؟" اُس نے ہاشم سے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"میں تو دیسی بندہ ہوں، پراٹھا انڈہ ہی کھاؤں گا۔ مجھے روٹی بنانی نہیں آتی ورنہ اب تک بنا چکا ہوتا۔" ہاشم نے دوبارہ سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں پراٹھا انڈا نہیں کھاتا، سو تمہیں بھی وہی کھانا ہو گا جو میں کھاتا ہوں۔" التمش نے ٹی وی آن کرتے کہا۔

"کیونکہ تم برگر بچے ہو، میں نہیں۔ میں تو پراٹھا انڈا ہی کھاؤں گا۔ اور اِس ڈبے کو صبح صبح تو بند ہی رہنے دو۔" اُس نے التمش کے ہاتھ سے ریموٹ لے کر ٹی وی پھر سے بند کر دیا۔

"تم سے تو بحث کرنا ہی فضول ہے، جو کھانا ہے کھاؤ۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں آفس کیلئے نِکل رہا ہوں۔" التمش نے ہار مانتے ہوئے کہا۔

"ناشتہ کر کے میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلوں گا۔ مجھے احد بھائی کے گھر ڈراپ کر دینا، وہ

تمہارے آفس کے قریب ہی ہے۔ وہاں اپنا بیگ رکھ کر میں خود ہی اُن کے آفس چلا جاؤں گا۔" ہاشم نے آخر میں کہا۔

"اوکے، تیس منٹ ہیں تمہارے پاس۔" التمش نے کچن کی طرف جاتے کہا۔

"مجھے پندرہ منٹ بھی کافی ہیں۔"

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

احد کے گھر پہنچ کر اُس نے گھنٹی بجائی۔ چوکیدار نے سامنے اُس کو دیکھا اور دروازہ کھول دیا، شاید وہ اُسے پہلے سے جانتا تھا یا اُسے ہدایات مل چُکی تھی۔ وہ اپنا بیگ گھسیٹتا اندر داخل ہوا۔ احد کا گھر کافی بڑا تھا۔ گھر کی چار دیواری میں خوبصورت لان تھا جہاں ہری بھری گھاس اور رنگ برنگے پھول لگے ہوئے تھے۔ لان کے بیچ ایک چھوٹی سی پکی راہ بنی ہوئی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تھی، جو سیدھا گھر کے دروازے تک جاتی تھی۔ گھر کا فرنٹ جدید اور نفیس ڈیزائن کا تھا۔

اندر سے گھر کشادہ اور کھلا تھا۔ مگر تھا تو ایک خالی ڈھانچہ ہی نا! اُس نے سوچا اور آگے بڑھ گیا۔

وہ گیسٹ روم کی طرف بڑھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اُس نے اپنا بیگ ایک طرف رکھا اور گہری سانس لی۔ گیسٹ روم صاف ستھرا اور سادہ تھا۔ دیواروں پر ہلکے کریم رنگ کا پینٹ تھا اور ایک کونے میں چھوٹا سا صوفہ رکھا ہوا تھا۔ بیڈ کے ساتھ سائیڈ ٹیبل پر ایک لیمپ جل رہا تھا جس کی مدھم روشنی کمرے میں سکون کا احساس دے رہی تھی۔

اُس نے بیڈ پر لیٹ کر انگڑائی لی اور پھر اُٹھ کر لاؤنج کی طرف چل دیا۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اُس نے دیکھا کہ ایک کام والی کچن کی طرف جا رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

"احد بھائی کہاں ہیں؟"اُس نے اُسے روک کر پوچھا۔

"صاحب تو کل رات سے گھر نہیں آئے۔نہ آج دفتر گئے ہیں۔"کام والی نے جواب دیا۔یہ

سن کر اُس کا ماتھا ٹھنکا۔

"کل رات؟ مطلب ابھی تک واپس نہیں آئے؟"اُس نے تفتیش سے دوبارہ پوچھا۔

"جی، ہمیں کچھ نہیں معلوم۔انہوں نے رات کو فون کیا تھا کہ گیسٹ روم صاف کر دیا جائے۔

مگر اُس کے بعد سے اُن سے بات نہیں ہوئی۔"

"کیا کسی نے اُن کو فون کیا؟"

"جی، مگر اُن کا فون بند جا رہا ہے۔"

یہ سن کر اُس نے گہری سانس لی اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرے۔احد کا یوں غائب ہونا اور

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

فون کا بھی بند آنا معمولی بات نہیں تھی۔ کچھ نہ کچھ ایسا ضرور ہوا تھا جو وہ ابھی تک سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

اب شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے اور گھر کے لان میں ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ وہ لاؤنج میں چہل قدمی کرتے ہوئے اپنے موبائل کی اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے دن میں احد کو بے شمار کالز کی تھیں، مگر ہر بار وہی جواب "فون بند ہے۔" اُس کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔

ایک لمحے کے لیے وہ رکا پھر گہری سانس لی اور التمش کو کال ملائی۔

"ہاں التمش، کیا کر رہے ہو؟" اُس نے فوراً پوچھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کچھ خاص نہیں، کیوں؟" التمش کی آواز میں حیرانی تھی۔

"احد بھائی کا فون بند ہے اور وہ کل رات سے غائب ہیں۔ نہ دفتر گئے اور نہ گھر واپس آئے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔" اس کی آواز میں احد کے لئے فکر تھی۔

"کیا ہم اُس کا فون نمبر ٹریس کروائیں؟" التمش نے ایک لمحے کے لیے خاموشی اختیار کی اور پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"ہاں، بالکل۔ تم کسی کو جانتے ہو جو یہ کر سکتا ہے؟" اس کی آواز میں پھر سے جوش ابھرا۔

"ہاں، میرا ایک دوست ہے جو ایک ٹریسنگ سینٹر میں کام کرتا ہے۔ میں اُس سے بات کرتا ہوں۔ بس تم مجھے احد کا نمبر بھیج دو۔" التمش نے کہا۔

اُس نے موبائل سے احد کا نمبر نکالا اور التمش کو میسج کر دیا۔ چند لمحوں بعد التمش کی کال

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

واپس آ گئی۔

"میں نے اپنے دوست سے بات کی ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ وہ کچھ دیر میں لوکیشن ٹریس کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن تمہیں یہ پتہ ہونا چاہیے کہ یہ کام قانونی نہیں ہے، صرف تمہاری ایمرجنسی کی وجہ سے میں مدد کر رہا ہوں۔"

"بس ایک بار پتہ چل جائے کہ وہ کہاں ہیں۔" اُس کی آواز میں بے چینی واضح تھی۔

"ٹھیک ہے مُجھے جیسے ہی کچھ پتہ چلتا ہے تمہیں بتاؤں گا۔ تم فون اپنے پاس رکھنا۔"

کال ختم ہونے کے بعد اُس نے موبائل میز پر رکھ دیا۔ کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی تھی جیسے سب کچھ رک گیا ہو۔ وہ کسی نہ کسی خبر کا منتظر تھا مگر ہر گزرتا لمحہ اس کی بے چینی کو بڑھا رہا تھا۔

"کہاں جا سکتے ہیں؟" اُس نے دل ہی دل میں خود سے سوال کیا مگر جواب کہیں سے نہیں آیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

دوسری طرف شام مائرہ کے گھر بھی گہری ہو چکی تھی اور مائرہ کے کمرے میں خاموشی تھی۔ باہر ہوا کے ہلکے جھونکے کھڑکی کے پردے کو ہلا رہے تھے لیکن مائرہ کا دھیان کہیں اور تھا۔ وہ صبح سے بے چینی کے عالم میں تھی۔ احد کا فون بند آ رہا تھا اور اس کی خاموشی نے اسے ایک بار پھر مایوسی کی دلدل میں دھکیل دیا تھا۔

احد نے اسے کل یہ بتایا تھا کہ مصطفیٰ کمال آ رہا ہے اور وعدہ کیا تھا کہ آج وہ اسے مصطفیٰ کمال سے ملوائے گا۔ لیکن احد کا یوں غائب ہو جانا مائرہ کے ذہن میں شکوک کے بادل گھنے

Clubb of Quality Content

کر رہا تھا۔

"کیا واقعی کوئی مصطفیٰ کمال ہے؟ یا یہ بھی احد کے بہانوں میں سے ایک بہانہ تھا؟" مائرہ نے دل ہی دل میں سوچا۔

فریدہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں، ان کے چہرے پر فکر مندی تھی۔

"مائرہ کافی دیر سے پریشان لگ رہی ہو۔ سب ٹھیک تو ہے نا؟"

"جی امی، سب ٹھیک ہے۔" مائرہ نے جلدی سے اپنا چہرہ نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"احد سے بات ہوئی؟" فریدہ بیگم نے تھوڑی حیرانی سے اسے دیکھا اور سوال کیا۔

"نہیں، شاید مصروف ہو گا۔ فون بند جا رہا ہے۔" مائرہ نے ایک لمحے کے لیے نظریں جھکا لیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پریشان مت ہو، ہو سکتا ہے وہ کسی کام میں پھنسا ہو۔" فریدہ بیگم کچھ لمحے خاموش رہیں، پھر نرمی سے بولیں۔

مائرہ نے سر ہلا دیا لیکن دل میں وہ جانتی تھی کہ فریدہ بیگم کو حقیقت بتانے کا کوئی فائدہ نہیں کہ اُن کا بیٹا ایک بار پھر سب کچھ چھوڑ کر بھاگ چُکا ہے۔ فریدہ بیگم کے جانے کے بعد مائرہ نے گہری سانس لی اور موبائل دوبارہ اٹھایا۔

"احد، تم ہمیشہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ وعدے کر کے غائب ہو جانا اور پھر یہ خاموشی۔"

اس نے دل میں ایک سوال کیا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ نہ احد کی طرف سے، نہ اس کے اپنے دل سے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

اگلی صبح ہاشم کا فون دوبارہ بجا اور اسکرین پر التمش کا نام جگمگایا۔ہاشم نے تیزی سے کال اٹھائی۔

"ہاں التمش، کچھ پتہ چلا؟"اُس نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہاں، احد کا فون آخری بار پرسوں رات کو آن ہوا ہے، اُس کے بعد سے بند آرہا ہے" التمش نے کہا۔

"کہاں؟"

"ایک چھوٹے سے علاقے میں، ایک بہت چھوٹے سے گھر میں۔"

ہاشم چند لمحے کے لیے خاموش ہو گیا، اس کی نظریں لاؤنج میں گھومنے لگیں اور دماغ میں سوالوں کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وہ وہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"یہ تو اُسی کو پتہ ہو گا۔" التمش نے جواب دیا۔ "لیکن تم وہاں جا سکتے ہو۔ اگر ضرورت ہو تو میں بھی ساتھ چل سکتا ہوں۔"

"نہیں، میں خود ہی جاؤں گا۔" ہاشم نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "بس مجھے اس جگہ کی تفصیلات بھیج دو۔"

"ٹھیک ہے۔" التمش نے کہا اور فون بند کر دیا۔

کال ختم کرنے کے بعد ہاشم نے گہری سانس لی۔ اس کے دماغ میں ہر ممکنہ خیال آ رہا تھا۔ کیا احد کسی مصیبت میں ہے؟ کیا وہ کسی مسئلے میں پھنس گیا ہے؟

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاشم جب اس چھوٹے سے گھر کے سامنے پہنچا تو فوراً دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک درمیانی عمر کا آدمی دروازے پر آیا۔

"کیا یہاں احد نام کا کوئی شخص آیا تھا؟" ہاشم نے فوراً سوال کیا۔

"نہیں، یہاں کوئی ایسا شخص نہیں آیا۔ آپ کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے۔" آدمی نے جھجھکتے ہوئے کہا۔ ہاشم نے اس کے جواب کو نظر انداز کیا اور اُسے شک کی نظر سے دیکھا۔

"مجھے اندر آ کر چیک کرنا ہے۔ ورنہ میں پولیس کو بھی بُلا سکتا ہوں۔" کچھ لمحے کی خاموشی کے بعد ہاشم نے کہا۔

"آپ کو اندر آنے کی ضرورت نہیں، میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔" آدمی گھبرا گیا اور ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی پولیس کو بُلاتا ہوں۔"ہاشم نے لہجے کو سخت بنایا۔اُس شخص کا چہرہ دیکھ کر ہی وہ جان چُکا تھا کہ یہ دھمکی ہی اُس کے لئے کافی ہو گی۔

چند لمحوں بعد آدمی ہاشم کو اندر لے آیا۔ گھر کے اندر قدم رکھتے ہی ہاشم کی نظریں فوراً فون پر پڑی۔وہ ٹیبل پر پڑا ہوا تھا۔ہاشم نے اس پر اپنی نگاہیں مرکوز کیں اور اُس کے دل میں کچھ گڑبڑ ہوئی۔وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ وہی فون ہے جسے وہ تلاش کر رہا تھا یا کوئی اور تھا۔

"یہ فون کس کا ہے؟"ہاشم نے فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ میرا ہے لیکن خراب ہے۔ابھی ٹھیک کروانے جانا ہے۔"آدمی نے کہا اور فون وہاں سے اُٹھا لیا۔

"میں ٹھیک کر کے دے سکتا ہوں،دِکھاؤ ذرا۔"ہاشم نے فون پکڑنے کے لئے ہاتھ آگے

بڑھایا۔

"نہیں، میں ٹھیک کروالوں گا۔ آپ کو اِس زحمت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ اِتنا گھبرا کیوں رہا تھا؟ کچھ تو گڑبڑ تھی۔ ہاشم نے اُس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے فون اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔ سائیڈ بٹن کچھ دیر دُبانے کے بعد فون آن ہوتا دِکھائی دیا۔ جیسے ہی فون آن ہوا تو سامنے احد کی تصویر چمکی۔ جو اُس نے وال پیپر لگا رکھی تھی۔ ہاشم نے کھا جانے والی نظروں سے اُسے دیکھا۔

"بتاتا ہوں، بتاتا ہوں۔" وہ گھبرا گیا تھا۔

"میں نے پرسوں رات ایک سڑک پر ایکسیڈنٹ ہوتے دیکھا تھا۔" ہاشم کو جھٹکا لگا۔

ایکسیڈنٹ؟ احد کا؟

Clubb of Quality Content

"ایک گاڑی سڑک کے کنارے اُلٹ گئی تھی اور وہاں سے یہ فون اور بٹوا ملا تھا۔" اُس نے جیب سے بٹوا نِکال کر دِکھایا۔

"میں نے اِن کو اٹھالیا تا کہ کوئی اور نہ اُٹھالے۔ میں نے یہ سوچا تھا کہ بعد میں واپس کر دوں گا۔"

"اگر میں نہ آتا تو یہ کس کو واپس کرتے؟" ہاشم نے غصے سے کہا۔ "اگر تم یہ حرکت نہ کرتے تو شاید ہسپتال والے اب تک اُن کے گھر اِطلاع دے چُکے ہوتے۔" اُس نے بے بسی سے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں، میں نہ اُٹھاتا تو کوئی اور اُٹھالیتا، وہ اِس ملک کے حالات..."

"مجھے تمہاری کہانیاں نہیں سُننی، یہ بٹوا واپس دو!" ہاشم نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

آدمی نے فوراً بٹوا بھی اُس کی جانب بڑھایا اور ہاشم نے اُسے غصے سے پکڑ لیا۔ بٹوے کو کھولا۔

اس میں سے پیسے غائب تھے۔

"پیسے کہاں ہیں؟" ہاشم نے ایک لمحے کو سانس کھینچی اور کہا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ احد کے

پاس کتنے پیسے تھے مگر اِتنا ضرور جانتا تھا کہ کم از کم وہ خالی تو نہیں ہو سکتا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا، وہ پیسے شاید پہلے ہی غائب ہو گئے تھے۔" آدمی نے ڈرتے ہوئے

کہا۔

Clubb of Quality Content

ہاشم نے گہری نظروں سے آدمی کو دیکھا اور کچھ نہ کہتے ہوئے فون اور بٹوا واپس اپنے ساتھ

لے آیا۔ وہ سمجھ چُکا تھا کہ وہ شخص پیسے واپس نہیں کرنے والا۔ اُس شخص نے سچائی بتا دی

یہی کافی تھا۔ اِس وقت اُسے ہسپتال پہنچنا تھا کسی بھی صورت۔

اب ہاشم کا دماغ تیز رفتار سے کام کر رہا تھا۔ وہ فوراً ہسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہاشم کے نکلتے ہی اُس شخص نے دروازہ بند کیا اور جیب سے پیسے نکال کر گننے لگا، وہ پانچ ہزار کے نو نوٹ تھے۔ پنتالیس ہزار...

"شکر ہے کہ یہ میں نے پہلے ہی نکال لئے ورنہ اِس آدمی کے اِرادے نیک نہیں تھے۔" اُس نے کہا اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

ایک، دو، تین... ہر جگہ پتہ کیا مگر ایسے کسی شخص کو وہاں ایڈمٹ نہیں کیا گیا تھا۔

"کیا پرسوں رات یہاں کوئی ایمرجنسی کیس آیا ہے؟ کار ایکسیڈنٹ کیس؟" چوتھے ہسپتال پہنچ کر اُس نے استقبالیہ پر پوچھا۔

"جی،ایک کیس پرسوں رات سے یہاں موجود ہے۔ابھی وہ آئی سی یو میں ہیں۔"سامنے بیٹھی لڑکی نے کمپیوٹر پر چیک کیا اور کہا۔ہاشم کی سانسیں تیز ہو گئیں۔

"آئی سی یو؟ کیا وہ ٹھیک ہیں؟"اُس نے فوراً پوچھا۔

"حادثہ شدید تھا،وہ کومہ میں ہیں۔"نرس نے بتایا۔

ہاشم کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ آئی سی یو کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔آئی سی یو کے باہر کھڑے ہو کر اس نے شیشے کے پار جھانکا۔اندر احد بے حس و حرکت لیٹا ہوا تھا،چہرے پر کئی زخموں کے نشان،سر پر پٹی اور جسم مختلف مشینوں سے جڑا ہوا۔ہاشم نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر دل کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

"یہ حادثہ کیسے ہوا؟، کہاں ہوا؟"اُس کے دماغ میں کئی خیالات ایک ساتھ گردش کرنے

لگے۔

مگر سب سے اہم سوال یہ تھا کہ "کیا وہ بچ جائے گا؟"

"ان کی فیملی کو اطلاع دی گئی ہے؟"ہاشم نے واپس استقبالیہ پر جا کر پوچھا۔

"کوئی صاحب ہسپتال کا بل دے رہے ہیں۔ مگر اُن کا بھی کہنا ہے کہ وہ ان کے گھر والوں کو نہیں جانتے۔"نرس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اُن کا نام کیا ہے؟"ہاشم نے احطراب سے پوچھا۔استقبالیہ نے چند لمحے اپنے سامنے پڑے کمپیوٹر پر اُس کا نام ڈھونڈنا چاہا۔

"سوری، ہم نہیں بتا سکتے۔اُن کا نام کنفیڈینشل ہے۔"

یہ سن کر ہاشم کی بے چینی مزید بڑھ گئی۔اُس نے احد کے فون کو دیکھا،وہ لاکڈ تھا۔اُس نے

کافی بار لاک گیس کرنے کی کوشش کی مگر وہ نہیں کھُلا۔اُس کی بے بسی مزید بڑھ گئی۔

اب وہ اُن کو کیسے بتائے گا؟

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

مائرہ کے گھر اگلی شام بھی ڈھل کے رات میں تبدیل ہو چُکی تھی،اور وہ گھر بالکل خاموش کھڑا تھا اپنے اندر ہی سارے راز دفن کر کے۔ستمبر کا مہینہ تھا اور اب ہوا پہلے سے زیادہ ٹھنڈی ہو چُکی تھی۔

دو دِن گزر چُکے تھے مگر احد کی کوئی خبر نہیں تھی۔اب تو فریدہ بیگم کی بھی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی،احد کہاں جا سکتا ہے یوں بغیر بتائے؟۔مگر وہ پہلے بھی تو جا چُکا ہے،اُس کیلئے پھر سے جانا مُشکل نہیں تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگر تُم کچن کی کھڑکی سے اندر جھانکو تو تُمہیں مائرہ کچن کاؤنٹر پر چائے بناتے دِکھے گی،اور

فریدہ بیگم لاؤنج میں بیٹھی تسبیح پڑھتی دِکھائی دیں گی۔

"مائرہ،احد کا نمبر آن ہوا؟"فریدہ بیگم نے اُسے لاؤنج میں بیٹھے آواز لگائی۔

"نہیں امی،ابھی تک اُس کا نمبر آف ہی آرہا ہے۔"مائرہ نے اُن کو بتایا اور کیبنٹ کھول کر

وہاں سے دو کپ نکالے۔آج بھی اُس کی نظر اُسی کپ پر منجمد ہو گئی،ناجانے اُس کو دوبارہ

کتنا انتظار کرنا ہو گا۔

"اللہ اُسے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔پتہ نہیں کِن حالات میں ہو گا۔"اُن کے لہجے میں

اُداسی تھی،اُنہوں نے تسبیح مُکمل کی اور دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔

"امی وہ ٹھیک ہی ہو گا۔یہ پہلی بار نہیں ہے کہ اُس نے ایسا کیا۔"اُس نے کپ میں چائے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُنڈیلتے ہوئے کہا۔ فریدہ بیگم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ چائے لے کر باہر آئی تو دیکھا کہ فریدہ بیگم دونوں ہاتھ منہ کے سامنے رکھے رو رہی ہیں، شاید وہ رو کر دُعا مانگ رہی تھیں۔ مائرہ کو آتا دیکھ کر اُنہوں نے دُعا مکمل کی اور ہتھیلی سے آنکھیں رگڑی۔

"وہ ایسا کیوں کرتا ہے مائرہ؟" اُن کی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔ اِسی سوال کا جواب تو مائرہ کو بھی چاہیے تھا، وہ کیسے اُن کو کچھ بتاتی۔

"ہو سکتا ہے جو ہم سوچ رہے ہیں وہ غلط ہو اور وہ واقعی کہیں مصروف ہو۔ ہمیں اُس کا انتظار کرنا چاہیئے۔" مائرہ نے اُن کی اُداسی دور کرنے کے لئے کہا اور اُن کی طرف کپ بڑھایا۔

"انتظار کی سرنگ بہت طویل ہوتی ہے، مائرہ۔ اگر اِس کا دوسرا سرا دکھائی دے تو انسان

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اِسے آسانی سے پار کر سکتا ہے۔ لیکن جب تک دوسرا سرا نظر نہ آئے، تکلیف بے انتہا ہوتی ہے۔ مجھے اُس دوسرے سرے کو دیکھنا ہے، تبھی میں سکون پا سکوں گی۔" فریدہ بیگم اُس سے کہہ رہی تھی مگر اُس کا ذہن ایک نیا لائحہ عمل کی تیاری کر رہا تھا۔ فریدہ بیگم نہیں جانتی تھیں مگر وہ تو جانتی تھی کہ احد کہاں تھا اور اب وہ کہاں جا سکتا ہے بھلا؟

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

رات کا اندھیرا اُس ہسپتال کے باہر بھی پھیل چُکا تھا۔ اب وہاں رش تقریباً ختم ہو چُکا تھا اور نرسِز کی شفٹنگ کا ٹائم ہو رہا تھا۔ ایسے ہی اگر تھوڑا سا آگے آ کر جھانکو تو ایک کوریڈور میں ہاشم بیٹھا تھا، احد کے کمرے کے بالکل سامنے۔

ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ اُسے کسی بھی وقت ہوش آ سکتا ہے اور جان کا خطرہ بڑھ بھی سکتا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُسے ابھی دواؤں سے زیادہ دُعاؤں کی ضرورت تھی۔

اُسے چند گھنٹے گُزر چُکے تھے وہاں بیٹھے مگر وہاں بیٹھنا بالکل فضول تھا۔ فی الحال اُسے احد کے آفس میں بتانا تھا، اُس کے گھر والوں کو بتانا تھا۔ وہ وہاں سے اُٹھا اور گھر کیلئے نِکل پڑا۔ گھر کے نوکر بھی احد کے بارے میں جان چُکے تھے۔ اِس لیے ہاشم کے آتے ہی سب نے باری باری احد کی طبیعت کا پوچھا۔ وہ اُن سب کو جواب دیتا احد کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

وہاں سے اُس نے احد کا چارجر اُٹھایا اور اُس کے فون کو چارجِنگ پر لگایا جو کہ بیٹری نہ ہونے کی وجہ سے پاور آف ہو چُکا تھا۔

کِسی خیال کے تحت وہ اُسی کے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ کیا اُسے احد کے کمرے کی تلاشی لینی چاہیے؟ کیا پتہ کچھ مل جائے۔ یہ حرکت بہت غیر اِخلاقی تھی مگر اُسے اِس وقت احد کے

گھر والوں سے رابطہ کرنا تھا۔ خیر، وہ کوئی اور حل ڈھونڈ لے گا مگر یہ کام وہ نہیں کر سکتا تھا۔

اُس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ وہ بھاگتا ہوا احد کے فون کے پاس آیا اور اُسے آن کیا۔ اُسے فون کا لاک نہیں پتہ تھا، وہ کسی کو کال نہیں کر سکتا تھا مگر احد کے گھر والے تو اُس کے نمبر پر کال کر سکتے تھے۔

فون آن کرتے ہی اُس کا سارا پلان جھاگ کی طرح ذائل ہو گیا۔ احد کی سِم بھی لاکڈ تھی اور اُسے انلاک کرنے کیلئے پن کوڈ کی ضرورت تھی جو ہاشم کو پتہ نہیں تھی۔

وہ مُڑنے لگا تو اُس کی نظر کونے میں رکھی ٹیبل پر پڑی جس پر ایک کتاب رکھی تھی اور اُس میں کچھ اور بھی تھا۔ وہ جلدی سے ٹیبل کے قریب آیا اور کتاب کو کھولا۔ سامنے ایک تصویر پڑی تھی جس میں احد کے دائیں جانب ایک گندمی رنگ کی عورت کھڑی تھی، شاید وہ اُس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کی ماں تھی اور بائیں طرف ایک سفید رنگ والی لڑکی بھی کھڑی تھی جس کا چہرہ بہت شفاف تھا۔

شاید وہ... وہ احد کی بیوی تھی۔ ہاشم نے اُسے پہلی بار دیکھا تھا مگر وہ اجنبی نہیں لگی تھی۔ اُس کا چہرہ ایک ہی نظر میں ہاشم کے دماغ میں نقش ہو چُکا تھا۔ اُس نے تصویر اُسی کتاب میں رکھی اور باہر نِکل آیا۔

اُسے کل احد کے دفتر بھی جانا تھا، شاید وہاں سے کوئی معلومات مِل جائے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

فریدہ بیگم کے ساتھ چائے پینے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ باہر رات گہری ہو رہی تھی اور کمرے کی کھڑکی سے نظر آنے والے آسمان پر ستارے جھلملانے لگے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کمرے کی فضا میں ایک عجیب سی خاموشی تھی جیسے ہر شے تھم سی گئی ہو۔

اُس نے وضو کے لیے پانی کی ٹھنڈی بوندیں چہرے پر محسوس کیں، جو اُس کے دل کو

سکون دے گئیں۔ وضو کے بعد وہ جائے نماز بچھا کر کھڑی ہو گئی۔ نماز عشاء کے دوران

اُس کے دل میں ایک عجیب سا سکون اترتا جا رہا تھا جیسے ہر پریشانی اور غم اُس کے قدموں

میں جھک گیا ہو۔

نماز پڑھنے کے بعد وہ جائے نماز پر کافی دیر بیٹھی رہی پھر ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے۔ اُس کے

لبوں سے مدھم آواز میں دعا نکل رہی تھی، سب سے پہلے وہ اپنے والدین کے لیے دُعائے

مغفرت مانگا کرتی تھی۔ آج سے کچھ سال پہلے وہ اکثر نماز قضا کر دیا آپکرتی تھی اور کبھی

ہفتوں، ہفتوں نماز نہیں پڑھا کرتی تھی۔ مگر جب سے اُس کی ماں کا انتقال ہوا تھا وہ روزانہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نماز پڑھتی اور پہلی دُعا اُن کے لیے کرتی۔

آج بھی اُس نے ایسا ہی کیا۔ پہلی دُعا اُن کے لیے مانگی، دوسری فریدہ بیگم کے لئے اور آخر میں احد کے لیے۔ مگر اپنے لیے؟ اپنے لیے دُعا مانگنا وہ اکثر بھول جاتی تھی، آج بھی وہ بھول گئی۔ اُسے چاہیے ہی کیا تھا زندگی میں؟ فریدہ بیگم اور احد کا ساتھ۔ احد کی لمبی زندگی کی دُعا مانگ کر اُس کے دل کو تسلی ہو جاتی تھی کہ وہ ٹھیک ہی ہو گا۔ وہ دُنیا کے کسی کونے میں بھی چلا جائے، فریدہ بیگم اور مائرہ کے لیے واپس ضرور آئے گا۔ دور کہیں دِل میں یہ بھی خدشہ رہتا تھا کہ شاید وہ نہ آئے۔ مگر اُس کے واپس آنے کی اُمید حاوی تھی جو اُس خدشے کو نیچے ہی دُبا کر رکھتی۔

مگر آج وہ اُمید ہلکی ہو رہی تھی اور وہ خدشہ حاوی کہ شاید وہ نہ آئے۔ ناجانے کتنی ہی دیر وہ

جائے نماز پر بیٹھے ایک ہی دُعا مانگتی رہی، احد کی سلامتی کی دُعا۔ وہ دونوں روح کے ساتھی تھے اور کسی ایک کا درد دوسرے کے دل میں محسوس ہوتا تھا۔ مائرہ وہ درد آج پہلی بار محسوس کر رہی تھی مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ درد اُسے کیا بتانا چاہتا ہے۔ شاید انسان ہی کم عقل ہوتے ہیں جو اپنے دل کی بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں، یا سمجھ نہیں سکتے۔ آج احد کی لمبی زندگی کی دعا مانگ کر بھی اُس کے دل کو تسلی نہیں ہوئی تھی۔

وہ دُعا مانگ کر اُٹھی، جائے نماز کو تہہ کر کے کونے میں پڑی ٹیبل پر رکھا۔ پھر کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھولا تو لاؤنج کی ساری بتیاں بند تھی۔ شاید فریدہ بیگم سونے کے لئے جا چُکی تھیں، اُس نے بھی اپنا دروازہ بند کر دیا اور اپنے دوپٹے کو سر سے ہٹانے لگی جو اُس کے سر، گردن اور جسم کو ڈھانپ رہا تھا۔ دوپٹہ اُتارتے ہی اُس نے کیچر میں بندھے بال کھولے

اور اس کے سیاہ گھنے بال آزاد ہو کر اُس کے شانوں پر بکھر گئے، جیسے کسی سمندر میں تیز لہریں ساحل کو چھو کر پھیل جاتی ہیں۔ اُس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اُن کو کنگھی کی اور عارضی سی پونی لگا دی۔ آئینے میں اپنا عکس دیکھتے اُس کی نظر گلے میں موجود لاکٹ پر جا ٹھہری۔ انگلی کو پوروں نے لاشعوری میں اُس پر ثبت "اے ایم" کو چُھوا اور یادوں کا ایک سمندر مائرہ کو اپنے اندر اُٹھتا محسوس ہوا۔ وہ اس سب کو کیسے بُھلا سکتی تھی بھلا؟ اُسے آج بھی ہر ایک منظر یاد تھا۔

اُس کے بعد اُس نے بک شیلف سے ایک کتاب اُٹھائی اور اُسے لئے اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اب اُس کا اِس دنیا فانی سے رابطہ کچھ گھنٹوں کیلئے منعقد ہو چُکا تھا۔ اور وہ ایک الگ دنیا میں بسنے جا رہی تھی۔ وہ دُنیا جو اُس جیسے ہزاروں کو لگتا ہے کہ موجود ہے۔

Clubb of Quality Content

فی الحال وہ احد، فریدہ بیگم، مُصطفی کمال... سب کو بھول چُکی تھی۔ بس یاد تھا تو یہ کہ وہ اُس دنیا کو آخری بار کہاں چھوڑ کر آئی تھی۔ اُسے وہی سے شروع کرنا تھا۔ وہ دُنیا اِس دنیا کی طرح نہیں تھی، جسے اُس کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ دنیا اُس کے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ساڑھے پانچ سال قبل۔

دوپہر کا وقت تھا، جب مائرہ نے اپنے گھر کا دروازہ آخری بار لاک کیا۔ وہ دروازہ جو کبھی اُس کی اور ماں کی یادوں کا گواہ تھا۔ آج بند ہو رہا تھا، شاید ہمیشہ کے لیے۔ اُس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی مگر اُس نے جلدی سے پلکیں جھپکائیں تاکہ آنسو باہر نہ آئیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

فریدہ بیگم اُس کے پیچھے کھڑی تھیں۔ سفید دوپٹہ سر پر اوڑھے ہوئے۔ اُن کے چہرے پر ایک گہری سنجیدگی تھی مگر آنکھوں میں نرمی جھلک رہی تھی۔

مائرہ نے آخری نظر گھر پر ڈالی جہاں دیواروں پر لگی پینٹ بھی اُسے اپنی ماں کی محبت کی خوشبو دے رہا تھا۔ اُس نے دروازے کو تالا لگایا اور چابی اپنی مٹھی میں مضبوطی سے دبالی جیسے وہ اُس گھر کی یادوں کو ہمیشہ کے لیے اپنے دل میں قید کرنا چاہتی ہو۔

جب وہ مڑی تو فریدہ بیگم نے آگے بڑھ کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "یہ گھر تمہارے دل میں ہمیشہ رہے گا مائرہ۔ لیکن زندگی کا سفر آگے بڑھنے کا نام ہے۔ تمہیں ہمارے ساتھ جانا ہو گا۔"

مائرہ نے نظریں جھکائے سر ہلایا اور فریدہ بیگم کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ احد

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔اُس کا چہرہ سنجیدہ تھا مگر اُس کی نظریں ریئر ویو مرر سے مائرہ کو دیکھ رہی تھیں۔

فریدہ بیگم مائرہ کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ گاڑی اب آگے بڑھ رہی تھی مگر مائرہ کی نظریں اُس گھر پر جمی تھیں جو اب تیزی سے پیچھے جا رہا تھا۔ جب گھر نظروں سے اوجھل ہوا تو اُس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر بھینچ دیا ہو۔

"سب ٹھیک ہے؟"فریدہ بیگم نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"جی۔"مائرہ نے جواب دیا مگر اُس کی آواز میں چھپی لرزش کو فریدہ بیگم نے محسوس کر لیا۔

"میں جانتی ہوں یہ سب تمہارے لیے آسان نہیں ہے۔ماں باپ کا گھر چھوڑنا کبھی بھی آسان نہیں ہوتا۔ مگر تم اس گھر سے اپنی یادیں اور اپنے والدین کی دعائیں ساتھ لے کر جا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رہی ہو اور یہ دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی۔"

مائرہ نے آہستہ سے سر ہلایا اور اپنی مٹھی میں دبی چابی کو دیکھا جو اب بے جان سی محسوس ہو رہی تھی۔ فریدہ بیگم نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"یاد رکھو مائرہ یہ گھر تمہارا تھا اور تمہارا ہی رہے گا۔ لیکن اب تمہیں اپنی زندگی ایک نئے گھر میں گُزارنی ہو گی۔" مائرہ کے آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے مگر اُس نے جلدی سے آنسو پونچھ لیے۔ فریدہ بیگم نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ایک چھوٹا سا دعائیہ جملہ زیر لب پڑھا۔

احد، جو اب تک خاموش تھا، اُس نے ریئر ویو مرر سے اُن دونوں کو بس دیکھا، کچھ نہیں کہا۔ اُس کی نظروں میں ایک اطمینان تھا کہ اُس کی ماں مائرہ کے لیے وہ سہارا بن رہی تھیں جس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کی اُسے ضرورت تھی۔

گاڑی میں موجود یہ خاموشی محبت بھری تھی اور فریدہ بیگم کے نرم الفاظ نے مائرہ کے دل کو تھوڑا ہلکا کر دیا تھا۔ لیکن دل کے ایک گوشے میں مائرہ اب بھی اُس دروازے کو یاد کر رہی تھی جو اُس نے بند کیا تھا۔ کیا وہ دروازہ واقعی ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا تھا؟ یا اُس کے ماضی کی یادیں اُس کا راستہ کبھی نہ کبھی دوبارہ روکیں گی؟

اُس نے اپنا سر سیٹ سے ٹکا لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ شاید خود کو یقین دلانے کے لیے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہی ہے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

جب گاڑی اُس کے نئے گھر کے دروازے پر رُکی تو مائرہ کا دل جیسے ایک لمحے کے لیے رک

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سا گیا۔یہ گھر اُس کے لیے نیا تھا مگر اُس کی زندگی کا یہ اگلا باب تھا۔باہر کی روشنی میں گھر کی عمارت واضح نظر آ رہی تھی۔وہ سادہ مگر صاف ستھری تھی۔وہ عمارت اس میں رہنے والوں کی خوش مزاجی کی عکاسی کر رہی تھی۔

احد نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔فریدہ بیگم نے گاڑی سے نکلتے ہوئے ایک نظر گھر کی طرف ڈالی اور پھر مائرہ کی طرف۔

"چلو،مائرہ۔یہ گھر اب تمہارا بھی ہے۔"

مائرہ نے گاڑی سے باہر قدم رکھا۔اُس کا دل ابھی بھی پچھلے گھر کی یادوں کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا مگر اُس نے خود کو مضبوط رکھا۔احد خاموشی سے اُس کے سامان کی طرف بڑھا اور فریدہ بیگم مائرہ کے ساتھ دروازے کی طرف چلنے لگیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مائرہ کی نظر نیم پلیٹ پر پڑی جس پر "احد سلطان" لکھا ہوا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اُس نے اندر جھانکا۔ وہ یہاں پہلے بھی ایک بار آچُکی تھی مگر آج والی مائرہ، اُس دن والی مائرہ سے مختلف تھی۔

اندر کا ماحول پر سکون اور صاف ستھرا تھا۔ دیواروں پر سجے چھوٹے چھوٹے فریم اور ایک ہلکی سی خوشبو جو شاید کسی تازہ گلاب کی تھی، اُس نے ماحول کو پُر سکون بنا دیا تھا۔

"یہ میرا، تمہارا اور احد کا گھر ہے۔" فریدہ بیگم نے کہا۔ اُن کے لہجے میں ایک ماں جیسی محبت اور اپنائیت تھی جو مائرہ کے دل کو تسلی دے رہی تھی۔

"ماں آپ بیٹھیں، میں سامان اندر لے آتا ہوں۔" احد نے کہا اور مائرہ کی طرف دیکھ کر ایک لمحے کے لیے رُکا۔ اُس کی نظریں مائرہ کو تسلی دینے کی کوشش کر رہی تھیں۔ فریدہ

بیگم نے مائرہ کا ہاتھ تھاما اور اُسے اندر لے گئیں۔

"مائرہ، یہ کمرہ تمہارا اور احد کا ہے۔ اُمید ہے تمہیں پسند آئے گا۔"

مائرہ کمرے کے دروازے پر رُکی اور اندر دیکھا۔ کمرہ سادہ مگر خوبصورت تھا۔ بیڈ پر لیونڈر کلر کی چادر بچھی ہوئی تھی اور ایک چھوٹا سا گلدان جس میں تازہ گلاب رکھے ہوئے تھے، میز پر رکھا تھا۔ اُس نے ایک نظر کمرے کے کونے میں لگی بُک شیلف پر ڈالی جہاں کچھ کتابیں پہلے ہی موجود تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اُس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی جھلکنے لگی۔

"مائرہ، یہ تمہارا گھر ہے۔ یہاں تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔ اگر کوئی بات دل میں ہو تو مجھے بلا جھجھک بتانا۔" مائرہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"سب ٹھیک ہے؟"احد اندر آیا اور بولا۔

"جی،سب ٹھیک ہے۔"مائرہ نے کہا اور پہلی بار اُس کی آواز میں تھوڑا اطمینان محسوس ہوا۔

یہ گھر اُس کے لیے نیا تھا مگر اُس لمحے فریدہ بیگم اور احد کی موجودگی نے اُسے محسوس کروایا

کہ وہ اکیلی نہیں ہے۔یہ سفر آسان نہیں ہو گا،مگر یہ نیا باب شاید اُس کی زندگی میں کچھ

خوشیوں کا آغاز ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

مائرہ کمرے میں خاموش بیٹھی تھی اور دل میں بے شمار خیالات نے اُسے بوجھل کر رکھا

تھا۔

وہ اور ماں ایک بیڈ پر لیٹی تھیں۔

وہ مائرہ کو بتا رہیں تھی کہ جب وہ اُس کی عمر کی تھیں تو بالکل اُس جیسی دِکھتی تھیں۔

وہ دونوں اکٹھا خانہ کعبہ کے سامنے کھڑی تھیں۔

ماں اُسے اُس کے بچپن کی تصویریں دِکھا رہی تھیں۔

وہ مائرہ کی پیشانی پر نرم بوسہ دے رہی تھیں۔

مائرہ اُن کو اُٹھانے کی ہر مُمکن کوشش کر رہی تھی مگر وہ گہری نیند میں سو چُکی تھی۔

اُس نے دروازے کو تالا لگا کر چابی اپنے مُٹھی میں دُبالی تھی۔

نئے گھر کی خاموشی اور باہر کچن میں پکنے والے کھانے کی خوشبو، سب کچھ اسے کچھ عجیب سا

لگ رہا تھا۔ فریدہ بیگم اُسے کمرے میں چھوڑ کر اب رات کے کھانے کی تیاری میں

مصروف تھیں۔ لیکن مائرہ تب سے کھڑکی کے پاس خاموش کھڑی تھی، گہری سوچوں میں

ڈوبی ہوئی تھی۔

کچھ دیر بعد احد کمرے میں آیا۔اُس نے مائرہ کو کھڑکی کے پاس کھڑے دیکھا اور اُس کے

چہرے پر ایک نرم مسکراہٹ آئی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"اُس نے مائرہ کے قریب آکر پوچھا۔مائرہ نے سر اُٹھایا اور اُسے ایک

نظر دیکھا۔

"سب کچھ بہت عجیب لگ رہا ہے۔ماں کے گھر کو چھوڑنا،اور..."اُس نے دھیرے سے

کہا،احد نے اُس کے قریب آکر اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"سب وقت کے ساتھ ٹھیک ہو جائے گا۔"اُس نے ہولے سے کہا۔

"مجھے نہیں پتہ کہ کہاں سے شروع کروں۔"بھوری آنکھوں نے شہد آنکھوں میں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جھانکتے ہوئے کہا۔

"ہم سب کچھ ایک ساتھ کریں گے اور تمہیں کبھی ایسا نہیں لگے گا کہ تم اکیلی ہو۔" وہ آنکھیں کافی تھیں مائرہ کو تسلی دینے کے لئے۔

مائرہ نے گہری سانس لی اور محسوس کیا کہ وہ واقعی اکیلی نہیں ہے۔ اس نے اُسے مسکراتے ہوئے دیکھا اور دونوں ایک لمحے کے لیے خاموشی میں ڈوبے رہے، جیسے ایک دوسرے کے دل کی باتیں سن رہے ہوں۔

"احد..." تھوڑی دیر بعد مائرہ نے اُسے پُکارا۔

"کیا تم ابھی بھی اُداس ہو؟" احد نے پوچھا۔

"کیا تم خوش ہو؟" مائرہ نے جواب دینے کی بجائے اُس سے سوال کیا۔

Clubb of Quality Content

"جب تُم اداس ہو تو کیا میں خوش ہو سکتا ہوں کیا؟"احد نے اُلٹا سوال کیا۔

"یہی تو پوچھ رہی ہوں۔"

"مائرہ جب تم اُداس ہوتی ہو تو میرا پورا دِن خراب گُزرتا ہے۔"اب کی بار اُس نے مائرہ کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"اور جب تم خوش ہوتے ہو تو میرا پورا دِن اچھا گُزرتا ہے۔"اس احد کے ہی انداز میں جواب دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"چلو تم اُداسی ختم کر کے میرا دِن خوشگوار بناؤ اور میں خوش رہ کر تُمہارا دِن اچھا بنا دوں گا۔"

ساتھ ہی اُس نے مائرہ کو ہاتھ سے سمائلی فیس بنا کر دِکھایا۔وہ بھی ہلکا سا مُسکرا دی مگر ابھی بھی دل ویسے ہی خالی تھا جیسے آج سے کچھ دن پہلے تھا۔اُسے بھرنے میں وقت لگنا تھا مگر وقت

سے بڑا مرہم کوئی نہیں ہوتا۔ وقت نے اُس خالی پن کو بھر ہی دینا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

دو مہینے بعد۔

دو مہینے گزر چکے تھے۔ مائرہ کے لیے یہ وقت آسان نہیں تھا، لیکن اب زندگی آہستہ آہستہ اپنی معمول کی سمت میں واپس آ رہی تھی۔ وہ کچن میں ناشتے کی تیاری میں مصروف تھی جب کھڑکی سے آتی ہوئی ہلکی دھوپ نے پورے گھر کو روشن کر دیا تھا۔ باہر پرندوں کی چہچہاٹ اور ہوا کے جھونکے ماحول میں سکون پیدا کر رہے تھے۔

کچن سے باہر آتے ہوئے اُس نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف ایک نظر ڈالی۔ صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ فریدہ بیگم صوفے پر بیٹھی قرآن پڑھ رہی تھیں۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا اور

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مائرہ کو ان کی موجودگی ہمیشہ سکون دیتی تھی۔

"امی چائے لاؤں آپ کے لیے؟"مائرہ نے اپنائیت سے پوچھا۔

فریدہ بیگم نے قرآن کو بند کرتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔فی الحال وہ کوئی دعا پڑھ رہی تھیں۔

چائے کی ٹرے لا کر مائرہ نے ٹیبل پر رکھی۔فریدہ بیگم نے اُسے اپنے قریب بُلایا اور اُس کے سر پر پھونک مارا۔اُس کے بعد چائے کا کپ اُٹھالیا۔

"مائرہ،مجھے خوشی ہے کہ تم نے خود کو سنبھالنا شروع کر دیا ہے۔"اُنہوں نے مائرہ کو دیکھتے ہوئے کہا اور چائے کا کپ لبوں کو لگایا۔

"جی امی کوشش کر رہی ہوں۔"مائرہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا لیکن اس کی

Clubb of Quality Content

آواز میں ایک گہرائی تھی۔

اسی دوران احد کمرے سے باہر آیا۔اُس کے ہاتھ میں لیپ ٹاپ بیگ تھا اور وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے مائرہ کی طرف آیا۔

"ناشتا تیار ہے؟"اُس نے محبت بھرے انداز میں پوچھا۔

"ہاں ٹیبل پر رکھا ہے۔"مائرہ نے نرم لہجے میں جواب دیا۔احد مزید کچھ کہے بِنا ٹیبل کی جانب بڑھ گیا۔وہ بھی اُس کے ساتھ ہی آ گئی۔فریدہ بیگم اِس وقت صرف چائے پیا کرتی تھیں۔

ناشتہ ختم کرنے کے بعد مائرہ نے برتن سمیٹے اور اُٹھا کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔باقی کے برتن اُٹھا کر احد اُس کے پیچھے ہی آ گیا۔وہ جانتا تھا کہ مائرہ اب بھی پوری طرح سے اپنے غم

سے نہیں نکلی،اس لیے چھوٹے چھوٹے کاموں میں اُس کا ہاتھ بٹانا اُس کی محبت کا اظہار تھا۔

"جب میں واپس آؤں گا تو تیار ہو جانا۔"احد نے کچن کاؤنٹر سے ٹیک لگاتے کہا۔

"میں تمہیں ایک خاص جگہ لے کر جاؤں گا۔ تمہیں باہر کی ہوا اور تھوڑا وقت چاہیے۔"اُس نے بات مکمل کی۔

"کہاں؟"مائرہ نے تھوڑی دیر کے لیے سوچا پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"یہ تمہارے لئے سرپرائز ہو گا۔"احد نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور پھر دروازے کی طرف بڑھا۔

"بس تیار رہنا، تمہیں بہت پسند آئے گا۔"

"ٹھیک ہے۔"مائرہ نے ہنسی کے ساتھ سر ہلایا اور کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں پسند آئے گا۔" احد نے پھر سے کہا اور پھر دروازے کو کھول کر باہر چلا گیا۔

احد کے جانے کے بعد مائرہ کچن کے برتن دھونے کے بعد اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی اور کمرے کی صفائی کرنے لگی۔ پہلے اُس نے بیڈ کی چادر بدلی، پھر الماری کے کپڑے ترتیب دیے اور پھر کھڑکیاں کھول کر کمرے میں روشنی آنے دی۔ سارا جھاڑو لگانے کے بعد وہ لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی۔

"مائرہ ذرا اِدھر تو آؤ۔" کچھ دیر بعد فریدہ بیگم نے مائرہ کو آواز دی۔

"جی امی۔" مائرہ فوراً اُٹھی اور اُن کے کمرے میں گئی۔

"یہ سوئی میں دھاگہ ڈال دینا۔ احد کی شرٹ کا بٹن ٹوٹا تھا، سوچا وہی لگا دوں۔" مائرہ کو کمرے میں آتا دیکھ کر اُنہوں نے کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ادھر دیں، میں لگا دیتی ہوں۔" مائرہ نے سوئی اُن کو پکڑانے کی بجائے شرٹ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"ایک منٹ کا کام ہے، میں لگا دیتی ہوں اور کچھ تو تم مجھے کرنے نہیں دیتی۔" فریدہ بیگم نے اُس سے کہا اور سوئی کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"آپ کے لئے ناشتہ بنا دوں؟" مائرہ نے سوئی اُن کو پکڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بنا دو، میں بھی بس ابھی آئی۔" فریدہ بیگم نے اُس سے کہا اور سوئی پکڑے بٹن لگانے میں مصروف ہو گئیں۔

چند منٹ ہی گزرے تھے جب فریدہ بیگم اپنے کمرے سے باہر آتی دِکھائی دی۔ مائرہ اُن کا ناشتہ ٹیبل پر لگا چُکی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کے کپڑے کہاں رکھے ہیں؟ بتائیں میں استری کر دوں۔" وہ ناشہ شروع کرنے لگیں تو مائرہ نے کہا۔

"یہاں بیٹھو ذرا۔" فریدہ بیگم نے سنجیدگی سے کہا اور سامنے والی کُرسی کی جانب اِشارہ کیا۔

مائرہ خاموشی سے وہاں بیٹھ گئی۔

"میرا یقین کرو، تمہارے اِس گھر میں آنے سے پہلے یہ سارے کام کوئی جِن نہیں کیا کرتا تھا۔" مائرہ نے نا سمجھی سے اُنہیں دیکھا۔

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ مجھے یہ سارے کام کرنے کی عادت ہے، میری عادت نہ بگاڑو۔" فریدہ بیگم نے اُس سے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ سب کرنا تو میرا فرض ہے۔"

"تمہارا فرض میری عزت کرنا ہے، مجھ سے محبت کرنا ہے اور مجھ سے باتیں کرنا ہے۔ مگر جب سے تم اِس گھر میں آئی ہو، پرانی والی مائرہ تو جیسے کہیں کھو گئی ہے۔ اب تم مجھ سے بات تک نہیں کرتی، بس کام کرتی رہتی ہو۔ اور ایسا کر کے تم اپنے ساتھ زیادتی کرتی ہو۔"

وہ لمحہ بھر سانس لینے کو رُکیں۔

"دو مہینے سے میں تمہیں یہ بات سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ مگر مجھے موقع ہی نہیں مِل رہا تھا۔" مائرہ اُن کی بات توجہ سے سُن رہی تھی۔

"کام کرتے رہنا اور خود کو مصروف رکھنا کچھ حد تک تمہاری ذہنی پریشانی کو دور کر سکتا ہے۔ مگر یہ ایک عارضی حل ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں نہیں جانتی کہ تم یہ سب کیوں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کرتی ہو؟"اُنہوں نے مائرہ سے سوال کیا مگر وہ خاموش رہی۔

"میں جانتی ہوں کہ تم ابھی تک اپنی ماں کے صدمے سے نہیں نِکلی۔ تمہیں جتنا وقت چاہیے ،تم لے سکتی ہو۔ مگر مجھے بھی تو تم امی کہتی ہو۔ کیا میرا تم پر اتنا حق بھی نہیں ہے کہ تم مجھ سے اپنے دل کی بات کہہ سکو؟"اُن کی نظر لاؤنج میں لگی بڑی سی تصویر پر پڑی۔ اُس میں وہ چاروں اکٹھا کھڑے تھے۔ ایک طرف احد اور فریدہ بیگم اور دوسری طرف مائرہ اور مسرت۔ وہ مائرہ اور احد کے نکاح کی تصویر تھی۔

"خود کو ہر وقت مصروف رکھنا فرار کا راستہ نہیں ہوتا مائرہ۔ اور اگر تم اِس راستے پر نکل پڑو تو یہ کبھی نہ ختم ہونے والا راستہ ہے۔ جب تک تم خود کو مصروف رکھو گی، تو یہ یادیں تمہیں اذیت نہیں دیں گی۔ مگر پھر کبھی اگر تم کام کرنا چھوڑو گی، تو یہ یادیں پھر سے تمہیں اذیت

Clubb of Quality Content

دیں گی۔"

"یادیں اذیت نہیں دیتی، یہ بات اذیت دیتی ہے کہ میں ماں کہ ساتھ کبھی ایسی نئی یادیں نہیں بنا سکوں گی۔" آنسو اُس کی رُخسار پر بہہ رہے تھے۔ وہ اِن دو مہینوں میں بھی اُنہیں قابو کرنا نہیں سیکھ پائی تھی۔

"کیا تمہاری ماں چاہتی تھیں کہ تم خود کو اس اذیت میں ڈال لو؟ انسان جتنا اپنے ماضی میں الجھتا ہے، حال اور مستقبل اُس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ تمہارے آنسو صرف تمہیں نہیں، تمہارے ساتھ رہنے والوں کو بھی اذیت دیتے ہیں۔" مائرہ نے نظریں جُھکا لیں۔

"وہ تو مرنا بھی نہیں چاہتی تھیں، یہاں سب ہمارے چاہنے سے نہیں ہوتا، امی۔" اُس نے ایک ہاتھ سے اپنے آنسو صاف کرتے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم بس اُن کے لیے دُعا کر سکتی ہو، تمہارے افسردہ رہنے سے اُن کی روح کو سکون نہیں ملے گا۔"

"میں ۵ وقت کی نماز پڑھتی ہوں، اُن کے لیے دُعا بھی کرتی ہوں، مگر میرے دل کو سکون نہیں ملتا۔"

"تو تمہیں یہ سوچنا ہو گا کہ تمہیں اُس کام میں بھی سکون نہیں ملتا جو ہر شخص کو پُرسکون کر دیتا ہے۔ تمہیں نماز پڑھنے سے سکون کیوں نہیں ملتا؟" مائرہ خاموش رہی، اِس کا جواب وہ بھی نہیں جانتی تھی۔

"کیونکہ تم نماز سکون کے لئے نہیں پڑھتی بلکہ اپنی ماں کے لئے پڑھتی ہو۔ تم نماز میں بھی اُن کے بارے میں سوچتی رہتی ہو۔ تو بتاؤ، تمہیں سکون کیسے ملے گا؟" مائرہ نے حیرت سے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُن کو دیکھا، فریدہ بیگم کو یہ جواب کیسے معلوم تھا؟

"اگلی بار نماز پڑھو تو دل سے سب کو نکال دینا، بس خود کو اور اللہ کو یاد رکھنا۔ پھر تمہیں سکون ملے گا، نماز میں بھی اور اپنی زندگی میں بھی۔" وہ اُس کے خالی دل کو محبت سے بھر رہی تھیں۔

"میں کوشش کروں گی۔" اتنا کہہ کر وہ وہاں سے اُٹھ گئی مگر فریدہ بیگم کے الفاظ نے اُس کے زخموں پر مرہم کی طرح اثر کیا تھا۔ وہ بس نماز میں دل کا سکون حاصل کرنا چاہتی تھی...

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

کمرے کی کھڑکیاں کھلی تھیں اور باہر سے آنے والی ہلکی سی ہوا نے کمرے کا سکون اور

بڑھا دیا تھا۔ گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے مائرہ کو یاد آیا کہ ظہر کا وقت ہو چکا ہے۔ اس نے

الماری سے صاف ستھرا دوپٹہ نکالا، وضو کے لیے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

وضو کرتے وقت اُس کا دل کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پانی کا ہر قطرہ جیسے اُس کے

اندر کے بوجھ کو ہلکا کر رہا تھا مگر دل کا غم ابھی بھی اپنی جگہ پر تھا۔

وضو کے بعد اُس نے جائے نماز کو ترتیب سے بچھایا اور خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔ اللہ اکبر

کہتے ہی اُس کا دل زور سے دھڑکا۔ فریدہ بیگم کی بات ذہن میں گونجی۔

"کیا میری نماز قبول ہوتی ہے؟ کیا میں اللہ کے قریب بھی ہوں یا بس فرض نبھا رہی

ہوں؟" اُس کے دل سے آواز آئی۔

سورہ فاتحہ کے ہر لفظ کے ساتھ اُس نے دل سے کوشش کی کہ اللہ سے بات کرے، اُسے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اپنے دل کی کیفیت بتائے۔اُس کے آنسو بہنے لگے اور رکوع میں جاتے ہوئے اُس کے دل سے ایک دعا نکلی۔

"یا اللہ،مجھے سکون دے۔مجھے سمجھا کہ میں اپنے غموں کے ساتھ کیسے جینا سیکھوں۔"

جب وہ سجدے میں گئی تو اُس کا پورا وجود جیسے زمین سے جُڑ گیا۔اُس نے آنکھیں بند کیں اور دل سے دعا کی۔

"یا اللہ مجھے ہمت دے،اور میری ماں کی مغفرت فرما۔مجھے اُن کے بغیر جینے کا راستہ دکھا دے۔"

اُس کی ہچکیاں بے قابو ہو رہی تھیں لیکن وہ جانتی تھی کہ یہی وہ وقت ہے جب اُس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو سکتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نماز ختم کرنے کے بعد وہ خاموشی سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بیٹھی رہی۔اُس کے آنسو بدستور بہہ رہے تھے لیکن دل میں جیسے کوئی روشنی محسوس ہو رہی تھی۔ آج پہلی بار اُس نے اپنے دل کے سکون کے لیے دُعا کی تھی اور ایک عجیب سا سکون اُسے محسوس ہوا تھا جو وہ طویل عرصے کے بعد محسوس کر رہی تھی۔شاید یہ وہ پہلا قدم تھا جو اُسے سکون کی طرف لے جا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اُس نے جائے نماز تہہ کی،اپنے دوپٹے کو ٹھیک کیا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔اُس کے قدم ہلکے محسوس ہو رہے تھے،جیسے کسی نے اُس کے غم کا بوجھ تھوڑا سا کم کر دیا ہو۔باہر لاؤنج میں فریدہ بیگم قرآن پڑھ رہی تھیں۔وہ ہر نماز کے بعد قرآن پڑھا کرتی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مائرہ اُن کے قریب جا کر بیٹھ گئی، لیکن اُس کے چہرے کی روشنی نے فریدہ بیگم کو بتا دیا کہ مائرہ کے دل میں کچھ بدل چکا ہے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

شام دھیرے دھیرے گہری ہو رہی تھی اور آسمان پر نارنجی رنگ بکھر رہا تھا۔ مائرہ نے سرخ رنگ کا سادہ جوڑا پہنا ہوا تھا جس کے دامن پر ہلکی سی کڑھائی تھی۔

اس کے بال کھلے تھے مگر اس نے انہیں پیچھے سے سنبھال کر کلپ لگا رکھا تھا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی اور اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔ اس کی آنکھوں میں اداسی کا سایہ تھا لیکن احد کے کہنے پر تیار ہونے کی کوشش کی تھی۔

دروازے کی گھنٹی بجی تو وہ چونک گئی۔ اس نے اپنے دوپٹے کو ٹھیک کیا اور دروازے کی

طرف بڑھی۔

احد اندر داخل ہوا اور مائرہ کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے رک گیا۔اس کی آنکھوں میں نرمی اور محبت تھی۔

"کیسی ہو؟"اس نے نرمی سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔"مائرہ نے مدھم لہجے میں جواب دیا اور نظریں جھکا لیں۔

"تیار ہو؟"احد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی۔"

احد نے قریب آ کر اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو۔"

Clubb of Quality Content

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"مائرہ نے پوچھا۔

"سرپرائز ہے۔بس اتنا کہوں گا کہ تمہیں اچھا لگے گا۔"احد نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔اُس نے بھی اپنے کپڑے بدلے۔اُس کے بعد فریدہ بیگم سے دُعائیں لی اور گھر سے نِکل آئے۔مائرہ اُن کو پہلے ہی بتا چُکی تھی کہ اُسے احد کے ساتھ کہیں جانا ہے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

گاڑی میں دونوں خاموش تھے لیکن یہ خاموشی بوجھل نہیں تھی۔احد کبھی کبھار مائرہ کی طرف دیکھتا اور مائرہ کھڑکی کے باہر تیزی سے بدلتے مناظر کو دیکھتی رہی۔

گاڑی آخر کار ایک چھوٹے سے کیفے کے باہر رکی جو روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔مائرہ نے حیرانی سے کیفے کو دیکھا۔

"یہاں؟"اس نے آہستہ سے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں،اندر چلو۔"احد نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

مائرہ ہچکچاتے ہوئے کیفے کے اندر داخل ہوئی۔پورے کیفے میں اندھیرا تھا۔جیسے ہی اُس نے دوسرا قدم اندر بڑھایا تو بتیاں جل پڑی۔مائرہ کی نظر سامنے پڑے میز پر پڑی۔

میز کے درمیان ایک خوبصورت کیک رکھا تھا جس پر گلابی پھولوں کی سجاوٹ تھی اور سب سے اوپر لکھا تھا۔

ہیپی برتھ ڈے مائرہ۔

اُس ٹیبل کو فیری لائٹس سے سجایا گیا تھا۔بیک گراؤنڈ میں دھیمے سے ساز بج رہے تھے اور کیفے اِس وقت بالکل خالی تھا۔احد،مائرہ اور خاموشی کے سوا وہاں کوئی نہیں تھا۔اِس کا اہتمام پہلے سے کیا گیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہیپی برتھ ڈے،مائرہ۔" پیچھے سے احد کی آواز آتی سُنائی دی۔،مائرہ نے حیرت سے اُسے دیکھا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم نے اپنی سالگرہ بھی بھلادی ہوگی۔" احد نے مائرہ کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آج اٹھائیس نومبر ہے؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔اب تو وہ کیلنڈر دیکھنا بھی چھوڑ چُکی تھی۔

"جی،مائرہ بی بی۔"

"تمہیں یاد تھا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"یاد!...مائرہ میں یہ دن کیسے بھول سکتا ہوں؟ یہ تو تمہاری زندگی کا خاص دن ہے اور اب تو

Clubb of Quality Content

میرے لیے بھی خاص ہے۔"احد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر مجھے یاد نہیں تھا۔"مائرہ نے اُداسی سے کہا۔

"میں ہوں نہ یاد رکھنے کے لیے، تم بس مجھے یاد رکھنا۔چلو اب کیک کاٹیں۔"احد نے کیک کی جانب اشارہ کیا۔

مائرہ نے ہچکچاتے ہوئے چُھری اٹھائی اور کیک کاٹا۔احد نے تالیاں بجائی اور کیک کا پہلا ٹکڑا خود اٹھا کر مائرہ کو کھلایا۔

"یہ دن ہر دن سے زیادہ خاص ہے مائرہ۔اور تمہیں چاہیے کہ اِس کو خاص طریقے سے مناؤ، اپنے ہر دُکھ، ہر تکلیف کو بھول کر۔"مائرہ نے احد کی طرف دیکھا جو اسے دیکھ کر مُسکرا رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

"تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ مجھے اتنی اہمیت کیوں دیتے ہو؟"مائرہ نے آنکھوں میں نمی کے ساتھ کہا۔

"شاید اس لیے کہ تم میرے لئے اہم ہو اور آج کا دن خاص تھا تمہیں یہ بتانے کیلئے۔"احد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مگر دور اندر وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ وہ مائرہ کو دنیا کی ہر وہ خوشی دے جو اُس کی ماں کو نہیں ملی یا اُس کو وہ اہمیت دے جو اُس نے کبھی اپنے باپ کو اور اپنی ماں کو دیتے نہیں دیکھا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

غلط کہتے ہیں لوگ کہ ایک لڑکا ویسا ہی کرتا ہے جو وہ اپنے باپ سے سیکھتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو۔ اگر ماں اچھی ہو تو وہ باپ کی منفی سوچ کا سایہ بھی اپنی اولاد پر نہیں پڑھنے دیتی، فریدہ بیگم نے اِس بات کو کبھی اُس کے ذہن میں منفی طریقے سے نہیں گھولا

تھا۔

"خاص کیوں؟ صرف اس لیے کہ آج میری سالگرہ ہے؟" مائرہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"تمہاری سالگرہ میرے لیے دنیا کا سب سے اہم دن ہے۔ کیونکہ اگر یہ دن نہ ہوتا تو تم نہ ہوتیں، اور تم نہ ہوتیں تو..." وہ رُکا اور گہری نظر سے مائرہ کو دیکھا۔ "تو زندگی بھی نہ ہوتی۔" اُس نے شوخی سے جواب مکمل کیا۔ اُس کے بعد خاموشی تھوڑی دیر کیلئے دونوں کے درمیان حائل ہو گئی۔

کچھ لمحوں بعد احد نے ایک مخملی ڈبی مائرہ کی طرف بڑھائی۔ مائرہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور ابرو اچکائے۔

"تمہارا تحفہ۔" احد نے مسکرا کر کہا۔

Clubb of Quality Content

مائرہ نے ڈبی لی اور اُسے کھولا۔اس کے اندر ایک سنہری چین تھی، جس پر "مائرہ سلطان"

لکھا تھا۔مائرہ نے خوشگوار حیرت سے احد کو دیکھا۔

"پہنا سکتا ہوں؟" احد نے پوچھا۔

مائرہ نے چین نرمی سے اُس کے ہاتھ میں تھمادی۔احد نے اسے وہ چین پہنائی اور کچھ لمحوں

کے لیے ارد گرد کا ماحول، وہاں رکھا کیک، چمکتی ہوئی فیری لائیٹس، سب غائب ہو چُکا تھا۔

صرف احد اور مائرہ رہ گئے تھے۔

"تمہارے پہننے کے بعد یہ چین بہت پیاری لگ رہی ہے مائرہ۔" احد نے دل کھول کر

تعریف کی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ یہ چین بہت پیاری ہے؟" مائرہ نے شرماتے ہوئے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میرا مطلب ہے، کہ تم بہت پیاری ہو۔" وہ جب بھی بات کرتا تھا تو مائرہ کو ایسا لگتا تھا کہ آس پاس کی دُنیا مدھم پڑ رہی ہے اور بس احد ہی رہ گیا ہے۔

اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ سکتی، اسی لمحے احد کا فون بج اٹھا۔ احد نے ایک نظر فون کو دیکھا اور ایک مائرہ کو۔ پھر فون پاور آف کر کے مائرہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اُٹھا لو، ہو سکتا ہے کہ ضروری کال ہو۔" مائرہ نے احد کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اِس وقت میرے لیے صرف تم ضروری ہو۔" وہ بات کو گُھمانا اچھے سے جانتا تھا۔ مائرہ بس اُسے دیکھتی رہ گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ دونوں وہاں سے اُٹھے تو احد مائرہ سے ایک منٹ کا کہہ کر کاؤنٹر کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جانب بڑھ گیا۔

"ہاں، کیا بات ہے؟ کیوں بار بار کال کر رہے تھے؟" مصطفیٰ اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

"اور یہ سب کچھ جو تم نے میرے کہنے پر کیا اِس کا شکریہ۔" احد نے مسکرا کر میز کی جانب اِشارہ کیا۔

"احد..." اُس کی آواز میں پریشانی تھی اور اُس کے بعد وہ سب کچھ اُسے بتاتا گیا۔

احد کا چہرہ ایک لمحے کے لیے سفید پڑا مگر اُسے پیچھے سے مائرہ آتی دِکھائی دی، تو اُس نے فوراً خود کو نارمل کیا۔ مائرہ کی جانب مصطفیٰ کی پیٹھ تھی، وہ اُس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اُس نے مصطفیٰ کو خدا حافظ کہا اور وہاں سے نِکل پڑا۔ البتہ ذہن ابھی تک مصطفیٰ کی باتوں میں اُلجھا ہوا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب ۴: پہلا تاثر، آخری دھوکہ

پھر کوئی آیا دلِ زار؟

آسمان پر ستارے آہستہ آہستہ مدھم پڑ رہے تھے۔ افق نارنجی رنگ میں نہایا ہوا تھا اور ہر شے پر فجر کی ٹھنڈی روشنی اُتر رہی تھی۔ سڑکیں اور گلیاں زیادہ تر سنسان تھیں، مگر کہیں کہیں کچھ لوگ گھروں اور مسجدوں سے نکلتے دکھائی دے رہے تھے۔ کوئی کام پر جا رہا تھا، کوئی شب بیداری کے بعد گھر لوٹ رہا تھا۔

ہاشم احد کے چھت پر کھڑا اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر وہ سیدھا یہیں چلا آیا تھا۔ خاموشی، ہوا، اور فضا میں پھیلی پرندوں کی چہچہاہٹ۔ سب اُسے کسی گہری سوچ میں لے جا چکی تھی۔ اسے کوئی نہ کوئی راہ نکالنی تھی احد کے گھر والوں تک پہنچنے کی۔ وہ کب تک یہاں بیٹھا رہ سکتا تھا؟ اسے بھی آخر کار اپنے گھر لوٹنا ہی تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احد کے دفتر کا وقت صبح آٹھ بجے سے شام چار بجے تک تھا۔اس لیے ہاشم کے پاس ابھی خاصی مہلت تھی۔ وہیں چھت پر کھڑے کھڑے اس نے جیب سے موبائل نکالا اور امی کا نمبر ڈائل کر دیا۔ پرسوں سے ان سے بات نہ ہو سکی تھی،دل بے چین سا تھا۔دوسری گھنٹی کے ساتھ ہی فون اٹھا لیا گیا۔

"ہاں سرگم کے بادشاہ، کیسے ہو؟"دوسری طرف سے نور کی شوخ آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہوں، تم سناؤ؟ گھٹنا کیسا ہے اب؟"ہاشم نے سادہ لہجے میں پوچھا۔

"میرے گھٹنے کو کیا ہونا ہے بھلا؟"نور نے حیرت سے کہا۔

"خیر، ہر بات بتانے کی نہیں ہوتی۔ تم یہ بتاؤ،اتنی صبح صبح اُٹھ کر کیا کر رہی ہو؟اور امی کا فون تمہارے پاس کیوں ہے؟"ہاشم کی نظریں چھت پر منڈلاتے پرندوں پر جا ٹھہریں جو اپنے گھونسلوں سے نکل کر رزق کی تلاش میں پر پھیلائے فضا میں پرواز کر رہے تھے۔ان کی چہچہاہٹ نے خاموشی کا طلسم توڑ دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"دیکھو میں تو شروع سے ہی جلدی اٹھنے والی تھی، بس تمہاری ضد میں بستر پر پڑی رہتی تھی۔ جب سے تم نکمے یہاں سے گئے ہو، ہم سب کی روٹین سیٹ ہو گئی ہے۔" نور نے دوسرے سوال کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے بات جاری رکھی۔ وہ غالباً صوفے پر لیٹی ہوئی بات کر رہی تھی۔

"امی سے بات کروادو، مس بی آئی کے۔" ہاشم کا لہجہ اب الجھن زدہ سا تھا۔ وہ نور کی حاضر جوابی کو اس وقت برداشت کرنے کے موڈ میں نہ تھا۔

"اگر نہ کراؤں تو؟" اس کی بات ابھی مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ صدف کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"کتنی بار کہا ہے کہ جوتے اُتار کر صوفے پر لیٹا کرو، مگر وہی مرغی کی ایک ٹانگ!" ہاشم بمشکل اپنی ہنسی روک پایا۔

"کس کا فون ہے صبح صبح؟" ماں کی آواز اتنی تھی کہ ہاشم بخوبی سن سکتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کے شہزادے کا ہے، لیجیے بات کریں میں تو ہوں ہی اڈاپٹڈ!" نور نے فون صدف کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے منہ بنایا اور وہاں سے کھسک گئی۔

"ہیلو ہاشم، کیسے ہو بیٹا؟ کل بھی فون کرتی رہی، کہاں مصروف تھے؟" صدف نے فون تھامتے ہی سوالات کی جھڑی لگادی۔

"جی امی، ٹھیک ہوں۔ کل تھوڑا مصروف تھا اس لیے بات نہ ہو سکی۔ آپ سنائیں، کیسی ہیں؟" ہاشم نے نرمی سے جواب دیا۔

پھر کچھ دیر وہ اُن کی نصیحتیں سنتا رہا۔ وہی پرانی، وہی مانوس باتیں۔ حالانکہ صدف کو بخوبی علم تھا کہ وہ جان بھی نہ پائیں گی کہ وہ ان کی بات مانتا بھی ہے یا نہیں۔

مگر وہ ماں ہی تو تھی۔ اُن کو اپنے بیٹے پر بھروسہ تھا، اندھا نہیں مگر پُرامید۔

ہاشم بھی اُن کو یہی یقین دلاتا رہا، وہ سب ویسا ہی کرے گا جیسے وہ کہہ رہی ہیں۔ جب وہ مطمئن ہو گئیں تو فون بند کر دیا۔

اب ہاشم کو احد کے دفتر جانا تھا۔ شاید وہاں سے کچھ سراغ ملے، کوئی ایسی بات جو اُس کی الجھی گتھی کو سلجھادے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

جب اُس کی آنکھ کُھلی تو فجر کا وقت بیت رہا تھا۔ باہر ابھی آسمان پورا نیلا نہیں ہوا تھا۔ نہ دن شروع ہوا تھا اور نہ ہی رات رخصت ہوئی تھی۔ پرندوں کی چہچہاہٹ ہر طرف گونج رہی تھی۔

جب وہ کمرے سے نکلی تو سامنے فریدہ بیگم کو بیٹھے قرآن پڑھتے دیکھا۔

"امی، مجھے بھی اُٹھادیتی آپ۔" اُس نے بائیں ہاتھ سے جمائی روکتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی بالوں کو کیچر سے باندھ کر آئی تھی، پھر بھی چند لٹیں چہرے پر آرہی تھیں۔ دوپٹہ نہ لینے کے باعث گلے میں موجود لاکٹ صاف دکھ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

فریدہ بیگم نے سر اُٹھا کر مائرہ کو دیکھا۔اُس کی آنکھوں کے نیچے ہلکے اب بھی واضح تھے۔

"میں آئی تھی تمہیں اُٹھانے مگر پھر تمہارے ہاتھ میں کتاب دیکھی تو اِرادہ بدل دیا۔تم رات کو لیٹ سوئی تھی،میں جانتی ہوں۔"

اُنہوں نے پھر سے سر جُھکالیا اور اپنے قُرآن کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

مائرہ مزید کچھ کہے بغیر جلدی سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔وہ وضو کر کے نکلی،الماری سے صاف دوپٹہ نکال کر سر کو ڈھانپا اور نماز کے لئے کھڑی ہو گئی۔

نماز پڑھنے کے بعد باہر آئی تو فریدہ بیگم بھی قرآن بند کر رہی تھیں۔اُنہوں نے اُسے اپنے پاس بُلا کر اُس کے چہرے پر پھونک ماری اور قرآن اُس کی طرف بڑھا دیا تا کہ وہ اُسے اُس کی جگہ واپس رکھ دے۔اُن کی عمر کافی ہو چُکی تھی اور زیادہ دیر ایک جگہ پر بیٹھے رہنے

سے اُن کے پاؤں سُن ہو جاتے تھے، جس وجہ سے وہ فوراً وہاں سے ہِل نہیں سکتی تھیں۔ اب وہ ایک ہاتھ سے اپنے پاؤں کو ہلکا ہلکا دُبا رہی تھیں۔

"امی، ناشتہ بناؤں؟" مائرہ نے قرآن کو جگہ پر رکھنے کے بعد پوچھا۔

"چلو، آج مل کر ناشتہ بناتے ہیں۔" وہ بھی فوراً صوفے سے اُٹھ کھڑی ہوئیں اور مائرہ کے ہمراہ کچن کی جانب بڑھ گئیں۔

"احد کا فون آن ہوا؟" کچن کاؤنٹر کے ساتھ ٹیک لگاتے اُنہوں نے پھر سے ایک بار پوچھا۔

مائرہ نے بغور اُن کے چہرے کو دیکھا پھر نفی میں سر ہِلایا۔

"امی اگر اُس کو واپس آنا ہوا تو آجائے گا۔ آپ پریشان نہ رہا کریں۔" اُس کے پاس اُن کو دینے کے لیے فی الحال کوئی تسلی نہیں تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"صحیح ہے، مگر تم اُس کے نمبر پر کال کرتی رہنا۔ کیا پتہ کب آن ہو جائے۔" اب وہ فریج سے دودھ نکال رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے مزید کچھ نہیں کہا۔ آج اُسے احد کے آفس بھی جانا تھا۔ وہاں سے آ کر وہ فریدہ بیگم کو سارے سوالات کے جواب دے سکتی تھی۔ اور اُس نے سوچ رکھا تھا کہ آج وہ اُن کو سب سچ سچ بتا دے گی، بس کچھ گھنٹوں کے بعد۔ ابھی اُس کی احد سے ملاقات ضروری تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

ساڑھے آٹھ بجے کے قریب سورج پورے زور و شور سے زمین کو روشن کئے ہوئے تھا۔ سڑکوں پر ہجوم بڑھ گیا تھا۔ ہر طرف موٹر سائکلز اور گاڑیوں کے ہارن گونج رہے تھے۔

سکول کی بسیں اپنے سفر پر رواں دواں تھی۔ اور وہ بھی ابھی آفس جانے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔

جب وہ احد کے آفس میں پہنچا، تو وہاں سب بد لا بد لا سا لگ رہا تھا۔ وہاں ہر چیز بے ترتیب تھی۔ وہ یہاں چھ مہینے بعد آیا تھا مگر اتنا تو وہ سمجھ سکتا تھا کہ آفس کی یہ حالت اِن تین دِنوں میں ہوئی تھی۔ لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو اپنا کام کر رہے تھے۔ ایسے میں کسی کی بھی نظر ہاشم کی جانب نہیں اُٹھی تھی۔

ہاشم کو دور سے ہی ایک کونے میں وہ بیٹھی دِکھائی دی۔ اُسے وہ پہلے بھی دیکھ چُکا تھا اور اُس کی نظریں لوگوں کو پہچاننے میں بہت تیز تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کون ہے۔ سارا، احد کی سیکرٹری۔

Clubb of Quality Content

ہاشم نے اُسے دور سے دیکھا،وہ کافی بیزار لگ رہی تھی شاید آفس کے لوگوں سے،یا شاید بار بار آنے والی فون کالز سے۔ہاشم ابھی اُس کے قریب پہنچا ہی تھا،کہ سارا کا فون پھر سے بج اُٹھا۔

"السلام علیکم فہد سر۔"اُس نے بڑے تحمل سے سلام کیا۔

"ابھی تک باس کا فون بند جا رہا ہے،مجھے جیسے ہی کوئی خبر ملے گی تو سب سے پہلے آپ کو ہی فون کروں گی۔"اِتنا کہہ کر اُس نے فون بند کر دیا اور گہری سانس لی۔

"ہیلو۔"ہاشم نے اُس کے قریب آتے ہی کہا۔

"ہیلو ہاشم سر،کیسے ہیں آپ؟"ہاشم کو دیکھ کر اُس کے چہرے پر خوشگوار مُسکراہٹ بِکھر آئی۔

Clubb of Quality Content

"ٹھیک، آپ مجھے کیسے جانتی ہیں؟"ہاشم نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"بالکل ویسے ہی، جیسے آپ مجھے جانتے ہیں۔"کچھ منٹ پہلے والی بیزاریت اب اُس کے چہرے سے جا چُکی تھی۔

"میں تو آپ کو مُصطفٰی کمال کی سیکرٹری کی حیثیت سے جانتا ہوں۔"

"میں بھی آپ کو باس کے دوست کی حیثیت سے جانتی ہوں۔"اُس نے دھیرے سے شانے اچکائے۔"پچھلے چھ مہینے سے جب بھی باس کے آفس کی صفائی کروانے جاتی ہوں تو وہاں کیبن میں پڑی آپ کی تصویر دِکھتی ہے،اب تو آپ کی شکل بھی حفظ ہو چُکی ہے۔"

"میں..."ہاشم کا سوال ابھی حلق میں ہی تھا جب سارا نے اُس کی بات کاٹی۔

"باس پچھلے تین دن سے آفس نہیں آرہے،میں نے کافی کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کی مگر

اُن کا فون بند جا رہا ہے۔ جب اُن سے بات ہوئی تو اُن کو آپ کا بھی بتا دوں گی۔" اُس نے خود سے ہی وہ سب بتا دیا، جو اُسے لگا تھا کہ ہاشم پوچھنے والا ہے۔ اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا کہ سارا کا فون پھر سے بجا۔

"جی افضل صاحب۔" اُس نے فون اُٹھاتے ہی کہا۔

"جی میرا جیسے ہی اُن سے رابطہ ہو گا تو آپ کا پیغام اُن تک پہنچا دو نگی۔"

"خُدا حافظ۔"

"کسی کو یہ پروا نہیں کہ باس کہاں ہے۔ صرف اپنے کام سے مطلب ہے اِن کو۔" سارا نے فون بند کرتے ہی بیزاری سے تبصرہ کیا۔ اب وہ ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھے بیٹھی تھی۔ اُس کے لمبے ناخن دور سے ہی چمک رہے تھے۔

Clubb of Quality Content

ہاشم نے ایک نظر سارا کو دیکھا اور ایک نظر باقی کے ملازمین کو۔ وہ اُنہیں کم از کم اِس حال میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ احد کی اتنے سالوں کی محنت، اِن دنوں میں ڈوب سکتی تھی۔ وہ آگے ہوا، اور بازو کاؤنٹر پر ٹکایا۔ سارا نے حیرت سے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

"میں آپ کو یہی بتانے آیا ہوں، کہ وہ آپ سے بات نہیں کر سکتے۔ اُن کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور وہ کومہ میں ہے۔" اُس کے بعد اُسے ڈاکٹرز نے اب تک جو بتایا تھا وہ سب سارا کو بتا دیا۔ سارا بس بُت بنے اُسے دیکھتی رہی۔ اُس کا ہاتھ ٹھوڑی سے نیچے لڑھکا اور ہاتھوں کی گرفت ڈیسک کے گرد مضبوط ہو چُکی تھی۔

"کیا وہ ٹھیک ہیں؟" سارا نے فوراً پوچھا۔

"اُن کو ہماری دُعاؤں کی ضرورت ہے۔ کیا آپ میرا اُن کی فیملی سے رابطہ کروا سکتی ہیں؟ یا

کیا آپ اُن کے بارے میں کچھ جانتی ہیں؟"ساری صورتِ حال بتانے کے بعد اُس نے سارا سے پوچھا۔وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

"نہیں... میرا مطلب ہے، کہ میرے پاس اُن کی فیملی کا کوئی کانٹیکٹ نمبر نہیں ہے۔"

ایک بار پھر ہاشم کی اُمید ٹوٹ چُکی تھی۔سارا کا فون دوبارا بجنے لگا۔ہاشم وہاں سے ہٹ کر ایک سائیڈ پر کھڑا ہو گیا تا کہ وہ بات کر سکے۔

"میں ایک لڑکی کو جانتی ہوں۔"کچھ لمحے بیت جانے کے بعد سارا نے اچانک کہا۔ہاشم فوراً اُس کی طرف لپٹا۔

"کون ہے وہ؟"اُس نے بے صبری سے پوچھا۔اب اُس کے دونوں ہاتھ کاؤنٹر پر تھے۔

"یہ تو میں نہیں جانتی مگر میں نے اتنا ضرور سُنا تھا کہ وہ باس کو کہہ رہی تھی کہ امی سے ملنے

کب آؤ گے۔"وہ سوچ سوچ کر بتا رہی تھی۔

"آپ نے یہ کب سُنا؟"ہاشم نے مشکوک نظروں سے اُسے دیکھا۔

"میں نے ایک پیپر سائن کروانا تھا۔ جب میں دروازے کے پاس پہنچی تو یہ سُنا پھر اِتنے میں ہی ایک کولیگ میرے پیچھے آ گیا۔ اُسے میری مدد کی ضرورت تھی تو میں اُس کے ساتھ واپس آ گئی۔"اُس نے اپنی صفائی دیتے کہا۔ خیر اب ہر کوئی نور کی طرح تو نہیں ہوتا کہ چُھپ کر باتیں سُنے۔

"کیا اُس لڑکی کا کوئی کانٹیکٹ نمبر ہے، آپ کے پاس؟"

"جی، اُس نے کال کر کے ہی اپوائنٹمنٹ لی تھی۔ مگر ہر روز اِتنی کالز آتی ہیں، پتہ نہیں وہ کہاں گُم ہو گیا ہو گا۔"سارا نے جواب دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نام کیا تھا اُس لڑکی کا؟"

"مائرہ... مائرہ سُلطان، ہاں یہی نام تھا اُس کا۔ ویسے تو مجھے نام خاص یاد نہیں رہتے، مگر اُس کا نام مجھے پیارا لگا تھا اِس لیے ابھی تک یاد ہے۔" کتنی عجیب سی تھی یہ لڑکی، چھوٹے سوال کا چھوٹا جواب دینا اِسے نہیں آتا تھا۔

"مائرہ سُلطان۔" ہاشم نے زیرِ لب دُہرایا۔

احد سُلطان اور مائرہ سُلطان۔

یہ لڑکی وہی تھی جس کی تصویر اُس نے رات میں دیکھی تھی۔ وہ احد کی بیوی تھی۔ سارا کے مطابق وہ اُس دن سے ایک دن پہلے آئی تھی جب احد ہاشم سے ملنے گیا تھا۔

"کیا آپ کے باس کا کوئی بزنس پارٹنر ہے؟ یا کوئی ایسا شخص جس پر وہ بھروسہ کرتے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہوں؟"ہاشم نے سوال کیا۔

"بھروسہ تو وہ صرف خود پر کرتے ہیں مگر بزنس فرینڈز کافی ہیں۔"اُس نے سرسری سا

جواب دیا۔

"اور اُن میں سے زیادہ قریب کون ہے اُن کے؟"ہاشم نے اگلا سوال کیا۔

"زیادہ قریب تو کوئی بھی نہیں۔افضل صاحب تو عجیب سے اِنسان ہیں جن کا ابھی فون تھا۔

سیکرٹری سے فون کروانے کی بجائے خود ہی ہمیشہ فون کرتے ہیں۔"سارا نے اُسے بتایا۔

"اور اُس کے بعد کس کا فون تھا؟"ہاشم کی موجودگی میں اُسے تین فون آئے تھے،وہ سب کا

پوچھا رہا تھا۔

"وہ میری پرسنل کال تھی،فرینڈ تھی میری۔"

"اور سب سے پہلے؟"

"وہ فہد سر کی تھی،وہ کافی اچھے ہیں۔کوئی بھی مسئلہ ہو تو ڈائریکٹ ہی باس سے بات کر لیتے ہیں۔پچھلے تین دن سے مجھے فون کر رہے ہیں۔ایسا لگ رہا ہے کہ اِن کی باس سے کافی دوستی ہے۔افضل صاحب سے تو بہت بہتر ہیں۔"سارا کا فون پھر سے بجنے لگا۔اُس نے اُسے سائلنٹ کر کے سائیڈ پر رکھ دیا۔

"اب کس کا فون ہے؟"ہاشم نے سوالیہ نظریں فون کی طرف دوڑائیں،اُسے یہ لڑکی کھٹک نہیں رہی تھی۔

"میری دوست کا ہے،کوئی مسئلہ؟"اُس نے جیسے ناک سے مکھی اُڑائی۔

"جی مسئلہ یہ وقت ہے۔ہر کسی سے بات کرنے کا ایک وقت ہوتا ہے۔"ہاشم نے اُستادی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جھاڑی۔

"مجھے اُن دونوں سے مِلنا ہے، میری ان سے میٹنگ ارینج کروادینا۔" یہ کہنے کے بعد اُس نے سارا کو نہیں دیکھا البتہ سارا اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ہاشم نے جیب سے کارڈ نکال کر اُس کے ڈیسک پر رکھے۔ سارا نے نا سمجھی سے اُسے دیکھا، پھر آگے بڑھ کر اُن کارڈز کو ہاتھ میں تھاما۔ حیرت کے مارے وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔

"میں مصطفیٰ کمال ہوں، تمہارا باس!" سارا ابھی تک اُن کارڈز کو شل بیٹھی دیکھ رہی تھی۔ پھر ایک نظر ہاشم کو دیکھا۔

"آپ کو پتہ ہے کہ جعلی شناخت بنانے کی سزا کتنی ہوتی ہے؟"

"وہ تو تمہیں بھی نہیں پتہ، جلدی سے میرے آفس آؤ۔ میں تمہیں سب سمجھاتا ہوں۔" اتنا

کہہ کر وہ آفس روم کی جانب بڑھ گیا۔ آفس میں جا کر وہ جتنا کچھ سارا کو بتا سکتا تھا، اُس نے بتا دیا۔

"یہ کارڈز تو پرنٹڈ ہیں، مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بس چاہتا ہوں کہ کسی قابل بھروسہ شخص کو یہ کام سونپ دوں، تاکہ مصطفیٰ کمال کے کاروبار کو کوئی نقصان نہ ہو۔" سارا پہلے تو سوچتی رہی، مگر ہاشم کی تصویر اُس کے باس کے آفس میں ہونے کا یہی مطلب تھا کہ وہ اُس کا قریبی دوست ہے۔ اُسے منانا اتنا مشکل کام نہ تھا۔

باہر اپنے ڈیسک پر پہنچ کر اُس نے واٹس ایپ گروپ میں میسج کر کے سب کو بتا دیا کہ کچھ دنوں تک ہاشم یہیں رہے گا۔ بہت سے لوگوں کا جواب "کیوں" میں آیا مگر اُس نے جواب میں کہا کہ باس نے خود اِس کو بھیجا ہے۔ مزید وہ اُن کو کچھ نہیں بتانا چاہتی تھی۔ اُس

Clubb of Quality Content

نے فون ایک سائیڈ پر رکھ دیا اور اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئی۔ بہت سے لوگوں کی گردنیں اُس دروازے کی جانب اُٹھیں جس کے دوسرے پار ہاشم بیٹھا تھا مگر خیر۔ اگر مصطفٰی نے خود اُسے بھیجا تھا، تو اُنہیں کیا؟

"سوری احد بھائی، آپ کے کمرے کی تلاشی لینا ایک غیر اخلاقی حرکت تھی مگر مجھے لینی پڑی۔ جس سے مجھے اور تو کچھ نہیں ملا مگر یہ کارڈز مل گئے۔" ہاشم اندر دفتر میں بیٹھا خود سے کہہ رہا تھا۔ اس نے ڈیسک کے کیبن سے وہ فوٹو فریم نکالا اور سامنے رکھ دیا۔ اُس کے بعد وہ فوراً ہی باہر نِکل آیا۔ اُسے ان کارڈز کا استعمال بس مائرہ کے سامنے کرنا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

باہر نکل کر اُسے سامنے سارا بیٹھی دِکھائی دی۔ وہ اب بھی کسی سے فون پر بات کر رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاشم اُس کے پاس آ کر دھیرے سے کھانسا۔

"جی سر؟"سارا نے فوراً اپنے فون کو ڈیسک پر رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ نے میری میٹنگ اریج کروادی ہے اُن دونوں سے؟"

"فہد سر کے سیکرٹری کو تو آج تین بجے کے بعد کا کہہ دیا ہے مگر افضل صاحب کے سیکرٹری کو کل کال کروں گی۔"ہاشم چند لمحے خاموشی سے اُس کا تکتا رہا۔"ایکٹیولی وہ دونوں بزنس راؤلز ہیں،اِس لیے اکٹھا بلانا ممکن نہیں ہے۔"سارا نے ہاشم کو وضاحت دی۔

ہاشم نے بس سر کو خم دیا اور اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا،اُسے وہ آتی دِکھائی دی۔اُس کی سفید رنگت،لمبے کھلے بال اور چہرے پر ایک الگ قسم کی چمک تھی۔مگر وہ بہت تھکی تھکی لگ رہی تھی۔جیسے پچھلے کچھ دِنوں سے سوئی نہ ہو۔اُس نے بھورے رنگ کا لباس پہن رکھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔ گردن میں جھولتے لاکٹ کو وہ دور سے دیکھ سکتا تھا۔ہاشم نے کچھ سیکنڈز کے لیے اُس کی تصویر دیکھی تھی مگر اُس کا چہرہ کبھی نہ بھولنے والا تھا۔ہاشم اُسے سیکنڈ کے دسویں حصے میں ہی پہچان چُکا تھا۔

وہ مائرہ تھی۔

یہ وہی تھی۔

اور وہ یہیں آ رہی تھی۔اُس کی طرف یا شاید سارا کی طرف۔ہاشم کو سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کرے اُس نے بھی مائرہ کی جانب قدم بڑھانا شروع کر دیے۔

مائرہ سامنے سے چلتی آ رہی تھی، جب اُسے سامنے وہ لڑکا کھڑا دِکھائی دیا۔ جو شاید احد کی سیکرٹری سے بات کر رہا تھا۔اور اب وہ اُسی کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ کالے پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا۔اس کے سیاہ بال تھوڑے بکھرے ہوئے تھے اور

سفید رنگت پر اس کی بھوری آنکھیں سورج کی پہلی کرن کی طرح خوبصورت لگ رہی تھیں۔

چہرے پر ہلکی سی داڑھی تھی۔دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں دیے وہ چلتے آرہا تھا۔وہ وجیہہ

لگ رہا تھا۔

ایک منٹ۔

وہ مصطفیٰ تھا۔

یہ وہی تھا۔

یہ وہی تھا جس کی تصویر مائرہ نے دیکھی تھی۔وہ لوگوں کے چہرے اتنی جلدی بھولا نہیں

کرتی تھی، تو اُسے کیسے بھولتی...

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اُس نے ایک اور قدم آگے بڑھایا تو وہ اُس کے بالکل سامنے آچکا تھا۔

"مصطفٰی کمال۔" اُس لڑکے نے اپنا تعارف کروایا، یہی تعارف تھا جو اُس کے ذہن میں فوراً آیا۔ وہ جانتا تھا کہ اُسے یہی کردار نبھانا ہے۔

مائرہ نے آس پاس دیکھا۔ بہت سے لوگ اپنے کام میں مصروف تھے بس ایک سارا تھی جو اُن کو دیکھ رہی تھی۔ وہ مائرہ کے سامنے سے ہٹا اور اُسے آفس میں چلنے کا اِشارہ کیا۔ اور خود بھی اُس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ ہاشم نے مُڑ کر دیکھا۔ سارا اُسے کچھ اِشارہ کر رہی تھی جیسے بتا رہی ہو کہ یہ وہی لڑکی ہے۔ مگر وہ اُسے سارا سے بہتر جانتا تھا، سارا سے پہلے جانتا تھا۔

آفس روم میں پہنچ کر ہاشم نے دروازہ بند کیا اور سامنے اپنی کُرسی پر آکر بیٹھ گیا۔

"میں مائرہ سلطان ہوں، احد سلطان کی بیوی۔" مائرہ نے اپنا تعارف کروایا۔

"بیٹھیے۔"اُس نے ہاتھ سے اِشارہ کیا،مائرہ سامنے بیٹھ گئی۔ آج سے کچھ دن پہلے بھی وہ اِسی کرسی پر آ کر بیٹھی تھی۔ جب وہ احد کو ڈھونڈ رہی تھی۔ آج بھی وہ احد کو ڈھونڈنے آئی تھی۔ اُس نے بیگ کو ساتھ والی کرسی پر رکھا۔ فون اُس کے ہاتھ میں موجود تھا۔ ایک لٹ چہرے پر آئی تو اُس نے فوراً اُس کو پیچھے اڑسا۔

"احد کہاں ہے؟"مائرہ نے فوراً پوچھا۔

"احد نے بتایا تھا کہ آپ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں؟"ہاشم نے اُلٹا سوال کیا،وہ فی الحال اُسے اتنا بڑا جھٹکا نہیں دے سکتا تھا۔

مائرہ کو سمجھ نہ آیا کہ وہ اُس سے کیا کہے،وہ اُس سے ایسے ڈائریکٹ سوال کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ "کیونکہ احد پچھلے دو سال کہاں رہا،اِس کا جواب آپ جانتے ہیں۔"بالآخر اُس

نے خود کو یہ کہتے سُنا۔

"یہ تو آپ کو احد ہی بتا سکتا ہے۔"اُس نے دھیرے سے شانے اچکائے۔

"وہ کہاں ہے؟"مائرہ نے پھر سے پوچھا۔دل میں ایک لال گھنٹی بھی بج رہی تھی۔جیسے،

جیسے وہ کسی خطرے میں ہو۔

"آپ کو مجھ سے کوئی سوال نہیں کرنا؟"ہاشم نے پھر سے پوچھا۔کیا صرف اِسی لیے احد

اُسے یہاں لایا تھا؟

"احد آپ کا نام استعمال کر کے یہ کمپنی کیوں چلا رہا ہے؟"مائرہ نے اُس کی آنکھوں میں

دیکھتے پوچھا جیسے اُس کی آنکھوں سے سچ اور جھوٹ کو پکڑنا چاہتی ہو۔

"کیونکہ اُنہوں نے کوئی غلط کام نہیں کیا سوائے ایک غلط انسان پر بھروسے کے۔اور وہ کسی

Clubb of Quality Content

کی نظر میں مر چکے ہیں، خود کو مرا ہوا ہی دکھانا چاہتے ہیں۔"ہاشم نے اُسے وہ سب بتایا جو احد نے اُس سے کہا تھا۔یہ سچ تھا یا جھوٹ۔اُسے یہی بتانے کو کہا گیا تھا۔

"کس کی نظر میں؟"مائرہ کو لگا جیسے اُسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

"بس ہے کوئی۔احد میرے دوست ہیں اور مجھے اُن پر بھروسہ ہے۔وہ کوئی ایسا غلط کام نہیں کریں گے جس سے میرے نام کو نقصان پہنچے۔"اُس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ احد سے کافی چھوٹے ہیں۔آپ کی دوستی کیسے ہوئی؟"مائرہ نے مشکوک نظروں سے اُسے دیکھا۔ہاشم نے اپنے کارڈز اُس کے سامنے رکھے۔اِس موقع کے لئے ہی تو احد نے بنوائے تھے وہ۔

Clubb of Quality Content

"دیکھا آپ کو بھی یہی لگتا ہے نا۔ میں بس خود کو فٹ رکھتا ہوں۔ ہماری عمر میں سال، چھ ماہ سے زیادہ فرق نہیں ہو گا۔" اُس نے گویا ناک سے مکھی اُڑائی۔ البتہ مائرہ اُس کو کافی دیر دیکھتی رہی، کچھ تو تھا جو وہ مِس کر رہی تھی۔ مگر کیا؟

"اور وہ پولیس؟ وہ کیوں تھی احد کے پیچھے؟" تھوڑی دیر بعد مائرہ نے پوچھا۔ ہاشم کا رنگ کچھ لمحوں کے لئے اُڑ گیا، یہ تو احد نے اُسے نہیں بتایا تھا۔

"کیونکہ اُنہوں نے غلط شخص پر اعتبار کیا تھا۔" اُس کے منہ میں جو آیا اُس نے بول دیا۔ مگر مائرہ بس اُسی کو دیکھتی رہی۔ گہرائی سے، جیسے اُس کے اندر جھانک رہی ہو۔

یہ تو طے تھا کہ یہ لڑکا مصطفیٰ تھا اور احد نے اِس کو نہیں مارا تھا۔ وہ ایک قاتل نہیں تھا مگر اِس کہانی میں ابھی بھی ایسا بہت کچھ تھا جو وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ فی الحال اُسے صرف

احد کے پاس جانا تھا،اُن گزرے سال وماہ کا حساب وہی دے سکتا تھا۔وہ اپنے آنے والے ماہ وسال ماضی پر وقف نہیں کرنا چاہتی تھی،وہ ماضی کو دفنانے والوں میں سے تھی۔اُسے مزید کچھ نہیں جاننا تھا۔

"احد کہاں ہے؟"اُس نے پھر سے وہی سوال کیا جس کے لئے وہ یہاں آئی تھی۔

ہاشم نے جواب نہیں دیا۔اس نے نظریں جھکائیں اور آٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر میں آپ سے پوچھوں کہ کیا آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہیں تو آپ کا کیا ردِ عمل ہو گا؟؟"وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

مائرہ کی نظریں اُس کے ہر قدم کو غور سے دیکھ رہی تھیں۔

"اگر یہ بھروسہ مجھے احد کا پتہ بتادے تو میں ضرور کر سکتی ہوں۔"مائرہ ابھی بھی اس کے

چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک تھی۔اس کے دل میں کیا چلتا تھا وہ کوئی جان نہیں سکتا تھا۔اس کے ماتھے پر ایک دو شکن تھے مگر مائرہ کی بات سن کر اس کا چہرہ ڈھیلا پڑا اور مسکراہٹ نے اس کے لبوں پر جگہ لے لی۔

"تو ٹھیک ہے میں آپ کا بھروسہ نہیں توڑوں گا۔آپ میرے ساتھ چلیے۔"اتنا کہتے ہی وہ آگے بڑھا اور دروازہ کھولا۔مائرہ اس کے قریب آ کر رکی۔وہ الجھی ہوئی تھی۔

"مِس مائرہ سلطان!الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ہمارے خاندان میں لیڈیز کو فرسٹ رکھا جاتا ہے۔"وہ شوخ مزاجی سے بولا۔

"تو..."مائرہ چڑ کر بولی جیسے اس کو سامنے کھڑے لڑکے کی بات پسند نہ آئی ہو یا وہ اس کو

سمجھنے سے قاصر رہی ہو۔

"تو یہ کہ دروازہ آپ کے لیے کھولا ہے، آپ چلیے تاکہ مصطفیٰ کمال اپنے قدم آگے بڑھا سکے۔" اتنا کہنا تھا کہ مائرہ نے ایک تیکھی نظر سامنے کھڑے لڑکے پر ڈالی اور منہ بسور کر دروازے سے نکل گئی۔ مائرہ کے اس ردِ عمل پر ہاشم کے چہرے پر ایک گہرے مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

جب گاڑی ہسپتال کے سامنے رُکی تو ہاشم گاڑی سے نکلا اور آ کر مائرہ کا دروازہ کھولا۔ مائرہ نے ایک نظر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا اور ایک نظر ہسپتال کو۔ ذہن میں ہزار سوچوں نے جنم لیا مگر خود کو مضبوط کرتے وہ گاڑی سے نکلی اور اندر کی جانب قدم بڑھائے۔

ہاشم اُس کے آگے آگے چلتا رہا اور وہ اُس کے پیچھے پیچھے۔ اُس نے کئی بار ہمت کی کہ اپنے سامنے چلتے لڑکے سے پوچھ سکے کہ وہ اُسے کہاں لے کر جا رہا ہے مگر اُس کی زبان نے اُس کا ساتھ نہ دیا۔ ایک راہداری میں آئی سی یو کے سامنے جا کر ہاشم کھڑا ہوا۔ پیچھے سے مائرہ آتی دِکھائی دی تو وہ سائیڈ پر ہٹ گیا جیسے مائرہ کو جگہ دے رہا ہو کہ وہ اندر جھانک سکے۔

جیسے ہی مائرہ نے اندر جھانکا تو اُسے لگا کہ وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گی۔ وہ لمحہ اتنا بھاری تھا کہ اُس کا وزن مائرہ اپنے دل پر محسوس کر سکتی تھی، وہ لمحہ ایک عمر کی طرح طویل لگ رہا تھا۔ اُس نے کبھی خود کو اِس لمحے کے لئے تیار نہیں کیا تھا۔ اُس نے ہاتھ بے اختیار منہ پر رکھے اور آنسو بے قابو ہو کر اُس کی آنکھوں سے بہنا شروع ہو چُکے تھے۔ ایک آنسو ہی تو تھے جو ہمیشہ اُس کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اندر احد کا بے حس و حرکت جسم پڑا تھا جو نہیں جانتا تھا کہ کوئی تھا جو اُس کے لئے اتنی

شدت سے رو رہا ہے۔ وہ تو گہری نیند سو رہا تھا۔

مائرہ جانتی تھی کہ اُس کا جسم حرکت نہیں کر رہا مگر اُس کی روح وہاں موجود ہے کیونکہ اگر

وہ نہ ہوتی تو مائرہ بھی یہاں نہ ہوتی۔ اُن دونوں کا رشتہ روح کا تھا اور روح کے بغیر کوئی زندہ

رہ سکتا ہے کیا؟

اُسے اِس اذیت میں دیکھنا مائرہ کو اذیت دے رہا تھا۔ ہاشم پاس کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا۔ وہ

سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ مائرہ کو تسلی کیسے تھے۔ وہ بس خاموشی سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ کچھ

سوچتے ہوئے وہ باہر کو گیا اور کینٹین سے پانی کی بوتل لائی۔ مائرہ اب بھی وہیں دروازے

کے پاس بیٹھی تھی۔ ہاشم واپس آیا اور پانی کی بوتل اُس کی جانب بڑھائی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا، مائرہ نے جواب نہیں دیا اور پانی کی بوتل اُس کے ہاتھوں سے پکڑ لی۔ اُس نے بوتل کھولی اور پانی کا گھونٹ بھرا تو اُس کا سانس بحال ہوا۔

"ان شاءاللہ۔" مائرہ نے اندر جھانکتے کہا۔ اب وہ پہلے شاک سے نکل چکی تھی اور آنے والی پیچیدگیوں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

کیا وہ بچ جائے گا؟

"میں کل سے آپ کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہوں، مگر میرا آپ سے رابطہ نہیں ہو سکا۔" مائرہ کے پیچھے کھڑے ہاشم نے بتایا۔

"میں پرسوں سے احد کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر میرا بھی رابطہ نہیں ہو سکا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔

"آپ فکر نہ کریں،وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ کو اُن کی ماں کو سنبھالنا ہو گا۔"ہاشم نے فکر مندی سے کہا۔

"میں اُن کو نہیں سنبھال سکتی،میں کچھ بھی نہیں سنبھال سکتی۔"مائرہ نے نفی میں سر ہِلایا۔

"آپ کو اُنہیں سچ تو بتانا ہو گا۔"

"مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے،میں اُن کو کبھی احد کے ٹھیک ہونے سے پہلے یہ نہیں بتا سکوں گی۔"وہ مُڑی اور راہداری میں لگے بینچ کی طرف بڑھ گئی۔ہاشم بھی اُس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

"تو آپ اُن سے کیا کہیں گی؟"مائرہ اب سامنے بینچ پر بیٹھ چُکی تھی اور ہاشم اُس کے سامنے

کھڑا تھا۔ وہ اپنا کوٹ کھول چکا تھا اور ٹائی کو ڈھیلا کیا ہوا تھا

"میں اُن سے کچھ نہیں کہوں گی۔"

"ایک جھوٹ کو چُھپانے کے لئے ہزار جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، مس مائرہ۔" مائرہ نے نظر اُٹھا کر اُسے دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ میں پکڑی پانی کی بوتل کو دیکھنے لگی۔

"میں اُن سے جھوٹ نہیں بولوں گی، بس انجان بنی رہوں گی۔ کیونکہ انجان بنے رہنا سچ بتانے سے بہتر ہوتا ہے۔ اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی۔" ہاشم جواب میں خاموش ہو گیا۔

"اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو آپ مجھے کہہ سکتی ہیں۔ مجھے آپ کی مدد کر کے اچھا لگے گا۔" وہ اپنائیت سے بولا۔ مائرہ نے سرسری سی نظر اُس لڑکے پر ڈالی اور پھر نظریں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جھکا لیں۔

اُس خاموشی کو ایک ہلکی چاپ نے توڑا۔ سفید کوٹ پہنے ایک ڈاکٹر آئی سی یو کی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ اُس کے ہاتھ میں کچھ فائلیں تھیں اور چہرے پر سنجیدگی۔ وہ دونوں کو دیکھتے ہی رک گیا۔

"یہاں احد سلطان کے ساتھ کون ہے؟" اُس نے رسمی انداز میں پوچھا۔

ہاشم نے ایک لمحے کے لئے مائرہ کی طرف دیکھا جیسے اُس سے پوچھ رہا ہو کہ کیا وہ کچھ کہے۔

"میں ہوں... احد سلطان کی بیوی۔" وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور کہا۔

ڈاکٹر فائلز کو دیکھا اور پھر مائرہ کی طرف۔ "آپ اندر آسکتی ہیں۔ مجھے آپ سے کچھ بات کرنی

ہے۔"مائرہ نے جلدی سے آنسو پونچھے اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔وہ ہاشم کی طرف دیکھے بغیر کھڑی ہوئی اور ڈاکٹر کے پیچھے چل پڑی۔

آئی سی یو کے اندر داخل ہوتے ہی اُس نے احد کو ایک بار پھر بے حس و حرکت پڑے دیکھا۔دل جیسے بند ہونے لگا تھا مگر اُس نے اپنی ہمت کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔

"دیکھیں ان کی حالت کافی نازک ہے۔حادثے میں ان کے سر پر گہری چوٹ آئی ہے اور یہ فی الحال کوما میں ہیں۔"ڈاکٹر نے بات کا آغاز کیا۔مائرہ کا دل ڈوبنے لگا۔

"کیا...وہ ٹھیک ہو جائے گا؟"اُس نے مشکل سے اپنی آواز کو قابو میں رکھتے ہوئے پوچھا مگر اِس سوال نے اُس کے اندر بہت کچھ توڑا تھا۔یہی سوال اُس نے آج سے چند سال قبل بھی کیا تھا اور آج وہ ویسا جواب نہیں چاہتی تھی۔

"ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ اُن کو ہوش کب آئے گا۔ یہ کچھ دن بھی ہو سکتے ہیں اور کچھ ہفتے بھی۔ ان کا جسم صحت یاب ہو رہا ہے لیکن دماغ کی چوٹ زیادہ سنگین ہے۔" ڈاکٹر نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔ مائرہ نے سر جھکا لیا جیسے وہ اُس خبر کو اپنے دل میں جذب کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ یہ جواب اُس چند سال پہلے والے جواب سے بہتر تھا۔ ایک اُمید تھی، جو زندہ تھی۔

"آپ کو مضبوط رہنا ہو گا۔ مریضوں کو اپنے قریبی لوگوں کی موجودگی کی ضرورت ہوتی ہے، چاہے وہ بے ہوش ہی کیوں نہ ہوں۔ اُن کا جسم جواب نہ دے رہا ہو، مگر ان کی روح محسوس کرتی ہے۔" ڈاکٹر نے تسلی دینے کے انداز میں کہا۔

"میں احد کے ساتھ رہوں گی۔" اُس کی آواز میں عزم تھا مگر دل میں خوف بھی۔ کیا وہ اُس

کے ساتھ رہ سکے گی؟

ڈاکٹر نے سر ہلایا اور مائرہ کو باقی صورتِ حال بتانے لگا۔ہاشم دروازے کے پاس کھڑا سب سن رہا تھا مگر وہ کچھ نہ بولا۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد مائرہ دوبارہ بینچ پر آ کر بیٹھ گئی۔اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور دل کسی انجانی کیفیت میں ڈوبا ہوا تھا۔ہاشم اُس کے قریب آ کر کھڑا ہوا۔

"آپ کو اُن کی ماں کو بتانا ہو گا۔"ہاشم نے دھیرے سے کہا۔

"میں کیا بتاؤں اُنہیں؟ کہ اُن کا بیٹا زندگی اور موت کے درمیان ہے؟یا یہ کہ میں خود اُس کے لیے کچھ نہیں کر پا رہی؟"مائرہ کی آواز ٹوٹ رہی تھی لیکن اُس کے لہجے میں تلخی واضح

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھی۔

"یہ آپ کی غلطی نہیں ہے مس مائرہ۔یہ سب آپ کی وجہ سے نہیں ہوا کہ آپکواِس پر پردہ ڈالنا پڑے۔"ہاشم نے وقت کی نزاکت کو سمجھانا چاہا۔

مائرہ نے اُس کی طرف دیکھا،اُس کی آنکھوں میں بے بسی اور بے یقینی صاف جھلک رہی تھی۔اُس کی اپنی نظر میں ساری غلطی اُسی کی تھی۔اگر وہ احد پر بھروسہ کر لیتی تو احد کو اِس لڑکے کو نہ بُلانا پڑتا اور نہ ہی احد کو اُسے پِک کرنے کے لئے جلدی میں گھر سے نکلنا پڑتا،اور نہ ہی اُس کا ایکسیڈنٹ ہوتا۔

غلطی تو چند سال قبل بھی اُسی کی تھی مگر تب بھی سب نے یہی کہا تھا کہ اُس کی ماں کی موت پہلے سے لکھی ہوئی تھی۔مگر اتنے سال گزر جانے کے بعد،آج بھی وہ سوچتی تھی کہ اگر

اُس رات اُس کی ماں نہ سوتی تو شاید وہ آج زندہ ہوتی؟۔ ہمیشہ غلطی اُسی کی کیوں ہوتی ہے؟... یہ سوچ اُسے اذیت دیتی تھی۔

"تب بھی سب نے یہی کہا تھا کہ میری غلطی نہیں ہے۔ لیکن اس کا درد آج تک میرے ساتھ ہے۔ اور اگر... اگر اس بار بھی وہ..." اُس نے بے ساختہ کہنا شروع کیا لیکن اُس کا جملہ مکمل نہ ہو سکا اور آنکھوں سے آنسو پھر بہنے لگے۔ ہاشم نے اُس کی بات مکمل ہونے کا انتظار کیا مگر وہ اُس کے بعد کچھ نہیں بولی۔

"آپ کو اُن کی خاطر مضبوط رہنا ہو گا، مس مائرہ۔ آپ کی موجودگی اُس کے لیے بہت اہم ہے۔ اگر آپ ہار گئیں تو وہ کیسے سروائیو کریں گے؟" ہاشم نے تسلی دی۔ وہ تسلی ہی تو دے سکتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں اُس کے لیے کچھ بھی کروں گی۔ بس دعا کریں کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔" مائرہ نے سر ہلایا جیسے خود کو تسلی دے رہی ہو۔

ہاشم نے اثبات میں سر ہلایا اور دل ہی دل میں دعا مانگنے لگا۔ راہداری کی خاموشی میں اُن دونوں کی دعائیں اور ہاشم کی مائرہ کے لیے ہمدردی واضح تھی۔

"اب آپ کو گھر جانا چاہیے۔ میں یہیں رہوں گا، احد کے پاس۔" تھوڑی دیر بعد ہاشم نے مائرہ سے کہا۔ مائرہ نے نظریں اُٹھا کر اُسے حیرت سے دیکھا۔

"میں؟ میں کیسے جا سکتی ہوں گھر؟" مائرہ نے سوال کیا۔

"آپ کے پاس دو حل ہیں۔ پہلا یہ کہ احد کی ماں کو سب سچ بتا دیں اور دوسرا یہ کہ آپ گھر

چلی جائیں۔"ہاشم نے ساری صورتِ حال کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی تیسرا حل نہیں ہے؟"مائرہ نے معصومانہ سوال کیا۔ہاشم نہ چاہتے ہوئے بھی

دھیرے سے ہنس دیا۔

"اگر آپ کی کوئی ہم شکل مل جائے تو..."

"میں سیریس ہوں۔"

"آپ مائرہ ہیں اگر آپ وہی بن کر رہیں تو بہتر ہو گا۔"ہاشم نے دھیرے سے کہا۔یہ اُس

کی مائرہ سے پہلے مُلاقات تھی مگر اُسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اِس سے پہلے بھی مل چُکا ہو۔

"میں احد کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتی اور امی کو بتانے کا تو سوچ بھی نہیں سکتی۔اُن کا دل

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بہت نازک ہے۔"مائرہ نے اپنا خدشہ سامنے رکھا۔

"میں ایک بار پھر اپنی بات ریپیٹ کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ مجھ پر بھروسہ نہیں کر سکتی؟"ہاشم نے پوچھا۔مائرہ نے نظر اُٹھا کر اُسے دیکھا تھا۔کون تھا یہ لڑکا؟۔کیسے وہ منٹوں میں اگلے کو اپنی باتوں میں لے سکتا تھا۔اس نے سر جھٹکا۔

"میں احد کے معاملے میں کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔"اُس نے احد پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"خیر بھروسہ تو آپ پہلے ہی کر چکی ہیں، نہیں مان رہیں تو یہ الگ بات ہے۔"ہاشم چاروں اطراف اپنی نظریں گھماتے ہوئے بولا۔اس نے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔مائرہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔" کتنا حاضر دماغ ہے یہ مصطفیٰ کمال۔"اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

دوپہر کے ساڑھے تین بج رہے تھے جب ہاشم احد کے دفتر پہنچا۔ بہت سے لوگ اپنا کام نپٹانے میں لگے ہوئے تھے۔ وہ سیدھا سارا کے کاؤنٹر کی جانب بڑھ گیا۔ وہاں پہنچا تو سارا نے اطلاع دی کہ فہد صاحب پہلے ہی آچکے ہیں اور اندر انتظار کر رہے ہیں۔

"ٹھیک ہے، میں اندر جا رہا ہوں۔" ہاشم نے مختصر سا جواب دیا اور دفتر کے دروازے کی طرف بڑھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دفتر میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر فہد پر پڑی، جو آرام دہ انداز میں کرسی پر بیٹھا تھا، لیکن چہرے پر تجسس اور تھوڑی بے چینی نمایاں تھی۔

"السلام علیکم۔" ہاشم نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔

"وعلیکم السلام۔"فہد نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا۔

"آپ کا شکریہ! آپ یہاں آئے۔"ہاشم اپنی کرسی کی جانب بڑھا۔ کرسی پر بیٹھ کر وہ ٹیک لگائے فہد کو دیکھنے لگا۔ سامنے ٹیبل پر اُس کی اور احد کی تصویر ایک کونے میں رکھی تھی۔ بائیں جانب چند ضروری فائلیں جوڑ کر رکھی ہوئی تھیں اور درمیان میں جگہ کھالی تھی۔

"اِس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"سب سے پہلے میں آپ کو مصطفیٰ کمال کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔"چند لمحوں کے سکون کے بعد ہاشم نے سنجیدگی سے بات شروع کی۔

"مصطفیٰ کمال؟ کیا ہوا ہے ان کو؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وہ اس وقت کومہ میں ہیں اور ان کی حالت کافی نازک ہے۔"

"یہ کب ہوا؟" فہد لمحے بھر کے لیے چپ ہو گیا، پھر دھیرے سے بولا۔

"چند دن پہلے اور اسی وجہ سے آپ کو یہاں بلایا گیا ہے۔ مصطفی کمال جو اس کمپنی کے سی ای او ہیں، اس وقت فیصلے کرنے کی حالت میں نہیں ہیں۔ لیکن آپ ہمیشہ چاہتے تھے کہ آپ ان کے ساتھ پارٹنر شپ کریں۔ مگر اس کے لیے پہلے اپنی قابلیت ثابت کرنی ہو گی۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" فہد نے سوالیہ نظروں سے ہاشم کو دیکھا۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ یہ وقت آپ کے لیے امتحان ہے۔ آپ کو اگلے کچھ دنوں میں اپنی محنت اور صلاحیت سے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ آپ اس کمپنی کے لیے اہم ہیں۔ مُصطفی کمال

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جب ٹھیک ہو کر واپس آئیں گے تو وہ آپ کے کام کی بنیاد پر فیصلہ کریں گے۔ کہ آپ کو ان کا پارٹنر بنایا جائے یا نہیں۔"

"آپ کو کس نے بتایا کہ میں اُن سے پارٹنر شپ کرنا چاہتا تھا؟"

"وہ میرے بہترین دوست ہیں اور مجھ سے کچھ بھی نہیں چُھپایا کرتے۔ اُنہوں نے ہی مجھے بتایا تھا۔" اُس نے روانی سے جھوٹ بولا۔ "مُصطفی کمال کے لیے یہ کمپنی بہت اہم ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ جو بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو، وہ جذبے اور محنت کے ساتھ کھڑا ہو۔"

"آپ بے فکر رہیں میں یہ موقع ضائع نہیں کروں گا۔" وہ کچھ دیر پہلے کی نسبت اب ذرا پر جوش لگ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں کی چمک بھی بتا رہی تھی کہ وہ اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔

"میں آپ کو صرف موقع دے سکتا ہوں،باقی کا فیصلہ مُصطفی کمال کا ہو گا۔"

اس کے بعد ہاشم نے فہد کو کچھ رہنمائی دی اور ضروری نکات واضح کیے۔ہاشم خود صبح سے اتنی پریکٹس کر چُکا تھا۔اس لیے فہد کو ایسا بالکل بھی نہیں لگا کہ ہاشم خود اِس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ہاشم بھی ایک انجان آدمی پر یوں بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔مگر اُس کی مجبوری تھی۔اُسے احد کے بزنس کو ڈوبنے سے بچانا تھا۔احد کی میلز پڑھ کر اُسے اتنا تو اندازہ ہو چُکا تھا کہ فہد رحمان واقعی اُس کے ساتھ پارٹنر شپ کرنے میں دلچسپی لے رہا تھا۔مگر احد نے کبھی اُس کو حامی نہیں بھری تھی۔یہ کام آج ہاشم نے کیا تھا...

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

شام کے سائے ہسپتال کی دیواروں پر آہستہ آہستہ اتر رہے تھے۔آسمان پر سورج کی آخری

کرنیں سنہری ہو کی طرح بکھری ہوئی تھیں اور ماحول میں وہ خاص سی اداسی تھی جو دن کے تھکن بھرے اختتام پر دل پر اترتی ہے۔ پانچ بجے کے قریب جب ہاشم واپس ہسپتال پہنچا تو دُور ہی سے مائرہ نظر آئی۔ بینچ پر چُپ چاپ بیٹھی، سر تھوڑا جھکا ہوا جیسے کسی نادیدہ خیال کے ساتھ باتوں میں گم ہو۔

وہ اب بھی وہیں تھی جیسے وقت رُک گیا ہو اور وہ اس کے اندر کہیں قید ہو گئی ہو۔ اُس کے چہرے پر تھکن کا کوئی سایہ نہ تھا، مگر آنکھوں میں خاموشی کی نمی جھلک رہی تھی۔

"ہیلو۔" ہاشم نے نزدیک آ کر دھیرے سے کہا۔

مائرہ نے سر اُٹھایا۔ اُس کی نظر میں حیرانی نہیں تھی، بس ایک تھکی ہوئی سی پہچان تھی۔

ہاشم واقعی تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔ بال بکھرے، چہرہ سنجیدہ اور آنکھوں میں دن بھر کی کشمکش کا عکس۔

"آپ آ گئے؟ میٹنگ کیسی رہی؟" اُس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔ الفاظ وہی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھے جو کوئی معمول میں کہتا ہے مگر ان میں فکر بھی چھپی ہوئی تھی۔

"اچھا آدمی تھا، لگتا ہے بھروسہ کیا جا سکتا ہے،" ہاشم نے نرمی سے کہا۔ اُس کی آواز میں یقین تھا۔ مائرہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اب تو نہیں کہنے والی تھی کہ مجھے آپ پر بھروسہ نہیں ہے۔

چند لمحے خاموشی کی صورت میں دونوں کے درمیان آ بیٹھے۔ ہوا ہلکی سی چل رہی تھی اور کھڑکی کے اُس پار درخت کے پتے سسکیاں لے رہے تھے۔

"آپ کو کچھ کہنا ہے؟" ہاشم نے دھیرے سے پوچھا۔

"کیا اُس کا آفس آپ نہیں سنبھال سکتے؟"

"اگر کر سکتا تو ضرور کرتا۔ آفس کے کام کبھی بھی میرے مزاج کے نہیں رہے۔ اگر میری جگہ میری بہن ہوتی تو شاید وہ کر لیتی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کتنے بہن بھائی ہیں آپ؟"

"تین، ایک میں اور دو بہنیں۔"

"میری ہمیشہ خواہش رہی کہ میری بھی کوئی بہن ہوتی... پھر..." مائرہ کی آواز کہیں رُک گئی۔ لفظ جیسے بوجھ بن گئے ہوں۔

"پھر؟"

"پھر ایک دوست بنی جو بہن جیسی تھی... اور وہ بھی چھوڑ گئی۔" اُس نے کہا اور آنکھوں میں نمی اُتر آئی۔ آواز شکستہ تھی مگر لہجہ مضبوط۔ دائیں ہاتھ کی انگلیاں ایک بار گلے میں موجود لاکٹ تک گئی تھیں۔

"آپ کے گھر میں اور کون ہے؟" کچھ دیر کے بعد جیسے خاموشی کو توڑنے کے لیے اُس نے پھر پوچھا۔

"امی ہیں، ابو ہیں اور میری بہنیں... بس ایک چھوٹی سی فیملی۔"

"یہ چھوٹی سی فیملی ناجانے کتنے لوگوں کی خواہش ہوتی ہوگی۔" مائرہ نے دھیمی آواز میں کہا۔ جیسے وہ اپنے اندر کی خالی جگہوں سے بات کر رہی ہو۔

ہاشم نے اُسے غور سے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں سوال بھی تھا اور دعا بھی۔

"میرے ابو بھی اکیلے بھائی تھے اور امی بھی ایک ہی تھیں۔ اس لئے میرا کوئی کزن نہیں ہے۔ آپ کے ہوں گے؟" ہاشم نے مائرہ کے جواب کی سوگوایت کو دور کرنے کی کوشش کرتے پوچھا۔ ذہن میں فوراً تصویر والی عورت کا خیال اُبھرا تھا۔ مگر اُس کا ذکر ابھی کرنا ضروری نہ تھا۔

مائرہ تھوڑا رُکی، جیسے کوئی یاد دل میں چبھ گئی ہو۔

"ابو کا کوئی بہن بھائی نہیں تھا اور ماں کے بھائی کا چند سال پہلے انتقال ہو گیا۔" اُس کی آواز میں تلخی تھی، زہر نہیں۔ بس وہ پرانی خاک جو دل پر جمی ہو اور آج کسی نے پھونک مار

کر اُڑا دی ہو۔

اُس لمحے فریدہ بیگم کی باتیں جیسے اس کے دل میں گونجنے لگیں:

"جن سے نفرت ہو اُن کا نام بھی زبان پر نہ لاؤ۔ اُنہیں اپنے ذہن سے نکال دو تا کہ خود سکون سے جی سکو۔"

شاید وہ درست کہتی تھیں۔ کچھ تعلق قبرستانوں میں دفن نہیں ہوتے بلکہ یادوں میں ہوتے ہیں۔ اُن سے چھٹکارا دل سے ملتا ہے، زبان سے نہیں۔

"افسوس ہوا سن کر۔" ہاشم نے دھیرے سے کہا۔

"مجھے نہیں۔" مائرہ نے زیرِ لب کہا۔ اور ہاشم بس اُسے دیکھتا رہا۔ جیسے اُسے نہیں، اُس کی خاموشی کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اور آپ کے ماموں کے بچے؟" ہاشم نے بات بدلنے کی کوشش کی۔

"میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی۔" اُس کی آواز میں واضح حد کھینچ دی گئی۔

ہاشم نے دل میں سوچا کہ ہوتے ہیں کچھ لوگ جن کا ذکر بھی زخم کھرچ دیتا ہے۔ مائرہ کے لیے شاید وہ زخم ابھی بھرے نہیں۔

"آپ کو پتہ ہے میرے پاس ایک فوٹو..." وہ بات مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ مائرہ کا فون بجا۔

"ہیلو، جی امی... تھوڑی لیٹ ہو جاؤں گی۔" اُس نے نرمی سے کہا، ایک نظر ہاشم کی طرف دیکھ کر۔ وہ اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کوشش کروں گی کہ رات ہونے سے پہلے پہنچ جاؤں۔"

"اگر دیر ہو گئی تو کھانا کھا لیجیے گا۔"

"اللہ حافظ۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

فون بند کر کے اُس نے ہاشم کی طرف دیکھا۔ "آپ کچھ کہہ رہے تھے؟"

ہاشم تھوڑا رُکا، پھر بولا، "اب آپ کیا کریں گی؟"

مائرہ خاموش رہی۔ جیسے یہ سوال اُسے خود سے بھی کرنا تھا۔

"آپ گھر جائیں اور آرام کریں۔ احد کے لیے میں ہوں نا۔ آپ اُس کی ماں کا خیال رکھیں، میں اُس کا۔"

یہ جملہ کچھ ایسا تھا جیسے کسی نے دل پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ ہاشم کے لہجے میں اپنائیت کی وہ گونج تھی جو اجنبی کو بھی اپنا محسوس کرواتی تھی۔

چند لمحوں بعد وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے۔ اندھیرے کے سائے کے ساتھ وہ دونوں سڑک پر روانہ تھے۔ گاڑی کے شیشے کے پار روشنیوں کی جھلک تھی مگر اندر مکمل خاموشی۔ جیسے لفظ ختم ہو گئے ہوں یا ضرورت نہ رہی ہو۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گھر کے سامنے پہنچ کر ہاشم نے گاڑی روکی۔ مائرہ اُتری، دروازے کی طرف بڑھی۔ اُس کی چال میں تھکن تھی مگر اب اُسے کوئی سہارا میسر تھا۔ ہاشم نے اُسے جاتے دیکھا اور جب وہ نظروں سے اوجھل ہوئی تو گاڑی نے خاموشی سے واپسی کی راہ لی۔

آج کا دن ایک خاموش ملاقات، کچھ ادھورے جملے، کچھ کھلے زخم، اور ایک تعلق کی پہلی کرن۔

یہ مائرہ سے ملاقات کا پہلا دن تھا اور بہت طویل تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

جب مائرہ گھر داخل ہوئی تو فریدہ بیگم سامنے صوفے پر بیٹھی تھیں، شاید وہ اُس کا انتظار کر رہی تھیں۔

"آپ سوئی نہیں؟" مائرہ نے اندر آتے ہی پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہارے بغیر کیسے سو سکتی ہوں؟"فریدہ بیگم نے گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔اُن کے لہجے میں ہلکی سی فکر تھی۔

مگر اُن کی نظریں مائرہ کے چہرے پر ٹک گئیں۔وہ چہرہ آج خاصا اُداس اور تھکا ہوا لگ رہا تھا،جیسے کوئی بوجھ اُٹھا رکھا ہو یا کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"سب خیریت ہے؟"فریدہ بیگم نے نرمی سے پوچھا۔

"جی سب ٹھیک ہے۔"مائرہ نے نظریں چُراتے ہوئے کہا،وہ جب بھی کوئی بات چُھپایا کرتی تھی تو اُس کی آنکھیں بتا دیا کرتی تھیں۔

"تمہاری آنکھیں تو کچھ اور کہہ رہی ہیں،مائرہ۔"انہوں نے قریب آتے ہوئے پیار سے اُس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کا کندھا تھپکا۔

"نہیں امی، بس آج کام تھوڑا زیادہ تھا۔ آپ آرام کریں، میں ٹھیک ہوں۔" مائرہ نے زبردستی مسکراتے ہوئے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"احد سے کوئی رابطہ ہوا؟" اُنہوں نے روز کا وہی سوال دہرایا، مائرہ نے جواب میں بس نفی میں سر ہِلا دیا۔

فریدہ بیگم نے اُسے بغور دیکھا مگر مزید کچھ کہے بغیر خاموش ہو گئیں۔ وہ جانتی تھیں کہ مائرہ کچھ چھپا رہی ہے لیکن وہ اُس کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتی تھیں۔

"چلو، جا کر آرام کر لو۔ اگر کچھ بات کرنی ہو تو مجھے ضرور بتانا، ٹھیک ہے؟" انہوں نے پیار

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سے کہا۔

مائرہ نے ہامی میں سر ہلایا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ فریدہ بیگم کے دل میں بے چینی مزید بڑھ گئی تھی۔ وہ جانتی تھیں کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے مگر مائرہ اُن کو بتا نہیں رہی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

روشنی مدھم تھی۔ خاموشی میں صرف ایمرجنسی وارڈ کی مشینوں کی بیپ سنائی دے رہی تھی۔ مائرہ سادہ لباس میں، سر پر دوپٹہ اوڑھے احد کے کمرے کے باہر راہداری میں بینچ پر بیٹھی تھی۔ گلے میں لاکٹ ہنوز پہن رکھا تھا۔ آنکھوں میں نیند تھی مگر دل میں وہ بے چینی، جو کسی اپنے کو تکلیف میں دیکھنے سے جنم لیتی ہے۔

ہاشم ہاتھ میں چائے کے دو کپ لیے قریب آیا۔

"میں جانتا ہوں آپ کو نیند تو آنی نہیں ہے، اسلیے سوچا کہ چلو چائے لے جاتا ہوں۔" اس نے چائے کا ایک کپ مائرہ کی طرف بڑھایا۔

مائرہ نے ایک نظر کپ کو دیکھا اور پھر ہاشم کو۔ "مس مائرہ لے لیجیے، میں ہر کسی پر پیسے خرچ نہیں کرتا اور اس بات کے گواہ سبھی لوگ ہیں۔" اس نے شوخ مزاجی سے کہا۔ مائرہ نے اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑ لیا۔

"شکریہ۔" مائرہ نے کہا۔

"شکریہ کی کوئی بات نہیں، میرا فرض بنتا تھا۔" وہ بھی بیٹھ چکا تھا۔

"آپ کافی کھلے مزاج کے شخص ہیں۔ ایسے جیسے زندگی میں کوئی پریشانی ہی نہ ہو۔" اس نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا مگر اُسے اب بھی وہ سب یاد تھا، جو احد نے کبھی اُسے بتایا تھا۔

"بات پریشانیوں کے ہونے یا نہ ہونے کی نہیں ہے۔ بات ہے سروائیو کرنے کی۔ میں کبھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کسی بھی سچویشن کو سر پر سوار نہیں کرتا۔ جب مجھے لگے کہ معاملہ میرے بس کا نہیں ہے تو میں گہری سانس لیتا ہوں اور اوپر منہ کر کے بس ایک پکار لگاتا ہوں کہ رب! میرے بس میں جو تھا میں نے کر لیا، اب میں معاملہ آپ کے سپرد کرتا ہوں۔" وہ ایک ہی دھن میں بولے جا رہا تھا اور اس کی شہادت والی انگلی کپ کے گرد گھوم رہی تھی۔

"کیا اس سے کچھ حاصل وصول بھی ہوتا ہے۔" مائرہ کو اس کی باتیں اچھی لگ رہی تھیں شاید اس کی فطرت بھی۔ اس نے پھر سے سوال کیا۔

"پھر مجھے وہ ملتا ہے جو میں چاہتا ہوں۔ دیکھیں مس مائرہ! ہمارا ہر چیز پر اختیار نہیں ہے۔ ہم صرف کوشش کر سکتے ہیں۔ آپ دعاؤں کے زریعے کوشش کریں کہ احد ٹھیک ہو جائے۔ آپ کی دعائیں ہی کافی ہوں گی ان کے لیے۔" اس نے اپنی بات مکمل کی اور چائے کے کپ کو لبوں سے لگایا۔

"آپ اتنا پازیٹو کیسے سوچ لیتے ہیں؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"یہ تو رب کا تحفہ ہے جو ہر کسی کو نہیں ملتا۔ آپ کو پتہ ہے میرا چہرہ بھی اسی لیے اتنا گلو کرتا

ہے۔"وہ آخر میں اپنی تعریف کیے بنا نہ رہ سکا۔اس کی بات سن کر مائرہ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر دونوں کے درمیان چند منٹ کی خاموشی حائل ہو گئی۔

"مس مائرہ!...احد مضبوط عضار رکھتے ہیں،وہ ہار نہیں سکتے۔اگر آپ ہار مانیں گی تو وہ کیسے جیتیں گے؟"ہاشم نے خاموشی کا سکوت توڑا۔مائرہ کو یہ تسلی کافی ہو گئی تھی۔

"آپ سارا دن،رات یہاں رہے تھے؟"اُس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔ہاشم نے ہاں سر ہلایا۔

"دوستی وہ رشتہ ہے جو خون سے نہیں بلکہ وفا سے بندھا ہوتا ہے اور احد...وہ میرے لیے بھائی جیسے ہیں۔"وہ بولے جا رہا تھا۔

مائرہ نے پہلی بار اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔جس میں اس کو احد کے ساتھ ساتھ خود کے لیے بھی خلوص دیکھائی دے رہا تھا۔

"کبھی کبھی انسان کے دل کو کسی اجنبی کی بات چھو جاتی ہے۔"مائرہ نے آہستہ سے کہا۔

"اور کبھی کبھی اجنبی اپنے بھی بن جاتے ہیں۔"ہاشم نے خفیف مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

چند لمحے،دو کپ چائے،اور دو دل خاموشی میں ایک نئی دوستی کی بنیاد رکھ چکے تھے۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

ہسپتال کے عقبی حصے میں ایک خاموش گوشہ تھا،جہاں چند بینچز اور ایک چھوٹا سا درخت تھا، مائرہ اس کے قریب بیٹھی تھی۔ ہلکی ہوا چل رہی تھی اور درخت کے پتّے ایک مانوس سا ساز بجا رہے تھے۔

ہاشم کچھ فاصلے پر آ کر رُک گیا۔اُس کے ہاتھ میں دو ٹھنڈی بوتلیں تھیں۔اُس نے مائرہ کو یوں خاموش دیکھا تو اُس کے قریب آیا۔

"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں آپ کو کمپنی دے سکتا ہوں۔"اُس نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔مائرہ اس کی آواز سن کر چونکی۔اس کی اس جانب دیکھا تھا جہاں ہاشم ہاتھ میں دو بوتلیں لیے ہوئے کھڑا تھا۔ہاشم نے ایک بوتل اُس کی طرف بڑھائی۔

"آپ روز کچھ نہ کچھ لے آتے ہیں۔"اُس نے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیونکہ آپ کو اسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے مس مائرہ۔"اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"مائرہ نے بغور اُس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔وہ سامنے کھڑا اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔اُس کی آنکھوں کے نیچے بھی ہلکے واضح تھے۔فی الحال وہ اور مائرہ ایک ہی منزل کے مسافر تھے۔

"ہمیشہ کچھ کہنا ضروری نہیں ہوتا۔مجھے لگتا ہے کہ خاموشی کے ساتھ بیٹھنا بھی ایک طرح کی مدد ہے۔"ہاشم نے سامنے والی بینچ پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔وہ ٹھیک کہہ رہا تھا،کبھی کبھی کسی کا بنا کچھ کہے پاس بیٹھنا اکثر سب سے بڑی تسلی بن جاتا ہے۔کچھ دیر دونوں خاموش بیٹھے رہے۔

"مجھے آپ سے۔۔"مائرہ نے بات شروع کی،مگر اُسے لگا کہ سامنے بیٹھا لڑکا کچھ بولنا چاہ رہا ہے۔وہ خاموش ہو گئی،اور اُسے خاموشی سے دیکھنے لگی۔

"آپ مجھے تم کہہ سکتی ہیں۔"اُس کی بھوری آنکھیں بھی مائرہ کو دیکھ رہی تھیں۔

"اور آپ... آپ احد کو بھی تم نہیں کہتے۔دوستی میں بھی ایسا ہوتا ہے؟"وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"ہر ایک کی اپنی لو لینگوج ہوتی ہے اور مجھے آپ کہنا پسند ہے۔آپ سمجھیں کہ یہ میری لو

لینگوج ہے۔"اُس نے سر جُھکا کر نرمی سے جواب دیا۔

"آپ..."مائرہ نے کچھ کہنا چاہا، مگر ہاشم نے اُسے ٹوکا۔

"تم۔"

"تمہیں پہلی بار کب لگا کہ احد تمہارا دوست ہے؟"چند لمحے بیت جانے کے بعد مائرہ نے پوچھا۔

"جب میں ہارا ہوا تھا اور احد نے میری مدد کی تھی بغیر کچھ کہے۔اُسی لمحے مجھے لگا کہ وہ میرے دوست ہو سکتے ہیں۔"ہاشم نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔ذہن میں وہ یاد آج بھی تازہ تھی جب اُسے گولی لگی تھی اور احد نے آگے بڑھ کر مدد کا ہاتھ بڑھایا تھا۔

مائرہ نے گہری سانس لی۔اُس کی نظریں اب لان کے کونے میں کھیلتے بچوں پر تھیں مگر دل شاید اُس ایک جملے میں کہیں ٹھہر سا گیا تھا۔اُس نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔

اچانک اُس کے ذہن میں ایک نیا خیال اُبھرا، جس نے اُسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔"اُسے کب لگا تھا کہ سامنے بیٹھا لڑکا اُس کا دوست ہے؟"اس نے دل ہی دل میں سوال کیا۔جبکہ

ہاشم بوتل کھول کر منہ کو لگانے لگا۔

شاید تب جب وہ خاموشی سے راہداری میں بیٹھی تھی اور ہاشم نے اُسے حوصلہ دیا تھا کہ وہ اکیلی نہیں ہے۔ وہ اجنبی ہو کر بھی اپنا سا لگنے لگا تھا۔ کچھ تو خاص بات تھی اُس میں۔ مائرہ نے ایک چور نظر اس پر ماری اور پھر نظریں چرا لیں۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

بارش مدھم سی برس رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشے پر بوندوں کا ناچ جاری تھا۔ ہسپتال کے اندر زندگی اور موت کے درمیان جھولتی سانسیں تھیں مگر ایک گوشہ ایسا بھی تھا جہاں وقت تھم سا گیا تھا۔

مائرہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھی گم سم۔ اُس کی پیشانی شیشے سے لگی ہوئی تھی۔ آنکھیں بند اور دل کسی اندرونی شور میں الجھا ہوا۔ ہاشم اُس کے کچھ پیچھے آ کر رکا۔

"آپ کیا سوچ رہی ہیں؟" اُس نے ہولے سے پکارا۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ لوگ ہمیں چھوڑ کر تو نہیں جاتے مگر پھر بھی چھن جاتے ہیں۔

کیوں؟"اُس کا لہجہ بھیگی ہوا سا تھا۔ہاشم اُس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا کیوں کہ مائرہ کا رُخ دوسری جانب تھا۔

"چھن جانا کبھی نصیب کی آزمائش ہوتی ہے، کبھی زندگی کی تقدیر۔ مگر میں آپ کو ایک خوشخبری دینے آیا ہوں۔"وہ لمحے بھر کو رُکا۔"ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اب احد بالکل خطرے سے باہر ہے۔اُسے کسی بھی وقت ہوش آسکتا ہے۔"مائرہ نے اچانک سے پیچھے کو سر گھمایا۔وقت کا ایک لمحہ تھا کہ اور دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرا گئی۔یہ پہلی بار ہوا تھا کہ دونوں کی نظریں یوں ٹکرائی تھیں۔کچھ لمحہ وہ ایسے ہی جامد کھڑے رہے اور پھر دونوں نے سر کو خم دیا۔مائرہ کے چہرے پر حیرت اور سکون کا ایک انوکھا امتزاج تھا۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گا؟"اُس نے امید کے ساتھ پوچھا۔ہاشم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"وہ یہ نہیں جانتے کہ احد کو ہوش کب آئے گا مگر اُن کو جان کا خطرہ نہیں ہے۔"چند لمحے گزر جانے کے بعد ہاشم نے اپنی بات مکمل کی۔مائرہ نے ایک بار پھر سر جُھکا لیا۔

"دس دن ہو گئے۔"ہاشم نے آج پہلی بار گنتی کی۔اُس کی آواز میں تھکن اور دُکھ کی آمیزش

تھی۔

"دس دن... ایسا لگتا ہے کہ دس صدیاں بیت گئی ہیں۔ بس ایک امید ہے جو ٹوٹتی ہے نہ مکمل ہوتی ہے۔" اُس نے مائرہ کو دھیمی آواز میں کہتے سُنا۔ اُس کے بعد دونوں کے درمیان خاموشی حائل ہو گئی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

احد کے ایکسیڈنٹ کو ایک مہینہ گُزر چکا تھا۔ مائرہ کی زندگی میں ایک عجیب سی تبدیلی آچکی تھی۔ وہ ہر صبح جلدی اٹھ کر گھر سے نکلتی، فریدہ بیگم کو بتا کر کہ وہ ریسٹورنٹ جا رہی ہے۔ ہر روز وہ ہسپتال جایا کرتی تھی، لیکن وہ فریدہ بیگم کو یہ نہیں بتا سکتی تھی۔ شروع میں وہ روز ہسپتال جاتی تھی، ہسپتال کا سفید ماحول اور خاموشی اب مائرہ کی زندگی کا حصہ بن چکے تھے۔ وہ روز احد کے کمرے میں جا کر چند لمحوں کے لیے اُس کے بے جان چہرے کو دیکھتی اور پھر خود کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اُس نے ہاشم پر بھروسہ کرنا شروع کر دیا اور وہ اکثر نہ جا پاتی تو ہاشم سے فون پر بات کر کے احد کی حالت کا پوچھ لیتی۔

یہ ایک مہینہ فریدہ بیگم کا بھی پریشانی میں گُزرا تھا۔ وہ احد کا سوچ کر ہر وقت دُکھی رہا کرتی تھی۔ وہ پھر سے جا چُکا تھا اُن کو چھوڑ کر۔ اور مائرہ بھی اکثر گھر سے جلدی نکل جایا کرتی تھی مگر اُس کی واپسی معمول سے لیٹ ہوتی تھی۔ یہ بات اُن کو بے چین کر رہی تھی۔ وہ اکثر مائرہ سے پوچھتیں تو وہ یہ کہہ دیتی کہ یہ صرف اُن کا وہم ہے۔ آج کل وہ ریسٹورنٹ پر زیادہ توجہ دے رہی ہے۔ فریدہ بیگم بھی جانتی تھیں کہ وہ کچھ چُھپا رہی ہے مگر جب تک وہ خود نہیں بتانا چاہے گی تب تک فریدہ بیگم کا پوچھنا فضول تھا۔

اِس ایک مہینے میں ہاشم نے مائرہ کی ہر ممکن مدد کی تھی۔ اُس نے مائرہ کو احساس دلایا تھا کہ وہ اکیلی نہیں ہے۔ اس ایک مہینے میں مائرہ کا وقت ریسٹورنٹ سے زیادہ ہسپتال میں گزرا تھا۔ ہاشم مائرہ کو اکثر کہا کرتا تھا کہ اُسے فریدہ بیگم کو بتا دینا چاہیے، مگر مائرہ میں اتنی ہمت نہیں تھی۔ اُن کی کبھی کسی اور موضوع پر بات نہیں ہوئی تھی۔ اُن کا موضوعِ گُفتگو صرف احد تھا۔ مائرہ نے اُس دن کے بعد کبھی ہاشم سے احد کے ماضی کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اب اُسے کچھ نہیں جاننا تھا۔ اُسے بس احد کی سلامتی چاہیے تھی۔

فہد رحمان بھی دفتر میں ایک معمول کے مطابق کام کر رہا تھا اور اس سے کسی کو کوئی شکایت

نہیں تھی۔ آفس کا ہر ور کر اُس سے مطمئن تھا،کم از کم وہ احد کی طرح اُن کو ڈانٹا نہیں کرتا تھا اور یہی بات اُن کو اچھی لگتی تھی۔ہاشم بھی اکثر آفس جایا کرتا تھا اور فہد کے کام نے اُسے بھی مطمئن کر رکھا تھا۔

پچھلے دس دن سے عمار صاحب بھی ہاشم کو واپس آنے کا کہہ رہے تھے۔اُن کی التمش کے ابو سے بات ہوئی تھی اور اُنہوں نے بتایا کہ ہاشم وہاں نہیں ہے۔ہاشم نے اُن کو کافی سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ سمجھنے کو تیار ہی نہیں تھے۔ہاشم نے اُن کو بتایا تھا کہ اُس کا دوست کومہ میں ہے مگر اُن کا پھر بھی یہی کہنا تھا کہ ہاشم جلد از جلد واپس آجائے۔

وہ احد کو اِس حالت میں چھوڑ کر نہیں جاسکتا تھا۔یا شاید وہ مائرہ کو اِس حالت میں چھوڑ کر نہیں جاسکتا تھا۔

اِس ایک مہینے میں مائرہ کی زندگی میں بے شمار تبدیلیاں آئیں تھی۔اب وہ اگر کسی پر بھروسہ کر سکتی تھی تو وہ ہاشم تھا۔وہ اُس کا بہترین دوست بن چُکا تھا۔مگر ہاشم کا خود سے یہ سوال تھا کہ کہ مائرہ کے ساتھ یہ سب کیا یہ صرف اس کی ہمدردی اور دوستی ہے؟اُن کا رشتہ دوستی سے بڑھ کر تھا۔مگر کیا؟یہ بات وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔اُسے لگتا تھا جیسے وہ برسوں

سے مائرہ کو جانتا ہے۔اس کا دل کرتا تھا کہ اپنوں کی طرح وہ اس کا خیال رکھے۔اس سے ہاشم کو اپنوں کی سی سائٹ آتی تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

پانچ سال قبل۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ دونوں وہاں سے اُٹھے تو احد مائرہ سے ایک منٹ کا کہہ کر کاؤنٹر کی جانب بڑھ گیا۔

"ہاں،بولو! کیا بات ہے؟ کیوں بار بار کال کر رہے تھے؟" مصطفیٰ اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

"اور یہ سب کچھ جو تم نے میرے کہنے پر کیا،اِس کا شکریہ۔" احد نے میز کی جانب اِشارا کرتے ہوئے کہا۔

"احد۔" اُس کی آواز میں پریشانی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا ہوا؟"احد نے محتاط ہو کر پوچھا۔

"ابھی علیزے کی کال آئی تھی۔" مصطفیٰ نے بتانا شروع کیا۔احد کا دل چاہا، کہ وہ اُس کا سر پھاڑ دے۔

"اُس کے لیے تم مجھے بار بار فون کر رہے تھے؟"

"ابھی وہ مجھے فون کر کے کہہ رہی تھی کہ اگر تم ایک آخری بار اُس سے نہ ملے تو وہ تمہاری بیوی کو فون کر کے کہے گی کہ تمہارا اُس سے افیئر چل رہا تھا اور تم نے اُسے دھوکہ دیا ہے۔"

احد کا چہرہ ایک لمحے کے لیے سفید پڑا مگر اُسے پیچھے سے مائرہ آتی دِکھائی دی تو اُس نے فوراً خود کو نارمل کیا۔مائرہ کی جانب مصطفیٰ کی پیٹھ تھی۔وہ اُس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اُس نے مصطفیٰ کو خدا حافظ کہا اور وہاں سے نِکل پڑا۔البتہ ذہن ابھی تک مصطفیٰ کی باتوں

میں اُلجھا ہوا تھا۔ وہ مائرہ کے سامنے خود کو داغ دار نہیں دِکھا سکتا تھا۔ کم از کم مائرہ کے سامنے نہیں...

گاڑی سڑک کے کنارے رُکی تو مائرہ نے حیرانی سے احد کو دیکھا۔ احد گاڑی سے اُترا اور مائرہ کی جانب آ کر دروازہ کھولا۔ باہر اندھیرا ہو چکا تھا اور سڑک پر رش نہ ہونے کے برابر تھا۔ مائرہ خاموشی سے گاڑی سے نکلی اور احد کے ہمراہ چل دی۔

وہ دونوں سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ وہاں روشنی کم تھی اور سامنے ایک پر سکون نہر کا منظر تھا۔ پانی پر چاند کی روشنی پڑ رہی تھی اور مدھم ہوا کا شور ماحول کو مزید پُر اثر بنا رہا تھا۔ احد اور مائرہ دونوں خاموشی سے کھڑے تھے، ایک دوسرے کے ساتھ لیکن اپنے خیالات میں گم۔ مائرہ انتظار کر رہی تھی کہ احد بات کا آغاز کرے۔ احد اس کے برابر کھڑا

اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے کبھی مائرہ کو دیکھتا تو کبھی پانی پر پڑتی چاندنی کو۔

"تم جانتی ہو مائرہ... کبھی کبھی پانی کی روانی دیکھ کر لگتا ہے جیسے زندگی بھی اسی طرح بہتی ہے، کبھی پرسکون، کبھی طوفانی۔" احد نے دھیرے سے بات کا آغاز کیا۔

"پر کبھی کبھی یہ روانی رک جاتی ہے اور پھر دوبارہ چلنا سیکھنا پڑتا ہے۔" مائرہ کی نظریں پانی پر جمی رہیں۔ اُس نے بھی دھیرے سے جواب دیا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ خود بھی دوبارہ چلنا سیکھ رہی تھی۔

"کبھی کبھی مُجھے لگتا ہے ہم جتنا بھی آگے بڑھنے کی کوشش کریں، ماضی ہمیں روکنے آ ہی جاتا ہے۔" مائرہ نے تھوڑا سا جھک کر اسے غور سے دیکھا۔ اس کی بھنویں ہلکی سی سکڑی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم پریشان ہو؟"

احد اس کی طرف مُڑا اور اپنی بات شروع کی۔ "میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔" مائرہ نے اسے دیکھا لیکن خاموش رہی۔ جیسے اسے موقع دے رہی ہو کہ وہ خود اپنی بات کہے۔

"میری ایک دوست تھی۔ اُس کی اور میری کالج کے دنوں میں دوستی ہوئی تھی۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ میں اُسے صرف دوست سمجھتا رہا تھا مگر وہ مجھے اپنا روگ سمجھتی رہی۔" مائرہ خاموشی سے اُسے سُنتی رہی، بالکل چمکتے چاند کی طرح، بہتے پانی کی طرح۔

"اور مجھے یہ کیوں بتا رہے ہو؟"

"کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے۔" احد نے کہا۔ اس کی نظریں دوبارہ پانی

کی سطح پر جم گئیں۔ جیسے وہ مائرہ کے جواب کا انتظار کر رہا ہو۔

"یہ سب بتانا ضروری نہیں تھا۔" اُس نے مائرہ کو کہتے سُنا۔

"میں نے یہ سب تمہیں اِس لئے بتایا کہ اگر تم یہ بات کسی اور شخص کے منہ سے سُنو تو بھی تمہیں یقین ہو کہ احد ایسا نہیں کر سکتا۔" احد نے نرمی سے کہا۔

"مجھے تم پر یقین ہے احد۔" اُس کی آنکھیں پانی کی سطح پر جمی تھیں۔

"یقین ٹوٹنے میں ایک لمحہ لگتا ہے مائرہ۔ انسان کو چاہے جتنا بھی بھروسہ ہو مگر وہ کان کا کچا ہوتا ہے۔ اگر یقین نہ بھی ٹوٹے تو اُس میں ایک دراڑ ضرور پڑ جاتی ہے۔ میں اپنے رشتے کو اُس دراڑ سے بچانا چاہتا ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جب سے مجھے پتہ چلا کہ وہ مجھ میں انٹرسٹڈ ہے، تب سے میں نے اُسے بلاک کر دیا ہے۔ اور اب اُس نے مصطفٰی کو فون کر کے کہا کہ اگر میں اُس سے نہ ملا تو وہ میری بیوی کو ایک جھوٹی داستان سُنائے گی۔" تھوڑی دیر بعد احد نے کہا۔

"مجھے اُس کی داستان سے فرق نہیں پڑتا۔ دنیا جھوٹ بول سکتی ہے، حالات بدل سکتے ہیں، مگر تمہاری محبت نہیں۔ تم مائرہ سلطان کا سایہ ہو احد۔ اور سایہ دھوکہ نہیں دیتا۔" احد پہلی بار مائرہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرایا۔

"میں بس چاہتا ہوں کہ تمہیں سب کچھ پہلے ہی بتا دوں، تاکہ کوئی غلط فہمی ہمارے رشتے میں دراڑ پیدا نہ کرے۔"

"چلیں؟" تھوڑی دیر بعد احد نے کہا۔ مائرہ خاموشی سے گاڑی کی جانب بڑھ گئی اور احد بھی

اُس کے ہمراہ چل دیا۔

چاند وہیں تھا، آسمان سکون سے چمک رہا تھا اور پانی اپنی جگہ خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ پانی کی لہریں اپنی مدھم سرگوشیوں میں جیسے ان دونوں کے قدموں کی کہانی سنا رہی تھیں۔ دریا اور چاند دونوں ان کے جانے کو دیکھ رہے تھے، بے حس و حرکت، جیسے ان لمحوں کو ہمیشہ کے لیے اپنے اندر قید کر رہے ہوں۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

مائرہ کی سالگرہ کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا اور اب نارمل زندگی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ تین دن پہلے علیزے نے اُسے اپنی اور احد کی کالج کی کچھ اکٹھی تصویریں بھیجی تھیں مگر مائرہ نے دیکھے بغیر ہی اُنہیں ڈیلیٹ کر دیا تھا۔ اُسے خود سے بھی زیادہ احد پر بھروسہ تھا اور اِس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بھروسے کو بچانے کے لیے پہلا قدم احد نے خود اُٹھایا تھا۔

وہ ظہر کی نماز پڑھ کر اپنا حجاب کھول رہی تھی جب اُس کا فون بجا۔

احد سُلطان کالِنگ۔

"ہیلو۔" مائرہ نے فون کان سے لگاتے ہی کہا۔

"کیسی ہو؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بالکل پہلے کی طرح۔" اُس نے فون سر اور دائیں کندھے کے درمیان پھنسایا اور اپنے بالوں کا جُوڑا کھولنے لگی۔

"مطلب بہت خوبصورت۔" احد نے خوشگوار انداز میں کہا۔

"کہہ سکتے ہیں۔"اِن دو مہینوں میں احد کی محبت نے اُسے خود پسند بنا دیا تھا یا شاید خود شناس بنا دیا تھا۔

"اچھا ابھی تیار ہو جاؤ، کہیں باہر چلتے ہیں۔"احد نے وہ کہا جس کے لیے اُس نے فون کیا تھا۔

"ابھی؟...کون کون جا رہا ہے؟...ویسے کہاں جائیں گے؟اور تمہارا آفس؟"اُس نے ایک ساتھ ہی سارے سوال کر ڈالے۔

"ابھی۔تم اور میں۔کسی خوبصورت جگہ۔"وہ لمحے بھر کو رُکا۔"آفس سے چُھٹی لے لی ہے۔آج کا دن میں تمہارے ساتھ گُزارنا چاہتا ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اگر امی گھر آ گئیں اور میں موجود نہ ہوئی تو؟"مائرہ نے پوچھا۔ فریدہ بیگم ایک ہمسائی کے ساتھ کسی کے انتقال پر گئی تھیں اور مائرہ گھر پر اکیلی تھی۔

"اُن کے پاس ہمیشہ چابی موجود ہوتی ہے، تم فکر نہ کرو۔"احد نے اُسے بتایا۔

"ٹھیک ہے، کب تک آؤ گے؟"کچھ دیر کی خاموشی کے بعد مائرہ نے پوچھا۔

"جب تم چاہو۔"

"ایک منٹ کے اندر آسکتے ہو؟"مائرہ نے شرارت سے پوچھا۔

"آپ بُلائیں اور ہم نہ آئیں؟ایسے تو حالات نہیں۔"اُس نے شاعرانہ انداز میں جواب دیا۔

"ڈرامے بند کرو اب اور جلدی سے..."اُس کی بات ادھوری تھی جب گھر کی بیل بجی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ایک سیکنڈ ہولڈ کرو، مجھے لگتا ہے کہ امی آ گئی ہیں۔" اتنا کہہ کر اُس نے فون صوفے پر رکھا اور دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ دروازہ کھولتے ہی سامنے اُسے احد دکھائی دیا جو دوسری جانب رُخ کیے کھڑا تھا۔ دروازہ کُھلنے پر اُس نے رُخ موڑا۔

"سرپرائز۔" اُس نے گُھٹنے ٹیک کر ایک لال پھول مائرہ کی جانب بڑھایا۔ مائرہ نے حیرت سے اُسے دیکھا۔

جب سے اُن کی شادی ہوئی تھی، وہ اکثر ایسی حرکتیں کیا کرتا تھا۔ شاید مائرہ کو خوش کرنے کے لیے۔ شاید اُس وعدے کو نبھانے کے لیے جو اُس نے مائرہ سے کیا تھا کہ وہ کبھی بھی زندگی کی جنگ میں خود کو تنہا کھڑا نہیں پائے گی اور اِس وقت وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی جنگ لڑ رہی تھی۔ وہ خود کو بالکل نارمل دکھایا کرتی تھی مگر فریدہ بیگم اور احد دونوں جانتے

تھے کہ ابھی تک اُس کے اندر کا ایک کونا خالی تھا اور وہ اُس کو بھرنے کی ہر ممکن

کوشش کر رہے تھے۔ مگر وہ کونا تو اب ساری زندگی خالی ہی رہنا تھا، بس مائرہ کو اُس خالی

کونے کو اپنانے میں وقت لگنا تھا۔

"کتنے ڈرامے باز ہو تم۔" وہ کہے بنا رہ نہ سکی۔

"آپ کے لیے کچھ بھی۔" وہ سر جُھکاتے آگے بڑھا اور ادب سے سینے پر ہاتھ رکھ کر جُھک کر

کہا۔

"اوکے میں بھی فریش ہو جاؤں، تب تک تم چینج کر لو۔" اُس نے مائرہ سے کہا اور اندر کی

جانب بڑھ گیا۔ مائرہ بھی اُس کے پیچھے پیچھے آ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہم جا کہاں رہے ہیں؟"مائرہ نے پھر سے پوچھا۔

"جہاں راستے ہمیں لے جائیں۔"اُس نے دھیرے سے شانے اچکائے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے دِکھائی دے رہے تھے۔مائرہ کا لباس کچھ دیر پہلے کی نسبت بہت خوبصورت لگ رہا تھا اور ہاتھ میں میچنگ بیگ بھی پکڑ رکھا تھا۔

"بتاؤ کہاں چلیں؟"احد نے پوچھا۔

"ڈرائیو میں کر رہی ہوں یا تم؟"

"اب ڈرائیور مالک کی مرضی کے بغیر کہاں جا سکتا ہے بھلا؟"احد نے مسکرا کر کہا۔

"ایسی چیپ لائنز نہ بولا کرو۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"مہنگی چلیں گی؟"احد نے ایک نظر مائرہ کو دیکھا اور شوخ مزاجی سے سوال کیا۔

"احد پلیز۔"اُس نے دونوں ہاتھ منہ کے سامنے کر لیے تا کہ احد دیکھ نہ سکے کہ وہ ہنس رہی ہے۔

گاڑی کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔نرم ہوا کے جھونکے آ رہے تھے۔مائرہ اور احد گاڑی میں اب خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔احد کوئی ایسی جگہ تلاش کر رہا تھا جہاں وہ دونوں بیٹھ کر سکون سے باتیں کر سکیں۔مائرہ بھی کھڑکی سے باہر دیکھنے میں مصروف تھی۔احد کی نظریں سامنے آتے بورڈ پر پڑی جس پر"بک فیئر"لکھا تھا۔

اچانک احد نے گاڑی کی رفتار کم کی اور مائرہ سے سوال کیا۔

"مائرہ، کیا تمہیں کتابوں میں دلچسپی ہے؟"

"نہیں۔" اُس نے ایک حرفی جواب دیا اور پھر باہر دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔ کچھ دیر بعد گاڑی ایک جگہ پر جا رُکی تو مائرہ کی نظر اوپر لگے بورڈ پر پڑی۔

کراچی انٹرنیشنل بُک فیئر۔

اُس نے ایک نظر بورڈ کو دیکھا اور ایک احد کو۔ احد جانتا تھا کہ اُسے کتابوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے مگر پھر بھی وہ اُسے یہاں کے کر آیا تھا مگر کیوں؟۔ احد نے اُسے اندر چلنے کا اِشارہ کیا اور خود بھی اُس کے ہمراہ چل دیا۔ مائرہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی اندر کی جانب قدم بڑھائے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تو یہ تھی وہ خاص جگہ؟"مائرہ نے چلتے چلتے پوچھا۔

"مجھے یہ جگہ دِکھ گئی تو تمہیں یہاں لے آیا ورنہ میں تمہیں بس لونگ ڈرائیو کے لیے لایا تھا۔"

احد نے اُس کو دل کی بات بتائی۔

"یہاں ہم کیا کریں گے؟"

"جو آس پاس کے لوگ کر رہے ہیں۔"احد نے اشارہ کر کے اُسے احساس دلایا کہ وہ وہاں اکیلی نہیں ہے۔

وہاں کے ہالز میں جا بجا رنگین اسٹالز اور کتابوں کے انبار تھے۔ ہر طرف کتابوں کی خوشبو پھیل رہی تھی، جو دل و دماغ کو سکون بخش رہی تھی۔ مختلف پبلشرز اپنے نئے ایڈیشنز اور

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پاپولر کتابوں کو بڑے فخریہ انداز میں پیش کر رہے تھے۔ کچھ لوگ کتابوں کا مطالعہ کر رہے تھے، کچھ اسٹالز کے سامنے کھڑے کتابوں کے بارے میں باتیں کر رہے تھے، اور کچھ نیا خریدنے کی فکر میں سرگرداں تھے۔

مائرہ اور احد کی قدموں کی آوازیں ہال میں گونج رہی تھیں۔ احد کی نظریں اِس سارے ہجوم میں بھی مائرہ پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

ایک، دو، تین۔ اُنہوں نے سارے ہال گھوم لیے مگر مائرہ نے کوئی کتاب نہیں خریدی۔

"کوئی ایک کتاب تو خرید لو مائرہ۔ اب خالی ہاتھ جانا تو اچھا نہیں لگتا۔" احد نے مائرہ سے کہا۔ مائرہ نے بیزاریت سے احد کو دیکھا۔ جب وہ جانتا تھا کہ مائرہ کو کتابوں میں دلچسپی نہیں ہے تو کیوں بار بار کہہ رہا تھا؟

"آپ یہ بُک ٹرائے کر سکتی ہیں، میری فیورٹ ہے۔"ساتھ کھڑی ایک لڑکی نے ایک کتاب مائرہ کی جانب بڑھائی شاید اُس نے اُن کی باتیں سُن لی تھی۔

"تھینک یو۔"مائرہ نے کہا اور وہ کتاب تھام لی۔وہ یوں اُسے ریجیکٹ نہیں کر سکتی تھی۔

وہ لڑکی سائیڈ پر ہو گی تو وہ کتاب واپس رکھ دے گی۔اُس نے سوچا۔

"میرا نام سِتارا ہے اور آپ کا؟"اُس نے خود ہی بات کا آغاز کیا۔وہ دِکھنے میں مائرہ سے کم عمر لگ رہی تھی۔

"مائرہ سلطان۔"اُس نے ہلکا سا مسکرانے کی کوشش کی۔

"آپ یہ بُک پڑھ کر مجھے ضرور بتائیں گی مائرہ۔کہ آپ کو کیسی لگی۔"اُس لڑکی نے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی ضرور۔"اُس کے بعد دس منٹ وہ مائرہ سے باتیں کرتی رہی اور احد پاس کھڑا سُنتا رہا۔

"چلیں؟"ستارا نے کاؤنٹر کی جانب اِشارا کیا۔وہ اپنے لیے بھی کتابیں پسند کر چُکی تھی۔مائرہ جو سوچ رہی تھی کہ کتاب واپس رکھ دے گی اب اُس کے ساتھ ساتھ کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئی۔احد بھی اُن کے پیچھے پیچھے آ گیا۔

بِل کروانے کے بعد وہ اکٹھی باہر نِکلی،ستارا کا بھائی اُس کا انتظار کر رہا تھا۔تو وہ جلدی میں ہی مائرہ کو خُدا حافظ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

"عجیب سی لڑکی تھی۔یہ کیا بات ہوئی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی کتاب خریدو۔"مائرہ نے اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہی تبصرہ کیا۔

"مجھے تو کافی اچھی اور خوش مزاج لگی۔" احد نے اپنا نظریہ سامنے رکھا۔

"ہاں مگر..." اُس نے بات ادھوری چھوڑ دی بالکل جیسے اُس کی ستارا سے گفتگو ادھوری رہ گئی تھی۔ وہ جلدی میں اپنا نمبر دینا یا مائرہ کا نمبر لینا بھول گئی تھی۔ کبھی کبھی ایسے لوگ بھی آپ کو ملتے ہیں جن سے آپ کی زندگی میں پہلی اور آخری بار مُلاقات ہوتی ہے۔۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

گھر آتے ہی مائرہ نے وہ کتاب احد کی کتابوں کے ساتھ جوڑ کر رکھ دی تھی کیونکہ اُسے وہ کبھی نہ پڑھنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد جب وہ لاؤنج میں آئی تو فریدہ بیگم سامنے بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ احد اُن کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ مائرہ کو دیکھ کر اُس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی جو ہمیشہ آجایا کرتی تھی۔ جب بھی وہ مائرہ کو دیکھا کرتا تھا۔

مائرہ بھی اُن کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"خُدا کا خوف کریں آنٹی، آپ کو بھی خُدا کو جان دینی ہے۔ مجھ پر اتنا بڑا الزام نہ لگائیں۔" ٹی وی والی بہو اپنی ساس کی منتیں کر رہی تھی۔ وہی ٹپیکل ساس بہو سوپ۔

مائرہ نے ایک نظر ٹی وی کو دیکھا اور دوسرا احد اور فریدہ بیگم کو۔ وہ دونوں جیسے اُس سین میں کھوئے ہوئے تھے۔ اُس سے ایسا ہی لگ رہا تھا کہ ایسا پاکستانی ڈراماز میں پہلی بار ہو رہا ہے۔

"دیکھو کتنی ظالم عورت ہے۔" فریدہ بیگم نے تبصرہ کیا۔

"مگر یہ ایسا کر کیوں رہی ہے؟" احد نے دلچسپی سے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیونکہ یہ اپنے بیٹے کی شادی اپنی مرضی سے کروانا چاہتی تھی مگر اِس کے بیٹے کو غریب گھر کی لڑکی پسند آ گئی۔ اب وہ عورت اُس پر جھوٹا الزام لگا کر اُسے گھر سے نکلوانا چاہتی ہے۔" مائرہ نے ایک ہی سانس میں ساری کہانی کا خلاصہ کر دیا۔ فریدہ بیگم نے حیرانی سے اُسے دیکھا۔

"تم تو یہ ڈرامہ نہیں دیکھتی پھر تمہیں کیسے پتہ؟" اُنہوں نے پوچھا۔

"میں تو یہ بھی جانتی ہوں کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ اب یہ ساس اپنی بہو کو گھر سے نکال دے گی، پھر لاسٹ اپیسوڈ تک ڈرامے کو گھسیٹتے رہیں گے اور لاسٹ میں اُس کے شوہر کو سچائی پتہ چلے گی اور وہ اپنی بیوی کو واپس لے آئے گا۔" فریدہ بیگم نے بیزاری سے سکرین کو دیکھا اور پھر مائرہ کو۔ یہی تو ہونے والا تھا مگر اب اُن کا مزہ خراب ہو چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عشاء کا وقت ہوا تو فریدہ بیگم نماز پڑھنے کے لیے وہاں سے چلی گئیں۔

"خود ڈرامہ نہیں دیکھتی، ٹھیک ہے۔ مگر دوسروں کو تو دیکھنے دیا کرو۔" فریدہ بیگم کے جانے کے بعد احد نے مائرہ سے کہا۔

"امی فضول پریشان ہوتی رہتیں اُس لڑکی کے لیے۔" مائرہ نے دھیرے سے شانے اچکائے۔

آخر کرتی کیا تھی یہ لڑکی سارا دن؟۔ نہ اِس کو ڈراموں میں دلچسپی تھی اور نہ ہی کتابوں میں...

"تمہیں نہ ہی پڑھنا پسند ہے اور نہ ہی کچھ دیکھنا۔ تمہیں پسند کیا ہے؟" احد نے مائرہ سے پوچھا۔

ناولز کلب
Clubbed Quality Content

"کام کرنا اور دنیا گھومنا۔" اُس نے سادہ سا جواب دیا۔

"دنیا گھومنا مطلب؟"

"مطلب کہ کچھ ملک ایسے ہیں جو میں گھومنا چاہتی ہوں۔ جن میں سپین، جاپان اور ترکی سرِ فہرست ہیں۔" مائرہ نے اُسے بتایا۔

"تمہیں پتہ ہے مائرہ۔ میں جاپان بھی جا چُکا ہوں اور ترکی بھی۔"

"واقعی؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"میں تم سے جھوٹ بول سکتا ہوں؟"

"بول سکتے ہو۔" مائرہ نے جواب میں کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہاں یہ بھی جھوٹ ہی تھا۔" اِس بات پر دونوں ہنس دیے۔ اُس کے بعد دونوں کافی دیر باتیں کرتے رہے مگر احد کے ذہن میں کچھ نیا چل رہا تھا۔ جسے وہ ابھی مائرہ کو نہیں بتا سکتا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

مائرہ اور احد کا نیا سال خوشی اور اُمید کے ساتھ شروع ہوا تھا کیونکہ وہ اپنا ترکی کا ویزا اپلائی کر چکے تھے اور اب بس اُنہیں جواب کا انتظار تھا۔ مائرہ تین ملک گھومنا چاہتی تھی مگر اُن میں اگر آسانی سے کسی کا ویزہ مل سکتا تھا تو وہ تُرکی تھا۔ پچھلے مہینے فریدہ بیگم کے بھانجے اپنی بیویوں کے ساتھ گھومنے گئے تھے اور تب سے فریدہ بیگم کی بہن آسیہ اپنے علاج کے لئے پاکستان آئی ہوئی تھیں۔ اُنہوں نے ہی مائرہ اور احد کو مشورہ دیا تھا کہ وہ بھی کہیں گھومنے

کے لیے جائیں۔ ابھی اُن کی نئی نئی شادی ہوئی ہے اور اُنہیں ساتھ وقت گزارنا چاہیے۔

مگر جنوری کے اختتام میں اُن کا یہ جوش مایوسی میں بدل گیا۔ 3 ہفتے بعد ہی اُن کا ویزہ ریجیکٹ ہو چکا تھا اور ریجیکٹ ہونے کی کوئی خاص وجہ بھی واضح نہیں کی گئی تھی۔ شاید وجہ احد کے پاسپورٹ پر کوئی بھی غیر ملک جانے کی مہر نہ ہونا اور چند سال پہلے ہونے والے آسٹریلیا کے ویزے کا مسترد ہو جانا تھی۔ مائرہ جو پچھلے ۳ ہفتے سے بہت خوش تھی، ابھی خاموشی سے گاڑی میں بیٹھی تھی۔

"کہیں کھانے چلیں؟" احد نے گاڑی میں بیٹھتے ہی پوچھا۔

"نہیں، سیدھا گھر ہی چلتے ہیں۔" مائرہ نے جواب میں کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مائرہ تم اُداس نہ ہو، ہم پھر سے ویزہ کے لیے اپلائے کر لیں گے۔" احد نے اُسے سمجھانا چاہا۔

"میں اُداس نہیں ہوں، بس کچھ سوچ رہی ہوں۔"

"کیا؟" احد نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یہی کہ کیوں نہ ہم عُمرہ پر چلیں؟ تم، میں اور امی۔" مائرہ نے اپنی تجویز پیش کی۔

"چلو پھر گھر جا کر ماں سے بات کرتے ہیں۔" احد کے چہرے کا جوش بتا رہا تھا جیسے سوچ رہا ہو کہ اُس نے یہ بات پہلے کیوں نہیں سوچی۔

گھر پہنچ کر اُنہوں نے فریدہ بیگم سے بات کی تو اُنہوں نے انکار کر دیا۔ ابھی دو مہینے آسیہ بیگم

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کو اُن کے ساتھ ہی رہنا تھا اور وہ اُن کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھیں۔ "میں پہلے بھی تو عمرہ پر جا چُکی ہوں۔ اب میں چاہتی ہوں کہ تم دونوں اکیلے جاؤ۔" فریدہ بیگم نے اُن کو سمجھایا مگر مائرہ اُن کے ساتھ جانا چاہتی تھی۔ پچھلی بار وہ اپنی ماں کے ساتھ گئی تھی۔ اِس بار بھی وہ اپنی ماں کے ساتھ جانا چاہتی تھی۔ مگر فریدہ بیگم چاہتی تھیں کہ مائرہ یہ خاص سفر اپنے شوہر کے ساتھ کرے۔

احد بھی چاہتا تھا کہ فریدہ بیگم اُن کے ساتھ ہی جائیں مگر آسیہ بیگم نے بھی اُسے سمجھایا کہ وہ فریدہ بیگم کے ساتھ ہی رہیں گی۔ مائرہ اور احد کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بالآخر وہ دونوں مان گئے۔ کچھ دنوں بعد احد نے ویزا ایجنسی والوں بھی بات کر لی اور اب جلد ہی وہ دونوں سعودیہ جانے والے تھے۔ اُن کو لگ رہا تھا کہ یہ سفر اُن کی زندگی کا یادگار سفر ہونے

والا تھا۔ ایسا سفر جسے چاہ کر بھی مائرہ اور احد نہیں بُھلا سکتے تھے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

ایئر پورٹ کی ویٹنگ ایریا میں کافی رونق تھی۔ مختلف لوگ ادھر اُدھر آجا رہے تھے۔ کچھ اپنے سامان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، تو کچھ جہاز کی پرواز کے منتظر تھے۔ فلائٹس کے اعلان، اسپیکرز کی آوازیں اور لوگوں کے قدموں کی دھمک نے ماحول میں گہما گہمی مچا رکھی تھی۔ ہر طرف چمکتی ہوئی لائٹس، سوٹ کیسز کی آواز اور ایئر پورٹ کی خاص خوشبو تھی۔

مائرہ بھی وہاں ویٹنگ ایریا میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے آس پاس لوگوں کی چہل پہل تھی۔ احد کچھ منٹ پہلے اس کے ساتھ بیٹھا تھا لیکن اب وہ فلائٹ ڈیپارچر کے

بارے میں اِنفارمیشن لینے گیا تھا۔

اسی دوران ایک لڑکی آئی اور مائرہ کے ساتھ والی خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔جہاں کچھ دیر قبل احد بیٹھا تھا۔مائرہ نے اُس کی شہد آنکھوں کو دیکھا تو اُسے لگا کہ وہ احد کی آنکھوں کو ہی دیکھ رہی ہے۔اُس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔اس کا چہرہ ایسا تھا جیسے کوئی مصور خواب میں سنوارے اور نیند خود جاگ جائے اُسے دیکھ کر۔ بیٹھنے کے بعد وہ فوراً مائرہ کی طرف دیکھ کر بولی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

"آپ پہلے ہی بیٹھ چکی ہیں۔"مائرہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لیکن وہ لڑکی جیسے مائرہ کی بات کو نظر انداز کرتی ہوئی مزید بات کرنے لگی۔"آئی ایم امل سلطان۔"اس نے اپنا تعارف کروایا اور پھر مائرہ سے پوچھا۔"آپ کا نام کیا ہے؟"

"مائرہ سلطان۔"مائرہ نے جواب دیا۔

"واؤ! سیم سر نیم!"وہ پر جوش ہو کر بولی۔وہ مائرہ سے ایک،دو سال ہی چھوٹی لگ رہی تھی مگر اس کی آنکھوں میں پندرہ،سولہ سال کی بچی کی طرح چمک تھی۔مائرہ اندازہ نہ لگا سکی کہ اُس کی عُمر کیا ہو گی۔

"میرے فادر کا نام بھی سلطان ہے۔ کتنی اچھی وائب دیتا ہے نا یہ نام۔"امل نے مزید کہا۔

"لیکن یہ میرے شوہر کا سر نیم ہے۔"مائرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوہ! مگر آپ تو بہت ینگ لگ رہی ہیں۔ نظر آنے میں تو مجھ سے بھی چھوٹی لگتی ہیں۔"

اُس نے تعریف کی۔

"شکریہ، لیکن میں یقیناً اتنی بھی ینگ نہیں لگتی۔" مائرہ تھوڑا سا ہنسی اور اس کی بات پر نرم لہجے میں کہا۔

"آپ کو پتہ ہے، میں فرسٹ ٹائم اپنی فیملی کے ساتھ عمرہ پر جا رہی ہوں۔" وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ "ہم سب بہت ایکسائیٹڈ ہیں! میرے ماما بابا وہ ادھر بیٹھے ہیں۔" اس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مائرہ نے اُس جانب دیکھا، تو امل کی ماں نے اُسے ہاتھ ہلایا، جیسے جانتی ہوں کہ اُن کی بیٹی اُن کا ہی تعارف کروا رہی ہے۔

"آپ کے ہزبینڈ کہاں ہیں؟" اچانک یاد آنے پر اُس نے پوچھا۔

"تھوڑی دیر پہلے اِسی کُرسی پر بیٹھے تھے، ابھی فلائیٹ ٹائمنگ ری چیک کرنے گئے ہیں۔"

مائرہ نے کُرسی کی جانب اشارہ کر کے اُسے بتایا۔ تب امل کو احساس ہوا کہ وہ کسی کی سیٹ پر آ کر بیٹھی ہے۔

"وہاں سیٹ خالی نہیں تھی، تو میں یہاں آ گئی۔ میری کمر کافی دیر کھڑے رہنے سے اتنی درد کر رہی ہے جیسے میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔" اس نے اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر دکھاوا کیا۔

مائرہ نے ایک ابرو اٹھایا اور اس کے انداز سے یہ واضح تھا کہ وہ صرف تھوڑی سُست ہے مگر مائرہ نے کچھ نہیں کہا بس ہلکا سا مسکرا دی۔

"آپ فرسٹ ٹائم ٹریول کر رہی ہیں؟" امل نے پوچھا۔

"نہیں، یہ میرا سیکنڈ ٹائم ہے۔ پہلی بار میں اپنی ماں کے ساتھ گئی تھی۔" اس کی آواز میں اُداسی گُھل گئی جسے اُس نے فوراً دور کیا۔ جب احد واپس آیا تو اُس لڑکی کو اپنی سیٹ پر بیٹھے دیکھ کر دور ہی کھڑا ہو گیا۔

"فیملی کے ساتھ ٹریول کرنے کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے۔" اب وہ اپنے بیگ سے ایک چیونگم نکال کر منہ میں ڈال رہی تھی۔ مگر اِس سے پہلے اُس نے ایک عجیب حرکت کی جو مائرہ نے بغور دیکھی۔ اُس نے چیونگم کی ڈبی کو ہوا میں بلند کیا اور اُس کی تصویر بنا کر بہت سے لوگوں کو سینڈ کر دی۔

"بالکل۔" مائرہ نے اتنا ہی کہا۔

"آپ جانتی ہیں مجھے وہ لوگ بہت اچھے لگتے ہیں جن کا سر نیم میرے جیسا ہو کیونکہ میرے

بابا دنیا کے بیسٹ پرسن ہیں۔"اس نے اپنی جدید اسکارف کو سیٹ کرتے ہوئے کہا جو بالکل فیشن کے مطابق تھا۔

"آپ کو اُن سے بہت محبت ہے؟"چند منٹ کی خاموشی کے بعد مائرہ نے پوچھا۔

"ہاں بہت زیادہ۔ مگر مجھے اُن سے کبھی اُتنی محبت نہیں ہو سکتی جتنی اُن کو مجھ سے ہے۔"

اُس نے فخر سے بتایا۔مائرہ بس خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔

"وہ تو عمرہ پر جانے کے لئے بھی بالکل تیار نہیں تھے مگر میری ضد تھی۔اور وہ مجھے اکیلے نہیں بھیجنا چاہتے تھے۔"اُس نے مزید بتایا۔

"وہ میرے بارے میں بہت پوزیسو ہیں۔کوئی ایک،دو سال پرانی بات ہے،تب ایک لڑکا

مجھے تنگ کرتا تھا تو بابا نے اُس کو بہت پِٹوایا تھا۔"مائرہ نے حیرت سے اُسے دیکھا اور وہ بس اُسے مزید بتاتی جا رہی تھی۔ جیسے اُس کے لئے یہ سب بہت نارمل تھا۔

"کیا آپ ایک کام کریں گی؟"چند لمحے گزر جانے کے بعد امل نے مائرہ سے کہا اور اپنا فون اُس کی جانب بڑھایا۔"میری ایک،دو تصاویر ہی بنا دیں پلیز۔"

مائرہ نے خاموشی سے فون تھاما اور اُس کی تصویریں بنانے لگی۔ تصویریں بنا کر اُس نے فون امل کی جانب بڑھایا مگر تصویریں دیکھ کر امل کے چہرے کے زاویے بتا رہے تھے کہ اُسے یہ تصویریں پسند نہیں آئی۔

"تھینک یو۔"پھر بھی اُس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا اور اپنی تصویروں کو ایڈٹ کرنے لگی۔

مائرہ کی نظریں بھی اُس کے فون پر جمی تھیں۔

"اب قدرے بہتر لگ رہی ہیں۔" ایڈٹ کرنے کے بعد وہ دھیما سا بڑبڑائی۔

اُس کے بعد اُس نے وہی تصاویر انسٹا پر پوسٹ کی۔

کیپشن کچھ یوں لکھا تھا کہ "محبت اور ائرپورٹ میں کیا فرق ہے؟"

پوسٹ کرنے کے بعد اُس نے فون بند کیا اور پھر سے مائرہ سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئی۔ چند لمحے بعد ہی اُس کا فون تھرتھرایا۔ اُس کی ابھی کرنے والی پوسٹ پر کسی کا کمینٹ آیا تھا۔

"ائرپورٹ پر رخصتی میں امید چھپی ہوتی ہے کہ واپسی ہو گی۔ محبت میں رخصتی اگر ہو جائے تو واپسی اکثر خواب بن جاتی ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ شخص میری ہر پوسٹ پر پہلا کومینٹ کرتا ہے۔"اُس نے مائرہ کو دیکھتے ہنس کر بتایا۔

وہ بھی ہلکا سا مسکرا دی۔

"یہ کون ہے؟"مائرہ نے پوچھا۔

"مجھے کیا پتہ۔"اُس نے دھیرے سے شانے اچکائے۔

"ہیلو۔"احد مائرہ سے کافی فاصلے پر کھڑا تھا جب کسی شخص نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

وہ ہاتھ بہت وزنی تھا یا شاید احد کو وہ ہاتھ وزنی لگا تھا۔

"میں آپ کو کب سے دیکھ رہا ہوں آپ وہاں بیٹھی لڑکیوں کو دیکھ رہے ہیں۔"احد اُن کی

جانب مُڑا تو اُنہوں نے کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اُن میں سے ایک لڑکی میری بیوی ہے اور دوسری..." احد نے ایک نظر امل کو دیکھا اور دوسری نظر اپنے سامنے کھڑے شخص کو۔ "دوسری غالباً آپ کی بیٹی ہے۔" اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ اُس شخص کو احد کا رویہ اور احد کو اُس شخص کی حرکت زہر لگی تھی۔

احد کے جانے کے بعد وہ سیدھا امل کی جانب بڑھ گئے اور اُسے ہاتھ سے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ وہ مائرہ سے ایکسکیوز کرتی وہاں سے اُٹھ آئی۔

"جی بابا۔" اُس نے قریب پہنچتے ہی کہا۔

"کون ہے وہ لڑکی، اور تم اُسے کیسے جانتی ہو؟" وہ جیسے مائرہ سے باتیں کر رہی تھی، اُس سے اُنہیں لگا کہ وہ اُسے جانتی ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ میری ابھی دوست بنی، اچھی لڑکی ہے۔" امل نے وضاحت دی۔

"لوگ اتنے اچھے نہیں ہوتے میری جان جتنے وہ دکھائی دیتے ہیں۔ یوں ہر کسی سے بات نہ کیا کرو۔" اُنہوں نے اُسے سمجھانا چاہا۔

"میری فرینڈز کے گھر تک تو میں اکیلی جا نہیں سکتی، اب کسی سے بات کرنا بھی منع ہے کیا؟" اُس نے جیسے بُرا منا کر کہا۔

"اچھے لوگوں سے بات کرنا منع نہیں ہے۔"

"آپ کیسے جانتے ہیں کہ کون اچھا ہے یا کون بُرا؟" امل نے پوچھا۔

"بس مجھے لوگوں کے چہرے پڑھنے آتے ہیں۔" امل سے بات کرتے ہوئے اُنہوں نے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اپنی نظر آس پاس دوڑائی جیسے کسی کو تلاش کر رہے ہوں اور جلد ہی وہ اُنہیں دِکھ گیا۔ اب

وہ اُسی کرسی پر بیٹھا تھا جہاں تھوڑی دیر پہلے اُن کی بیٹی بیٹھی تھی اور اپنی بیوی سے بات کر رہا

تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب ۵: ایک نئی پہچان۔

سب کو مل جائے منزل، یہ ضروری تو نہیں...

کمرے میں مشینوں کی ہلکی ہلکی آواز گونج رہی تھی۔ دل کی دھڑکن کی بیپ بیپ اور دوائیوں کی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ احد کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھُلنے لگیں۔ اس کا جسم جیسے کسی بھاری بوجھ کے تلے دبا تھا۔ دماغ کی نسیں پھٹ جانے کو تھیں۔

احد نے پلکیں جھپکائیں، کمرے میں پھیلی روشنی آنکھوں کو چبھ رہی تھی مگر کچھ لمحوں بعد منظر صاف ہونے لگا۔ سامنے ایک جانا پہچانا چہرہ نظر آیا جو کرسی پر بیٹھا تھا۔

"ہاشم؟" احد کی آواز کھردری اور دھیمی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ہاشم چونکا۔اس نے گربڑا کر آنکھیں کھولیں اور احد کی طرف دیکھا۔پہلے چار،پانچ سیکنڈ وہ سکتے میں چلا گیا مگر پھر وہ واپس ہوش میں آیا۔اب اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات واضح دیکھائی دے رہے تھے۔

"احد بھائی! شکر ہے اللہ کا کہ آپ کو ہوش آ گئ۔"وہ بیڈ کے قریب آ کر بولا۔

"کیا... مجھے کیا ہوا تھا؟"احد نے بمشکل کہا۔اس کی آواز ٹوٹی ہوئی تھی اور جسم میں کمزوری کی شدت تھی۔اُس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر سینے میں شدید درد اٹھا اور اسے دوبارہ لیٹنے پر مجبور کر دیا۔

"آرام سے، آرام سے۔"ہاشم نے فوراً اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اسے نرمی سے لیٹنے دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور اس بات کو ایک مہینہ ہو چکا ہے۔" وہ رک گیا جیسے کچھ یاد کر کے اس کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔

"ایک مہینہ؟" احد نے حیرت سے کہا۔ اس کے ذہن میں حادثے کی دھندلی جھلکیاں آ گئی۔ ٹائرز کی چرچراہٹ، شیشوں کے ٹوٹنے کی آواز اور زور کا دھکا۔ ہاشم نے ہامی میں سر ہلایا۔

"آپ ایک مہینے سے کومہ میں تھے۔ آپ کی جان بچنا کسی معجزے سے کم نہیں۔ شروع میں ڈاکٹرز کو بھی یقین نہیں تھا کہ آپ بچ پاؤ گے، مگر..." وہ رک سا گیا تھا۔ اس کی آواز کانپ گئی۔ "مگر اللہ نے رحم کیا۔"

احد نے ہاشم کی آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے اور بکھرے ہوئے حلیے کو دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم... تم یہیں تھے؟ایک مہینہ سے..."

"میں آپ کے ایکسیڈینٹ کے دوسرے دن آیا تھا یہاں۔ کیوں کہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ کہاں ہیں۔ مگر جیسے ہی پتہ چلا تو میں آ گیا اور تب سے یہیں ہوں۔"ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا۔"کسی کو تو آپ کی نگرانی کرنی تھی ورنہ آپ کہیں اُٹھ کر پھر سے غائب ہو جاتے۔"

احد نے ہنسنے کی کوشش کی مگر سینے میں اٹھتے درد نے اسے روک دیا۔وہ کراہ کر رہ گیا۔

"ہنسنے کی ضرورت نہیں۔ابھی آرام کریں۔"ہاشم نے ڈانٹتے ہوئے کہا،مگر اس کی آنکھوں میں نرمی تھی۔

"تمہیں... کیسے پتہ چلا؟"احد نے کمزور مگر سوالیہ نظروں سے ہاشم کی طرف دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ہاشم چند لمحے خاموش رہا۔اس کی نظروں میں کچھ چھپا ہوا تھا۔ پھر اس نے ہلکی سی

مسکراہٹ کے ساتھ کہا،"یہ پھر کبھی بتاؤں گا۔ابھی آپ آرام کریں۔"

احد نے اسے حیرانی سے دیکھا مگر مزید سوال کرنے کی ہمت نہیں تھی۔اس کا جسم تھکن

سے چُور تھا اور آنکھیں دوبارہ بند ہونے لگیں۔

"مائرہ یا ماں میں سے کوئی نہیں آیا؟"احد کو جیسے اپنے گھر والوں کی یاد آئی تھی۔

"مائرہ تھوڑی دیر پہلے ہی گئی ہیں اور آپ کی امی اِس حادثے سے انجان ہیں۔مائرہ نے اُن کو

نہیں بتایا۔"ہاشم نے اُسے بتایا۔

"مگر اُسے کیسے پتہ....؟"احد نے کچھ پوچھنا چاہ رہا تھا مگر ہاشم نے ان کو چپ کرا دیا۔وہ

جانتا تھا کہ احد کیا پوچھنا چاہتا ہے۔

"میں ابھی ڈاکٹر کو بتانے جا رہا ہوں کہ آپ کو ہوش آ گیا ہے اور مائرہ... وہ بہت پریشان تھیں، اُن کو بھی فون کر کے بتاتا ہوں۔ آپ آرام کریں۔" ہاشم نے اُس سے کہا اور کمرے سے باہر نِکل آیا۔ احد کی غنودگی ابھی تک ٹھیک طریقے سے اُتری نہیں تھی، اِس لیے تھوڑی دیر بعد وہ سو گیا۔ مگر ذہن میں یہ سوال بھی چل رہا تھا کہ ہاشم اور مائرہ کی ملاقات ہو چکی ہے۔ ہاشم نے اُسے کیا کہا ہو گا، کہ وہ کون ہے؟

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

احد نیم بیداری کی حالت میں لیٹا ہوا تھا۔ خوابوں میں ایکسیڈنٹ کی دُھندلی جھلکیاں، ٹوٹے شیشے اور وہ لمحہ بار بار دہرایا جا رہا تھا جب اس کی گاڑی بے قابو ہوئی تھی۔ وہ بار بار چونک کر گہری سانس لیتا اور دوبارہ نیند کی آغوش میں چلا جاتا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دوسری طرف ہاشم ہسپتال کے راہداری میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں موبائل تھا اور وہ کسی کو کال ملانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مائرہ پرسوں یہیں تھی، مگر فریدہ بیگم گھر اکیلی تھیں اور اُن کا گھر ہسپتال سے دور تھا۔ اِس لیے اُسے واپس جانا ہی تھا کیونکہ اب وہ ہاشم پر بھروسہ کرنے لگی تھی۔

کچھ دیر بعد ہسپتال کے دروازے سے مائرہ اندر داخل ہوئی۔ وہ راہداری سے چلتی آ رہی تھی۔ اُس نے سبز رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ پاؤں میں فیروزی رنگ کی جوتی تھی۔ گلے میں لاکٹ جُھول رہا تھا اور آج بھی اُس کا چہرہ ویسا ہی تھکا تھکا لگ رہا تھا جیسا آج سے ایک مہینہ پہلے ہاشم نے دیکھا تھا۔ مگر آج اُس کی بھوری آنکھوں میں سکون کا ایک سایہ بھی تھا۔ ہاشم نے اسے دیکھا اور قریب آ گیا۔

"احد کو ہوش آ گیا ہے۔"ہاشم نے اطمینان بخش آواز میں کہا۔

مائرہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔"کیا... کیا وہ ٹھیک ہے؟اس نے کچھ کہا؟"

"ہاں مگر ابھی زیادہ بات نہیں کر سکتا۔ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اُسے مزید آرام کی ضرورت ہے۔"

مائرہ نے گہری سانس لی اور قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"اللہ کا شکر ہے۔"اس کے لبوں پر دعا تھی مگر اس کی نظریں خالی تھیں جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ہو۔

"احد نے آپ کے بارے میں پوچھا تھا۔"ہاشم نے مائرہ کے قریب آ کر کہا۔

مائرہ نے چونک کر ہاشم کی طرف دیکھا۔"میرے بارے میں؟... کیا کہا اس نے؟"

"بس یہ کہ آپ کو کیسے پتہ چلا۔"

"تم نے کیا کہا؟"مائرہ نے الجھ کر پوچھا۔

"ہاشم جانتا ہے کہ کب کیا بات کرنی ہے،اس لیے آپ بے فکر رہیں۔"اس نے شوخی سے جواب دیا۔

"مجھ سے بہتر کون جانتا ہو گا۔"مائرہ بھی مسکرا دی۔

"فی الحال آپ اندر جا کر اُسے دیکھ لیں۔ ہو سکتا ہے وہ جاگ رہے ہوں۔"ہاشم نے مائرہ کو تلقین کرتے ہوئے کہا۔مائرہ اٹھی اور کمرے کی طرف بڑھی۔ جب پیچھے سے ہاشم نے آواز لگائی۔

"مس مائرہ!..."

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"میں نے کہا تھا کہ سب رب پر چھوڑ دیں پھر وہی ہو گا جو آپ چاہیں گی۔اب نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔"اس نے شانے اچکائے۔

مائرہ واپس ہاشم کی طرف مڑی،اُس کے قریب آ کر رکی اور دونوں بازوں باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

"جی پیر صاحب میں آپ کو مان گئی۔اب بتائیں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟"

"زیادہ کچھ نہیں،بس مجھے اب ٹریٹ چاہیے۔آخیر آپ کے شوہر کو ہوش آیا ہے۔"وہ بھی ہاتھ باندھ کر اسی انداز میں بولا۔

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے،تم جب چاہو میں دینے کو تیار ہوں۔"مائرہ نے شانے اچکائے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں بھی ہمیشہ تیار رہتا ہوں۔ آپ جب کہیں گی میں لینے کو تیار ہوں۔" وہ بھی ہاشم تھا۔

پورے وثوق کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

ہاشم کے ساتھ اس کی گہری دوستی ہو چکی تھی۔ اس نے بہت عرصے سے دوست بنانے

چھوڑ دیے تھے مگر ہاشم کو دیکھ کر اس کا دل چاہا کہ شاید ایک بار پھر دوستی جیسے لفظ پر

بھروسہ کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ہاشم اب مائرہ کے ساتھ ہر اس جگہ کھڑا ہوتا تھا جہاں وہ خود کو

اکیلا یا ٹوٹا ہوا محسوس کرتی تھی۔ وہ کتنی ہی پریشان کیوں نہ ہو، ہاشم اس کی پریشانی بھانپ

لیتا تھا اور پھر جب تک اس کو پریشانی سے نکال نہ دیتا تو وہ چین سے نہ بیٹھتا تھا۔ یہی وجہ تھی

کہ مائرہ ہاشم کے ساتھ اپنے عزیز لوگوں کی طرح رہنے لگی تھی۔

وہ کمرے میں چلی گئی۔ کمرے میں مشینوں کی آوازیں گونج رہی تھیں اور احد بے حسی و

حرکت لیٹا ہوا تھا۔ وہ قریب گئی اور احد کا ہاتھ تھام لیا۔

ناجانے کیوں آنکھوں کے کنارے خود سے ہی بھیگ گئے۔

"احد... تم نہیں جانتے کہ مجھے تُم سے کتنی محبت ہے۔ میں نے جھوٹ کہا تھا کہ مجھے

تُمہاری ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تمہاری بہت ضرورت ہے احد۔"

"مائرہ کی کہانی کا ہر باب احد کے نام سے شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔

تمہارے بغیر میں سانس تو لے سکتی ہوں مگر جی نہیں سکتی۔" وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہی

تھی مگر اس کے الفاظ احد کے کانوں تک نہیں پہنچ رہے تھے۔ وہ ابھی تک گہری نیند میں

تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

مائرہ کمرے سے باہر نکلی تو ہاشم وہیں کرسی پر بیٹھا موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر شکن واضح تھے مگر لبوں پر مسکراہٹ بھی۔ اس کے لیے یہ سمجھنا مشکل تھا کہ ہاشم اس وقت نارمل تھا یا غصّے میں۔ مائرہ خاموش چاپ چلتی اس کے بینچ پر آ بیٹھی۔ ہاشم ایک دم چونکا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے تھوڑا کھسکا اور تھوڑے فاصلے پر ہو گیا۔ اس نے موبائل پر اپنا ادھورا میسج پورا کیا اور موبائل بند کر دیا۔

"آپ کی احد سے بات ہوئی؟" ہاشم نے مائرہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے سادہ سا جواب دیا۔ اس کی آنکھیں روئی ہوئی تھیں اور ہاشم بھانپ چکا تھا۔

"تو آپ اتنی دیر وہاں کیا کر رہی تھیں؟" ہاشم نے پوچھا۔

"بات یک طرفہ تھی۔ میں نے اپنے دل کی ساری باتیں کہہ دیں، سب کچھ۔ لیکن مجھے نہیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

معلوم کہ اس نے سُنی یا نہیں۔"مائرہ نے دھیرے سے کہا۔

"آپ نے کیا کہا؟"ہاشم نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"سب کچھ،جو اتنے دنوں سے میرے دل میں جمع تھا۔وہ سب جو میں کبھی کہہ نہیں پائی۔

میں نے اپنے جھوٹ کا اعتراف کیا۔"اس کے لب پھر سے کپکپانے لگے تھے۔ہاشم بس

اسے دیکھ رہا تھا۔

"اور آپ کو لگتا ہے کہ اس نے نہیں سنا؟"

"پتہ نہیں،وہ سو رہا تھا۔اس کے چہرے پر سکون تھا اور میں نے سوچا شاید یہی وقت ہے کہ

میں سب کہہ دوں۔چاہے وہ سن رہا ہو یا نہیں۔"مائرہ نے سر جھکا لیا۔ہاشم نے بھی سر کو خم

دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پھر کچھ سوچتے ہوئے ہاشم نے مائرہ کو مخاطب کیا۔

"مس مائرہ..."

مائرہ نے نظریں اٹھا کر اس کو دیکھا۔

"مجھے ٹریٹ ابھی چاہیے۔ کیا آپ تیار ہیں؟"ہاشم کے پاس مائرہ کا موڈ ٹھیک کرنے کا اور کوئی آپشن نہیں تھا۔ پہلے تو مائرہ نے حیرت سے اس کو دیکھا جیسے اس کو حیرانی ہو رہی ہو ہاشم کی سوچ پر۔

"مگر احد؟"اس نے کچھ کہنا چاہا مگر ہاشم نے ٹوکا۔

"ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ احد کو ابھی آرام کی ضرورت ہے اور کوئی بھی ان سے بات نہ کرے۔ تو ہم کچھ وقت تک آجائیں گے۔"ہاشم نے وضاحت دی۔ پہلے

Clubb of Quality Content

مائرہ نے چند منٹ سوچا او پھر اپنا بیگ کندھے پر لٹکایا اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔

مائرہ گاڑی میں خاموش بیٹھی رہی جبکہ ہاشم گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ آج گرے ٹی شرٹ اور کالی جینز میں ملبوس تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس کے بال چہرے پر پڑ رہے تھے۔

چند منٹ کی ڈرائیو کے بعد گاڑی ایک جگہ رُکتی دکھائی دی۔ ہاشم پہلے گاڑی سے اُترا، پھر وہ گھوم کر مائرہ کی طرف آیا اور اس کا دروازہ کھولا۔

"آئیے مس مائرہ..." اس نے اس کو باہر آنے کی تلقین کی۔ اس کا چہرہ اب بھی بجھا ہوا تھا اور وہ گاڑی سے باہر آ گئی۔

"چلو نور گھر جا کر بات کروں گا۔ ابھی میں مصروف ہوں۔ خیال رکھنا اپنا۔ فی امان اللہ۔"

اس نے آخری میسج کیا اور موبائل اپنے ہاتھ میں پڑے ہینڈ بیگ میں ڈالا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ ہم کہاں آئے ہیں؟"اس نے اپنے ارد گرد دیکھا جہاں ٹریفک کا رش تھا۔

"کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ ہے؟"اس نے ہاتھ باندھتے ہوئے ابرو اچکا کر سوال کیا۔

اس نے چہرہ اٹھا کر بھوری آنکھوں کو دیکھا۔اس کے دوپٹے سے دو لٹیں باہر جھول رہی تھیں اور ایک لٹ اس کے چہرے پر گر رہی تھی۔ہاشم مسکرایا۔وہ مائرہ کا جواب جان چکا تھا۔اس نے قدم آگے بڑھائے۔مائرہ بھی اس کے ہمراہ چلنے لگی۔

کچھ آگے چل مائرہ کر آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔لوگوں کا رش لگا ہوا تھا اور پھیری والے جا بجا پھر رہے تھے۔اونٹ اپنے اوپر بچوں کو سواری کروا رہا تھا۔ان کے پاؤں نیچے ریت میں دھنس رہے تھے۔سامنے سمندر کی بڑی لہریں اٹھ کر آ رہی تھی۔مائرہ گھر سے بہت کم نکلتی تھی اس لیے وہ آج پہلی بار سی سائیڈ پر

آئی تھی مگر یہاں کا نظارہ دیکھ کر ایک بار تو وہ ہر غم، ہر زخم بھول گئی۔ اس کو لگا جیسے اس نے ایک الگ دنیا میں قدم رکھے ہیں۔ ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں نے اس کا دوپٹہ سر کا دیا۔ اس کے بال ہوا میں جھول رہے تھے اور بہت سی لٹیں چہرے پر پڑ رہی تھیں۔ وہ ایک دم رک گئی جبکہ ہاشم آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

جیسے ہی ہاشم کو محسوس ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی نہیں ہے تو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ مائرہ دور کھڑی تھی جیسے یہ نظارہ اس کو راحت بخش رہا ہو۔ جیسے وہ اس منظر کو سانسوں میں محسوس کر رہی ہو۔

ہاشم واپس مائرہ تک آیا۔

"مس مائرہ، آپ رک کیوں گئیں۔ چلیے نا۔" ہاشم نے پر جوشی کے عالم میں ہاتھ مائرہ کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

طرف بڑھایا، مگر فوراً ہی ہاتھ جھٹکا۔ وہ اپنی اس غلطی پر تھوڑا شرمندہ ہوا تھا۔ مائرہ حال میں

واپس لوٹی اور اپنے قدم آگے بڑھانے ہی لگی تھی کہ ہاشم نے اس کو روکا۔

"جوتا یہیں اتار دیجیئے۔ ورنہ دوبارہ پہننے کے قابل نہیں رہے گا۔" اس نے مائرہ کے

جوتے کی طرف اشارہ کیا۔

"کیوں؟" وہ حیرت سے بولی۔

"کیوں کہ آگے ریت گیلی ہے اور یہ ایسی ریت ہے کہ ایک بار آپ کے جوتے میں پھنس

گئی تو نکلے گی نہیں اور جوتا بے کار ہو جائے گا۔" اس نے وضاحت دی اور اپنے جوتے کے

تسمے بھی کھولنے لگا۔ مائرہ نے جب ہاشم کو تسمے کھولتے دیکھا تو خود بھی جوتے اُتار کر ہاتھ

میں پکڑ لیے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اب ہاشم اور مائرہ ہمراہ چل رہے تھے دونوں کے ایک ہاتھ میں جوتے اور دوسرا ہاتھ بس جھول رہا تھا۔

"کیسی لگی میری چوائس؟" ہاشم نے سوال کیا۔

"ہمیشہ کی طرح آج بھی تم نے مجھے حیران کیا ہے۔" وہ اپنے بال کان کے پیچھے کرتے ہوئے بولی۔ ہاشم دھیرے سے مسکرایا۔

اب وہ سمندر کے بہت قریب تھے اس کی چھوٹی لہریں ان کے پیروں کو چھو رہی تھیں۔

ہاشم نے جھک کر نیچے سے اپنی جینز فولڈ کی اور پر جوش انداز میں سمندر کی طرف قدم بڑھائے۔

"مصطفیٰ، کہاں جا رہے ہو۔ آگے بہت پانی ہے اور لہریں بھی بڑی ہیں۔ یہیں رک جاؤ۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مائرہ نے اس کو پیچھے سے آواز لگائی۔

ہاشم رُکا، رنگ تھوڑا بدلا۔ پھر خود کو نارمل کیا، اور دھیرے سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ "مس مائرہ، آپ بھی آجائیں۔ یقین مانیے بہت مزہ آئے گا۔" لہریں اس کے پاؤں اپنے اندر ڈبو چکی تھیں۔

"نہیں میں یہیں ٹھیک ہوں۔" اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے۔

"کم آن مس مائرہ!" اتنا کہہ کر وہ مائرہ کی طرف واپس لوٹا۔ "آپ میرے ساتھ چلیں۔" اس کے بال اڑ کر آنکھوں کو چھپا رہے تھے۔ وہ ایک ہاتھ میں جوتا پکڑے اور دوسرے ہاتھ سے بال چہرے سے پیچھے ہٹا رہا تھا مگر وہ پھر چہرے پر گر جاتے۔

"نہیں، مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔" مائرہ دونوں اطراف دیکھ کر بولی جہاں لہریں امڈ رہی

تھیں۔

"کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے؟"اس نے اپنا داؤ کھیلا۔ایک طنزیہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر عیاں تھی۔

"لیکن..."مائرہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ہاشم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"یہ لیں مجھے تھام لیں۔ پھر ڈر نہیں لگے گا۔"مائرہ نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ کو۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے ہاشم کا ہاتھ تھاما اور ہاشم اس کو لے کر سمندر کی طرف بڑھ گیا۔

لہریں خوشی سے ان کو چھو رہی تھیں۔ہاشم نے وہاں کے ایک کیمرامین کو اشارہ کیا۔اس نے اپنا کیمرا سیٹ کیا۔

پانی کی ایک تیز لہر آ کر ان سے ٹکرائی جب سے مائرہ گرتے گرتے بچی تھی کیوں کہ ہاشم نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ یہ نظارہ کیمرے کی آنکھ اپنے اندر سمو چکی تھی۔

ہاشم آگے بھاگ رہا تھا اور مائرہ اس کے پیچھے تھی جب کیمرے نے اس نظارے کو بھی محفوظ کر لیا۔

ہاشم نے اپنی انگلی سے سورج کی طرف اشارہ کر کے اس کو کچھ دیکھانا چاہا کہ کیمرا اس کو بھی محفوظ کیے بنا نہ رہ سکا۔ کافی دیر یونہی انجوائے کرنے کے بعد دونوں باہر آ گئے۔

ہاشم نے باہر آ کر گیلی ریت پر اپنی انگلی چلانی شروع کی۔ اس نے دل بنایا اور اندر ایچ لکھا۔

پھر حیرت سے مائرہ کو دیکھا۔ صد شکر کہ وہ اُسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ اُس نے جلدی سے ایچ مٹایا، اور وہاں ایم لکھا۔ کیمرا مین اس کی فوٹو بنا رہا تھا۔

مائرہ نے جب اُسے دیکھا، تو وہ دل میں ایم لکھ چکا تھا۔ مائرہ بھی نہ چاہتے ہوئے نیچے جھکی اور دل بنانے لگی۔ اس نے ہاشم کے برابر ہی ہارٹ بنایا اور اندر ایم لکھا، پھر اُس ایم کے ساتھ جوڑ کر اے لکھا۔ وہ دونوں اپنے اپنے دل کے اوپر جھکے ہوئے تھے جب کیمرے نے اس کو بھی کیپچر کیا۔ اتنے میں ایک بڑی لہر آئی اور ان کے دلوں کو ملیا میٹ کر گئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے اور کیمرامین نے ان کے حیرت زدہ چہرے بھی کیپچر کر لیے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"مصطفیٰ تم تھکے نہیں ہو؟" مائرہ نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"کیا آپ بیٹھنا چاہتی ہیں؟" ہاشم نے اس کے چہرے پر لکھے الفاظ کو بھانپتے ہوئے کہا۔

اس نے بنا کچھ بولے ہاں میں سر ہلایا۔

ہاشم آگے بڑھا، پھر وہاں موجود ایک بھائی سے دو کرسیاں لیں اور سمندر سے کچھ فاصلے پر رکھ دیں۔ البتہ یہاں تک لہریں آتی تھیں مگر چھوٹی ہو کر۔

مائرہ نے بیٹھتے ہوئے سکون کا سانس لیا، مگر ہاشم ابھی بھی کھڑا تھا۔

"مس مائرہ آپ بیٹھیں میں آتا ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ وہاں سے جانے لگا۔ مائرہ اس کو جاتے دیکھتی رہی اور اچانک نیچے نظر پڑی جہاں ہاشم کے جوتے پڑے تھے۔ وہ مسکرا دی۔ اتنے میں ایک لہر آ رہی تھی۔ مائرہ نے ایک نظر پانی کی اس موج کو دیکھا اور پھر جلدی سے اس کے جوتے اٹھا لیے۔

کچھ دیر بعد ہاشم آتا دیکھائی دیا۔ مائرہ نے اس کے جوتے وہیں رکھ دیے۔ وہ قریب آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کی دو بوتلیں تھیں۔

"مس مائرہ! اپنے پاؤں دھو لیں۔"

اتنا کہتے ہوئے اس نے ایک پانی کی بوتل مائرہ کی جانب بڑھا دی۔ پھر اپنی جگہ پر بیٹھا اور دوسری بوتل کھول کر اپنے پیر دھونے لگا۔

"اب اگر آپ ٹھیک ہیں تو کچھ کھانے چلیں؟" ہاشم نے کہا اور مائرہ نے ہامی بھری۔

"ایک منٹ رکیں، میں ایک چیز تو بھول ہی گیا۔" اتنا کہہ کر وہ کیمرا مین کے پاس گیا۔ اس نے ہاشم کو ساری پیکجز دی اور ہاشم نے اس کو پیسے تھمائے اور شکریہ ادا کرتا ہوا وہاں سے آ گیا۔

"اس کو کس چیز کے پیسے دیے ہیں؟" مائرہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"ٹپ تھی یہ" سادہ جواب دے کر وہ خود ہی ہنس پڑا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چلیں اب؟"ہاشم نے پھر پوچھا۔

"مصطفیٰ!"اس نے پیچھے سے پکارا۔

"ہم اچھے دوست بن چکے ہیں، تو کیا تم مجھے میرے نام سے نہیں بلا سکتے؟"

ہاشم نے پہلے حیرت سے اس کو دیکھا اور پھر گہری مسکراہٹ ہنسا۔

"جو حکم مس مائرہ۔"مائرہ نے منہ بسورا۔

"میں مذاق کر رہا تھا مائرہ۔اب سے آپ کو مائرہ ہی کہوں گا۔"اس نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔اس کے بعد دونوں قریب موجود ایک ریسٹورنٹ کی جانب بڑھ گئے۔

جب وہ دونوں ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے تو ہاشم مائرہ سے مخاطب ہوا۔

"آپ کو اُس کے جواب کا انتظار تھا؟"اُس نے بات وہیں سے شروع کی،جہاں سے ہسپتال

میں چھوڑی تھی۔

"کبھی کبھی بات جواب جاننے کے لئے نہیں کی جاتی بلکہ اپنے دل کو ہلکا کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔"مائرہ نے گردن جھکا کر کہا۔

"اب تو آپ آنٹی کو بتا سکتی ہیں۔"ہاشم نے اُس سے کہا مگر جواب میں وہ کُچھ دیر خاموش رہی۔

"میں کل اُن کو اپنے ساتھ لے کر آؤں گی۔"اُس نے جیسے فیصلہ کر لیا تھا۔

"اور اگر احد نے آپ کا پوچھا؟"

"وہ نہیں پوچھے گا،اُسے تنہا رہنے کی عادت ہے۔"اتنا کہنا تھا کہ ہاشم خاموش ہو گیا۔

مائرہ کا چہرہ بہت آشنا سا تھا جیسے ہاشم پہلے اس چہرے کو دیکھ چکا ہو مگر کہاں؟۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ چہرہ۔"ہاشم نے زیرِلب کہا، جیسے خود سے مخاطب ہو۔یہ چہرہ واقعی آشنا تھا۔ پھر اس کو کچھ یاد آیا۔یہ چہرہ اُس تصویر والی 20,25 سالہ لڑکی سے مِلتا تھا۔ لیکن وہ پوچھ نہیں سکتا تھا۔

"وہ نہیں پوچھے گا،اسے تنہا رہنے کی عادت ہے۔"مائرہ کے الفاظ اُس کے ذہن میں گونجے۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہوئے بھی دور تھے۔اور ہاشم...ہاشم ان دونوں کے درمیان کہیں کھڑا تھا۔یہ سمجھنے کی کوشش میں کہ اُس کی جگہ کہاں ہے۔

"مصطفٰی کیا سوچ رہے ہو؟، کھاؤنا۔"مائرہ نے اس کو سوچوں سے باہر لانا چاہا۔

"ہاں!...اچھا"اتنا کہہ کر وہ کھانے پر جھکا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

رات کا پہلا پہر تھا جب آسمان پر تارے جگمگا رہے تھے۔ ہر طرف خاموشی پھیلی ہوئی تھی

بس لوگوں کی گلیوں کی بتیاں جل رہی تھی۔

"امی، آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" وہ دونوں کھانے کی ٹیبل پر بیٹھی تھیں، جب مائرہ نے اُن کو مُخاطب کیا۔

"میں سُن رہی ہوں۔" انھوں نے کھانا کھاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ احد کہاں ہے۔" فریدہ بیگم کو جیسے جھٹکا سا لگا۔ ان کا ہاتھ وہیں رک گیا۔

"تم؟؟ تم جانتی ہو کہ وہ کہاں ہے؟" اُنہوں نے بے یقینی میں پوچھا۔

"ہاں اور وہ ٹھیک ہے۔" مائرہ نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"تُم نے مجھے کیوں نہیں بتایا اور کہاں ہے وہ؟" اب فریدہ بیگم بھی سکتے سے باہر آچکی تھیں۔

"احد کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا مگر اب بالکل ٹھیک ہے۔ ہم کل چلیں گے اُس سے مِلنے۔" جیسے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

فریدہ بیگم کو تو شام دیے جا رہے تھے۔

"تم نے مجھ سے یہ بات چھُپائی۔ کیوں مائرہ؟"

"آپ پریشان ہوتیں۔" مائرہ نے کہا، مگر وہ بھی جانتی تھی کہ غلطی تو اُس کی اپنی ہی تھی۔

"میں پچھلے ایک مہینے سے اُسے بُرا بھلا کہہ رہی اور میرا بچہ پتہ نہیں کس حالت میں ہے۔"

اُنہوں نے افسوس سے ایک ہاتھ اپنے منہ پر رکھا۔

"مجھے بھی کچھ دِن بعد معلوم ہوا تھا۔ امی بہت سی باتیں ہیں جو آپ نہیں جانتی۔ مجھے معاف کر دیں۔"

"کیا اور کچھ بھی ہے جو تم مجھ سے چُھپا رہی ہو؟" فریدہ بیگم نے الرٹ سا ہو کر پوچھا۔

"وہ پچھلے ایک مہینے سے کومہ میں تھا، آج ہی ہوش آئی اُس کو۔" مائرہ نے اُن کو مزید بتایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا میرا اتنا حق بھی نہیں تھا کہ سچائی جان سکتی؟"وہ ابھی تک صدمے میں تھیں۔

"امی، مجھے معاف کر دیں۔"اِس سے زیادہ وہ کچھ نہ کہہ سکی۔

"اور ایک مہینہ کون رہا اُس کے پاس؟"اُن کے لہجے میں بے چینی تھی۔

"اُس کا دوست تھا اُس کے پاس۔ میں بھی اکثر جایا کرتی تھی، آپ سے ریسٹورنٹ کا کہہ کر۔"

"میرا دل اُس دن سے بے چین تھا مگر میں سمجھ ہی نہیں سکی کہ یہ مجھے کیا بتانا چاہ رہا ہے۔ مجھے ابھی اُس کے پاس جانا ہے۔"فریدہ بیگم نے فوراً گلا لائحہ عمل طے کیا۔

"ابھی آپ نہیں جا سکتی ہم کل چلیں گے۔ یہ میرا آپ سے وعدہ رہا۔"مائرہ نے اُن کو یقین دہانی کروائی کہ وہ ٹھیک ہے اور فریدہ بیگم کو اُس پر یقین تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

فریدہ بیگم ساری رات بے چین رہی، ایک پل کے لیے بھی سو نہ سکیں۔ ان کا دل بے قراری سے بھرا ہوا تھا اور مائرہ بھی ان کے ساتھ جاگتی رہی۔ وہ پوری رات احد کی باتیں کرتی رہیں، کبھی اس کے بچپن کی یادیں دہراتیں، تو کبھی مائرہ سے اس کی موجودہ حالت کے بارے میں پوچھتیں۔ ماں تھیں نا! اور ایک ماں کا دل اپنے بیٹے کی تکلیف میں کیسے سکون پا سکتا ہے؟

فجر کی اذان ہوتے ہی اُنہوں نے بستر چھوڑا، وضو کیا اور نماز ادا کی۔ اُس کے بعد نا جانے کتنی دیر احد کی سلامتی اور صحت کی دُعا کرتی رہیں۔ دُعا مانگنے کے بعد وہ سیدھی کچن میں گئیں۔ فریج سے گوشت نکالا اور چولہے پر رکھ دیا۔ ان کے ذہن میں بس یہی چل رہا تھا کہ نا جانے احد کو ہسپتال میں کیسا کھانا مل رہا ہو گا۔ مائرہ بھی نماز کے بعد کچن میں آئی۔ اس نے فریدہ بیگم کو سوپ بناتے دیکھا تو ان کے قریب جا کر مدد کرنے لگی۔ دونوں خاموش تھیں لیکن

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان کے دل کی بے چینی ہر حرکت سے عیاں تھی۔

مائرہ نے ناشتہ تیار کیا لیکن فریدہ بیگم نے محض دو تین نوالے زبردستی کھائے۔ ان کا دل ہسپتال جانے کے لیے بے تاب تھا۔ احد کی حالت نے انہیں کسی اور شے کی طرف توجہ دینے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی فریدہ بیگم نے نظریں کھڑکی سے باہر جمالی، لیکن ان کے ذہن میں بس ایک ہی سوال تھا، کہ احد کیسا ہو گا؟ اُن کو مائرہ پر بھروسہ تھا مگر جب تک وہ اُسے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیتیں اُن کو تسلی نہیں ہونی تھی۔ ان کے ذہن میں بار بار وہی منظر چل رہا تھا جب اُنہوں نے آخری بار احد کو دیکھا تھا۔ اور اُس نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ اب وہ کبھی اُن کو یوں چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ اُس نے وعدہ خلافی نہیں کی تھی بس قدرت نے اُس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ مائرہ نے انہیں تسلی دینے کے لیے ایک دو بار بات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کچھ بھی نہیں سُن رہی تھیں۔ ان کے ہاتھ پرس پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے اور وہ بے چین انداز میں بار بار اپنی انگلیاں مروڑ رہی تھیں۔

راستہ خاموشی سے کٹ رہا تھا لیکن فریدہ بیگم کی آنکھیں نم تھیں۔ مائرہ ان کی پریشانی کو سمجھ رہی تھی لیکن وہ جانتی تھی کہ اس وقت کوئی لفظ ان کی بے چینی کم نہیں کر سکتا۔ جب وہ احد سے ملیں گی تو خود ہی بے چینی کم ہو جائے گی۔

ہسپتال کے قریب پہنچتے ہی فریدہ بیگم کی بے قراری مزید بڑھ گئی۔ جیسے ہی گاڑی رکی، وہ فوراً دروازہ کھول کر باہر نکل آئیں۔ مائرہ نے گاڑی پارک کی اور ان کے پیچھے تیزی سے قدم بڑھائے۔ ہسپتال کی سفید عمارت کو دیکھتے ہی فریدہ بیگم کی آنکھوں میں نمی اور گہری ہو گئی۔ ان کا دل دعائیں مانگ رہا تھا لیکن زبان خاموش تھی۔

"اِدھر چلیں۔" راہداری میں چلتے مائرہ نے اُن کو اشارہ کر کے کمرے کا بتایا۔

ہال کی خاموشی، ہسپتال کی سفید دیواریں، اور آس پاس مریضوں کی جھلکیاں دیکھ کر فریدہ بیگم کے قدم اور بھی سست ہو گئے۔ ان کے دل میں ایک خوف تھا لیکن ساتھ ہی اطمینان بھی تھی کہ احد ٹھیک ہے۔ ان کی آنکھوں میں اضطراب اور دعاؤں کا ملا جلا عکس تھا۔ مائرہ ان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جیسے ہی وہ کمرے کے قریب پہنچیں،مائرہ نے رک کر ایک نظر دروازے پر ڈالی اور ایک نظر سامنے کھڑے ہاشم پر، جو اُنہیں دیکھ کر بینچ سے اُٹھ کر اُن کے پاس آ گیا تھا۔مائرہ نے اس کو سلام کیا مگر فریدہ بیگم نے اُس کو نہیں دیکھا تھا یا شاید وہ اِس وقت احد کے عِلاوہ کسی کو دیکھنا نہیں چاہتی تھیں۔مائرہ نے پلٹ کر فریدہ بیگم کی طرف دیکھا۔

"احد اِس کمرے میں ہے۔"اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔فریدہ بیگم نے گہری سانس لی اور اپنے قدم آگے بڑھائے۔

مائرہ نے دروازے کا ہینڈل آہستہ سے گھمایا اور دروازہ کھولا۔اندر کا منظر سامنے آتے ہی دونوں کی نظریں بیڈ پر لیٹے احد پر جم گئیں۔وہ سفید چادر اوڑھے پُرسکون حالت میں لیٹا ہوا تھا۔اس کا چہرہ زرد پڑا تھا اور اس کی بند آنکھیں دیکھ کر فریدہ بیگم کا دل کٹ سا گیا۔

"احد!"ان کے لبوں سے بے اختیار نکلا۔وہ آہستہ آہستہ بیڈ کی طرف بڑھیں،ان کے قدم جیسے بھاری ہو گئے تھے۔مائرہ اور ہاشم بھی ساتھ ہی کمرے میں داخل ہو گئے۔

فریدہ بیگم نے لرزتے ہاتھوں سے اس کی پیشانی چھوئی۔ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"اب وہ ٹھیک ہے، بس سو رہا ہے۔" اُنہوں نے پاس کھڑے لڑکے کو کہتے سُنا۔ اتنے میں ہاشم کا موبائل رنگ ہوا۔ فریدہ بیگم اور مائرہ نے بھی نظریں اٹھا کر ہاشم کو دیکھا۔ اس نے موبائل پر نام پڑھا۔

"آپ لوگ بیٹھیں میں کال سن کر آتا ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔

فریدہ بیگم کرسی پر بیٹھ گئیں اور احد کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔ مائرہ خاموشی سے کمرے کے ایک کونے میں کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ فریدہ بیگم نے دھیرے سے احد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے کہا، "میرا بچہ، میں یہاں ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اُنہوں نے جیسے احد سے زیادہ خود کو تسلی دی۔ اُس کے بعد کچھ لمحوں کے لئے کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔ فریدہ بیگم نے احد کا ہاتھ تھامے ہوئے آہستہ آہستہ اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ مائرہ کمرے کے کونے میں کھڑی، فریدہ بیگم کو دیکھ رہی تھی۔

"مائرہ بچے!" فریدہ بیگم نے کچھ دیر بعد اس کو پکارا۔

"جی..." وہ فریدہ بیگم کے قریب آئی۔

"لڑکا کون تھا جو ابھی گیا ہے یہاں سے۔"

"اس کا نام مصطفیٰ کمال ہے اور یہ احد کا دوست ہے۔ یہی تھا جو پورا مہینہ ہسپتال میں رہا اور احد کی دیکھ بھال کی۔ آپ کو پتہ ہے احد کے معاملے میں مجھے اس کے علاوہ کسی پر یقین نہیں تھا۔ اس کو میں نے احد کی کیئر کرتے دیکھا ہے۔" اس نے تفصیلاً فریدہ بیگم کو ہاشم کے بارے میں بتایا۔

"اچھا تو اس کو اندر بلا لاؤ۔" مائرہ نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر نکل گئی۔

ہاشم راہداری میں چکر کاٹتا ہوا فون پر مصروف تھا جب پیچھے سے مائرہ چلتی اُس کے قریب آئی۔ ہاشم ایک دم پیچھے مڑا تو مائرہ بالکل سامنے کھڑی تھی۔ وہ چونک گیا۔

"نور میں بعد میں بات کرتا ہوں۔ اللہ حافظ۔" اتنا کہہ کر اس نے فون بند کیا۔

"مائرہ آپ..." اس کی آواز میں ابھی بھی لرزش تھی۔

"میں نے ڈسٹرب کر دیا تمہیں۔ وہ بس یہی کہنا تھا کہ امی بلا رہی ہیں تمھیں۔" اس نے انگلی سے پیچھے کو اشارہ کیا۔

"لیکن میں وہاں کیا کروں گا۔"اس نے حیرت سے پوچھا۔

"تو پھر میں جا کر کہہ دیتی ہوں کہ وہ آنا نہیں چاہتا۔"اتنا کہہ کر وہ مڑی اور کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ایک،دو، تین اور چوتھے سیکنڈ میں ہاشم اس کے ہمراہ چلنے لگا۔

وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے۔فریدہ بیگم نے ان دونوں کو دیکھا۔

"السلام علیکم!..."ہاشم نے اندر آتے ہی کہا۔

"وعلیکم السلام، کیسے ہو بیٹا؟"فریدہ بیگم نے شائستگی سے کہا۔

"الحمدللہ، آنٹی آپ کیسی ہیں؟"

"تم نے جو میرے بیٹے کے لیے کیا ہے وہ کوئی اجنبی کہاں کرتا ہے۔میں تمہارا شکریہ ادا بھی نہیں کر سکتی مگر اس وقت میرے دل سے تمہارے لیے بہت سی دعائیں نکل رہی ہیں۔اس سے تمہاری تربیت کا پتہ چلتا ہے کہ کسی باپ نے بڑے لاڈ سے رکھا ہے اور تمہارا چہرہ دیکھ کر لگتا ہے کہ کسی ماں کی آنکھوں کا نور ہو۔اچھی اولاد کا ہونا کسی نعمت سے کم نہیں ہے اور آج کے دور میں تو ایسی اولاد ملتی بھی نہیں ہے۔مصیبت میں تو اپنے ساتھ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چھوڑ جاتے ہیں اور تم نے اجنبی ہو کے اپنا پن دیکھا دیا۔ بیٹا میں تمہیں بہت آگے دیکھ رہی ہوں، تم بہت آگے جاؤ گے اگر تمہارا کردار ایسا ہی رہا۔" فریدہ بیگم ایک ہی تسلسل میں بولے جا رہی تھی۔ ان کے لہجے میں ممتا بھی تھی اور پیار بھی۔ ہاشم بس نظریں جھکائے سنتا کا رہا تھا۔

"مائرہ تم نے کیا نام بتایا تھا اس کا؟" فریدہ بیگم نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

"ہاش..." ہاشم کہتا کہتا رکا جب مائرہ نے فوراً کہا "مصطفیٰ کمال..." ہاشم نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ "کتنی بڑی غلطی کرنے جا رہے تھے تُم ہاشم..." اس نے ذہن میں سوچا تھا۔

"مصطفیٰ! تمہارا نام بھی خوبصورت ہے بالکل تمہاری طرح۔ اللہ بھلا کرے تمہارا کہ تم نے ہم پر احسان کیا ہے۔ میرا ایک ہی تو بیٹا ہے اگر اس کو کچھ ہو جاتا تو میں کہاں جاتی۔"

"میں نے جو کیا وہ اس لیے کہ میں نے احد سے یہی سیکھا ہے کہ زندگی میں ہم اکیلے کچھ نہیں کر سکتے، ہر انسان کو زندگی کے کسی نا کسی موڑ پر دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے اور ایسے میں اگر مدد کی جائے تو وہ کوئی احسان نہیں ہے بلکہ انسانیت کا تقاضا ہے۔" اُس نے

احد کا سات مہینے پہلے بتانے والا جملہ یاد کر کے دُہرایا۔

"اللہ تمہارے والدین کو صحت مند رکھے اور خوشیاں دے، جنہوں نے تمہاری اتنی اچھی تربیت کی۔" اُن کا دل اس وقت سامنے کھڑے لڑکے کو دعائیں ہی دے رہا تھا۔

"آمین۔" مائرہ نے کہا۔

کچھ دیر بعد ہاشم وہاں سے نکل آیا۔ وہ اُن تینوں کو تنہا وقت دینا چاہتا تھا۔

———⋆·✩·⋆·✩·⋆·✩·⋆———

کچھ دیر بعد ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔ احد جاگ رہا تھا اور وہ تینوں آپس میں باتوں میں مصروف تھے۔ فریدہ بیگم اور مائرہ کے چہرے پر اب سکون تھا۔ احد انہیں تسلیاں دے رہا تھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر احد کے قریب آیا۔

"السلام علیکم! احد صاحب، اب کیسا محسوس ہو رہا ہے؟" ڈاکٹر نے جوش سے پوچھا۔

"الحمد للہ، اب کافی بہتر ہوں۔" احد نے نرمی سے جواب دیا۔

"یہ تو نظر آ رہا ہے۔" ڈاکٹر نے ہلکا سا مسکرا کر فریدہ بیگم کی طرف دیکھا۔ پھر مائرہ کی طرف،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جواب پوری توجہ سے انہیں ہی دیکھ رہی تھیں۔

"آپ ذرا باہر سے مصطفیٰ کو بلائیے گا۔" ڈاکٹر نے مائرہ کو کہا اور خود احد کو چیک کرنے لگا۔

"ہیلو ڈاکٹر زین! کیسے یاد کیا آپ نے۔" ہاشم نے آتے ہی اس سے ہاتھ ملایا اور پر جوشی سے کہا۔

"آپ نے تو ہمیں یاد نہیں کرنا تو سوچا میں ہی کر لوں۔" ڈاکٹر زین کے طنزیہ کہتے ہوئے پینسل چلانی شروع کی۔

"آپ کا راؤنڈ ہی لمبے عرصے بعد لگتا ہے۔ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔" ہاشم ہاتھ پیچھے باندھے ہوئے کھڑا تھا اور ڈاکٹر زین کی چلتی پنسل کو دیکھ رہا تھا۔

"جی بس کبھی کہیں ہوتا ہوں تو کبھی کہیں۔" اس نے وضاحت دی۔

"اچھا کیا کام تھا، کسی کام سے ہی مجھے یاد کیا ہو گا ورنہ ڈاکٹرز ہم جیسے عام لوگوں کو بنا مطلب کے یاد کر لیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔"

ڈاکٹر زین نے پرسکرپشن ہاشم کی طرف بڑھائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مسٹر مصطفیٰ، زرا یہ دوائیاں سٹور سے لے آئیں اور لنچ کا اگر کوئی پلین ہے تو کینسل کر دو۔ آج تمہارا لنچ میری طرف سے ہے۔" اتنا کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

"تم ڈاکٹر زین کو جانتے ہو؟" احد نے ڈاکٹر کے جانے کے بعد ہاشم سے پوچھا۔

"میں ایک ماہ سے یہاں ہوں۔ اس لیے ڈاکٹر زین سے ہیلو ہائے ہو گئی۔ مجھے تو یہاں کا سٹاف بھی اچھے سے جانتا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مصطفیٰ نے تمہارا بہت خیال رکھا ہے احد۔ اور یہ واحد انسان تھا جو ہر روز دن اور رات تمہارے پاس رہتا تھا۔" مائرہ نے احد کو ہاشم کے بارے میں بتانا شروع کیا۔

احد کا دماغ صرف مصطفیٰ کمال کے نام پر ہی رک گیا تھا۔ اس نے ہاشم کی طرف دیکھا اور ہاشم نے آنکھوں سے ریلیکس رہنے کو کہا۔ ہاشم کی آنکھوں میں اطمینان دیکھ کر احد کو بھی سکون کا سانس آیا۔ یعنی ہاشم سب کچھ اچھے سے سنبھال چکا تھا۔

"اب میں چلتا ہوں آپ لوگ بات کریں۔" ہاشم نے احترام سے کہا۔

"تم کہاں جا رہے ہوں، بیٹھو تم بھی..." احد نے ہاشم کو روکنا چاہا۔

"ڈاکٹر زین آپ کے سامنے کیا فرمائش کر کے گیا ہے بھول گئے آپ؟"اب کی بار وہ مسکرا کر بولا تھا۔

"پھر ملتے ہیں اللہ کی امان۔"اتنا کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

ہاشم آفس میں بیٹھا کچھ فائلز چیک کر رہا تھا جب دروازہ کھلا۔ہاشم نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو سامنے سارہ تھی۔

"ہاشم سر،یہ انویٹیشن لیٹر ہے۔مسٹر ہمایوں خان کے فارم ہاؤس میں آپ انوائیٹڈ ہیں اور باس ہوتے تو یقیناً اُن کو بلایا جاتا مگر وہ نہیں ہیں۔باس کے بعد آفس کی بھاگ دوڑ آپ کے ہاتھ میں ہے تو وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"ہاشم نے اس سے کارڈ پکڑا اور اس کو بغور دیکھا۔

"مس سارہ میں نہیں جا سکتا۔"اس نے لیٹر سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر فائل پر جھک گیا۔

"لیکن ہمارے آفس سے کسی کا جانا ضروری ہے۔اگر باس یہاں ہوتے تو وہ ضرور جاتے

اور..."سارہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ہاشم نے تنبیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔

"مس سارہ، آپ ہی مجھے بتا دیں کہ میں وہاں جا کر کیا کروں گا؟"اس نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں اڑھسے اور اپنے ماتھے پر چند شکن ڈالتے ہوئے سارہ سے مخاطب ہوا۔

"آپ وہی کریں گے جو وہاں سب کریں گے۔"سارہ نے معصومیت سے جواب دیا۔

"یعنی میں بھی ٹائم پاس کرنے جاؤں اور کھا پی کر آجاؤں۔"اس نے تیکھی نظروں سے سارہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ بندہ کبھی سیدھا مطلب بھی لے سکتا ہے کیا؟...جب دیکھو اس کو ہر کام سے نقص بینی کرنی ہوتی ہے..."وہ سرگوشی کے عالم میں بولی مگر اس کے ہلتے ہونٹ ہاشم دیکھ سکتا تھا۔

"کیا آپ نے کچھ کہا مس سارہ؟..."سارہ تھوڑا گڑبڑا گئی مگر ہاشم نے اس کے کچھ بھی بولنے کا انتظار کیے بغیر اپنی بات جاری کی۔

"ضرور آپ میری تعریف ہی کر رہی ہوں گی لیکن مس سارہ میں اپنی تعریف سے ایمپریس

نہیں ہوتا تو آپ منہ میں بھی تعریف نہ کیا کریں۔اور ہاں میں بہت کم کھاتا ہوں میری صحت دیکھ کے اندازہ ہو رہا ہو گا، تو میں کیا سوچ رہا تھا کہ..."ہاشم اتنا کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا مگر سارہ کے دماغ میں ہاشم کی طرف سے خطرے کی گھنٹی پھر سے بجی تھی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ اس پارٹی پر تم جاؤ۔اچھے سے کھا پی کر آنا۔آخر کار ہم مدعو ہیں اور تمھیں ایسی پارٹیز کی عادت بھی ہو گی۔"وہ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے سیدھا کھڑا تھا۔

"لیکن ہاشم سر میں وہاں کیا کروں گی؟"سارہ نے حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ پوچھا۔

"وہی جس کے مشورے آپ مجھے دے رہی تھیں۔آپ بھی وہی کرنا جو باقی کریں گے۔"اتنا کہہ کر وہ باہر کو نکلا۔اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ تھی مگر سارہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"کتنا کوئی عجیب دماغ ہے اس بندے کا۔باس آپ کب آ رہے ہیں؟،جلدی آجائیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب..."اس نے دل ہی دل میں خواہش کی اور منہ بسورتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی۔

شام کو ہاشم کی گاڑی ہسپتال کے سامنے رکی۔ وہ راہداری سے ہوتا ہوا کمرے کی طرف آیا۔

"السلام علیکم! کیسے ہیں آپ۔" وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"وعلیکم السلام! تم کہاں تھے؟" احد پہلے سے بہتر نظر آرہا تھا۔ اس کی طبعیت بحال ہونے لگی تھی۔

"میں آفس گیا تھا کچھ فائلز دیکھنی تھیں اور آج شام ہمایوں صاحب کے فارم ہاؤس پر میں مدعو تھا۔ میں نے سارا کو کہا ہے کہ وہ چلی جائے۔" اس نے ساری تفصیل بتائی۔ اتنے میں نرس بھی کمرے میں داخل ہوئی۔

"کیوں؟" احد نے سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔

"کیا مطلب؟" ہاشم اُس کی بات نہیں سمجھا۔

"تم سارہ کو کیوں بھیج رہے ہو، تمھیں خود جانا چاہیے ہاشم۔"

"مگر میں وہاں جا کر کیا کروں گا؟"

"ہمایوں خان بہت اچھے بزنس مین ہے۔ میں ٹھیک ہوتا تو ضرور جاتا اور اپنے بعد میں صرف تم پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔" اُس نے نرمی سے کہا۔ ہاشم سے مزید کچھ بولا نہیں گیا۔ وہ ہمیشہ نہ چاہتے ہوئے بھی احد کی بات مان لیتا تھا۔

"میں ہمایوں صاحب سے پہلے مل چکا ہوں احد بھائی مگر بات یہ ہے کہ مجھے بزنس کے معاملات زیادہ ہینڈل کرنے نہیں آتے اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کا کوئی نقصان ہو۔" ہاشم نے اپنی پریشانی بتائی۔

"مجھے تم پر یقین ہے ہاشم، تمھارا دماغ بہت تیز چلتا ہے اور جن کے پاس ذہانت ہو وہ ایسے مسئلوں کو چیلنج کے طور پر لیتے ہیں۔" احد نے دل کھول کر تعریف کی جس کا اثر ہاشم پر خاصا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کہیں، لیکن احد بھائی اب آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔ یہ باس باس گیم مجھ سے کھیلا نہیں جاتا۔" ہاشم چڑ کر بولا، جس پر احد دل کھول کر ہنسا تھا۔

"جو بھی ہے تم اس پینٹ کوٹ میں بہت ہینڈسم لگتے ہو ینگ مین۔" احد نے ہاشم کے بازو پر نرمی سے مکا مارتے ہوئے کہا۔ نرس نے بھی نظریں اٹھا کر اس کو دیکھا تھا۔ ہاشم بھی ہنس دیا مگر جیسے ہی نرس کی نظروں کو خود پر دیکھا تو سیدھا ہوا۔

"تو کیا؟..." وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولا، جس پر ایک بار پھر احد کا قہقہہ گونجا۔ نرس احد کی طرف سیدھی ہوئی۔

"مسٹر احد کیسا محسوس کر رہے ہیں آپ؟" اُس نے احد کا بی پی چیک کرتے ہوئے پوچھا۔

"بہتر محسوس کر رہا ہوں۔"

"ان کو ڈسچارج کب تک کر رہے ہی؟" ہاشم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ان کے زخم بھر چکے ہیں۔ ہمیں بس ان کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ ان شاء اللہ، کل تک آپ انہیں گھر لے جا سکتے ہیں۔" نرس نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ ہاشم اور احد باتوں میں مشغول ہو چکے تھے کہ دس منٹ بعد ہی فریدہ بیگم اور مائرہ کمرے میں داخل ہوئیں۔

"السلام علیکم! میرے بیٹے کیسے ہیں۔" فریدہ بیگم نے خوش دلی سے کہا اور ہاشم اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے سامنے پیار لینے کو جھکا۔

"آنٹی میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں؟" ہاشم نے مؤدب انداز میں پوچھا۔

"بیٹے میں ٹھیک ہوں اور احد تم کیسے ہو؟" وہ احد کے پاس اسٹول کر کے بیٹھ گئیں۔

"مائرہ آپ کیسی ہیں؟" ہاشم نے مائرہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں، تم کیسے ہو؟"

"بہت ہینڈسم..." وہ مسکرا کر بولا۔

"یاد آیا احد کو کل ڈسچارج کیا جا رہا ہے اس لیے یہاں آپ لوگوں کا جتنا بھی سامان ہے اس کو پیک کر لیجیے گا۔" ہاشم نے یاد آنے پر فوراً بتایا۔

"کیا سچ میں؟... یہ تو بہت خوشی کی بات ہے احد۔" مائرہ اس کے بیڈ کے پاس آ کر خوشی سے بولی۔ احد نے اثبات میں سر ہلایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بیٹا، تم ہمارے ساتھ چلو گے نا؟" فریدہ بیگم نے احد کا ہاتھ سہلاتے ہوئے پوچھا۔

احد کچھ کہنے ہی والا تھا کہ مائرہ نے گفتگو میں حصہ لیا۔ "نہیں، ہم یہاں احد کے گھر میں شفٹ ہوں گے۔" احد نے حیرت سے مائرہ کو دیکھا مگر خاموش رہا۔ اُس کے ذہن میں نہ جانے کیا چل رہا تھا۔

"احد کا گھر؟" فریدہ بیگم نے قدرے حیرانی سے پوچھا۔

"جی، احد کا گھر۔" مائرہ نے جواب دیا۔

"اور تمہارا ریسٹورنٹ؟" فریدہ بیگم نے مزید وضاحت چاہی۔

"وہ زیادہ دور نہیں ہے۔ میں یہیں سے آجا سکتی ہوں۔" مائرہ نے سکون سے کہا۔

"میری دوائیاں؟ اور باقی ضروری سامان؟" فریدہ بیگم نے کچھ سوچتے ہوئے مائرہ کو دیکھا پھر نظریں ساتھ کھڑے ہاشم پر پڑیں۔

"تم ایسا کرو کہ مصطفیٰ کے ساتھ جا کر سارا سامان لے آؤ۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ابھی؟"ہاشم نے فریدہ بیگم کو دیکھتے ہوئے پوچھا مگر جواب کا انتظار کیے بغیر اپنی بات جاری رکھی۔

"ابھی تو مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ ہم کل صبح سامان لے آئیں گے۔"ہاشم نے فوراً حل پیش کیا۔

"ٹھیک ہے۔"فریدہ بیگم نے کہا۔

"اب مجھے اجازت دیں۔ان شاءاللہ کل ملاقات ہو گی۔"اس نے سب سے کہا اور پھر احد کے قریب آیا۔

"آپ اپنا خیال رکھیے گا۔"وہ احد سے ہاتھ ملا کر سب کو سلام کہتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ ہر طرف رات کی تاریکی پھیل رہی تھی۔ستاروں کی چمک کے نیچے ایک فارم ہاؤس بھی چمک رہا تھا، جس میں جا بجا لائٹنگ کی گئی تھی۔اس کے گارڈن میں ٹیبل بڑی نفاست سے رکھے گئے تھے، جس کے ارد گرد لوگ کھڑے اپنی پسند کی ڈرنکس

انجوائے کر رہے تھے۔ ہلکا میوزک بج رہا تھا جو اس پارٹی کو الگ ہی سرور بخش رہا تھا۔

فارم ہاؤس کے باہر رنگ کی گاڑی رکی تھی۔ وہ گاڑی سے باہر نکلا۔ اس نے اپنا پیر رعب سے زمین پر مارا اور اپنے کوٹ کے بٹن لگانے لگا۔

ایسے میں ایک کمرے سے سرخ رنگ کے لمبے گاؤن میں ملبوس وہ لڑکی نکلی۔ اس کے بال کمر پر پڑ رہے تھے، تیکھے نین نقش کے ساتھ اس نے میک کا ٹچ دیا ہوا تھا جس سے اس کی خوبصورتی سر چڑھ کر بولتی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر لگی بلڈی ریڈ لپسٹک چمک رہی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں گھڑی تھی اور دوسرے ہاتھ میں سنہری رنگ کا موٹا سا کنگن جھول رہا تھا، اُسی ہاتھ میں سنہری رنگ کا چھوٹا سا ہینڈ بیگ تھا۔ وہ دھیرے دھیرے چل رہی تھی، لیکن اس کے چلنے میں ایک روانی تھی، جیسے بہتی ندی کا پانی ہو جو خود ہی اپنا راستہ بناتا جائے۔ اُس کے قدموں سے زمین مہکنے لگی، جیسے چپ چاپ گلزار اُگنے لگے ہوں۔ وقت بھی رُک گیا، اُسے دیکھنے کے لئے لمحے ٹھہر گئے، فضا ٹھہر گئی اور دل کی دھڑکن نے ایک سانس کے مہلت لی۔

اس نے اپنی گلاسز سیٹ کیں، گاڑی سے اپنے دونوں موبائل اٹھائے۔ اُس کے قدم نرمی

سے زمین کو چھو رہے تھے، جیسے وہ زمین پر نہیں، کسی خیال کے راستے پر چل رہا ہو۔ اُس کی چال میں ایک عجب سا ٹھہراؤ تھا اور نزاکت ایسی کہ ایک لمحے کو محسوس ہوا جیسے ہرنی ایک انجان جنگل میں پہنچ گئی ہو سنبھل سنبھل کر، دھیان سے، باخبر مگر اعتماد سے بھرپور۔ ہوا بھی شاید اُس کی ہمسفر ہو گئی تھی جو اُس کے بالوں سے کھیل رہی تھی۔

اس کے ماتھے پر ایک، دو شکن پڑتے تھے جو دیکھنے والے کے لیے تو اکڑ اور اس کے مغرور ہونے کی علامت لگتے تھے جبکہ ایسا نہیں تھا یہ شکن تو اس لڑک کو وراثت میں ملے تھے جس سے اس کے خاندان کا رعب بڑھتا تھا۔

اس کی کالی ہیلز خاموشی کے سکوت کو توڑنے کا کام کر رہی تھی۔ ایک وقت کے لیے تو وہاں خاموشی چھا چکی تھی اور سب اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے جو اپنی دھن میں چلتی آ رہی تھی۔

وہ اندر داخل ہوا تو اس کے جوتوں کی آواز پھیلنے لگی۔ وہ ایک منٹ کے لیے رک گیا اور ایک ہاتھ جیب میں ڈالے اور دوسرے سے گلاسز اتارے کھڑا اس منظر کا جائزہ لینے لگا۔ لوگوں نے اس سکوت کو توڑتی ان دو آوازوں کو دیکھا۔ ایک آواز فارم ہاؤس کے داخلی

دروازے سے آئی تھی اور دوسری آواز فارم ہاؤس کے بیرونی طرف موجود ایک کمرے سے آتی لڑکی کی ہیلز کی تھی۔

وہ چلتی ہوئی آئی اور ہمایوں خان کے ٹیبل پر رکی۔

"°°رہ °کلا°°کاري شھزادی۔"(بہت خوبصورت لگ رہی ہو شہزادی۔)ہمایوں خان نے رشک سے کہا۔

"ستالو ریم بابا۔"(آپ کی بیٹی ہوں نا بابا۔)اس نے بھی خوشی سے کہا۔ تبھی ہمایوں خان کی نظر راہداری میں کھڑے اس لڑکے پر پڑی تو خوشی سے اپنا گلاس ٹیبل پر رکھا۔

"بیٹے آپ میرا انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں۔"اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھے۔وہ ہمایوں خان کو جاتے دیکھ رہی تھی۔

"ہیلو ہاشم! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"ہمایوں خان ہاشم کے قریب آتے ہوئے بولا اور اس کے گلے لگ گیا۔

"میں ٹھیک ہوں ہمایوں صاحب! آپ کی کیا خبریں ہیں؟"ہاشم میں چہرے پر مسکراہٹ

لاتے ہوئے بولا۔

لڑکی نے گلاسز اتار کر اپنے بابا کو دیکھا، پھر ان کے سامنے کھڑے لڑکے کو۔ہاشم کے بال آنکھوں کے گرد گر رہے تھے اس نے اپنے ہاتھ کی مدد سے ایک بار پھر بالوں کو پیچھے کیا۔ وہ لڑکی کچھ دیر تو اپنی جگہ سے ہل ہی نہ سکی۔ایک لمحے کے لئے ہیزل آنکھیں بھوری آنکھوں سے ملی۔لڑکی کی آنکھوں میں ہیزل کا وہ سایہ تھا، جو نہ مکمل سبز تھا نہ بھورا، جیسے پہاڑوں کے درمیان کہیں چھپی ہوئی وادیوں کا رنگ ہو۔اُس کا چہرہ چاند کی طرح سفید اور پھول کی پنکھڑی کی مانند نرم تھا۔گھنے کالے بال کمر پر بکھرے تھے۔

"آؤ ہاشم! تمھیں میں سب سے ملواتا ہوں۔"ہمایوں خان آگے چلنے لگا اور ہاشم اس کے ہمراہ چلتے ہوئے آرہا تھا۔

"بیٹا! ان سے ملو یہ ہے ہاشم عمار خان کمال ایچ آر سلیوشنز کمپنی سے ہیں۔اور ہاشم یہ ہے میری بیٹی ماہ رخ ہمایوں خان۔"

"بابا اس کمپنی کا آنر تو مصطفیٰ کمال تھا شاید..."

"بے شک اس کا آنر مصطفیٰ کمال ہے مگر یہ ینگ مین اس کا رائٹ ہینڈ ہے شاید۔ مصطفیٰ کمال کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا اور اس کے بعد کمپنی کو یہی دیکھ رہے تھے۔ میرا اس کی کمپنی میں چکر لگا تھا تو ان کی ریپوٹیشن مجھے پسند آئی۔ ان کا کام اچھا ہے تو میں نے پارٹنر شپ کا سوچا۔" ہمایوں خان نے تفصیلاً بات سمجھائی۔

"دیکھو اللہ کی شان! ہاشم بیٹا، تمہیں تو بزنس کا کچھ پتہ بھی نہیں یہ آج کیا کیا سننا پڑ رہا ہے۔ خیر اب سب چالو تو رکھنا پڑے گا۔ اگر نور یہاں ہوتی تو اس نے یہ سب سن کر دہری ہو جانا تھا۔" ہاشم نے دل ہی دل میں سوچا تھا اور پھر اپنی ٹائی کو سیدھا کیا۔

"ہاشم صاحب آپ کا کتنے عرصے کا بزنس کا تجربہ ہے؟" ماہ رخ اپنی آنکھیں اس کے چہرے پر اٹکائے بولی۔

"آپ لوگ بات کریں میں آتا ہوں۔" اتنا کہہ کر ہمایوں خان وہاں سے دوسرے ٹیبل کی طرف بڑھے شاید کسی اور گیسٹ کی آمد ہوئی تھی۔

"کتنا اچھا ہوتا ہے کہ اس لڑکی کی جگہ سارہ ہوتی تو میں ایسا جواب دیتا کہ یاد رکھتی مگر اس

لیڈی کو تو چکر بھی نہیں دے سکتا۔"وہ دل ہی دل میں گھبرا رہا تھا مگر چہرے کے تاثرات نارمل تھے۔

"میں اس فیلڈ میں نیا ہوا۔ میرا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"ہاشم نظریں جھکا کر بولا۔

"ایمپریسیو..."ماہ رخ نے ہاشم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اتنے میں ویٹر پاس سے گزرا تو ماہ رخ نے سوفٹ ڈرنک کا ایک گلاس ہاشم کے سامنے رکھا اور ایک کو اپنے سامنے کیا اور اس کے گرد انگلی بنانے لگی۔

"میرے بابا تو آپ کے کام سے کافی متاثر ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ آپ کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"ماہ رخ نے گلاس ہونٹوں کو لگاتے ہوئے سوال کیا۔

"لگتا ہے اس کو اپنی باتوں کا جھانسا دینا ہو گا۔"ہاشم نے ایک نظر اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا اور دماغ کی بتی کو جلایا۔

"مس ماہ رخ!ذہانت سے بڑی کوئی چیز نہیں ہوتی۔اگر آپ کے پاس ذہانت ہو تو آپ کو لمبے تجربے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ایسے لوگ ایک بار میں ہی بہت کچھ سیکھنے کی اہلیت

رکھتے ہیں۔اور میں..."ہاشم بالوں کو جھٹکا دے کر بولا کہ ماہ رخ نے ٹوکا۔

"اور یہ کہ آپ کے پاس ذہانت ہے اور آپ سب کچھ قابلیت کے دن پر حاصل کرتے ہیں۔"

"جی بالکل۔"ہاشم نے گلاس لبوں کو لگایا۔

"آپ کیا کرتے ہیں، مطلب اسٹڈی وغیرہ یا کوئی اور مصروفیات؟"ماہ رخ نے پھر سوال کیا۔

"کیا یہ لیڈی مجھے جاب آفر کرنا چاہتی ہے؟...اتنے سوال کون کرتا ہے بھلا؟"ہاشم نے سوچا۔

"وہ میں..."اس سے پہلے کہ ہاشم کچھ بتاتا تبھی ہمایوں صاحب نے ہاشم کو آواز دی۔

"مسٹر ہاشم!اگر آپ مصروف نہیں ہیں تو یہاں آئیے گا۔"ہاشم نے اس طرف دیکھا۔

"ایکسکیوزمی!"اتنا کہہ کر ہاشم آگے بڑھا۔ماہ رخ بس اس کو جاتے دیکھتا رہی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ان سے ملیے یہ ہے ہاشم عمار خان، مصطفیٰ کمال کا پارٹنر۔" ہاشم نے سب سے ہاتھ ملایا۔ ان کے درمیان کافی دیر بات چلتی رہی۔ پھر سب کو کھانے کے لیے بلایا گیا۔

ہاشم کا فون تھر تھرایا تو وہ وہاں سے اٹھ کر باہر آیا۔

"ہیلو التمش، یار بزنس پارٹی ایسی ہوتی ہے میں نے سوچا نہیں تھا۔" ہاشم نے کال پر التمش کو بتایا۔

"اسی لیے کہتا ہوں کہ بزنس میں کوئی دلچسپی لے لو اور کوئی مشکل تو نہیں ہو رہی؟"

"نہیں التمش مشکل تو نہیں ہو رہی اور میں سوچ رہا ہوں کہ بزنس کر ہی لوں۔ کافی مزہ آرہا ہے۔" ہاشم پر جوش ہو کر بولا۔

"ہاشم!..." اچانک پیچھے سے کسی نے ہاشم کو آواز دی تو وہ چونکا۔

"التمش بعد میں بات کرتا ہوں مجھے بلا رہے ہیں۔" اتنا کہہ کر اس نے کال کاٹ دی اور اندر کی جانب بڑھا۔

"سلطان صاحب میں اس کی بات کر رہا تھا۔ ان سے ملیں یہ ہے ہاشم عمار خان۔" وہ لمحے بھر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کو رُکے، پھر ہاشم کو دیکھ کر اپنی بات جاری رکھی۔"اور ہاشم، یہ ہیں مسٹر سلطان بیگ۔"

دونوں نے ہاتھ ملایا مگر سلطان بیگ کی نظریں ایک بھڑیے کی مانند تھیں۔ہاشم اس کی نظروں سے خوف زدہ ہوا تھا مگر اس نے خود کے تاثرات کو نہ بدلا۔

"یہ مصطفیٰ کمال کا بزنس پارٹنر ہے اور میں اسی کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہمممم"سلطان نے کہا اور تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے وہاں سے آگے گزر گیا۔

"ہمایوں صاحب مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"ہاشم کچھ دیر بعد بولا۔

"جی جی، میں سُن رہا ہوں۔"

"میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں اور آپ نے جتنی قدر کی اور میری قابلیت کو سراہا میں اس کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں مگر بات یہ ہے کہ مصطفیٰ کمال اب بہت حد تک ٹھیک ہیں اور بہت جلد وہ اپنا آفس جوائن کر لیں گے، میرے خیال میں آپ کو ایک بار ان سے ملاقات کرنی چاہیے اور اپنے تمام معاملات ان سے سیٹل کرنے چاہیے۔"وہ خاموش ہو گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاشم میں تمھاری سچائی سے بہت ایمپریس ہوا ہوں۔ تم نہ صرف قابل ہو بلکہ کردار کے بھی اچھے انسان معلوم ہوئے ہو۔ مصطفیٰ کمال بہت اچھا بزنس مین ہے اور اس کا پارٹنر بھی اس قدر اچھا اور سچا ہو گا یہ نہیں سوچا تھا۔ جو انسان چوائس میں اتنا اچھا ہو تو وہ کام کے معاملات میں کتنا چوزی ہو گا... مجھے کس کے ساتھ کام کرنا ہے یہ فیصلہ کرنا میرے لیے مزید آسان ہو گیا ہے۔ بہت شکریہ ہاشم صاحب آپ سے ملاقات مجھے یاد رہے گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے ہاشم کے کندھے کو تھپکا اور آگے بڑھ گیا۔

اتنے میں ماہ رخ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

"کیا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟" ہاشم نے چونک کر اس کو دیکھا۔ اب وہ اس کے برابر آ کھڑی ہوئی تھی۔ ہیلز کی وجہ سے وہ ہاشم تک پہنچ رہی تھی۔

"کیا آپ سب سے پوچھتی ہیں یا یہ فار میلٹی صرف میرے لیے ہے؟" ہاشم نے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"اب ہر انسان تو اسپیشل نہیں ہوتا۔" وہ سامنے موجود پول کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ کو لگتا ہے کہ میں اسپیشل ہوں؟"ہاشم نے ایک نظر ماہ رخ کو دیکھا۔

"کیا آپ کو نہیں لگتا؟"اس نے سوالیہ نظریں ہاشم پر ڈالیں۔

"میں ہوں مگر میں دوسروں کی تعریف سے ایمپریس نہیں ہوتا۔ خیر مجھے اجازت دیں شاید مجھے چلنا چاہیے۔"

"تھوڑی دیر رک جاتے تو..."ماہ رخ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی مگر رکی۔

"کیا مزید یہاں کچھ ہونا ہے؟، میرے خیال سے میں جس کام کے لیے آیا تھا وہ تو ہو چکا ہے اور اب رکنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔"اتنا کہہ کر اس نے اپنا واٹلٹ اٹھایا اور موبائل لے کر باہر کو نکلا۔ جب ماہ رخ نے پھر سے آواز لگائی۔

"ایک تو یہ لڑکی بھی نا۔"اس نے سر گوشی کی اور پھر واپس پلٹا۔

"جی مس ماہ رخ!..."

"یہ آپ کا کوٹ..."اس نے ہاشم کا کوٹ اس کی طرف بڑھایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بہت شکریہ۔ کیا اب مجھے اجازت ہے؟"ہاشم بیزاریت سے بولا۔

"کیا میرے روکنے سے رک جائیں گے؟"وہ دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے بولی۔

"بالکل بھی نہیں۔"اتنا کہہ کر وہ مڑا اور آگے بڑھنے لگا۔

"سُنیں۔"اُس نے ایک بار پھر پکارا۔ہاشم بہت ضبط کئے پلٹا۔

"جی؟"اُس نے کوٹ بازو پر ڈال رکھا تھا۔

"زہ تاسرہ مینہ کوم۔"ماہ رُخ نے کہا۔ہاشم بس ناسمجھی سے اُسے دیکھنے لگا۔

"اس کا مطلب؟"جب وہ مزید کچھ نہ بولی، تو ہاشم نے پوچھا۔

"کچھ نہیں، آپ جائیں۔ میں بس چیک کر رہی تھی کہ آپ پشتو والے پٹھان ہیں، یا بس نام کے خان ہیں۔"وہ مسکرا رہی تھی۔

"تو؟"اُس کے چہرے پر بیزاری واضح تھی۔

"تو یہ کہ مجھے میرا جواب مل گیا۔اب آپ جاسکتے ہیں۔"ہیزل آنکھیں اب بھی سامنے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کھڑے شخص پر جمار کھی تھیں۔ اب کی بار وہ نہیں رُکا، بس چلتا گیا۔ اُس نے ایک بار بھی مُڑ کر ماہ رُخ کو نہیں دیکھا تھا۔

"واہ، پلارہ! ستا انتخاب °°ر °کلی دی۔" (واؤ بابا! آپ کی چوائس بہت خوبصورت ہے۔) وہ مسکراتے ہوئے اس کو جاتے دیکھتی رہی جب تک کہ وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

اگلی صبح:

ہاشم نے گاڑی گھر کے باہر روکی تو مائرہ خاموشی سے گاڑی سے باہر نکل آئی۔ وہ دونوں اندر کی طرف بڑھے۔ دروازہ کھولتے ہی ہلکی سی خاموشی اور ادھوری روشنی نے ان کا استقبال کیا۔ مائرہ نے اندر آتے ہی کچھ توقف کیا، پھر ہاشم کی طرف مڑی۔

"تم یہاں بیٹھو۔ اتنے میں میں ضروری سامان پیک کر لوں۔" مائرہ نے دھیمے لہجے میں صوفے کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ہاشم نے ایک نظر ارد گرد ڈالی پھر صوفے پر بیٹھ گیا۔

مائرہ نے بغیر کوئی اور بات کیے اندرونی کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔ہاشم نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اپنا موبائل نکالا اور وقت دیکھنے لگا۔ گھر کا ماحول خاموش اور سنجیدہ تھا جیسے کسی کہانی کے کئی صفحے یہاں لکھے جا چکے ہوں۔

کچھ دیر بعد مائرہ کے کمرے سے ہلکی سی آواز آئی جیسے وہ الماری کھول رہی ہو۔ہاشم بھی صوفے سے اُٹھ کر گھر کا جائزہ لینے لگا۔اُٹھتے ہی اُس کی نظر سامنے لگی تصویر پر پڑی۔ وہ ایسی جگہ پر لگائی گئی تھی کہ گھر میں داخل ہوتے ہی ہر شخص کی نظر اُس پر پڑتی تھی بس ہاشم نے ہی نوٹ نہیں کیا تھا۔اُس تصویر میں مائرہ، فریدہ بیگم اور احد کے ساتھ ایک اور عورت بھی تھی جسے ہاشم نہیں پہچانتا تھا۔ مگر وہ اتنا دیکھ سکتا تھا کہ وہ تصویر احد اور مائرہ کے نکاح کی تھی۔ مگر وہ عورت؟ وہ کون تھی؟ اور اب وہ کہاں تھی؟

وہ مُڑنے لگا تو پھر کسی احساس کے تحت مُڑا اور اُس عورت کو دوبارہ دیکھا۔اُس کے پیر وہیں منجمند ہو گئے اور نظریں اُس تصویر پر جم گئیں۔

وہ چہرہ... وہ آنکھیں...

وہ بالکل وہی تھیں جو کئی مہینے سے اُس کے دماغ میں بسی ہوئی تھیں۔اُس کے دل میں ایک لہر دوڑ گئی جیسے کوئی کھویا ہوا راز آہستہ آہستہ سامنے آرہا ہو۔

مائرہ اپنے کمرے سے نکل کر فریدہ بیگم کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی،جب اُس نے ہاشم کو اُس تصویر کے پاس کھڑے دیکھا۔وہ اُسی کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ہاشم نے مُڑ کر اُسے دیکھا اور پھر سے تصویر کو دیکھنے لگا۔

"یہ میری ماں ہیں۔"مائرہ نے اُس کے تجسس کو بھانپتے ہوئے خود سے ہی بتایا۔

"سوری۔"اِس سے زیادہ وہ کچھ کہہ نہ سکا۔مائرہ اُسے پہلے سے بتا چکی تھی کہ اُس کی ماں کا انتقال ہو چکا ہے۔مائرہ بھی اُس کے جواب کا انتظار کیے بغیر فریدہ بیگم کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

مائرہ کے اندر جاتے ہی ہاشم کی نظریں پھر سے اُس تصویر پر جم گئیں۔

"یہ عورت کون ہے؟اور مجھے ایسا کیوں لگتا ہے،جیسے میں اسے پہلے دیکھ چکا ہوں؟"اُس کے دل میں ایک سوال بار بار گونج رہا تھا۔

"یہ چہرہ..." اُس نے آنکھیں بند کیں اور اپنے ذہن میں کسی یاد کو تلاش کرنے لگا۔

وہ وہیں کھڑا تھا جب اُس کا فون بجا۔ اُس نے فون نکالتے ہی کال اٹینڈ کی۔

"السلام علیکم ابا۔" فون کان سے لگاتے ہی اُس نے کہا۔

"وعلیکم السلام! کیسے ہو؟"

"ٹھیک، آپ بتائیں آپ کیسے ہیں؟ اور امی؟"

"ہم بھی ٹھیک ہیں، تم بتاؤ واپسی کا کیا پروگرام ہے؟" اُنہوں نے وہی سوال پھر سے کیا جو پچھلے دس دن سے کر رہے تھے۔

"ڈاکٹر نے کل گھر شفٹ کرنے کا کہا ہے۔ میں بھی کوشش کروں گا کہ اب جلد ہی واپس آجاؤں۔" ہاشم نے اُن کو بتایا۔

"اُسے ہوش آگیا؟" اُنہوں نے فوراً پوچھا۔

"جی اللہ کا شکر ہے، کل ہی ہوش میں آئے۔" ہاشم نے مزید بتایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چلو شکر ہے، اب تم بھی جلدی سے واپس آجاؤ۔" عمار صاحب نے کہا۔ اُس کے بعد مزید سرسری باتیں کی اور فون بند کر دیا۔ البتہ ہاشم کے دماغ میں ابھی بھی وہ چہرہ گھوم رہا تھا جو اُس نے ابھی دیکھا تھا۔ وہ چہرہ بھی بہت آشنا تھا بالکل مائرہ کی طرح۔

وہ واپس آکر اُسی صوفے پر بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے مائرہ سامان اٹھائی کمرے سے نکلتی دکھائی دی تو وہ فوراً اُس کی جانب بڑھ گیا اور اُس کے ہاتھ سے سامان لے لیا۔ سارا سامان گاڑی میں رکھنے کے بعد مائرہ پھر سے اندر آئی تاکہ کوئی اور ضروری چیز رہ گئی ہو تو اُسے بھی اپنے ساتھ لے کر جا سکے۔

سارا گھر دیکھنے کے بعد بھی اُسے مزید ایسا کچھ نہیں ملا۔ جب وہ نکلنے لگی تو اُس کی نظر اُس تصویر پر پڑی۔ مائرہ نے وہ تصویر اُتاری تو اُس کی آنکھوں میں عجب سی چمک تھی جیسے کوئی خزانہ اپنے ساتھ لے جا رہی ہو۔ وہ تصویر کو گاڑی کی سیٹ پر آرام سے لِٹاتے ہوئے چند لمحوں کے لیے اُس پر ہاتھ رکھے کھڑی رہی، جیسے کوئی یاد اس کی رگوں میں سرائیت کر گئی ہو۔ ہاشم نے یہ سب دیکھا مگر پھر بھی خاموش رہا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

گاڑی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ہاشم نے ایک دوبار کن اکھیوں سے مائرہ کو دیکھنے کی کوشش کی مگر وہ بالکل خاموش تھی۔اُس کی نظریں سامنے تھیں مگر ذہن کہیں اور۔

"کیا میں ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟"چند منٹ بعد ہاشم نے خاموشی کو توڑنے کی کوشش کی۔

مائرہ نے پلکیں جھپکائیں اور ایک لمحے کے لیے اُسے دیکھا اور پھر دوبارہ سیدھی ہو گئی۔

"پوچھو۔"

"یہ تصویر؟... مطلب آپ کے گھر کا سارا سامان اُسی گھر میں ہے سوائے چند ضروری اشیاء کے۔اِس تصویر کو ساتھ لے جانے کی کوئی خاص وجہ؟"ہاشم نے محتاط لہجے میں کہا۔

"یہ میری اور ماں کی آخری تصویر ہے جو ہم نے اکٹھی بنوائی تھی اور میرے لیے بہت اہم ہے۔"مائرہ نے آہستہ سے کہا۔"یہ تصویر میرے نکاح کے دن لی گئی تھی۔اُس دن جب میری ماں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گی۔"

گاڑی کا اسٹیئرنگ مضبوطی سے پکڑے ہاشم نے ایک گہری سانس لی۔اُس نے تصویر کی

طرف دوبارہ دیکھا اور اُس چہرے کو یاد کرنے لگا جو اُسے اتنا آشنا لگ رہا تھا۔

"میں نے انہیں کہاں دیکھا ہے؟" وہ دل میں خود سے سوال کر رہا تھا۔

سڑک پر روشنیوں کی قطاریں تیزی سے پیچھے جا رہی تھیں مگر ہاشم کے دماغ میں وقت جیسے رک گیا تھا۔

اُس کی نظریں سامنے تھیں مگر دماغ کسی اور دنیا میں الجھا ہوا تھا۔ پچھلی سیٹ پر رکھی گئی وہ تصویر اُس کے دل کے کسی بند دروازے پر دستک دے رہی تھی۔

اُس تصویر میں موجود عورت... وہ چہرہ... وہ آنکھیں...

ایک انجانی پہچان کی طرح اُس کے شعور میں ہلچل مچا رہی تھیں۔

اچانک جیسے کسی نے اُس کی یادداشت کے کسی دھندلے دریچے کو کھول دیا ہو۔ ایک پرانی تصویر اُس کے ذہن میں ابھری۔ بس ایک چہرہ، ایک نامکمل پہچان اور ایک پرانی الجھن۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟" ہاشم نے بے اختیار خود سے کہا۔ مگر اُس کی آواز اتنی مدھم تھی کہ مائرہ نے سنا نہیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کی ماں کے انتقال کو کتنے سال ہو گیا؟"اُس نے بے ساختہ مائرہ سے پوچھا۔

"پانچ سے زیادہ۔"اُس نے جواب دیا،یہ موضوع آج بھی اُسے اُتنی ہی اذیت دیتا تھا جتنا کہ آج سے ساڈھے پانچ سال پہلے۔

"آخری فون مجھے اُس کی بیٹی نے کیا تھا،آج سے تقریباً چار سال پہلے۔اُس کے بعد سے اُس نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا۔"گیارہ مہینے پہلے کہا گیا اُس کے ابا کا جملہ اُس کے ذہن میں گونجا۔

ہاشم اُس کے بعد کچھ نہیں بولا،بس خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔اُس کا دماغ کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہا تھا۔

"لیکن...اگر یہ وہی تھیں،تو پھر؟"اُس نے سوچا۔لیکن یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے،شاید وہ ہی کچھ زیادہ سوچ رہا تھا۔اُسے تو اپنے پاس رکھی ہوئی تصویر میں شکل بھی صاف دِکھائی نہیں دی تھی تو وہ کیسے سوچ سکتا تھا کہ وہ دونوں تصویریں ایک ہی شخص کی ہو سکتی ہیں۔اُس نے اپنے دماغ سے ساری سوچوں کو نکالا اور سڑک پر گاڑی دوڑانے لگا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احد کے گھر سامان رکھنے کے بعد جب وہ دونوں دوبارہ ہسپتال پہنچے تو کمرے میں وہی منظر تھا، جو وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ فریدہ بیگم اور احد آپس میں باتوں میں مشغول تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے دونوں وقت کے ان لمحوں کو سمیٹ لینا چاہتے ہوں، جو ان کے درمیان کہیں کھو گئے تھے۔ فریدہ بیگم بہت پر سکون تھیں اور یہ سکون اُنہیں احد کو دیکھنے کے بعد حاصل ہوا تھا۔ مگر احد کے چہرے پر وہ تھکن اور کمزوری نمایاں تھی جو مہینے بھر کی بے ہوشی نے اس پر چھوڑ دی تھی۔ مگر اس کے باوجود اس کی آنکھوں میں اپنی ماں کو قریب پا کر ایک خاص سی چمک تھی۔

مائرہ نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔

دونوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ احد نے سر موڑا اور مائرہ پر ایک گہری نظر ڈالی، ایک مسکراہٹ اُس کے چہرے پر مائرہ کو دیکھتے ہی طاری ہو گئی۔ ہاشم جو اس کے ساتھ آیا تھا دروازے سے ذرا ہٹ کر راہداری میں موجود بینچ پر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ وہ اندر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آنے کے بجائے وہیں رک گیا تھا۔

"آؤ مائرہ، لے آئی سامان؟" فریدہ بیگم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"جی۔" اس نے مختصر سا جواب دیا اور آگے بڑھ کر کھانا ان کے قریب رکھا۔

"ہم کھانا لائے ہیں آپ کے لیے۔" اس نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"میں نے مشکل سے صبح والا سوپ مکمل کیا تھا۔" اس نے مائرہ کو دیکھتے کہا۔

مائرہ نے سنجیدہ نظروں سے اسے گھورا اور ماتھے پر بل ڈالے۔ "تمہیں ڈاکٹر نے زیادہ بات کرنے سے منع کیا ہے اور ایک مہینے کی کمزوری کھانے سے ہی دور ہو گی، ضد مت کرو۔" اُس نے کسی بچے کی طرح احد کو ڈانٹ دیا۔

"جی بہتر مائرہ بی بی۔" احد نے فوراً ہاتھ اٹھا دیے جیسے سرنڈر کر رہا ہو۔

فریدہ بیگم مسکرا دیں مگر مائرہ کی نظریں احد پر جمی رہیں۔ کچھ تھا اس کے انداز میں، کچھ ایسا جو وہ محسوس کر رہی تھی مگر کہہ نہیں پا رہی تھی۔ وہ اسے ایک مہینے بعد ہوش میں دیکھ رہی تھی اور شاید یہ یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ وہ واقعی اب ان کے بیچ موجود تھا، سانس لے

رہا تھا اور ان کے ساتھ بات کر رہا تھا۔

"امی، آپ کھانا کھالیں۔" مائرہ نے فریدہ بیگم کو متوجہ کیا۔

"اور تم؟" فریدہ بیگم نے شفقت سے پوچھا۔

"میں بھی ہاتھ دھو کر آتی ہوں۔"

اسی لمحے فریدہ بیگم کی نظر دروازے کے پاس پڑی جیسے انہیں کچھ یاد آیا ہو۔

"اور وہ لڑکا جو تمہارے ساتھ گیا تھا؟ کیا نام ہے اس کا؟" اُن کے ذہن سے اُس کا نام محو ہو چکا تھا۔ انہوں نے ایک بار پھر سرسری سا پوچھا۔

"مصطفیٰ۔"

"ہاں، اسے بھی بلا لو، ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالے۔" فریدہ بیگم نے نرمی سے کہا۔

"وہ بتا رہا تھا، کہ ابھی اُسے اپنے ایک دوست کے گھر جانا ہے۔" مائرہ نے وضاحت دی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم جلدی سے آجاؤ۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شام تک ڈاکٹر نے تفصیلی ہدایات کے ساتھ احد کو ڈسچارج کر دیا تھا۔ اسے سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ وہ کم از کم دو ہفتے مکمل بیڈ ریسٹ کرے، وقت پر دوا لے اور باقاعدگی سے چیک اپ کرواتا رہے۔ کسی بھی قسم کی لاپرواہی اُس کی صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی اور اسی لیے ڈاکٹر نے خاص طور پر مائرہ کو بھی سمجھایا تھا کہ وہ احد کا خیال رکھے۔

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے، افق پر نارنجی اور سرخ رنگ بکھر گئے تھے۔ پرندے دن بھر کی مشقت کے بعد اپنے گھونسلوں کو لوٹ رہے تھے۔

احد کے گھر میں آج وہ چہل پہل تھی جو شاید اس چھت نے پہلے کبھی نہ دیکھی ہو۔ روشنیوں کی حدت، اور زندگی کی رمق اس گھر کے سنّاٹے کو توڑ رہی تھیں۔

احد اپنے کمرے میں بیڈ پر نیم دراز تھا۔ مائرہ قریب ہی بیڈ کی دوسری جانب بیٹھی تھی۔ وہ بار بار احد کی طرف دیکھتی اور پھر نظریں جھکا لیتی۔ شاید وہ اب بھی مکمل طور پر یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ وہ دونوں واقعی اکٹھے تھے۔

دوسری طرف فریدہ بیگم مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد شُکرانے کے نفل ادا کر رہی تھیں۔

اور ہاشم... وہ گیسٹ روم میں بیڈ پر لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے جیسے وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو۔ وہ خاموش تھا مگر اُس کی خاموشی میں بہت سے سوال چھپے ہوئے تھے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

کمرے میں ہلکی روشنی تھی، جو مدھم پڑتی شام کے ساتھ اور بھی دھندلا رہی تھی۔ کھڑکی کے پردے آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ احد بیڈ پر نیم دراز تھا اور مائرہ قریب ہی بیڈ کی دوسری جانب بیٹھی تھی۔ وہ بار بار احد کی طرف دیکھتی اور پھر نظریں جھکا لیتی۔

"اتنی خاموش کیوں ہو؟" احد نے ایک لمحے کے لیے اسے بغور دیکھا، پھر نرمی سے بولا۔

"کیا بولوں؟" اُس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کچھ بھی، جو دل میں ہو۔"

"جب میں نے دل کی کہی تب تم نے نہیں سُنی اور اب میں سُنانا نہیں چاہتی۔" اُس نے احد کو

دیکھتے جواب دیا۔

"میں نے سب سُنا تھا،مائرہ۔"وہ ایک لمحہ خاموش رہا پھر مائرہ کے ہوش اُڑائے۔

"تم نے؟واقعی؟"اُس سے حیرت کے مارے کچھ بولا نہ گیا۔"کیا کہا تھا میں نے؟"اُس نے فوراً پوچھا۔

"یہی کہ احد میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی،جلدی ٹھیک ہو جاؤ۔"اُس نے شرارتی انداز میں مسکراتے کہا۔وہ جو واقعی ماننے کو تیار تھی، سمجھ گئی کہ احد نے کچھ نہیں سُنا۔

"ہاں یہی کہا تھا میں نے۔"وہ بھی احد کے انداز میں مدھم سا بولی۔

"مجھے پتہ تھا۔"اُس نے فاتحانہ نظروں سے مائرہ کو دیکھا۔

"جاننا چاہتے ہو اور کیا کہا تھا میں نے؟"اُس نے پوچھا۔احد نے سر کو خم دیا۔

"میں نے تم سے اپنے دل کی ساری باتیں کی تھی احد۔وہ باتیں جو پچھلے دو سالوں سے میرے دل میں قید تھی۔میں نے اُنہیں آزاد کر دیا۔میں پورا دن تمہارے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی تھی۔مجھے کبھی تمہارے جواب کا انتظار نہیں رہا تھا۔میں تو بس خود کو ہلکا اور اُن

لفظوں کو آزاد کر رہی تھی۔"وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لئے رُکی۔

"اکثر میری ہمت ٹوٹ جاتی، تو تم سے اِن گزرے دو سالوں کا حساب مانگ لیتی اور تمہاری خاموشی سب کچھ بتا دیتی تھی احد جو شاید تمہارے الفاظ نہ بتا پاتے۔ وہ سب تمہاری خاموشی نے مجھے بتایا۔"ناجانے کیوں مگر آنسو اُس کی رُخسار سے بہنا شروع ہو چکے تھے۔

"اور اب بس مجھے اور کچھ نہیں جاننا۔ تم میرے پاس ہو، میرے ساتھ ہو، میرے لئے یہی بہت ہے۔ میں اپنی زندگی کو آگے بڑھانا چاہتی ہوں، میں اپنی زندگی کو تمہارے ساتھ گُزارنا چاہتی ہوں احد۔ تم جانتے ہو، میں اِن دو سالوں میں یہی سوچتی تھی کہ تمہیں میری یاد نہیں آتی؟"

"مائرہ..."احد نے دھیرے سے پکارا مگر مائرہ نے سر ہلا کر اسے روکا۔

"نہیں، میں کوئی شکوہ نہیں کر رہی۔ میں بس ایک حقیقت بتا رہی ہوں۔"وہ ایک پل کے لیے خاموش ہوئی، پھر آہستہ سے بولی۔"احد، کبھی کبھی کسی کو کھونے کا ڈر اُسے کھو دینے سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ تمہاری زندگی میں جو بھی چل رہا تھا۔ جو بھی تم نے سہا،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں سمجھتی ہوں۔ لیکن مجھے تنہا چھوڑ دینا، یہ مت کرنا۔"

"میں نے کبھی یہ نہیں چاہا تھا کہ میری وجہ سے تمہیں اذیت ملے مائرہ۔ مگر میں نے تمہیں اذیت دی۔ کیا تم مجھے ایک آخری بار معاف کر سکتی ہو؟" احد نے گہری سانس لے کر مائرہ سے پوچھا۔ اُس کے اپنے اندر بھی بہت کچھ ٹوٹا تھا۔

وہ مسکراتا چہرہ... وہ دھوکہ... وہ تہہ خانہ... وہ گولی...

سب کچھ اُس کی نظروں کے سامنے آیا۔ وہ اُسے چاہ کر بھی بُھلا نہیں سکتا تھا۔

"میں تمہیں ہر بار معاف کر سکتی ہوں۔" مائرہ نے دھیرے سے کہا۔ "مگر کیا تم ہر بار معافی مانگ سکتے ہو؟"

"میں ایک غلطی کرنے پر تم سے ہزار بار معافی مانگ سکتا ہوں مائرہ۔ میں تمہیں ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں ہمیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں احد۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔" احد نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا، پھر

دھیرے سے بولا۔

مائرہ نے پہلی بار اس کی طرف سیدھے دیکھا اور اُس کی آنکھیں مائرہ کو مسحور کرنا جانتی تھیں۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ہاشم بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔ ذہن میں کچھ خیالات آرہے تھے۔ اچانک وہ بیدار ہو کر اٹھ بیٹھا، اپنا بیگ کھولا اور اس میں سے وہ تصویر نکالی جو ابھی تک اس کے ذہن میں تھی۔ تصویر پکڑے وہ سیدھا لاؤنج میں آگیا، جہاں دیوار پر مائرہ نے اپنی ماں کی تصویر لگوائی تھی۔

ہاشم نے دونوں تصاویر کو ایک ساتھ دیکھا، ایک پرانی تصویر تھی۔ جس میں ایک نوجوان لڑکی مسکرا رہی تھی اور دوسری تصویر، جو کہ ایک چالیس، پچاس سال کی عورت کی تھی۔ جس کی آنکھوں میں وہی مسکراہٹ تھی، لیکن چہرے پر وقت کی تھکن محسوس ہو رہی تھی۔

وہ بار بار دونوں تصاویر کا موازنہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا، پھر اچانک اس کی نظریں اُس تِل کے نشان پر رکی جو عورت کی ٹھوڑی کے نیچے تھا۔ یہ بالکل وہی نشان تھا جو اُس

کے پاس تصویر میں بھی ہلکا سا واضح ہو رہا تھا۔ ہاشم کی سانس رک گئی۔

اسی لمحے مائرہ کچن میں جانے کے لیے کمرے سے باہر نکلی۔ اُس کے ہاتھ میں پانی کا خالی جگ تھا۔ اس نے ہاشم کو لاؤنج میں کھڑا دیکھا۔ وہ اس تصویر کے قریب کھڑا تھا جو مائرہ کے عزیزوں کی تھی۔

مائرہ قریب آئی اور دیوار سے لگی تصویر پر نظریں جمائیں۔ اچانک اس کی نظریں ہاشم کے ہاتھ میں پکڑی تصویر پر پڑیں، کچھ دیر وہ اُسے دیکھتی رہی۔

"یہ تو میری ماں ہیں، میرے پاس اُن کی بہت سی پُرانی تصویریں پڑی ہیں۔ کہاں سے ملی یہ تصویر؟" اُس نے تصویر کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ہاشم نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ اُس کے چہرے ہر حیرت واضح تھی۔ اُس کے الفاظ ختم ہو چکے تھے۔ چند لمحے کے لئے وہ ساکت ہو گیا اور پھٹی آنکھوں سے مائرہ کو دیکھتا رہا۔

"وہ... وہ میں نے آپ کے گھر سے اُٹھائی تھی۔ جب ہم وہاں گئے تھے۔ مجھے وہاں یہ زمین پر گری ملی تھی۔" چند لمحے بعد اُس نے آنکھیں جُھکا کر کہا۔ فی الحال اُس کے ذہن میں یہی

آیا تھا۔

مائرہ نے اُس کے ہاتھوں سے وہ آدھی تصویر لے لی اور اُسے غور سے دیکھنے لگی۔ یہ تصویر اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ اُس آدھی تصویر کو آج پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ مگر سامنے کھڑا لڑکا کہہ رہا تھا کہ یہ اُسے مائرہ کے گھر سے ملی تو شاید وہ درست ہو۔

مائرہ کی ماں کی تصویر اُسے اور کہاں سے مل سکتی تھی بھلا؟

مائرہ وہ تصویر لے کر کچن کی طرف جا چُکی تھی اور ہاشم اپنی جگہ سے ہِل تک نہ سکا۔ ساری پہیلیاں حل ہو چُکی تھیں اور وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

اُس کا بار بار مائرہ کو دیکھنا۔

اجنبی ہو کر بھی اُس کو اپنا سمجھنا۔

اُس کی آنکھوں میں جھانکنا۔

اُس کے چہرے کی مشابہت کو محسوس کرنا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُسے دوست سے بڑھ کر سمجھنا۔

ان سارے سوالات کے جواب آج ہاشم کو مل چکے تھے۔

مائرہ اُس کی صرف دوست نہیں تھی،مائرہ کا اُس سے خونی رشتہ بھی تھا۔ جو ہاشم کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔

کیا وہ ابا کو فون کر کے بتائے کہ اُن کی بہن مر چُکی ہے؟

کیا اُسے مائرہ کو حقیقت بتا دینی چاہیے؟

یا کیا اُسے جلد از جلد سب کچھ چھوڑ کر واپس چلے جانا چاہیے؟

"میری ماں کے بھائی کا پانچ سال پہلے انتقال ہو گیا۔" اُسے مائرہ کا کہا گیا جملہ یاد آیا۔ اُس نے ایسا کیوں کہا؟ کیا اُسے واقعی لگتا ہے کہ اُس کے ماموں کا انتقال ہو گیا؟

وہ اُسی جگہ پر کھڑا یہ سب سوچ رہا تھا جب اُسے کچن سے پانی کا جگ بھر کر نکلتی مائرہ دکھائی دی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"مائرہ مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی تھی اگر آپ بُرا نہ منائیں۔"ہاشم نے فوراً اُسے مُخاطب کیا۔

"ہاں پوچھو۔"وہ اُس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔

"میں نے... میں نے ایک بار آپ سے آپ کے ماموں کا پوچھا تھا۔ تو آپ نے کہا تھا کہ آپ مزید بات نہیں کرنا چاہتی کیوں؟"اُس نے سیدھا سوال کیا۔

"کیونکہ اُن کا ذکر مجھے اذیت دیتا ہے۔"مائرہ نے جواب دیا۔

"کیا آپ کو اُن سے بے حد محبت تھی؟"ہاشم نے بے ساختہ پوچھا۔

"مجھے اُن سے بے حد نفرت تھی۔"اُس نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔وہ ایسا شخص تھا جس سے نفرت کا اظہار وہ بھرے مجمے میں بھی کر سکتی تھی۔

"نفرت تھی یا ہے؟"

"نفرت تھی۔ کیونکہ میری ماں کی آخری خواہش تھی کہ میں اُن کے بھائی کو معاف کر دوں اور وہ میں نے کر دیا۔ بہت عرصہ اُن سے نفرت کر کے گُزارا مگر میرا دل بے سکون رہا۔

پھر جب اُنہیں اپنے ذہن سے نکال دیا تو میں پُر سکون ہو گئی۔ اب میری اللہ سے یہی دُعا ہے کہ میں کبھی زندگی میں اُن کی شکل نہ دیکھوں۔"

"کیوں؟" اپنے باپ کے لیے ایسا سُن کر اُسے افسوس ہوا تھا۔

"کیونکہ اس سے مجھے وہ دن یاد آئے گا جب میری ماں مری تھی اور میں نے اُن کو آخری بار فون کیا تھا۔"

مگر اُس کے ابا تو نہیں جانتے تھے کہ اُن کی بہن زندہ ہے یا نہیں۔ اُس نے سوچا۔

"کیا آپ نے اُن کو بتایا کہ اُن کی بہن اب نہیں رہی؟"

"کیسے بتاتی؟ یہ جانتے ہی کہ میں اُن کی بھانجی ہوں۔ اُنہوں نے فون بند کر دیا۔"

"اب کہاں ہیں وہ؟" ہاشم نے پوچھا۔

"میرے لیے وہ تب ہی مر گئے تھے جب میری ماں مری تھی۔"

"آپ کے لیے مر گئے؟" ہاشم کو اُس کی بات کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

"اللہ زندہ کی معافی قبول کرتا ہے اور انسان مُردوں کی۔ ہم انسانوں میں اتنا ظرف نہیں ہوتا کہ ہم کسی زندہ انسان کو معاف کر سکیں اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کے سارے گُناہ معاف کر دیتے ہیں۔" وہ سانس لینے کو رُکی۔ ہاشم کی نظریں اُس کے چہرے پر جمی تھیں۔

"میں اُس شخص کے مرنے سے پہلے اُسے چاہ کر بھی معاف نہیں کر سکتی تھی۔ اِس لیے میں نے اُن کو اپنی نظر میں مار دیا۔ تاکہ اپنی ماں کی آخری خواہش پوری کر سکوں۔"

"نام کیا ہے اُن کا؟" وہ پلٹنے لگی تو ہاشم نے پوچھا۔ اُسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا کہ اُس کے باپ کیلئے کوئی ایسے الفاظ استعمال کر سکتا ہے۔

"عمار خان۔" اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی مزید وہ اِس موضوع پر بات نہیں کر سکتی تھی۔

اور ہاشم... وہ وہیں بُت بنا کھڑا رہ گیا۔ مائرہ کو اب تک اپنے ماموں سے نفرت تھی اور یہ بات وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ اگر اُسے علم ہو گیا کہ ہاشم اُن کا بیٹا ہے تو کیا وہ کبھی اُس

Clubb of Quality Content

سے زندگی میں دوبارہ بات کرے گی؟مائرہ اُس کی اچھی دوست تھی اور وہ اُسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔اِس کے لیے اُسے خود ہی کچھ کرنا تھا،مگر کیا؟

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

ساڑھے چار سال قبل۔

"آپ کیسے جانتے ہیں کہ کون اچھا ہے اور کون بُرا؟"امل نے پوچھا۔

"بس مجھے لوگوں کے چہرے پڑھنے آتے ہیں۔"امل سے بات کرتے ہوئے اُنہوں نے اپنی نظر آس پاس دوڑائی جیسے کسی کو تلاش کر رہے ہوں اور جلد ہی وہ اُن کو دِکھ گیا۔اب وہ اُسی کرسی پر بیٹھا تھا جہاں تھوڑی دیر پہلے اُن کی بیٹی بیٹھی تھی۔اور اب وہ اپنی بیوی سے بات کر رہا تھا...

سُلطان بیگ نے ایک گہری سانس لی اور اُسے بغور دیکھا۔امل ابھی بھی مائرہ کی طرف

متوجہ تھی جیسے اُس سے دوبارہ بات کرنے کا سوچ رہی ہو مگر اُنہوں نے اُسے روک دیا۔

"امل، جاؤ اپنی ماما کے پاس بیٹھو۔ میں بھی ابھی آیا۔"

"بابا، میں بس مائرہ سے..."

"جاؤ۔" اُنہوں نے نرمی مگر مضبوطی سے کہا۔

امل نے ہلکی سی ناراضگی سے اُنہیں دیکھا مگر پھر کندھے اچکا کر اپنی ماں کے پاس جانے لگی۔ اُس کے قدم آہستہ تھے جیسے وہ مزید کچھ کہنا چاہتی ہو مگر مجبور ہو۔ سُلطان بیگ اُس سے بہت محبت کرتے تھے۔ مگر اُن کا رعب ہی ایسا تھا کہ امل کو نہ چاہتے ہوئے بھی اُن کی ہر بات ماننی پڑتی۔ جونہی وہ ہٹ گئی اُنہوں نے جیب سے فون نکالا اور ایک نمبر ڈائل

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیا۔دوسری طرف سے فوراً فون اٹھایا گیا۔

"جی باس۔"دوسری جانب سے مؤدبانہ آواز آئی۔

"تمہیں لڑکے پر نظر رکھنے کو کہا تھا، کیا بنا اُس کا؟"اُنہوں نے فوراً پوچھا۔

"میرا بندہ اُس پر ہر وقت نظر رکھ رہا ہے مگر وہ ایسا لگتا نہیں کہ آپ کو کوئی نقصان..."اُس کی بات مُکمل ہونے سے پہلے ہی سُلطان صاحب نے اُسے ٹوک دیا۔

"تمہارا مشورہ نہیں مانگا، جتنا پوچھا جائے بس اُتنا جواب دیا کرو اور اپنے بندے سے پوچھ کر بتاؤ کہ وہ کہاں ہے اِس وقت۔"اُن کی آواز میں سختی آگئی۔

دوسری طرف سے فون کاٹ دیا گیا اور ٹھیک دو منٹ بعد اُن کا فون دوبارہ بجا۔وہ جانتے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھے کہ وہ کیا کہنے والا ہے۔

"میرا بندہ اُس کے گھر کے قریب ہی ہے۔" دوسری جانب سے بتایا گیا۔

"میں نے اُس کا نہیں پوچھا میں نے اُس لڑکے کا پوچھا ہے۔" وہ لمحے بھر کو رُکے، نظریں سامنے بیٹھے لڑکے پر جمی تھیں۔

"میں نے تم سے احد کا پوچھا ہے!" اُنہوں نے احد پر زور دیتے کہا۔

"وہ میں ابھی..." وہ ہڑبڑا کر بولا۔

"وہ اِس وقت میرے سامنے بیٹھا ہے۔" چند لمحے کے لئے دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

"وہ؟ وہاں؟" فون کی دوسری سائیڈ والے انسان کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ اُسے بس

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ایک یہی کام دیا گیا تھا کہ وہ اُس لڑکے کو اُن کی فیملی سے دور رکھے اور وہ اُس میں ناکام ہو چُکا تھا۔

"ہاں۔" اُنہوں نے آہستہ سے سر ہلایا اور سامنے کرسی پر بیٹھے احد کو دیکھا۔ جو بے خبر اپنی بیوی سے بات کر رہا تھا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" اُس نے فوراً الرٹ ہو کر پوچھا۔

"تم جانتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔" اتنا کہہ کر وہ ایک لمحے کو رُکے۔ "احد کو اس بات کا علم نہ ہو۔ اور اُس کو کوئی نقصان نہ پہنچے!" اُنہوں نے تنبیہ کی اور فون بند کر دیا۔ اُن کی نظر احد پر جمی ہوئی تھی۔ ایک ایسی نظر جس میں بے شمار کہانیاں دفن تھیں۔

سامنے احد بے فکری سے مائرہ سے بات کر رہا تھا بالکل انجان کہ وہ جس شخص کے پاس سے ابھی گزرا تھا وہ اُس کی حقیقت سے واقف ہے۔ ایک ایسی حقیقت جس سے وہ خود بھی ناواقف تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

"کیا تمہیں کچھ کھانے کو چاہیے؟" دس، پندرہ منٹ گزر جانے کے بعد احد نے مائرہ سے پوچھا۔ آس پاس کی سرگوشیوں میں اُس کی آواز مشکل سے ہی مائرہ کے کانوں تک پہنچی تھی۔ اسپیکرز میں ہر گزرتے پل کے ساتھ کسی فلائیٹ کا اعلان ہو رہا تھا۔

"نہیں، بس پانی لے آنا۔"

احد نے سر ہلایا اور اپنی کرسی پر بیگ رکھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ مائرہ بھی ادھر اُدھر

دیکھنے میں مصروف تھی۔ ائیر پورٹ کی ان روشنیوں نے اُسے ایک بار پھر ماضی میں دھکیل دیا تھا۔ پچھلی بار بھی وہ یہیں کہیں بیٹھی تھی جب وہ ماں کے ساتھ آئی تھی۔

وہ اپنی سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ اُسے احساس تک نہ ہوا کہ کب ایک شخص دھیرے سے اُس کے قریب آیا۔ چہرے پر ہلکا سا نقاب، ہاتھ میں موبائل اور چند سیکنڈز میں بیگ اُٹھا کر بھیڑ میں غائب ہو گیا۔

مائرہ نے بے دھیانی میں احد کو جاتے ہوئے دیکھا اور پھر ارد گرد نظر دوڑائی۔ سب کچھ نارمل لگ رہا تھا۔ احد چند منٹوں بعد واپس آیا، ہاتھ میں پانی کی بوتل اور کچھ کھانے کا سامان۔

"یہ لو۔" اُس نے بوتل مائرہ کی طرف بڑھائی اور ساتھ ہی کرسی کی طرف دیکھا۔ جہاں اُس کا

بیگ ہونا چاہیے تھا لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

احد کا ماتھا ایک دم شکن آلود ہو گیا۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا، نیچے جھک کر کرسی کے نیچے تک دیکھا مگر بیگ کا کوئی نشان نہیں تھا۔

"مائرہ... میرا بیگ کہاں ہے؟" اُس کی آواز میں بے چینی تھی۔ مائرہ نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔

"یہیں تو رکھا تھا... کہاں گیا؟"

مائرہ بھی فوراً کرسی سے اُٹھ کر بیگ کو ڈھونڈنے لگی۔ احد کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ وہ اپنے آس پاس ہر جگہ سے تلاش کر چکا تھا لیکن بیگ کا کوئی سراغ نہ تھا۔ وہ لمحہ بھر کے لیے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ساکت کھڑا رہا، جیسے اُسے سمجھ نہ آرہا ہو کہ یہ کیسے ہو گیا۔ مائرہ کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ وہ خالی خالی نظروں سے سامنے کھڑے احد کو دیکھ رہی تھی۔ جس کے چہرے کا رنگ ہر گزرتے پل کے ساتھ بدل رہا تھا۔

اُس کا پاسپورٹ... اُس کی ٹکٹ... اُس کا فون... سب کچھ اُس بیگ میں تھا۔

کچھ منٹ بعد احد اور مائرہ ایئرپورٹ کے سیکیورٹی روم میں کھڑے تھے۔ اُن کے سامنے بڑی اسکرینز لگی تھیں جن پر کیمرے کی مختلف فوٹیجز چل رہی تھیں۔ وہاں موجود سیکیورٹی آفیسرز بار بار ری پلے کر رہے تھے۔ اور بالآخر وہ لمحہ اسکرین پر نمودار ہوا جب احد کا بیگ غائب ہوا تھا۔

کیمرے میں ایک شخص واضح طور پر نظر آرہا تھا۔ سیاہ جیکٹ، چہرے پر نقاب اور ہاتھ میں

موبائل۔ وہ کسی مسافر کی طرح پر سکون انداز میں آیا، احد کے بیگ پر ایک نظر ڈالی اور جھجکے بغیر اُسے اُٹھالیا۔ کسی نے دھیان بھی نہ دیا اور وہ بھیڑ میں گم ہو گیا۔

احد نے غصے سے لب بھینچ لیے جبکہ مائرہ کی آنکھوں میں بھی تشویش تھی۔

"یہ آدمی کہاں گیا؟ آپ لوگ اِسے پکڑ سکتے ہیں؟" احد نے بے صبری سے سیکورٹی آفیسر سے پوچھا۔

"سر، ہم ابھی فوری طور پر اُس شخص کو تلاش نہیں کر سکتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایئر پورٹ سے باہر جا چکا ہو یا کہیں غائب ہو چکا ہو۔" آفیسر نے سنجیدہ انداز میں اُسے سمجھایا۔

"میرا پاسپورٹ اُس بیگ میں تھا۔" احد کی بے چینی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"سر، بد قسمتی سے آپ کے لیے ابھی سفر ممکن نہیں ہے۔ کسی بھی بین الاقوامی پرواز کے لیے پاسپورٹ ضروری ہوتا ہے اور جب تک آپ کا پاسپورٹ برآمد نہیں ہوتا، آپ کو نیا جاری کرانا ہوگا جو فوری طور پر ممکن نہیں۔" سیکیورٹی آفسر نے ایک نظر اپنی فائلز پر ڈالی اور پھر رسانیت سے جواب دیا۔

احد نے مایوسی سے سر جھکا لیا۔ مائرہ نے اُس کے شانے پر ہلکا سا ہاتھ رکھا جیسے اُسے حوصلہ دینے کی کوشش کر رہی ہو۔

"اور چور کا کیا؟ کیا اُسے پکڑا جا سکتا ہے؟" مائرہ نے امید سے پوچھا۔

سیکیورٹی آفیسر نے ہلکی سانس بھری۔ "دیکھیں، ہم نے فوٹیج محفوظ کر لی ہے اور ایئر پورٹ کی ٹیم چور کا پتہ لگانے کی کوشش کرے گی۔ لیکن اس میں وقت لگ سکتا ہے۔ جیسے ہی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہمیں آپ کا بیگ یا پاسپورٹ ملے گا، ہم فوراً آپ کو اطلاع دیں گے۔"

احد نے بے بسی سے دیوار پر نصب اسکرین کی طرف دیکھا جہاں وہی چور ایک آخری بار کیمرے میں آ کر بھیڑ میں غائب ہو رہا تھا۔

ایک لمحے کو اُسے ایسا لگا جیسے وہ شخص جان بوجھ کر اُس کا بیگ لے کر گیا ہو... جیسے سب کچھ پہلے سے طے شدہ ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

مسافروں کی چہل پہل، اعلانات کی گونج، اور ٹرالیوں کی چرچراہٹ کے باوجود وہ پرسکون انداز میں اپنے فون کی اسکرین پر نظر جمائے ہوئے تھے۔ چند لمحے سوچنے کے بعد انہوں نے دوبارہ اسی نمبر پر کال ملائی۔ بیل جاتی رہی، اور پھر دوسری طرف سے ایک گہری سانس کے ساتھ کسی نے فون اٹھایا۔

"ہو گیا کام؟"ان کے لبوں سے دھیما مگر سرد لہجہ نکلا۔

دوسری جانب سے چند الفاظ سنائی دیے اور وہ خاموشی سے سنتے رہے۔ان کے چہرے پر ایک ہلکی مگر عجیب سی مسکراہٹ ابھری جو زیادہ دیر برقرار نہ رہی۔وہ پلکیں جھپکائے بغیر سامنے خلا میں دیکھتے رہے جیسے کچھ سوچ رہے ہوں۔

"میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا مگر اگر آئندہ وہ مجھے اپنے آس پاس دکھا تو تم زندہ نہیں بچو گے۔"ان کی آواز میں نہ غصہ تھا،نہ جذبات،بس ایک سنجیدہ وارننگ تھی جس کے پیچھے مکمل یقین چھپا تھا۔

چند لمحے خاموشی رہی جیسے دوسری طرف کا شخص کسی وضاحت کے لیے الفاظ ڈھونڈ رہا ہو مگر انہیں مزید انتظار کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

"اور ہاں،اس کا بیگ واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"وہ صاف لہجے میں آخری بات کہہ کر فون بند کر چکے تھے۔

فون بند کرتے ہی انہوں نے ایک گہری سانس لی جیسے کسی معاملے کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہو۔مگر

ان کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ارد گرد لوگ اپنے پیاروں کو الوداع کہہ رہے تھے، کوئی جوش میں تو کوئی اداسی میں، مگر وہ سب سے الگ اپنی ہی دنیا میں موجود تھے۔

کاؤنٹر پر اعلان ہوا کہ فلائٹ کی روانگی کا وقت قریب ہے۔ اُنہوں نے ایک نظر اپنے بائیں جانب دیکھا جہاں امل اور ان کی بیوی صبا بیٹھی تھیں۔ ایک لمحے کو وہ رکے جیسے کچھ یاد آیا ہو، پھر قدم بڑھاتے ہوئے دونوں کے پاس پہنچے۔

"بابا آ گئے۔" اُن کو دیکھتے ہی امل نے خوشی سے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جیسے اُن کو بیٹھنے کی جگہ دے رہی ہو۔ سلطان بیگ نے نرمی سے اُسے دونوں شانوں سے تھاما اور چند لمحے اُس کی شہد آنکھوں کو دیکھتے رہے۔ وہ آنکھیں ان کو عزیز تر تھیں۔ ان آنکھوں کی چمک برقرار رکھنے کے لئے وہ اپنی جان دے بھی سکتے تھے اور کسی کی جان لے بھی سکتے تھے۔

"تم بیٹھو، امل۔ میں کھڑا رہ سکتا ہوں۔" اُنہوں نے امل کو واپس کرسی پر بٹھا دیا۔ اُن کا لہجہ بہت نرم تھا۔ یہ لہجہ صرف امل کے لئے نرم ہوا کرتا تھا۔

"مگر..." امل نے کچھ کہنا چاہا مگر بابا کی نظریں خود پر پا کر خاموش ہو گئی۔ وہ جانتی تھی کہ

اُس کے بابا اس کی موت کو بھی اپنے نصیب میں لکھنے سے نہیں گھبرائیں گے۔اُس کے لئے جگہ چھوڑنا تو چھوٹی سی بات تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

گھر پہنچتے ہی احد اور مائرہ دونوں تھک کر صوفے تک پہنچے۔مائرہ نے اپنے بیگ کو اُتارا اور سامنے رکھے میز پر پھینکا۔احد نے جُھک کر جوتوں کے تسمے کھولے اور پیروں کو آزاد کیا۔ مائرہ نے سر پیچھے کو ٹِکا لیا جبکہ احد سیدھا بیٹھا تھا۔دونوں کے چہروں پر بے بسی اور تھکن کی جھلک تھی۔فریدہ بیگم فون پر اُن سے ساری صورتحال سن چُکی تھیں اور اب چور کو لعن طعن کرنے میں مصروف تھیں۔

"یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟"فریدہ بیگم کی آواز میں غصہ اور مایوسی تھی۔

"فریدہ،غصہ کرنے سے کیا فرق پڑے گا؟"آسیہ بیگم نے نرمی سے کہا۔وہ ہمیشہ کی طرح صبر سے حالات کا مقابلہ کر رہی تھیں۔

"تم لوگوں کو چور کو ڈھونڈنا چاہیے تھا،اتنی جلدی کہاں جا سکتا تھا وہ۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احد نے سر گُھمایا اور ماں کو دیکھا۔

"ماں، ہم نے بہت ڈھونڈا مگر وہ ہمیں نہیں ملا۔ ہم نے ایئر پورٹ کے سیکیورٹی آفیسرز سے بات کی ہے۔"

فریدہ بیگم کی پریشانی میں تنکے برابر بھی کمی نہیں آئی تھی۔ وہ بس ادھر سے اُدھر ٹہلے جا رہی تھیں۔ دایاں ہاتھ کمر پر رکھا تھا اور بایاں ہاتھ ناک پر رکھے گہری سوچ میں گُم تھیں۔

"اللہ ہی بہتر کرے، اُنہوں نے کیا کہا؟"

احد نے ایک نظر مائرہ کو دیکھا۔ وہ ابھی تک آنکھیں موندیں پڑی تھی۔

"جی، انہوں نے کہا ہے کہ اگر کچھ ملے گا تو فوراً اطلاع دیں گے مگر ابھی کچھ کہنا مشکل ہے۔"

مائرہ نے آنکھیں کھولیں اور سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"ابھی کچھ نہیں ہو سکتا بس صبر رکھو۔ اللہ پر بھروسہ رکھو، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" آسیہ بیگم کا چہرہ اب بھی پرسکون نظر آ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ابھی ہم آرام کر لیں، بہت تھک گئے ہیں۔" احد نے مدھم آواز میں کہا۔ وہ ابھی مزید اِس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے پیروں میں جوتے ٹکائے اور ایڑیوں کے بل چلتے کمرے تک پہنچا۔ مائرہ بھی اُٹھی، ٹیبل سے بیگ اُٹھایا اور احد کے پیچھے چل دی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ دروازے کے قریب رُک کر خاموشی سے احد کو دیکھنے لگی۔ وہ بیڈ کے ایک کونے میں پریشان بیٹھا تھا اور سر جُھکا رکھا تھا۔ جوتے دروازے کے ساتھ ہی دیوار کے قریب پڑے تھے۔ احد نے سر اُٹھا کر مائرہ کو دیکھا مگر بولا کچھ نہیں۔ پھر جگہ سے اُٹھا اور ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھ گیا۔ بائیں کلائی سے گھڑی اُتاری اور ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی۔ دروازے کی جانب آیا، جرابیں کھینچ کر اُتاری اور اُن کو جوتوں پر پھینکا۔ قریب رکھی چپل پہنی اور باتھ روم کی جانب بڑھنے لگا۔

"احد پریشان ہونے سے اِس مسئلے کا حل نکل آئے گا کیا؟" مائرہ کی آواز نے اُس کو روکا تھا۔ وہ مُڑا اور اس نے مائرہ کو دیکھا۔ اب وہ بیڈ کے قریب پہنچ چکی تھی۔

"میری ہی غلطی ہے، مجھے بیگ کو یوں غیر محفوظ نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔"

مائرہ نے اُس کے قریب پہنچ کر اُس کا ہاتھ تھاما۔

"ہم دونوں جانتے ہیں کہ غلطی میری ہی تھی۔ تم میرے لئے پانی لینے گئے تھے، اُسے میرے حوالے کر کے۔ اگر میں اُس کا دھیان رکھتی تو ایسا نہ ہوتا... آئی ایم سوری۔"

مائرہ نے نظریں جُھکا لیں اور لبوں سے اعتراف کیا۔

احد نے گہری سانس لی۔ نظریں اب بھی مائرہ کے چہرے پر جمی تھیں۔

"تمہاری غلطی نہیں ہے، مائرہ۔ خود کو قصوروار نہ ٹھہراؤ۔ نیا پاسپورٹ بننے میں بس ایک مہینہ لگے گا۔"

وہ مائرہ کی ندامت محسوس کر چکا تھا۔ اس لئے بات کو نیا رُخ دے رہا تھا۔

"میں بھی تمہیں یہی کہہ رہی ہوں کہ تمہارا قصور نہیں ہے۔ خود کو غلط نہ کہو۔ بس اتنا سمجھ لو کہ اِس میں ہمارے لیے کوئی بہتری ہی ہو گی۔ ہماری قسمت میں یہ سفر نہیں لکھا تھا۔"

"شاید تم صحیح کہہ رہی ہو۔"

"اب اُداسی ختم کر اور جلدی سے موڈ فریش کر کے باہر آؤ۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔" مائرہ

نے مسکرا کر اُس کی طرف دیکھا اور نرمی سے کہا۔ احد بھی اُسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"تم بھی تھکی ہو گی۔"

"نہیں۔ تمہیں مسکراتا دیکھ کر میری تھکاوٹ اُتر گئی ہے۔"

"اب تو میری بھی اُتر گئی۔" حد نے اُس کی طرف دیکھا اور آنکھوں میں ہلکی سی چمک لئے کہا۔ مائرہ نے اُس کے بعد کچھ نہیں کہا اور باہر نکل آئی۔ احد بھی سر جھٹک کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

"بات سنو۔" رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ چکے تھے۔ مائرہ اپنی جگہ پر آرام سے بیٹھی تھی اور احد بازو سر کے نیچے رکھے اُسے دیکھ رہا تھا۔ کچھ لمحے یونہی گزر پھر اُس نے ہلکی سی کھنکھار کر مائرہ کو مخاطب کیا۔

"جی؟" اُس نے ذرا سا چونک کر جواب دیا۔

احد نے ایک گہری سانس لی جیسے کوئی بہت اہم اعلان کرنے والا ہو۔ پھر ہلکی مسکراہٹ

کے ساتھ ڈرامائی انداز میں بولا،"آئی لو یو۔"

مائرہ نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔چند لمحے توقف کیا جیسے کچھ سوچ رہی ہو،پھر کندھے اُچکا کر بے حد سادے انداز میں جواب دیا۔

"آئی نو۔"

احد نے ایک دم آنکھیں چھوٹی کر لیں جیسے یقین نہ آیا ہو کہ یہ جواب ملا ہے۔

"کبھی تو می ٹو بول دیا کرو یار۔"اُس نے مایوسی سے کہا۔

"اگلی بار پکا۔"مائرہ نے بے اختیار ہنسی روکنے کے لیے لب بھینچ لیے،پھر بڑی معصومیت سے بولی۔

"آئی لو یو۔"احد نے موقع غنیمت جانا۔

مائرہ نے ایک لمحے کے لیے اُسے دیکھا پھر شرارت سے مسکرانے لگی۔

"آئی لو می ٹو۔"

احد نے بے یقینی سے اسے دیکھا پھر تکیہ اُٹھا کر اس کی طرف اچھال دیا۔

"مائرہ! کبھی سیدھے طریقے سے بھی جواب دے دیا کرو!"وہ جھنجھلا کر بولا۔

مائرہ نے تکیہ واپس اُس کے سر پر مار دیا۔

"ایک دن تو تمہارے منہ سے 'آئی لو یو ٹو' سن کر رہوں گا...دیکھ لینا!"احد نے لہجہ دھمکی آمیز بنایا۔

"دیکھتے ہیں،وہ دن کب آتا ہے۔"مائرہ نے چیلنج کیا اور بیڈ سے اُتر کر جانے لگی۔

"رکو!"احد نے تیزی سے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اب کیا؟"مائرہ نے مصنوعی بیزاری سے کہا۔

"آئی لو یو۔"

"پھر کبھی،احد صاحب!"مائرہ نے ہلکا سا جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چھڑایا پھر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

باتھ روم سے وہ نکلی تو سائیڈ ٹیبل پر پڑا اپنا فون اُٹھا کر دیکھنے لگی،سامنے کسی نامعلوم نمبر سے آیا میسج جگمگا رہا تھا۔مائرہ جانتی تھی کہ یہ میسج کس کا ہے۔ائرپورٹ پر بیٹھے اُس نے مائرہ سے اُس کا نمبر لے لیا تھا۔

"ہیلو،اِٹس می امل۔"

میسج پڑھتے ہی مائرہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"ہیلو۔"

مائرہ نے جواب دیا تو فوراً ہی امل نے اُسے کال کر دی۔

"آپ لوگ کس ہوٹل میں ٹھہر رہے ہیں۔"سلام کرنے کے بعد اُس نے پوچھا۔

"ہم اِس وقت اپنے گھر پر ہیں۔"مائرہ نے مختصر جواب دیا اور ساتھ ہی ساری صورتحال بھی بیان کر دی۔

"اوہو،آپ مجھے بتاتی۔شاید میرے بابا آپ کی مدد کر سکتے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مائرہ نے ایک نظر سامنے بیٹھے احد کو دیکھا۔ وہ بھی دلچسپی سے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اُس وقت بہت کم وقت رہ گیا تھا ہمیں کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔"

"اچھا آپ ایسا کریں کہ میرا نمبر محفوظ کر لیں۔ میں واٹس ایپ پر ابھی آپ کو ایک ایپ کا لِنک بھیجتی ہوں۔ آپ وہ ڈاؤنلوڈ کریں۔" اتنا کہہ کر اُس نے فون بند کر دیا۔

فون بند ہوا تو بھی احد خاموش ہی رہا۔ جیسے مائرہ کے بتانے کا انتظار کر رہا ہو۔

"امل تھی، وہ لڑکی جو ہمیں ائرپورٹ پر ملی تھی۔"

"اچھا۔ اِس کا باپ ویسے عجیب سا انسان تھا۔" بے ساختہ اُس کے منہ سے نکلا۔

"وہ کیسے؟" مائرہ نے بیڈ پر اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا۔ اس وقت دونوں کے درمیاں تکیے کی دیوار حائل تھی۔

"بس مجھے بہت نیگیٹو وائب آئی اُس سے۔"

"امل تو بہت اچھی تھی، میری تو دوستی بھی ہو گئی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احد نے حیرت سے اُسے دیکھا۔

"تم لڑکیوں کا بھی ٹھیک ہے،ایک منٹ میں دوستی ہو جاتی ہے۔"

"حالانکہ یہ بات لڑکوں کے لئے کہی جاتی ہے۔"

"مگر ایپلائی لڑکیوں پر ہوتی ہے۔"

مائرہ اب ایپ کو ڈاؤنلوڈنگ پر لگا رہی تھی۔احد بھی اُس کے قریب جُھکا،درمیان میں موجود تکیے پر اپنی کہنی ٹکائی اور مائرہ کو دیکھنے لگا۔

"ایپلائی سب پر ہی ہوتی ہے بس میرے شوہر کو چھوڑ کر۔"

"میرے لئے تم کافی ہو نا۔"

"اور جب میں نہیں تھی؟"

"تب میں بھی نہیں تھا۔"

"اور جو 24 سال تم نے پہلے گُزارے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تب بھی تم ہی تھی۔"

"میں ہی کیسے؟"

"تم تھی نا،بات ختم۔"

"ارے ایسے کیسے بات ختم..."ابھی اُس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ اچانک ایک شخص اُسے یاد آ گیا۔

"تب مصطفٰی تھا نا۔"اُس نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"وہ تو اب بھی ہے۔"احد نے واپس اپنی جگہ پر لیٹتے جواب دیا۔

"تم بچپن سے اُس کے ساتھ ہو۔ کبھی بور نہیں ہوئے؟ میں نے جتنی بار تمہیں اُس سے بات کرتے دیکھا ہے،مجھے تو وہ بہت ہی بور نگ انسان لگا۔"اُس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"نہیں یار،وہ شروع سے ایسا نہیں تھا بس حالات ایسے ہو گئے۔ میں اُسے بہت سمجھاتا ہوں، یقین کرو اُسے سمجھا سمجھا کر میں خود آدھا تھیراپسٹ بن چکا ہوں مگر اُسے میری باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"اُس کی نظریں چھت پر جمی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم کیوں اُس پر اپنا وقت ضائع کرتے ہو؟" اُس کی آنکھیں احد کو دیکھ رہی تھیں۔ احد نے حیرت سے سر گھمایا اور مائرہ کو دیکھا۔

"وہ میرا بہترین دوست ہے مائرہ۔ تمہیں لگتا ہے کہ میں اُسے سمجھا کر اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں؟"

ذہن اُن پرانی یادوں کو تازہ کر رہا تھا جب وہ دونوں کالج میں اکٹھے رہا کرتے تھے۔ تب مصطفیٰ ایسا نہیں تھا۔

"جو لوگ نہیں مانتے اُن کو بار بار سمجھانا وقت کا ضیاع ہی کہلاتا ہے۔" وہ بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، احد کو دیکھنے کے لئے اُس نے سر کو جُھکا رکھا تھا۔

"مائرہ، مٹی چاہے جتنی بھی سخت کیوں نہ ہو۔ اگر اُس پر ایک ایک قطرہ بھی پانی گرتا رہے تو وہ نرم پڑ جاتی ہے۔ وہ بھی تو کبھی نہ کبھی سمجھ ہی جائے گا۔"

"کچھ لوگوں کے دل پتھر کے ہو جاتے ہیں۔ اُن پر ہماری باتیں اثر نہیں کرتیں۔"

"دیکھو، ہماری بات کہاں سے شروع ہو کر کہاں پہنچ گئی۔" اچانک غور کرنے پر احد نے

کہا اور ہلکا سا ہنس دیا۔

"تم اور مصطفٰی اتنے سالوں سے دوست ہو۔ کبھی اکٹھی کوئی تصویر نہیں بنائی؟" مائرہ نے تجسس سے پوچھا۔ یہ بات اُسے عجیب لگی تھی۔ اُس نے کبھی مصطفٰی کو نہیں دیکھا تھا۔

"اُسے تصاویر بنانا شروع سے پسند نہیں تھا۔" وہ لمحے بھر کو رُکا جیسے کوئی سوچ ذہن میں تازہ ہوئی ہو۔ "ہماری کالج میں چند اکٹھی تصویر تھیں مگر... مگر اُن تصاویر میں وہ بھی تھی اس لئے میں نے ڈیلیٹ کر دیں۔" احد بھی اُس کے برابر ہو کر بیٹھ گیا۔

مائرہ سمجھ چکی تھی کہ وہ کس کی بات کر رہا ہے۔ چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ مائرہ نے کچھ بولنے کا ارادہ کر کے لب کھولے ہی تھے کہ اُس کا فون تھرتھرانے لگا۔ اُس نے فون دیکھا۔ سامنے امل سلطان کالنگ لکھا آرہا تھا۔ جو احد بھی با آسانی پڑھ سکتا تھا۔

"پہلے اپنی نئی نویلی دوست سے بات کر لو۔" احد نے دھیرے سے کہا اور اپنا فون بھی اٹھا لیا۔ سامنے مصطفٰی کے چند میسجز شو ہو رہے تھے جن کا ابھی احد نے جواب نہیں دیا تھا پھر وہ اُن میسجز کا جواب دینے لگا۔

مائرہ نے فون اُٹھا کر کان سے لگایا۔

"وہ ایپ کر لی ڈاؤنلوڈ آپ نے؟"دوسری جانب سے پر جوش آواز سُنائی دی۔

"ہاں ہو گئی،اب آگے کیا کرنا ہے؟"مائرہ نے سوال کیا۔اُس کے بعد امل نے سارا سائن اپ کرنے کا طریقہ اُسے سمجھایا۔

"لو بن گیا۔"

"اب میں آپ کو یہاں سے اچھی اچھی سنیپس بھیجا کروں گی۔"امل نے خوشی سے کہا اور ایپ کی ساری سیٹنگ مائرہ کو سمجھائی۔

احد مصطفیٰ کو جواب دینے کے بعد اپنا فون سائیڈ پر رکھ چکا تھا۔نظریں پھر سے مائرہ کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"یہ کیا بات ہو رہی تھی،ایک منٹ والی دوست سے؟"فون بند ہوتے ہی احد نے مائرہ سے پوچھا۔

"یہی کہ ایک منٹ میں بندے کو کیسے مارا جاتا ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے تو کسی ایپ کا سُنائی دیا۔"

"وہ اُس نے ایک بتائی، تم بھی ڈاؤنلوڈ کر لو۔" مائرہ نے عام سے انداز میں جواب دیا۔

"اب اُس نے ایپ کو سپانسر کرنے کا کام تمہیں سونپ دیا؟" احد نے جل کر کہا۔

"اچھا نہ کرو۔"

"اب تو میں کروں گا نام بتاؤ۔" احد نے فوراً سیدھا ہوتے جواب دیا۔

مائرہ نے اُسے ایپ کا نام بتایا۔ اور اُس کے پاس کھسک گئی، جس سے وہ اُس کے موبائل کو دیکھ سکے۔ اب اُس نے نرمی سے احد کا بازو تھام رکھا تھا اور سر احد کے سر سے جُڑا تھا۔

"اِس سے ہو گا کیا؟"

"ایک دوسرے کو تصویریں بھیجیں گے تو ہمارا نمبر کاؤنٹ ہو گا۔" مائرہ نے اُسے وہ سب بتا دیا جو امل نے اُسے بتایا تھا۔

"کتنا کوئی فضول کام ہے ویسے۔" احد نے تبصرہ کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہے تو۔"مائرہ نے بھی حامی بھری اور دونوں ہنس دیے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

فریدہ بیگم لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ صبح کی دھوپ پردوں سے چھن کر آتی ہوئی ان کے چہرے پر نرم روشنی ڈال رہی تھی۔ وہ روزمرہ کی عادت کے مطابق اخبار پڑھ رہی تھیں۔ اُن کے قریب ہی اُن کی بہن آسیہ بھی بیٹھی تھیں۔

صفحہ پلٹتے ہوئے اچانک ان کی نظر ایک سرخی پر رُک گئی۔

"سلطان بیگ شہر کے سب سے کامیاب صنعتی شخصیت۔ اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہو گئے۔"

نیچے کی تصویر میں سلطان بیگ مسکراتے ہوئے اپنی بیوی اور ایک نوجوان لڑکی کے ساتھ نظر آرہے تھے جو بلاشبہ ان کی بیٹی تھی۔ جیسے ہی اُن کی نظر سلطان بیگ کی تصویر پر پڑی ان کا دل ایک لمحے کے لیے رک سا گیا۔ ایک لمحے کو ایسا لگا جیسے وقت تھم گیا ہو اور اُن کا پورا ماضی اُن کے سامنے آ گیا ہو۔ ان کا چہرہ ساکت ہو گیا۔ اور ان کے ہاتھ میں پکڑے اخبار کی

گرفت سخت ہو گئی۔اُن کے دل میں مایوسی کی ایک لہر اُٹھی۔

"کیا ہوا؟"اُن کی بہن نے بطور اُن کا چہرہ دیکھتے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔"فریدہ بیگم نے بات ٹالی۔

"دکھاؤ ذرہ۔"اُنہوں نے فریدہ بیگم کے ہاتھ سے اخبار لے لیا۔اور کچھ سیکنڈز دیکھنے کا بعد پھر سے فریدہ بیگم کو مخاطب کیا۔

"اِس میں غصہ ہونے والی کیا بات ہے؟"اُنہوں نے نرم لہجے میں سوال کیا۔

"میں غصہ نہیں ہوں،مایوس ہوں کہ میں نے ایک غلط شخص کا انتخاب کیا تھا اور جب بھی میں آگے بڑھنے لگتی ہوں تو پھر کہیں نہ کہیں سے اُس کی شکل میرے سامنے آجاتی ہے۔" اُنہوں نے بمشکل الفاظ ادا کیے۔

"اُس سے شادی کرنے کا فیصلہ تمہارا تھا اور تم نے وقت کے ساتھ ہی اپنی غلطی کو سُدھار لیا۔ صرف اِسی لیے کہ تم ذہنی طور پر اذیت سے بچ سکو۔"آسیہ بیگم نے اُنہیں سمجھانا چاہا۔

احد جو کمرے سے نکل کر لاؤنج کی طرف آرہا تھا وہی رُک کر اُن کی باتیں سُننے لگا۔

"تم نے ساری زندگی خود کو مضبوط رکھا ہے، ابھی بھی تمہیں مضبوط رہنا ہے۔" آسیہ بیگم نے اخبار ٹیبل پر اُچھالا۔

احد نے دور سے اُس اخبار کو دیکھا، اس کی نظریں تصویر اور نام پر ٹھہر سے گئی۔

"سلطان بیگ۔" ساتھ میں ایک تصویر، جس میں وہ، صبا اور امل دکھائی دے رہے تھے۔

"میں کبھی کمزور نہیں پڑی، تب بھی نہیں جب اُس شخص کو چھوڑا تھا اور آج بھی نہیں۔" اُن کے لہجے میں سنجیدگی جھلک رہی تھی مگر آنکھیں خالی محسوس ہو رہی تھیں۔

"تو اُسے اپنی بیوی بچوں کے ساتھ عمرہ پر جاتا دیکھ کر تمہیں بُرا کیوں لگا؟"

"مجھے بُرا نہیں لگا۔ بلکہ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ جو ہوتا ہے وہ اچھے کے لئے ہی ہوتا ہے۔ اُن کی فلائیٹ بھی اُسی دن کی ہی تھی جس دن احد اور مائرہ کی فلائیٹ تھی۔ میں کبھی نہیں چاہتی کہ احد اور اُس کے باپ کا سامنا ہو۔"

احد کے دماغ میں ایک ساتھ کئی یادیں آنا شروع ہو گئی، سب کچھ جُڑنا شروع ہو گیا۔

وہ بھاری ہاتھ، وہ روکھا لہجہ، وہ چوری، وہ فلائیٹ کا مِس ہو جانا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے

سامنے پڑے اخبار کو دیکھ رہا تھا۔

وہ چوری اتفاقاً نہیں ہوئی تھی، بلکہ سلطان بیگ کے کہنے پر ہوئی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ احد اُس کے ساتھ سفر کرے۔

تو اِس کا مطلب... اِس کا مطلب کہ وہ جانتا تھا کہ احد اُس کا بیٹا ہے۔ وہ احد پر نظر رکھے ہوئے تھا اور یہ بات وہ کبھی محسوس نہ کر سکا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

احد نے پچھلے پندرہ دن گن کر گُزارے تھے۔ وہ سلطان بیگ سے خود بات کرنا چاہتا تھا مگر جب تک وہ عمرہ سے واپس نہیں آجاتے، وہ اُن سے براہ راست بات نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنی زندگی کے سارے سوالات کا جواب اُس شخص سے چاہتا تھا جو اُس کا باپ تھا۔ خاص طور پر وہ اذیتیں جو اُس نے اس کی ماں کو دی تھیں۔ مائرہ کو امل سے بات کرنے سے اُس نے منع نہیں کیا تھا کیونکہ اِس سے وہ مزید سوال پوچھتی، جن کا جواب ابھی احد اُسے نہیں دے سکتا تھا۔ ان پندرہ دنوں میں امل اور مائرہ کی اچھی دوستی ہو چکی تھی۔

آج وہ ایک دفعہ پھر سلطان بیگ کے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا اور گارڈز کے ساتھ بحث کر رہا تھا۔ گارڈز اُسے دروازے سے آگے بڑھنے نہیں دے رہے تھے مگر وہ اپنی جگہ پر ڈٹا ہوا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں غصہ جھلک رہا تھا۔ اُس کے دماغ میں صرف ایک ہی سوچ چل رہی تھی کہ سلطان بیگ کو جواب دینا ہو گا۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور سلطان بیگ کی آواز سنائی دی، "اسے اندر آنے دو۔"

گارڈز نے فوری طور پر راستہ دیا اور اُسے اندر جانے کی اجازت دی۔ جیسے ہی وہ اندر آیا، اُسے یہ محسوس ہوا جیسے ایک طوفان کا سامنا ہونے والا ہو۔ ایک لمحے کے لیے اُس نے سلطان بیگ کی آنکھوں میں دیکھا وہاں صرف سرد مہری اور لاپرواہی تھی۔

چند لمحے دونوں خالی خالی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ احد کی آنکھیں اُس کے غصے، بے بسی اور تجسس کا عکس دکھا رہی تھیں۔

"تم یہاں تک پہنچے ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں معلوم ہو گیا ہے۔" سلطان بیگ نے اُس کے دروازے کے اندر آنے کے بعد کوئی رسمی سلام نہیں کیا بلکہ سیدھا کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احد کا چہرہ سخت اور غصے سے بھرا ہوا تھا۔ اُس کے اندر اتنی آگ تھی کہ وہ کسی بھی لمحے پھٹ سکتا تھا۔

"کیوں کیا آپ نے ایسا؟" اُس نے سلطان بیگ کی طرف قدم بڑھائے۔

"کیا کیا میں نے؟" اُنہوں نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔

"کیوں کیا آپ نے میری ماں کے ساتھ ایسا؟ اگر اتنا ہی مسئلہ تھا، تو شادی کر کے اُن کی زندگی برباد کیوں کی؟ آپ تو اُنہیں چھوڑ گئے، مگر میرے نام کی بیڑی اُنہیں پہنا گئے۔ اور پھر کبھی خبر تک نہیں لی کہ ہم زندہ بھی ہیں یا نہیں۔"

سلطان بیگ نے اُس کی باتوں کو بیزاری سے سنا پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُسے غصے سے دیکھا اور کہا، "مجھے تمہارے اور تمہاری ماں میں نہ کبھی کل کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی آج۔ تم لوگ اپنی زندگی جیو اور مجھے میری زندگی جینے دو۔"

"مگر مجھے ہے آپ میں اور آپ کے گھر والوں میں دلچسپی۔ اگر میں یہاں تک پہنچ سکتا ہوں تو آپ کے بچوں تک بھی پہنچ سکتا ہوں۔" احد کا لہجہ تلخ تھا۔

"اور میں تمہیں اتنی آسانی سے پہنچنے دوں گا؟ ہونہہ! نکلوں یہاں سے، اس سے پہلے کہ مجھے گارڈز کو بُلانا پڑے۔" اُنہوں نے غصے سے کہا۔

"تم مجھ تک اِس لئے پہنچے کیونکہ میں نے تمہیں پہنچنے دیا۔ ورنہ اِس گھر کی دہلیز پار کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔"

"آپ مجھ پر نظر کیوں رکھے ہوئے تھے؟" احد نے ایک اور سوال کیا۔

"تاکہ تمہیں خود سے دور رکھ سکوں، یہ ہماری پہلی اور آخر ملاقات ہوگی۔" اُنہوں نے جواب دیا۔

احد کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا لیکن اس نے اپنی جگہ کھڑا رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ سلطان بیگ سے اپنی ماں کی اذیت کا حساب لینے آیا تھا اور وہ اس وقت تک واپس نہیں جائے گا جب تک کہ وہ اس کا جواب نہ دے۔

"مجھے اِس بات کا جواب چاہیے کہ آپ نے میری ماں کو کیوں چھوڑا۔" اُس نے اٹل سوال کیا۔

"میں نے تمہاری ماں کو نہیں چھوڑا۔" اُنہوں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"جھوٹ کہہ رہے ہیں آپ۔" اس کے لہجے میں سختی تھی مگر دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو چکی تھی۔ آنکھیں سامنے کھڑے شخص کے چہرے پر جمی تھیں۔

"میں نے اُسے نہیں، اُس نے مجھے چھوڑا تھا۔ یقین نہیں تو اُسی سے جا کر پوچھ لو۔" سلطان بیگ کے دو ٹوک الفاظ کسی خنجر کی طرح احد کے دل میں اترے۔

یہ جواب تھا؟ یہی وہ حقیقت تھی جسے جاننے کے لیے وہ یہاں آیا تھا؟ احد کا دماغ قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس آدمی کی آنکھوں میں جھوٹ نہیں تلاش کر سکا۔ ایک پل کے لیے اس کے قدم وہیں جم گئے جیسے زمین نے اس کے پیروں کے گرد زنجیریں ڈال دی ہوں۔

باب ۶: آئینے کے اُس پار۔

سلسلے توڑ گیا وہ سبھی جاتے جاتے

ورنہ اتنے تو مراسم تھے کہ آتے جاتے

کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی پھیل چکی تھی۔ کھڑکی کے پردے ہلکی ہوا کے ساتھ ہل رہے تھے اور باہر سے پرندوں کی چہچہاہٹ سنائی دے رہی تھی۔ مائرہ کرسی پر بیٹھی ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھے احد کو دیکھ رہی تھی جبکہ وہ سو رہا تھا مگر اس کی سانسوں کی روانی معمول کے مطابق تھی۔ کمرے میں خاموشی تھی اور مائرہ کا دل بے حد پُرسکون تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی اور وہ چونک گئی۔

"بیٹا، ناشتہ تیار ہے۔" فریدہ بیگم نے دروازے سے جھانک کر کہا۔

مائرہ نے مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا مگر اس کی آنکھوں میں نیند کی سرخی واضح تھی۔ یہ اُس

کی نئے گھر میں پہلی رات تھی اور وہ سو نہیں سکی تھی۔

"میں آتی ہوں۔"

"احد کی طبیعت کیسی ہے؟"فریدہ بیگم نے کمرے میں داخل ہو کر بیڈ کی طرف دیکھا۔

"وہ ابھی سو رہا ہے مگر پہلے سے بہتر ہے۔"مائرہ نے ہولے سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم آجاؤ،میں نے ناشتہ لگوا دیا ہے۔"

"جی،میں آرہی ہوں۔"مائرہ نے احد کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

فریدہ بیگم باہر نکلیں تو ان کی نظریں ہاشم کے کمرے کی طرف گئیں۔دروازہ بند تھا۔وہ ایک نظر اُس پر ڈال کر آگے بڑھ گئیں۔

ہاشم کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔اس کی آنکھوں کے نیچے ہلکے نمایاں تھے۔رات بھر کروٹیں بدلنے کے بعد بھی وہ ایک لمحہ سکون سے سو نہ سکا تھا۔اس کے ذہن میں پچھلی رات کے تمام لمحے گھوم رہے تھے۔

مائرہ کی اس کے باپ کے لیے نفرت، احد کی حالت اور سب سے بڑھ کر وہ حقیقت جو سب کچھ بدل سکتی تھی۔ اس نے گہری سانس لی اور اپنا سر دیوار سے اٹکا دیا۔ یہ سب جتنا باہر سے معمولی لگ رہا تھا اندر سے اتنا ہی طوفانی تھا۔

فریدہ بیگم نے ناشتے کی میز پر نظر دوڑائی۔ اُنہوں نے باورچی کی مدد سے ناشتہ تیار کر لیا تھا۔ گرم گرم پراٹھے، انڈے، چائے، اور احد کے لیے ہلکی غذا۔

تھوڑی دیر بعد مائرہ ڈائننگ ٹیبل پر آتی دِکھائی دی۔ فریدہ بیگم وہیں بیٹھی اُن کا انتظار کر رہی تھیں۔ آج بھی صرف وہ دونوں ہی ٹیبل پر بیٹھی تھیں، پچھلے دو سال کی طرح۔

"مصطفیٰ ابھی تک نہیں اُٹھا؟" کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہی اُسے مصطفیٰ یاد آیا۔

"نہیں۔ شاید وہ سو رہا ہے۔" فریدہ بیگم نے سرسری انداز میں بتایا۔

"اچھا؟ میں دیکھتی ہوں۔"

وہ فوراً کرسی پیچھے کو دھکیلتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ کرسی نے آواز کی فریدہ بیگم نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

"تم تو ناشتہ کر لو۔"

"میں دو منٹ میں آ رہی ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ ہاشم کے کمرے کی طرف بڑھی۔

دروازے پر دستک ہوئی تو ہاشم زرا چونکا۔

"رکیں میں آتا ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ دروازے کی طرف گیا۔

ہاشم نے دروازہ کھولا اور سامنے مائرہ کو کھڑا دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔

"آپ اتنی صبح یہاں کیا کر رہی ہیں؟" اُس نے پوچھا اور ایک سائیڈ ہٹ گیا تاکہ مائرہ اندر آسکے۔

"تم ناشتہ کرنے نہیں آئے تو میں نے سوچا پوچھ لوں۔ اگر تمہیں باہر آنے میں کوئی مسئلہ ہے تو میں یہاں بھجوا دیتی ہوں تمہارا ناشتہ۔" اُس نے ہاشم کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں، مجھے بھوک نہیں ہے۔" ہاشم نے کہا اور رخ موڑ لیا اور پھر سے کھڑکی کے اس پار کا منظر دیکھنے لگا۔ چند لمحے خاموشی سے گزر گئے تو ہاشم کو لگا کہ وہ جا چکی ہے۔ جیسے ہی وہ پلٹا تو مائرہ سامنے کھڑی ابھی تک اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم پریشان ہو؟"مائرہ نے الجھتے ہوئے پوچھا۔وہ معمولی سا ہنس دیا۔

"چہرہ دیکھ کر پریشانی کا علم ہو جاتا ہے؟"

مائرہ نے ہاتھ باندھے اور سنجیدگی سے اس کو دیکھا۔آنکھیں سمیٹیں، پھر پوری کھولیں۔جیسے ہر طریقے سے سامنے کھڑے شخص کا جائزہ لے رہی ہو۔

"نہیں ہوتا۔"وہ خود بھی ہنس دی۔ہاشم بھی اب اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کچھ لوگوں کو ہو جاتا ہے مگر مجھے نہیں ہوتا۔اس لئے تم سے پوچھ رہی ہوں۔تم خود ہی بتا دو۔"

"میں..."وہ لمحے بھر کو رُکا پھر گہری سانس لی۔"میں گھر جانا چاہتا ہوں۔"

"کیوں؟"بے اختیار مائرہ کے لبوں سے پھسلا۔ہاشم نے حیرت سے اس کو دیکھا جیسے پوچھنا چاہتا ہو کہ اس "کیوں" کا کیا مطلب۔

"میرا مطلب تھا کہ ابھی ہی تو احد ہوش میں آیا ہے، تمہیں کچھ دن رُکنا چاہیے۔"مائرہ نے کہا۔ہاشم نے کوئی جواب نہیں دیا اور رُخ پھر سے موڑ لیا۔

"کیا آج ہی چلے جاؤ گے؟"مائرا ایک بار پھر مخاطب ہوئی۔ہاشم نے گردن موڑ کر مائرہ کو دیکھا اور ایک طنزیہ مسکراہٹ لبوں پر طاری کی۔

"ابھی کچھ دن یہیں ہوں، آپ بے فکر رہیں۔"اُس نے نرمی سے کہا۔مزید چند منٹ گفتگو کر کے مائرہ کمرے سے نکل آئی۔واپس کرسی پر بیٹھتے اُس نے خاموشی سے اپنے کپ میں چائے ڈالی اور ناشتہ شروع کیا۔

"جاگ رہا تھا وہ؟"فریدہ بیگم نے مائرہ کو دیکھتے سوال کی۔

"جی، لیکن اُسے بھوک نہیں تھی۔"مائرہ نے مختصر جواب دیا۔اُن کو یہ نہیں بتایا کہ وہ واپس جانا چاہتا تھا۔کیونکہ اُس کو لگا تھا کہ شاید مائرہ کے رُکنے سے وہ رُک چکا ہے۔

"امی مجھے آج تھوڑی دیر کے لئے ریسٹورنٹ بھی جانا ہے، میں اتنے دنوں سے جا ہی نہیں سکی۔نا جانے وہاں کیا چل رہا ہو گا۔"چند لمحے بعد مائرہ بولی۔

"تمہارے ورکرز سنبھال تو رہے ہیں اچھے سے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"فریدہ بیگم نے چائے کا گھونٹ بھرا، پھر جواب دیا۔

"مجھے اُن پر بھروسہ ہے کہ وہ اچھے سے سنبھال رہے ہوں گے۔ مگر پھر بھی اپنی تسلی کے لئے میں ایک بار جا کر دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"اکیلی ہی جاؤ گی؟" فریدہ بیگم نے پوچھا۔ "یا میں..."

"امی پہلے بھی تو میں اکیلی ہی جاتی ہوں، آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" مائرہ جانتی تھی کہ وہ کیا کہنے والی ہیں، اِس لئے پہلے ہی اُن کے سوال کا جواب دے دیا۔

"جیسے تمہیں ٹھیک لگے۔" اُنہوں نے کہا اور ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گئیں۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

دوپہر کی چمکتی دھوپ اپنے عروج پر تھی، کھڑکیوں سے چھن کر آتی روشنی پورے گھر میں سنہری چمک بکھیر رہی تھی۔ باہر درختوں کے پتّے ہلکی ہلکی ہوا میں سرسراتے، جیسے کسی انجان دُھن پر جھوم رہے ہوں۔ اندر ہلکی سی خاموشی تھی، بس کچن سے آتی برتنوں کی آوازیں اس سکون کو توڑ رہی تھیں۔

ہاشم اپنے کمرے سے نکلا۔ اس کے بال تھوڑے بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر ہلکی سی

سنجیدگی اور آنکھوں کے نیچے ہلکے گہرے تھے۔ وہ جیسے ہی دروازے سے باہر آیا، اُسے سامنے کچن میں مائرہ دکھائی دی۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہے ریسٹورنٹ سے واپس آئی تھی۔ وہ بھی اُسی جانب بڑھ آیا۔

"السلام علیکم!" مائرہ کو دیکھ کر ہاشم کی آواز میں وہی خوش مزاجی تھی جو ہمیشہ ہوتی تھی۔

"وعلیکم السلام۔" مائرہ نے پلٹ کر دیکھا اور ہلکا سا مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا کر رہی ہیں؟" وہ کچن کے دروازے سے ٹیک لگا کر بولا۔ نظریں دیگچی پر مرکوز تھیں۔

"احد کے لیے سوپ بنا رہی ہوں۔" اس نے چمچ رکھتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

"احد کیسا ہے؟" ہاشم نے سنجیدگی سے پوچھا جیسے کوئی اندر ہی اندر کسی سوچ میں گم ہو۔

"ٹھیک ہے، امی اس کے پاس ہیں۔" مائرہ چمچ ہلاتے ہوئے بولی۔

"اور آپ کیسی ہیں؟" ہاشم نے عام انداز میں پوچھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے کیا ہو گا بھلا؟" مائرہ نے ہلکا سا ہنس کر کہا۔ "تم بتاؤ کہ تم کیسے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہو؟"

"میں آپ کے سامنے ہوں۔" اُس نے خود کی جانب اشارہ کیا۔ مائرہ نے اُسے بغور دیکھا وہ ٹھیک لگ رہا تھا۔ اُس کے بعد ہاشم بغیر کچھ کہے سیدھا احد کے کمرے کی طرف بڑھ گیا، قدموں کی آواز ہلکی سی گونج پیدا کر رہی تھی۔

کچن میں کھڑی مائرہ نے ایک لمحے کے لیے دروازے کی طرف دیکھا وہ اُس سے دور جا چکا تھا۔ پھر نظر جھکا کر دوبارہ چمچ ہلانے میں مصروف ہو گئی۔ دیگچی سے اٹھتی بھاپ نے اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی بھر دی۔

جیسے ہی وہ احد کے کمرے کے دروازے پر پہنچا، ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ اندر سے دھیمی آواز میں کسی کی بات کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ فریدہ بیگم کی، جو شاید نرم لہجے میں اپنے بیٹے کو تسلی دے رہی تھیں۔ دروازہ مکمل طور پر بند نہیں تھا۔ فریدہ بیگم احد کے قریب بیٹھی تھیں اور احد نیم دراز انداز میں ان کو سن رہا تھا۔

ہاشم نے آہستگی سے دستک دی اور پھر بغیر انتظار کیے دروازہ دھیرے سے کھول کر اندر

داخل ہوا۔ کمرے میں ایک عجب سا سکون تھا۔ کھڑکی کے پردے آدھے کھلے تھے، باہر کی سنہری روشنی اندر آ رہی تھی، جو کمرے کو ایک نرم سی چمک دے رہی تھی۔ ہلکی ہلکی دوا کی خوشبو فضا میں تھی، جو اس بات کی گواہ تھی کہ احد کی صحت کا خاص خیال رکھا جا رہا تھا۔

"السلام علیکم!" ہاشم نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"وعلیکم السلام بیٹا، آؤ بیٹھو۔" فریدہ بیگم نے نظر اٹھا کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ احد نے بھی گردن موڑ کر اسے دیکھا، اُس کے چہرے پر اب بھی نقاہت کے آثار نمایاں تھے۔

"مجھے اب اپنے گھر واپس جانا ہو گا، آپ کی اجازت چاہیے۔" ہاشم نے ایک پل کے لیے دونوں کو دیکھا پھر نرمی سے بولا۔

مائرہ کے سامنے وہ رُکنے کی ہامی بھر چکا تھا مگر دل اب تک بے چین تھا۔ وہ رُکنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جلد از جلد جانا چاہتا تھا۔ احد کچھ بولنے ہی والا تھا کہ فریدہ بیگم نے فوراً ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا جیسے انہیں پہلے سے اندازہ ہو کہ ان کا بیٹا کیا کہنے والا ہے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" ان کے لہجے میں ہلکی سی حیرانی اور نرمی کا امتزاج تھا۔ "بیٹا، تم نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میرے بیٹے کے لیے اتنا کچھ کیا اور میں تمہیں یوں فوراً جانے دوں؟ تمہیں کچھ دن ہمارے ساتھ رُکنا ہو گا۔"

"آپ کی محبت کا شکریہ، مگر مجھے گھر بھی جانا ہے۔ وہاں بھی سب انتظار کر رہے ہیں۔" ہاشم ذرا جھجکا۔ فریدہ بیگم نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔

"بیٹا ہم بھی تو تمہارے اپنے ہی ہیں، ہے نا؟"

ہاشم خاموش ہو گیا، یہ جملہ بہت سادہ تھا مگر اس میں چھپی اپنائیت کا وزن وہ محسوس کر سکتا تھا۔

"دو دن تو رک جاؤ۔" فریدہ بیگم کی آواز میں ایک ماں کی محبت اور خلوص جھلک رہا تھا۔ "یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں زبردستی روک رہی ہوں، بس ایک ماں کی خواہش ہے کہ جو شخص میرے بیٹے کے لیے مسیحا بن کر آیا وہ کچھ دن اور یہاں ٹھہرے۔"

"جیسے آپ کہیں۔" ہاشم نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔ اب وہ کیا بحث کرتا۔

فریدہ بیگم کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ آ گئی۔ شاید یہ ایک چھوٹا سا مطالبہ تھا مگر

اس میں ان کی ممتا کی پوری شدت شامل تھی۔ کمرے میں اب خاموشی تھی مگر یہ خاموشی عجیب نہیں تھی۔ یہ وہ خاموشی تھی جو کسی ان کہے تعلق کی بنیاد رکھتی ہے۔ ایسا تعلق جو ناموں سے آزاد مگر احساسات میں مضبوط ہوتا ہے۔

اور ہاشم... کل رات سے اس کے ذہن میں بس ایک ہی خیال گردش کر رہا تھا کہ وہ صبح ہوتے ہی واپس چلا جائے گا۔ یہاں ٹھہرنے کا اب کوئی جواز نہیں تھا۔ جو ذمہ داری تھی وہ پوری ہو چکی تھی۔ جو احسان تھا وہ ادا ہو چکا تھا۔ احد اب بہتر تھا، فریدہ بیگم بھی مطمئن تھیں اور مائرہ... ہاں، مائرہ کو بھی اب اس کی ضرورت نہیں تھی۔

مگر نا جانے کیوں اس کے اندر ایک بے نام سا خلل تھا جیسے کسی چیز کی کمی ہو جیسے کوئی بات ادھوری رہ گئی ہو۔ اُسے لگ رہا تھا کہ مائرہ کبھی یہ نہیں جان پائے گی کہ وہ کون ہے اور وہ چاہتا بھی یہی تھا۔ اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی حقیقت اس کے سامنے کبھی نہیں لائے گا۔ اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ وہ اسے ایک عام انسان سمجھے، ایک اجنبی، ایک مددگار مگر اس کی حقیقت سے انجان رہے۔

یہ سب کچھ وہ صرف اس لیے نہیں کر رہا تھا کہ اسے اپنی حقیقت چھپانی تھی بلکہ اس لیے بھی

کہ وہ مائرہ کی نظر میں خود کو ایک دھوکے باز کے طور پر نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کے بارے میں کچھ ایسا سوچے۔

پہلے وہ خود کو تسلی دیتا رہا کہ یہ سب کچھ محض وقتی تھا، ایک عام سا اتفاق، ایک ایسی ملاقات جو زندگی کے ہجوم میں کہیں کھو جائے گی۔ مگر اب معاملہ صرف اتفاق کا نہیں تھا۔ اب اس کا سامنا ایک حقیقت سے تھا اور یہ حقیقت مائرہ سے اُس کا رشتہ گہرا کر رہی تھی۔

اب جب کہ وہ سب کچھ ختم کرنا چاہتا تھا، اپنے راستے جدا کرنا چاہتا تھا تو فریدہ بیگم کے الفاظ نے اسے ایک نئے امتحان میں ڈال دیا تھا۔

"دو دن تو رُک جاؤ۔"

یہ ایک عام سی بات تھی شاید ان کے دل میں خالص ممتا کی محبت بول رہی تھی۔ مگر ہاشم کے لیے یہ جملہ ایک نئے امتحان کی ابتدا بن گیا تھا۔

وہ رُک گیا تھا، مگر کیوں؟

یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسے جانا تھا پھر بھی وہ رک گیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ رکنا شاید اس کے اپنے اختیار میں نہیں تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

شام کے وقت احد نے ہاشم کو کمرے میں بلایا۔ کمرہ خاموش تھا، بس ہوا کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ باہر موسم تھوڑا سا بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ لیکن ہوا میں ایک ٹھنڈک تھی جو شام کی خاموشی کو اور بڑھا رہی تھی۔ چاندنی کی روشنی چمک رہی تھی اور احد کے کمرے کی کھڑکی سے نظر آنے والی رات کی سیاہی میں کہیں دور تک سورج کی روشنی کے دھبے نظر آ رہے تھے۔

"کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟" کمرے میں قدم رکھتے ہی ہاشم نے اُسے مخاطب کیا۔ احد نے سر اُٹھایا اور ہاشم کو دیکھا۔ ہاشم کی بھوری آنکھیں بھی اُس کے چہرے پر جمی تھیں۔ ہاشم نے نرمی سے قدم آگے بڑھائے اور اُس کے قریب آ گیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ تم ٹھیک ہو؟"

"جی میں بھی ٹھیک ہوں۔" اب وہ اُس کے قریب بیڈ پر بیٹھ چکا تھا۔

احد چند لمحے خاموشی سے ہاشم کو دیکھتا رہا۔ پھر نرمی سے سوال کیا۔"ہاشم،یہ جو آفس کا معاملہ ہے،اس کا کیا حال ہے؟"

"فہد رحمان اسے ہینڈل کر رہا ہے،احد بھائی۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"فہد رحمان؟"اُس نے سر اُٹھا کر ہاشم کو دیکھا۔

"جی۔"

"تم نہیں سنبھال رہے؟"احد نے الجھے انداز میں پوچھا۔

"میں کیسے سنبھال سکتا تھا؟مگر میں جا کر دیکھتا رہا ہوں،وہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دے گا۔"ہاشم نے نرمی سے کہا۔

"جب میں ہسپتال تھا،تب تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟حالانکہ ہماری آفس کو لے کر بات بھی ہوئی تھی۔"اُس نے تفتیشی انداز میں پوچھا۔

"مجھے مائرہ نے بتانے سے منع کیا تھا۔"

Clubb of Quality Content

"کیوں؟"اُس نے بے چینی سے پوچھا۔

"کیونکہ اُن کو لگا تھا کہ آپ آفس کے معاملے میں میرے علاوہ کسی پر یقین نہیں کریں گے اور بے چین رہیں گے۔"

"ہاشم..."احد نے ایک طویل خاموشی کے بعد پھر پکارا۔"مجھے کچھ ضروری فائلز چاہیں جو آفس میں ہیں۔تم ان کو لے آو،میں سارہ کو فون کر کے بتادوں گا۔"

"جی،میں صبح ہی لے آؤں گا۔"ہاشم نے فوراً جواب دیا۔احد ہاشم سے اور کچھ بھی کہنا چاہتا تھا مگر اس وقت اُس کا دماغ اسی بات میں اُلجھ چکا تھا کہ کوئی غیر اُس کا دفتر سنبھال رہا ہے۔ مگر اُس نے ہی تو کہا تھا کہ دوستوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے،اجنبی بہتر ہوتے ہیں۔اب ایک اجنبی کے ہاتھ میں اپنا سب کچھ دیکھ کر وہ کیوں گھبرا رہا تھا؟ کیوں چاہتا تھا کہ ایک دوست اُس کا دفتر سنبھالے؟

شاید...شاید وہ ایک بار پھر دوستی پر یقین کرنے لگا تھا۔

احد نے نظریں نیچے کر لیں اور پھر ایک پل کے لیے اپنی نظریں اوپر کیں۔جیسے وہ خود کو

تسلی دینے کی کوشش کر رہا ہو۔اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی۔وہ اندر سے بے چین تھا لیکن اس نے اپنے جذبات کو قابو کرنے کی پوری کوشش کی۔اُس کی نظر کمرے کی کھڑکی سے باہر کی طرف گئی،جہاں شام کی خاموشی اور ٹھنڈی ہوا نے پورے منظر کو ایک پراسرار سی خوبصورتی سے ڈھانپ رکھا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

"ماہ رخ کو بلایا کسی نے؟"ہمایوں خان اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے ڈنر کے میز کی طرف آ رہے تھے جب اُنہوں نے ملازمہ سے پوچھا۔

"جی سر کہہ دیا ہے اور بی بی آ رہی ہیں۔"وہ احترام سے کہہ کر کچن کی طرف چلی گئی۔اتنے میں سیڑھیوں سے کسی کے جوتوں کی آواز آئی جیسے وہ تیز تیز اترتا آ رہا ہو۔وہ آج سادہ کالے رنگ کے لباس میں ملبوس تھی۔چہرے پر میک اپ نہیں تھا مگر وہ ایسے ہی بہت پُروقار لگ رہی تھی۔

"السلام علیکم!مائی ڈیر ڈیڈ،کیسے ہیں آپ؟"وہ خوش مزاجی سے کہتی ہوئی آئی اور ہمایوں کے دائیں جانب والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"تمہارے ڈیڈ بہت اچھے ہیں، تم اپنے بارے میں بتاؤ۔" وہ کھانا اپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے بولے۔

"میں بہت اچھی ہوں بالکل آپ کی طرح۔"

"تمہاری ماں کب تک آ رہی ہے؟ شاید اس کی یہ میٹنگ کچھ زیادہ لمبی ہی چلی گئی ہے۔" اب وہ کھانا شروع کر چکے تھے۔

"آپ کی بیگم ہیں، ضرور ایکسپلور کر رہی ہوں گی بحرین۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔

"مجھے لگتا ہے اب اس کو بلا لینا چاہیے۔ تمہارے پروپوزل آ رہے ہیں اور میرا ایک دوست ہے، اس کا بیٹا امریکہ میں اپنی پڑھائی مکمل کر رہا ہے۔ ظاہر سی بات ہے اپنے باپ کی طرح بزنس ہی کرے گا... تو میں سوچ رہا تھا کہ..." ماہ رخ کے پلیٹ میں چلتے ہاتھ رکے تھے، اس نے فوراً ہمایوں خان کو ٹوکا۔

"بابا پلیز، مجھے شادی نہیں کرنی۔" اس نے بیزاریت سے کہا۔

"کیا مطلب؟... تمہیں شادی ہی نہیں کرنی؟"

"نہیں میرا مطلب کرنی ہے مگر ابھی نہیں...بابا سمجھیں نا.."وہ چڑ کر بولی۔اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اپنی بات ہمایوں خان کے سامنے کیسے رکھے۔

"کیا اس پرنسز کو کوئی پسند آگیا ہے؟"ہمایوں خان پھر سے پلیٹ میں چمچ چلانے لگے اور ایک نظر ماہ رخ پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"بابا...وہ..."ماہ رخ ان کی اچانک اس بات سے گھبرا سی گئی۔کوئی اس کو ایسے بھی سمجھ سکتا تھا؟،ماہ رخ حیران بھی ہوئی تھی۔

"کون ہے میری بیٹی کا پرنس چارم؟"وہ مسکراتے ہوئے بولے اور جوس گلاس میں ڈالنے لگے۔ماہ رخ نے بابا کے چہرے کے تاثرات کو دیکھا جس سے اس کو یہ تو پتہ چل گیا کہ ہمایوں خان اس کے ہر فیصلے کی قدر کرتے ہیں اور وہ بالکل نارمل ہیں۔اس نے یہ موقع غنیمت جانا۔

"بابا آپ کو ہاشم عمار خان کیسا لگتا ہے؟"اتنا کہہ کر اس نے اپنا سر میز پر جھکا دیا۔ہمایوں خان نے ایک نظر ماہ رخ کو دیکھا اور پھر ہنس دیے مگر کوئی جواب نہ دیا۔ماہ رخ نے تھوڑی

سی گردن اٹھا کر ہمایوں خان کو دیکھنا چاہا جبکہ وہ پہلے سے ہی اسے دیکھ رہے تھے۔

"مجھے ہاشم کبھی برا نہیں لگا تھا... تمہاری ماں کی طرح تمہاری پسند بھی لاجواب ہے۔" ہمایوں خان نے مسکراتے ہوئے کہا اور ماہ رخ کے بالوں کو سہلایا۔

"کیا سچ میں بابا!.... آئی لو یو بابا، آئی لو یو سو مچ۔ میں دینا کی سب سے لکی لڑکی ہوں بابا۔ مجھے خود پر رشک آرہا ہے۔" وہ خوشی اسے ہمایوں خان کے گلے لگ کر بولتی جا رہی تھی۔

"آئی لو یو ٹو میری جان۔ میں اپنے اختیارات کے اندر ہر چیز تمہارے نام کر سکتا ہوں۔ کیا ہاشم بھی تم میں..." "ماہ رخ نے ہمایوں خان کی بات پوری نہ ہونے دی کہ فوراً کرسی کھینچ کر بابا کے پاس کی اور اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

"بابا میں نہیں جانتی، میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ میں نے جب اس کو دیکھا تو پہلی بار مجھے ایسا لگا تھا کہ کوئی اور بھی ہے جو مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔" یہ سُن کر ہمایوں خان ہنسنے سے خود کو روک نہ سکے۔ وہ جانتے تھے کہ اُن کی بیٹی کس قدر خود پسند ہے۔ اگر وہ کسی اور کی تعریف کر رہی تھی، تو اس کا مطلب تھا کہ وہ واقعی اُس کو پسند کرتی ہے۔

"کیا یار بابا..."وہ خفگی سے بولی۔

"سوری بیٹا، تم اپنی بار جاری رکھو۔"

"وہ ہر لحاظ سے خوبصورت ہے۔ میں اس کے بارے میں سوچنے سے خود کو روک نہیں پائی۔ مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے بابا اور میں چاہتی ہوں کہ جب تک مجھے ہاشم کا جواب نہیں مل جاتا، تب تک آپ میری شادی کی بات نہ کریں۔"وہ سنجیدگی سے کہتے جا رہی تھی اور ہمایوں خان اس کو سُن رہے تھے۔

"محبت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے میری جان اور نہ ہی مجھے تمہاری پسند سے اعتراض ہے۔ تم ہاشم سے بات کرو۔ اگر وہ رضامند ہوتا ہے تو تم دونوں کے لیے اچھا ہے مگر اگر وہ انکار کرتا ہے تو تمہیں اس کے ہر فیصلے کی قدر کرنی ہو گی۔ جتنا اختیار تمہارے پاس ہے اتنا ہی اس کے پاس ہے۔ ہم کسی کو زبردستی خود کے ساتھ نہیں باندھ سکتے۔ اگر وہ تمہیں ریجیکٹ کرے تو تم اس کو آزاد کر دینا۔"وہ سانس لینے کو رُکے۔

"اس کے پیچھے بھاگنا نہیں ہے مگر مجھے اپنی بیٹی پر یقین ہے کہ وہ ہاشم کو فتح کر لے گی۔ تم

میں کوئی کمی نہیں ہے ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہو۔ میں تمہاری زندگی کے سب سے بڑے فیصلے کا اختیار تمہیں دیتا ہوں، جاؤ اور اس کو اپنی قسمت میں لکھوالو۔" وہ پیار سے کہتے جا رہے تھے اور ماہ رخ بغور ان کی ایک ایک بات کو اپنے دماغ میں حفظ کر رہی تھی۔

"جی بابا میں ایسا ہی کروں گی۔" اتنا کہہ کر وہ خوشی سے بھاگی اور سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

رات کا گہرا اندھیرا ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ چاروں طرف ایک عجیب سی خاموشی تھی، ایسی خاموشی جو سنائی دیتی ہے۔ گھر کے باہر درختوں کے پتّے ہوا کے نرم جھونکوں سے سرسرا رہے تھے، جیسے کوئی دھیرے دھیرے کوئی راز کہہ رہا ہو۔

دور کسی گلی کے کونے پر کوئی آوارہ کتا بھونکا اور پھر سب کچھ دوبارہ ساکت ہو گیا۔ چاند بادلوں میں چھپتا جا رہا تھا۔

گھڑی کی سوئیاں ایک ایک لمحے کو کاٹ رہی تھیں لیکن اس کی ٹک ٹک اس رات کی خاموشی

میں اور بھی واضح سنائی دے رہی تھی۔

اچانک بجنے والے فون نے اُس کی نیند میں خلل پیدا کیا تھا۔اُس نے ہڑبڑا کر نام دیکھے بغیر فون کان سے لگایا۔

"ہیپی برتھ ڈے سرگم کے بادشاہ۔ ہمیشہ خوش رہو اور جلدی سے واپس آجاؤ،ہم سب تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔"دوسری جانب سے نور کی پرجوش آواز سُنائی دی۔ایک نرم سی مُسکراہٹ ہاشم کے لبوں پر بکھر گئی۔اُس نے فون وال پیپر آن کر کے دیکھا۔

۱۵ اکتوبر۔رات کے بارہ بج چُکے تھے،وہ ایک مِنٹ بھی لیٹ نہیں ہوئی تھی۔

"ہیپی برتھ ڈے مائی ڈیئر سسٹر۔میں بھی آپ سب کو بہت یاد کرتا ہوں۔"ہاشم نے چہرے پر مُسکراہٹ سجائے کہا۔اُن کا جھگڑا ایک طرف مگر وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت تو کرتے تھے،بس کبھی اعتراف نہیں کریں گے۔

"ہمیشہ کی طرح آج بھی پہلے میں نے ہی وِش کیا،تمہیں تو شرم بھی نہیں آتی کہ بہن کو وِش کردوں۔"وہ پھر سے پہلے جیسی نور بن چُکی تھی۔

"یار میں تو سو رہا تھا، مجھے تو یاد بھی نہیں تھا کہ آج میری سالگرہ ہے۔" ہاشم نے وضاحت دی۔ باہر سے کوئی آواز سُنائی دی، جو فوراً ہی تھم گئی۔ ہاشم کو لگا کہ یہ اُس کا وہم ہے۔

"تم اتنی جلدی کب سے سونے لگے؟" نور نے تفتیشی انداز میں پوچھا۔ "اچھا یہ لو امی سے بات کر لو۔" ساتھ ہی اُس نے فون صدف کی جانب بڑھا دیا۔

"السلامُ علیکم امی۔" ہاشم نے اپنے آنکھیں مسلی اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"وعلیکم السلام بیٹا۔ سالگرہ بہت بہت مبارک ہو، اللہ تمہیں ہر خوشی نصیب کرے اور لمبی زندگی عطا کرے۔ اب بس جلدی سے واپس آجاؤ، تمہارے بغیر دل ہی نہیں لگتا۔" اُنہوں نے ایک ہی سانس میں کہا۔

"آمین۔ امی آپ فکر نہ کریں، میں بس دو دن تک آجاؤں گا۔" ہاشم نے اُن کو تسلی دی۔

"تمہیں پتہ ہے جب سے تم گئے ہو میں تو بس تمہیں ہی یاد کرتی رہتی ہوں۔" وہ صوفے پر بیٹھی تھیں اور سامنے کھڑی نور کی نظریں اُن پر جمی تھیں۔

"میں نے کبھی امی کو تمہیں یاد کرتے نہیں دیکھا، بس فون پر مکھن لگاتی ہیں تمہیں۔" پیچھے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سے نور کی آواز سُنائی دی۔ہاشم پھر سے مُسکرا دیا،یہ لڑکی کبھی نہیں سُدھر سکتی تھی۔

"میرا بیٹا جانتا ہے کہ میں اُسے یاد کرتی ہوں۔"اُنہوں نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"ہاشم میں بتا رہی ہوں،امی نے کبھی تمہارا نام نہیں لیا۔مجھ پر بھروسہ تو تمہیں ہو گا نا۔"نور نے امی کے ہاتھ سے فون لیتے ہوئے کہا جس کے جواب میں اُنہوں نے زوردار تھپڑ اُس کے ہاتھ پر مارا اور فون واپس لے لیا۔

"آج میری سالگرہ ہے امی،آج تو بندہ تھوڑا سا لحاظ کر لیتا ہے۔"نور نے اپنے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے مسلا۔

"آج تم چوبیس سال کی ہو گئی ہو،اب تو عقل سے کام لو۔"اُنہوں نے نور کو پھر سے ڈانٹا۔

"جی اور یہ فون والے جناب بھی۔جنہیں آپ مکھن لگا رہی ہیں۔"اتنا کہہ کر وہ وہاں سے جانے کے لئے اُٹھ گئی جیسے جانتی ہو کہ مزید ایک لفظ کہنے سے اُس کی اچھی خاصی ہو جانی ہے۔

"اِس گھر میں تو تمہارا ٹھیک ہونا ناممکن ہے۔"صدف نے ہار مان لی۔

"امی آج تو نہ ڈانٹیں اُس کو۔" فون سے ہاشم کی آواز سُنائی دی۔

"ہاں یاد آیا، تم سے ایک ضروری بات بھی کرنی تھی۔" نور کو دیکھتے اُن کو اچانک کچھ یاد آیا۔

"امی پلیز۔ اِس ٹاپک کو بند ہی رہنے دیں ابھی۔" نور نے ہاتھ جوڑتے کہا۔

"جی بتائیں۔" اب وہ پہلے سے الرٹ ہو کر بیٹھ چُکا تھا۔

"نور کا رشتہ آیا ہے، آج ایک گھر سے۔" اُنہوں نے بتایا۔

"یہ تو پچھلے تین، چار سال سے آ رہے ہیں۔" ہاشم کو اِس میں کچھ خاص نہ لگا۔

"مگر اچھی فیملی ہے اور تمہارے ابا کو بھی وہ لوگ پسند آئے ہیں۔"

"اوہ سرگم کے بادشاہ۔" نور کی بے بس سی آواز سنائی دی۔ "پلیز امی کو سمجھاؤ۔"

"اِس معاملے میں ہم پھر بات کریں گے اور نور کی مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں ہو گا۔ میں دو دن تک آجاؤں گا۔" اب کی بار ہاشم نے تھوڑی بے چینی سے کہا۔ وہ اپنے ابا کو جانتا تھا، وہ بہت ضدی تھے۔ صدف نے مزید کچھ نہیں کہا اور نور نے بھی سکون کا سانس لیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ابھی تو وہ صرف چوبیس سال کی ہوئی تھی، اتنی جلدی وہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

دوسری جانب ماہ رخ اپنے کمرے میں کاوچ پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں گم تھی البتہ اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے کسی سوچ کے تحت موبائل اٹھایا۔ پھر وہ انسٹاگرام کھول کر ہاشم عمار خان سرچ کرنے لگی۔ کافی دیر وہ سرچ کرتی رہی مگر اس کو ہاشم کی آئی ڈی کہیں نظر نہ آئی۔ "کیا ہو سکتی ہے اس کی آئی ڈی!... سوچو ماہ رخ سوچو..." وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے میں چکر کاٹنے لگی۔

"ٹھیک ہے یہ آخری کوشش ہو گی۔" اتنا کہہ کر اس نے "**ایچ اے خان**" لکھا اور یہ وہ منظر تھا کہ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

"میں نے کر دیکھایا... میں کر سکتی تھی اور میں نے کر لیا..." وہ اونچی آواز میں کہتی اپنے کمرے میں کودتی پھر رہی تھی جب اس کے دروازے کے پاس سے ہمایوں خان کا گزر ہوا۔

"کیا سب ٹھیک ہے ماہ رخ؟" وہ ماہ رخ کی آوازیں سن کر دروازے کے اس پار سے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بولے۔

"سوری بابا، میں مووی دیکھ رہی تھی تو پتہ نہیں چلا، میں ٹھیک ہوں آپ سو جائیں۔" وہ کمرے کے اندر سے ہی بولی اور جھومنے لگی۔

"یہ لڑکی بھی نا۔" ہمایوں خان سر جھٹک کر آگے گزر گئے۔

ماہ رخ اس کی پوسٹ چیک کرنے لگی اور پھر کچھ سوچتے ہوئے کومنٹس پڑھنے لگی۔

"کیسی کیسی لڑکیاں ہیں دنیا میں، مطلب شرم نہیں آتی ایسے کومینٹس کرتے ہوئے..." وہ چڑتے ہوئے بڑبڑائی۔ "خیر جو بھی ہے ہاشم نے کون سا کسی کو جواب دیا ہوا ہے۔ مجھے تو بس اسی کی فکر ہے۔" وہ خود کلامی کرتے ہوئے مسکراتے جا رہی تھی اور اگلی پوسٹ کھولتی رہی۔

"آہ گاڈ! آج ہاشم کی سالگرہ ہے؟... اُف کیا حسین اتفاق ہے یہ۔ کیا کرنا چاہیے مجھے؟" وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے کھلے بال آگے کو گرے مگر اس کو کہاں پرواہ تھی۔

"کیا مجھے وش کرنا چاہیے؟... ہاں شاید..." پھر اس نے میسج ٹائپ کرنا شروع کیا مگر پھر

پورا پیراگراف ڈیلیٹ کر دیا۔

"وہ کیا سوچے گا میرے بارے میں... مجھے کچھ اور سوچنا چاہیے شاید۔" وہ وہیں بیٹھی سوچنے لگی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

یہ صبح بھی عام دنوں کی طرح تھی۔ وہی سنہری دھوپ جو در و دیوار پر نرم چمک بکھیر رہی تھی، وہی ٹھنڈی ہوا جو درختوں کی ٹہنیوں کو آہستہ آہستہ جھلا رہی تھی، اور وہی پتوں کی سرسراہٹ جو خاموش فضا میں مدھم ساز بکھیر رہی تھی۔ مگر اس ٹھہری ہوئی فضا میں آج کچھ بدلنے والا تھا۔

شاید کسی کا بھروسہ ٹوٹنے والا تھا یا شاید کسی کا دل۔ شاید کسی کی دنیا ہمیشہ کے لیے بدلنے والی تھی۔

"السلام علیکم!" ہاشم کمرے سے نکلا تو اس کی نظر سیدھی کچن میں فریدہ بیگم پر پڑی۔ وہ چولہے کے سامنے کھڑی چائے کے لیے پانی گرم کر رہی تھیں۔ ہاشم کے قدم خود بخود ان

کی طرف بڑھ گئے۔

"وعلیکم السلام۔ اتنی صبح اُٹھ گئے؟" فریدہ بیگم نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جی، بس عادت ہے جلدی اُٹھنے کی۔" ہاشم نے نرمی سے جواب دیا اور کرسی کھینچ کر اُن کے قریب بیٹھ گیا۔

"یہ تو اچھی بات ہے۔ بتاؤ ناشتے میں کیا لو گے؟" انہوں نے چائے کے لیے پانی چولہے پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ کچن کی خاموش فضا میں چولہے کی ہلکی آنچ جلنے کی آواز نمایاں تھی۔

مائرہ اور احد ابھی سو رہے تھے۔ پہلی رات مائرہ سکون سے نہیں سو سکی تھی، وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ سب کچھ یوں بہتر ہو سکتا ہے۔ مگر اُس گھر میں دوسرا دن گزارنے کے بعد شاید اب اسے وہ تحفظ کا احساس مل رہا تھا جو پہلے کہیں کھو چکا تھا۔ اُس کی یہ رات اُن بے چین راتوں کا حصہ نہیں تھی جو ماضی میں اسے نیند کے بیچ چونکا کر اٹھا دیتی تھیں۔ شاید اب اسے یقین ہو چلا تھا کہ جب وہ آنکھیں بند کرے گی تو آنکھیں کھولنے پر سب کچھ اپنی جگہ پر ہو گا۔ وہ کسی نئے صدمے میں نہیں جاگے گی۔ احد کی موجودگی نے اس کے دل سے بے یقینی

کے سائے ہٹا دیے تھے۔

زندگی آہستہ آہستہ معمول پر آ رہی تھی۔

"بس ایک کپ چائے۔" ہاشم نے نرمی سے کہا۔

چند لمحے خاموشی میں گزرے جیسے کوئی سوال اندر ہی اندر کروٹیں بدل رہا ہو۔ پھر ہاشم نے گلا صاف کیا اور دھیرے سے بولا، "آپ سے ایک سوال پوچھوں اگر برا نہ مانیں؟"

فریدہ بیگم نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا مگر ان کے چہرے پر وہی نرمی برقرار رہی۔

"ضرور پوچھو۔"

"مائرہ کی ماں کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا؟" ہاشم نے ایک لمحے کو ہچکچاہٹ محسوس کی مگر پھر ہمت کر کے بول ہی پڑا۔ یہ سوال شاید بنتا نہیں تھا مگر وہ پوچھے بغیر رہ نہیں پایا تھا۔

فریدہ بیگم کی نظریں لمحے بھر کے لیے چائے کے ابلتے پانی پر ٹک گئیں جیسے ماضی کے کسی لمحے کو دیکھ رہی ہوں۔

Clubb of Quality Content

"مائرہ کے ایک ماموں ہیں، مگر وہ ان کا نام سننا بھی پسند نہیں کرتی۔ اسی لیے ہم نے کبھی ذکر نہیں کیا۔" اُنہوں نے دھیرے سے کہا۔

"کیوں؟" سوال بے اختیار ہاشم کے لبوں سے نکلا، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ سوال کرنا مناسب نہیں۔

"کیونکہ وہ انہیں پسند نہیں کرتی۔" فریدہ بیگم کا لہجہ سادہ تھا۔

ہاشم نے سانس لی اور کچھ لمحے سوچتا رہا۔ پھر رک کر بولا، "اگر وہ کبھی مائرہ سے ملنے آئیں، تو کیا وہ ان سے ملے گی؟" یہ سوال کرتے ہوئے اس کے دل میں ایک عجیب سی بے چینی در آئی تھی۔ جیسے وہ کسی ایسے دروازے پر دستک دے رہا تھا جو برسوں سے بند تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ وقت کسی نہ کسی طرح ان زخموں پر مرہم رکھ دے شاید وہ کبھی زندگی میں اپنے ابا کو منا ہی لے کہ وہ مائرہ سے ملنے کے لیے آگے بڑھیں۔

"تم اُس کے دوست ہو تم اُس سے بات کر کے دیکھو۔"

"میں کیسے کر سکتا ہوں؟" وہ حیران تھا۔

"رشتوں کے درمیان پردے ہوتے ہیں مگر دوستی ایک ایسا رشتہ ہے جو سچ کے لفظوں کو سننے کا ظرف رکھتا ہے۔"

"میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔اس کا جواب آپ دیں۔"

فریدہ بیگم کچھ لمحے کے لئے خاموش ہو گئیں اور پھر دھیرے سے کہا۔"اگر ایسا ہوا تو میں کوشش کروں گی کہ مائرہ ان سے ضرور ملے۔ میری خواہش ہے کہ وہ دونوں کبھی نہ کبھی ایک دوسرے سے ملیں۔شاید وہ اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں اور شاید مائرہ کو بھی اپنا دل ہلکا کرنے کا موقع ملے۔مائرہ کی ماں ہمیشہ سے چاہتی تھیں کہ مائرہ اپنے ماموں سے ملے۔"

ہاشم نے ان کی بات سن کر گہری سانس لی۔

کچھ رشتے چاہے جتنے بھی دھند لا جائیں،دل کے کسی نہ کسی کونے میں اپنی جگہ بنائے رکھتے ہیں۔

"اللہ سب کے لیے بہتر کرے۔"اس نے دھیرے سے کہا جیسے وہ اپنے دل کو بھی تسلی دے رہا ہو۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آمین۔" فریدہ بیگم نے مسکرا کر کہا اور چائے کے دو کپ میز پر رکھ دیے۔ ایک ہاشم کے سامنے اور دوسرا اپنے ہاتھ میں تھامے وہ لاؤنج کی طرف بڑھ گئیں۔

ہاشم نے اپنے سامنے رکھے چائے کے کپ کو دیکھا، جس سے ہلکی ہلکی بھاپ نکل رہی تھی۔ وہ بھی اُن کے پیچھے ہی لاؤنج کی طرف آ گیا۔

"کیا میں آپ کو کچھ بتا سکتا ہوں؟" ہاشم نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"ضرور بتاؤ۔" فریدہ بیگم نے صوفے پر بیٹھتے ایک نظر ہاشم کو دیکھتے جواب دیا۔

"کیا میں آپ پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔" اُس نے ایک اور سوال کیا۔

"یہ سوال اپنے دل سے پوچھو، اور اگر وہ ہاں کہے تو کر لینا۔"

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

آفس میں دس بجے کا وقت تھا۔ موسم قدرے ٹھنڈا تھا لیکن اندر کی فضا میں ایک الگ ہی سکوت چھایا ہوا تھا۔ باہر بادلوں نے آسمان پر دھند لا سا پردہ ڈال لیا تھا اور ہوا میں نمکین نمی کا تاثر تھا۔ آفس کی لائٹس مدھم تھیں اور ہر شخص اپنے کام میں مصروف تھا۔ صرف کی

بورڈ کی ٹائپنگ کی آواز، اور کبھی کبھار چائے کی کپ کے کھٹکنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ہاشم جب داخل ہوا تو اُس کی نظر سب سے پہلے سامنے نظر آنے والی سارہ پر پڑی۔ وہ اُس کی طرف ہی چل دیا اور اُس کے قریب آ کر زرا سا کھنکھارا۔

"السلام علیکم سر۔" سارہ نے اچانک اس کو اپنے سامنے دیکھا تو فوراً کھڑی ہوئی۔

"وعلیکم السلام۔" ہاشم نے جواب دیا۔

"آپ کے باس نے مجھے کچھ فائلز لینے کو بھیجا ہے۔ کیا نکال دی ہیں؟" ہاشم نے اپنے آنے کی وجہ بیان کی۔

"جی باس نے مجھے فون کر کے بتایا تھا، میں نے وہ ساری اکٹھی رکھ دی ہیں۔ فہد صاحب ابھی ایک کام سے گئے ہیں، ورنہ اُن سے بھی آپ کی مُلاقات ہو جاتی۔" سارہ نے اُسے بتایا اور ساتھ ہی اپنے ڈیسک سے فائلز کا ڈھیر اُٹھا کر ہاشم کے سامنے رکھ دیا۔

"آپ یہ فائلز لے کر آفس میں آئیں۔" اتنا کہہ کر وہ آفس کی طرف بڑھ گیا۔

سارہ نے فائلز اُٹھائیں اور ہاشم کے پیچھے چل دی۔ کرسی پر بیٹھ کر ہاشم نے فائلز کھول کر

جائزہ لینا چاہا،وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس سے کہیں کوئی غلطی ہوئی ہو۔وہ سارہ کے ساتھ بات کرنے میں مشغول ہو گیا۔اس نے ہر فائل کھول کر اس کا جائزہ لیا اور تفصیل سارہ سے مانگی۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ہاشم نے نظریں اٹھا کر دروازے کی جانب دیکھا اور سارہ بھی مڑی تھی۔

"کیا میں اندر آسکتی ہوں؟"اہ سیاہ رنگ کے لمبے گاؤن جس کے نیچے سیاہ رنگ کی ہیل نظر آرہی تھی۔اس نے آج بھی گہرے رنگ کی لپسٹک لگا رکھی تھی۔وہ ہاشم کے جواب کا انتظار کیے بغیر اندر آئی۔

ہاشم اور سارہ نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اس لیڈی کو۔

"تو کیسے ہیں مسٹر ہاشم؟"وہ دونوں ہاتھ میز پر رکھتے ہوئے بولی۔

"میں ٹھیک ہوں مگر آپ کا کیسے آنا ہوا؟"وہ گڑبڑا کر بولا۔

"کیا مجھے نہیں آنا چاہیے تھا؟"اس نے قدرے حیرانی سے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں میرا مطلب تھا کہ آپ کو پہلے کبھی یہاں آتے نہیں دیکھا،اس لیے منہ سے پھسل گیا۔ آپ بیٹھیں۔"اس نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"پہلے میں نے آپ کو بھی تو نہیں دیکھا تھا مسٹر ہاشم..."وہ تمسخرانہ مسکراہٹ کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی اور اپنا سلور ہینڈ بیگ سائیڈ پر رکھا۔۔۔

سارہ نے ایک نظر لیڈی پر ڈالی اور دوسری ہاشم پر اور پھر ہاشم کو بغور دیکھنے لگی۔ہاشم نے کندھے اچکائے جیسے وہ کہنا چاہتا ہو کہ میں نے کیا کیا۔

"خیر، کیا آپ کے ہاں مہمانوں سے چائے یا کافی نہیں پوچھیں جاتی؟"ماہ رخ ان دونوں کی نظروں کے تبادلے کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں منگوانے ہی والا تھا۔ خیر آپ کیا لیں گی مس ماہ رخ؟"ہاشم ماہ رخ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

"سر مجھے کیا کرنا ہے آپ یہ بتا دیں۔"سارہ قدرے چڑ کر بولی اور ایک نظر ماہ رخ کو دیکھا جو کہ اسی کو دیکھ رہی تھی مگر ماہ رخ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ تھی۔

"میرے خیال میں سارہ آپ کو جانا چاہیے اور ہاں مس ماہ رخ سے پوچھ لیں کہ وہ کیا لیں گی۔" سارہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ماہ رخ سے مخاطب ہوئی۔

"تو آپ کیا لیں گی میم؟"

"مسٹر ہاشم آپ کیا لیں گے؟" ماہ رخ انگلی سے ہاشم کو اشارے سے بلاتے ہوئے بولی۔

"ہاشم صاحب چائے پیتے ہیں، آپ بتائیں آپ کے لیے کیا لائیں۔" سارہ حرف حرف چبا کر ادا کر رہی تھی۔

"تو ٹھیک ہے ہم دونوں چائے لیں گے۔" اتنا کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ہاشم کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

"مسٹر ہاشم کیا آپ شام کو فری ہیں؟" کچھ سرسری باتیں کرنے کے بعد ماہ رخ نے پوچھا۔

"لیکن آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" وہ حیرانی سے بولا۔ اس کے ماتھے پر شکن گہرے ہوئے تھے۔

"میں آپ کو کافی پر انوائیٹ کرنا چاہتی ہوں۔ جب بھی میری کسی سے دوستی ہوتی ہے یا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کوئی انسان مجھے اچھا لگتا ہے تو میں اس کو ایسے انویٹیشنز دیتی ہوں تا کہ ہم ایک دوسرے کو جان سکیں۔ مجھے آپ کی نیچر پسند آئی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ میری دعوت قبول کریں۔" اتنے میں ملازم بھی چائے لے کر اندر داخل ہوا۔ دونوں میں خاموشی چھا گئی۔ ملازم کے جانے کے بعد ہاشم نے اپنی بات جاری کی۔

"اور اگر میں نہ آنا چاہوں تو...؟ وہ کپ کے کناروں کے گرد اپنی انگلی گھماتے ہوئے بولا۔

"میں کسی قسم کی زبردستی کی قائل نہیں ہوں مگر جب سامنے والے شخص کا نام ہاشم عمار خان ہو تو ہاں مجھے برا لگے گا اگر آپ میری دعوت ٹھکرائیں گے۔" اس نے اپنا داؤ چلا اور اطمینان کے ساتھ کپ اٹھایا، پھر کرسی سے ٹیک لگائے سپ لینے لگی۔

ہاشم نے نظریں اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھی ماہ رخ کو دیکھا جبکہ ماہ رخ پہلے ہی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کپ نیچے رکھا اور آگے کو جھکی۔

"مسٹر ہاشم مجھے اچھا لگے گا اگر آج رات آپ میرے ساتھ کافی پینے چلیں گے۔" وہ ہاشم کی

آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی،ہاشم بھی اسی کو دیکھ رہا تھا۔لمحے بھر کے لئے ہیزل آنکھیں بھوری آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔وہ منظر وہیں قید ہو گیا اور وقت کے اس چکر میں کچھ عجیب ہوا تھا۔اس کمرے کی ایک ایک چیز اور قدرت کسی انجان سے تعلق کی گواہ ہو چکی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد ماہ رخ آفس سے نکلتی دیکھائی دی تو سارہ کمرے میں آئی۔

"ہاشم سر یہ کون تھی؟"وہ قدرے حیرانی سے پوچھنے لگی۔

"کیا میں تمہیں جواب دہ ہوں؟"وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور فائلز سیٹ کرنے لگا۔

"اپ یہ بتائیں کہ فہد صاحب کیسا کام کر رہے ہیں؟...کوئی شکایت تو نہیں"ہاشم اب فائلز ہاتھ میں لے چکا تھا اور سارہ کی طرف سیدھا ہوا۔

"وہ بہت دل لگا کر کام کر رہے ہیں،اُن کی ایمانداری اُن کے کام سے نظر آتی ہے۔آج کل کلائینٹس کم آرہے ہیں مگر اُس سب کو وہ بہت اچھے سے ڈیل کر رہے ہیں۔"سارہ نے وضاحت دی۔

"تم بھی کبھی دل لگا کر کام کر لیا کرو اور ادھر اُدھر کی باتوں میں نہ پڑا کرو۔" اتنا کہتے ہیں وہ آگے بڑھا اور کمرے سے نکل گیا۔

سارہ بس حیرت سے اُسے جاتا دیکھتی رہی۔ اگر یہ بندہ ہینڈسم تھا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اسے ہر وقت سارہ کی بے عزتی کرنے کی اجازت ہو۔ ہونہہ، منہ پھٹ کہیں کا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

سورج آسمان میں پوری طاقت کے ساتھ چمک رہا تھا اور اس کی تیز کرنیں زمین پر ایک چمکدار چادر کی مانند بچھ رہی تھیں۔ کچھ دیر پہلے والے بادلوں کا اب آسمان پر کہیں بھی نام و نشان نہیں تھا اور بے رنگ نیلا آسمان صرف ایک دھندلے سے پردے کی طرح نظر آرہا تھا۔ سورج کی روشنی گھر کی کھڑکی سے اندر آرہی تھی جس میں کبھی کبھی درختوں کی چھاؤں کی لمبی سی دھار نظر آتی تھی۔

"مائرہ، بات سُنو۔" فریدہ بیگم نے مائرہ کو آواز لگائی۔

"جی امی۔" وہ جو کمرے میں احد کے پاس بیٹھی تھی فوراً وہاں سے اُٹھ کر باہر کی جانب بڑھی۔

جیسے ہی اُس نے دروازہ کھولا تو اُسے سامنے ہاشم کھڑا نظر آیا۔اُس کے ہاتھ میں فائلز کا ڈھیر تھا، جو وہ غالباً احد کے کہنے پر لایا تھا۔ہاشم نے سرسری نظر مائرہ پر ڈالی،وہ بھی اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"جی؟"مائرہ نے کہا۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں مس مائرہ؟"ہاشم نے سادگی سے پوچھا۔

"آپ اندر آسکتے ہیں، مصطفٰی۔"مائرہ نے اُس کو دیکھتے کہا۔اگر وہ مس کہنے سے باز نہیں آئے گا، تو مائرہ اُسے تم کیوں کہے بھلا؟

"آپ مجھے تم کہہ سکتی ہیں۔"ہاشم نے مدھم آواز میں یاددہانی کروائی۔مائرہ ابھی تک اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔اُس نے کوئی جواب نہیں دیا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔اُس کے نکلنے کے بعد ہاشم کمرے میں داخل ہوا۔

"یہ رہی وہ فائلز جو آپ نے منگوائی تھیں۔"ہاشم نے وہ فائلز سامنے پڑے ٹیبل پر رکھیں۔

"بہت شکریہ۔"

"اِس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں صرف یہ فائلز لانے کے لئے نہیں کہہ رہا، میں ہر اُس مدد کے لئے کہہ رہا ہوں جو تم نے میری کی۔"

"اِس کی بھی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہاشم اگر تم واپس جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو، میں ماں سے کوئی بھی بہانہ بنا لوں گا۔ پہلے ہی تم میری خاطر اتنا رُک چکے ہو۔" احد نے اپنی بات مکمل کی۔

"آپ کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ مجھے آنٹی نے ویسے بھی ایک ہفتے تک روکا ہے۔ اُس کے بعد میں چلا جاؤں گا۔" ہاشم نے احد سے کہا اور وہاں سے جانے کے لئے مُڑ گیا۔

"شکریہ ہاشم۔"

"اِس کی ضرورت نہیں ہے احد بھائی۔" ہاشم نے پھر وہی جواب دیا اور وہاں سے نکل گیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

جب وہ فریدہ بیگم کے کمرے میں پہنچی تو وہ اپنی دوائیوں کا شاپر کھولے بیٹھی تھیں۔ اُن کے کمرے میں سامنے ایک بیڈ لگا تھا، بیڈ کی دائیں جانب والی دیوار کے ساتھ الماری رکھی تھی اور بائیں والی دیوار کے سامنے ڈریسنگ ٹیبل پڑا تھا۔ اُس دیوار کے ایک کونے میں کھڑکی تھی جس کے سامنے دو کُرسیاں رکھی تھی اور اُن کے سامنے ایک چھوٹا ٹیبل رکھا تھا۔ وہ اِس وقت اُنہیں میں سے ایک کرسی پر بیٹھی تھیں اور سامنے ٹیبل پر دوائیوں والا شاپر کُھلا پڑا تھا۔

"جی امی، آپ نے بُلایا۔" مائرہ کمرے میں داخل ہوئی اور سامنے کُھلے شاپر کو دیکھتے کہا۔ پھر قریب آ کر بائیں جانب والی خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"ہاں، وہ میری فائل نہیں مل رہی جس میں میری ساری رپورٹس ہیں۔ تم نے کہیں رکھی ہیں کیا؟" اُنہوں نے ایک سرسری نظر مائرہ کو دیکھتے پوچھا اور دوبارہ جُھک کر شاپر کو دیکھنے لگیں۔

"وہ تو میں لائی ہی نہیں۔" مائرہ کو اچانک یاد آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے ٹھیک سے یاد نہیں ہے مگر مجھے لگتا ہے کہ میری کل کی اپوئنٹمنٹ ہے اور اُس فائل کا ہونا بھی ضروری ہے۔"

"تو کیا میں ابھی جا کر لے آؤں؟"مائرہ نے کچھ سوچتے پوچھا۔

"مگر جاؤ گی کیسے؟ اکیلے جانا مُناسب نہیں ہے۔ وہ بھی اتنی دور!"فریدہ بیگم نے اگلا سوال کیا، مگر فوراً ہی سامنے سے ہاشم گُزرتا دکھائی دیا۔ وہ ابھی احد کو فائلز پکڑا کر واپس آرہا تھا۔

"بیٹا، بات سُنو ذرا۔"اُنہوں نے اُسے آواز لگائی، ہاشم نے ایک نظر اُنہیں دیکھا اور اُن کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"جی۔"اُس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔

"بیٹا، میری ہسپتال والی فائل گھر رہ گئی ہے۔ تم ایسا کرو کہ مائرہ کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور وہ فائل لے آؤ۔"فریدہ بیگم نے فوراً حل نکالتے کہا۔

"جی بہتر۔"اُس نے جواب میں صرف اتنا ہی کہا۔

"اور کچھ بھی منگوانا ہے؟"مائرہ نے کمرے سے نکلتے ہوئے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم دیکھ لینا، اگر کچھ یاد آئے تو لے آنا۔ میرے ذہن میں تو فی الحال صرف وہ فائل ہی ہے۔"

"چلیں؟" ہاشم نے پوچھا۔ مائرہ نے سر کو خم دیا اور اُس کے ساتھ ہی باہر نکل آئی۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد وہ پہلے والے گھر میں پہنچ چُکے تھے۔ مائرہ اندر گئی تھی جبکہ ہاشم گاڑی میں ہی بیٹھا اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک اُس کا فون بجا۔ التمش کالنگ۔

"السلام علیکم التمش، کیسے ہو؟" ہاشم نے فون کان سے لگایا۔

"وعلیکم السلام، ٹھیک ہوں مگر زیادہ دن تک نہیں رہ سکوں گا۔ تمہارے لئے جھوٹ بولنا بھاری پڑ رہا ہے۔" التمش نے سلام کا جواب دیتے ہی کہا۔

"کیا ہوا؟" ہاشم نے محتاط سا پوچھا۔

"ابھی آنکل کی ہی کال تھی، وہ کہہ رہے تھے کہ دو دن تک ہاشم واپس نہ آیا تو وہ بھی کراچی آجائیں گے اور پھر اپنے طریقے سے تمہیں لے کر جائیں گے۔"

"ایک تو یہ ابا بھی نا، اُن کو میں نے بتایا تو ہے کہ دو دن میں آجاؤں گا۔" اُس کے چہرے پر بیزاری کی جھلک واضح تھی۔ ایک ہاتھ اسٹیرنگ پر ہی تھا اور نظریں مائرہ کے انتظار میں گیٹ پر جمی تھیں۔

"میرے علاوہ تم پر کوئی بھروسہ نہیں کرتا۔"

ہاشم کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُسے دروازے کو لاک لگاتی مائرہ دِکھائی دی، "خیر کیا تم نے صرف یہی بتانے کے لئے فون کیا ہے یا کچھ اور بھی ہے؟" ہاشم نے مائرہ کو دیکھتے التمش سے پوچھا۔

"اِسی لئے کیا ہے کہ خُدارا اب دو دن تک واپس چلے جانا۔"

"چلا جاؤں گا یار۔" ہاشم نے پھر بیزاری سے کہا اور فون کاٹ دیا۔ فوراً وہ گاڑی سے نکلا اور مائرہ کے ہاتھ سے فائل اور باقی چند ایک اشیاء جو وہ لائی تھی، پکڑ کر پچھلی سیٹ پر رکھی اور مائرہ کے لئے پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے مصطفیٰ صاحب۔" مائرہ نے اُس کا ہاتھ ہٹایا اور خود دروازے کو

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تھامتی گاڑی میں بیٹھی۔

"کیا ہوا؟"ہاشم کے دماغ میں سرخ گھنٹی بجی تھی، مگر اُس نے ہمت کر کے پوچھا۔ نظریں ہنوز مائرہ پر جمی تھیں وہ اپنی جگہ سے ہلا نہیں تھا۔

مائرہ نے سر اُٹھایا اور ایک نظر سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا۔ پھر کچھ سوچنے لگی۔

"کیا ہوا مائرہ؟"اُس نے پھر سے تفتیشی انداز میں پوچھا۔

"آج تمہاری سالگرہ ہے اور تم نے بتایا بھی نہیں۔"وہ خفا نظر آ رہی تھی۔ہاشم نے گہری سانس لے کر مسکرانے کی کوشش کی۔ایک ہاتھ سے ماتھے کو چُھوا اور واپس اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھا۔ پھر رُخ بائیں جانب کر کے مائرہ کو دیکھا۔

"آپ کو کس نے بتایا؟"

"میں نے تمہارا فون سُنا تھا۔"اب اُس کی نظریں سامنے ڈیش بورڈ پر جمی تھیں۔ہاشم نہ چاہتے بھی ہنس دیا۔یہ اُن کی خاندانی عادت تھی جو مائرہ تک بھی ٹرانسفر ہو چکی تھی۔

"اوہ اچھا۔"اُس نے انداز سرسری بنایا،اور گاڑی سٹارٹ کی۔ایک نرم سی گڑگڑاہٹ کے

ساتھ گاڑی زن پر دوڑنے لگی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

"مجھے قبرستان جانا ہے، یہاں تھوڑا آگے چل کر تمہیں رُکنا ہو گا۔" گاڑی سڑک پر دوڑ رہی تھی جب مائرہ نے ہاشم کو مُخاطب کیا۔

ہاشم نے جواب میں خاموشی سے سر کو خم دیا اور تھوڑا آگے جا کر قبرستان کا دروازہ دیکھتے ہی رُک گیا۔ مائرہ خاموشی سے اُتری اور قبرستان کی دیوار کے ساتھ لگے ہوئے پھولوں کے سٹال پر اُس کی نظر پڑی۔ اُس نے وہاں سے پھول خریدے اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ہاشم بھی اُس کے ہمراہ ہی چل دیا۔

وہ ایک قبر کے سامنے آ رکی، جس پر اُس کی ماں کا نام لکھا تھا۔ اُس قبر کی تختی پر گرد جم چُکی تھی، مگر اُس قبر میں موجود وجود کے لئے مائرہ کی محبت آج بھی شفاف تھی۔

مائرہ نے وہاں سے ایک بوتل اُٹھائی اور پاس لگے نلکے سے پانی بھر کر لائی۔ اُس نے قبر کو نم کیا، بالکل ویسے ہی جیسے اُس کا دل آج تک نم تھا۔ وقت زخموں پر مرہم رکھ سکتا ہے، مگر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جدائی کی خلش کبھی ختم نہیں ہوتی۔

اُس کے بعد اُس نے بیٹھ کر قبر پر پھول ڈالے اور فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھانا آج بھی اُس کے لئے اُتنا ہی تکلیف دہ تھا جتنا آج سے پانچ سال پہلے۔ قبر کی مٹی چاہے جتنی ہی خُشک کیوں نہ ہو جائے، اُس پر فاتحہ پڑھنے والوں کا دل ہمیشہ نم رہتا ہے۔

ہاشم نے بھی پاس کھڑے فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائے، اُس کے نظریں یک سو اُس قبر پر جمی تھیں۔ جِس شخص کو اُس کی زندگی میں وہ جانتا تک نہیں تھا، آج اُسے اُس شخص کے مرنے کا افسوس ہو رہا تھا۔ کاش کہ وہ آج زندہ ہوتیں اور ہاشم اُن سے مل پاتا۔ اگر وہ آج زندہ ہوتیں تو شاید وہ واحد انسان ہوتی جسے ہاشم یہ حقیقت بتا سکتا تھا، جو اُس کے دل میں چُھپی تھی۔ وہ اپنے سے جُڑے رشتوں کی قدر کرنا جانتا تھا۔ اگر ہاشم کو اِس بات کا علم اُن کی زندگی میں ہو جاتا، تو شاید وہ اُن کے لئے کچھ کر پاتا۔

وہ اپنی ہی سوچوں میں گُم تھا جب اُس نے مائرہ کو وہاں سے اُٹھتے دیکھا۔ وہ اُٹھی اور وہاں سے کچھ فاصلے پر بنی قبر کے قریب بیٹھ کر فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائے، مگر ہاشم مسرت کی قبر

کی قریب ہی کھڑا رہا۔مائرہ اُس قبر کے قریب چند منٹ بیٹھی رہی،اُس کی مٹی پر نرم ہاتھ پھیرا اور پھول جو اُس نے شاپر میں بچائے تھے وہ اُس قبر پر ڈالے اور واپس ہاشم کی طرف بڑھ گئی۔

"چلیں؟"اُس نے واپس آکر پوچھا۔ہاشم نے سر کو خم دیا اور اُس کے ساتھ چل دیا۔

اُس نے ایک بار پھر مُڑ کر اُس قبر کو دیکھا جسے وہ آج زندہ دیکھنا چاہتا تھا اور پھر ایک نظر مائرہ کو۔وہ ایک ہی تصویر کے دو رُخ تھیں۔اور وہ اُسی تصویر کے ایک رُخ کو دھوکہ دے رہا تھا،وہ مائرہ کو دھوکہ دے رہا تھا اور یہ بات اُسے اندر سے ہِلا رہی تھی۔وہ حتمی فیصلہ کر چُکا تھا کہ وہ آج ہی اُس کی زندگی سے چلا جائے گا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔وہ پُرانے رشتوں سے پردہ ہٹا کر مائرہ کو دوبارہ سے اُس دلدل میں نہیں دھکیلنا چاہتا تھا،جہاں سے وہ بہت مشکل سے نکلی تھی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

گاڑی دوبارہ سے سڑک پر ہر چیز کو پیچھے چھوڑتے رواں دواں تھی،جب مائرہ کی نظر اپنے بائیں طرف والے چھوٹے سے کیفے پر پڑی۔یہ وہی کیفے تھا جہاں وہ چند سال قبل احد کے

ساتھ اپنی سالگرہ پر آئی تھی۔ وہ جگہوں کو اتنی آسانی سے بھولا نہیں کرتی تھی اور اِس جگہ کو تو وہ کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔

"گاڑی روکیں مجھے اُس کیفے میں جانا ہے۔" مائرہ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے ہاشم کو بتایا۔ ہاشم نے فوراً کیفے کے سامنے ہی گاڑی روک لی۔

"کیا آپ یہاں پہلے آچکی ہیں؟" اُس نے مائرہ سے پوچھا۔

"ہاں، یہ احد کے کسی دوست کا کیفے تھا۔" مائرہ نے تفصیلی بتایا۔

"آپ کو یہاں سے کیا لینا ہے؟" ہاشم نے سوالیہ نظروں سے مائرہ کو دیکھا۔

"احد کے لئے پیسٹری۔" مائرہ نے جواب دیا اور گاڑی سے نکلی۔ ہاشم گاڑی سے نہیں نکلا بس وہیں بیٹھا رہا۔

مائرہ کے نظروں سے اوجھل ہو جانے کے بعد وہ گاڑی سے نکلا اور جگہ کا جائزہ لینے لگا۔ اُس کی نظر دائیں جانب پڑی۔ وہاں تھوڑی دوری پر مائرہ ایک بیکری میں داخل ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ مائرہ کیفے کے اندر نہیں گئی بلکہ بیکری میں گئی تھی۔ ہاشم نے اُسے وہاں

جاتے دیکھا تو مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر آبکھری۔ وہ ہاشم کے لئے کیک لینے گئی تھی مگر اُسے یہ بات نہیں بتانا چاہتی تھی۔ ہاشم وہاں سے مُڑنے لگا تا کہ اُس کے آنے سے قبل ہی گاڑی میں بیٹھ جائے۔ اچانک اُس کی نظر سامنے والے کیفے کے نام پر پڑی جس کا مائرہ نے اُسے بتایا تھا کہ یہ احد کے کسی دوست کا ہے۔ اُس کے قدم وہیں جم گئے۔ وہ سانس لینا بھول چُکا تھا۔

"مصطفٰی کمال بریو۔" سامنے یہ نام چمک رہا تھا جسے مائرہ نے نہیں دیکھا تھا۔

ہاشم کو سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کرے۔ کیسے مائرہ کو وہاں سے لے کر جائے؟ اُسے وہاں کھڑے کیسے پانچ منٹ بیت گئے اُسے علم ہی نہ ہو سکا۔ دائیں جانب سے مائرہ آ رہی تھی جسے ہاشم نے نہیں دیکھا تھا۔

کاش کہ وہ اُسے دیکھ لیتا۔

مائرہ نے ہاشم کی نظروں کا پیچھا کرتے اُس بورڈ کو دیکھا اور وہ بھی اُسی جگہ پر جم گئی۔

"یہ تمہارا کیفے ہے؟" مائرہ نے پر جوش انداز میں پوچھا، ہاشم کا دل رک گیا۔

"چلیں؟"ہاشم نے اُس کی بات کو نظر انداز کیا۔

"تم نے بتایا نہیں؟"مائرہ نے پھر سے سوال کیا۔اُس کے لبوں پر مسکراہٹ واضح تھی اور ہاتھ میں ایک شاپر موجود تھا۔

"اِس میں بتانا کیا تھا؟"ہاشم نے انجان بننا چاہا اور ہلکا سا ہنس دیا۔

"اب چلیں؟ ہمیں دیر ہو رہی ہے۔"

وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔وہ اُسے کہہ سکتا تھا کہ یہ ایک اتفاق ہے اور یہ کوئی اور مصطفٰی ہے۔مگر وہ سمجھ ہی نہ سکا کہ اُس نے ہامی کیوں بھری۔

"تم جتنی بار بھی میرے ریسٹورنٹ آئے ہو،میں نے سپیشل کافی آفر کی۔تم نے تو پوچھا تک نہیں۔"مائرہ نے اُسی پر جوش انداز میں کہا۔

ہاشم کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو وہ بخوبی دیکھ رہی تھی۔

"احد نے بتایا تھا کہ تم دوسرے شہر ہوتے ہو؟"وہ خود کو سوال کرنے سے روک نہ سکی۔

"اُن دنوں میں دوسرے شہر میں تھا۔"ہاشم نے وضاحت دی۔

"کافی پھر کبھی سہی ابھی چلیں؟دیر ہو رہی ہے۔"ہاشم نے پھر سے کہا،یہاں کھڑے اُس کا سانس بند ہو رہا تھا،وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔

"ہاں مگر..."اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی اُسے ایک آدمی کیفے کے اندر سے نکلتا دِکھائی دیا جو اُن کی جانب ہی آرہا تھا۔

"بھائی آپ نے گاڑی دیکھیں کہاں روک رکھی ہے۔ساری ٹریفک بند ہو رہی ہے۔"اُس نے قریب پہنچتے ہی کہا۔اُس کا لہجہ بالکل اجنبی تھا جس سے کوئی بھی یہ محسوس کر سکتا تھا کہ وہ سامنے کھڑے شخص کو نہیں جانتا۔

"سوری سر،ہم بس جا ہی رہے تھے۔"ہاشم نے اُس سے کہا اور گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔اُس نے مائرہ سے نظریں نہیں ملائی البتہ کِن اکھیوں سے وہ مائرہ کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ سکتا تھا۔وہ اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہلی تھی اور اُس کا دماغ کہیں دور اُلجھا تھا۔

وہ آدمی ایسے بات کیوں کر رہا تھا جیسے وہ مائرہ کے ساتھ کھڑے شخص کو نہ جانتا ہو؟؟

"آپ کون ہیں؟"مائرہ نے ایک نظر اُس آدمی کو دیکھتے پوچھا۔

"میں اِس کیفے کا مینیجر۔"اُس آدمی نے مائرہ کو بتایا۔مائرہ نے ایک نظر ہاشم کو دیکھا اور پھر اُس شخص کو۔

"اور مصطفٰی کمال کون ہے؟"مائرہ نے بمشکل الفاظ ادا کر کے پوچھا۔

"وہ اِس کیفے کے اونر ہیں مگر پچھلے تین سال سے ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہیں۔میں یہاں کام کرتا تھا اور اب اُن کی غیر موجودگی میں اُن کا کیفے ہینڈ اوور کر رہا ہوں۔"اُس شخص نے جواب میں کہا اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔

البتہ مائرہ کے پیر وہیں منجمند ہو چکے تھے۔اُس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا لیکن وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔اُس نے ایک لمحہ کے لئے ہاشم کو دیکھا، پھر کیفے کے بورڈ پر پھر سے نظر دوڑائی۔وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی،اُس کی نظروں میں ایک گہری شک کی لہر اُٹھ رہی تھی۔

ہاشم نے پلٹ کر مائرہ کو دیکھا۔مائرہ نے بھی اُس کی طرف دیکھا۔لیکن وہ خود بھی نہیں جانتی

تھی کہ وہ کیا محسوس کر رہی تھی۔ ایک جھٹکا اس کے پورے جسم میں گزر چکا تھا جیسے اس کی دنیا اچانک پلٹ گئی ہو۔ اُس کی نظریں پھر سے کیفے کی طرف اُٹھیں اور اُس کا دماغ اس حقیقت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

ہاشم نے فوراً آ کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے روکا۔ مائرہ نے فوراً حیرانگی سے اُسے دیکھا اور جھٹکے سے اپنا ہاتھ چُھڑوایا۔

"مائرہ، یہاں سے چلیں۔" اُس کی آواز میں ایسی شدت اور بے چینی تھی کہ مائرہ نے ایک نظر بھر کر اُس کے چہرے کو دیکھا۔

وہ ہل نہیں پائی۔ بعض اوقات حقیقتیں زباں سے نہیں بلکہ آنکھوں کی خاموشی سے بیان ہوتی ہیں اور ہاشم کی آنکھیں اُسے سب بتا رہی تھیں۔ حقیقت کی سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی مرضی سے سامنے آتی ہے مگر ہم اُس وقت تیار نہیں ہوتے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ساڑھے چار سال قبل:

"جھوٹ کہہ رہے ہیں آپ۔"اس کے لہجے میں سختی تھی مگر دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو چکی تھی۔ آنکھیں سامنے کھڑے شخص کے چہرے پر جمی تھیں۔

"میں نے اُسے نہیں،اُس نے مجھے چھوڑا تھا۔ یقین نہیں تو اُسی سے جا کر پوچھ لو۔"سلطان بیگ کے دو ٹوک الفاظ کسی خنجر کی طرح احد کے دل میں اترے۔

یہ جواب تھا؟ یہی وہ حقیقت تھی جسے جاننے کے لیے وہ یہاں آیا تھا؟احد کا دماغ قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس آدمی کی آنکھوں میں جھوٹ نہیں تلاش کر سکا۔ ایک پل کے لیے اس کے قدم وہیں جم گئے جیسے زمین نے اس کے پیروں کے گرد زنجیریں ڈال دی ہوں۔

"مجھے آپ پر بھروسہ نہیں ہے۔"

"اگر تمہیں بھروسہ نہ ہوتا تو یوں تمہارے پاؤں خود بخود جم نہ جاتے۔"احد نے نفی میں سر ہلایا،وہ سمجھ سکتا تھا کہ اس کے سامنے کھڑا شخص لفظوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ مگر احد کو اس کھیل میں نہیں پھنسنا تھا۔ اس نے اپنے ذہن میں اٹھنے والے سوالات کا سلسلہ پھر سے

Clubb of Quality Content

شروع کیا۔

"ایسا کرنے کی وجہ کیا تھی اُن کے پاس؟"

"یہ تم اُسی سے جا کر پوچھ لینا۔ اب جاؤ یہاں سے اور آئندہ کبھی یہاں آنے کی غلطی نہ کرنا۔" یہ سرد مہری صرف سلطان بیگ کے لہجے میں نہیں تھی بلکہ احد کے وجود میں بھی سرایت کر گئی تھی۔

"میں اپنے سوال کا جواب لیے بغیر نہیں جاؤں گا۔" یہ ایک ضد تھی، وہی ضد جو اس کے خون میں تھی۔

"اُس نے مجھے تمہاری وجہ سے چھوڑا تھا۔" احد نے اُن کو کہتے سُنا۔

"میری وجہ سے؟" اُس نے قدرے حیرانی سے پوچھا اور بھنویں سکڑائی۔

"ہاں، کیونکہ اُس کو لگتا تھا کہ میں غلط کام کر رہا ہوں۔"

"غلط لگتا تھا؟"

"بالکل صحیح لگتا تھا اگر میں غلط کام نہ کرتا تو آج یہاں نہ ہوتا جہاں اِس وقت میں ہوں۔"

یہ الفاظ احد کے دل میں جیسے پگھلا ہوا سیسہ بن کر اترے۔ اس کی ماں نے جو قربانی دی وہ بے کار نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی ماں کبھی غلط نہیں ہو سکتی مگر پھر بھی...

"آپ نے مجھ سے بھی ملنے کی کوشش نہیں کی؟" یہ وہ سوال تھا جو شاید سب سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ آنکھوں میں ایک پل کے لیے نمی آئی مگر احد نے پلکیں جھپک کر اسے غائب کر دیا۔

"تمہاری وجہ سے ہی تو چھوڑا تھا اُس نے مجھے، اُسے لگتا تھا کہ اگر ہم دونوں ساتھ رہے تو تم پر بھی میری صحبت کا اثر ہو گا۔ وہ تمہیں میرے سایے سے بھی بچا کر رکھنا چاہتی تھی اور میری... میری شروع سے ہی تم میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔" یہ آخری الفاظ احد کو اندر سے توڑ گئے۔ احد کا رنگ فق ہو چکا تھا۔ دل جیسے پسلیوں میں دب کر رہ گیا ہو۔ اسے لگا کہ اگر وہ یہاں ایک لمحہ اور رکا تو شاید سانس لینا بھی بھول جائے گا۔

وہ فوراً پلٹا، جیسے یہاں سے بھاگ جانا چاہتا ہو۔ جیسے اگر ایک پل بھی مزید ٹھہرا تو سب کچھ بکھر جائے گا۔ مگر پیچھے سے سلطان بیگ کی آواز پھر ابھری۔

"اور سنو، آئندہ یہاں کبھی نہ آنا، کبھی بھی نہیں۔"

"آپ کو اپنا بندہ ہٹوانا ہو گا میری جاسوسی سے۔" احد نے کہا۔

"تمہیں اپنی بیوی کے فون سے میری بیٹی کا نمبر بلاک کرنا ہو گا۔"

احد کے قدم لمحہ بھر کو رکے۔ تبھی گیٹ سے ایک گاڑی اندر داخل ہوئی۔ احد کی نظریں فوراً اس طرف اٹھیں۔ گاڑی میں ایک عورت اور ایک نوجوان لڑکی بیٹھی تھی۔ سلطان بیگ کے چہرے پر ایک پل کے لیے کچھ بدلا جیسے کوئی راز کھلنے کا ڈر ہو۔

یہ لمحہ احد کے لیے ایک اور انکشاف تھا۔ وہ آدمی جسے وہ پتھر سمجھتا تھا، اس کی بھی کمزوریاں تھیں۔ وہ کسی کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اُن کے لہجے میں احد کے لئے سرد مہری واضح تھی مگر وہ احد سے نفرت نہیں کرتے تھے۔ کچھ تو تھا جو وہ مِس کر رہا تھا اور اِس بات کا اندازہ اُسے اُس گاڑی کے گھر میں داخل ہونے کے بعد سُلطان بیگ کا چہرہ دیکھ کر ہوا تھا۔

"اِس کے بعد یہاں نہ آنا۔"

"کبھی نہیں آؤں گا۔" یہ الفاظ اس کے دل سے نکلے تھے، سلطان بیگ کے لیے نہیں بلکہ خود

کے لیے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

دوپہر کا وقت تھا، سورج آسمان پر چمک تو رہا تھا مگر اس میں وہ تپش نہیں تھی جو گرمیوں کی دوپہر میں ہوتی ہے۔ دھوپ نرم اور سہانی تھی جو دیواروں اور چھتوں پر سنہری رنگ بکھیر رہی تھی۔ کہیں کھلے صحن میں کوئی دھوپ سینک رہا تھا، ہاتھ میں چائے کا کپ اور شال میں لپٹا وجود جیسے اس لمحے کی گرمی کو اپنے اندر جذب کر رہا ہو۔

بازاروں میں بھی چہل پہل کم تھی، صرف وہی لوگ نکلے ہوئے تھے جو دھوپ میں چل کر کچھ دیر کے لیے خود کو سمیٹنا چاہتے تھے۔

یہ وہ دوپہر تھی جس میں نہ گرمی کی شدت تھی، نہ جاڑے کی سختی۔ بس ایک مدھم سی راحت، جو کچھ لمحوں کے لیے سردی کی سختی کو بھلا دینے پر مجبور کر دیتی تھی۔

ایسے میں وہ اپنی کچن کاؤنٹر پر کھڑی چائے بنانے میں مصروف تھی۔ اُس کے ایک ہاتھ میں موبائل اور دوسرے ہاتھ میں چائے کا چمچا تھا۔ یونہی کسی خیال کے تحت اُس نے اپنے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کانٹیکٹس اوپن کئے اور اُن کے دیکھنے لگی۔ "اے" کے ہندسے میں ہی اُسے ایک ایسا نام دِکھا، جس پر آ کر اُس کی اُنگلیاں ٹھہر گئیں۔ اُس نے کچھ لمحے کو سوچا اور پھر اُسی نمبر پر کال مِلادی۔

"ہیلو مائرہ، کیسی ہیں آپ؟" دوسری بیل پر ہی فون اُٹھاتے امل کی پر جوش آواز سنائی دی۔

"السلام علیکم، میں ٹھیک تم کیسی ہو؟" اب اُس کی نظریں کھڑکی پر جمی تھیں۔

"وعلیکم السلام، میں بھی ٹھیک۔"

"کیا کر رہی ہو آج کل؟"

"ابھی کچھ دن تک دوبارہ یونی جانا شروع کروں گی۔ آپ کی کیا مصروفیات ہیں؟" وہ اپنے بیڈ پر سیدھی ہو کر لیٹی تھی۔ لمبے گھنے بال بیڈ سے نیچے لڑھک رہے تھے۔ وہ انگلی سے ہی ہوا میں کچھ بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میری کیا مصروفیات ہو سکتی ہیں؟ پورا دن فری بھی ہوتی ہوں اور مصروف بھی۔ سمجھ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نہیں آتا کہ میں کیا کرتی ہوں اور وقت اتنی تیزی سے کیوں گُزرتا ہے۔"اُس نے چائے کا چولہا بند کیا اور مدھم آواز میں کہا۔

"وقت کا کام ہے گُزرنا،وہ تو گُزرتا رہے گا۔ آپ خود کو تھوڑا چُست بنائیں۔"امل نے مائرہ کو مشورہ دیا۔

"وہ کیسے بنا جاتا ہے؟"مائرہ نے مُسکرا کر پوچھا اور کاؤنٹر پر پڑے کپ میں چائے بھرنے لگی۔ پتیلی میں چائے بچ گئی تو اُس نے تیسرا کپ بھی کاؤنٹر پر رکھا اور بچی چائے اُس میں اُنڈیل دی۔

"اتنی فلسفانہ باتیں مجھے تو نہیں آتی،آپ یوٹیوب سے دیکھ لیں۔"اُس نے عاجزی سے جواب دیا۔

"کبھی لگاؤ نہ چکر ہمارے گھر کا بھی۔"مائرہ نے دو کپ ٹرے میں رکھے اور فریدہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"بابا مجھے بالکل بھی اجازت نہیں دیں گے،آپ آئیے گا کبھی۔"امل کی آواز میں فوراً اداسی

گُھل گئی۔

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گی۔"مائرہ نے امل کو تسلی دی، پھر فریدہ بیگم اور آسیہ بیگم کو چائے کا کپ پکڑاتے واپس کچن میں آ گئی۔

"کس سے باتیں ہو رہی ہیں؟"وہ اپنی چائے کا کپ اُٹھانے ہی والی تھی کہ پیچھے سے احد نے مائرہ کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔

"اسی سے جس سے میں نے ایک منٹ بھی سوچے بغیر دوستی کی تھی۔"مائرہ نے اُسے چھیڑنے کے انداز میں جواب دیا۔احد کا رنگ ایک لمحے کے لئے اُڑا مگر پھر اُس نے اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"کیا مطلب ہے آپ کی بات کا مائرہ؟"دوسری جانب سے امل نے فوراً پوچھا۔

"لمبی کہانی ہے، تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔"مائرہ نے امل سے کہا اور الوداعی کلمات کہہ کر فون کاٹ دیا۔

"جی احد صاحب فرمائیں کیا چاہیے آپ کو؟"مائرہ نے احد کی جانب رُخ کرتے پوچھا۔

"وہ چائے، جو تمہارے پیچھے پڑی ہے۔" احد نے چائے کے کپ کی جانب اِشارہ کرتے شوخ انداز میں کہا۔

"یہ لو۔" مائرہ نے فوراً وہ کپ اُٹھا کر احد کی جانب بڑھایا۔ احد نے لمحے بھر کے لئے اُسے دیکھا، جیسے پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اور تم کیا پی وگی؟" احد نے چائے کو دیکھتے پوچھا۔

"تمہیں یہ چائے مانگنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔" مائرہ نے اُس کے قریب جھک کر مدھم سی سرگوشی کی اور چائے کی پتیلی نل کے نیچے رکھ کر اُس میں پانی بھرنے لگی۔

"یہ لو، آدھی تم پی لو۔ باقی مجھے دے دینا۔" احد کپ تھامے اُس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"یہ تو میں نے تمہارے لئے ہی بنائی ہے۔" مائرہ نے مُسکرا کر احد کو دیکھا۔

"اب یہ نہ کہنا کہ تمہیں میرے آنے سے پہلے ہی میری آمد کا احساس ہو جاتا ہے۔" وہ ہلکا سا ہنسا تھا۔ اُسے ہنستا دیکھ مائرہ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"جب تم آنے والے ہوتے ہو تو میرے دل کو پہلے ہی خبر ہو جاتی ہے۔" مائرہ نے بھی احد

کے لہجے میں اُسے جواب دیا جس پر احد کو کافی حیرانگی ہوئی۔

"تمہیں کیسے پتہ چلتا ہے کہ میں آرہا ہوں؟"

"تمہارے بغیر ہوا بھی مختلف لگتی ہے۔" وہ مُسکرا کر بولی البتہ دل ہی دل وہ اپنی ہنسی پر قابو پائے اُس کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اُس نے تین کپ چائے کیوں بنائی تھی۔

"اِس میں تو چینی ہی نہیں ہے۔" احد نے چائے کا پہلا گھونٹ بھرا اور مائرہ کو دیکھا۔

"احد صاحب، اب یہ طریقہ بہت پُرانا ہو چکا ہے۔"

"ارے اِس میں واقعی چینی نہیں ہے ذرا گھونٹ بھر کر دیکھو۔" احد نے سنجیدہ ہو کر کہا اور کپ مائرہ کی جانب بڑھا دیا۔ مائرہ نے بھی بِن کچھ کہے کپ تھام لیا اور چائے کا گھونٹ بھرا۔

"سوری، وہ امی اور خالہ کے لئے چائے بنائی تھی۔ اُن کو شوگر ہے نا اِس لئے بغیر چینی کے بنائی۔" مائرہ کو فوراً یاد آیا تو اُس نے احد کو بتایا۔ "رُکو ابھی مِکس کر دیتی ہوں۔" مائرہ اوپر کے کیبن سے چینی نکالنے لگی۔

"اب اِس کی ضرورت نہیں ہے۔" احد نے کہا اور وہ کپ اُٹھا کر چائے پینے لگا۔

"مائرہ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔" احد نے چائے کا گھونٹ بھرا اور سنجیدہ ہو کر مائرہ کو دیکھا۔

"بولو۔"

"یہ جو لڑکی ہے امل، تمہاری دوست۔" احد نے بات شُروع کی۔

"ایک منٹ والی دوست۔" مائرہ نے احد کی تصیح کی۔

"مائرہ میری بات تو سُنو۔" احد نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا سوری، تم بتاؤ۔"

"تم اِس سے..." وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُس کا فون بجا۔ "مصطفی کمال کالِنگ۔" وہ ہمیشہ غلط وقت پر ہی فون کیا کرتا تھا۔

"ہیلو۔" احد نے فون کان سے لگایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہیلو، کیسے ہو؟" دوسری جانب سے مُصطفیٰ کمال کی آواز سُنائی دی۔

"ٹھیک ہوں، تم بتاؤ؟ کسی کام سے فون کیا؟" احد نے مصطفیٰ کے سوال کا جواب دیتے پوچھا۔

"کیا اب تمہیں فون کرنے کے لئے کسی کام کی ضرورت ہے؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"نہیں، میں بس تھوڑا مصروف ہوں۔ اگر کوئی کام نہیں ہے تو فری ہو کر کال کروں گا۔" نظریں سامنے کھڑی مائرہ پر جمی تھیں۔

"نہیں کوئی کام نہیں ہے، فری ہو کر کال کر لینا۔" مصطفیٰ نے جواب دیا، اور فون بند کر دیا۔

"کس کا فون تھا؟" فون بند ہونے کے بعد مائرہ نے پوچھا۔

"مصطفیٰ کا۔" احد نے مختصر جواب دیا۔

"تمہیں پتہ ہے احد دوستوں کا ہونا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔" احد کا جواب سُننے کے بعد مائرہ نے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میرا کبھی اسکول، کالج میں کوئی دوست نہیں بنا۔ کیونکہ میری واحد دوست میری ماں تھی۔ میں اُن سے اپنی ہر بات شئیر کرتی تھی، تو مجھے کبھی ایسا لگا ہی نہیں کہ مجھے دوستوں کی بھی ضرورت ہے۔" وہ سانس لینے کو رُکی اور اپنی بات جاری رکھی۔ "مگر اُن کے جانے کے بعد احساس ہوا کہ اُن کا ہونا کتنا ضروری تھا۔ جو باتیں میں صرف اُن سے کیا کرتی تھی اب وہ باتیں میرے اندر رہتی ہیں۔ ماؤں سے بڑا کوئی ہمدرد، کوئی دوست نہیں ہوتا احد۔" آنسو اُس کی آنکھ سے بہہ کر رُخسار کو چھونے لگے۔ وہ جب بھی اپنی ماں کا ذکر کرتی تھی، تو آنسوؤں کو بہنے کا موقع مل جاتا تھا۔ اُسے اپنی ماں کا ذکر کرنے کے لئے کسی خاص موضوع کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، وہ تو ہمیشہ اُس کے ساتھ رہا کرتی تھیں۔ "جو باتیں میں اپنی ماں سے کرتی تھی، وہ شاید کسی سے نہ کر پاؤں۔ تم سے بھی نہیں، شاید امل سے بھی نہیں۔" امل کے نام نے ایک بار پھر احد کو اُلجھایا تھا مگر وہ خاموش رہا۔

"لوگ جج کرتے ہیں، مائیں جج نہیں کرتی۔" مائرہ نے آہستگی سے کہا۔

"مائرہ، میں نے تمہیں کبھی کہیں جانے سے نہیں روکا۔ تم جہاں جانا چاہتی ہو جاؤ، اپنے نئے دوست بناؤ۔ اُن کے گھر جاؤ، اُن کو اپنے گھر بُلاؤ۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ کھڑا رہوں گا۔"

وہ مائرہ کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا،مائرہ نے اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔ایک سکون کا احساس تھا جو احد کی آنکھوں میں دیکھتے ہی مائرہ کے وجود میں پھیل جاتا تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو،نئے دوست بنانے سے پُرانے زخم بھر سکتے ہیں اور اِس بات کا احساس مجھے امل سے دوستی کرنے کے بعد ہوا ہے۔وہ میری ماں کے بعد میری دوسری دوست ہے اور اب میں اُسے کبھی کھونا نہیں چاہتی۔"اُس نے ہاتھ کی ہتھیلی سے اپنے آنسوؤں کو رگڑا۔

احد کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے،وہ مائرہ سے کیا کہے۔وہ کیسے اُس کو امل سے بات کرنے سے روکے؟ کیسے وہ مسکراہٹ جو وہ اُس کے چہرے پر بیس دن سے دیکھ رہا تھا،وہ چھینے؟۔اُس میں ہر طوفان کے سامنے ڈٹ کر کھڑے رہنے کی ہمت تھی،مگر مائرہ کے چہرے سے مسکراہٹ چھیننے کی نہیں۔

"اور میں؟ میں کیا ہوں؟"احد نے اپنی جانب اِشارہ کرتے پوچھا۔

"تم وہ ہو جس کے بغیر میں خود کو مکمل نہیں سمجھتی۔"

"تم کچھ کہہ رہے تھے تمہارا فون بجنے سے پہلے؟"مائرہ کو اچانک یاد آیا، تو اُس نے پوچھا۔

"نہیں، کچھ نہیں۔"احد نے ٹال دیا۔ وہ مائرہ کو کچھ نہیں بتا سکتا تھا، وہ اُس کی مسکراہٹ نہیں چھین سکتا تھا۔ اُسے کوئی اور حل تلاش کرنا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

مائرہ سے بات کرنے بعد جب وہ فارغ ہوا تو اُس نے مصطفیٰ کے نمبر پر کال ملائی۔

"کہاں ہو؟"دوسری جانب سے ہیلو سُنتے ہی احد نے پوچھا۔

"کیفے میں ہی ہوں، ہمیں تو اتوار کی چھُٹی بھی نصیب نہیں ہوتی۔ تم بتاؤ کیا کر رہے ہو؟" مصطفیٰ نے اپنی داستان سُنانے کے بعد پوچھا۔

"یہ میں تمہیں وہاں آ کر بتاتا ہوں۔"احد نے مصطفیٰ سے کہا اور فون بند کر دیا۔

ٹھیک ۲۰ منٹ بعد وہ مصطفیٰ کے ساتھ اُس کے کیفے کے کاؤنٹر پر کھڑا تھا۔

"کیا چیز آج آپ کو ہمارے در پر کھینچ لائی۔" مصطفیٰ نے پوچھا اور ساتھ ہی کافی بنانے میں مشغول ہو گیا۔

"تم سے کچھ شئیر کرنا چاہتا ہوں۔"وہ سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

"ایسا بھی کیا ہے جو تمہیں اتنا سنجیدہ رہنے پر مجبور کر رہا ہے؟" مصطفیٰ نے کافی بینز تیار کرتے پوچھا۔

"میرا باپ۔"احد نے دو حرفی جواب دیا جو مصطفیٰ کے ہوش اُڑا دینے کے لئے کافی تھا۔

"تمہارا باپ؟" مصطفیٰ نے اُسی کے الفاظ دوہرائے۔

"تم جانتے ہو میرا باپ کون ہے؟"احد نے مصطفیٰ کو دیکھتے پوچھا۔

"سلطان صاحب۔" مصطفیٰ نے جواب دیا۔

"سلطان بیگ۔"احد نے پورا نام بتایا۔ مصطفیٰ کو کچھ لمحے سمجھنے میں لگے اور جب سمجھ گیا تو جیسے کوئی کرنٹ یکدم اُس کے جسم میں دوڑا۔اُس کی آنکھیں اچانک سرخ ہو گئی۔

"سلطان بیگ؟وہ مشہور انڈسٹریالسٹ؟"اُس کے ہاتھ سے دودھ گرتے گرتے بچا۔

"ہاں وہی۔"احد نے جواب دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بہت گھٹیا آدمی ہے۔" چند منٹ کی خاموشی کے بعد مصطفٰی نے تبصرہ کیا مگر احد خاموش رہا۔

"وہ جس کنسٹرکشن کمپنی کا مالک ہے وہ شہر کی سب سے بڑی کمرشل عمارتیں، سوسائیٹز اور شاپنگ مالز بناتی ہے اور تم جانتے ہو کیا؟ وہ لوگوں کے پلاٹس پر غیر قانونی قبضہ کرتا ہے۔ لوگوں کو مارنا اُس کے لئے بڑی بات نہیں ہے۔" مصطفٰی جو کچھ جانتا تھا وہ سب وہ احد کو بتا رہا تھا۔

اُس نے دودھ گرم کر کے کافی میں ڈالا اور ایک کپ احد کی جانب بڑھا دیا۔

"جانتا ہوں۔" احد نے مختصر جواب دیا۔

"تو اس میں مسئلہ کیا ہے؟" مصطفٰی نے احد سے پوچھا۔

"مسئلہ یہ ہے کہ وہ پچھلے اتنے سالوں سے مجھ پر نظر رکھے ہے۔ مگر مجھے کبھی اِس بات کا اندازہ ہی نہ ہو سکا۔" احد نے اپنی کافی میں شگر مِکس کرتے کہا۔

"لیکن اُس نے تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا نا۔" اُس نے طویل خاموشی کو توڑا۔ "شاید

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ تمہاری حفاظت کر رہا ہو۔" مصطفٰی نے کافی کرواہٹ اپنے اندر گھول کر یہ الفاظ ادا کئے۔

"یہ کیسی حفاظت ہے جو چُھپ کر کی جاتی ہے؟" احد نے مصطفٰی کو دیکھتے پوچھا۔ "انہوں نے کبھی زندگی میں مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ بس مجھ پر اِس لئے نظر رکھے تھے کہ میں کبھی اُن کے گھر والوں سے مل کر اُن کو وہ حقیقت نہ بتادوں جس سے میں خود آج تک لاعلم تھا۔" احد نے مصطفٰی کو وہ بتایا جو اُس نے سلطان بیگ سے سُنا تھا۔

"تو اِس میں مسئلہ ہی کیا ہے؟ تم اپنی زندگی گزارو جیسے تم پہلے گُزار رہے تھے۔" مصطفٰی نے کافی کا گھونٹ بھرتے احد کو دیکھا۔

"مسئلہ اُن کی بیٹی بھی ہے۔ میری بیوی سے اُس کی دوستی ہو چکی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ میں مائرہ سے اُس کی دوستی ختم کرواؤں مگر میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مائرہ اُس سے دوستی کر کے خوش ہے اور میں اُس کی خوشی کو ختم نہیں کر سکتا۔" احد نے کافی سے نکلتی بھاپ کو دیکھتے اپنی بات مکمل کی۔ صرف مصطفٰی ایسا شخص تھا جس پر وہ آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر سکتا تھا۔ اُسے مصطفٰی کو کچھ بھی بتانے سے پہلے سوچنا نہیں پڑتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اگر اُس کو مسئلہ ہے تو وہ اپنی بیٹی کو منع کریں نا، تمہیں کیوں کہتا ہے۔"

"کیونکہ اُن کے پاس اپنی بیٹی کو بتانے کو کوئی وجہ نہیں ہے۔ وہ اُس سے بہت محبت کرتے ہیں اور اُسے دُکھ نہیں دے سکتے۔" احد نے کافی کا پہلا گھونٹ بھرا اور کہا۔

"یہ اُن کا مسئلہ ہے تمہارا نہیں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔" مصطفیٰ اُس کے قریب آیا اور اُسے سب سمجھانے لگا۔ وہ بہت سوچ سمجھ کر الفاظ ادا کر رہا تھا جیسے بہت لمبی کہانی اپنے اندر دفنا رکھی ہو۔

"ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔" مصطفیٰ کی بات مکمل ہونے کے بعد احد نے کہا اور اپنی کافی پینے لگا۔ سامنے اُسے ایک جوڑا اپنی دو سالہ بیٹی کے ساتھ بیٹھا دکھائی دیا جسے شیشے کے اُس پار سے ۸،۹ سالہ بھکاری بچہ حسرت سے دیکھ رہا تھا۔ پل پھر کو اُسے بھی اپنا آپ اُس بچے جیسا ہی لگا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

اگلی صبح بھی ویسی ہی ٹھنڈی تھی جیسے بہار کے آنے سے پہلے ہوتی ہے۔ درخت نئے پتے

اُگا رہے تھے جو خزاں تک اُس کے ساتھ رہیں گے اور پرندے بھی اپنے گھونسلے بنانے میں مشغول تھے۔

جب وہ آفس کے لئے تیار ہو رہا تھا تو اُسے مائرہ کی آواز سُنائی دی۔

"احد۔" وہ ابھی ابھی واپس آ کر بیڈ پر بیٹھی تھی۔ "مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

"ہاں بولو۔" احد شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی ٹائی باندھ رہا تھا۔ پھر مُڑ کر نرمی سے مائرہ کو دیکھا۔ چند لمحے بیت گئے مگر وہ خاموش رہی۔

"بہار کی یہ چمکتی دھوپ اور تمہاری خاموشی، دونوں ہی دل کو بے چین کر دیتی ہیں مائرہ بی بی۔ ایسے خاموش نہ ہو جایا کرو۔ تمہاری آواز میرے لئے ایسی ہے جیسے باغ میں کوئل نے پہلی بار گایا ہو۔" آخری لائن وہ شاعرانہ انداز میں بولا تھا، جس پر مائرہ خود کو ہنسنے سے روک نہ سکی۔

"واہ واہ، آج تو شاعر بنے بیٹھے ہو۔ لگتا ہے بہار نے تمہارے دل میں بھی کلی کھلا دی۔" مائرہ کی بات سُن کر وہ بھی ہنس دیا۔

"کلی تو تمہاری مسکراہٹ ہے جو ہر موسم کو بہار بنا دیتی ہے۔"

"چلو، اب یہ شاعری سنبھال کر رکھو۔ کل بھی تم نے یہی کہا تھا۔" بھوری آنکھیں ہنوز سامنے کھڑے وجود پر جمی تھیں۔

"محبت میں الفاظ بدلتے نہیں مائرہ بی بی۔ صرف احساس گہرا ہوتا ہے۔"

"تو پھر مجھے روز بہار لگے گی اگر تم روز ایسے بات کرو گے۔"

"تم ساتھ ہو تو خزاں بھی مہکنے لگتی ہے، پھر بہار کا کیا کہنا۔"

احد اب اُس کے قریب آ کر بیٹھ چکا تھا۔

"تم میری بہار ہو احد۔"

احد بے ساختہ ہنس پڑا جیسے بات کی تہہ کو نہ پا سکا ہو۔

"تم ساتھ ہوتے ہو تو میں بھی کِھل جاتی ہوں۔ تمہارے بغیر میں یوں ہوں جیسے خزاں میں مرجھایا پتا۔"

Clubb of Quality Content

احد نے نرمی سے اُس کا ہاتھ تھاما۔

"تم نے کوئی ضروری بات کرنی تھی؟"اب وہ مائرہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔مائرہ چند لمحے خاموشی سے دیکھتی رہی۔چند لمحے خاموشی سے بیت گئے پھر مائرہ نے معمولی انداز میں کہا۔

"مجھے اپنا گھر اور دُکانیں بیچنی ہیں۔"

"کیوں؟"احد کو جھٹکا لگا تھا۔

"بس ویسے ہی۔"اُس کی نظریں فرش پر جمی تھیں۔

"تمہیں پیسوں کی ضرورت ہے؟مجھے بتاؤ۔"ایک یہی بات تھی جو احد کے ذہن میں آئی تھی۔

"نہیں،مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے مگر جب بھی میں اُس گھر میں جاتی ہوں تو میں مینٹلی ڈِسٹرب ہو جاتی ہوں،مجھے ماں کی یاد آتی ہے۔"اُس نے احد سے نظریں ملاتے ہوئے کہا۔

"مائرہ،یہ کوئی حل نہیں ہے۔"چند لمحے کے توقف کے بعد احد نے آہستگی سے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تو میں کیا کروں؟ میں ہفتوں نارمل ہو جاتی ہوں مگر پھر مجھے ماں کی یاد آتی ہے تو میرا دماغ مجھے اُسی رات میں لے جاتا ہے جب اُنہوں نے کہا تھا کہ وہ سونا نہیں چاہتی۔" اُس کی آواز میں اُداسی گُھل چکی تھی۔

"مائرہ سب کو ایک نہ ایک دن یہاں سے جانا ہے۔ کوئی پہلے جاتا ہے، کوئی بعد میں۔ ہم سے پہلے بھی بہت لوگ آئے اور ہمارے بعد بھی بہت لوگ آئیں گے۔ اِسی کو زندگی کہتے ہیں۔"

"اگر میں اُس گھر اور دکانوں کو بیچ دوں تو کیا حرج ہے؟" مائرہ نے احد کو دیکھتے پوچھا۔ وہ اُس کے بہت قریب بیٹھا تھا، اِتنا قریب کہ اُس کی سانسوں کی آواز بھی سُن سکتی تھی۔

"وہ تمہارے پاس تمہاری ماں کی یاد ہے۔ اگر اُسے بیچ دو گی تو تمہارے پاس کیا رہ جائے گا؟"

"میرے پاس تم ہو نا۔" مائرہ نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

"مائرہ، میں تمہیں وہ گھر کبھی نہیں بیچنے دوں گا۔ تم ایسا کرو کہ وہ گھر مجھے بیچ دو۔" احد نے

کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"احد میں مذاق نہیں کر رہی۔" وہ بھی ساتھ ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں بھی سنجیدہ ہوں۔ یہ پیسے تمہارے مجھ پر اُدھار رہے۔ اتنا تو کر ہی سکتی ہو؟" احد نے مائرہ سے پوچھا۔

"اور دو کانیں؟" مائرہ نے پھر سے پوچھا۔

"اگر تم چاہو تو اُن کو بیچ سکتی ہو مگر وہ سارے پیسے تمہارے بینک اکاؤنٹ میں رہیں گے۔ تمہیں پیسوں کی ضرورت ہوئی تو تم مجھ سے مانگو گی۔ وعدہ؟" اب وہ دوبارہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بالوں کو کنگھی کر رہا تھا۔

"وعدہ۔" وہ بھی مُسکرا دی۔

"تم پتہ کرنا کسی پراپرٹی سیلر کا۔"

"جی بہتر۔ اب چلیں؟ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" احد نے دروازے کی جانب بڑھتے اُسے دیکھا اور کہا۔

"ایک آخری بات کہ مجھے آج امل کے گھر جانا ہے۔"

"اگر میں آفس سے جلدی آ گیا تو تمہیں لے چلوں گا۔" احد نے مائرہ کو جواب دیا اور کمرے سے نکل گیا۔ مائرہ بھی اُس کے پیچھے ہی آ گئی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

دوپہر کا وقت ہو رہا تھا۔ وہ فریدہ بیگم اور آسیہ بیگم کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی باتیں کر رہی تھی جب کمرے سے اُس کا فون بجنے کی آواز آئی۔ وہ اُن سے ایکسکیوز کرتی وہاں اُٹھ آئی اور آ کر چارجر سے فون اُتار کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

نام دیکھتے ہی اُس کے لبوں پر مُسکراہٹ در آئی۔ "احد سلطان کالنگ۔" اُس نے فوراً کال پِک کی اور فون کان سے لگایا۔

"جی احد صاحب، کیسا گُزر رہا ہے آپ کا دن؟" اُس نے خوشگوار انداز میں بات کا آغاز کیا۔

"ابھی لنچ بریک تھی سوچا تم سے بات کر لوں۔" فون کی دوسری جانب سے احد کی آواز سنائی دی۔ "تم بتاؤ کیا کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں، بس امی اور خالہ کے ساتھ بیٹھی تھی۔" مائرہ نے بتایا۔ وہ ایک انگلی سے اپنے بالوں کی لٹ کو گول گول گھمانے میں مصروف تھی جبکہ نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی تھیں۔

"اچھا۔" وہ کچھ لمحے کو رُکا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔ "تمہیں امل کے گھر جانا تھا نا؟ ابھی ہاف لیو لے کر آجاؤں کیا؟" احد نے مائرہ سے پوچھا۔ یہ مشورہ اُسے مصطفیٰ نے ہی دیا تھا کہ وہ اپنے باپ کو کنفرنٹ کرے۔

"آسکتے ہو؟" مائرہ نے پھر سے پوچھا۔

"آپ بُلائیں ہم نہ آئیں؟ ایسے تو حالات نہیں۔" احد نے شاعرانہ انداز میں کہا۔ شاید یہ بہار کا اثر تھا، جو اُس کے اندر بھی سب کِھل رہا تھا۔

"زیادہ فلمی نہ بنو اور بتاؤ کہ آسکتے ہو تو میں تیار ہو جاؤں؟" مائرہ نے فوراً سے پوچھا۔ آج سوموار تھا اور وہ جانتی تھی کہ اُسے اتوار تک کا انتظار کرنا پڑنا تھا۔

"اوکے میں ابھی تمہیں کنفرم کر کے ٹیکسٹ کرتا ہوں۔" احد نے کہا اور فون بند کر دیا۔ ٹھیک دو منٹ بعد اُس کا میسج آگیا کہ وہ آرہا ہے اور مائرہ کو تیار ہونے کا کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مائرہ نے فوراً امل کو کال ملائی اور اُسے اپنے آنے کا بتایا پھر اپنے کپڑے ڈیسائیڈ کرنے لگی۔ جب وہ بھی ہو گئے تو باہر آ کر اُس نے فریدہ بیگم کو بتایا کہ وہ اپنی دوست کے ہاں جا رہی ہے۔ اُن کو بھی ساتھ چلنے کی پیشکش کی مگر اُنہوں نے منع کر دیا۔ اُن کا کہنا تھا کہ آسیہ بیگم کے ساتھ ہی رُکیں گی۔ وہ اور احد ہی جائیں۔

وہ واپس اپنے کمرے میں آئی اور کپڑے بدلے۔ اُس کے بعد اُس نے میک اپ کے نام پر بس ہلکا سا مسکارہ لگایا تھا۔ اُس سے اُس کی پلکیں گھنی لگتی تھیں جو کہ اُسے بہت پسند تھیں۔

۱۵ منٹ بعد وہ احد کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی اور احد خاموشی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ اُس نے اپنا فون آن کیا تاکہ وہ لوکیشن دیکھ سکے جو امل نے اُسے بھیجی تھی۔ اُس نے ایک نظر اپنے فون کو دیکھا اور دوسری نظر احد کو۔

"تم جانتے ہو کہ اُس کا گھر کہاں ہے؟" مائرہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیسے؟"

"کیونکہ مائرہ بی بی،اُس کا باپ یہاں کا مشہور اور کامیاب صنعتی شخص ہے جسے سب جانتے ہیں۔"احد نے مائرہ کی جانب دیکھتے جواب دیا اور خاموشی سے سامنے دیکھنے لگا۔مائرہ کو یہ سُن کر حیرانی ہوئی تھی۔امل نے کبھی اپنے باپ کے کام کے بارے میں اُسے کچھ نہیں بتایا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

کچھ دیر بعد اُن کی گاڑی سلطان بیگ کے گھر کے سامنے رُکتی دِکھائی دے رہی تھی۔امل اور صبا گیٹ کے قریب کھڑے اُن کا انتظار کر رہے تھے۔امل صبا کو بھی مائرہ کی آمد کا بتا چُکی تھی۔

مائرہ گاڑی سے اُتری اور احد کی جانب دیکھا جیسے اُسے بھی آنے کا کہہ رہی ہو۔مگر اُس نے آنکھوں سے ہی مائرہ کو تسلی دی کہ وہ آگے بڑھے،وہ بھی آجائے گا۔مائرہ اندر داخل ہوئی تو سامنے ہی اُسے امل کھڑی دکھائی دی۔امل نے اُسے گلے لگایا اور اپنی ماں کا تعارف کروانے لگی۔اُس کے بعد وہ تینوں اندر کی جانب بڑھ گئیں اور احد نے گاڑی گھر کی دیوار کے ایک سائیڈ پر پارک کی اور اُسی میں بیٹھا رہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مائرہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ آپ کے آنے سے مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔" امل ایکسائٹمنٹ سے کہہ رہی تھی۔ "میری یونی میں جتنی بھی سہیلیاں ہیں اُن کے گھر والے بھی میرے بابا کی طرح سٹریکٹ ہیں۔ وہ اُنہیں کبھی ہمارے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتے۔"

"مجھے بھی بہت خوشی ہوئی یہاں آ کر۔" مائرہ نے بھی خوشی سے جواب دیا۔ اب وہ صوفے پر بیٹھے نظروں سے لاؤنج کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ بہت مہارت اور خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ دیوار پر لگی پینٹنگز اور ہر کونے میں رکھے گُلدان اُس خوبصورتی میں اضافہ کر رہے تھے۔

"آپ چلیں، میرے کمرے میں چل کر باتیں کرتے ہیں۔" امل فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی اور مائرہ کو شانے سے پکڑ کر اُٹھایا۔ امل کی شہد آنکھیں کسی بچے کی طرح چمک رہی تھیں۔ مائرہ اُن آنکھوں کو جب بھی دیکھتی تو اُن سے نظریں ہٹانا بھول جاتی۔ وہ آنکھیں بہت آشنا لگتی تھیں۔

"رک جاؤ، اُسے کچھ کھانے پینے تو دو۔" صبا کی آواز سُنائی دی، جسے امل نے مکمل طور پر نظر انداز کیا اور مائرہ کو ساتھ لئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کمرے میں آ کر مائرہ کو بہتر محسوس ہو رہا تھا۔ وہاں صرف وہ اور امل تھیں۔ جب وہ باہر بیٹھے تھے تو نوکر بھی اُسے یوں

گھور کر دیکھ رہے تھے جیسے پہلی بار اُس گھر میں کوئی مہمان آتا دیکھا ہو۔

کمرے میں بیٹھی وہ دونوں کافی دیر باتیں کرتی رہی۔ اُن کی چائے بھی وہیں پہنچا دی گئی تھی۔ مائرہ اُسے "ایک منٹ والی دوست" والی کہانی بھی سُنا چُکی تھی جس پر وہ دل کھول کر ہنسی تھی اور اب امل مائرہ کو اپنی الماری سے کپڑے نکال کر دکھا رہی تھی۔ وہ لڑکی بہت بولتی تھی اور مائرہ کو ہمیشہ سے سُننا پسند رہا تھا۔ امل کے پاس سُننے والا کوئی نہ تھا اور مائرہ کے پاس سُنانے والا۔

امل کا کمرہ بھی بہت نفاست سے سجایا گیا تھا۔ اُس کے کمرے کو دیکھ کر مائرہ کو وہ ایک الگ امل ہی لگی تھی۔ اُس کا کمرہ بہت صاف ستھرا تھا اور ہر چیز کو جوڑ کر اُس کی جگہ پر رکھا گیا تھا۔ امل ڈریسنگ ٹیبل کے قریب پہنچی تو وہاں اُسے ایک لاکٹ پڑا دکھائی دیا جس پر اردو میں امل لکھا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی مائرہ کی انگلی اپنے گلے میں موجود لاکٹ تک گئیں۔ اُس پر مائرہ سلطان لکھا تھا۔

"آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟" قریب آ کر امل نے پوچھا، پھر آنکھوں سے مائرہ کی نظروں کا پیچھا کیا تو سامنے پڑا لاکٹ دکھائی دیا۔

"یہ مجھے بابا نے گفٹ دیا تھا۔"اُس نے خود سے ہی بتایا۔

"میں نے کبھی تمہیں یہ پہنے نہیں دیکھا۔"مائرہ نے سر اُٹھایا اور امل کو دیکھا۔

امل نے لاکٹ اُٹھایا اور انگلی سے امل کے الف کو چُھوا۔"یہ جو الف کی نیچے والی چونچ ہے نا،یہ مجھے چُبھتی ہے،اس لئے نہیں پہنتی۔"اتنا بتا کر اُس نے لاکٹ واپس رکھ دیا اور مائرہ کو ڈریسنگ کے کیبنٹس کھول کر اپنی انگوٹھیاں دکھانے لگی۔

۱۵ منٹ بعد سلطان بیگ کی گاڑی گھر کے سامنے پہنچی،تو اُنہوں نے وہاں کھڑی اُس گاڑی کو دیکھا جس میں احد بیٹھا تھا۔وہ اُسے دور سے پہچان سکتے تھے،اُسے دیکھ کر اُن کا غصہ بھڑک اُٹھا تھا۔وہ گاڑی سے نکلے اور چوکیدار کو احد کو بلانے کے لئے بھیجا۔

"اِسے اندر بھیجو۔"سلطان بیگ نے چوکیدار سے کہا اور اندر کی جانب بڑھ گئے۔چوکیدار نے اُسے پیغام پہنچایا تو وہ فوراً گاڑی سے نکل کر آ گیا۔

ٹھیک دو منٹ بعد احد گیسٹ روم میں اُن کے سامنے کھڑا تھا بالکل اُسی جگہ پر جہاں وہ کل تھا۔

"تمہیں میں نے یہاں آنے سے منع کیا تھا۔" اُن کے لہجے میں خفگی واضح تھی۔

"اِسی لئے آج میں اکیلا نہیں آیا اپنی بیوی کو بھی ساتھ لایا ہوں۔ وہ اِس وقت آپ کی بیٹی کے ساتھ ہے۔" احد نے اُن کو بھڑکانے کے لئے مزید بتایا۔

"تمہیں میں نے کہا تھا کہ اپنی بیوی کو میری بیٹی سے دور رکھو۔ میں تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا، تم مجھے مجبور نہ کرو۔" اب کی بار سلطان بیگ نے طیش میں آچکے تھے

"میں نے اِس بارے میں بھی سوچا اور اِس کا ایک ہی حل ہے میرے پاس کہ اپنی بیوی کو امل سے دور رکھنے کی اصل وجہ اُسے بتادوں۔" احد نے شانے اچکائے۔

"میری بلا سے جو بھی بتاؤ۔ مجھے اُس سے فرق نہیں پڑتا۔" اُنہوں نے لاپرواہی سے کہا۔

"میں نے اِس پر مزید بھی سوچا اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ وجہ میں صرف اُسے نہیں بتاؤں گا بلکہ..." اُس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی سلطان بیگ اُس پر جھپٹے۔

"تم ایسا کچھ نہیں کر سکتے۔"

"آپ جانتے ہیں کہ میں کر سکتا ہوں۔" احد نے آرام سے اپنا گریبان چھڑوایا۔

"مگر تم اِس بات سے ناواقف ہو کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"جو مجھے آتا ہے وہ میں کرتا ہوں اور جو آپ کو آتا ہے وہ آپ کریں۔" احد نے شانے اچکا کر دھیرے سے کہا۔ وہ اُس شخص سے ڈرتا نہیں تھا کیونکہ شاید کہیں اندر وہ بھی جانتا تھا کہ وہ اُسے نقصان نہیں پہنچائے گا اور اب اُس شخص کی کمزوری احد کے ہاتھ لگ چُکی تھی۔

"کیا چاہتے ہو تم؟" اب کی بار اُنہوں نے اپنے لہجے کو دھیما کرتے پوچھا۔

"میں کچھ نہیں چاہتا۔ میری بیوی اور آپکی بیٹی، وہ دونوں ایک دوسرے سے دوستی کر کے خوش ہیں۔ میں بس چاہتا ہوں کہ وہ خوش رہیں۔ میرا آپ سے وعدہ رہا کہ میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"اور تمہاری ماں؟" سلطان بیگ نے پوچھا۔

"وہ میرا مسئلہ ہیں آپ کا نہیں۔"

"ٹھیک ہے، وہ دونوں ایک دوسرے سے رابطے میں رہ سکتی ہیں مگر یوں روزانہ میرے گھر منہ اُٹھا کر نہیں آسکتے۔" سلطان بیگ نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جیسا کہ میں نے آپ کو کل بھی کہا تھا کہ میں کبھی نہیں آؤں گا۔ آج بھی آپ نے مجھے خود بُلایا ہے ورنہ میں کبھی اِس گھر کی دہلیز پار نہ کرتا۔" احد نے پلٹنے سے پہلے اُن سے کہا۔

وہ اِس گھر میں آتا بھی کیسے؟ ایک عجیب سی اذیت ہوتی ہے۔ جب وہ شے تمہارے پاس نہیں ہوتی، جو تمہاری ہو سکتی تھی اور وہ تمہاری جگہ کسی اور کے پاس ہو۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

"چلیں؟" تقریباً دو گھنٹے بعد اُس کا فون بجا تو اُس نے اُٹھا کر دیکھا۔ سامنے احد کا میسج جگمگا رہا تھا۔

"میں گاڑی میں بیٹھا ہوں۔" ساتھ ہی دوسرا میسج بھی آیا۔

"میں بس پانچ منٹ میں آتی ہوں۔" مائرہ نے احد کو جواب دیا اور امل سے اجازت لے کر کمرے سے نکلی۔ امل بھی اُس کے ساتھ ہی چل رہی تھی۔

"آہ میں اپنا فون کمرے میں بھول آئی اور ہم نے تو ایک تصویر بھی ساتھ نہیں بنوائی۔ آپ یہیں رُکیں میں ابھی آتی ہوں۔" امل نے اُسے وہیں رُکنے کا کہا اور واپس کمرے کی جانب

دوڑی۔

مائرہ ایک کمرے کے سامنے کھڑی تھی جو غالباً امل کے ماں باپ کا تھا۔

"تم لوگوں نے اُس لڑکی کو گھر میں کیوں آنے دیا۔"سلطان بیگ کی آواز اُس کی کانوں تک پہنچی۔ کیا وہ اُس کی ہی بات کر رہے تھے؟

"وہ امل کی دوست ہے اور آپ تو جانتے ہیں امل کو۔"صبا نے اُن کو سمجھانا چاہا۔

"اُسے بھی میں نے کتنی بار سمجھایا ہے کہ کالج کی دوستیاں کالج تک اور فون کی دوستیاں فون تک ہی رہیں تو بہتر ہے۔"اُنہوں نے غصے سے کہا۔

"میں اُسے سمجھاؤں گی آپ غصہ نہ کریں۔ اچھی لڑکی ہے مائرہ، میں بھی ملی ہوں اُس سے۔"صبا نے اُن کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ اپنا نام سُن کر مائرہ ٹھٹکی۔

"یہاں کوئی بھی اپنے ماتھے پر لکھ کر نہیں گھومتا کہ وہ اچھا ہے یا بُرا۔ اور میں کسی کو اچھا یا بُرا نہیں کہہ رہا۔ مجھے بس نہیں پسند یوں کسی کا بھی میرے گھر میں آنا۔ میں امل کے معاملے میں کسی پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتا، چاہے وہ اُس کی کوئی دوست ہی کیوں نہ ہو۔"

مائرہ سے مزید کچھ سُنا نہیں گیا اور وہ آگے بڑھ گئی۔

وہ لاؤنج سے نکل ہی رہی تھی کہ اُسے امل کی آواز سُنائی دی۔

"مائرہ، رکیں۔" اُس نے آواز لگائی اور مائرہ کے قریب آ کر رُکی۔ مائرہ کا رنگ اُڑ چکا تھا، جسے وہ محسوس کر سکتی تھی۔

"کیا ہوا؟" اُس نے فوراً پوچھا۔

"کچھ نہیں، بس سر میں درد ہو رہا ہے۔" مائرہ نے فوراً وضاحت دی۔

"میں آپ کو کوئی پین کِلر لا کر دیتی ہوں، آپ رُکیں۔" اُس نے مائرہ سے کہا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگی مگر مائرہ نے اُس کا بازو پکڑ کر اُسے روک لیا۔

"نہیں اِس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں گھر جا کر آرام کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے، گھر پہنچ کر مجھے میسج کر دیجئے گا۔ اب ایک سیلفی ہو جائے، تھوڑا سا مسکرا تو دیں۔" امل نے کیمرہ اوپن کیا اور ایک سیلفی کھینچی۔ مائرہ بھی ہلکا سا مُسکرا دی۔

"او کے اللہ حافظ۔"مائرہ نے امل سے گلے ملی۔

"مجھے بہت اچھا لگا آپ کے ساتھ ٹائم سپینڈ کر کے۔"امل نے خوشی سے کہا۔

"مجھے بھی۔"مائرہ مسکرائی اور وہاں سے نکل آئی۔اُس نے خود سے عہد کر لیا تھا کہ یہ اُس کی پہلی اور آخری بار تھی جب وہ اِس گھر میں آئی تھی۔مگر وہ اس بات سے انجان تھی کہ ایک بار پھر قسمت اُسے یہاں کھینچ کر لائے گی۔اور تب بھی وہ اپنی خوشی سے یہاں نہیں آئے گی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

"کیسا گزرا وقت؟"وہ گاڑی میں آ کر بیٹھی ہی تھی کہ احد نے اُسے مخاطب کرتے پوچھا۔

"بہت اچھا۔"مائرہ نے مسکرا کر جواب دیا،کچھ دیر پہلے والی خفگی اب اُس کے چہرے سے جا چُکی تھی۔

"اب کہاں جانا ہے؟"احد نے اُسے دیکھتے پوچھا۔

"گھر ہی جانا ہے اور کہاں؟"مائرہ نے ناسمجھی سے اُسے دیکھا۔

"میرا مطلب تھا کہ مائرہ بی بی کہ اگر آپ کہیں اور جانا چاہتی ہیں تو بتائیں۔ آج یہ ڈرائیور حاضر ہے۔"احد نے شریر انداز میں کہا۔ کچھ دیر پہلے والی آزردگی اب اُس کے چہرے سے بھی جا چُکی تھی۔

"نہیں مجھے کہیں نہیں جانا، بس گھر ہی چلتے ہیں۔"

"جی بہتر۔"اتنا کہہ کر اُس نے گاڑی سٹارٹ کی۔

"کیسی لگی اُس کی فیملی؟"احد نے بات جاری رکھتے پوچھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے تھے اُس کا باپ واقعی عجیب انسان ہے۔"مائرہ نے احد کو دیکھتے بتایا اور احد نے بھی تعجب سے مائرہ کو دیکھا۔

"کیا کہا اُس نے؟"احد نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"مجھے تو کچھ نہیں کہا، بس اُس کا رویہ عجیب سا تھا۔"مائرہ نے بات گُھما دی۔ اب اُس کی نظریں سامنے ڈیش بورڈ پر جمی تھیں۔

"اچھا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جب وہ گھر پہنچے تو فریدہ بیگم اور آسیہ بیگم پریشان بیٹھی تھیں۔

"کیا ہوا؟"احد نے فوراًاُن کو دیکھتے تعجب سے پوچھا۔

"آپا کو واپس جانا ہو گا،فوزیہ سیڑھیوں سے پھسل گئی اور ڈاکٹر نے اُسے کچھ ہفتے بیڈ ریسٹ کا کہا ہے۔"فریدہ بیگم نے فوراً آسیہ بیگم کی بہو کا نام لیتے بتایا۔

"مگر خالہ کا تو علاج چل رہا ہے،وہ کیسے جا سکتی ہیں؟"احد نے ایک اور سوال کیا،آسیہ بیگم اُن دنوں اپنے علاج کے لئے ہی پاکستان آئی تھیں۔آسٹریلیا کے ڈاکٹرز بھی اچھے تھے مگر وہ اپوائینٹمنٹ اپنی مرضی سے دیتے تھے۔اور اُن کا مسئلہ ایسا تھا کہ اُن کا اعلاج جلد ہونا ضروری تھا۔

"میں پھر آجاؤں گی،ابھی مجھے واپس جانا ہے۔"آسیہ بیگم نے پیشمانی سے کہا،وہ اپنی بہو کے لئے بہت پریشان تھیں۔وہ بھی اُس سے ایسے ہی محبت کرتی تھیں جیسی فریدہ بیگم مائرہ سے۔

"میں آپ کی فلائٹ کرواتا ہوں،آپ پریشان نہ ہوں۔"احد نے اُن کو تسلی دی اور باہر نکل

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کر فون کرنے لگا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ اپنے بیڈ پر بیٹھی فون میں مصروف تھی، جب سلطان بیگ نے اُس کا دروازہ دھیرے سے کھٹکھٹایا۔

"آجائیں بابا۔" اُس نے فون فوراً ایک سائیڈ پر رکھتے خوش دلی سے کہا۔ دروازہ ہلکا سا چرمرایا اور سلطان بیگ کمرے میں داخل ہوئے۔

"تمہیں کیسے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ میں ہوں؟" امل کو دیکھتے ہی اُن کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل چکی تھی۔

"میں آپ کی خوشبو، آپ کے قدموں کی چاپ اور آپ کا دروازہ کھٹکھٹانے کا طریقہ۔ سب سے واقف ہوں۔" امل نے جواب دیا۔ سلطان بیگ قدم بھرتے اُس کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ امل نے سر اُن کے سینے پر ٹِکا لیا۔

"اسی لئے تو میری جان بستی ہے۔" اُنہوں نے مدھم سا کہا اور ایک ہاتھ سے اُس کی گال کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھپکا۔

"یہ جو تمہاری نئی دوست ہے... کیا نام ہے اُس کا؟" وہ کچھ کہنے ہی والے تھے، مگر مائرہ کا نام بھول گئے۔ امل نے فوراً سر اُن کے سینے سے اُٹھایا اور سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"مائرہ۔" اُس نے مسکرا کر بتایا۔

"ہاں... مائرہ۔ تم اُس سے زیادہ بات نہ کیا کرو۔" اُنہوں نے دھیمے لہجے میں کہا۔ وہ احد کو ہامی بھر چکے تھے، اب وہ اُسے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے، مگر اپنی بیٹی کو وہ سمجھانے کی کوشش کر سکتے تھے۔

"کیوں؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"میں ہوں نا تمہارا دوست؟ تمہیں اور دوستوں کی کیا ضرورت ہے؟" اُنہوں نے امل کی حیرت کو نظر انداز کرتے سوال کیا۔

"آپ گھر ہوتے ہی کب ہیں؟" امل نے شکوہ کرتے کہا۔ سلطان بیگ کچھ لمحے کے لئے خاموش ہو گئے۔

Clubb of Quality Content

"تم یونی میں بھی دوست بناتی ہو، کیا میں نے کبھی کچھ کہا؟ مگر یوں کسی سے بھی دوستی کرنا عجیب ہے۔" سلطان بیگ نے نرمی سے اُس کا ہاتھ تھاما اور کہا۔

"وہ تو بس نام کی فرینڈز ہیں، بابا۔ اُن کی اور بہت سی سہیلیاں ہیں، وہ ایک دوسرے کے گھر آتی جاتی ہیں اور پورا دن وہی ذکر کرتی رہتی ہیں۔ میں اُن میں بیٹھ کر خود کو بہت تنہا محسوس کرتی ہوں۔ مجھے ایسی دوستی نہیں پسند، جس میں آپ کے دوست کے اور بہت سے دوست ہوں۔ ٹھیک ہے وہ بھی میری فرینڈز ہیں، مگر میری کوئی خاص دوست نہیں ہے۔ کیونکہ اُن سب کے خاص دوست پہلے سے ہیں۔" وہ لمحے بھر کو رُکی اور سانس لی۔

"مگر مائرہ ایسی نہیں ہیں، وہ صرف میری دوست ہیں۔ اب وہ میری خاص دوست ہیں۔" امل نے اپنی بات مکمل کی۔ سلطان بیگ لاجواب ہو چکے تھے۔

"کبھی یہ نہ بھولنا کہ تمہارا باپ تم سے بہت محبت کرتا ہے امل۔ تمہاری خاطر میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔" سلطان بیگ نے اُٹھ کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور باہر نکل آئے۔

"جانتی ہوں، بابا۔" کمرے سے امل کی آواز اُن کی سماعت سے ٹکرائی۔ وہ جواب دیے بنا

آگے بڑھ گئے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

اُن کو جو ٹکٹ سب سے جلدی ملی تھی وہ اگلی شب کی تھی اور آسیہ بیگم واپس جا چُکی تھیں۔ فریدہ بیگم، مائرہ اور احد... وہ تینوں اُن کو چھوڑنے ائیر پورٹ تک آئے تھے اور اب واپس گھر جا رہے تھے۔

"یوں کرتے ہیں راستے سے ہی کچھ پیک کروا لیتے ہیں، گھر تو کچھ بھی نہیں بنایا آج۔" گاڑی سڑک پر چل رہی تھی، جب فریدہ بیگم کی آواز اُبھری۔

وہ پچھلی سیٹ پر دائیں جانب بیٹھی تھی، جو احد کی سیٹ کے بالکل پیچھے تھے۔ اور اُن کی بائیں جانب پچھلی سیٹ پر ہی مائرہ بیٹھی تھی۔ وہ دونوں جب بھی اِکٹھی ہوتی تو پیچھے بیٹھ جایا کرتی، وہ دونوں ہی یہ نہیں چاہتی تھیں کہ اُن میں سے کوئی ایک آگے بیٹھے اور کوئی ایک پیچھے۔ مائرہ اکثر اُن کو کہا کرتی کہ وہ بڑی ہیں، اُن کو ہی آگے بیٹھنا چاہیے مگر اُن کی بھی ضِد تھی کہ وہ مائرہ کے ساتھ پیچھے ہی بیٹھیں گی۔

"یہ ٹھیک رہے گا کیا پیک کروانا ہے؟"مائرہ نے اُن کی طرف رُخ کرتے پوچھا۔

"جو تم لوگوں کو مُناسب لگے۔"

"آج آپ دونوں میری مرضی کی جگہ سے کھانا کھائیں گی۔"احد نے رئیر ویو مِرر سے اُن دونوں کو دیکھتے کہا۔

کچھ دیر بعد اُن کی گاڑی ایک عالی شان ریسٹورنٹ کے سامنے آ کر رُکی اور احد گاڑی سے باہر نکلا۔

"یہیں بیٹھ کر کھا لیتے ہیں،اتنی پیاری جگہ ہے۔"

"نہیں گھر جا کر ہی بہتر رہے گا۔مجھے بالکل نہیں پسند یوں کھُلی جگہوں پر بیٹھ کر کھانا۔"فریدہ بیگم نے کہا۔"مائرہ تم بھی جاؤ ساتھ اور جو بہتر لگے وہ پیک کروالاؤ۔میں یہاں گاڑی میں ہی ٹھیک ہوں۔"فریدہ بیگم نے مائرہ کو دیکھا۔وہ بھی سر کو خم دیتی گاڑی سے نِکل آئی۔

وہ دونوں کاؤنٹر پر کھڑے اپنا آرڈر دے رہے تھے،جب مائرہ کی نظر سامنے والے ٹیبل پر بیٹھی امل اور اس کی ماں پر پڑی۔امل بھی اُسے دیکھ چُکی تھی۔

مائرہ نے بھی اُس کی جانب قدم بڑھا دیئے اور احد بھی اُس کے ساتھ ہی چل دیا۔ سلطان بیگ باتھ روم سے نکل رہے تھے، جب اُنہیں یاد آیا کہ وہ اپنا بٹوہ گاڑی میں بھول آئے ہیں۔ وہ باتھ روم سے نکلے اور سیدھا باہر کی جانب بڑھ گئے۔ اُنہوں نے احد کو نہیں دیکھا تھا۔

"ہیلو مائرہ، کیسی ہیں آپ؟" امل اُٹھی اور فوراً اُس کے گلے لگی۔ احد نے بھی دونوں کو سلام کیا، اور اُن کا حال حوال دریافت کیا۔

"بیٹا کل تم مجھ سے ملے بنا ہی آ گئی تھی۔" صبا نے مائرہ کی طرف دیکھتے اُس سے پوچھا۔

"وہ بس سر میں درد ہو رہی تھی اِس لئے۔" مائرہ نے بہانہ بنایا اور احد نے اُس کی جانب مُسکرا کر حیرت سے دیکھا، جیسے سوچ رہا ہو کہ یہ کب ہوا؟

"احد بھائی آپ کا تو کافی ذکر سُنا ہے مائرہ کے منہ سے۔ آج آپ سے مل بھی لیا۔" امل نے خوشنودی سے احد کو دیکھتے کہا۔

"میں نے بھی بہت ذکر سُنا ہے آپ کا، اچھا لگا مل کر۔" احد بھی مسکرا دیا۔

"مجھ سے مل کر تو سب کو ہی اچھا لگتا ہے۔" امل نے شانے اچکائے۔

"آپ خود پسند بھی ہیں؟"احد نے معمولی سے انداز میں پوچھا۔

"میں خود شناس ہوں۔"اُس نے مسکرا کر کہا۔

"احد تمہیں پتہ ہے،میں امل کو اکثر کہتی ہوں کہ وہ بالکل تمہاری طرح ہے۔تم بس اُس کے تھوڑے سے سنجیدہ ورژن ہو۔"مائرہ نے احد اور امل کو دیکھتے اپنی بات مکمل کی۔

"اگر تمہاری کوئی بہن ہوتی تو وہ بالکل امل جیسی ہوتی۔"مائرہ نے مزید کہا۔یہ بات سُن کر احد کی گردن میں ایک گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی۔

"ویسے تو میں ہینڈسم لڑکوں کو اپنا بھائی نہیں بناتی مگر آج سے آپ میرے بھائی ہیں۔"
امل نے مُسکرا کر کہا۔اِس بات پر اُس کی ماں نے بھی اُسے گھور کر دیکھا تھا مگر اُسے پروا نہیں تھی۔وہ اکیس برس کی لڑکی تھی مگر اُس کی چال سے وہ سولہ،سترہ برس سے زیادہ نہیں لگتی تھی۔

احد کو بھی اُس زندگی سے بھرپور لڑکی سے بات کر کے اچھا لگا تھا،کوئی کشش تو تھی اُس میں جو مائرہ نے بھی فوراً اُس سے دوستی کر لی تھی۔

"انکل نہیں آئے آپ کے ساتھ؟"مائرہ نے سُلطان بیگ کی کمی محسوس کرتے پوچھا۔

"بس باتھ روم تک گئے ہیں، آتے ہی ہوں گے۔"صبا نے جواب دیا۔

مائرہ اور احد کا آرڈر بھی پیک ہو چکا تھا اور وہ اُن کو خُدا حافظ کہہ کر وہاں سے آ گئے۔احد بھی چاہتا تھا کہ وہ سلطان بیگ کے آنے سے پہلے ہی وہاں سے نکل آئیں۔

"اچھی لڑکی ہے امل۔"احد نے پہلی بار دل سے اُس کی تعریف کی تھی،شاید اُسے وہ واقعی اچھی لگی تھی یا یہ خون کی کشش تھی جو اُسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

"میں تو جانتی ہوں۔"مائرہ نے مسکرا کر جواب دیا،احد نے کاؤنٹر پر پے کیا اور اپنا آرڈر اُٹھا کر باہر نکل آیا۔

فریدہ بیگم کا گاڑی میں دم گھُٹ رہا تھا تو وہ سانس لینے کو باہر نکلی مگر سامنے شیشے کے دروازے سے باہر نکلتے اُس شخص کو دیکھ کر اُن کو لگا کہ اُن کا سانس واقعی بند ہو رہا ہے۔

اُس شخص نے اُنہیں نہیں دیکھا تھا،البتہ فریدہ بیگم کی نظریں اُس کا پیچھا کر رہی تھیں۔وہ اپنی گاڑی میں بٹوہ نکالنے کو جُھکا ہی تھا کہ اُسے خود پر کسی کی نظریں محسوس ہوئی،اُس نے

فوراً مُڑ کر دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب ۷: اِفشا کی آگ، قصاص کی جلن۔

دشمنوں کے ساتھ میرے دوست بھی آزاد ہیں

دیکھنا ہے کھینچتا ہے مجھ پر پہلا تیر کون

تھوڑی دیر بعد جب وہ شخص دوبارہ باہر آیا تو بھی مائرہ اُسی جگہ پر کھڑی تھی۔

"میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟" اُس شخص نے قریب آتے پوچھا۔

"کیا آپ کے پاس مصطفٰی کمال کی کوئی تصویر ہے؟" مائرہ نے بمشکل الفاظ ادا کئے۔ چند لمحے گُزر جانے کے بعد وہ اپنے فون سے مصطفٰی کمال کی تصویر نکال کر مائرہ کو دکھا رہا تھا۔ اُسے دور کسی کسٹمر نے آواز لگائی تو اُس نے مائرہ کی جانب دیکھا جیسے اُس کے بولنے کا انتظار کر رہا ہو مگر اُسے نہ بولتا پا کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

"مائرہ چلیں یہاں سے۔" ہاشم نے ایک بار پھر بے چینی سے کہا مگر مائرہ اُسے نہیں سُن رہی

تھی۔

"احد نے مار دیا اُس کو۔" اُس نے دبے دبے الفاظ ادا کیے جو شاید اُس کے اپنے کانوں تک بھی نہیں پہنچے۔

"مائرہ میں ہاشم ہوں۔ میں آپ کو سب سمجھاتا ہوں، آپ بس یہاں سے چلیں۔ لوگ دیکھ رہے ہیں۔" ہاشم نے ایک بار پھر کہا اور دوبارہ سے مائرہ کا ہاتھ پکڑ کر اُسے گاڑی کی جانب لے کر جانے لگا۔

مائرہ نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ رہا کیا اور ایک زوردار تھپڑ ہاشم کے رُخسار پر دے مارا۔ ہاشم کو چند لمحے لگے یہ سمجھنے میں کہ مائرہ نے اُسے تھپڑ مارا ہے۔ وہ ہاتھ گال پر رکھ کر وہیں ساکت کھڑا رہا۔

"کون ہو تم؟ دھوکے باز؟ فریب کار؟ مکار؟" مائرہ نے اپنے ہر ایک لفظ پر زور دیا۔

"مائرہ کیا آپ مجھے بولنے کا ایک موقع دیں گی؟" ہاشم نے التجا کی۔

"تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"مائرہ ہم آرام سے یہ بات کر سکتے ہیں۔"

"تم جانتے ہو، میں نے زندگی میں چند لوگوں پر بھروسہ کیا تھا اور تم..." وہ لمحے بھر کو رُکی اور ایک گہری سانس لی۔ اُس کے لئے بولنا مشکل ہو رہا تھا۔ "تم اُن میں سے ایک تھے۔" مائرہ نے افسردگی سے کہا۔ اُس کی لال آنکھیں آنسو بہانے کو تیار تھیں۔

"میں آپ کو سب بتا سکتا ہو۔" ہاشم نے ایک بار پھر التجا کی۔

"کیا بتاؤ گے تم مجھے؟ ایک نئی کہانی؟، ایک نیا دھوکہ؟"

"کیا آپ مجھے ایک موقع دیں گی؟"

"کبھی زندگی میں میرے سامنے مت آنا۔" مائرہ نے ایک غصہ بھری نظر ہاشم کو دیکھتے کہا۔ اُس کا شاک اب غصے میں بدل چُکا تھا۔

ہاشم نے اُسے دیکھا۔ یہ وہ مائرہ نہیں تھی جسے وہ پچھلے اماہ سے جانتا تھا، یہ کوئی اور تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مائرہ اُس پر ہاتھ اُٹھائے گی۔

مائرہ نے اُسے دیکھا۔ یہ وہ شخص نہیں تھا جسے وہ پچھلے اماہ سے جانتی تھی، یہ کوئی اور تھا۔ وہ

کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اُسے دھوکہ دے گا۔

"چابی دو مجھے۔" اُس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"میں آپ کو یوں اکیلے نہیں جانے دے سکتا۔ ٹھیک ہے جو غصّہ ہے وہ نکال دیں مجھ پر مگر مجھے بھی تو سنیں۔ آپ بنا کچھ سنیں خود سے نتیجے نہیں نکال سکتیں مائرہ۔ پلیز ٹرائے تو انڈر سٹینڈ..." ہاشم نے اُس کی بھوری آنکھوں میں دیکھا، وہاں کچھ ٹوٹا تھا جس کی کرچیاں وہ مائرہ کی آنکھوں میں محسوس کر سکتا تھا۔

"میں خود جا سکتی ہوں۔ اب میں تمہارے اور احد کے کسی دھوکے میں نہیں آؤں گی اور مجھے دوبارہ اپنی شکل بھی نہ دیکھانا۔" وہ ہر لفظ چبا چبا کر ادا کرنے لگی تھی۔ ہاشم چپ اس کے چہرے کو دیکھتا رہ گیا۔

"یہ لیں چابی اور میں چاہوں گا کہ وقت اب کبھی ہمیں ایک دوسرے کے سامنے نہ لائے۔ جیسا کہ آپ چاہتی ہیں۔ آپ خوش رہیں۔" ہاشم نے ہار مانتے ہوئے چابی اُس کی جانب بڑھائی اور اٹل فیصلے کے ساتھ چولا۔

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" اُس نے ایک قہر آلود نظر ہاشم پر ڈالتے ہوئے چابی لی اور گاڑی کی جانب بڑھنے لگی۔

"اور احد واقعی نہیں جانتا کہ مصطفیٰ کہاں ہے۔ میری طرح وہ بھی بے قصور ہے مائرہ۔" ہاشم ناچاہتے ہوئے بھی پیچھے سے بولا۔

"وہ میرا اور احد کا مسئلہ ہے۔" وہ مُڑی اور جتاتی نظروں سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

"ہاں ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔ آپ احد کو معاف کر سکتی ہیں مجھے نہیں۔" اُس نے ہاشم کو کہتے سُنا اور ایک دم رکی۔ وہ یونہی کھڑا تھا۔ اپنی جگہ سے ایک قدم نہ آگے، نہ پیچھے۔

"وہ میرا شوہر ہے میں اُسے ہزار بار معاف کر سکتی ہوں۔ تم کون ہو؟" اُس نے جتاتے ہوئے کہا۔

ہاشم اس کے قریب آیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ دونوں کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔

"مس مائرہ اگر آپ کی آنکھوں میں میں خود کے لیے تھوڑی سی بھی نرمی دیکھتا تو قسم لے لیں میں ضرور بتاتا کہ میں کون ہوں۔ کیا میں یہ سب ڈیزرو کرتا تھا؟... مگر خیر آپ

جائیں۔ صحیح کہا میں آپ کا کچھ نہیں لگتا۔"اتنا کہہ کر وہ مڑا۔مائرہ نے چند لمحے اس کو دیکھا اور پھر مڑ کر وہ بھی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

"لوگ کیسے ایک غلطی پر ہزاروں اچھائیوں کو بھول جاتے ہیں... کیوں اتنے تنگ دل ہو جاتے ہیں لوگ۔ میں ہمیشہ اچھائی کے چکروں میں ذلیل ہوتا ہوں۔"وہ غصّے میں سرگوشی کر رہا تھا اور پھر سڑک کے کنارے چلنے لگا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

جب وہ گھر پہنچی تو سیدھا اپنے بیڈ روم کی جانب بڑھ گئی۔احد بیڈ پر بیٹھا اپنے لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔اُسے آتا دیکھ کر وہ ایک لمحے کو مُسکرایا مگر مائرہ کا چہرہ دیکھ کر فوراً اُس کی مُسکراہٹ سِمٹی۔

"کیا ہوا مائرہ؟"اُس نے فوراً فکر مندی سے پوچھا۔

"کون ہوں میں؟ تمہاری نظر میں کیا اوقات ہے میری؟"احد کو دیکھتے ہی آنسو اُس کی آنکھوں سے بہنا شروع ہو چکے تھے۔

"تم میری بیوی ہو اور میری روح کا حصہ ہو۔بتاؤ ہوا کیا؟"وہ بھی فوراً بیڈ سے کھڑا ہوا اور مائرہ کے پاس آ گیا،ڈاکٹر نے ابھی اُسے ایک دم چلنے سے منع کیا تھا مگر مائرہ کو یوں دیکھ کر اُس کے لئے بیٹھنا مشکل تھا۔

"اِسی لئے تم مجھے چھوڑ گئے تھے؟اِس لئے تم ہر بات پر مجھ سے جھوٹ بولتے ہو؟ کیوں کرتے ہو ایسا؟"اُس کی سسکیوں کی آواز احد کے دل کو چیر رہی تھیں۔وہ چاہ کر بھی اُن دو سالوں کا ازالہ نہیں کر سکتا تھا جو مائرہ نے اُس کے بغیر گُزارے تھے۔ہر بات پر وہ دو سال اُن کے درمیان پہلے حائل ہو جاتے تھے۔کاش کہ وہ دو سال پیچھے جا سکتا،اپنی اُس غلطی کو سُدھار سکتا۔مگر اُس کی غلطی کیا تھی؟یہ شاید وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

"مائرہ تم بغیر روئے بھی بات کر سکتی ہو۔"اُس نے اپنے ہاتھوں سے مائرہ کے آنسو صاف کرنے کی کوشش کی۔

"تم بغیر جھوٹ بولے بھی بات کر سکتے ہو۔"مائرہ نے اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔وہ مائرہ سے آنکھیں نہیں مِلا پایا۔اُس کی آنکھوں میں بھروسہ ٹوٹنے کی کرچیاں واضح نظر آ رہی

تھیں۔یا شاید وہ کرچیاں دل ٹوٹنے کی تھیں۔

"مصطفٰی نے کچھ کہا؟"اُس نے کچھ سمجھنے کے بعد پوچھا۔

"مصطفٰی کون ہے یہاں،تم؟یا وہ جسے تم مصطفٰی بنا کر یہاں لائے ہو؟یا وہ جو پچھلے تین سال سے لاپتہ ہے؟"مائرہ نے اپنے ہر لفظ پر زور دیا،اور احد کو لگا کہ اُس کی دنیا یکدم کسی نے پلٹ دی ہو۔جسے وہ چاہ کر بھی سیدھا نہیں کر پائے گا۔

"مائرہ تم بیٹھ کر میری بات سُنو۔"احد نے اُس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اُسے بٹھانے کی کوشش کی۔مائرہ نے جھٹکے سے احد کے ہاتھوں کو پیچھے کیا۔

"اچھا،ریلیکس۔"احد نے اپنے ہاتھوں کو پیچھے کرتے کہا۔"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔تم نے میرا یقین کیا؟"

"تم ان لوگوں میں سے تھے جس پر مائرہ سلطان آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرتی تھی،احد۔"

اُس نے دھیما سا کہا۔اتنا دھیما کہ شاید احد سُن ہی نہ سکا۔

"تم نے سمجھا کہ میں نے اُسے مار دیا۔یہی سمجھا تھا نا؟تو تم بتاؤ میں کیا کرتا؟ایسا کیا کرتا کہ

تم میرا یقین کر لیتی؟"احد نے مائرہ سے سوال کیا۔

"اگر یقین دِلانے والے تم ہوتے تو میں آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتی مگر تم نے کیا کیا میرا یقین حاصل کرنے کے لئے ایک شخص کو جعلی شناخت پکڑا کر میرے سامنے کر دیا؟" احد کے جواب سے پہلے ہی مائرہ نے اُسے ہاتھ بلند کر کے خاموش کروایا۔"آج میں بولوں گی اور تم صرف سُنو گے۔"احد خاموش ہو گیا اور اُسے بولنے کا موقع دیا۔

"تم نے مجھ سے پوچھا کہ میرے دو سال کیسے گُزرے؟ تم نے پوچھا کہ میں نے تمہیں کہاں کہاں تلاش کیا؟ تم نے پوچھا کہ میں نے کتنی بار تمہیں یاد کیا؟ تم نے پوچھا کہ میں نے کتنی راتیں بغیر سوئے گُزاری ہیں؟ تم نے پوچھا کہ کتنی بار روئی؟ تم نے پوچھا کہ میں نے کیا کچھ سہا؟"وہ لمحے کے لئے خاموش ہوئی۔

"تم نے صرف یہ پوچھا کہ میں مصطفٰی سے کیوں ملنا چاہتی ہوں۔"آنسو ابھی تک اُس کی آنکھوں سے یونہی بہہ رہے تھے۔اب اُس کے ہاتھ میں کانپنا شروع ہو چکے تھے۔دوپٹہ سر سے اُتر چکا تھا اور بال بکھرے بکھرے لگ رہے تھے۔

"میں تمہیں ہر جواب دینے کو تیار تھی۔ میں تم سے ہر گِلہ کرنے کو تیار تھی مگر تم نے مجھ سے وہ سوال کئے ہی نہیں جن کا جواب مجھے آتا تھا۔" اب وہ بیڈ پر بیٹھ چُکی تھی اور رونے کی وجہ سے اُس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔

"تم جانتے تھے کہ میں مصطفٰی سے کیوں ملنا چاہتی تھی۔ پھر بھی تم نے مجھ سے وہی سوال کیا مگر تم یہ نہیں جانتے تھے کہ میرے دو سال کیسے گُزرے۔ پھر بھی تم نے مجھ سے نہیں پوچھا۔ کیا آسان تھا یوں رہنا؟" اُس کے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر ادا ہو رہے تھے۔

احد سائیڈ ٹیبل کی جانب بڑھا اور پانی کا گلاس بھر کر مائرہ کی جانب بڑھایا۔ مائرہ نے جھٹکے سے گلاس کو پیچھے کیا جس سے وہ زمین پر گر کے چکنا چُور ہو گیا۔ احد گڑبڑا کر پیچھے ہٹا۔ گلاس کا چھوٹا سا ٹکڑا احد کے پاؤں پر لگا تھا جس سے خون بہنے لگا۔ مائرہ نے اُس کے پاؤں کو نہیں دیکھا تھا، وہ بس اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"تم جانتے تھے کہ میں مصطفٰی سے اِس لئے ملنا چاہتی تھی کہ میں تمہیں ڈھونڈ سکوں۔ میں تمہارے گُزرے دو سالوں کو ڈھونڈ سکوں۔ مگر پھر جب تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا تو میں نے خود

سے یہ عہد کیا کہ میں اِس کے بعد تمہارے اُن دو سالوں کو نہیں ڈھونڈوں گی۔ میں نے اُس شخص سے کوئی سوال نہیں کیا، نہ ہی مجھے اُس کے کسی جواب کا انتظار تھا۔ میں نے تم پر بھروسہ کیا تھا احد، اور تم نے میرا بھروسہ توڑا۔" اب وہ تھوڑا سنبھل چُکی تھی۔

"مائرہ میں نے تمہیں دھوکہ نہیں دیا، میں نے تمہیں اُس اذیت سے بچایا ہے جو سچائی جاننے کے بعد ہوتی۔" مائرہ اپنی کہہ چُکی تھی، اب احد کی باری تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہارے دو سال اذیت میں گُزرے۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے مجھے ہر ممکن جگہ پر تلاش کیا، میں جانتا ہوں کہ تم نے ہر روز مجھے یاد کیا، میں جانتا ہوں کہ تمہاری ہر رات بغیر سوئے گُزری، میں جانتا ہوں کہ تم ہر روز مجھے یاد کر کے روئی، میں جانتا ہوں کہ تم نے بہت کچھ سہا۔" وہ بھی ہر ایک لفظ پر زور دے کر کہہ رہا تھا۔

"جاننے اور محسوس کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے احد۔ تم نے کہا تم جانتے ہو کہ میں نے کیا کچھ سہا، تو بتاؤ کیا کچھ سہا میں نے؟" اُس نے احد سے ایک اور سوال کیا جس کا جواب احد کے پاس نہیں تھا۔

"تم بس جانتے ہو کہ میں نے بہت کچھ سہا مگر میں نے محسوس کیا ہے احد۔"وہ آج احد سے ہر وہ گِلہ کر رہی تھی جو اُس کے دل میں آج تک دفن تھا۔وہ مائرہ تھی،اُس کی بیوی، اُس کی روح کا حصہ۔وہ اُس سے گِلہ کر سکتی تھی،اُسے حق تھا گِلہ کرنے کا۔مگر احد کا کیا؟وہ کس سے گِلہ کرتا؟وہ کسے بتاتا؟اُس کے پاس تو کوئی نہ تھا۔مائرہ کے گلے احد سے وابستہ تھے، وہ اُس سے کر رہی تھی مگر احد کے گلے تو مائرہ سے وابستہ ہی نہیں تھے،تو وہ کس سے کرتا؟

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

تقریباً آدھے گھنٹے بعد جب ہاشم گھر پہنچا تو ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ایسی خاموشی جو چیخ کر ساری داستان بیان کر رہی تھی۔فریدہ بیگم سامنے صوفے پر بیٹھی تھیں۔اُسے آتا دیکھ کر فوراً اُس کی جانب بڑھیں۔

"کیا ہوا بیٹا؟اور تم کہاں رہ گئے تھے؟"اُنہوں نے فوراً سوال کیا،وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے مائرہ کی آواز سُن سکتی تھیں مگر اُنہیں صرف اتنی ہی سمجھ آ رہی تھی کہ وہ رو کر احد سے کچھ کہہ رہی ہے۔اُنہوں نے وقتی اُس کے کمرے میں جانا مُناسب نہیں سمجھا اور جب سے

کمرے میں خاموشی چھائی تھی تب سے اُن کی پریشانی مزید بڑھ چکی تھی۔

ہاشم نے فریدہ بیگم کی آنکھوں میں دیکھ کر نفی میں سر ہلایا، جیسے اُنہیں کچھ کرنے سے روک رہا ہو۔ اُس کی آنکھوں کا کرب اُن کو ساری کہانی سُنا رہا تھا۔

"ہوا کیا ہے؟" وہ گیسٹ روم کی جانب بڑھ رہا تھا جب فریدہ بیگم نے اُس کا بازو تھامتے کہا۔

"میں نہیں جانتا۔" اتنا کہہ کر وہ اپنا ہاتھ چُھڑوا کر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ البتہ فریدہ بیگم کو اُس کی آنکھیں سب بتا رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ گیسٹ روم سے اپنا ہینڈ کیری لے کر باہر نکلا تو صد شکر کہ وہاں فریدہ بیگم نہیں بیٹھی تھیں۔ وہ جلدی سے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ اب اس کا یہاں رہنا ضروری نہیں تھا۔ وہ ایک کتب کے ساتھ لوٹا تھا۔

فریدہ بیگم جب باتھ روم سے نکل کر واپس آئیں تو اُن کے قدم گیسٹ روم کی جانب اُٹھے اور وہاں آ کر اُن کو وہ کمرہ بالکل خالی دکھائی دیا۔ اُنہوں نے کافی آوازیں دیں مگر کوئی جواب

نہیں آیا۔اُنہوں نے الماری کھول کر دیکھا، پھر باتھ روم میں جا کر دیکھا پھر سارے کمرے کا جائزہ لیا۔ہاشم کا سارا سامان غائب تھا۔ مطلب وہ جا چکا تھا۔

جب وہ واپس لاؤنج میں آئیں تو مائرہ بھی سامنے کھڑی تھی۔وہ بالکل ابھی اپنے کمرے سے نکل کر آئی تھی۔اُس کی سُرخ آنکھیں واضح نظر آ رہی تھی۔

"کیا ہوا مائرہ؟"اُنہوں نے اُس کی آنکھوں کی سُرخی کو محسوس کرتے پوچھا۔

"مجھے احد کے دوست سے بات کرنی ہے پھر آ کر آپ کو بتاتی ہوں۔"مائرہ نے اُن سے کہا اور گیسٹ روم کی جانب بڑھنے لگی۔

"وہ جا چکا ہے۔"اُسے فریدہ بیگم کی آواز سُنائی دی اُس نے حیرت سے مُڑ کر انھیں دیکھا۔

"کہاں؟"اُس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی،وہ بتا کر نہیں گیا۔"

"کچھ تو کہا ہو گا۔"

"اُس نے کچھ نہیں کہا،مگر میں نے دیکھا ہے۔اُس کی آنکھوں میں۔وہ لڑکا غصّے میں گیا

ہے۔اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔میں نے اس کو پہلے کبھی ایسا نہیں دیکھا۔"فریدہ بیگم نے مائرہ کو گھورتے کہا۔"تم نے کیا کہا اُس کو؟"اُن کی آواز میں بے چینی کے ساتھ غصہ بھی تھا۔

"میں نے اُسے تھپڑ مارا۔"مائرہ نے شرمندگی سے سر جُھکا کر فریدہ بیگم کو بتایا۔

"تھپڑ؟؟اوہ خدایا۔مائرہ میں تم سے اس کی امید نہیں کرتی تھی۔"وہ افسوس کے ساتھ بولیں۔

"آپ کچھ نہیں جانتی امی۔"مائرہ نے اُن کو دیکھتے کہا۔

"میں سب جانتی ہوں۔"کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اب کی بار اُنہوں نے سمجھ کر تحمل سے جواب دیا۔اُن کے جواب نے مائرہ نے حیران کیا تھا۔

"آپ جانتی ہیں وہ۔"مائرہ نے اُن سے پوچھنا چاہا مگر اُس سے پہلے ہی فریدہ بیگم نے بولنا شروع کر دیا۔

"وہ ہاشم ہے۔"فریدہ بیگم کے جواب نے مائرہ کو چونکا دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ... آپ بھی جانتی ہیں؟"مائرہ کے چہرے پر حیرانگی واضح تھی۔"مگر پھر بھی اس نے مجھ سے یہ چُھپایا۔یہ دھوکہ تھا۔وہ بتا بھی تو سکتا تھا۔"مائرہ نے افسردگی سے کہا۔

"وہ معصوم ہے،دھوکہ دینا اُسے نہیں آتا۔وہ جو بھی کر رہا تھا تمہارے شوہر کے کہنے پر کر رہا تھا۔تم ایک بار اپنے شوہر سے تو پوچھتی۔مائرہ تم نے اُسے رُسوا کر کے یہاں سے بھیجا ہے۔اب وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔"اُن کی آواز میں ایک ماں جیسی تڑپ تھی ہاشم کے لئے۔

"ہاں ٹھیک ہے میں غلط ہوں۔مجھے تھپڑ نہیں مارنا چاہیے تھا۔مگر اس کے جانے پر آپ اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہیں،کبھی نہ کبھی تو اُسے جانا ہی تھا،وہ ہمارے لئے ایک اجنبی سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا۔"یہ کہنے کے ساتھ ہی اُس کے دل نے اُس سے سوال کیا تھا۔کیا وہ واقعی اُن کے ایک اجنبی سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا؟

"وہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔وہ میرے بیٹے کے لیے مسیحا تھا۔اس نے احد کا تب ساتھ دیا جب ہم دونوں بھی اس کے ساتھ نہیں تھے۔اور تم اس کے بارے میں کچھ نہیں کہو گی۔

کیوں کہ میں اس کے بارے میں وہ جانتی ہوں جو تم اور احد نہیں جانتے۔ وہ معصوم ہے، محبتوں اور اپنوں کی قدر کرنا جانتا ہے۔ وہ کم از کم دل تو نہیں دکھائے گا۔" فریدہ بیگم نے اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر الفاظ ادا کیے۔

"مجھے بھی افسوس ہے کہ میں نے اُس پر ہاتھ اُٹھا دیا مگر آپ بتائیں کہ میں کیا کرتی؟ جب آپ کو پتہ چلا تھا کہ وہ مصطفیٰ نہیں ہے تو آپ کو وہ کیسا لگا تھا؟" مائرہ نے اُن سے سوال کیا۔

"مجھے وہ معصوم لگا، وہ مجھے اپنے سے جُڑے رشتوں کی قدر کرنے والا لگا۔" فریدہ بیگم گہری سوچ میں ڈوبی الفاظ ادا کر رہی تھیں۔

"اور کیا جانتی ہیں آپ؟ آپ نے مجھ سے کیوں چُھپایا؟" مائرہ نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی کہ تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا مگر تمہیں اُس کی بات سُننی چاہیے تھی۔ تمہیں احد سے بات کرنی چاہیے تھی۔ یوں اُس پر ہاتھ نہیں اُٹھانا چاہیے تھا۔" اُنہوں نے مائرہ کی بات کو نظر انداز کرتے کہا۔ اُن کا دماغ ابھی تک اِسی بات پر اٹکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم جانتی ہو کہ اُس کا قصور کیا تھا؟ صرف اتنا کہ وہ تمہارے دل سے تمہارے شوہر کے لئے شک ختم کرنے کے لئے مصطفیٰ بننے کو تیار ہو گیا اور تمہارے لیے وہ ایک اچھا دوست بن گیا۔ اس نے نا صرف احد کا بلکہ ہم دونوں کا بھی بہت ساتھ دیا تھا مائرہ۔" وہ ہر لفظ افسردگی سے ادا کر رہی تھیں۔

"میں کیا کرتی؟ مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔" مائرہ نے دھیمے لہجے میں پھر سے کہا، اُسے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ہاشم پر ہاتھ اُٹھانے کا افسوس ہو رہا تھا۔

"تم گھر آتی اور گھر آ کر اپنے شوہر سے پوچھتی۔" فریدہ بیگم نے کہا۔ مائرہ جواب میں خاموش رہی۔

"آپ کو مصطفیٰ میرا مطلب ہاشم نے یہ سب کب بتایا؟" مائرہ نے چند لمحے کے توقف کے بعد پوچھا۔

"جب وہ اپنے ضمیر کے نیچے دَب رہا تھا۔" فریدہ بیگم نے چند سیکینڈز کے سکوت کے بعد کہا۔

Clubb of Quality Content

وہاں بیٹھے بیٹھے لاؤنج میں دُھند چھانے لگی اور وہ دُھند وقت کو آج صبح میں لے گئی جب ہاشم نے فریدہ بیگم کو یہ سب بتایا تھا۔

"اگر وہ کبھی مائرہ سے ملنے آئیں، تو کیا وہ ان سے ملے گی؟"

فریدہ بیگم نے چائے کے دو کپ میز پر رکھے۔ ایک ہاشم کے سامنے، اور دوسرا اپنے ہاتھ میں تھامے وہ لاؤنج کی طرف بڑھ گئیں۔

ہاشم نے اپنے سامنے رکھے چائے کے کپ کو دیکھا، جس سے ہلکی ہلکی بھاپ نکل رہی تھی۔ وہ بھی اُن کے پیچھے ہی لاؤنج کی طرف آ گیا۔

"کیا میں آپ کو کچھ بتا سکتا ہوں؟" ہاشم نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"ضرور بتاؤ۔" فریدہ بیگم نے صوفے پر بیٹھتے ایک نظر ہاشم کو دیکھتے جواب دیا۔

"کیا میں آپ پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔" اُس نے ایک اور سوال کیا۔

"یہ سوال اپنے دل سے پوچھو اور اگر وہ ہاں کہے تو کر لینا۔" فریدہ بیگم نے مُسکرا کر جواب دیا۔ ہاشم کا دل اب اِس راز کو مزید اپنے اندر دفن نہیں رکھ سکتا تھا اور ہاشم کو لگا کہ فریدہ بیگم

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہی مائرہ کی ماں کے بعد وہ شخص ہیں جسے وہ یہ حقیقت بتا سکتا ہے۔

اُس کے بعد ہاشم بولنا شروع ہوا، اُس کی ہر بات کی ساتھ فریدہ بیگم کو ایک نیا احساس محسوس ہو رہا تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" ہاشم کی بات مکمل ہونے کے بعد فریدہ بیگم نے اُس طویل خاموشی کو توڑتے پوچھا۔

"میں کچھ نہیں چاہتا، میں بس اپنے دل کو بوجھ بانٹنا چاہتا تھا۔" ہاشم نے جُھکا کر جواب دیا۔

"کیا تم مائرہ کو نہیں بتاؤ گے؟" فریدہ بیگم نے اُس سے پوچھا۔

"وہ مجھے کبھی معاف نہیں کریں گی، میں چاہ کر بھی یہ سب نہیں بتا سکتا۔ میں نے سوچا تھا کہ اُن کو سب بتا دوں گا مگر اب مجھے لگتا ہے کہ میں کبھی اُن کو اِس سچ کے بارے میں نہیں بتا پاؤں گا۔"

"تو میں کیا کر سکتی ہوں؟" فریدہ بیگم نے سوال کیا۔

"آپ اِس راز کو اپنے اندر دفن کر سکتی ہیں؟"

"اُس سے تم ایک نہیں بلکہ دو جھوٹ بول رہے ہو۔ اور احد؟ کیا یہ بات وہ جانتا ہے؟"
اُنہوں نے چائے کا گھونٹ بھرتے پوچھا جو اب تک ٹھنڈی ہو چکی تھی اور گھونٹ بھرنے کے بعد اُنہوں نے چائے کو سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔

"مجھے خود بھی یہ سب یہاں آ کر پتہ چلا ہے، وہ بھی نہیں جانتے۔" ہاشم نے اُن کو بتایا۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا؟"

"میرے پاس ایک تصویر تھی اُن کی۔"

"اب کہاں ہے وہ تصویر؟"

"مائرہ کے پاس ہے۔"

فریدہ بیگم نے ایک گہرا سانس لیا۔ "اُس کے پاس کیسے گئی وہ تصویر؟"

"اُنہوں نے وہ تصویر میرے ہاتھ میں دیکھ لی تھی اور وہ پہچان گئیں کہ یہ اُن کی ماں کی تصویر ہے۔ تو مجھے بھی جھوٹ بولنا پڑا کہ مجھے وہ تصویر آپ کے گھر سے ہی ملی۔" ہاشم نے وضاحت دی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اگر تم کہو تو میں مائرہ کو سچ بتادوں؟"فریدہ بیگم نے بات کے اختتام میں اُس سے پوچھا۔

"نہیں،اِس سے وہ ہرٹ ہوں گی۔"

"ادھر میرے پاس آکر بیٹھو۔"فریدہ بیگم نے اُسے اپنے ساتھ بیٹھنے کا اِشارہ کیا،وہ خاموشی سے آکر بیٹھ گیا۔

"تو تم میری ایک بات مانو گے؟"فریدہ بیگم اُس کو دیکھتے سوال کیا۔

"جی۔"

"تم مائرہ کو سب سچ بتادو..."ہاشم نے حیرت سے اُنہیں دیکھا۔

"یہ میں نہیں کرپاؤں گا۔"

"تو کیا ساری زندگی اُسے اِس دھوکے میں جینے دو گے؟"

"میں کیا کروں؟"ہاشم نے سر دونوں ہاتھوں میں لیتے پوچھا۔

"تم اُسے صحیح موقع دیکھ کر بتادو۔"فریدہ بیگم نے کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اور جب مائرہ کو پتہ چلا کہ میں مصطفیٰ نہیں ہوں تو اُن کے دل میں احد کے لئے شک سب سے پہلے پیدا ہو گا۔" ہاشم نے نیا اندیشہ سامنے رکھا۔

"یہ بات مجھے بھی کھٹک رہی ہے، احد نے ایسا کیوں کیا؟" اُنہوں نے مشکوک نظروں سے ہاشم کو دیکھا۔

"کوئی مصطفیٰ کمال ہے ہی نہیں، اُنہوں نے بس مائرہ کے سامنے یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ دو سال میرے ساتھ رہے اور اپنی مرضی سے رہے تاکہ مائرہ کا شک ختم ہو جائے۔" ہاشم نے اُن کو خود سے ہی بتایا۔

"کیسا شک؟" فریدہ بیگم نے ایک اور سوال کیا۔

"آپ کو مجھ سے وعدہ کرنا ہو گا کہ یہ دونوں باتیں آپ وقت آنے سے پہلے کسی کو نہیں بتائیں گی۔" ہاشم نے فوراً بات بدلتے اُن سے کہا۔

"سچ کبھی چُھپا نہیں رہتا، مائرہ کو کبھی نہ کبھی تو علم ضرور ہو گا۔ اگر تم نے اُسے نہ بتایا تو میں بتا دوں گی۔" فریدہ بیگم نے چند لمحے کے توقف کے بعد کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اگر آپ کو اُنہیں کچھ بتانا ہوا تو خُدارا میرے جانے کے بعد بتائیے گا۔" ہاشم نے التجا کی۔

"تم بے فکر رہو۔ تمہارے لئے اُس کا دل صاف کرنا میرا کام ہے۔" فریدہ بیگم اُس کی پریشانی کو بھانپ چکی تھیں۔

"آپ کا بہت شکریہ۔" ہاشم نے دل سے اُن کا شکریہ ادا کیا۔ پچھلے ایک مہینے میں وہ آج پہلی بار خود کو ہلکا محسوس کر رہا تھا اور اب وہ فیصلہ کر چُکا تھا کہ وہ مائرہ کو بغیر کچھ بتائے واپس چلا جائے گا۔

"اور کیا بتایا اُس نے آپ کو؟" اُن کو حال میں واپس لانے والی مائرہ کی آواز تھی۔

"اُس نے مجھے بتایا کہ اُس کا نام مصطفٰی نہیں، ہاشم ہے۔" فریدہ بیگم نے سادہ انداز میں جواب دیا۔

"آپ کو یہ سب اُس نے کب بتایا؟" اُس کی نظریں یک سوں فریدہ بیگم کے چہرے پر جمی تھیں۔

"آج صبح۔"

"اور آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں نہ بتاؤں اور وہ تمہیں خود ہی جلد از جلد یہ سب بتانا چاہتا تھا۔" فریدہ بیگم نے آدھے سچ کے ساتھ آدھا جھوٹ مائرہ کو سُنایا۔

مائرہ نے کچھ نہیں کہا اور واپس اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اُس تھپڑ کا بوجھ اُس کے سینے پر حاوی ہو رہا تھا، اُس نے یوں کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا تھا اور جس پر اُٹھایا تھا اُس کا تو کوئی قصور بھی نہ تھا۔

———★·✩·★·✩·★·✩·★———

"وہ جا چکا ہے۔" کمرے میں آتے ہی اُس نے احد کو بتایا۔

"یوں اچانک؟" احد نے حیرانی سے پوچھا۔

"تمہیں لگا کہ میں اُس سے صرف اپنی بدتمیزی کی معافی مانگنے جا رہی تھی؟ میں نے اُسے تھپڑ بھی مارا تھا۔ تم سے گلہ ایک طرف مگر اُس کا کوئی قصور نہیں تھا۔" مائرہ نے احد سے نظریں چُراتے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مائرہ... کیوں کیا تم نے ایسا؟"احد کو یہ سُن کر جھٹکا لگا تھا۔

"کیا کرتی میں... تم ہی بتاؤ مجھے۔"مائرہ نے اُس سے سوال کیا تھا۔

"کچھ بھی کرتی بس اُسے تھپڑ نہ مارتی۔اُس کا کیا قصور تھا؟اُسے میں نے بڑی مشکل سے راضی کیا تھا مصطفٰی کمال بننے کے لئے۔"

"کیا تم مجھ پر بھروسہ نہیں کر سکتے تھے؟ایسا کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔"اب کی بار مائرہ نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کر کہا۔

"مائرہ تم نے تو کبھی ایسا نہیں کیا۔پھر ایسے کیسے تم نے اُس پر سارا غصہ نکال دیا؟"وہ ابھی تک شاکڈ تھا۔

"میں بھی نہیں جانتی،مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا جب اُس شخص نے مجھے مصطفٰی کی تصویر دکھائی۔"مائرہ نے جواب دیا،وہ خود بھی حیران تھی کہ اُس نے یہ سب کیوں کیا۔

"ناجانے کہاں گیا ہو گا وہ۔مجھے اُس کو فون کرنے دو ذرا۔"احد نے مائرہ سے کہا اور ہاشم کو کال ملانے لگا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک،دو، تین... ناجانے کتنی کالز اُس نے ہاشم کو کی مگر اُس کا نمبر بند جا رہا تھا اور احد کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

رات کی سیاہی میں بس ہائی وے پر رواں دواں تھی۔ کھڑکی سے باہر اندھیرے میں بکھری روشنیوں کی جھلکیاں لمحہ بہ لمحہ آگے نکلتی جا رہی تھیں۔ہاشم بس کی آخری سیٹوں میں سے ایک پر بیٹھا تھا،سر کھڑکی سے ٹیکے،نظریں گم،اور دل بھاری۔

بے آواز رقص کرتی روشنیوں کے درمیان اُس نے جیب سے اپنا فون نکالا تو احد کی مسلسل مسڈ کالز جھلملانے لگیں۔ہاشم کی نظریں ایک لمحے کے لئے وہیں ساکت ہو گئی۔اُسے سمجھ نہ آیا کہ وہ احد کا فون اُٹھا کر کیا کہے۔

"میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔کل بات کرتے ہیں احد بھائی۔"اُس نے مختصر وائس میسج بھیجا اور فون ایک طرف رکھ کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔بس کی روشنی اندر مدھم پڑ رہی تھی اور اندر ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

راحت تو جیسے آج اُس کی ہمسفر نہ تھی۔

چند لمحے بیت جانے کے بعد فون ایک بار پھر اُس کے ہاتھ میں آچکا تھا۔ وہ وقت گزارنے کے لئے ایک ایپ سے دوسری ایپ تک کا سفر کرنے لگا۔ بس کی ہلکی تھرتھراہٹ میں اُس کی انگلی انسٹاگرام پر لگی۔ جیسے ہی ایپ کھلا تو سامنے کافی سارے میسجز کی قطار اسکرین پر پھیل گئی۔

وہ ہمیشہ انسٹاگرام کے نوٹیفیکیشن بند رکھتا تھا، اس لئے جب بھی آن کرتا تو یونہی میسجز اسکرین کو بھر دیتے۔ آج میسجز پہلے سے بھی زیادہ تھے۔ ہر ایک نے اُسے برتھ ڈے وِش کیا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ ہلکا سا ہنس دیا۔ اچھی سالگرہ منائی گئی تھی اُس کی...

ڈی ایم او پن کیا تو ریکویسٹس میں بھی کسی کا میسج آیا ہوا تھا۔ وہاں آنے والے میسج کا تجسس سامنے موجود میسجز سے زیادہ تھا۔ ہاشم نے ریکویسٹ پر کلک کیا تو سامنے چمکنے والے نام کو دیکھ کر اُس کی آنکھیں وہیں منجمند ہو گئیں۔

ماہ رُخ۔ اُس نے اپنے نام کے ساتھ اپنی ہی ڈی پی لگا رکھی تھی جس میں اُس کا چہرہ بلر تھا

لیکن ہاشم پہچان سکتا تھا کہ یہ وہی ہے۔

اسکرین پر سب کچھ صاف صاف لکھا نظر آرہا تھا۔

اُس نے پچھلے تئیس گھنٹے میں بے تحاشہ میسجز کئے تھے۔

"ہیپی برتھ ڈے ہاشم! سوری فار لیٹ وش، مجھے پہلے پتہ ہوتا تو پورے بارہ بجے وش کرتی..."

ہاشم نے میسج پڑھا اور سوچا کہ ہم اتنے قریب کب ہوئے تھے کہ رات بارہ بجے وش نہ کرنے پر وہ سوری کر رہی تھی؟

ساتھ ہی اُس نے ڈھیروں دعائیں بھی لکھ رکھی تھی۔ ہاشم نے سب پڑھیں اور لبوں نے آمین کہا۔

اُس کے نیچے ایک لوکیشن بھی تھی۔ شہر کے کنارے، سمندر کے قریب، ایک چھوٹا سا کیفے۔ ہاشم کے ذہن میں ایک دم دھماکہ سا ہوا تھا۔

"آپ آئے نہیں؟ میں انتظار کر رہی ہوں..." ہاشم بغور اس کے میسجز پڑھ رہا تھا۔

اُس کے بعد پچیس مسڈ کالز...

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس کے نیچے ایک تصویر بھی تھی۔ہاشم کا انگوٹھا اُس تصویر پر جا ٹھہرا۔

تصویر میں ایک میز تھی جس کو نفاست سے سجایا گیا تھا جیسے کسی خاص انسان کو خاص محسوس کروانے کے لیے کیا جاتا ہے۔درمیان میں ایک کیک پڑا تھا جس پر انگریزی میں ہیپی برتھ ڈے ہاشم لکھا ہوا تھا۔

تصویر کے نیچے ایک آخری پیغام چمک رہا تھا۔

"آپ کیوں نہیں آئے؟ آپ بتا سکتے تھے!"ہاشم اندازہ کر سکتا تھا کہ ماہ رخ کو برا لگا ہو گا۔وہ کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتا تھا۔

اُس نے کچھ سوچتے ہوئے کانوں میں ہینڈز فری لگائے اور کال ملا۔کچھ لمحے بیپ کی آوازیں آئیں پھر فون اُٹھا لیا گیا۔

"اب کال کرنے کی زحمت کیسے کر لی مسٹر ہاشم!"اُس کی ناراضگی اُس کے لہجے سے جھلک رہی تھی مگر طنز زیادہ تھا۔

ہاشم نے ایک گہرا سانس لیا اور پھر کہا۔"مس ماہ رُخ آئی ایم سوری۔میں ہر گز بھی آپ کا

دل دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے ایمرجنسی ہو گئی تھی اور میرے ذہن سے ہی نکل گیا کہ مجھے آپ نے کافی پر بلایا تھا۔ اگر مجھے یاد رہتا تو میں ضرور آپ کو بتا دیتا۔" وہ نرمی سے بول رہا تھا۔ وہ ماہ رُخ کے قریب نہیں تھا لیکن اپنے لئے اُس کو یوں انتظار کرتا دیکھ کر ہاشم کو بُرا لگا تھا۔ ہاشم کی کال ہی کافی تھی ماہ رخ کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے۔

"آپ کو سوری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ شاید میں ہی زیادہ ایکسائیٹڈ ہو گئی تھی۔" اُس نے ماہ رُخ کو کہتے سُنا۔ "کیا یہ باس لیڈی اتنی آسانی سے مان جاتی ہے؟" اس نے دل ہی دل میں سوچا اور ہلکا سا مسکرا کر اس خیال کو جھٹکا۔

"اب بتائیں آپ کے اس انتظار کی بھرائی کیسے کر سکتا ہوں؟" وہ آنکھیں بند کیے، کھڑکی سے سر کو اٹکائے بول رہا تھا۔

"کیا ہم مل سکتے ہیں؟، جب آپ چاہیں اور جہاں آپ کہیں؟" ماہ رخ نے موقع غنیمت جانا تھا۔

"مس ماہ رخ بات یہ ہے کہ اب میں کراچی میں نہیں ہوں۔ میں اپنے گھر واپس جا رہا

ہوں۔"اس نے سادگی سے کہا البتہ آنکھیں موندی ہوئی تھیں۔

"کیا!...ہاشم آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"ماہ رخ کو جیسے جھٹکا لگا تھا۔

"مگر آپ کا قرض رہا مجھ پر،اب جب بھی کراچی آؤں گا تو آپ کے ساتھ کافی پینے جاؤں گا اور بہت شکریہ مجھے اسپیشل محسوس کروانے کے لیے اور مجھے وش کرنے کے لیے۔"

"یہ میری بات کا جواب نہیں تھا۔"ماہ رخ اپنے سوال پر اٹکی تھی۔

"میرے موبائل کی بیٹری ڈیڈ ہو گئی ہے پھر بات ہو گی مس ماہ رخ اور وعدہ رہا میں جلد ہی ملوں گا۔اپنا خیال رکھیے گا۔"اتنا کہہ کر اس نے فون کاٹ دیا اور ساتھ ہی اس کا فون بند ہو گیا۔

ماہ رخ موبائل کو کان سے ہٹا کر چند منٹ دیکھتی رہی"وعدہ رہا کہ میں جلد ہی آپ سے ملوں گا۔"ہاشم کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے تھے اور ایک گہری مسکراہٹ ماہ رخ کے چہرے پر بکھر گئی تھی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مائرہ میری بات سُنو۔" وہ کچن سے کچھ لینے آئی تھی جب لاؤنج میں بیٹھی فریدہ بیگم نے اُسے آواز لگائی۔

"جی امی۔" اُس نے اُن کے قریب آ کر کہا۔

"یہاں بیٹھو اور میری بات تحمل سے سُنو۔" اُنہوں نے اُسے اپنے پاس بیٹھنے کا اِشارہ کیا۔ مائرہ خاموشی سے اُن کے قریب بیٹھ گئی۔

"جی۔" مائرہ نے اُن کی جانب رُخ کیا اور اُن کی آنکھوں میں جھانکتے کہا۔

"تم جانتی ہو ہاشم کون تھا؟" فریدہ بیگم نے اُس سے سوال کیا۔ اُن کی نظریں بھی ہنوز مائرہ کے چہرے پر جمی تھیں۔

"احد نے بتایا کہ وہ اُس کا دوست تھا اور میں جانتی ہوں کہ میں نے جو کیا وہ غلط تھا۔" مائرہ نے سر جُھکا لیا۔

"وہ صرف احد کا دوست نہیں، تمہارا بھی کچھ لگتا ہے۔" فریدہ بیگم نے اُس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ مائرہ نے حیرت سے اُن کو دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا مطلب؟"مائرہ نے تجسس سے پوچھا۔

"عمار خان تو یاد ہوں گے؟"فریدہ بیگم نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔مائرہ کے اندر تک کرواہٹ دور گئی۔

"اُن کا یہاں کیا ذکر؟"مائرہ نے اپنی کرواہٹ کو پیتے ہوئے پوچھا۔

"اولاد کے ذکر کے ساتھ باپ کا ذکر ہمیشہ آتا ہے مائرہ۔ہاشم تمہارے ماموں کا بیٹا ہے۔" اُنہوں نے ہمت کر کے بتا ہی دیا۔مائرہ نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چُھڑوایا اور فریدہ بیگم کی آنکھوں میں دیکھا۔فریدہ بیگم کو اُس کی آنکھوں میں شاک اور غصے کے مِلے جُلے تاثر نظر آئے۔

"احد جانتا ہے کیا؟"مائرہ چند لمحے بعد بولی۔

"نہیں،وہ نہیں جانتا۔ہاشم کو بھی یہاں آنے کے بعد پتہ چلا۔تمہیں یاد ہے وہ تصویر؟ جو تم نے ہاشم کے ہاتھ میں دیکھی تھی اور اُس نے تم سے کہا تھا کہ اُسے وہ تمہارے گھر سے ملی؟ وہ اُس تصویر کو اپنے گھر سے ساتھ لایا تھا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اُس تصویر والی عورت

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کی بیٹی کے گھر ہی جا رہا ہے۔ وہ تو خود بھی اِس سے انجان تھا۔" فریدہ بیگم نے اُسے وضاحت دی۔

مائرہ کو ابھی تک سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ اِس بات پر کیسا ردِ عمل دے۔ ابھی وہ اِسے پروسیس نہیں کر پا رہی تھی۔ اچانک اُن کی زندگی میں ایک شخص آیا جس نے اپنا نام مصطفٰی بتایا پھر پتہ چلا کہ وہ مصطفٰی نہیں ہے اور اب یہ نیا انکشاف۔ آج کے دن میں مائرہ کو بہت سے جھٹکے لگے تھے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

رات دس بجے کے قریب جب وہ گھر کے باہر پہنچا تو گھر کا مرکزی گیٹ کھُلا تھا۔ اُسے حیرانی ہوئی کہ ابھی تک کسی نے وہ لاک کیوں نہیں کیا۔ وہ تھوڑی سی مُسکرانے کی کوشش کرتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔

جب وہ مزید آگے پہنچا تو اُسے اماں ابا کی آواز سُنائی دی۔

"اُس کا فون ابھی تک آن نہیں ہوا کیا؟" صدف نے عمار صاحب سے پوچھا۔ ہاشم کو

احساس ہوا کہ وہ اُسی کی بات کر رہے ہیں۔

"میں نے التمش کو بھی فون کیا ہے،وہ کہہ رہا ہے کہ پتہ کر کے بتاتا ہے۔ایک بار اٹھالے فون اِس کی تو اچھی خاصی کلاس لوں گا۔"عمار صاحب غصے سے اِدھر اُدھر چکر کاٹ رہے تھے۔

"اگر ہاشم بھائی فون نہیں اُٹھائیں گے تو کیا ہم کیک نہیں کاٹیں گے؟"پچھلے دو گھنٹوں میں خدیجہ نے یہ سوال دو سو بار کیا تھا۔اُسے کیک بہت پسند تھا اور یہ بات سب جانتے تھے۔

"نور کی ہی خواہش تھی کہ وہ ہاشم کو ویڈیو کال کر کے ہی کیک کاٹے گی۔اِس لئے دو کیک منگوائے اُس نے اور اب دیکھو، آرام سے اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی ہے۔"صدف کی آواز ایک بار پھر ہاشم کے کانوں میں پڑی۔آج ہاشم اور نور کی سالگرہ تھی اور وہ پچھلے دو گھنٹے سے لگاتار اُسے فون کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور اب اُنہیں اِس بات کی پریشانی ہو رہی تھی کہ آخر ہاشم جا کہاں سکتا ہے۔

"وڈیو کال کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی آ گیا ہوں۔"ہاشم نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی گرم جوشی سے کہا۔سارا لاؤنج غُباروں سے سجا تھا اور سامنے دیوار پر بڑا سا چوبیس لگا نظر آ رہا تھا۔سب کی نظریں ہاشم کی جانب اُٹھیں اور مُسکراہٹ اُن کے لبوں پر پھیل گئی۔

صدف فوراً ہاشم کی جانب بڑھی اور اُسے گلے سے لگا لیا۔پہلے اُس کا دایاں گال چوما اور پھر بایاں۔

"بندہ فون کر کے تو بتا دیتا ہے، تمہیں پتہ ہے کہ ہم سب کتنے پریشان ہو گئے تھے۔"عمار صاحب نے ہاشم کی جانب بڑھتے خفگی سے کہا اور اُسے گلے لگایا۔خدیجہ بھی فوراً آئی اور ہاشم سے ملی،بس نور کی کمی تھی۔

"بتا دیتا تو سرپرائز کیسے دیتا؟"ہاشم نے مُسکراتے ہوئے کہا۔"اور یہ نور کہاں ہے؟نظر نہیں آ رہی۔"فوراً اُس نے نور کی کمی محسوس کرتے پوچھا۔

"وہ ابھی اپنے کمرے میں گئی ہے، تمہیں فون کر کے سرپرائز دینے کا آئیڈیا بھی اُسی کا تھا اور اب منہ بسور کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"خدیجہ جاؤ نور کو بُلا کر لاؤ اور میں فریج سے کیک لے کر آتی ہوں۔" صدف نے خدیجہ سے کہا اور خود کچن کی جانب بڑھ گئیں۔

خدیجہ بھی خاموشی سے نور کے کمرے میں چلی گئی اور ہاشم ابا کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تمہیں تو میں بعد میں پوچھوں گا، ابھی ذرہ کیک کاٹ لو۔" عمار صاحب نے مُسکرا کر کہا، ہاشم بھی ہلکا سا ہنس دیا۔ عمار صاحب کو دیکھتے ہوئے بھی بس وہ ایک چہرہ اُس کے دماغ میں گھوم رہا تھا۔

"نور، خدیجہ اب آ بھی جاؤ۔" صدف نے کچن سے نکلتے خدیجہ اور نور کو آواز لگائی اور ٹیبل پر کیک رکھ کر اُس پر موم بتی لگانے لگی۔

"جلدی سے کیک کاٹیں اور سو جائیں، مجھے تو بہت نیند آ رہی ہے۔" اُنہوں نے پھر سے اونچی آواز میں کہا۔ اتنے میں اُنہیں لاؤنج میں خدیجہ داخل ہوتی دکھائی گئی۔ اُس کے ہاتھ میں ایک فون تھا۔

"نور آپی کا فون اُٹھا لائی ہوں، وہ باتھ روم میں تھیں، اب خود ہی آجائیں گی۔" خدیجہ نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آتے ہی سب کو بتایا۔

"اُسے بتایا کہ میں آ گیا ہوں؟"ہاشم نے پوچھا۔

"نہیں بتایا نا،اُن کو بھی سرپرائز ملنا چاہیئے۔بس اسی لئے فون اُٹھا لائی ہوں۔"خدیجہ نے جواب دیا۔فون اُس کے ہاتھ میں ہی تھا کہ کسی انجان نمبر سے میسج سکرین پر چمکا۔

"ہاشم سے بات ہوئی کسی کی؟"خدیجہ نے میسج پڑھا اور پھر سامنے بیٹھے ہاشم کو دیکھا،اتنے میں ہی اُس انجان نمبر سے کال آنے لگی۔

"کس کا فون ہے؟"عمار صاحب نے تفتیش سے پوچھا۔

"کوئی انجان نمبر ہی ہے۔"خدیجہ نے جواب دیا اور فون سائلنٹ کر کے ٹیبل پر رکھ دیا۔

"لاؤ مجھے دو ذرا۔"عمار صاحب نے فون تھامنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔خدیجہ نے ٹیبل سے فون اُٹھا کر اُنہیں تھما دیا۔

انہوں نے فون اُٹھاتے ہی سپیکر پر ڈال دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہیلو نور،ہاشم سے رابطہ ہوا کسی کا؟ میسج نہیں دیکھ رہی تم،سب خیریت ہے نا؟"ایک انجان بھاری مردانہ آواز سُنائی دی۔عمار صاحب نے حیرت سے ہاشم کو دیکھااور پھر صدف کو۔وہ دونوں بھی اُن کو دیکھ رہے تھے۔

"ہیلو،آواز نہیں آرہی کیا؟"دوسری جانب سے مسلسل بولنے کی آواز آرہی تھی جبکہ اِدھر سب ساکن تھے۔

"لائیں مجھے دیں فون۔"ہاشم نے فون پکڑنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا،مگر عمار صاحب نے اُسے روک دیا۔صدف بُت بنی یہ سب دیکھ رہی تھیں اور خدیجہ کا تو سانس ہی رک گیا تھا۔

"کون ہو تم؟"عمار صاحب نے بُلند آواز میں فون کی دوسری جانب والے شخص سے پوچھا۔اِس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتے...دوسری جانب سے فون کاٹ دیا گیا۔اُنہوں نے فون زور سے دیوار کو دے مارا جس سے وہ چکنا چُور ہو گیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ساڑھے چار سال قبل:

فریدہ بیگم کا گاڑی میں دم گھُٹ رہا تھا تو وہ سانس لینے کو باہر نکلی مگر سامنے شیشے کے دروازے سے باہر نکلتے اُس شخص کو دیکھ کر اُن کو لگا کہ اُن کا سانس واقعی بند ہو رہا ہے۔

اُس شخص نے اُنہیں نہیں دیکھا تھا البتہ فریدہ بیگم کی نظریں اُس کا پیچھا کر رہی تھیں۔ وہ اپنی گاڑی میں بٹوہ نکالنے کو جُھکا ہی تھا کہ اُسے خود پر کسی کی نظریں محسوس ہوئی، اُس نے فوراً اُس جانب دیکھا۔

فریدہ بیگم اندھیرے میں تھیں مگر پھر بھی اُنہوں نے رُخ دوسری جانب کر لیا۔ سُلطان بیگ اُن کو دیکھ نہیں سکے۔ اُس نے اپنا بٹوہ اُٹھایا اور ریسٹورنٹ کی جانب بڑھ گیا۔ فریدہ بیگم کا دل زور سے دھڑک رہا تھا اور اُن کی نظریں سُلطان بیگ کے قدموں پر جمی تھیں۔

اچانک اُن کو شیشے کے دروازے کے اُس پار سے مائرہ اور احد آتے دِکھائی دیے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ احد نے دروازہ کھولا، سامنے سُلطان بیگ کھڑے تھے۔ دونوں نے خاموش مگر گہری نظروں کا تبادلہ کیا اور سُلطان بیگ اندر کی جانب بڑھ گئے اور فریدہ بیگم نے سکون کا

سانس لیا اور فوراً گاڑی میں بیٹھ گئیں۔

جب احد اور مائرہ آ کر گاڑی میں بیٹھے تو فریدہ بیگم نے چہرے پر پریشانی واضح دیکھ سکتے تھے۔ احد کو ایک لمحہ لگا اُن کی پریشانی کی وجہ سمجھنے میں مگر وہ خاموش رہا۔

"امی کیا ہوا؟" مائرہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

"میرا دم گھُٹ رہا ہے۔ شیشے نیچے کرو احد۔" اُنہوں نے مائرہ کو جواب دینے کے بعد احد کو مُخاطب کیا۔ احد نے فوراً اُن کی جانب والا شیشا نیچے کر دیا۔

"یہ لیں پانی پئیں۔" مائرہ نے اپنے بیگ سے پانی کی چھوٹی سی بوتل نکال کر فریدہ بیگم کی جانب بڑھائی۔ احد نے رئیر ویو مرر سے اُسے دیکھا، وہ آج بھی نہیں بدلی تھی۔ آج بھی اُس کے بیگ میں میک اپ کے علاوہ باقی پورا اسٹور ہوتا تھا۔

فریدہ بیگم نے پانی کی بوتل تھامی اور پانی پیا۔ ذہن ابھی تک اُن نظروں میں اُلجھا تھا جن کا احد اور سُلطان صاحب نے تبادلہ کیا تھا۔ کیا احد جانتا تھا کہ وہ اُس کا باپ ہے؟

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

بہار کا نرم سورج ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ باہر ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی، جو درختوں کی شاخوں کو ہلا کر سرسراہٹ پیدا کر رہی تھی۔ ساتھ والے گھر کا لنٹر پڑ رہا تھا جس کی آواز آس پاس والے سارے گھروں کی خاموشی میں مداخلت کر رہی تھی۔

اِس دوران مائرہ اپنے کمرے میں بیٹھی فون پر امل سے کال پر بات کر رہی تھی۔ اُن کی ریسٹورنٹ میں ہونے والی مُلاقات کو چند روز بیت چُکے تھے۔

"مائرہ آج میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا، میں نے ایک پوسٹ ڈالی کہ محبت اور چائے میں کیا فرق ہے؟ اور کسی نے کمنٹ کر دیا کہ محبت ٹھنڈی ہو سکتی ہے، چائے نہیں۔" امل بھی اپنے بیڈ پر لیٹی تھی، سامنے فون کو کسی چیز کی ٹیک سے کھڑا کر رکھا تھا۔ ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھا تھا اور دوسرے کو گفتگو کے درمیان ہلا کر استعمال کر رہی تھی۔ اُس کی عادت تھی وہ بات کرتے وقت منہ سے زیادہ ہاتھ ہلایا کرتی تھی۔ اسپینش لوگوں کی طرح۔

"بات تو اُس کی بھی صحیح تھی لیکن مجھے لگتا ہے کہ ٹھنڈی چائے پر کمپرومائز کیا جا سکتا ہے، ٹھنڈی محبت پر نہیں۔" مائرہ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"بالکل اور ویسے بھی محبت اور چائے دونوں میں ایک چیز تو مشترک ہے... دونوں کے بغیر زندگی ادھوری لگتی ہے۔"

"مگر یہ بات مجھ پر سوٹ نہیں کرتی۔"

"مائرہ ڈونٹ ٹیل می کہ آپ کو چائے نہیں پسند۔" وہ فوراً سیدھی ہو بیٹھی اور فون کو ہاتھ میں تھام لیا۔

اسی دوران احد کمرے میں داخل ہوا۔

"ارے بھئی، کس کے ساتھ اتنی لمبی فلسفانہ گفتگو چل رہی ہے؟" احد نے مائرہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔

"احد، تم کب آئے؟" مائرہ نے چونک کر اُسے دیکھا۔

"آپ کی بیوی کے ساتھ روز گھنٹوں بات کرنے والی مجرم میں ہی ہوں۔" دوسری جانب سے امل کی آواز سُنائی دی جو کہ احد نے بھی سُنی۔ اُس نے جُھک کر دیکھا تو فون کے کونے میں امل دکھائی دی۔ مائرہ اسکرین چھوٹی کئے گوگل پر کپڑوں والی ویب سائیٹ کھولے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بیٹھی تھی۔

"اچھا تو یہ تم ہو؟ میں نے تو سوچا تھا کہ مائرہ بی بی صرف مجھ سے ہی لمبی باتیں کرتی ہے۔" احد نے تمسخر سے کہا۔

"احد بھائی آپ کو تو عادت ہو جانی چاہیے کیونکہ اب میں کہیں نہیں جا رہی۔"

"جی بہتر۔" احد نے مختصر جواب دیا اور باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔

"اب یہ فضول باتیں چھوڑو اور بتاؤ کہ کچھ پسند آیا یا نہیں؟ اور جو سکرین شاٹس میں نے بھیجے وہ دیکھے؟" مائرہ نے بات کا رُخ موڑتے امل سے پوچھا۔ امل کے نانہیال میں کسی کی شادی تھی اور اُسے کچھ پسند ہی نہیں آ رہا تھا، جس وجہ سے اب مائرہ کو اُس کی مدد کرنی پڑ رہی تھی۔

"نہیں، یہ بھی کافی بھاری ہو جائے گا۔ مجھ سے ایسے کام دار جوڑے نہیں پہنے جاتے۔" امل نے فوراً جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم خود ہی پسند کرو۔ مجھ سے یہ کام پچھلے ایک گھنٹے سے نہیں ہو رہا۔" مائرہ اب اُکتا چکی تھی۔

"اچھا یہ چھوڑیں، بعد میں کر لیں گے۔ ابھی آپ کو ایک اور بات بتاتی ہوں۔" امل نے مائرہ کی اُکتاہٹ دور کرنے کے لئے کہا۔

"بتاؤ۔" مائرہ اُس ویب سائیٹ سے بیک ہوئی اور امل کی اسکرین کو بڑھایا۔

"آپ کو پتہ ہے کچھ دن پہلے میں نے ایک اور پوسٹ ڈالی تھی کہ محبت اور چینی میں کیا فرق ہے؟ تو آپ کو پتہ ہے ایک لڑکے نے کیا کمینٹ کیا؟" اُس نے پھر سے عجیب سوال کیا اور مائرہ کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔ احد ابھی باتھ روم سے نکلا ہی تھا اور یہ بات سُن کر اُس نے مائرہ کی جانب دیکھا اور دونوں بغیر آواز کے ہی ہنس دیے۔

"کہ آپ محبت کا موازنہ کرنا چھوڑیں اور پڑھائی پر دھیان دیں۔" جواب احد کی جانب سے آیا تھا۔

"کیا احد بھائی، میری تو سُنیں۔ اُس نے بڑا دلچسپ کمینٹ کیا تھا۔ ذرا فون کے قریب آئیں اور غور سے سُنیں۔" امل نے سنجیدہ ہو کر پکارا تو احد بھی فون کے تھوڑا قریب آ گیا۔

"جی فرمائیں، ہم سُن رہے ہیں۔" مائرہ نے اُسی بے کیفی سے کہا۔

"اُس نے کمینٹ کیا کہ چینی زیادہ ہو جائے تو خطرناک ہوتی ہے پر اگر محبت زیادہ ہو جائے اتنی بے ضرر ہوتی ہے۔"امل نے جواب دیا،مائرہ کا دل چاہا کہ وہ اپنا سر دیوار کو دے مارے۔

"ایسے اور سوال بھی ہوں گے تمہارے پاس پوچھنے کو؟"مائرہ نے اکتاتے ہوئے کہا۔

"جی مگر میرا یہ سوال احد بھائی سے ہے۔"امل نے دلچسپی سے کہا اور ہاتھ سے منہ پر آتی لٹ کو پیچھے کیا۔

"میری بہن آپ مائرہ سے بات کرو مجھے کسی ضروری کام کے لئے جانا ہے۔"احد نے اُسے ٹالا اور خاموشی سے کمرے سے نکل آیا۔فریدہ بیگم آج گھر میں نہیں تھیں۔وہ ہمساؤں کے گھر لنڑ کی مبارک باد دینے گئی تھیں۔احد لاؤنج میں آکر صوفے پر بیٹھ گیا۔پھر کسی خیال کے تحت اُٹھا اور کچن میں آ گیا۔

اُس نے چولہے پر دو کپ چائے کے لئے پانی رکھا اور مصطفٰی کے نمبر پر فون کرنے لگا۔دوسری گھنٹی پر ہی فون اُٹھا لیا گیا۔

"السلام علیکم، میرے فون کے انتظار میں ہی بیٹھے رہتے ہو؟"احد نے سلام کرنے کے بعد پوچھا۔

"وعلیکم السلام، یہی سمجھ لو۔"دوسری جانب سے سادہ سا جواب آیا۔

"کیا کر رہے ہو؟"احد نے ساس پین میں دودھ ڈالتے پوچھا۔

"آج کل تو بہت مصروفیت چل رہی ہے، میں کچھ بڑا کرنے کا سوچ رہا ہوں۔"مُصطفٰی نے جواب دیا۔

"کہیں شادی کرنے کا تو نہیں سوچ رہے؟"احد نے تالیف سے پوچھا۔

"شادی کے علاوہ بھی اور بہت سے مسئلے ہیں میری زندگی میں، تم جانتے ہو۔"اُس نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"یار مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کیا کہوں۔ تمہیں کبھی نہ کبھی تو زندگی میں آگے بڑھنا ہو گا نا۔"اب کی بار احد کا لہجہ بھی فکر زدہ تھا۔

"بہت جلد ایسا ہو گا اور تم بھی دیکھو گے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم سے بعد میں بات کروں گا ابھی میں مصروف ہوں۔" تھوڑی دیر بعد مصطفیٰ نے احد سے کہا اور فون بند کر دیا۔

احد کی بھی چائے بن چُکی تھی، وہ چائے دو کپوں میں بھرتا اندر کی جانب بڑھ آیا جہاں مائرہ ابھی تک امل سے بات کر رہی تھی۔

احد نے چائے کا کپ مائرہ کی طرف بڑھایا تو اُس نے چونک کر احد کو دیکھا۔

"مجھے کہا ہوتا، میں بنا لاتی۔" مائرہ نے کپ کو تھامتے ہوئے کہا۔

"مجھے لگا کہ تم ضروری باتوں میں مصروف ہو، تو میں ہی بنا لاتا ہوں۔" احد نے مائرہ کو چھیڑنے والے انداز میں کہا اور اُس کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"کوئی مجھے بھی بتائے گا کہ کیا ہوا۔" فوراً امل کی آواز سُنائی دی۔

"تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے فون کرنے کے علاوہ؟" اب کی بار احد نے اُس سے مُخاطب ہوتے پوچھا اور کیمرے کے سامنے آ کر اُسے ہاتھ میں پکڑا کپ دیکھایا۔

"کیا بتاؤں، بابا تو ہر وقت گھر سے باہر ہوتے ہیں اور ماما گھر میں مصروف۔ مجھے تو گھر سے

باہر جانے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ میرے پاس تو صرف میرا فون ہی بچتا ہے۔" امل نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اور فون پر تمہاری وہ محبت والی پوسٹس۔" مائرہ نے بات میں اضافہ کیا۔ امل ہنس دی۔ اُسے ہنستا دیکھ کر احد کے لبوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ جب وہ ہنستی تھی تو بہت خوبصورت لگتی تھی۔ اُس کی مسکراہٹ بھی بہت سادہ اور معصوم تھی۔

"کہہ سکتے ہیں۔" امل نے ہلکے سے شانے اچکائے۔

"چلو امل تم سے بعد میں بات ہو گی۔"

"ابھی تو میرا احد بھائی سے سوال بھی رہتا ہے۔" امل نے اُسی توانائی سے کہا۔

احد کیمرے میں نہیں آرہا تھا۔ اُس نے مائرہ کو اشارہ کیا اُس سے بولے کہ احد باہر جا چکا ہے مائرہ نے ایسا ہی کیا۔

"اچھا جب آئے تو اُن سے پوچھئے گا کہ محبت اور نمک میں کیا فرق ہوتا ہے۔" اب کی بار مائرہ کا دل چاہا کہ وہ واقعی سر دیوار کو دے ہی مارے۔

"پوچھ کر تمہیں بتادوں گی۔"مائرہ نے کہااور فون بند کر دیا۔

"کتنی بڑی فلم ہے تمہاری دوست۔"فون بند ہوتے ہی احد نے تبصرہ کیا۔اُس کی ہنسی بے قابو ہو رہی تھی۔

"تم جانتے ہو احد جن بچوں کو والدین کا وقت نہیں ملتا وہ ایسے ہی ہو جاتے ہیں۔"مائرہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ایسے مطلب؟ ٹھیک ٹھاک تو ہے وہ۔"احد نے ناسمجھی سے مائرہ کو دیکھا۔

"وہ بالکل ٹھیک ہے۔ مگر اُس میں لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ہُنر ہے۔ جن کو ماں باپ کا وقت نہیں ملتا،وہ لوگوں کو مائل کرنا جانتے ہیں۔ اللہ یوں بالکل تو کسی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا نا۔ اُسے ماں باپ کا پیار تو ملتا ہے مگر اُن کا وقت نہیں ملتا۔ وہ بالکل تنہا ہوتی ہے اور اُس کا دماغ ایسے سوال سوچتا رہتا ہے۔"مائرہ نے پوری تقریر کر دی۔

"تمہیں یہ سب کیسے پتہ کہ اُسے ماں باپ وقت نہیں دیتے؟ وہ تو اُس پر اپنی جان بھی قُربان کرنے کو تیار ہیں۔"احد نے بے ساختہ کہا۔

"میری اُس سے گھنٹوں بات ہوتی ہے مگر کبھی اُس نے فون بند کرنے کا نہیں کہا کبھی کوئی اُس کے کمرے میں نہیں آیا۔ وہ تو جانتے بھی نہیں ہوں گے کہ وہ مجھ سے اتنے گھنٹے باتیں کرتی ہے۔" مائرہ نے احد کو بتایا۔

"خیر جو بھی ہو، فلم تو ہے وہ۔" احد نے پھر سے کہا۔

"اِس میں تو کوئی شک نہیں ہے۔" اب کی بار مائرہ بھی ہنس دی۔

"تم سے ایک سوال پوچھوں؟" احد نے مائرہ کو دیکھتے پوچھا۔

"پوچھو۔" مائرہ نے چائے کا ایک گھونٹ بھرا اور فوراً کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے پوچھا۔

"چائے میں اور محبت کی ہاتھ کی چائے میں کیا فرق ہوتا ہے؟" احد نے چائے کے کپ کی جانب اِشارہ کرتے پوچھا۔

"تم پکا امل کے بچھڑے ہوئے بھائی ہو۔" مائرہ نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔ احد سر جُھکا کر ہنس دیا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں تھا۔" احد نے پھر سے اُسے تنگ کرتے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم نے ابھی تک چائے کا گھونٹ بھی نہیں بھرا؟"مائرہ نے احد کے ہاتھ میں پکڑے کپ کی جانب اِشارہ کیا۔

"اگر ایک گھونٹ بھی بھرا ہوتا تو تم چائے اور محبت کے ہاتھ کی نمک والی چائے کا فرق سمجھ جاتے۔"مائرہ نے مُسکرا کر جواب دیا۔احد نے فوراً چائے کا گھونٹ بھرا اور بد مزہ ہو کر مائرہ کو دیکھا۔

"آخر کون نمک اور چینی کو ایک جیسے ڈبے میں رکھتا ہے۔"اُس نے منہ کے زاویے بدلتے سوال کیا۔

"اگر آپ ذرہ سا چکھ لیتے یا پوچھ لیتے تو آپ کو پتہ چلتا کہ چینی والے ڈبے کا ڈھکن لال ہے اور نمک والے ڈبے کا ڈھکن سبز۔"مائرہ اُس کے چہرے بدلتے تاثرات کو دیکھ کر لُطف اندوز ہو رہی تھی۔

"تم بیٹھو،میں نئی چائے بنا کر لاتا ہوں۔"احد نے سائیڈ ٹیبل سے دوسرا کپ بھی اُٹھاتے مائرہ سے کہا۔

"مجھے اب آپ پر بھروسہ نہیں رہا احد صاحب۔"مائرہ نے کہا اور اُس کے ساتھ ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"تو کیوں نہ مل کر بنائی جائے محبت والی چائے؟"احد نے مائرہ کو دیکھتے پوچھا۔اُس کے بعد وہ دونوں کچن کی طرف چل دیئے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ دونوں ڈولمن مال کلکٹن کے مرکزی دروازے سے داخل ہوئے،جہاں ایک بڑا اور شفاف دروازہ کھل رہا تھا۔جیسے ہی وہ دروازے سے داخل ہوئے،سامنے ایک وسیع اور روشن لابی نظر آئی۔بلند چھتوں کے نیچے چمکتے ہوئے لائٹس،رنگین اور دلکش سجاوٹ کے ساتھ، ماحول بہت خوشبودار تھا۔

وہ دونوں سیڑھیوں کی طرف بڑھے جو ایک خوبصورت اور جدید ڈیزائن میں بنی ہوئی تھیں۔ اوپر جاتے ہوئے دونوں کو مال کے مختلف حصوں کا نظارہ نظر آرہا تھا جہاں ہر طرف برانڈز نظر آرہے تھے۔

سیڑھیوں کے اوپر پہنچ کر انہوں نے ایک بڑی کھلی جگہ دیکھی جہاں خوبصورت کاؤنٹرز، کیفے اور ریسٹورنٹس نظر آرہے تھے۔ یہاں سے سمندر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا اور ان کی نظر سیڑھیوں کے نیچے بھی جا رہی تھی جہاں لوگ خریداری کر رہے تھے۔

مائرہ کو اپنے لیے شاپنگ کرنی تھی جس وجہ سے وہ آج احد کے ساتھ اِس مال میں آئی تھی مگر وہاں کی رونق دیکھ کر وہ اُسی میں کھو گئی۔ وہ اکثر اپنی ماں کے ساتھ اِس مال میں آیا کرتی تھی مگر اُن کے جانے کے بعد آج وہ پہلی بار یہاں آئی تھی اور اُسے ڈولمن مال آج اتنا حسین نہیں لگ رہا تھا جتنا حسین اُسے پہلے لگتا تھا۔ وہ ہر طرف نظریں دوڑا رہی تھی۔ احد اُس کے ہمراہ چل رہا تھا۔ اچانک کسی نے پیچھے سے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھا، وہ کرنٹ کھا کر مُڑی اور دیکھا کہ سامنے امل اپنی ماں کے ساتھ کھڑی تھی۔

"السلام علیکم۔" اُس نے خوشگوار لہجے میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔"

"آپ بھی یہاں؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"السلام علیکم آنٹی۔"مائرہ نے امل کے سوال کو نظر انداز کرتے صبا کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام بیٹا، کیسی ہو؟"اُنہوں نے خوشنودی سے جواب دیا۔

"میں بالکل ٹھیک، آپ کیسی ہیں؟"اب بھی اُس کی نظر آس پاس کی رونق میں کہیں کھوئی ہوئی تھی۔ایک لٹ اُس کے چہرے پر آ رہی تھی جسے اُس نے ہاتھ کی مدد سے پیچھے کو اڑسا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"صبا کی نظریں بھی اُس ہجوم میں کہیں کھوئی تھیں۔

"احد بھائی آپ کیسے ہیں؟اور آپ نے میرے سوال کا جواب بھی نہیں دیا تھا۔"امل نے احد کو مُخاطب کیا۔اُسے ابھی وہ نمک اور محبت والا سوال بھولا نہیں تھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں، تم بتاؤ تم باتیں بھولتی نہیں ہو کیا؟"احد نے مُسکرا کر پوچھا۔

"میں کچھ بھی نہیں بھولتی۔"اُس نے جتلا کر کہا اور ہاتھ باندھے اُس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"انکل نہیں آئے آپ کے ساتھ؟"مائرہ نے سلطان بیگ کی غیر موجودگی کو محسوس کی تو صبا

کو دیکھتے سوال کیا۔امل نے ایک نظر صبا کو دیکھا،اور پھر مائرہ کو دیکھتے جواب دیا۔

"نہیں اُن کی کوئی ضروری میٹنگ تھی اور شادی کے فنکشن میں صرف دو دن رہ گئے ہیں۔مجھے آن لائن کچھ پسند نہیں آیا تو بڑی مشکل سے بابا کی اجازت لے کر آئی ہوں ڈرائیور کے ساتھ۔"

"اب ہم اتفاقاً مل ہی گئے ہیں تو کیوں نہ آپ میری مدد کر دیں؟"امل نے مائرہ سے پوچھا۔مائرہ نے احد کو دیکھا جیسے اُس کے جواب کے انتظار میں ہو۔

"احد بھائی پلیز بس تھوڑا سا وقت ہی لگے گا۔"امل نے مائرہ کی نظروں سے احد کی نظروں تک کا سفر کر لیا تھا۔اُس وقت احد بھی دور کھڑے کسی شخص کو دیکھ رہا تھا۔

"ہاں بیٹا،پلیز اِس کی ہیلپ کر دو ورنہ میرا تو سر کھا جانا ہے اِس لڑکی نے۔"صبا نے بھی مائرہ سے التجا کی۔وہ بہت کم ہی امل کے ساتھ شاپنگ پر آتی تھیں مگر امل کو کچھ پسند کروانا اُن کے لئے دنیا کا مشکل ترین تھا۔

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ جائیں،میں بھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"احد نے مائرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

مائرہ سر ہلاتی اُن کے ساتھ چلی گئی۔ وہ تینوں آنکھوں سے اوجھل ہوئیں تو احد دور کھڑے اُس شخص کی طرف جو پچھلے چند منٹ سے اُن کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"تم یہاں کیسے؟" اُس نے قریب پہنچتے ہی مُصطفٰی سے سوال کیا۔

"میں تو اپنے لئے جوتے لینے آیا تھا، تم بتاؤ یہاں کیا کر رہے ہو؟" مصطفٰی نے جواب دے کر احد سے سوال کیا۔

"میں مائرہ کے ساتھ آیا تھا شاپنگ کرنے، تمہیں دیکھا تو تمہاری جانب آ گیا۔"

"وہ لڑکی امل تھی نا؟" مصطفٰی ابھی تک اُس جگہ کو دیکھ رہا تھا جہاں چند لمحے قبل وہ کھڑی تھی۔

"تمہیں کیسے پتہ؟" احد کے چہرے پر حیرت واضح تھی۔

"اکثر اپنے باپ کے ساتھ تصویروں میں نظر آتی رہتی ہے۔" مصطفٰی نے مختصر جواب دیا۔

"جو مشورہ میں نے تمہیں دیا تھا مجھے اُمید ہے کہ تم اُس پر عمل کر رہے ہو۔" مصطفٰی نے احد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔ مجھے اِس معاملے میں تمہارے کسی مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔" احد نے دو ٹوک جواب دیا۔

"جو تمہیں بہتر لگے۔" مصطفٰی نے جواب دیا۔ اُس کے بعد دونوں چند منٹ بات کرتے رہے اور احد اُسے خُدا حافظ کہہ کر اُس جانب آ گیا جہاں مائرہ اور امل تھیں۔

"السلام علیکم۔" احد نے قریب پہنچ کر سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ کہاں گئے تھے؟" مائرہ نے اُسے دیکھتے ہی سوال کیا۔

"ایک دوست نظر آ گیا تھا تو اُس سے بات کرنے۔" اُس نے بتایا اور چند لمحے کے لئے خاموش ہو گیا۔ پھر امل اور صبا کی غیر موجودگی محسوس کر کے مائرہ سے سوال کیا۔

"امل اور اُس کی ماں کہاں ہیں؟"

"امل ٹرائے روم میں گئی ہے اور آنٹی پتہ نہیں کہاں ہیں۔ شاید کہیں بیٹھی ہوں۔" مائرہ نے جواب دیا۔ تب ہی اُسے ٹرائے روم سے امل نکلتی دکھائی دی۔

اُس نے ایک لال رنگ کی فراک پہنی تھی، جو نرم سا سلک یا شاہی نیٹ کے کپڑے سے

بنی ہوئی تھی۔ فراک کا کٹ سادہ مگر شاندار تھا، جس میں ہلکی سی کڑھائی کی گئی تھی جو اُس کی شخصیت کو مزید نکھار رہی تھی۔ فراک کا نچلا گھیرا کام دار تھا، جس کی ساخت میں ایک خوبصورت بہاؤ تھا۔ فراک کے ساتھ ایک ہلکی سی چادر بھی تھی جو اُس کے کندھوں پر ڈھکی ہوئی تھی۔ چادر پر ہلکی سی کڑھائی اور چھوٹے سے جھرمٹ تھے جو اُس کے لباس کی سادگی اور خوبصورتی کو مزید بڑھا رہے تھے۔

جب وہ مائرہ کی قریب پہنچی تو اُس کی موجودگی میں ایک نرم سی روشنی پھیل گئی جیسے وہ اپنی خاموش خوبصورتی کے ساتھ سب کی توجہ کھینچ رہی ہو۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟" اُس نے فوراً مائرہ کو دیکھتے سوال کیا۔

"بہت خوبصورت۔" مائرہ نے دل سے تعریف کی۔

"مجھے بھی یہی اچھی لگی۔" امل کی نظریں اب بھی اپنے لباس پر جمی تھیں۔

"اب یہ ڈن کروالو۔" مائرہ بھی اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ امل پر وہ جوڑا واقعی سوٹ کر رہا تھا۔

"یہ تو ہو گیا۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کو کیا خریدنا ہے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں صرف ایک جوڑا ہی خریدنا تھا کیا؟"

"جی۔"امل نے جواب دیا۔

"اور مایوں، مہندی کے لئے ڈیسائیڈ کر لئے؟"مائرہ نے پوری دوکان میں نظر دوڑاتے پوچھا شاید یہیں سے کچھ مل جائے۔

"بابا مجھے صرف مین فنکشن پر جانے کی اجازت دیں گے، میں جانتی ہوں۔"امل نے اُداسی سے کہا۔احد نے بھی سر اُٹھا کر اُسے دیکھا،وہ واقعی اُداس لگ رہی تھی۔اگر سلطان بیگ اُس سے اتنا پیار کرتے تھے تو اُسے یوں قید کر کے کیوں رکھتے تھے؟

"وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟"احد خود کو پوچھنے سے روک نہ سکا۔

"کیونکہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور میرے لئے بہت پروٹیکٹو ہیں۔وہ دنیا کو مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔"امل نے جواب دیا۔اِس سے پہلے کہ احد اُس کے باپ کی شان میں کچھ اور کہتا،مائرہ نے اُسے گھور کر خاموش کروادیا۔

"چلیں آپ کے لئے کچھ پسند کرتے ہیں۔"امل نے ماحول کی اُداسی کو ختم کرتے فوراً مائرہ

سے کہا۔

"مجھے تو دو، تین سادہ سوٹ ہی خریدنے ہیں گھر کے لئے۔" مائرہ نے جواب دیا۔ اُس کے بعد وہ کافی دوکانیں گھومیں اور مائرہ نے اپنے لئے بھی تین جوڑے خرید لئے۔

"اب کچھ کھالیا جائے؟" احد نے اُن دونوں کو مخاطب کرتے پوچھا۔

"مجھے تو بہت بھوک لگی ہے۔" امل نے فوراً کہا۔

"بھوک تو مجھے بھی لگی ہے مگر امی گھر میں انتظار کر رہی ہوں گی۔" مائرہ نے اپنی فکر مندی کا مظاہرہ کیا۔

"تو آپ آنٹی کو بھی ساتھ لے آتے اِسی بہانے اُن سے بھی مُلاقات ہوجاتی۔" امل نے احد کو دیکھا اور پھر مائرہ کو۔

"اُن سے زیادہ چلا نہیں جاتا اِس لئے گھر ہی رہتی ہیں۔ اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ ہماری مُلاقات آپ سے ہونی ہے تو اُن کو بھی ضرور لے آتے۔" احد نے امل کی طرف دیکھتے اپنی بات مکمل کی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اب کیا پروگرام ہے کھانے کا؟"امل نے پھر سے پوچھا۔

"چلیں پہلے کچھ کھا ہی لیتے ہیں، چلیں مائرہ بی بی۔"احد نے مائرہ کو دیکھتے کہا۔

اُس کے بعد وہ تینوں ریسٹورنٹ کی جانب بڑھ گئے۔امل نے اپنی صبا کو بھی فون کر کے وہیں بُلالیا۔وہ کسی کیفے میں بیٹھی کافی پی رہی تھیں۔

لنچ کرنے کے بعد احد اور مائرہ نکل چُکے تھے اور امل اپنی ماں کے ہمراہ گاڑی کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"اپنے بابا کو مت بتانا کہ ہمیں مائرہ ملی تھی مال میں، وہ یونہی غصہ کریں گے۔"اُنہوں نے امل کو سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔"امل نے اُن سے کہا، اتنے میں وہ گاڑی کے قریب آ گئی اور خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

چند مہینے بعد:

ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ چھت پر خاموشی تھی، بس دور کہیں سے بچوں کے قہقہے اور بازار کی مدھم آوازیں آ رہی تھیں۔ آسمان پر بادلوں کی اوٹ میں چاند چھپا ہوا تھا اور مائرہ بے فکری سے چھت کی دیوار سے ٹیک لگائے آسمان کو تاک رہی تھی۔

"ابھی تک چاند نظر نہیں آیا اس کا مطلب کل روزہ ہے، عید نہیں۔" اس نے سکون سے کہا اور احد کی طرف دیکھا، جو برابر میں کھڑا آسمان پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"پکا یقین ہے؟" احد نے ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں، بالکل۔ مجھے نہیں لگتا کہ آج چاند نظر آئے گا۔" مائرہ نے بے فکری سے کہا۔

اچانک ہوا کی خنکی میں ایک ہلکی سی سرگوشی ہوئی اور بادل کا ایک ٹکڑا سرک گیا۔

"پھر وہ کیا ہے؟" احد نے جواب دینے کے بجائے مائرہ کا بازو پکڑ کر آسمان کی طرف اِشارہ کیا۔

مائرہ نے اچانک نظر اٹھائی اور دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ ہلکے بادلوں کے بیچ، آسمان پر چمکتا ہوا، نیا نویلا چاند جھانک رہا تھا۔ باریک، نازک اور چمکدار۔ وہ کچھ دیر حیرت سے اسے

دیکھتی رہی، پھر جھٹ سے سیدھی ہو کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ... یہ تو عید کا چاند ہے؟" اس کے لہجے میں حیرت اور بے یقینی تھی۔ اُس نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔

"جی ہاں اور تم جو اتنے یقین سے روزے کی پلاننگ کر رہی تھیں اب کیا کرو گی؟" احد نے کندھے اچکائے۔

"یہ چاند کتنا خوبصورت ہے۔" مائرہ نے دعا مانگنے کے بعد بے ساختہ کہا۔

"میرے چاند سے کم۔" احد مائرہ کو دیکھ کر مسکرایا۔ مائرہ آسمان والے چاند کو دیکھنے میں مصروف تھی اور احد اپنے چاند کو دیکھنے میں۔

مائرہ نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا جو بالکل خالی تھے۔ "میرے پاس مہندی ہے نہ چوڑیاں!" وہ بے اختیار بولی۔

"یہ تو بہت بڑا مسئلہ ہو گیا!" احد نے اسے طنزیہ دیکھا پھر زور سے ہنسا۔

"تم ہنس رہے ہو؟ مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آرہا کہ عید ہو گئی ہے، اِس بار تو مجھے پکا یقین

تھا کہ تیس روزے ہوں گے کیونکہ پچھلے تین سال سے ہی ۲۹ روزے بن رہے تھے اور اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"مائرہ کی بے چینی بڑھ چکی تھی۔

"تو پھر حل نکالتے ہیں نا۔بازار ابھی بھی کھلا ہو گا۔"احد نے جیب سے چابی نکالی اور مائرہ کی جانب دیکھ کر لہرائی۔

"ابھی؟اس وقت؟"مائرہ نے آنکھیں پھیلائیں۔

"تو اور کیا؟چاند رات پر ہی تو مہندی اور چوڑیاں خریدنے کا اصل مزہ ہے۔چلو جلدی کرو۔"اُس نے مائرہ کا ہاتھ تھاما اور چھت سے نیچے اُترنے لگا۔مائرہ مسکرا کر اُس کے ساتھ چل رہی تھی۔

چند منٹ بعد دونوں گاڑی میں بیٹھے،روشنیوں سے سجے بازار کی طرف جا رہے تھے جہاں عید کی خوشبو ہر طرف بکھری ہوئی تھی۔فریدہ بیگم گھر میں ہی تھیں اور اُن کے ساتھ آسیہ بیگم بھی تھیں،وہ پچھلے ہفتے ہی پاکستان آئی تھیں۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بازار روشنیوں میں نہایا ہوا تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی، دکانیں جگمگا رہی تھیں، چوڑیوں کی کھنک اور مہندی کی مہک ہوا میں گھلی ہوئی تھی۔ عورتیں، بچے، نوجوان سب عید کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

احد نے گاڑی ایک نسبتاً کم رش والے راستے پر روکی اور مائرہ کی طرف دیکھا، جو کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی۔

"کہاں سے شروع کریں؟" احد نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے چوڑیاں، پھر مہندی۔" مائرہ نے جلدی سے فیصلہ کیا۔

دونوں گاڑی سے اتر کر ایک طرف چل دیے۔ مائرہ کی آنکھیں رنگ برنگی چوڑیوں کی طرف کھنچ گئیں جہاں ایک چھوٹی سی دکان پر شیشے کے کاؤنٹر میں درجنوں چوڑیاں جگمگا رہی تھیں۔

"یہ دیکھو، یہ کتنی خوبصورت ہیں!" مائرہ نے ایک گلابی اور سنہری چوڑیوں کا سیٹ اٹھاتے ہوئے خوشی سے کہا۔

"یہ تو اچھی ہیں لیکن یہ والی زیادہ بہتر لگ رہی ہیں۔" احد نے برابر میں رکھی ہلکی نیلی اور چاندی رنگ کی چوڑیاں اٹھا کر دکھائیں۔

مائرہ نے ایک لمحے اُن کو غور سے دیکھا پھر ہنس دی۔ "احد صاحب، آپ چوڑیاں منتخب کرنے میں اتنے ماہر کب سے ہو گئے؟"

"جب سے میری بیوی ہر بار مجھ سے مشورہ لینے لگی ہے۔" احد نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

مائرہ نے مسکرا کر وہی چوڑیاں خرید لیں جو احد نے پسند کی تھیں، حالانکہ اُسے اپنی منتخب کردہ چوڑیاں بھی پسند تھیں۔ پھر وہ مہندی کے سٹال کی طرف بڑھ گئے۔

ایک کم عمر لڑکی مہندی لگا رہی تھی، اس کے ارد گرد خواتین کا ہجوم تھا۔ مائرہ نے باری کا انتظار کرتے ہوئے احد کی طرف دیکھا۔

"اب تم کہو گے کہ مہندی کا ڈیزائن بھی تمہیں چننا ہے؟"

"اگر میں کہوں ہاں، تو؟" احد نے ہلکا سا جھک کر اُس کے کان میں سرگوشی کرتے پوچھا۔

"آپی، اِن کے علاوہ اور بھی کافی خواتین میرے پاس بُکنگ کروا کر جا چکی ہیں۔ آپ کی باری

نہیں آئے گی۔"اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے،اُس کم عمر لڑکی نے اپنے آس پاس والے ہجوم کی طرف اِشارہ کرتے اُن کو بتایا۔مائرہ نے ڈیزائن والی کاپی واپس رکھی اور آگے بڑھ گئی۔احد بھی اُس کے ہمراہ چل دیا۔یونہی گھومتے گھومتے اُنہوں نے وہاں سارے سٹالز سے پتہ کیا مگر ہر ایک کے پاس بہت رش تھا۔

"یہ عید بھی مہندی کے بغیر گُزارنی ہو گی۔"مائرہ نے مایوسی سے کہا۔

"ہمارے ہوتے ایسا کیوں ہو گا؟"احد نے جُھک کر اُس کے کان کے قریب ہو کر سرگوشی کی۔

"کیا مطلب؟"مائرہ نے نا سمجھی سے اُس کی جانب نظر بڑھائی۔

"میں ہوں نا۔میں لگاؤں گا اپنی زوجہ محترمہ کو مہندی۔"احد نے ادب سے کہا۔

"احد پلیز۔اِس سے تو بہتر ہے کہ میں مہندی لگاؤں ہی نہ۔"مائرہ نے اُس کی جانب ہلکی خفگی سے دیکھا۔

"کیا اتنا بھروسہ بھی نہیں ہے مجھ پر؟"احد نے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم نے مہندی لگانا کب سیکھی؟"مائرہ نے اُلٹا سوال کیا۔

"جب میری بیوی کو مہندی لگوانی تھی اور اُسے کوئی مہندی لگانے والا مل نہیں رہا تھا۔"احد نے فلمی انداز میں جواب دیا۔مائرہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دی۔

"اچھا یہیں رُکو میں مہندی خرید کر لاتا ہوں۔"مائرہ سے اتنا کہہ کر وہ مہندی والے اسٹال کی جانب بڑھ گیا۔

وہ گیا ہی تھا کہ اتنے میں مائرہ کا فون بجنے لگا۔امل سلطان کالنگ۔

"السلام علیکم مائرہ، کیسی ہیں آپ؟"امل نے پر جوش انداز میں پوچھا۔وہ ویڈیو کال میں مائرہ کے پیچھے کی گہما گہمی کو دیکھ سکتی تھی۔

"میں ٹھیک تم بتاؤ کیسی ہو؟اور چاند رات مُبارک۔"مائرہ نے مُسکرا کر کہا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔آپ کو بھی چاند مبارک۔"امل نے جواب دیا۔وہ بھی کہیں باہر گھوم رہی تھی۔

"پاکستان واپسی کا کیا اِرادہ ہے؟"مائرہ نے امل سے پوچھا۔وہ اِس وقت دُبئی میں اپنی فیملی

کے ساتھ عید منانے گئی تھی۔

"پانچ دن بعد کی فلائیٹ ہے۔"امل نے بتایا۔"اور یہ آپ کہاں آئی ہیں؟"امل نے اُس کے پیچھے کی گہما گہمی کو محسوس کرتے پوچھا۔

"آپ کی دوست کے پاس چُوڑیاں اور مہندی نہیں تھی۔بس وہی دلوانے لایا ہوں۔"
جواب احد کی جانب سے آیا تھا،وہ مائرہ کے بالکل پیچھے کھڑا تھا۔

"واہ بھئی واہ۔شادی شُدہ لوگوں کے بھی مزے ہیں۔"امل کی آواز سُنائی دی۔اُس کے بعد امل نے فوراً کیمرے کے سامنے اپنا ہاتھ کر کے دکھایا۔

"دیکھیں میری مہندی کیسی لگ رہی ہے؟"

"بہت حسین۔"مائرہ نے مہندی کو دیکھتے تعریف کی۔

"آپ بھی مجھے تصویریں بھیجیے گا مہندی لگوانے کے بعد۔"

اِس سے پہلے کہ مائرہ جواب دیتی،اُس کے موبائیل پر نوٹیفیکیشن آنے لگا۔بیٹری لو۔

"اوکے امل، بعد میں بات ہوگی۔ ابھی میرا فون بھی بند ہونے والا ہے۔" مائرہ نے فوراً کہا۔

"ارے یہ کیا بات ہوئی۔ ابھی تو مجھے بازار بھی دیکھنا تھا۔ میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔" امل نے اُداسی سے کہا۔ "آپ احد بھائی کے نمبر سے مجھے کال کر لیں۔" اُس نے فوراً اگلا لائحہ عمل طے کیا۔

مائرہ نے احد کے فون میں امل کا نمبر سیو کیا اور اُسے کال کی۔ اُس کے بعد وہ امل کے ساتھ مل کر دوبارہ سے سارا بازار گھومتی رہی اور تھوڑی دیر بعد فون بند ہو گیا۔

"یہ لیں احد صاحب۔" مائرہ نے فون احد کی جانب بڑھایا۔

اُس کے بعد دونوں نے بازار کی چمکتی روشنیوں میں چہل قدمی شروع کی۔ ہوا میں ایک خوشگوار سی گرمی تھی، جو ہلکی ٹھنڈی لہروں کے ساتھ گھل رہی تھی۔ ہر طرف خوشبو بکھری ہوئی تھی۔ گرما گرم پکوڑوں، تکے، نہاری اور گلاب جامن کی مہک ہر سمت سے آ رہی تھی۔

"اتنی خوشبوؤں میں تو بھوک لگ گئی۔" احد نے ناک سکیڑ کر کہا، مائرہ مسکرائی۔

"یہ تو ہونا ہی تھا۔"

"اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا کھایا جائے؟"

"کچھ ہلکا پھلکا ہی بہتر رہے گا۔"

اُس کے بعد وہ دونوں گول گپے والے ٹھیلے کے پاس رُک گئے۔ سامنے چند لڑکیاں ہنستی ہوئی گول گپے کھا رہی تھیں۔

"احد چیلنج ہے، دیکھتے ہیں کون زیادہ کھا سکتا ہے۔" مائرہ نے آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہو گا اگر تم یہ چیلنج واپس لے لو کیونکہ میں آسانی سے جیت جاؤں گا۔" احد کے لہجے میں خود اعتمادی جھلک رہی تھی۔

لیکن جیسے ہی مائرہ نے پہلا گول گپہ منہ میں ڈالا اور مزے سے آنکھیں بند کر لیں، احد کو اندازہ ہو گیا کہ وہ ہار چکا ہے۔

کچھ ہی دیر میں احد کے پانی سے بھرے منہ کے ساتھ ہار ماننے پر مائرہ کی ہنسی بازار کی آوازوں میں گونج رہی تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھوڑی دیر بعد جب بازار کی روشنیوں میں مدھم سی نرمی آنے لگی اور لوگ آہستہ آہستہ گھروں کو لوٹنے لگے، تب احد اور مائرہ بھی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

گاڑی کی کھڑکی سے مائرہ نے آخری نظر بازار پر ڈالی۔ اب بھی کچھ لڑکیاں چوڑیاں پہن رہی تھیں، کچھ لوگ مہندی لگوا رہے تھے اور ایک کونہ ایسا تھا جہاں بچے خوشی خوشی غبارے خرید رہے تھے۔

"یہ رات ہمیشہ یاد رہے گی۔" مائرہ نے دھیرے سے کہا، احد نے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک نظر اس پر ڈالی، "ہاں، جیسے ہر چاند رات ایک کہانی ہوتی ہے اور یہ ہماری کہانی بن گئی۔"

گاڑی رات کے سکون میں آگے بڑھ رہی تھی اور چاند آسمان پر ان کے سفر کا گواہ تھا، ایک نیا دن، ایک نئی صبح اور ایک خوبصورت عید ان کا انتظار کر رہی تھی۔

———⋆·˚☆˚·⋆·˚☆˚·⋆·˚☆˚·⋆———

گھر پہنچتے ہی احد نے مائرہ کو بیڈ کے قریب پڑی کرسی پر بٹھایا اور خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں مہندی کی کون تھی۔ اُس نے ایک ٹشو پر مہندی کو نکال کر چیک

کیا پھر اُسے مائرہ کی ہتھیلی کی طرف بڑھایا۔

"تم ڈرو نہیں، میں خراب نہیں کروں گا۔" احد نے مائل ہو کر کہا، اس کی آنکھوں میں ایک نرم سی تسلی تھی۔ مائرہ نے ایک لمحے کے لیے اُسے دیکھا پھر دھیرے سے سر ہلایا۔

احد نے ایک تصویر نکال کر سامنے رکھی جس میں ایک خوبصورت مہندی کی ڈیزائن تھی، اُس کے بعد اُس نے وہاں سے دیکھ کر مائرہ کے ہاتھوں پر لگانا شروع کی۔

"یہ تو بالکل پیارا نہیں ہے۔" مائرہ نے جھک کر فون میں موجود مہندی کے ڈیزائن کو دیکھا۔

"مگر تمہارے ہاتھوں پر خوبصورت لگے گا۔" احد نے تسلی سے جواب دیا۔ اُس کے بعد مائرہ خاموش رہی، دل میں ایک خوف سا تھا کہ شاید احد مہندی خراب کر دے مگر وہ خوف احد کی مہندی لگانے کی خواہش سے بڑا نہیں تھا۔

کچھ ہی لمحوں میں احد نے ایک خوبصورت ڈیزائن مائرہ کی ہتھیلی پر بنا دیا۔ وہ بہت اچھا بھی نہیں تھا مگر مائرہ کی توقع کے برعکس بہت بہتر تھا۔

"لو ہو گیا۔" احد نے مہندی لگانے کے بعد ایک کونے میں اپنا نام لکھتے ہوئے کہا۔

"میری توقع کے برعکس بہتر ہے۔"مائرہ نے مہندی کو دیکھتے تبصرہ کیا۔

"میں جانتا ہوں۔"احد نے کہا اور کون کی پن اُس میں ڈالنے لگا۔

"شکریہ احد۔"مائرہ نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔کچھ تو ایسا تھا احد کی آنکھوں میں جو ہمیشہ مائرہ کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔

احد اُٹھ کر مائرہ کے کان کے قریب جُھکا۔

"Put it in the dustbin"اُس نے سرغوشی سے کہا اور مائرہ کا دوسرا ہاتھ تھام کر اُس پر اُس کا نام لکھنے لگا۔مسز احد سلطان۔

———★.☆.★.☆.★.☆.★———

فجر کی نماز کے وقت مائرہ کی آنکھ کھلی لیکن بوجھل پلکوں کے پیچھے اب بھی تھکن باقی تھی۔ رات دیر تک جاگنے اور سب تیاریوں میں مصروف رہنے کے بعد نیند پوری کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔کمرے میں ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی،وہ کچھ لمحے یونہی لیٹی رہی،پھر کروٹ لے کر دیکھا۔احد ابھی تک سو رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

اُس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی جانے کیوں ایک خفیف سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر آ گئی۔ آج تیسری عید تھی جو وہ احد کے ساتھ منا رہی تھی۔

وہ آہستہ سے بستر سے نکلی، تاکہ احد کی نیند خراب نہ ہو اور کمرے کی کھڑکی کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ باہر آسمان پر ہلکی سی روشنی پھیل چکی تھی۔

"گُڈ مارننگ مسز احد سلطان۔" احد کی نیند بھری آواز کمرے میں گونجی۔ مائرہ نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ وہ ابھی بھی لیٹا تھا مگر آنکھیں کھول چکا تھا اور اُسے دیکھ رہا تھا۔

"گُڈ مارننگ۔" وہ دھیرے سے بولی اور پلٹ کر اُس کے قریب آ گئی۔

"عید مبارک، مائرہ بی بی۔" احد نے مسکراتے ہوئے کہا اور بیڈ سے اُٹھ کر اُس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"عید مبارک۔" مائرہ کے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"دیکھو مہندی کا رنگ کیسا آیا ہے۔ تمہاری ساس تم سے بہت پیار کرتی ہے۔" احد نے مائرہ کے ہاتھ تھام کر دیکھا، پھر نرمی سے کہا۔

"اِس میں تو کوئی شک نہیں۔"مائرہ نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا اور مُسکرا دی۔

"میں ذرہ نماز پڑھ لوں۔"مائرہ نے احد سے کہا اور باتھ روم کی جانب بڑھ گئی۔ جب وہ وضو کر کے باتھ روم سے نکلی تو احد کمرے میں نہیں تھا،شاید وہ فریدہ بیگم کو عید مبارک کہنے گیا تھا۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ بھی باہر ہی آ گئی۔ وہ تینوں لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ مائرہ نے آ کر سب کو عید مبارک کہا اور اُن کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد مائرہ اور فریدہ بیگم کچن میں تھیں،شیر خورمہ بنانے کی تیاری میں مصروف۔ کچن کی فضا میں دودھ کی خوشبو پھیل رہی تھی اور چولہے پر دودھ اُبل رہا تھا۔

"امی،سویاں کب ڈالنی تھیں؟"مائرہ نے دودھ میں چمچا ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"بس،دودھ میں اُبال آنے دو پھر آہستہ آہستہ سویاں ڈالنا۔ دھیان رکھنا،سویاں زیادہ نہیں ہونی چاہییں ورنہ شیر خورمہ گاڑھا ہو جائے گا۔"

مائرہ نے سر ہلا کر اُن کی بات کو سمجھا اور پھر دودھ میں سویاں ڈالنا شروع کر دیں۔ کچن میں

ہر طرف خاموشی تھی صرف چمچ کی ہلکی سی آواز اور دودھ کے اُبلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"میں نماز کے لیے جا رہا ہوں۔" اُسی دوران احد کی آواز سُنائی دی، جو بالکل ابھی نہا کر کمرے سے باہر آیا تھا۔

"ماشاءاللہ، کتنے پیارے لگ رہے ہو۔" فریدہ بیگم نے آگے بڑھ کر اُس کا ماتھا چوما، مائرہ بھی بس اُسی کو دیکھ رہی تھی۔

ماں سے ملنے کے بعد احد نے ایک نظر مائرہ کو دیکھا اور باہر نکل آیا۔

کچن میں دوبارہ خاموشی چھا گئی تھی۔ مائرہ اور فریدہ بیگم شیر خورمہ کی تیاری میں لگ گئیں۔ کچھ ہی دیر میں شیر خورمہ تیار ہو چکا تھا اور اس کی خوشبو پورے کچن میں پھیل گئی تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

احد لاؤنج میں بیٹھا فریدہ بیگم اور آسیہ بیگم سے باتوں میں مشغول تھا۔ وہ دونوں نئے کپڑے پہن کر بیٹھی تھیں اور مائرہ کمرے میں تیار ہو رہی تھی۔ اُس نے فریدہ بیگم اور آسیہ

بیگم کے کپڑے بھی تیار کر رکھے تھے مگر اُن کا کہنا تھا کہ اب اُن کی عمر نہیں رہی تیار ہونے کی۔ مائرہ کی کافی ضد کے بعد وہ کپڑے پہننے کو راضی ہوئی تھیں۔

"میں ذرا مائرہ کو دیکھ لوں۔" احد اُن سے کہتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ آیا۔ کمرے میں پہنچا تو مائرہ کو دیکھ کر وہ چند سیکنڈز کے لیے پلک تک نہ جھپکا سکا۔ وہ تیار ہو چکی تھی اور تیار ہو کر ایسی لگ رہی تھی جیسے جاڑے کے بعد بہار کا پہلا پھول۔ بس چُوڑیاں پہننے والی رہتی تھیں جو اُس نے رات کو خریدی تھیں۔ احد محویت سے چلتا ہوا اس تک آیا۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں؟" وہ آئینے میں سے احد کا عکس دیکھ کر فوراً اُس کی جانب مُڑی۔ احد کی محویت کو اُس آواز نے توڑا۔

"کسی کی نیکیوں کا صلہ لگ رہی ہو۔" وہ محو ہو چکا تھا۔ وہ ایک ہی دھن میں بولا۔

مائرہ اس کی بات سمجھنے سے قاصر تھی، مگر ایک مسکراہٹ اس کے چہرے پر عیاں ہو گئی۔

"کسی کی نیکیاں؟" اس نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے پوچھا۔ احد اس کے قریب آ کھڑا ہوا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔اس نے مائرہ کے دونوں بازوؤں پکڑے اور پیار سے بولنے لگا۔

"ہاں، میری نیکیاں!...مائرہ میں نے کسی کے ساتھ نیکی کر کے کبھی جتلایا نہیں تھا، میں ہمیشہ رب کے لیے کرتا تھا۔ مجھے پتہ تھا کہ رب نیکیوں کے خوبصورت صلے دیتا ہے، مگر اتنا خوبصورت صلہ ملے گا یہ نہیں سوچا تھا۔" پھر احد ڈریسنگ ٹیبل سے چُوڑیاں اُٹھانے لگا اور اُسے چُوڑیاں پہنانے لگا۔ کچھ لمحے کے لئے اُس کی شہد آنکھیں اُن بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں اور وہ منظر وہیں قید ہو گیا۔

"میری عیدی؟" احد کے چوُڑیاں پہنانے کے بعد مائرہ نے فوراً اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے کہا۔

"کیا مطلب؟ ابھی عیدی رہتی ہے؟" احد نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم نے عیدی دی ہی کب؟" وہ اُس کے سامنے کھڑی حیرت سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ احد نے ہاتھ باندھے اور خاموشی سے اُسے دیکھے گیا۔ مائرہ نے ابرو اچکا کر پھر سے سوال کیا۔

"اور جو رات کو تمہیں مہندی لگائی وہ؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مہندی لگانے اور عیدی دینے میں فرق ہوتا ہے۔"

"بالکل ویسا ہی فرق جیسا فرق محبت اور چائے میں ہوتا ہے۔" احد نے کہا اور ایک دم دونوں ہنس دیئے۔ اِس سے پہلے کہ مائرہ کچھ کہتی، احد کا فون بجنے لگا۔ امل سلطان کالنگ۔

"لو جی، نام لیا اور بندی حاضر۔" احد نے فون اُٹھایا اور کان سے لگایا۔

"السلام علیکم احد بھائی، عید مبارک۔" دوسری جانب سے امل کی پُر جوش آواز سُنائی دی۔ اُس کی آواز سے لگ رہا تھا کہ وہ بالکل ابھی ہی اُٹھی ہے۔

"وعلیکم السلام۔ خیر مبارک، تمہیں بھی عید مبارک۔ بہت لمبی عمر ہے تمہاری، میں اور مائرہ ابھی تمہارا ہی ذکر کر رہے تھے۔" احد نے مسکرا کر کہا۔

"خیر مبارک۔ کیا احد بھائی، یہ تو کہنے کی باتیں ہیں ورنہ یوں کبھی کسی کی عمر بڑھی ہے کیا؟ ویسے بھی میں جانتی ہوں کہ میری عمر کم ہی ہے۔" امل ہنس دی۔ "میں مائرہ کے نمبر پر ٹرائے کر رہی تھی مگر اُنہوں نے کال اٹینڈ ہی نہیں کی تو سوچا آپ کے نمبر پر کر لوں۔" امل نے بتایا۔ مائرہ نے فوراً اپنا فون ڈھونڈنا چاہا جو کہ تکیے کے نیچے سائلنٹ پڑا تھا۔

"بہت اچھا کیا، تم کبھی بھی ضرورت کے وقت مجھے کال کر سکتی ہو۔" احد نے مسکرا کر کہا اور فون مائرہ کی جانب بڑھا دیا۔ "لو کر لو بات مائرہ سے۔"

وہ مائرہ کو فون پکڑا کر باہر لاؤنج میں آ گیا۔ آدھے گھنٹے بعد جب وہ واپس آیا تو مائرہ امل کو بائے کر رہی تھی۔

"اتنی لمبی کیا بات کرتے ہو تم لوگ؟" احد نے بیڈ پر بیٹھتے تجسس سے پوچھا۔

"احد صاحب آپ بات نہ بدلیں مجھے ابھی بھی یاد ہے کہ آپ نے مجھے عیدی نہیں دی۔" مائرہ نے اُس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھتے کہا۔

"یہ لو تمہاری عیدی۔" احد نے ایک لفافہ مائرہ کی جانب بڑھایا جسے مائرہ نے فوراً تھام لیا مگر کھولا نہیں۔

"کھول کر نہیں دیکھو گی؟" احد نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔"

"پھر کب؟"

"پتہ نہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"احد بُرا مناچکا تھا۔

"احد تم ابھی ہم خواتین کو جانتے نہیں ہو۔ ہمیں بس محبت سے عیدی چاہیے ہوتی ہے، ہمیں فرق نہیں پڑتا کہ وہ کیا ہے۔ اکثر شوہر عیدی دینے کے بعد صبح شام بیوی سے پوچھتے ہیں کہ اُس کا کیا کیا؟ وہ یہ نہیں جانتے کہ ہمیں تو بعد میں وہ عیدی یاد بھی نہیں رہتی، بس یاد رہتا ہے تو اُن کا خلوص کہ اُنہوں نے کس طرح ہمیں عیدی دی۔ ہمیں عیدی لینے کی لالچ نہیں ہوتی، ہم بس اُس عید کو یادگار بنانا چاہتی ہیں۔"اُس کی نظریں اب بھی احد پر جمی تھیں۔

"جیسا آپ کہیں۔"احد نے نظریں جُھکالیں۔

"تم نے امی کو عیدی دی؟"مائرہ کو فوراً یاد آیا تو اُس نے پوچھا۔

"اُن کو بھی دینی تھی کیا؟"احد ذرا سا مسکرا دیا۔ نظریں ہنوز مائرہ کے چہرے پر جمی تھیں۔ جو اب بھنویں سکیڑ کر اُسے دیکھ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا کروں میں تمہارا؟"

"تمہاری دی گئی تکلیف کو بھی احد سلطان اپنی قسمت سمجھے گا۔ تم جو چاہو کر سکتی ہو۔" وہ فوراً فلمی انداز میں بولا۔

"تم یہ عیدی اُن کو دے دو۔" مائرہ نے اپنا لفافہ احد کی جانب بڑھا دیا۔

"اب تمہیں دی ہوئی عیدی میں واپس لوں گا کیا؟" احد نے اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا اور جیب سے ایک اور لفافہ نکال کر مائرہ کو دکھایا۔ "میں چاہتا ہوں کہ ہم مل کر اُن کو عیدی دیں۔" احد نے مسکرا کر کہا۔

اُس کے بعد وہ دونوں لاؤنج میں آ گئے، مائرہ خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئی اور احد نے فریدہ بیگم کو لفافہ تھمایا۔ اُنہوں نے لفافہ تھامنے کے بعد احد کا ماتھا چوما اور ڈھیروں دعائیں دی۔ اُس کے بعد ایک ویسا ہی لفافہ اُس نے آسیہ بیگم کی جانب بڑھایا۔ اُنہوں نے بھی لفافہ تھامتے احد اور مائرہ کو دعائیں دی۔ انسان چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، عید کی خوشی برابر ہی ہوتی ہے اگر وہ عید کو اللہ کا تحفہ سمجھ کر قبول کرے۔

تھوڑی دیر بعد مائرہ چائے بنا کر لے آئی۔ احد صوفے پر بیٹھا مائرہ کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے پی رہا تھا، جب مائرہ نے مسکراتے ہوئے تجویز دی، "آج رات کا کھانا باہر کھانے چلتے ہیں، عید کی خوشی میں کچھ خاص ہونا چاہیے۔"

فریدہ بیگم نے سر اُٹھا کر مائرہ کو دیکھا پھر احد کی طرف دیکھا جو پہلے ہی اثبات میں سر ہلا چکا تھا۔ "یہ تو بہت اچھا آئیڈیا ہے!" وہ خوشی سے بولا۔

"پھر طے رہا، ہم سب جا رہے ہیں!" مائرہ نے اعلان کیا۔

"مگر بیٹا..." آسیہ بیگم نے کچھ کہنا چاہا۔

"آج کوئی بہانہ نہیں چلے گا خالہ۔" مائرہ نے پہلے ہی اُنہیں روک دیا۔

"تم اور احد چلے جاؤ۔ میں آپا کے ساتھ گھر ہی رہوں گی۔" فریدہ بیگم نے مائرہ کو دیکھتے کہا اور چائے کے کپ سے ایک گھونٹ بھرا۔

"امی، دو ہی تو عیدیں آتی ہیں سال میں۔ اُن میں بھی آپ بہانہ بناتی ہیں۔" مائرہ نے بُرا منایا۔

"آج ہم سب جا رہے ہیں۔اِس کے بعد کسی کا بہانہ نہیں چلے گا۔"احد نے اپنا حتمی فیصلہ سُنایا۔آسیہ بیگم نے فریدہ بیگم کی جانب دیکھتے سر اثبات میں ہلایا اور مائرہ ہلکا سا مُسکرا دی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

کچھ دن بعد:

"کیا باتیں ہو رہی ہیں اپنی ایک منٹ والی دوست سے؟"احد نے کمرے میں داخل ہوتے ہی مائرہ کو فون پر مصروف پاتے سوال کیا۔

"احد بھائی آپ ہمیشہ صحیح وقت پر آتے ہیں۔"مائرہ خاموش رہی البتہ دوسری جانب سے آواز سُنائی دی۔

"مطلب آج بھی میری بہن کو کسی معاملے میں میری ضرورت ہے؟"احد نے بیڈ پر بیٹھتے فون پر جُھک کر امل سے سوال کیا۔

خونی رشتوں میں واقعی بہت کشش ہوتی ہے،وہ کبھی نہ کبھی مل ہی جاتے ہیں اور اِس بات کا احساس اب احد کو ہو چکا تھا۔اُسے اپنا باپ اب بھی ناپسند ہی تھا البتہ امل سے اُس کا لگاؤ بڑھتا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جارہا تھا مگر وہ کبھی کُھل کر اِظہار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ امل کے لئے وہ صرف اُس کی دوست کا شوہر تھا جس سے اب اُس کی بھی دوستی ہو چکی تھی۔ احد امل کو بالکل اپنی سگی بہن کی طرح ٹریٹ کرتا تھا اور یہ بات مائرہ بھی جانتی تھی۔

"میں دُبئی سے مائرہ کے لئے کچھ تحفے لائی تھی اور کب سے مائرہ کو کہہ رہی ہوں کہ وہ خود آئیں گی تو میں اُن کو وہ تحفے دوں گی۔ مگر یہ ہیں کہ مان ہی نہیں رہی۔" امل نے اپنا مسئلہ بتایا۔ وہ دو دن پہلے ہی دُبئی سے واپس آئی تھی۔ مائرہ نے اُسے بہت بار منع کیا کہ اُس کے لئے کچھ لینے کی ضرورت نہیں ہے مگر امل بھی اپنی ضد کی پکی تھی۔

"اب تم ہر روز ہی کسی نئے مُلک میں گھومنے جاؤ تو ہم غریب لوگ تمہارے تحفے لے کر تمہیں واپسی میں کیا تحفہ دیں گے؟" احد نے مُسکرا کر سوال کیا۔

"آپ سے میں نے تحفہ مانگا ہی کب؟ بس مجھے جو اچھا لگتا ہے وہ اپنے ساتھ مائرہ کے لئے بھی لے لیتی ہوں۔ آپ بتائیں کہ آپ دونوں کب آئیں گے؟" امل نے احد کا جواب دینے کے بعد پھر سے وہی سوال کیا۔

"میں اِسے تب سے کہہ رہی ہوں کہ یہ خود بھی تو آسکتی ہے۔"مائرہ نے احد کو دیکھتے اپنی تجویز بتائی۔

"بات تو یہ بھی ٹھیک ہے۔"احد نے فوراً ٹیم بدلی۔

"احد بھائی یہ غلط ہے آپ کو تو میری ٹیم میں ہونا چاہیے۔"امل نے فوراً کہا۔

"تم بتاؤ کہ تم کیوں نہیں آسکتی؟"اب کی بار احد نے سنجیدہ ہو کر سوال کیا۔

"مسئلہ میرے بابا ہیں،وہ مجھے نہیں آنے دیں گے۔"امل نے اپنا مسئلہ بیان کیا۔

"بالکل مسئلہ تمہارے بابا ہیں۔"احد نے کہا جس پر مائرہ نے اُسے گھور کر خاموش کروانا چاہا۔

"کیا مطلب؟آپ کے لئے کیسے؟"امل نے ناسمجھی سے سوال کیا۔

"دراصل تمہارے بابا کو مائرہ کا تمہارے گھر آنا اچھا نہیں لگا تھا۔مائرہ نے اُن کی باتیں سُن لی تھی۔اِس لئے اب وہ تمہارے گھر نہیں آنا چاہتی۔"احد نے بغیر کسی فِلٹر کے بات کی جس پر امل کو کافی شرمندگی بھی ہوئی۔مائرہ نے احد کے بازو پر زور سے چُٹکی کاٹی جس سے وہ کراہ

کر رہ گیا۔ مائرہ نے کھا جانے والی نظروں سے اُسے دیکھا جیسے اُس پل پر پچھتا رہی ہو جب اُس نے احد کو یہ سب بتایا تھا۔

"اوہ، سوری۔ اُن کی طرف سے میں معافی مانگتی ہوں۔ دراصل اُن کو نہیں پسند یوں کسی سے گُھلنا ملنا۔" امل نے فوراً ندامت سے کہا۔

"تمہیں میں نے یہ اِس لئے نہیں بتایا کہ تمہیں شرمندگی ہو، بس تمہارے سوال کا جواب دیا ہے۔" احد نے فوراً اُس کی ندامت کو دور کرنے کی کوشش کی۔ "تم وہ وقت بتا دو جب تمہارے بابا گھر نہیں ہوتے، ہم خود ہی آجائیں گے۔" احد نے مسئلے کا حل نکالا۔

"وہ کبھی بھی چلے جاتے ہیں اور کبھی بھی آجاتے ہیں۔ اُن کے جانے آنے کا وقت مخصوص نہیں ہے۔" امل نے اُسے بتایا۔

"چلو میں پھر بھی کوشش کروں گا کہ ہم اُس وقت ہی آئیں جب تمہارے بابا گھر نہ ہوں۔" احد نے اُس کی پریشانی کو دور کرنا چاہا۔ اُس کے بعد چند منٹ گفتگو کے بعد فون بند ہو گیا تو مائرہ نے احد کو پھر سے ایک چُٹکی کاٹی۔

"کیا ضرورت تھی اُس کے باپ کے بارے میں اتنا کچھ کہنے کی؟"مائرہ نے اُسے گھورتے پوچھا۔

"مائرہ بی بی، آپ ابھی جانتی نہیں ہیں کہ میں کسی کو کچھ بھی کہہ سکتا ہوں۔"اُس نے اپنے دستور کو بدلتے کہا۔مائرہ اُس کو نظر انداز کرتی باہر لاؤنج میں آ گئی۔فریدہ بیگم ابھی ہی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

سورج ڈھلنے کے قریب تھا مگر ابھی آسمان پر ہلکی نارنجی روشنی بکھری ہوئی تھی۔درختوں کے لمبے سائے سڑک پر پھیل رہے تھے اور ہلکی خنکی کے ساتھ شام کی مخصوص اداسی ہر چیز پر طاری تھی۔احد نے آفس سے نکلنے کے بعد گاڑی کا رخ سلطان بیگ کے بنگلے کی طرف موڑ دیا۔اُسے امل سے وہ تحفے لینے تھے مگر مائرہ یہاں دوبارہ آنے کے لئے کسی صورت بھی راضی نہیں تھی اِس لئے اُسے تنہا آنا پڑ رہا تھا۔گاڑی کے اندر خاموشی تھی اور احد پوری توجہ سے گاڑی چلا رہا تھا۔

بنگلے کے سامنے پہنچ کر اس نے ایک نظر گیٹ پر ڈالی۔سلطان بیگ کی گاڑی نظر نہیں آ رہی

تھی۔اُس نے گاڑی آہستہ سے روکی اور چوکیدار کو آواز دی۔"امل بی بی کو بلائیں۔"

چوکیدار نے ایک پل کو اسے دیکھا، پھر سر ہلا کر اندر چلا گیا۔

چند لمحوں بعد گیٹ ہلکا سا کھلا اور امل باہر نکلتی دکھائی دی۔اُس کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح چمک تھی۔وہ جلدی سے چلتی ہوئی آئی اور احد کو دیکھ کر مسکرا دی۔

"احد بھائی، آپ اندر کیوں نہیں آ رہے؟"وہ شوخ انداز میں بولی۔

"نہیں، میں بس تحفے لینے آیا تھا مجھے تھوڑی جلدی..."

"جلدی؟"امل نے مصنوعی خفگی سے آنکھیں سکیڑیں،"اتنا بھی وقت نہیں ہے آپ کے پاس؟"

"امل، میں واقعی جلدی میں ہوں۔"احد نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ نرمی سے کہا۔امل خاموشی سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"یہ لیجیے!"تھوڑی دیر بعد امل نے باہر آ کر شاپنگ بیگز اُس کے ہاتھ میں تھمائے۔

Clubb of Quality Content

"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔اِس کا شکریہ ہم تمہیں فون پر پہنچا دیں گے۔"احد نے بیگز پکڑتے ہی کہا۔

"یہ تو غلط بات ہے۔"امل نے فوراً ناک سکوڑی۔

"آج میں تھوڑا جلدی میں ہوں،اگلی بار مائرہ کو ساتھ لے کر آؤں گا۔"احد نے اُس کو تسلی دی۔

"جی بہتر،فی امان اللہ۔"اتنا کہہ کر وہ بھی اندر کی جانب مُڑ گئی اور احد اپنی گاڑی کی جانب۔

جیسے ہی وہ گاڑی کے قریب پہنچا،اُس کے قدم رک گئے۔سلطان بیگ کی گاڑی ابھی ہی آئی تھی۔اور وہ گاڑی سے اتر چکے تھے،پھر احد دیکھ کر چند لمحے خاموش کھڑے رہے۔احد نے بھی نرمی سے ایک نظر اُن پر ڈالی اور پھر بیگز پیسنجر سیٹ پر رکھ کر گاڑی میں بیٹھنے لگا۔

"رکو!"سلطان بیگ کی بھاری آواز گونجی۔

احد کے قدم ساکت ہو گئے۔وہ چند لمحے یوں ہی کھڑا رہا پھر دھیرے سے مُڑ کر سلطان بیگ کو دیکھا۔

"تمہیں میں نے پہلے بھی کہا تھا جو مرضی کرو، مگر میرے گھر کے دروازے پر قدم نہ رکھنا۔" سلطان بیگ کی آنکھوں میں سختی تھی۔

احد نے ایک لمحے کو ان کی آنکھوں میں جھانکا، پھر مدھم مسکراہٹ کے ساتھ بیگز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا، "بس یہ لینے آیا تھا اور جا رہا ہوں۔ آپ مجھ سے گھبرانا چھوڑ دیں سلطان صاحب۔"

سلطان بیگ کی بھنویں تن گئیں۔

"میں تم سے گھبراتا نہیں ہوں مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تم بھروسے کے قابل نہیں ہو اور میں تم پر بھروسہ نہیں کرتا، نہ پہلے، نہ اب۔"

احد نے آہستہ سے سر جھکایا جیسے کوئی تلخ حقیقت تسلیم کر رہا ہو۔ پھر ایک گہری سانس لیتے ہوئے نرم لہجے میں بولا۔ "یہ بھی ٹھیک کہا آپ نے کسی اجنبی پر بھروسہ کرنا واقعی مناسب نہیں ہوتا۔"

سلطان بیگ کے تاثرات میں لمحہ بھر کے لیے عجیب سی کیفیت در آئی۔ نہ جانے وہ احد کی

بات میں چھپے طنز کو محسوس کر چکے تھے یا اس کے لہجے کی سچائی انہیں کچھ لمحے کے لیے لاجواب کر گئی تھی۔

احد نے مزید کچھ کہے بغیر ایک نظر گیٹ پر ڈالی جہاں اندر امل اس سب سے بے خبر کہیں بیٹھی ہو گی۔

گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے آخری بار سلطان بیگ پر نظر ڈالی۔ وہ وہیں کھڑے تھے جیسے کسی گہری سوچ میں ہوں۔

احد نے گاڑی اسٹارٹ کی اور بغیر کوئی لفظ کہے اسے سڑک پر دوڑا دیا۔

سلطان بیگ نے ایک لمحے کے لیے اپنی گرفت میں موجود گاڑی کی چابی کو سختی سے دبایا۔ ان کی نظریں اُس شخص کے پیچھے جاتی رہیں جسے وہ شروع سے ناپسند کرتے آئے تھے۔

مگر آج نا جانے کیوں ان کے دل میں ایک لمحے کے لیے کچھ کھٹکا۔ کیا وہ واقعی اُسے ٹھیک سے جانتے بھی تھے؟ اُس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا؟ کیا وہ واقعی کوئی منفی سوچ نہیں رکھتا؟ یا کیا واقعی وہ امل کے لئے ایک اچھا بھائی ثابت ہو سکتا ہے؟

احد کے جواب نے اُنہیں ایک گہری سوچ میں ڈال دیا تھا جہاں وہ اُس پر بھروسہ کرنے اور نہ کرنے کے درمیان کہیں کھڑے تھے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

پانچ مہینے بعد:

رات کا اندھیرا ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے چُکا تھا۔ آسمان پر بادلوں نے چاند کو چُھپا رکھا تھا۔ پرندوں کی چہچہاہٹ اب دم توڑ چُکی تھی۔ دور سے گاڑی کے چلنے اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی کبھی آتی اور کبھی دم توڑ جاتی۔

رات کے دو بجے جب اُس نے اپنے گھر میں قدم رکھا تو صرف سناٹا اُس کا استقبال کر رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک تصویر تھی اور وہ اپنے کمرے میں جانے کی بجائے گھر کی پچھلی سائیڈ بنے اسٹور روم کی جانب آ گیا جس کی چابی صرف اُس کے پاس ہوتی تھی۔ اُس کے علاوہ وہاں کوئی نہیں آتا تھا۔ اُس نے دروازہ کھولا تو وہاں اندھیرے اور سناٹے کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ اُس نے اندر قدم رکھنے کے بعد اپنی بائیں جانب والی دیوار کو ٹٹولا اور اُسے فوراً ہی بتی کا بٹن مل گیا۔ ایک دم پورا کمرہ پیلے بلب کی روشنی سے چمک اُٹھا اور سامنے ایک

لکڑی کا چھوٹا سا دروازہ نظر آیا۔

اُس نے لکڑی کے چھوٹے دروازے کی جانب قدم بڑھائے اور ٹھوکر دروازے پر لگائی جس سے وہ ہلکی سی چُرمراہٹ کے ساتھ پیچھے کو کُھلتا گیا۔ وہاں بھی ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں کوئی بتی نہیں لگی تھی البتہ باہر کے پیلے بلب کی روشنی اُسے بھی منور کر رہی تھی۔ داخل ہونے پر سامنے والی دیوار پر لکڑی کا ایک بورڈ آویزیں تھا۔

اُس پر دو تصویریں لگائی گئی تھی اور اُس کے ساتھ اُن کے نام بھی لکھے تھے۔

امل سُلطان اور سُلطان بیگ۔

اُس نے ایک نظر اُن ناموں پر ڈالی، اُس کی لال آنکھوں میں طیش، رنج، ملال، حسد اور غضب نمایاں تھا۔ اِس وقت اُس کی آنکھیں دیکھ کر کوئی بھی بتا سکتا تھا کہ وہ کیا محسوس کر رہا ہے۔ ایک انتقام کی آگ تھی جو اُس کے اندر بھڑک رہی تھی۔

"سُلطان بیگ تمہیں کیا لگا میں تمہیں یونہی جانے دوں گا؟ اُن ناانصافیوں اور زیادتیوں کا بدلہ نہیں لوں گا؟ غلط لگتا تھا تمہیں۔ میں دیر سے لوٹا ہوں مگر لوٹا ضرور ہوں! اور اب اپنا

بدلہ لئے بغیر میں تمہیں یوں جانے نہیں دوں گا۔ روزانہ تمہاری بیٹی کو دیکھ کر تم سے نفرت بڑھتی تھی اور یہ نفرت ایک لاوا بن چکی ہے جو تمہیں تمہارے خاندان کے ساتھ ہی جلا دے گا۔" وہ ایک ایک لفظ اندر سے ادا کر رہا تھا۔

"اور شُروع میں تمہاری اولاد سے کروں گا۔ جس سے دوستی کا ہر ایک دن میرے لئے اذیت کا گُزرا ہے، اُس کے ساتھ اتنا اچھا برتاؤ کرنا میرے لئے بہت مشکل تھا یہ جانتے ہوئے کہ وہ تمہاری اولاد ہے۔ مگر کرنا پڑا! انتقام کا مزہ تب آتا ہے جب سامنے والا تم پر بھروسہ کرنا شروع کر دے اور تمہاری اولاد کو مجھ پر بھروسہ ہے سُلطان بیگ۔" وہ سُلطان بیگ کی تصویر کو دیکھ کر ہر لفظ ملال سے ادا کر رہا تھا۔

"مجھے تمہیں مارنا نہیں ہے، مجھے تمہیں بس اذیت دینی ہے۔ میں تمہیں تمہاری ہی اولاد کے ہاتھوں تُڑوا دوں گا۔ وہی اولاد جس پر تمہیں بھروسہ ہے اور جس سے تم محبت کرتے ہو۔" وہ نیچے گِری ایک پِن کو اُٹھانے کے لئے جُھکا اور اُسے اُٹھا کر سیدھا کھڑا ہوا۔

"تم جانتے نہیں ہو کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی تمہارے ساتھ ایسا بھی کر سکتا ہے۔ تم جب تک زندہ رہو گے تمہارا ہر دن اذیت سے گُزرے گا۔ جس طرح

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میرا گُزر تا ہے۔ تمہاری اخبار میں تصویریں دیکھنا، تمہیں بلندیوں کو چُھوتے دیکھنا میرے لئے آسان نہیں ہے۔" اُس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی تیسری تصویر بھی پن کی مدد سے بورڈ پر لگائی۔

"جہاں اتنے سال میں نے گُزار لئے وہیں کچھ اور مہینے گُزارنا بھی میرے لئے مُشکل نہیں ہو گا۔ مگر میں صحیح وقت کا انتظار کروں گا، میں اُس وقت کا انتظار کروں گا جب تمہارے ٹوٹنے کے بعد تمہیں جوڑنے والا کوئی نہ رہے۔" اُس نے ساتھ پڑے لال مار کر کو اُٹھا کر اُس تیسری تصویر پر بھی بڑا سا لال کراس لگا دیا، بالکل ویسے ہی جیسے سُلطان بیگ اور امل سُلطان کی تصویروں پر لگا تھا۔

Clubb of Quality Content

باب ۸: ایک آخری سطر۔

موت کی راہ نہ دیکھوں؟

عمار صاحب کے گھر میں ہر طرف خاموشی چھائی تھی۔ ایسی خاموشی جو چیخ کر ساری داستان بیان کر رہی ہو۔ عمار صاحب صوفے پر بیٹھے تھے اور ہاشم اُن کے قریب ہی کھڑا تھا۔ ٹیبل کے قریب صدف تھیں اور خدیجہ اُن کے ساتھ ہی سہمی سی کھڑی تھی۔ ہاشم نے کافی بار ابا کو مخاطب کرنے کی کوشش کی مگر ہمت نہ کر سکا۔

نور لاؤنج میں داخل ہوئی تو ہاشم کو دیکھ کر اُس کا چہرہ کھل اُٹھا مگر اگلے ہی پل سب کے چہرے دیکھ کر اُس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی۔

"کیا ہوا؟" اُس نے سب کی شکلوں کو دیکھتے پوچھا۔ فوراً ہی اُس کی نظر اپنے فون پر پڑی جو دیوار سے لگ کر چکنا چُور ہو چکا تھا۔

"کون ہے وہ لڑکا؟" عمار صاحب فوراً صوفے سے اُٹھے اور اونچی آواز میں پوچھا۔

نور کو ایک لمحہ لگا سب سمجھنے میں۔ اُس کے چہرے کے زاویے فوراً بدل گئے اور رنگ فق ہو گیا۔ اُس نے کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ حلق میں اٹک گئے۔ عمار صاحب نے اُس کے قریب آ کر ایک زوردار تھپڑ اُس کے چہرے پر دے مارا۔ نور دو قدم پیچھے ہٹی، وہ آنکھیں پھاڑ کر عمار صاحب کو دیکھ رہی تھی۔ خدیجہ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو چکے تھے اور صدف یونہی کھڑی سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔

"میں نے پوچھا کہ کون ہے وہ؟" عمار صاحب نے ایک اور تھپڑ اُس کے گال پر مارتے چیخ کر پوچھا۔ ہاشم فوراً آگے بڑھا اور باپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ نور اور اُن کے درمیان ایک دیوار کی طرح حائل ہو چکا تھا۔

"ابا ہم آرام سے بھی پوچھ سکتے ہیں۔" ہاشم نے اُن کو سمجھانا چاہا، اُنہوں نے ایک ہاتھ سے اُسے سائیڈ کرنے کی کوشش کی مگر وہ نہیں ہٹا۔

"تم ہٹ جاؤ، میں اِسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" اُنہوں نے طیش میں آ کر کہا۔

"ابا بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" ہاشم نے پھر سے کہنا چاہا اور اُن کو کندھوں سے پکڑ کر صوفے پر بٹھایا۔ نور سامنے دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ آنسو اُس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔

"نور تم بتاؤ، کون ہے وہ لڑکا؟ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں سب سچ بتاؤ۔" ہاشم نے تحمل سے نور کو مخاطب کرتے پوچھا مگر وہ خاموش رہی۔

"یہ ایسے نہیں بتائے گی، اِس کو..." عمار صاحب نے پھر سے کچھ کہتے اُٹھنا چاہا مگر ہاشم نے اُنہیں پھر سے بٹھا دیا۔

"ابا میں بات کر رہا ہوں نا۔"

"کوئی دوست ہے؟" اُس نے ایک اور سوال کیا مگر نور پھر بھی خاموش رہی۔

"پسند کرتی ہو اُسے؟ کب سے چل رہا ہے یہ سب؟" اب کی ہاشم نے ابا کا لحاظ کئے بغیر اُس سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔" اُس نے بمشکل الفاظ ادا کئے۔

ہاشم نے اُس کا ہاتھ تھاما اور کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ جانتا تھا کہ وہ ابا کے سامنے کچھ نہیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بولے گی مگر شاید ہاشم کو بتادے۔ کمرے میں پہنچ کر اُس نے دروازہ لاک کیا اور رُخ نور کی جانب کیا۔

"نور اگر تم آج نہ بتا سکی تو ساری زندگی نہیں بتا سکو گی۔ مجھے بتاؤ کہ کون ہے وہ؟" اُس نے پھر سے نرمی سے سوال کیا۔

"آن لائن ہی بات ہوئی اُس سے۔ تیمور نام ہے اس کا۔" نور نے ہمت کر کے بتایا۔ ہاشم کو سُن کر جھٹکا لگا تھا۔

"نور تم یوں آن لائن کسی پر بھروسہ کیسے کر سکتی ہو؟ تم نہیں جانتی کہ کیسے حالات ہیں۔" اب کی بار ہاشم نے بے چینی سے پوچھا۔

"وہ بہت اچھا ہے ہاشم، وہ اپنے امی ابو کو لانا چاہتا ہے مگر میں نے منع کیا کہ ایگزامز کے بعد وہ اپنے ماں باپ کو لے کر آئے۔ میری کوئی غلط نیت نہیں ہے میں کبھی اُس سے نہیں ملی، کبھی اُس کو اصل زندگی میں نہیں دیکھا۔" اُس نے اپنی ہتھیلی سے آنسوؤں کو رگڑتے ہاشم کو بتایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاشم چند لمحے کے لئے خاموش ہو گیا جیسے الفاظ تلاش کر رہا ہو۔ پھر اچانک ذہن میں وہ تصویر آ گئی، جو اس وقت قبر میں سو رہی تھی۔

نہیں! نور کے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔

ایک لمحے میں وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اُسے کیا کرنا ہے۔

"تم اُسے کہو کہ وہ رشتہ بھیجے باقی ہم دیکھ لیں گے۔ لیکن اگر ہمیں وہ لوگ پسند نہ آئے تو تم کچھ نہیں بولو گی اور اُس کے بعد یہ ٹاپک ہمارے گھر میں ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا، سمجھی؟" چند لمحے کے توقف کے بعد ہاشم نے اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"یہ ایسے کچھ نہیں بتائے گی ہاشم۔ میں جانتا ہوں کہ کیسے سب اُگلوانا ہے۔" عمار صاحب صوفے سے کھڑے ہو کر اُونچی آواز میں دھاڑے۔ وہ ہاشم اور نور کی کمرے میں ہونے والی بات سے انجان تھے۔

"اور اگر اس نے محبت کی شادی کرنا چاہی تو میں ساری زندگی اس کی شکل نہیں دیکھوں گا۔" باقیوں کو یہ ایک خالی دھمکی لگی مگر ہاشم کا سانس رُک گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کے ابا ایسا

کر سکتے ہیں۔ وہ پہلے بھی ایسا کر چکے ہیں۔

وہ لاک کھولتا فوراً باہر نکلا اور عمار صاحب کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ نور بھی اُس کے ساتھ ہی نکل آئی۔

"ابا آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔" ہاشم نے اُن کو دیکھ کر مضطرب ہو کر کہا۔

"اگر تم نے اِس کا ساتھ دیا تو تمہاری شکل بھی نہیں دیکھوں گا۔" اب کی بار اُنہوں نے ہاشم کو انگلی اُٹھا کر خبر دار کیا۔ صدف خاموشی سے ایک کونے میں کھڑی تھیں اور خدیجہ بھی اُن سے جڑ کر کھڑی رو رہی تھی۔

"اِس کا جو رشتہ آیا ہے اُن کو میں کل ہاں کر دوں گا۔" اُنہوں نے ہاشم اور نور کو باری باری دیکھتے ہوئے کہا۔ نور کو جھٹکا لگا، آنسو اُس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے مگر وہ خاموش رہی۔

"میں آپ کو ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ آپ ایک بار تیمور کی فیملی سے مل کر تو دیکھیں۔" ہاشم فوراً بولا۔

"یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور تم میرا فیصلہ نہیں بدل سکتے۔" وہ خاموشی سے واپس صوفے پر

بیٹھ گئے۔ نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمار کھی تھیں۔

"میں آپ کو ایسا نہیں کرنے دوں گا۔" اُس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔

"ہاشم تم بیچ میں نہ آؤ۔ یہ میرا اور نور کا معاملہ ہے۔" عمار صاحب نے ہاشم کو تہدید کی۔ نور نے ہاشم کو دیکھ کر سر نفی میں ہلایا۔ شاید وہ اُسے خاموش رہنے کا کہہ رہی تھی یا اس رشتے سے انکار کر رہے تھے۔ وہ سمجھ نہ سکا۔ وہ اُس کی آنکھوں سے بہتے لگاتار آنسو دیکھ سکتا تھا۔

"آپ اُن کو ہاں نہیں کہیں گے۔ نور کی شادی وہیں ہو گی جہاں وہ چاہتی ہے۔" وہ عمار خان کے سامنے کھڑا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہا تھا۔ دماغ کچھ بھی سوچنے سے قاصر تھا۔ اس وقت وہ مائرہ اور اُس کے تھپڑ کو بھول چکا تھا۔ بس یاد تھا تو نور کا چہرہ۔

عمار صاحب نے چند منٹ خاموشی سے اس کو دیکھا اور پھر زناٹے دار تھپڑ اُس کے چہرے پر دے مارا۔ چٹاخ کی آواز پورے لان میں گونجی تھی۔ ہاشم ہاتھ منہ پر رکھے حیرت سے اُن کو دیکھنے لگا۔ یہ آج کہ دن میں پڑنے والا دوسرا غیر متوقع تھپڑ تھا۔

"تمہیں میں کہہ رہا ہوں کہ خاموش رہو، سمجھ نہیں آ رہی تمہیں؟" ہاشم کو یقین نہیں ہو رہا تھا

کہ یہ وہی عمار صاحب ہیں جسے وہ پچھلے چوبیس سال سے جانتا ہے۔اِس وقت وہ اُسے وہ عمار صاحب لگ رہے تھے جن کا ذکر اُس نے مائرہ سے سُنا تھا۔ایک ایسے شخص جن کو اپنی انا کے آگے کچھ نہیں دیکھتا۔اپنے رشتے بھی نہیں...

"ابا آپ جو بھی کہیں مگر نور کی شادی یوں زبردستی میں آپ کو نہیں کرنے دوں گا۔"ہاشم نے پھر سے کہا۔

"تم مجھ سے بکواس کرو گے؟میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔"عمار صاحب کا غصہ بڑھتا جارہا تھا۔

"یہ تربیت کی ہے تم نے اِن کی؟"اُنہوں نے غصے سے صدف کو دیکھا۔

"اگر اُن کی تربیت غلط ہوتی تو آج نوریوں سامنے کھڑی ہو کر رو نہ رہی ہوتی۔اس کی غلطی صرف اتنی ہے کہ اِس نے ہم سے یہ سب چُھپایا۔پسند کی شادی کرنا گناہ نہیں ہے ابا۔آپ نے کیوں اس کو گناہ بنادیا ہے۔"وہ اس وقت اپنے ابا سے صرف نور کے لئے نہیں بلکہ اُس قبر میں موجود وجود کے لئے بھی لڑ رہا تھا۔

عمار صاحب نے ہاتھ پیچھے باندھ رکھے تھے اور گہری نظروں سے ہاشم کو دیکھ رہے تھے۔ یہ وہ ہاشم نہیں تھا جو ایک مہینہ پہلے یہاں سے گیا تھا۔ وہ بدل چکا تھا اور عمار صاحب کو اُس کی یہ تبدیلی پسند نہیں آئی تھی۔

"وہ چیز جس میں گھر والوں کی مرضی شامل نہ ہو وہ گناہ ہی ہوتی ہے۔"

"نور تم بھی تو کچھ بولو۔ اپنے لئے آواز اُٹھانا تمہارا حق ہے۔" ہاشم نے نور کو مخاطب کیا۔ وہ بس خالی خالی نظروں سے ہاشم کو دیکھے گئی۔ بھوری آنکھیں ہاشم پر جمار کھی تھیں۔ آنسو اب سوکھ چُکے تھے۔

"یہ کیا بولے گی، اسے کہو کہ دفع ہو جائے یہاں سے اور میرے سامنے نہ آئے۔" عمار صاحب نے صدف سے کہا۔ صدف نور کی طرف بڑھی۔

"چلو نور۔" وہ نور کا بازو تھامتے ہوئے اس کو وہاں سے لے گئی۔

"تم بھی دفع ہو جاؤ یہاں سے، مجھے مزید کوئی بات نہیں کرنی۔" اُنہوں نے ہاشم سے کہا۔ وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گیا۔ وہ ایک ہی دن میں یہ دوسرا تماشا دیکھ رہا تھا مگر وہ

فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ نور کے ساتھ مسرت جیسا ہونے نہیں دے گا۔ نور کو اُس کے عزیز رشتے نہیں کھونے پڑیں گے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

اپنے کمرے میں پہنچتے ہی اُس نے اپنا بیگ بیڈ پر رکھا اور اُس میں سے چارجر نکالنے لگا۔ جب وہ اُسے مل گیا تو اُس نے بیگ بند کر کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ فون چارجنگ پر لگا کر وہ باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔ اُس کا سر مارے درد کے گھوم رہا تھا۔

دس منٹ بعد وہ نہا کر کمرے میں پہنچا اور بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا۔ ذہن کہیں دور اُلجھا تھا۔ آج کے دن میں جو ہو چکا تھا وہ سب پروسیس کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ یونہی بیڈ پر لیٹ گیا اور چھت پر نظریں جما لیں۔ گیلے بالوں سے تکیہ ہلکا سا بھیگ چکا تھا۔ وہ تھکا ہوا تھا اور اُس کی آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں۔ بہت دیر وہ کروٹیں بدلتا رہا لیکن آج تو جیسے نیند بھی اُس سے روٹھ چکی تھی۔

اُس نے سائیڈ ٹیبل سے چارج پر لگا فون اُٹھایا اور لاک کھول کر دیکھنے لگا۔ اچانک یاد آنے پر فوراً انسٹاگرام اوپن کیا۔ سامنے اُس کے پھر سے کافی میسجز شو ہو رہے تھے۔

"ہاشم آپ ٹھیک ہیں؟ اچانک کہاں غائب ہو گئے؟" بار بار ایسے سوال ہی کئے گئے تھے۔

"میرا فون بند ہو گیا تھا۔" ہاشم نے مختصر سا جواب دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ بیک ہوتا، میسج فوراً سین کر لیا گیا تھا۔ ہاشم وہیں ٹھہر کر ریپلائے کا انتظار کرنے لگا۔

"شکر ہے آپ کا ریپلائے تو آیا۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ میں کتنی پریشان ہو گئی تھی۔ اسی لئے تو میں اب تک سو نہیں سکی۔" ماہ رُخ نے جواب دیا۔ ہاشم کو اپنی آنکھیں پھر سے بوجھل محسوس ہونے لگی تھیں۔ اُس کے لئے ریپلائے کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ہم پھر بات کریں گے۔" اُس نے ماہ رُخ کو ٹالنا چاہا مگر جیسے یہ بتا کر خود ہی پچھتانے لگا۔ اگلے ہی لمحے ماہ رُخ کے بے تحاشہ میسجز آنا شروع ہو چکے تھے۔

"کیا ہوا آپ کو؟ سر درد ہے کیا؟ بخار ہے؟ کوئی پین کلر لیں زیادہ مسئلہ ہے تو ڈاکٹر کے پاس جائیں..." وہ اور بھی کچھ لکھ رہی تھی لیکن ہاشم نے ایک مختصر میسج لکھ کر بھیجا۔

"بس معمولی سر درد ہے۔ آرام کروں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

"پہلے بتانا تھا نا۔ چلیں آپ آرام کریں، ہم کل بات کریں گے گُڈ نائیٹ۔" اُس نے گُڈ نائیٹ کے ساتھ ایک پیلا دل بھی لگایا تھا۔ دوستی کی علامت۔

"گُڈ نائیٹ۔" ہاشم نے سادہ گُڈ نائیٹ لکھ کر بھیجا۔

"بات سُنیں۔" ہاشم فون رکھنے ہی والا تھا کہ ایک اور میسج موصول ہوا۔ ہاشم نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کو جواب دینے لگا۔ ماہ رُخ ابھی تک اُس کے لئے جاگ رہی تھی۔ وہ اُسے اگنور کر کے دوبارہ ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"جی سنائیں۔"

"اگر آپ پریشان ہیں تو مجھ سے شئیر کر سکتے ہیں۔ آپ کا راز ہمیشہ میرے پاس امانت رہے گا۔ چاہیں تو کبھی آزما لیں۔" ہاشم کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا جواب دے۔

"اب تو ہم دوست ہیں نا؟" ہاشم کے جواب نہ دینے پر ماہ رُخ نے میسج کیا۔ ہاشم کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر آہستہ آہستہ ایک میسج لکھنا شروع کیا۔

"میں آپ کی قدر کرتا ہوں، لیکن دوستی کا مطلب میری نظر میں کچھ اور ہے۔ میری عادت ہے کہ میں تعلقات کو آہستہ آہستہ بناتا ہوں..." ذہن میں ابھی تک ہر وہ لمحہ تازہ تھا جو ہاشم نے اُس کے ساتھ گُزارا تھا۔

"آپ کی نظر میں پیار دوستی ہے؟"

"میری نظر میں اگر محبت کو سمجھنا مشکل ہو تو دوستی کا ہاتھ تھام لو، وہ آسان کر دے گی۔"

"اس کا یہی مطلب ہوا کہ پیار دوستی ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اس موضوع پر ہم پھر کبھی بات کریں گے۔ گُڈ نائیٹ۔" یہ میسج بھیج کر ہاشم نے فوراً فون بند کر کے سائیڈ پر رکھ دیا۔ اُس کے بعد ماہ رُخ کا کیا میسج آیا، وہ نہیں جانتا تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

"میں نے لڑکے والوں کو ہاں کر دی ہے۔" دس بجے کے قریب لاؤنج میں داخل ہوتے ہی عمار صاحب کی آواز اُسے سُنائی دی۔ ایک سنسنی خیز لہر اُس کے پورے جسم میں دور گئی۔

"ابا آپ اُن کو ابھی انکار کر دیں۔" ہاشم نے اُن سے التجا کی۔

"تم جانتے ہو کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ تم کیسے بے غیرت بھائی ہو، تمہیں چاہیے تھا کہ تم اُس کا گلا دبا دو مگر تم اُس کا ساتھ دے رہے ہو؟ میں تمہاری رات والی غلطی کو صرف اِسی صورت معاف کروں گا جب تم نور کو اِس رشتے کے لئے منا لو گے۔" اُنہوں نے ایک ہی سانس میں کہا۔

"ایک منٹ، ایک منٹ... کون سی غلطی؟ میں نے کوئی غلطی نہیں کی! میں نے جو رات میں کہا تھا، میں اب بھی اُسی بات پر قائم ہوں اور آپ کو یہ بات ماننی پڑے گی۔ آپ اپنی زندگی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گزار چکے ہیں اب باری آپ کے بچوں کی ہے۔ آپ ہمیں ہماری مرضی سے زندگی گزارنے دیں گے۔" ہاشم نے دو ٹوک کہا۔ نور کچن میں کھڑی خاموشی سے سب سُن رہی تھی۔ وہ اور صدف مل کر سب کے لیے ناشتہ بنا رہی تھیں۔ اُنہوں نے نور سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ نہ ہی ڈانٹا، اور نہ ہی اُس کی سائیڈ لی۔ وہ جانتی تھیں کہ کسی کو سزا یا جزا دینے کا حق اُس گھر میں صرف عمار صاحب کو تھا۔ اُن کا دل پوری رات اپنی اولاد کے لئے تڑپتا رہا تھا اور اب بھی اُن کے قریب کھڑی نور کے چہرے پر انگلیوں کے نشان اُن کے دل کو چیر رہے تھے۔ ماں تھی نا...

"تم اِس کے بعد اس مسئلے میں نہیں بولو گے اور اگر بولو گے تو بھی اُس کے بھائی بن کر نہیں، ایک غیرت مند مرد بن کر۔" عمار صاحب نے اپنا اخبار ایک جانب رکھتے ہاشم کی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔

"ایسے فیصلے بھائی یا غیرت مند مرد بن کر نہیں کئے جاتے ابا۔ ایسے فیصلے انسان بن کر کئے جاتے ہیں۔ ہمیں اپنی زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کا حق ہمارا مذہب بھی دیتا

ہے۔"وہ بھی اُن کے سامنے کھڑا یونہی اُن کی آنکھوں میں جھانک کر الفاظ ادا کر رہا تھا۔

"ہمارا مذہب بھی ولی کے بغیر نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔اگر میں ہی نہ مانوں تو یہ نکاح کرلے گی اُس سے؟"عمار صاحب نے چُبا کر الفاظ ادا کیے۔

"یہ ہی تو مسئلہ ہے۔ہم اسلام کو یوں دیکھتے ہیں جیسے دیکھنا چاہتے ہیں۔اسلام اتنا سخت نہیں ہے جتنا ہم نے بنالیا ہے۔ہم اسلام کو نہیں،سوسائیٹی کو ساتھ لے کر چل رہے ہیں۔اسلام آزادی دیتا ہے،اپنی مرضی کے مطابق زندگی گُزارنے کی اور سوسائیٹی آزادی چھینتی ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ گناہ اس لیے نہ چھوڑو کہ لوگ دیکھتے ہیں بلکہ اس لئے چھوڑو کہ رب دیکھتا ہے اور سوسائیٹی کہتی ہے کہ انسان تنہائی میں چاہے جتنے بھی گُناہ کرے بس سب کے سامنے ایک منافق بن کر جیتا رہے۔"وہ سانس لینے کو رُکا۔کچن میں کھڑی نور اور صدف اُس کی آواز با آسانی سُن سکتی تھیں۔آنسو صدف کی آنکھوں سے بہنا شروع ہو چکے تھے۔اُن کا بیٹا اتنا بڑا ہو گیا اور اُنہیں علم ہی نہ ہوا؟وہ کب سے اتنی گہرائیوں کو سمجھنے لگا تھا؟

"ایک ولی کے بغیر نکاح ممکن ہے ابا،لڑکی کی رضامندی کے بغیر نہیں۔"اُس نے گہرا

سانس لے کر آخری جملہ کہا۔

"ہاشم میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ تم اب یہ چاہتے کہ جو بچی کچی عزت رہ گئی ہے وہ بھی یہ بھاگ کر نکاح کر کے ختم کر دے؟"اُن کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو چکی تھیں۔

"ہم پانچ لوگوں کے بغیر یہ بات کوئی نہیں جانتا۔ آپ کی عزت محفوظ رہے گی ابا، رشتے رہے یا نہ رہے۔"اُس کی آواز میں اُداسی واضح تھی۔"میں نہیں کہہ رہا کہ آپ نور کی شادی اُس سے کریں، میں کہہ رہا ہوں کہ آپ بس اُس کی فیملی سے ایک بار مل لیں۔ آخری فیصلہ آپ کا ہی ہو گا اور میں کچھ نہیں کہوں گا۔"اُس نے پھر سے التجا کی تھی۔

"آخری فیصلہ اب بھی میرا ہی ہے اور تم کچھ نہیں کر سکتے!"عمار صاحب نے حتمی فیصلی سنایا۔"نور! نور!"اور ساتھ ہی نور کو آوازیں لگائی۔ وہ کچن سے بھاگتی لاؤنج میں پہنچی۔

"جی ابا۔"

"تمہارے سامنے دو اختیارات ہیں۔ ایک یہ کہ تم اُس سے شادی کر کے ہمیشہ کے لئے یہاں سے چلی جاؤ اور کبھی لوٹ کر ہمیں اپنی شکل نہ دکھاؤ اور دوسری یہ کہ میری بات مان کر

میرا رہتا بھرم ٹوٹنے سے بچالو۔"اُنہوں نے صوفے سے اُٹھ کر نور کو دیکھا اور اپنی بات کہی۔

"نور میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم نے گھبرانا نہیں ہے۔"ہاشم نے فوراً اُمید سے اُس کی آنکھوں میں جھانکا اور نرمی سے یقین دہانی کروائی۔

"تم اپنی بکواس بند رکھو۔"عمار صاحب اُس پر چیخے۔

"میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتی ابا۔ آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی کروں گی۔"اُس نے توڑ توڑ کر الفاظ ادا کئے۔

"سن لیا تم نے؟اس کے بعد میں تمہاری بکواس نہ سُنوں۔"اب اُن کی نظریں ہاشم پر جمی تھیں۔

"نور تمہاری زندگی اتنی سستی نہیں ہے کہ ایک بھرم کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے تم اُسے ختم کردو۔"ہاشم نے نور کو دیکھتے رنج سے کہا۔ اگر یہاں ایک مہینے پہلے والا ہاشم ہوتا تو شاید کبھی بھی نور کے حق کے لئے نہ بول سکتا۔ مگر اِس ایک مہینے نے اُسے بدل دیا تھا۔ وہ

نور میں دوسری مسرت کو دیکھنے سے ڈر رہا تھا۔ نور کوئی جواب دیئے بنا ہی وہاں سے چلی گئی اور عمار صاحب واپس صوفے پر بیٹھ گئے۔

"آج شام کو وہ لوگ آرہے ہیں چھوٹی سی رسم کرنے، تم بھی تیار رہنا!" عمار صاحب نے ہاشم سے کہا۔

"ابا اُس نے آپ کا بھرم ٹوٹنے سے بچالیا، کیا آپ اُس کی زندگی نہیں بچائیں گے؟" ہاشم نے آخری کوشش کرنا چاہی۔

"اُن لوگوں کے سامنے ایسی کوئی بات نہ کرنا۔" عمار صاحب نے اُسے وارن کیا۔

"ایک بار میں خود تیمور سے ملوں گا اور پھر فیصلہ کروں گا۔"

"نور کا باپ میں ہوں۔ تم بننے کی کوشش نہ کرو۔"

"ہاشم ناشتہ کرلو۔" صدف کی آواز اُس کے کانوں میں پڑی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

سورج بھی آج احد کے گھر خاموشی سے طلوع ہوا تھا۔ رات گئے، مائرہ نے اُسے ہاشم کی حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا۔ یہ سچائی احد کے لیے بھی کسی دھچکے سے کم نہ تھی۔

کیا واقعی دنیا اتنی چھوٹی تھی؟ کہ جسے وہ اپنا قریبی دوست سمجھتا رہا، وہی اس کی بیوی کے ماموں کا بیٹا نکلے؟

اُسے ہاشم سے بھی شکوہ تھا۔ آخر وہ بتا تو سکتا تھا۔ کیا وہ اُسے قابلِ اعتماد نہیں سمجھتا تھا؟

اور مائرہ؟

وہ رات سے اس انکشاف کو دل سے تسلیم ہی نہ کر پائی تھی۔ وہ لمحہ اس کے ذہن سے کبھی محو نہیں ہو سکا جب اس نے اپنی ماں کی آخری خواہش کے تحت عمار صاحب کو پہلی اور آخری بار فون کیا تھا۔ چاہ کر بھی وہ ہاشم کے لیے دل صاف نہ کر سکی، وہ بھی تو اُن کا ہی بیٹا تھا۔

فریدہ بیگم لاؤنج میں بیٹھی تھیں جب اُنہوں نے مائرہ کو اپنے کمرے سے نکلتے دیکھا۔ کچھ دیر پہلے وہ ناشتہ کر کے احد کے لیے ناشتہ لے گئی تھیں۔ ناشتہ کرتے ہوئے انہوں نے مائرہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سے ایک لفظ تک نہ کہا تھا۔

"مائرہ۔" انہوں نے اُسے دیکھ کر نرمی سے آواز دی۔

"جی امی؟" وہ جواب دیتی اُن کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"کیا تم اپنے ماموں سے ملنا چاہو گی؟" سوال سیدھا تھا۔

"نہیں۔" جواب ایک حرفی مگر گہرا تھا۔

"کیوں؟" انہوں نے پوچھا۔ مائرہ نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ شاید اُس کے پاس خود بھی کوئی مکمل جواب نہیں تھا۔

"مائرہ، میں چاہتی ہوں کہ تم پرانے گلے شکوے چھوڑ کر آگے بڑھو اور اُنہیں دل سے معاف کر دو۔" انہوں نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کو لگتا ہے اُنہیں میری معافی کی ضرورت ہے؟ کیا وہ واقعی میرے انتظار میں ہیں؟ شاید اُنہیں تو یاد بھی نہ ہو کہ اِس دنیا میں مائرہ نام کی کوئی لڑکی موجود ہے۔" اُس نے دُکھی لہجے میں نگاہیں جُھکا کر کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اُنہیں تمہاری معافی کی نہیں، تمہارے دل کو معاف کرنے کی ضرورت ہے مائرہ۔ تم ہمیشہ کہتی ہو کہ تم معاف کر چکی ہو مگر میں جانتی ہوں کہ تم اُنہیں کبھی دل سے معاف نہیں کر پائی۔ کسی سے نفرت کا بوجھ جب ہمارے دل پر پڑتا ہے تو وہ ہمارے دل کو سخت کر دیتا ہے، جیسے نرم مٹی کو دبایا جائے تو وہ سخت ہو جاتی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میری نرم دل رکھنے والی مائرہ بھی سنگ دل ہو جائے۔" فریدہ بیگم اُس کے ہاتھ کو آہستہ آہستہ سہلا رہی تھیں۔

"مجھے کیا کرنا چاہیے؟" مائرہ نے اُن کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔

"میں ہاشم سے بات کر سکتی ہوں۔ پھر ہم سب مل کر تمہارے ماموں سے ملنے جا سکتے ہیں۔" انہوں نے اُمید سے کہا۔

"ہاشم؟ اُس نے بھی تو مجھے دھوکہ دیا ہے۔ اُسے کیسے معاف کر سکتی ہوں؟" مائرہ کی آواز بکھری ہوئی تھی۔

"معافی دینے سے کوئی چھوٹا یا بڑا نہیں ہو جاتا مائرہ۔ یاد رکھو، وہ جھوٹ جو خوشی دے، اُس

سچ سے بہتر ہو سکتا ہے جو اذیت دے۔" فریدہ بیگم نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"جھوٹ وقتی خوشی دے سکتا ہے، مگر جھوٹ چھپتا نہیں اور سچ چاہے کتنا ہی تلخ ہو، ایک دن سامنے آجاتا ہے۔" مائرہ نے بھی اسی نرمی سے جواب دیا۔

"میں نے ہاشم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہارے دل سے اُس کے لیے تمام رنج ختم کر دوں گی۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میری مائرہ اتنی سنگ دل نہیں ہو سکتی۔" انہوں نے آہستگی سے کہا۔

"آپ کے لیے، میں اپنے دل کو صاف کرنے کی کوشش کروں گی لیکن میں کبھی پہل کر کے عمار خان سے ملنے نہیں جاؤں گی۔" مائرہ کا لہجہ شفاف تھا۔

"اور اگر وہ خود یہاں آجائیں؟" فریدہ بیگم کی آخری اُمید اب بھی باقی تھی۔

"تو میں اُن سے تمام گلے شکوے بھلا کر ملوں گی۔" مائرہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ وہ جانتی تھی کہ عمار خان کی انا کبھی اُنہیں اس دہلیز تک نہ لائے گی۔

"میں جانتی تھی تم کبھی میرا بھرم نہیں ٹوٹنے دو گی۔" فریدہ بیگم نے مسکرا کر اس کا ماتھا چوما۔

"ٹھیک ہے امی اب میں ریسٹورنٹ جا رہی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں معمول کی طرف واپس آجانا چاہیے۔" مائرہ نے صوفے سے اُٹھتے کہا۔

"اور احد کا دفتر؟" فریدہ بیگم نے پوچھا۔

"اُسے پہلے تو بہت جلدی تھی اپنے آفس جانے کی مگر کل سے ریلیکسڈ ہے۔ اُس نے آفس سے فائلز منگوا کر دیکھی ہیں۔ وہ شخص آفس کو اچھے سے سنبھال رہا ہے۔ ان شاء اللہ دو، تین دن تک احد بھی جانے لگے گا۔" مائرہ نے اُن کو بتایا۔

"اتنی جلدی کیوں؟ ابھی تو اُسے آرام کرنا چاہیے۔" اُنہوں نے فوراً فکر مندی سے کہا۔

"میں نے بھی یہی کہا تھا مگر اُس نے کہا کہ اب میں ٹھیک ہوں، بس ڈاکٹر نے زیادہ چلنے سے منع کیا ہے اور آفس میں تو میں ویسے ہی بیٹھا رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے تم خیریت سے جاؤ۔"

"اللہ حافظ۔" اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ آئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کمرے سے تیار ہو کر ریسٹورنٹ کے لئے نکل رہی تھی۔ سب کچھ

پھر سے پہلے کی طرح ہو رہا تھا۔اُن کی زندگی پھر سے پر سکون اور خاموش ہو چکی تھی یا شاید وہ کسی نئے طوفان کے آنے سے پہلے کی خاموشی تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

"نور تم نے ہاں کیوں کی؟"ہاشم نے نور کے کمرے میں داخل ہوتے غصے سے پوچھا۔وہ جو سر جھکا کر کسی گہری سوچ میں گُم تھی،ہاشم کی آواز پر سر اُٹھا کر اُسے دیکھا اور زخمی سا مسکرا دی۔

"تمہیں مجھ پر غصہ نہیں آیا؟"اُس نے پوچھا۔

"ہر ایک کو اپنی زندگی اپنی مرضی سے جینے کا حق ہے۔مگر اب مجھے تم پر غصہ آرہا ہے کیونکہ تم اپنی زندگی کسی اور کی مرضی سے جینے کے لئے تیار ہو۔"ہاشم اُس کے قریب آیا اور اُس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم میرے لئے ابا سے کیوں لڑ رہے ہو؟تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ میں اِس گھر سے جا رہی ہوں۔"نور نے بظاہر لاپرواہی دکھائی۔

"تم بہن ہو میری۔ میں ابا کو بتانا چاہتا ہوں کہ بہنوں کو کیسے سپورٹ کیا جاتا ہے۔" ہاشم نے کچھ سوچے سمجھے بغیر بولا۔ نور نے نا سمجھی سے اُسے دیکھا۔

"وہ نہیں جانتے کہ بھائیوں کے لئے بہنیں کتنی اہمیت رکھتی ہیں۔" ہاشم نے فوراً وضاحت دی۔

"اُن کی کوئی بہن ہوتی تو ہی وہ جانتے نا۔" نور ہاشم کو دیکھتے بولی مگر وہ خاموش رہا۔ بس خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ اُس کی نظریں نور اپنے اندر تک اترتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"سرگم کے بادشاہ، تم پاگل ہو گئے ہو۔" اُس نے پھر سے بات شروع کرتے ہنس کر لاپرواہی سے کہنا چاہا مگر اُس کی بھاری آواز ہاشم محسوس کر سکتا تھا۔ نور نے ہاشم کی آنکھوں میں دیکھا اور اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکی۔ آنسو اُس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ ہاشم نے اُس کے قریب بیٹھ کر اُسے گلے لگایا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کیا کروں۔ ابا اور تیمور میں سے کسی ایک کا انتخاب نہیں کر سکتی ہاشم۔ میں خود کو مِٹا کر بھی اُن دونوں کو چُنوں گی۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ابا کی جُدائی مجھے جیتے جی مار دے گی اور تیمور کی جُدائی حقیقی۔" اُس کی آواز بھاری ہو چکی تھی۔

"تمہیں کسی کو نہیں کھونا پڑے گا۔ میں ہوں نا۔" ہاشم نے اُس کے سر کو سہلاتے ہوئے کہا۔

"ابا نے مجھے بہت مشکل امتحان میں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ میں اِس میں فیل ہو جاؤں گی ہاشم، میں مر جاؤں گی۔" وہ اب بھی یونہی بچوں کی طرح رو رہی تھی۔

"تم رونا بند کرو اور مجھے تیمور کا نمبر دو۔" اُس نے کچھ دیر بعد ہاشم کو کہتے سُنا اور نظر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

"ہاشم، ابا..." اُس نے آنسو ہتھیلی سے صاف کرتے کچھ کہنا چاہا۔

"تم مجھے تیمور کا نمبر لکھ کر دو ابھی۔" ہاشم نے سختی سے کہا اور فون نور کی جانب بڑھایا۔ نور کو تیمور کا نمبر زبانی یاد تھا، اُس نے خاموشی سے تیمور کا نمبر ہاشم کے فون میں سیو کر دیا۔

"میرا ابا سے صرف اِس بات سے اختلاف ہے کہ وہ ایسے لڑکے سے تمہارا رشتہ جوڑ رہے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جسے ہم جانتے تک نہیں ہیں۔ مگر جانتے تو ہم تیمور کو بھی نہیں ہیں۔ اگر مجھے تیمور بھی تمہارے قابل نہ لگا تو ہم اُس سے بھی تمہارا رشتہ نہیں کریں گے اور تمہیں اُس کو بھولنا ہو گا۔" وہ سانس لینے کو رُکا۔ "کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے؟" ہاشم نے گہری سانس لینے کے بعد نور کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔

"مجھے تم دونوں پر بھروسہ ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ تمہیں ضرور پسند آئے گا۔" نور نے مسکرا کر جواب دیا۔ اِس سے پہلے کہ ہاشم جواب دیتا، اُس کے ہاتھ میں پکڑا فون تھرتھرانے لگا۔ وہ نور کو ایکسکیوز کرتا وہاں سے اُٹھ گیا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

"السلام علیکم آنٹی۔" اُس نے فون کان سے لگاتے ہی مہذب انداز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ کیسے ہو؟ کہاں چلے گئے تم یوں بتائے بغیر؟ تم جانتے ہو کہ ہماری ساری رات کتنی پریشانی میں گزری ہے؟" اُنہوں نے سلام کا جواب دیتے ہی سوالوں کی برسات کر دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں ٹھیک ہوں، آپ تو جانتی ہیں کہ میں کیوں واپس آیا اور میں نے رات کو ہی احد بھائی کو میسج کر کے بتا دیا تھا کہ میں اپنے گھر واپس آ گیا ہوں۔" اُس نے نرمی سے جواب دیا۔

"میں نے مائرہ کو بتا دیا ہے کہ تم اُس کے ماموں کے بیٹے ہو۔" فریدہ بیگم نے اُسے بتایا۔

ہاشم نے ایک ہاتھ اپنی آنکھوں کے آگے کر لیا۔ وہ ابھی ایک پریشانی سے نکلا نہیں تھا کہ فریدہ بیگم نے اُسے ایک نئی بات سے آگاہ کر دیا۔ اور مائرہ؟ وہ کیا سوچ رہی ہو گی اُس کے بارے میں؟ اُس نے ہر موڑ پر مائرہ سے جھوٹ بولا تھا۔ کاش کے وہ پہلے ہی مائرہ کو سب سچ بتا دیا۔

"اُنہوں نے کیا کہا؟" اُس نے بمشکل پوچھا۔

"میری اُمید کے برعکس اُس نے زیادہ بُرا نہیں منایا۔ وہ تمہارے ابا سے ملنے کو بھی تیار ہے مگر اُس کی یہ شرط ہے کہ وہ اُن سے ملنے میں پہل نہیں کرے گی۔ اگر وہ خود یہاں آجائیں تو مائرہ سارے گلے شکوے بُھلا دے گی۔" فریدہ بیگم نے اُسے بتایا مگر شاید دور اندر وہ خود بھی جانتی تھیں کہ مائرہ نے یہ سب بس اُن کا دل رکھنے کے لئے کہا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاشم جواب میں خاموش ہو گیا۔

وہ جواب کیا دیتا اُن کو؟ کہ اُس کے ابا اپنی ہی بیٹی کی شکل نہ دیکھنے کو تیار ہیں، وہ اپنی بھانجی سے ملنے آئیں گے؟

"میں موقع دیکھ کر اُن سے بات کروں گا۔" ہاشم نے اُن کی اُمید برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، اگر میری مدد کی ضرورت ہوئی تو مجھے بتانا۔" ہاشم نے فون کان سے ہٹا کر ایک نظر فون کو دیکھا۔ یہ عورت اتنی اچھی کیوں تھی؟ اِن کو کیا مجبوری تھی مائرہ کو اُس کے ماموں سے ملوانے کی؟

"آپ کیوں چاہتی ہیں کہ مائرہ اپنے ماموں سے ملے؟" اُس نے پوچھا۔

"کیونکہ میں نے ہمیشہ مائرہ کے دل میں اپنے کسی خونی رشتے کے لئے ایک کونا خالی دیکھا ہے۔ میں اُس کونے کو بھرنا چاہتی ہوں۔" اُنہوں نے نرمی سے جواب دیا۔ چند منٹ کی گفتگو کے بعد ہاشم نے فون بند کر دیا۔

فون کان سے ہٹانے کے بعد اُس کی نظریں اپنے فون میں موجود ایک ایپ کو ڈھونڈنے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں مصروف ہو گئیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کی انگلی انسٹا گرام پر جا رُکی۔ سامنے ماہ رُخ کے میسجز دکھائی دیے۔ اُس نے صبح اُٹھتے ہی ہاشم کو گُڈ مارننگ کا میسج بھیجا تھا۔ ہاشم نے میسج سین کر کے یونہی چھوڑ دیا۔ پھر کسی خیال کے تحت اپنی سیٹِنگز میں گیا اور انسٹا گرام کے نوٹیفیکیشنز آن کر دیے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

آج دوپہر میں بھی وہ خوبصورت کیفے ہجوم سے بھرا تھا۔ ہر طرف نظر دوڑانے پر لوگ دکھائی دے رہے تھے۔ اِس وقت زیادہ رش کیفے کے دوسرے فلور پر تھا، شیشے کے اُس پار دیکھنے سے ٹیرس پر پرندے دکھائی دے رہے تھے جنہیں لوگ بسکٹس پھینک رہے تھے۔ ہلکی سی موسیقی کی آواز گونج رہی تھی، لوگ اپنی باتوں میں مصروف تھے۔ ایسے میں کونے کے ایک ٹیبل پر وہ دونوں بیٹھے تھے۔ تیمور کی پیٹھ شیشے کی جانب تھی جبکہ ہاشم اُس کے بلکل سامنے بیٹھا تھا۔ وہ شیشے کے اُس پار پرندوں کو دیکھ سکتا تھا۔

"میرا نام تیمور ہے... میری عمر چھبیس برس ہے... میں ایک سافٹ ویئر انجینئر

ہوں... اپنی ڈگری مکمل کر چکا ہوں اور ایک کمپنی میں فل ٹائم جاب کرتا ہوں... اس کے ساتھ کچھ فری لانس پراجیکٹس بھی لیتا ہوں۔" تیمور نے نرمی سے، وقفے وقفے سے اپنے بارے میں بتانا شروع کیا، آس پاس کی آواز مدھم پڑ رہی تھی۔

"تمہاری نور سے بات کیسے شروع ہوئی؟" ہاشم نے اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔

"ہمارا رشتہ دوستی سے شروع ہوا تھا مگر وقت کے ساتھ میں نے محسوس کیا کہ وہ میری زندگی کی بہت خاص انسان ہے۔ میں اس رشتے کو عزت اور حلال بنیاد پر قائم دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اسے اپنی شریکِ حیات بنانا چاہتا ہوں، عزت کے ساتھ، آپ کی مرضی سے۔ میں اسے وقت کا ایک عارضی لمحہ نہیں، پوری زندگی کا وعدہ سمجھتا ہوں۔" اُس نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

"یہ تمہارے وقتی جذبات ہیں، زندگی کا فیصلہ اتنی آسانی سے نہیں کیا جاتا۔" ہاشم نے سنجیدگی سے کہا۔

"وقتی تو موسم ہوتے ہیں، جذبات ہمیشہ ایک سے رہتے ہیں۔" اُس نے چھوٹا مگر سوچ سمجھ

کر جواب دیا۔

تبھی ہاشم کو فون تھرتھرایا،اُس نے جیب سے نکال کر دیکھا تو سامنے ایک میسج دکھائی دے رہا تھا۔"آپ جب فری ہوئے تو مجھے میسج کیجئے گا۔"ایک سادہ سا جملہ لکھا گیا تھا۔ہاشم نے نوٹیفیکیشن سے ہی میسج پڑھا،ساتھ ہی فون کا گلا گھونٹ کر تیمور کی جانب متوجہ ہوا۔

"جذبات بھی بدلتے ہیں۔"اب اُس کی نظریں دور بیٹھے پرندوں پر جمی تھیں۔

"جذبات کی شدت بدلتی ہے،جذبات نہیں بدلتے۔آپ کسی سے محبت کرتے ہیں تو وہ محبت نہیں بدلتی،بس محبت کرنے کا طریقہ بدلتا ہے۔"اُس نے ایک بات پھر ہاشم کا لاجواب کر دیا تھا۔

"لوگ تو محبت کو نفرت میں بھی بدل لیتے ہیں۔"

"وہ بس اپنے دل کی تسکین کے لئے ایسا کہتے ہیں۔جس سے کبھی سچی محبت کی ہو،اُس سے نفرت نہیں کی جا سکتی۔میں کبھی یہ نہیں مان سکتا۔"

"اگر تم اپنے والدین کو بتاؤ تو تمہارے والدین کیا کہیں گے؟"ہاشم نے ایک اور سوال

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیا۔ تیمور کے جواب دینے سے قبل ویٹر کافی لے کر آ گیا تو وہ خاموش ہو گیا۔

"میں اپنے والدین کو راضی کروں گا، وہ روایتی خیالات رکھتے ہیں لیکن میری سچائی اور نیت انہیں ضرور قائل کرے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ رشتہ دونوں گھروں کی رضا سے ہو۔" ویٹر کے جانے کے بعد اُس نے جواب دیا۔

"تم اسے تکلیف تو نہیں دو گے؟" اُس نے کافی کا گھونٹ بھرتے تیمور کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔

"اللہ گواہ ہے، میں زندگی میں کسی کو دکھ نہیں دینا چاہتا، خاص طور پر اُس انسان کو جسے میں دل سے چاہتا ہوں۔ میں غلطیاں کر سکتا ہوں، مگر کبھی جان بُوجھ کر اُسے تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔" اُس نے ابھی تک اپنی کافی کو چھوا تک نہیں تھا۔

"اگر رشتہ نہ ہو سکا تو؟" ہاشم نے آخری سوال کیا۔

"تو میں خاموشی سے پیچھے ہٹ جاؤں گا، عزت کے ساتھ۔ میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گا جو آپ کی بہن کی عزت یا آپ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے۔" اُس نے چند لمحے خاموش رہنے

کے بعد جواب دیا۔

ہاشم کو اُس کی باتوں نے متاثر کیا تھا۔ اُسے لگ رہا تھا کہ نور کی پسند بھی بالکل اُس جیسی ہی ہو گی، ایک سوال کے ہزار جواب ہوں گے اُس کے پاس۔ مگر تیمور اُس کے بالکل برعکس تھا۔ وہ ایک سوال کا ایک ہی جواب دینے والا شخص تھا مگر وہ الفاظ کا چناؤ کرنا اچھے سے جانتا تھا۔

"تمہارا شادی کا ارادہ کب تک ہے؟" تھوڑی دیر کچھ سوچنے کے بعد ہاشم نے پوچھا۔

"مجھے نور نے ہی گھر والوں سے بات کرنے سے روکا تھا۔ آپ جب چاہیں میں اُن سے بات کر سکتا ہوں۔" اُس نے بات مکمل کرنے کے بعد کافی کا گھونٹ بھرا جو اب بالکل ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

"تم آج ہی اُن سے بات کرو گے اور تمہیں اُن کو ہمارے گھر تب ہی لانا ہو گا جب میں کہوں گا۔" ہاشم نے اُس سے کہا اور اپنی کافی ختم کی البتہ تیمور کے کپ کی کافی یونہی موجود تھی۔

"میں اُن کو منالوں گا ان شاء اللہ۔" تیمور نے جواب دیا۔

اُس کے بعد وہ تھوڑی دیر یونہی اکٹھے بیٹھے رہے۔ تیمور اُسے اپنے متعلق مزید بتاتا رہا اور وہ خاموشی سے سُنتا رہا۔ تیمور کی ایک بات نے بھی اُسے بور نہیں کیا تھا۔ الفاظ سُننے کا ہنر اُس لڑکے کے پاس اچھا خاصا تھا۔ وہ سمجھدار تھا، چالاک نہیں تھا۔ اُس سے مل کر ہاشم کو تسلی ہو چکی تھی کہ وہ شخص اُس کی بہن کے لئے غلط ثابت نہیں ہو گا۔

اُن کے جانے کے بعد کھڑکی سے ایک پرندہ اُڑ کر اُس ٹیبل کے قریب آیا جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ بیٹھے تھے اور تیمور کے کپ میں سے کافی کا ایک گھونٹ بھرا، پسند نہ آنے پر وہ واپس اُڑ گیا کیونکہ شاید وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ویٹر آ کر اُسے بھگانے والا تھا۔ ویٹر ٹیبل کے قریب پہنچا، دونوں کپ اور پلیٹس اُٹھا کر ہاتھ میں پکڑی ٹرے میں رکھی۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر وہاں سے اُٹھا کر دو چینی کے بند ساشے واپس جگہ پر رکھے جو تیمور کے کپ کے قریب رکھے تھے اور باقی کی کافی سِنک میں اُنڈیل دی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

پانچ بجے کے قریب غلام حیدر اپنی بیوی نصرت کے ساتھ عمار صاحب کی گھر میں بیٹھے تھے۔

خدیجہ اپنے کمرے میں ہی بیٹھی تھی،اُسے کمرے سے باہر آنے کو منع کیا گیا تھا کیونکہ وہ رات والے واقعے کو لے کر اب تک اُداس تھی۔ نور اور صدف کچن میں چائے کی تیاری کر رہی تھیں۔ہاشم اور عمار صاحب لاؤنج میں مہمانوں کے پاس بیٹھے تھے۔ عمار صاحب سنگل صوفے پر بیٹھے تھے اور اُن کی بائیں جانب والے بڑے صوفے پر وہ دونوں میاں بیوی براجمان تھے۔ہاشم عمار صاحب کے بالکل سامنے والے سنگل صوفے پر بیٹھا تھا۔وہ معمول کی باتیں کر چکے تھے اور اب خاموش بیٹھے تھے۔

"آپ اپنے بیٹے کے بارے میں کچھ بتائیں۔"ہاشم نے اُس خاموشی کو توڑا۔

"بیٹا آپ کے والد ہمارے بارے میں سب جانتے ہیں۔ ہمارا بیٹا اسفند اپنا کاروبار سنبھالتا ہے۔"غلام حیدر نے نرمی سے جواب دیا۔

"جی مگر ہم ابھی تک اسفند سے نہیں ملے،ہم کیسے جان سکتے ہیں۔"ہاشم نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔

"وہ اِس وقت شہر سے باہر ہے،دو دن تک واپس آجائے گا تو آپ مل لیجئے گا اُس سے۔"

اس بار جواب اسفند کی امی نے دیا تھا۔

"آپ نے اُس سے پوچھا اِس رشتے کا؟" ہاشم نے اُن کی آنکھوں میں جھانکتے ایک اور سوال کیا۔ عمار صاحب نے اُسے گھور کر خاموش کروانا چاہا مگر وہ اُنہیں نہیں دیکھ رہا تھا۔

"جی یہ رشتہ اُس کی مرضی سے ہو۔ رہا ہے۔ ہم ایسے ماں باپ نہیں ہیں جو اولاد کی مرضی کے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کریں۔" غلام حیدر نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ ہاشم نے اپنے ابا کو دیکھا مگر وہ نظریں چُرا گئے۔

"جی بالکل۔ بڑوں کو ہر فیصلہ اپنی اولاد کی مرضی سے کرنا چاہیے۔" ہاشم نے اُن کی ہاں میں ہاں ملائی۔ اتنے میں نور چائے کی ٹرالی لے کر آ گئی اور ساری چیزیں نکال کر ٹیبل پر جوڑنے لگی۔ اُس کے بعد چائے کے کپ بھرے اور خاموشی سے وہاں سے چلی گئی۔

"معذرت کے ساتھ، ابھی ہمیں سوچنے کے لئے تھوڑا وقت چاہیے۔ ہم کچھ دنوں تک آپ کو اپنا جواب دیں گے۔" نور کے جانے کے بعد ہاشم نے کہا جس پر عمار صاحب نے کھا جانے والی نظروں سے ہاشم کو دیکھا مگر اُس نے سکون سے اُن کو نظر انداز کیا۔ نصرت نے ایک

نظر عمار صاحب کو دیکھا اور دوسری نظر اپنے بیگ کو۔ جس میں انگوٹھی موجود تھی جو وہ عمار صاحب کے کہنے پر ہی ساتھ لائی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ اُس انگوٹھی کو اپنے ساتھ واپس لے کر جا چکے تھے اور عمار صاحب کا غصہ بڑھ چکا تھا۔ وہ ہاشم کو کوس رہے تھے اور ادھر اُدھر چکر کاٹ رہے تھے۔

"کیا سوچ رہے ہوں گے وہ۔ ان کی کتنی بے عزتی ہوئی ہے اور ہاشم، تمہیں میں نے ہزار بار سمجھایا تھا کہ اپنی بکواس بند رکھنا۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمہارا وہ حشر کروں کہ تم زندگی بھر کسی کے معاملے میں بول نہ سکو۔" وہ اپنی ساری بھڑاس اُس پر نکال رہے تھے البتہ ہاشم پرسکون صوفے پر بیٹھا تھا۔ اُس کے صوفے کے بالکل ساتھ نور کھڑی تھی اور صدف کچن میں کھڑی سب سُن رہی تھیں۔ عمار صاحب کا سامنا کرنے کی ہمت اُن میں نہیں تھی۔

"جب نور کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو تم کیوں اُس کے باپ بن رہے ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ تم میرے بیٹے ہو۔" اُنہوں نے نور کی جانب اشارہ کیا پھر ہاشم کو دیکھ کر آنکھوں میں زخمی سا تاثر اُبھرا۔

"ابا میں نے بس تھوڑا سا وقت مانگا ہے، انکار نہیں کیا۔ وہ میں چاہتا ہوں کہ آپ خود اپنے طریقے سے کریں۔" ہاشم نے صوفے سے کھڑے ہوتے کہا۔

"میں نہیں کروں گا۔" اُنہوں نے اُسی کے لہجے میں جواب دیا۔

"میں آج تیمور سے ملا تھا، مجھے پسند آیا ہے وہ۔" ہاشم نے نور اور ابا کو دیکھتے بتایا۔ عمار صاحب کے ساتھ نور کو بھی یہ سُن کر جھٹکا لگا تھا۔ ہاشم نے اُس سے تیمور کا نمبر ضرور مانگا تھا مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ ہاشم اُس سے مل بھی آیا۔

"تمہاری غیرت مر گئی ہے کیا؟" اُنہوں نے فوراً ہاشم کا گریبان پکڑا۔

"میں فیصلے دل سے کرتا ہوں ابا۔ میں اپنی انا کو یہ حق نہیں دیتا۔" ہاشم نے اپنا گریبان چُھڑاتے کہا۔ عمار صاحب نے آج پھر ایک تھپڑ اُس کے چہرے پر دے مارا۔

"باپ کو انسان نہیں سمجھتے تم؟ میں جانور ہوں؟ نہیں بتاؤ؟" اُنہوں نے اُسے پکڑ کر جھنجوا۔

"تمہارا باپ جانور ہے جس میں سمجھ نہیں ہے؟ تم مجھ سے بہتر فیصلہ کر سکتے ہو؟ سوچ ہے تمہاری!" اُنہوں نے ایک دم جھٹکے سے اُسے پیچھے کی طرف دھکا دیا جس سے وہ صوفے پر گر

گیا۔

"میں آپ کو آخری بار بتا رہا ہوں۔ کہ نور کی شادی غلام فرید کے بیٹے سے تو بالکل نہیں ہو گی۔" ہاشم نے صوفے سے اُٹھتے کہا۔

"باپ کو دھمکی دو گے؟ میں تمہیں زمین میں گاڑ دوں گا۔" ہاشم کا گریبان ایک بار پھر اُن کے ہاتھ میں آچکا تھا۔

" صحیح کہتے ہیں کہ انسان پوری زندگی نہیں بدلتا۔" ہاشم نے طنزیہ کہا۔ عمار صاحب کے تھپڑوں کی برسات ایک بار پھر شروع ہو چکی تھی۔ وہ ہاشم کو تھپڑ پر تھپڑ مارے جا رہے تھے، جس سے وہ ایک ایک قدم پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ نیچے تھے۔ وہ پیچھے ہٹتا ہٹتا دیوار کو جا لگا۔ نور فوراً عمار صاحب کے پیروں میں گر گئی۔ صدف بھی کچن سے دوڑتی آئیں اور اُن کو روکنے لگیں۔

"ابا میرا آپ سے وعدہ رہا، آپ جو کہیں گے میں وہی کروں گی۔ ہاشم کو چھوڑ دیں پلیز۔" وہ اُن کے قدموں میں بیٹھ کر گڑگڑانے لگی تھی۔ عمار صاحب نے ہاشم کو چھوڑا اور واپس

صوفے پر آ کر بیٹھ گئے۔

"تم مجھ سے وعدہ کرو کہ میری مرضی کے بغیر شادی نہیں کرو گی۔" عمار صاحب نے اُسے اپنے الفاظ دُہرانے کو کہا۔

"میں وعدہ کرتی ہوں ابا۔" اُس نے روتے ہوئے وعدہ کیا۔ ہاشم کے چہرے پر نیل واضح تھے۔ اُس نے ایک نظر ابا کو دیکھا اور دوسری نظر نور کو دیکھتا وہاں سے نکل گیا۔ نور اور صدف اُس کے پیچھے جانے لگیں مگر عمار صاحب نے اُن کو روک دیا۔

"آپ نے بہت زیادتی کی ہے۔ اُس کو یوں نہیں مارنا چاہیے تھا۔" صدف کے آنسو بہہ کر رخسار کو پار کر رہے تھے۔ اُن کو لگ رہا تھا جیسے کسی نے اُن کا کلیجہ جسم سے نکال دیا ہو۔ ہاشم کا درد اُن کو اپنے گال پر محسوس ہو رہا تھا۔

"اگر تم نے وقت پر اُسے تمیز سکھائی ہوتی تو ایسا نہ ہوتا۔ اُس کے لئے یہ ضروری تھا ورنہ وہ ہاتھ سے نکل رہا تھا۔" اُنہوں نے اُلٹا الزام صدف پر ڈال دیا۔ اُن کے لہجے سے نہیں لگ رہا تھا کہ اُن کو ہاشم پر ہاتھ اُٹھانے کا ذرہ بھی افسوس ہے۔ صدف اُن کو جواب دیے بغیر ہاشم

کے کمرے کی جانب بڑھیں۔ نور بھی اُن کے ساتھ ہی مڑنے لگی مگر عمار صاحب کی آواز نے اُس کے قدم جما دیے۔

"نور میں تمہیں ایک بار معاف کر چکا ہوں، دوبارہ نہیں کروں گا۔" عمار صاحب کے الفاظ اُس کے کانوں میں پڑے۔

"ابا میں مر جاؤں گی لیکن آپ کی عزت پر حرف نہیں آنے دوں گی۔" اُس نے بمشکل اتنا کہا اور ہاشم کی کمرے کی جانب چل دی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

"تم پاگل ہو، ہاشم۔" نور اُس کے بیڈ کے قریب کھڑی اُس سے کہہ رہی تھی۔ ہاشم کے چہرے کے زخم اُس کے دل پر بھی کسی خنجر کی طرح چُبھ رہے تھے۔

"جب جانتے ہو ابا کو، تو کیوں کرتے ہو اُن سے بحث۔"

"کیونکہ تم اُن سے بحث نہیں کرتی۔ تمہاری زبان صرف میرے سامنے چلتی ہے۔ بلکہ

دوڑتی ہے۔"

"ہاشم بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا، میں جانتی ہوں۔" نور نے آنکھوں میں زخمی تاثر لئے اُسے سمجھانا چاہا۔ اتنے میں صدف کمرے میں داخل ہوتی دکھائی دیں جو چند منٹ قبل ہی یہاں سے گئی تھیں۔ اُن کے ہاتھ میں کپڑا تھا جسے وہ استری سے گرم کر کے لائی تھیں اور اب ہاشم کی آنکھ کے پاس سوزش والی جگہ پر لگا رہی تھیں۔

"ہاشم تم ڈاکٹر کو چیک کروا آؤ۔ مجھے ڈر ہے کہیں تمہاری آنکھ کو کوئی نقصان نہ ہو۔"

"کچھ نہیں ہوا، آپ فکر نہ کریں۔" ہاشم نے اُن کی فکر کو بھانپتے ہوئے کہا۔

"ہاشم خدارا اپنے باپ سے عداوت نہ پالو، ہم پر رحم کرو۔" اُنہوں نے تجسس سے کہنا چاہا، مگر آنسو ٹوٹ کر آنکھوں سے گرنے لگے۔ آواز بھاری ہو گئی اور الفاظ کہیں راستے میں کھو گئے۔

"اللہ نہ کرے کہ میں کبھی اُن سے کوئی عداوت پالوں، میں تو بس حق کی بات کر رہا ہوں۔" ہاشم نے گرم کپڑے سے اُن کا ہاتھ ہٹا کر اپنا ہاتھ رکھا اور نرمی سے بولا۔

"اس گھر میں ہمیشہ سے پسند کی شادی کو جرم قرار دیا گیا ہے ہاشم، تم نہیں جانتے۔" اُنہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "میں اپنی بیٹی کا مستقبل ویسا نہیں دیکھنا چاہتی۔ میں تمہارے پاؤں کو..." اُنہوں نے جُھک کر ہاشم کے پاؤں کو ہاتھ لگانا چاہا مگر وہ کرنٹ کھا کر پیچھے کو ہٹا۔

"امی کیا کر رہی ہیں۔ اپنے حق کے لئے لڑنے کا حق تو ہمیں ہمارا مذہب بھی دیتا ہے۔" وہ فوراً بیڈ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اب وہ نور کے بمقابل کھڑا تھا۔

"ہاشم میں ابا سے وعدہ کر چکی ہوں کہ میں مر جاؤں گی مگر اُن کی عزت پر حرف نہیں آنے دوں گی۔ مجھے میرا وعدہ نبھانے دو۔" نور نے آنکھوں میں آنسو لئے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

نور کے جانے کے بعد صدف نے ہاشم کی جانب رُخ کرتے اپنی بات کا آغاز کیا۔ "ہاشم میرا تم سے وعدہ رہا کہ ہو گا وہی جو نور چاہے گی مگر تمہیں مجھے تھوڑا وقت دینا ہو گا۔ یہ ایک ماں کا وعدہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کی خوشی کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہے۔ تمہیں مجھ پر بھروسہ

ہے نا؟"وہ سوال کر کے لمحے بھر کو رُکی،ہاشم نے سر کو خم دیا۔

"تو پھر تم اپنے ابا سے بحث نہیں کرو گے۔میں سب کچھ اپنے طریقے سے ہینڈل کروں گی۔"اُنہوں نے اُس سے کہا اور لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔ہاشم نے بھی سکون کا سانس لیا اور بیڈ پر بیٹھ گیا۔اب وہ اکیلا نہیں تھا،امی بھی اُس کے ساتھ تھیں۔

مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ ایسے معاملوں میں دیر کی جائے تو ساری زندگی پچھتاووں میں گُزر جاتی ہے۔یہ فیصلے دل کے فیصلے ہوتے ہیں اور اگر اِن کو وقت پر نہ کیا جائے تو دل دھڑکنا بند کر دیتا ہے۔دل خود غرض ہوتا ہے وہ صرف اپنا سوچتا ہے۔اگر اُس کی نہ مانی جائے تو وہ انسان کو قبر تک پہنچا سکتا ہے۔

اور وہ اِس بات سے انجان تھے کہ ایسا ہی ایک خود غرض دل اِس وقت اُن کے گھر میں بھی دھڑک رہا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔آسمان نارنجی دِکھائی دے رہا تھا اور سارے جاندار

دن کی انتھک محنت کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

اندھیرا احد کے گھر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ فریدہ بیگم کچن میں کھانے کا بندوبست کر رہی تھیں۔ احد کمرے میں بیٹھا ایک بار پھر اُن فائلز کو دیکھ رہا تھا جو ہاشم آفس سے لایا تھا۔ دن میں دو گھنٹے اُس کی کام کے سلسلے میں فہد سے بھی بات ہوتی رہی اور اُس نے احد کو یقین دہانی کروائی کہ وہ جب تک مکمل ٹھیک نہیں ہو جاتا تب تک وہ آرام کرے۔ آفس کا کام وہ سنبھال لے گا۔

فریدہ بیگم شیف کو ہدایات کرنے کے بعد لاؤنج کی طرف بڑھ رہی تھیں تاکہ مائرہ کو فون کر کے پوچھ سکیں کہ وہ کب تک آئے گی۔ فون ہاتھ میں پکڑتے ہی اُن کو گیٹ کُھلنے کی آواز آئی اور ایک گاڑی پورچ میں آ کر رُکی۔ وہ فون وہیں رکھتی باہر آ گئیں۔ مائرہ گاڑی سے نکل کر پچھلی سیٹ سے اپنا سامان نکال رہی تھی۔

"سوری امی تھوڑی دیر ہو گئی، دراصل مجھے اپنے گھر سے تھوڑا سامان لانا تھا تو وہاں چلی گئی تھی۔" اُس نے فریدہ بیگم جو دیکھتے ہی بتایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کھانا بس تیار ہونے والا ہے۔ تم جلدی سے فریش ہو جاؤ۔" فریدہ بیگم نے اُس سے کہا۔

وہ خاموشی سے سر ہلاتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو احد نے اُسے پکارا مگر وہ نظر انداز کرتی اپنا سامان نکال کر الماری میں رکھنے لگی۔ اُس نے اپنا بیگ نکالا اور اُس کی زِپ کھولی۔ سامنے ایک چھوٹی سی جوتی اُس کی منتظر تھی۔ اُس نے ایک نظر احد کو دیکھا اور دوبارہ زپ بند کر کے الماری کے اوپر والے حصے میں رکھ دی۔ وہ ننھی جوتی دوبارہ اُس بیگ میں بند ہو گئی۔ مائرہ کے اندر اُس جوتی کو دیکھ کر آج بھی کچھ ٹوٹا تھا۔

احد نے اُسے پھر سے بُلانا چاہا مگر وہ نظر انداز کرتی باتھ روم کی جانب بڑھ گئی۔

"مائرہ تم مجھے نظر انداز کیوں کر رہی ہو؟" وہ باتھ روم سے نکلنے کے بعد ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھنے لگی تو احد نے اُسے کہا مگر مائرہ نے جواب نہیں دیا۔ وہ اُسے یونہی نظر انداز کرتی اپنے بال کھول کر سیٹ کرنے لگی۔ وہ بیڈ سے اُٹھا اور آہستہ آہستہ قدم بھرتا مائرہ کے قریب آیا۔

"میری طرف دیکھو اور بتاؤ۔" اُس نے اپنے ہاتھ سے مائرہ کی ٹھوڑی اوپر کرتے کہا مگر شہد آنکھیں چند لمحے کے لئے مائرہ کے گلے میں موجود لاکٹ کو دیکھ کر جھپکنا بھول گئی۔ اُس پر اے ایم کے حروف ثبت تھے۔ اُن کو دیکھ کر آج بھی احد کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔ وہ مسکراتا چہرہ... وہ دوستی کی شروعات... اور فریب کا پہلا نام...

"کیا بتاؤں احد۔ تم اچھی طرح جانتے ہو پھر بھی انجان بننے کی اداکاری کر رہے ہو۔" بھوری آنکھوں میں شہد آنکھوں کے لئے شکوہ واضح تھا۔

"تم مجھ سے پوچھو، مجھ سے سوال کرو۔ تمہارا حق ہے مگر یوں خاموش نہ رہو۔ تم خاموش ہوتی ہو تو یوں لگتا ہے کہ ساری دنیا ہی خاموش ہو گئی ہے۔" احد نے نرمی سے کہا۔

"میرے سوال کرنے سے تم ایک اور جھوٹ بول دو گے اور سچ معلوم ہونے پر میری اذیت بڑھ جائے گی۔ تمہارا کیا جائے گا؟" مائرہ نے ایک اور شکوہ کیا۔ احد نے اُسے دونوں کندھوں سے تھام کر بیڈ پر بٹھایا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں اذیت دے سکتا ہوں؟"

"تم نے مجھے اذیت دی ہے، احد۔"

"جبکہ میں نے تمہیں اذیت سے بچایا ہے۔"

"تمہیں واقعی یہ لگتا ہے؟" مائرہ نے حیرت سے احد کو دیکھتے سوال کیا۔

"تم جاننا چاہتی ہو نہ کہ میں دو سال کہاں رہا اور میں مصطفیٰ کو کیوں ڈھونڈ رہا ہوں؟ تو آج تم صرف مجھے بولنے کا موقع دو گی۔ آج صرف میں بولوں گا۔ اور تم... تم صرف سنو گی۔" احد نے اُس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھتے کہا اور اُس کے بعد وہ بولنا شروع ہوا اور مائرہ بس اُسے سنتی گئی۔ احد کا ایک ایک لفظ اُس کے لئے تکلیف دہ تھا۔ اُس نے ٹھیک کہا تھا کہ یہ سچ اُسے مزید اذیت دے گا۔ بہتر ہوتا ہے اس سچ سے انجان رہنا جو آپ کو اذیت دیتا ہو۔ مگر یہ انسانی فطرت ہوتی ہے کہ وہ آخری دم تک سچ کا پیچھا کرتا ہے اور سچ جاننے کے بعد کہتا ہے کہ کاش وہ اس سے انجان رہتا۔

ناجانے کتنی ہی دیر احد بولتا رہا اور وہ سنتی رہی۔ باہر پتوں کی سرسراہت کی آواز، پرندوں کی چہچہاہٹ، روڈ پر دوڑنے والی گاڑیاں، سب کی آواز دفن ہو چکی تھی۔ بس ہر طرف احد کی

آواز گونج رہی تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ اپنے بیڈ پر تکیے کے ساتھ نیم دراز لیٹی تھی۔ ایک ہاتھ چہرے کے قریب اور دوسرا ڈھیلا سا بستر پر گرا ہوا۔ آنکھوں میں ہلکی سی سوچ کا غبار تھا جیسے کوئی یاد دل کے دریچوں پر ہلکی ہلکی دستک دے رہی ہو۔ بستر کے پاس رکھی میز پر پانی کا گلاس آدھا بھرا رکھا تھا، ساتھ ہی ایک کتاب کھلی پڑی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے پڑھتے پڑھتے خیالوں کا کوئی راستہ بدل گیا ہو۔

پردوں کے پیچھے رات اپنی گہری سیاہی پھیلا چکی تھی اور کمرے کی فضا میں ایک نرم سا سکوت ایک خاموش گفتگو کی مانند بہہ رہا تھا۔

دروازہ آہستہ سے کھلا۔ لکڑی کی ہلکی سی چرچراہٹ نے اسے چونکا دیا۔

"بابا..." اس نے سر اٹھایا۔ ہمایوں خان مسکرا کر اندر آئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیسی ہو، بیٹا؟"

"جی ٹھیک ہوں۔" وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

ہمایوں خان کچھ لمحے خاموش رہے پھر گہری سانس لے کر پوچھا۔

"تم نے ہاشم سے بات کی؟"

وہ ایک دم چونکی۔ وہ اچانک ہمایوں خان کے منہ سے ایسی بات کی توقع نہیں رکھتی تھی۔

"ہمت نہیں ہوئی، بابا..." اس نے آہستہ سے کہا۔

"بیٹا، کچھ باتوں میں جلدی نہیں کرنی چاہیے مگر کچھ لمبی خاموشیاں بھی اچھی نہیں ہوتی۔"

"تو میں کیا کروں؟" ہمایوں خان اُس کے قریب آ کر بیٹھے اور نرمی سے اُس کو دیکھنے لگے۔

"تم خود کو یوں لٹکا کر نہ رکھو۔ اگر تم چاہو تو میں بات کر سکتا ہوں اور..." وہ کچھ کہہ ہی رہے تھے کہ ماہ رُخ نے اُن کو ٹوکا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آپ بات نہیں کریں گے۔"

"تو تم کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ آس تمہارا روگ بن جائے۔" وہ اُس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے نرمی سے دُبار ہے تھے۔

"مطلب آپ کو لگتا ہے کہ وہ نہیں مانے گا؟" اُس نے بھنویں سکیڑ کر اپنے بابا کو دیکھا۔

"وہ مان جائے تو بہت خوب مگر لازم نہیں کہ وہ مانے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہو۔" ہمایوں خان کی یہ بات سُن کر وہ چند لمحے کے لئے لاجواب ہو گئی۔

"ابھی تک تو ہم دوست بھی نہیں بنے، بابا۔" وہ مدھم آواز میں بولی۔ نظروں نے قریب پڑے فون تک کا سفر کیا تھا۔ کل رات کے بعد ہاشم نے اُسے جواب نہیں دیا تھا۔

"دوستی کہاں سے آ گئی؟" ہمایوں اُس کی بات نہیں سمجھے تھے۔

"آپ نے نہیں سُنا کہ پیار دوستی ہے؟" اُس نے پوچھا۔ ہمایوں ہلکا سا ہنس دیے اور اُس کے

سر پر نرمی سے تھپڑ مارا۔

"کم موویز دیکھا کرو۔"

"بابا میں نے مذاق نہیں کیا۔ پیار واقعی دوستی ہے۔ دوستی کے بغیر محبت نہیں چلتی..." وہ لمحے بھر کو خاموش ہوئی، جیسے اُن کو سمجھانے کے لئے الفاظ تلاش کر رہی ہو۔ "ہمیں یوں کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا جیسے ہمارا دوست ہمیں سمجھتا ہے۔ لوگوں کی محبت ناپید کیوں ہو جاتی ہے؟ کیونکہ وہ ایک دوسرے کو سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ اگر وہ پہلے دوستی کریں اور بعد میں محبت تو... تو اُن کی محبت کبھی ناپید نہیں ہو گی۔"

"اب تم کیا کرو گی؟"

"میں اُس سے دوستی کروں گی۔ اگر تو وہ میرا اچھا دوست بن گیا تو خود ہی سمجھ جائے گا۔" وہ نرمی سے شانے اچکا کر بولی۔

"اور اگر نہ سمجھا؟" اُنہوں نے ایک اور سوال کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تو میں خود کو سمجھالوں گی۔"وہ نرمی سے مسکرادی۔باہر ہوا کا جھونکا پردہ ہلکا سا ہلا گیا جیسے رات نے بھی اس مکالمے کو سنا ہو اور اب اس کے جواب کا انتظار کر رہی ہو۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

باہر بارش شروع ہو چکی تھی اور کھڑکی کے باہر بوندیں ہلکی ہلکی روشنی میں چمک رہی تھیں۔ کمرے کی مدھم روشنی میں ماہ رُخ اوندھے منہ بستر پر لیٹی تھی،ہاتھ میں فون تھامے، اسکرین پر انگلیوں کا ہلکا سا رقص جاری تھا۔وہ اپنی اور ہاشم کی پرانی چیٹ پڑھ رہی تھی۔

اچانک اُس کا دل چاہا ہاشم کی ڈی پی دیکھے۔اُس نے ہاشم کے نام پر انگلی رکھی مگر اگلے ہی لمحے انگلی ذرا سا دائیں سرک گئی اور اسکرین پر "اوڈیو کالنگ..." کے الفاظ اُبھر آئے۔

"اوہ نو..."وہ جھٹکے سے سیدھی ہوئی،سانس تھام کر فوراً کال کاٹ دی۔دل کی دھڑکن جیسے گلے میں آکر رک گئی تھیں۔

دوسری طرف ہاشم اپنے بیڈ پر لیٹا فون چلا رہا تھا۔اب وہ پہلے سے بہتر محسوس کر رہا تھا کیونکہ اب وہ اکیلا نہیں تھا۔اب صدف نے بھی اُس سے وعدہ کیا تھا کہ وہی ہو گا جو نور چاہے گی۔

اب اُس کا ذہن یہ سوچ کر سکون میں تھا کہ فیصلہ نور کے حق میں ہی ہو گا۔

اچانک اسکرین پر ماہ رُخ کا نام جگمگایا۔ اس نے ذرا سا چونک کر کال ریسیو کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر اس سے پہلے ہی کال کٹ چکی تھی۔ وہ چند لمحے موبائل دیکھتا رہا، م پھر ماہ رُخ کو کال ملائی۔

فون بجتے ہی ماہ رُخ کے ہاتھ میں پکڑا موبائل لرزنے لگا۔ اُس نے گہرا سانس لیا جیسے خود کو قابو میں لانا چاہتی ہو اور کال ریسیو کی۔

"السلام علیکم... سوری، غلطی سے کال ہو گئی تھی۔" ماہ رُخ کی آواز میں نرمی بھی تھی اور تھوڑی سی گھبراہٹ بھی۔

"کوئی بات نہیں۔" ہاشم نے پر سکون لہجے میں کہا مگر اس کے لہجے میں ایک دھیما سا تجسس بھی چھپا تھا۔

چند لمحوں کی خاموشی حاوی ہو گئی۔ پھر ہاشم نے ہلکی سی کھانسی کے بعد اُسے پکارا۔

"مس ماہ رُخ..."

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ نام اس نے اتنے ٹھہراؤ سے لیا کہ ماہ رُخ کی پلکیں خود بخود جھپک گئیں۔

"جی...؟" اس کی آواز آہستہ اور محتاط تھی۔

"آپ میرا انتظار نہ کیا کریں۔" ہاشم کی آواز میں سنجیدگی اتر آئی۔ "میری زندگی اس وقت کئی الجھنوں میں گھری ہوئی ہے... میں نہیں چاہتا کہ آپ یہ سوچیں کہ میں جان بوجھ کر آپ کو نظر انداز کرتا ہوں۔"

ماہ رُخ نے ہلکی سی سانس اندر کھینچی۔ ایک لمحے کو چاہا کہ کچھ نہ بولے... مگر زبان نے دل کا بھید چُرا لیا۔

"مجھے آپ کا انتظار کرنا اچھا لگتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ خود چونک گئی۔ اس کا ہاتھ بے اختیار ماتھے پر آ گیا۔ یہ میں نے کیا کہہ دیا؟

"کیوں...؟" ہاشم نے نرمی سے پوچھا مگر سوال میں گہرا پن تھا۔

ماہ رُخ نے لمحہ بھر آنکھیں موند لیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بچپن میں میرا ایک خاص دوست تھا... اس کا نام بھی ہاشم تھا۔ آپ کو دیکھ کر وہ یاد آجاتا ہے۔ اس لیے میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔" اُس نے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ برقرار رکھتے ایک جھوٹ تراشا۔

"دوستی؟"

"جی، اگر آپ چاہیں تو۔" ماہ رُخ کی آواز میں ایک معصوم سی جھجک تھی۔ ہاشم نے ہلکا سا سانس چھوڑا، جیسے کسی سوچ سے باہر آیا ہو۔

"میں دوست نہیں بناتا، کیونکہ میں اچھا دوست نہیں ہوں۔" ذہن میں مائرہ کے ساتھ گزارے لمحوں کا رقص جاری ہوا۔

"کیوں نا آپ یہ فیصلہ مجھے کرنے دیں کہ آپ کیسے دوست ہیں؟"

"کیا مطلب؟" اُس نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ مجھے آزما کر دیکھیں، میں آپ کو بتاؤں گی کہ آپ کیسے دوست ہیں۔"

"دوستوں کو آزمایا نہیں جاتا۔" بے اختیار اُس کے لبوں سے پھسلا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مطلب آپ کو لگتا ہے کہ ہم دوست ہیں؟"

"یہ فیصلہ ہم وقت پر چھوڑتے ہیں۔"ہاشم کی آواز سُنائی دی۔

ماہ رُخ کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ اُتر آئی۔اس نے نگاہیں اسکرین سے ہٹا کر کھڑکی کے باہر ڈالی،جہاں بوندیں اب بھی شیشے پر کہانی لکھ رہی تھیں۔ماہ رُخ اور ہاشم کی کہانی۔

"پھر بات ہوگی۔"وہ دھیرے سے بولا اور کال کاٹ دی۔

———⋆·˚☆˚·⋆·˚☆˚·⋆·˚☆˚·⋆———

رات کے آخری پہر وہ اپنے بستر سے اُٹھ کر کچن میں آئی۔پورے گھر کی بتیاں بند تھیں۔سب گہری نیند سو رہے تھے۔اُس نے کچن کاؤنٹر پر ایک گلاس رکھا اور اُس میں پانی بھر کر واپس اپنے کمرے میں آگئی۔کمرے میں آکر اُس نے دروازے کو لاک کیا،لائٹ آن کی اور پردا دروزے کے آگے کر دیا تاکہ باہر روشنی نہ جائے۔

اُس کے بعد وہ اپنے بیڈ پر آکر بیٹھی،سائیڈ ٹیبل کا اوپر والا دراز کھولا،اُس سے ایک کاپی اور قلم نکالی،ایک صفحہ پھاڑ کر اُس پر فقط ایک سطر لکھی اور اُسے سائیڈ ٹیبل پر قلم کے نیچے

رکھ کر کاپی واپس دراز میں رکھ دی۔

پھر اُس نے نیچے والا دراز کھولا،سامنے اُس کے فون کا ڈبہ پڑا تھا،اُس نے ڈبے کو نکالا اور دراز کے پچھلے حصے میں کچھ ڈھونڈنا چاہا۔فوراً ہی وہ ڈبی اُس کے ہاتھ میں آگئی جو وہ ہاشم کے کمرے سے نکلنے کے بعد ابا کے کمرے سے لائی تھی۔

ڈبی میں سے اُس نے ۹،۷،۵،۳...ناجانے کتنی گولیاں ہتھیلی پر اُنڈیلی،اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔اُس نے ہمت کر کے اُن کو منہ میں رکھا اور پانی کا گھونٹ بھر لیا۔وہ ساری گولیاں نگل چُکی تھی۔

کچھ ہی دیر میں وہ شدید غنودگی محسوس کر رہی تھی،م۔اُس کی آنکھیں بند ہونا شروع ہو رہی تھی اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کام کرنا چھوڑ رہی تھی۔

وہ خاموشی سے اپنے بستر پر واپس لیٹ گئی اور ناجانے کب اُس کی آنکھ لگ گئی اور کب وہ گہری نیند میں سو گئی۔

سائیڈ ٹیبل پر پڑے اُس صفحے پر لکھی سطر یونہی چمک رہی تھی۔

"آپ کی عزت میری زندگی سے زیادہ اہم تھی ابا۔"

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ساڑھے تین سال قبل:

مائرہ اور احد گاڑی میں بیٹھے تھے، ٹی سی ایس کے سامنے پارکنگ میں جہاں ہلکی سی ہوا چل رہی تھی لیکن گرمی کی شدت میں کمی نہیں آ رہی تھی۔ گاڑی کا ایئر کنڈیشنر چل رہا تھا مگر اندر کی بے چینی کچھ کم نہ ہو رہی تھی۔ مائرہ کا ہاتھ تھوڑا سا کپکپا رہا تھا جب اس نے اپنے پاسپورٹ والے اینویلپ کو کھولا اور اسے پلٹ کر چیک کیا۔ دونوں کے چہروں پر بے چینی اور امید کے ملے جلے تاثرات تھے۔

مائرہ کی انگلیاں اپنے گلے میں موجود لاکٹ کو بار بار چُھو رہی تھیں جس پر مائرہ سلطان لکھا تھا۔ وہ جب بھی نروس ہوتی تھی تو یہی کرتی تھی۔

"کیا ہمارا ویزا اِس بار بھی ریجیکٹ ہو سکتا ہے؟" مائرہ نے کمزور سی آواز میں احد سے پوچھا جیسے یہ سوال اس کے دل میں ایک لمبے وقت سے تھا۔

احد نے اسے ایک نظر سے دیکھا پھر اپنے پاسپورٹ میں نظریں دوڑاتے ہوئے کہا،

"ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر میرے پاسپورٹ کے ساتھ یہ پہلی بار نہیں ہو گا۔" اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

مائرہ نے اینو یلپ بند کیا اور پھر ایک لمحے کے لیے احد کی آنکھوں میں جھانکا۔ ان دونوں کی آنکھوں میں جو الجھن تھی، وہ دونوں بخوبی سمجھ سکتے تھے۔

"اگر اِس بار بھی ایسا ہوا تو میرا دل بہت زور سے ٹوٹے گا احد۔" مائرہ نے ہنستے ہوئے کہا لیکن اس کی آواز میں ایک تھوڑی سی گمشدگی تھی۔

"مجھے اِسی کام کے لئے ہی تو رکھا ہے تم نے۔ میرے لئے یہ بھی پہلی بار نہیں ہو گا۔" احد نے ہنستے ہوئے مائرہ کے خدشے کو ٹالا۔

مائرہ نے ہلکا سا سر ہلایا اور پھر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئی۔ گاڑی کے اے سی کی آواز، سڑک پر چلتی گاڑیوں کا شور، اور دور سے آتی ہوئی ہنسی مذاق کی آوازیں اُن کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

"بس میں... شاید میں ڈر رہی ہوں کہ کچھ غلط نہ ہو جائے۔" مائرہ کی آواز میں ایک نرم سرگوشی تھی۔

احد نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"مائرہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جہاں تک ہم جائیں گے، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں اور اگر ہماری قسمت میں جانا نہ ہوا تو بھی مجھے ملال نہیں ہو گا۔" اس نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

دونوں نے اینویلپ اوپن کر کے ایک لمحے کے لیے اپنے پاسپورٹ کو غور سے دیکھا۔ مائرہ کا ہاتھ ذرا کانپ رہا تھا جب اُسے پاسپورٹ کے کونے سے سٹمپ دکھائی دیا۔ اُس کا دل ایک لمحے کے لیے رک گیا تھا۔ اُس نے فوری طور پر اس کا پیچھا کیا اور پھر پورے پاسپورٹ کو کھولا۔

"دیکھو!" احد نے ہلکی سی آواز میں کہا، اس کے پاسپورٹ میں ویزے کا سٹمپ چمک رہا تھا۔ اس کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ "ہم اسپین جا رہے ہیں!" اُس نے ایک لمحے کے لیے

اُس سٹمپ کو دیکھا، پھر مائرہ کی طرف پلٹ کر کہا۔

"ہم دونوں کا ویزا لگ چکا ہے!"

مائرہ کا دل ایک لمحے کے لیے رک سا گیا۔

"کیا واقعی؟" اس نے فوراً اپنی نظریں اٹھائیں، اور احد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! واقعی!" احد نے بھرپور جوش کے ساتھ کہا اور مائرہ کی آنکھوں میں ایک چمک آئی جیسے کسی نے اس کی تمام تھکن اور پریشانیوں کو ایک ہی لمحے میں دور کر دیا ہو۔ دونوں نے ایک دوسرے کو گہری نظر سے دیکھا اور پھر ہنسی کے ساتھ ایک دوسرے کا ہاتھ مزید مضبوط کر لیا۔

"ہم اسپین جا رہے ہیں!" مائرہ نے بلند آواز میں کہا، اور پھر دونوں نے یکساں طور پر ہنسی کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھا، جیسے اس لمحے کی خوشی ان کی زندگی کا سب سے بہترین لمحہ ہو۔

مائرہ کی آنکھوں میں ایک نیا جذبہ تھا اور احد کا دل بھی خوشی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ مائرہ کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

خواہش کو پورا کرنے جا رہا تھا۔ اس گاڑی کی اندر کی ٹھنڈی ہوا اور باہر کی تیز دھوپ میں، وہ دونوں اپنے نئے سفر کے لیے تیار تھے۔ یہ وہ لمحہ تھا جس کا وہ دونوں طویل عرصے سے انتظار کر رہے تھے۔

مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ سفر اُن سے بہت کچھ چھیننے والا ہے۔ کتنا اچھا ہوتا اگر انسان مستقبل میں آنی والی پریشانیوں کو بھانپ سکتا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

جب وہ گھر داخل ہوئے تو فریدہ بیگم بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہل رہی تھیں۔ آسیہ بیگم سامنے سنگل صوفے پر بیٹھی تھیں۔ مائرہ اور احد نے ایک نظر اُن کو دیکھا اور پھر چہرے پر ہلکی اُداسی لئے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"کیا ہوا مائرہ؟ احد؟" فریدہ بیگم نے اُن کے اُداس چہرے دیکھ کر پریشانی سے پوچھا۔

"امی، یہاں آ کر بیٹھیں۔" مائرہ نے اُن کو اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ فریدہ بیگم خاموشی سے آ کر بیٹھ گئیں۔

"میرا بی پی ہائی ہو رہا ہے، جلدی بتاؤ۔" اُنہوں نے مائرہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"ہمارا ویزا الگ گیا ہے۔" احد اور مائرہ نے ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر پُر جوش انداز میں بتایا اور فریدہ بیگم نے سُکھ کا سانس لیا۔

"تو اِس میں اتنی پریشان ہونے والی کیا بات تھی؟ مجھے تو ڈرا ہی دیا۔" فریدہ بیگم نے گہری سانس لی۔

"ہم آپ کو سرپرائز دینا چاہ رہے تھے۔" مائرہ نے اُن کو بتایا۔

"مبارک ہو تم دونوں کو۔" اُنہوں نے خوشی سے کہا۔ "اب کب جا رہے ہو؟" ساتھ میں ایک اور سوال کیا۔

"پانچ دن بعد ویزا ایکٹو ہو جائے گا۔ اُس کے بعد جب کی ٹکٹ کروانا چاہیں۔" احد نے جواب دیا۔

"خیریت سے جاؤ اور واپس آؤ۔" فریدہ بیگم نے دعا دیتے کہا۔

"کتنے مہینے کے لئے جاؤ گے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ویزا تو تین مہینے کا ہے مگر میں نے اور مائرہ نے صرف ایک مہینہ جانے کا ارادہ کیا ہے۔" احد نے صوفے سے اُٹھتے نرم مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"ایک مہینہ کیوں؟ اتنی مشکل سے ویزا ملا ہے۔ تین مہینے گھوم کر آنا۔" فریدہ بیگم نے فوراً کہا۔

"وہاں جا کر شاید ہم واپس ہی نہ آئیں۔" احد نے اُن کو چھیڑنا چاہا۔ اُس کے چہرے پر وہی شرارتی مسکراہٹ تھی جس سے مائرہ اکثر چڑتی تھی اور متاثر بھی ہوتی تھی۔

"احد ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ تم جانتے ہو میں برداشت نہیں کر سکتی۔" فریدہ بیگم بُرا منا چکی تھیں۔ احد فوراً اُن کے قریب آیا اور اُن کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

"امی میں تو بس مذاق کر رہا تھا۔ کیا میں آپ کو یوں چھوڑ کر جا سکتا ہوں؟" اُس کے دونوں ہاتھ فریدہ بیگم کے گھٹنوں پر تھے اور وہ اُن کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کر رہا تھا۔ فریدہ بیگم کا سر خود بخود نفی میں ہِل گیا۔ وہ جانتی تھیں کہ اُن کا بیٹا اُن کو کبھی تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔

"آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ مائرہ بی بی کا کہنا ہے کہ وہ آپ کو چھوڑ کر ایک مہینے سے زیادہ نہیں جا سکتی۔" احد نے واپس کھڑے ہوتے اُن کے سوال کا جواب دیا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا۔ میں ہوں نہ فریدہ کے پاس۔ تم دونوں بچے اپنی زندگی کو خوشی سے جیو۔" آسیہ بیگم نے گفتگو میں حصہ لیتے کہا۔

"ہاں آپا بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں مائرہ۔" فریدہ بیگم نے مائرہ کی جانب دیکھا۔

"ایک مہینہ بھی بہت ہوتا ہے امی۔ گھومنے کے لئے تو دو دن ہی کافی ہیں۔ باقی کے اٹھائیس دن تو تھکاوٹ اُتارنے کے ہوں گے۔" مائرہ نے ہنس کر جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ تم دونوں فریش ہو کر آؤ، میں کھانا لگاتی ہوں۔" فریدہ بیگم اُن سے کہتی کچن کی جانب آ گئیں۔

"میں بس دو منٹ میں چینج کر کے آئی، پھر مل کر کھانا لگاتے ہیں۔" مائرہ اُن سے کہتی فوراً کمرے کی جانب بڑھی۔ فریدہ بیگم نے مسکرا کر اُسے دیکھا اور کھانا لگانے میں مصروف ہو گئیں۔ احد بھی کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رات کا وقت تھا۔ پورے گھر میں خاموشی کا راج تھا،بادل برس کر جا چُکے تھے۔ کہیں دور کسی کتے کے بھونکنے کی آواز، چھت سے ٹپکتی پانی کی بوندیں اور دیوار پر لگی گھڑی کی ٹِک ٹِک وقت گزرنے کا احساس دلا رہی تھی۔

مائرہ کھڑکی کے پاس بیٹھی تھی جس کا پردہ آدھا ہٹا ہوا تھا۔ باہر آسمان پر چند بادل تھے اور ایک آدھ تارا، جو جھلملا رہا تھا۔ اُس کے سامنے چھوٹی سی میز پر اُس کا پاسپورٹ رکھا تھا۔ جس کے ساتھ ایک تصویر پڑی تھی جسے فریم کروا کر وہاں رکھا گیا تھا۔ اُس کی ماں کی تصویر۔

اس نے تصویر کو آہستہ سے اُٹھایا جیسے کوئی قیمتی خزانہ ہو۔ تصویر میں اُس کی ماں ہنس رہی تھی۔ وہی پرانی ہنسی جو اب مائرہ صرف خوابوں میں سنتی تھی۔

"امی میں اسپین جا رہی ہوں۔ میں اکثر آپ سے اپنی خواہش کا ذکر کرتی تو آپ ہنس کر کہہ دیتی کہ ابھی تمہاری بہت عمر پڑی ہے، اپنے شوہر کے ساتھ جانا۔" وہ آہستہ سے بولی، شاید

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اتنا آہستہ کہ وہ خود بھی نہ سُن پائی۔ وہ اُس کے دل میں رہتی تھیں، اُن سے بات کرنے کے لئے اُسے لبوں کو ہِلانے کی ضرورت نہیں تھی۔

"مجھے نہیں پتہ وہاں کیا ملے گا، خوشی یا تنہائی۔ مگر ایک بات جانتی ہوں۔ باگر آپ ہوتیں، تو مجھے ڈر نہ لگتا۔" اُس کی آنکھوں میں نمی آگئی لیکن وہ آنسو نہیں بہا رہی تھی۔ یہ وہ خاموش آنکھیں تھیں جو برسوں کی تھکن اور وقت کی چپ میں ڈھل چکی تھیں۔

"امی، آپ کو پتہ ہے میں آج بھی وہی چھوٹی سی مائرہ ہوں جو رات کو آپ کے دوپٹے کی گرہ پکڑ کر سوتی تھی۔ جسے نیند سے زیادہ آپ کا سایہ عزیز تھا۔ جسے کہانی سننے سے پہلے آپ کی سانسوں کی آواز چاہیے ہوتی تھی۔ میں رات کو آپ کے بغیر ایک قدم بھی دور نہیں جاتی تھی۔ اور اب... اب میں آپ کے بغیر جا رہی ہوں۔ وہ بھی اتنی دور۔"

"ماں، میں جا رہی ہوں مگر اِس سفر میں میں آپ کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتی۔

اگر کبھی آسمان سے زمین صاف دکھے تو مجھے دیکھ لیجیے گا ماں۔

میری آنکھوں میں وہی خواب ہیں جن کو آپ چھوڑ گئی تھیں۔

اور میری آنکھوں کے کناروں پر وہی آنسو ہیں جو آپ کی جدائی دے کر گئی تھی۔"

دروازے کے قریب کچھ آہٹ ہوئی،شاید احد آیا تھا لیکن وہ نہیں پلٹی۔

وہ جانتی تھی، کچھ لمحات ایسے ہوتے ہیں جو صرف اپنوں کے ساتھ نہیں اپنے آپ کے ساتھ گزارنے ہوتے ہیں۔

"جب بھی کسی خوشی کا لمحہ آتا ہے،دل سب سے پہلے آپ کو یاد کرتا ہے ماں۔"اُس نے تصویر کو واپس جگہ پر رکھا اور کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ہوا ہلکی سی چلی جیسے وقت نے اُس کی بات سن لی ہو۔

وہ کرسی سے اُٹھی اور پلٹ کر احد کو دیکھا وہ بھی اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ بھوری آنکھیں اُن شہد آنکھوں کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرا دیں۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

"تم نے امل کو بتایا؟"وہ اُس کے قریب آ کر بیٹھی ہی تھی کہ احد نے سوال کیا۔

"نہیں،میں نے سوچا تھا کہ ہم مل کر اُسے بتائیں گے۔"مائرہ نے جواب دیا۔

"چلو فون کرو اُسے۔"احد فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"میرا فون پتہ نہیں کہاں ہے۔"مائرہ نے کہا اور اُٹھ کر اپنا فون ڈھونڈنے لگی۔

"کیا کروں میں تمہارا۔ایک فون تک نہیں سنبھال سکتی تم۔"احد نے ہلکے سے طنز کے ساتھ کہا اور اُس کے ساتھ مل کر فون ڈھونڈنے لگا۔جلد ہی اُسے مائرہ کا فون مل گیا۔ ہمیشہ کی طرح تکیے کے کوَر سے۔اُس نے لاک سکرین آن کی تو سامنے امل کی سات مسڈ کالز چمک رہی تھیں۔

"کبھی تو ٹائم سے فون اُٹھالیا کرو بیچاری کا۔"احد نے مائرہ کی جانب فون بڑھاتے کہا۔مائرہ احد کو نظر انداز کرتے امل کو وڈیو کال ملانے لگی جو دوسری ہی گھنٹی پر اُس نے اُٹھالی۔

"السلام علیکم امل۔ کیسی ہو؟"مائرہ نے سلام کیا اور دوبارہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔

"وعلیکم السلام، کیا یار مائرہ۔ کبھی تو ٹائم پر فون اُٹھالیا کریں۔ آپ کو پتہ ہے میں کب سے آپ کو کال کر رہی ہوں۔"دوسری جانب سے فوراً امل کی تھکی سی آواز سُنائی دی۔اُس نے گلے میں ایک لاکٹ پہن رکھا تھا۔جس پر اے ایم کے حروف ثبت تھے۔یہ لاکٹ مائرہ

نے اُسے پچھلے مہینے اُس کی سالگرہ پر دیا تھا۔

"آئی ایم سوری مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب تم اتنی کالز کرتی رہی۔ تم بتاؤ خیریت تھی نا؟"

مائرہ نے امل سے پوچھا۔

"میں نے پوچھنا تھا کہ آپ کے ویزا کا کیا بنا؟"امل نے سوال کیا،مائرہ نے ایک نظر احد کو دیکھا۔یہ شخص امل سے کچھ چُھپا نہیں سکتا تھا۔مائرہ نے اُس سے کہا تھا کہ وہ امل کو ویزا جمع کروانے کا بھی نہیں بتائیں گے تاکہ ویزا لگنے کے بعد اُسے سرپرائز دے سکیں۔

"تمہیں کس نے بتایا؟"وہ جانتی تو تھی مگر پھر بھی تسلی کے لئے پوچھ لیا۔

"احد بھائی نے بتایا تھا کہ آج آپ جا رہے ہیں اپنے پاسپورٹ ریسیو کرنے۔"امل نے معمولی سے انداز میں بتایا۔

"یہ احد بھائی سے تو ذرابات کروائیں۔ آدھے گھنٹے سے اِن کے نمبر پر بھی کالز کر رہی ہوں۔یہ کہاں مصروف ہیں؟"

احد نے اپنا فون نکال کر دیکھا،وہ ڈیڈ ہو چکا تھا مگر اُس نے دھیان نہیں دیا تھا۔

"یہ لو کروبات۔ ویسے بھی ابھی تھوڑی دیر پہلے کوئی مجھے ٹائم سے فون نہ اُٹھانے کے طعنے دے رہا تھا۔" مائرہ نے فون احد کی جانب بڑھاتے کہا۔

"ہیلو امل، کیسی ہو؟" احد نے فون پکڑتے ہی گرم جوشی سے پوچھا اور مائرہ کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"کیا احد بھائی..." امل نے کچھ بولنا چاہا مگر احد نے اُس کی بات ٹال دی۔

"گلے شکوے بعد میں کر لینا، ابھی ہمیں تمہیں کچھ بتانا ہے۔" احد نے کہا اور فون اپنے سے تھوڑا دور کر لیا تاکہ وہ اور مائرہ دونوں کیمرے میں آسکیں۔

کیمرے میں فٹ ہونے کے بعد اُنہوں نے گنتی گننا شروع کی۔

"ایک"

"دو"

"تین"

"ہمارا ویزا لگ گیا ہے۔" مائرہ اور احد دونوں نے اکٹھا بتایا۔ دوسری جانب سے امل کی

چیخ سُن کر ہی وہ اندازہ لگا سکتے تھے کہ اُن سے زیادہ اُن کا ویزا لگنے کی خوشی امل کو ہوئی ہے۔

"میں نے تو پہلے ہی احد بھائی کو بتایا تھا کہ اِس بار میری دعا آپ لوگوں کے ساتھ ہے، ویزا ضرور لگے گا۔" خوشی کی وجہ سے اُس کا سانس پھول چُکا تھا۔

"آپ لوگ تو وہاں جا کر مصروف ہو جائیں گے، میں کیا کروں گی۔" اگلے ہی پل وہ اُداس ہو چکی تھی۔

"ہم تمہیں بھولیں گے تھوڑی۔ بلکہ میں ایسا کروں گا کہ ایک کیمرہ لے کر گلے میں لٹکا لوں گا، جس سے تم بھی ہمارے ساتھ اسپین گھوم لینا۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"احد بھائی کبھی تو سیریس ہو جایا کریں۔" امل نے بیزاری سے کہا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ مائرہ کے بعد امل وہ واحد شخص تھی جس سے وہ یوں مذاق کرتا تھا۔

"چلو تم کرو بھئی اپنی دوست سے باتیں، میں ذرا ماں کے پاس جا رہا ہوں۔" اُس نے امل سے کہا اور فون مائرہ کو پکڑاتا فریدہ بیگم کے کمرے کی جانب آ گیا، جہاں وہ اور آسیہ بیگم اکٹھی رہا کرتی تھیں۔

مائرہ امل کا فون بند کرنے کے بعد فریدہ بیگم کے کمرے میں جانے کے لئے اُٹھی مگر اُسے اپنا سر بھاری ہوتا دکھائی دیا تو اُس نے اِرادہ بدل لیا اور بیڈ پر لیٹ گئی۔ وہ آج کل بہت کم کھا رہی تھی شاید اِس وجہ سے کمزوری ہو گئی تھی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

ریسٹورنٹ میں معمول کی گہما گہمی تھی۔ لوگ اپنی باتوں میں مصروف تھے اور ہلکی موسیقی سکون کا ماحول پیدا کر رہی تھی۔

وہ دونوں بھی کونے میں ایک ٹیبل پر بیٹھے کھانے کا آرڈر دے چکے تھے اور اب اپنی باتوں میں مشغول تھے جب مائرہ کا فون بجا۔ امل سلطان کالِنگ۔

اُس نے فون اُٹھایا اور کان سے لگا کر بات کرنے لگی۔ مائرہ نے اُسے بتایا کہ وہ ابھی اپنی ٹکٹ بُک کروا کر آئے ہیں اور پندرہ دن بعد اسپین جا رہے ہیں۔ پھر چند منٹ کی گفتگو کے بعد مائرہ نے احد کی جانب فون بڑھایا۔ امل اُس سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔

"احد بھائی کیسے ہیں؟" اُس نے ہمیشہ کی طرح گرمجوشی سے پوچھا۔ انگلیاں گلے میں موجود

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لاکٹ کو چھُو رہی تھیں۔ وہ لاکٹ اُس کے لئے بہت خاص تھا۔ وہ اُسے ایک پل کے لئے بھی نہیں اُتارا کرتی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں، تم بتاؤ کیسی ہو؟ کیا کر رہی ہو؟" احد نے جواب دینے کے بعد پوچھا۔

"میں ٹھیک، بس فری بیٹھی بور ہو رہی ہوں۔" امل نے منہ بسور کر جواب دیا۔

"ہم یہاں ریسٹونٹ میں بیٹھے ہیں، تم ایسا کرو کہ تم بھی یہیں آجاؤ۔" احد نے فوراً مسئلے کا حل نکالتے امل کو دعوت دی۔

"ارے کہاں بھائی، بابا مجھے کبھی نہیں آنے دیں گے۔ آپ کو پتہ ہے میری کلاس فیلوز آج ٹرِپ پر گئی ہیں۔ میرا بھی اتنا دل تھا مگر بابا نے نہیں جانے دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ جب فری ہوں گے تو خود مجھے گھُما لائیں گے مگر آپ بتائیں یوں مزا آتا ہے کیا؟" اُس نے معصومیت سے سوال کیا۔

"بالکل بھی نہیں، میں تمہارے بابا سے بات کر کے دیکھوں؟" احد نے پوچھا اور سامنے بیٹھی مائرہ کو دیکھا جو اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ نہیں سن سکتی تھی کہ امل احد سے کیا کہہ رہی

ہے۔

"نہیں آپ رہنے دیں، بابا کو بُرا لگے گا۔ میں اُن کی اکلوتی بیٹی ہوں اِس لئے وہ بہت پروٹیکٹیو ہیں۔ اگر اُن کا کوئی بیٹا بھی ہوتا تو شاید ایسا نہ کرتے۔" امل نے اُسے فوراً بات کرنے سے منع کیا۔ یہ بات سُن کر احد کو بُرا لگا تھا نا جانے کیوں۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ ریسٹورنٹ سے نکلنے کے بعد گھر پہنچے تو مائرہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔ اور احد نے یونہی گاڑی میں بیٹھے ہی سلطان بیگ کے نمبر پر کال ملائی۔

"السلام علیکم، کیسے ہیں آپ؟" احد نے دوسری جانب سے ہیلو سُننے کے بعد کہا۔

"وعلیکم السلام، ٹھیک ہوں۔"

"مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی۔" احد نے احتیاط سے بات کا آغاز کرنا چاہا۔

"جلدی بولو، میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"آپ امل کو یوں قید کر کے نہیں رکھ سکتے، اُسے جینے کا حق ہے۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ گھومنا چاہتی ہے مگر آپ اُسے ایک انسان کی طرح نہیں جینے دیتے۔ پیار تو پالتو جانور سے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بھی کیا جاتا ہے۔ اُسے بھی کھانا دیا جاتا ہے مگر اُسے قید کر کے رکھا جاتا ہے۔ یہی سب آپ امل کے ساتھ کر رہے ہیں۔" اُس نے حوصلہ جمع کر کے کہنا شروع کیا۔

"اور کچھ۔" چند لمحے کی خاموشی کے بعد سلطان بیگ نے پوچھا۔

"آپ میری بات کو یوں ہوا میں نہیں اُڑا سکتے۔"

"تو کیا کروں؟ اُسے یونہی جنگلی بھیڑیوں میں آزاد چھوڑ دوں؟ وہ زندگی کی چالاکیوں کو نہیں سمجھتی۔ میں اُسے باہر کے درندوں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔" اُنہوں نے تحمل سے جواب دیا۔ آج وہ پہلے کی طرح سرد مہری سے بات نہیں کر رہے تھے اور اِس بات نے احد کو حوصلہ دیا تھا۔

"آپ ساری زندگی اُس کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ آپ کو اُسے باہر کی دنیا کو جاننے کا موقع دینا ہو گا۔"

"تمہیں یہ سب کہنے کو امل نے کہا؟" محتاط سا پوچھا گیا۔

"یہی سمجھ لیں۔" احد نے روانی سے جھوٹ بولا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم نہیں جانتے احد۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے سانپوں کو دودھ پلایا ہے۔ اگر کبھی اُن کو موقع ملا تو وہ میرے خاندان کو ہی ڈسیں گے۔"

"آپ کے کئے گئے جُرموں کی سزا صرف آپ کو ملے گی۔ اللہ بے رحم نہیں ہے کہ وہ آپ کے جرموں کی سزا آپ کی اولاد کو دے۔"

"اللہ بے رحم نہیں ہے مگر لوگ ہیں۔ یہ موقع ملنے پر صرف امل کو نہیں تمہیں بھی ڈس سکتے ہیں۔ تم بھی ہو تو میرے ہی خون۔" سلطان بیگ نے بردباری سے جواب دیا۔

"یہ آپ کی سوچ ہے میں بدل نہیں سکتا مگر آپ امل کو اُس کے دوستوں کے ساتھ گھومنے کی اجازت دیں گے ورنہ..." احد کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"ورنہ کیا؟ کیا کر سکتے ہو تم؟" اب کی بار سلطان بیگ نے تھوڑا طیش میں آ کر پوچھا۔

"میں امل کو سچائی بتا دوں گا۔"

خاموشی...

"احد تم میرے گھر کے معاملات میں نہ پڑو۔" اُنہوں نے کافی کنٹرول سے کہنا چاہا۔ مگر

لہجے میں غصہ واضح تھا۔

"میں امل کو کہہ دوں گا کہ وہ کہیں جانا چاہے تو مجھے بتائے۔ وہ ویسے بھی مجھے اپنا بھائی ہی سمجھتی ہے۔" احد نے کہا اور فون بند کر دیا۔

مگر اُس کے سوالات نے سلطان بیگ کو سوچنے پر مجبور ضرور کر دیا تھا۔ کیا وہ واقعی امل کو قید کر کے رکھ رہے تھے؟ اگر امل نے یہ سب احد سے کہا تھا تو اُس کے ذہن میں کیا چل رہا تھا؟ کیا وہ بھی اُن کی اوور پروٹیکشن سے تنگ آ چکی تھی؟

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

۱۵ دن بعد:

ائیر پورٹ کے خود کار دروازے جب کھلے تو ایک تازہ، نم، اور ہلکی دھوپ سے لبریز ہوا کا جھونکا اندر آیا۔ مائرہ نے پلکیں موند کر ایک گہری سانس لی جیسے وہ ہوا اس کے خوابوں کا ذائقہ رکھتی ہو۔

"ہم واقعی یہاں ہیں، احد۔" اُس کی آواز مدھم تھی جیسے دل نے ابھی بھی مکمل یقین نہ کیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہو۔

احد نے بیگ کا ہینڈل مضبوطی سے تھاما اور ارد گرد پھیلے اس اجنبی دیس کو دیکھا۔ ٹیکسیوں کی قطار، غیر مانوس زبانوں کی آوازیں اور دور کہیں Gaudí کے خوابوں جیسی عمارتیں جھلک رہی تھیں۔

"یہ پہلا دن ہے مائرہ۔ صرف سفر کا نہیں بلکہ ہمارے ایک اور مرحلے کا۔" اُس نے مسکرا کر کہا جیسے وعدہ دے رہا ہو۔

مائرہ کے سنہری دوپٹے کا پلو ہلکی ہوا میں لہرا رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں تھکن تھی مگر اس تھکن کے پیچھے ایک خوشی بھی چُھپی تھی۔

"احد آج میں بہت خوش ہوں۔" اُس نے مائرہ کو کہتے سُنا اور ہلکا سا ہنس دیا۔ پھر دونوں نے چلنا شروع کیا۔ اسپین کی سڑکوں پر قدموں کے نیچے ایک نیا دیس، دلوں کے اندر ایک پرانا وعدہ۔

وہ وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل کی جانب روانہ ہوئے جس کی بُکنگ وہ آن

لائن کر چکے تھے۔ چھ بجے کے قریب وہ اپنے ہوٹل میں پہنچے اور کھانا کھائے بغیر ہی سونے کے لئے لیٹ گئے۔ یہ سفر بہت طویل تھا اور وہ دونوں بہت تھک چُکے تھے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

جب اُس کی آنکھ کھولی تو فوراً اُس نے تکیے کی

دائیں جانب سے فون نکال کر وقت دیکھا۔

آٹھ بج کر پچیس منٹ۔ وہ دو گھنٹے سویا رہا تھا۔

بلکہ نہیں، اُس نے پھر سے حیرت سے فون تھام کر وقت دیکھا۔

آٹھ بج کر پچیس منٹ کے ساتھ اے ایم لکھا بھی آرہا تھا۔

وہ چودہ گھنٹے پچیس منٹ کے لئے سویا تھا۔ اُس نے اپنی بائیں جانب لیٹی مائرہ کو دیکھا۔ وہ ابھی تک سو رہی تھی۔ وہ بیڈ سے اُٹھا اور کھڑکی کے قریب جا کر پردہ ہٹایا تو باہر کا منظر واضح

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہوا۔ درختوں سے گھِری ہوئی سڑک۔

لوگ چل پھر رہے تھے، گاڑیاں خاموشی سے گزر رہی تھی اور فضا میں ایک عجیب سا سکون بسا ہوا ہے۔ جیسے وقت تھم گیا ہو یا جیسے یہ شہر صرف محسوس کیے جانے کے لیے بنا ہو۔

وہ اِس وقت جس ہوٹل میں ٹھہر رہے تھے وہ بارسلونا کی دلکش اور کشادہ سڑک "رامبلا دے کاتالونیا" پر واقع ایک باوقار اور پرانا طرز تعمیر کا حامل ہوٹل تھا۔ یہ ہوٹل ایک صدی پرانی عمارت میں قائم تھا جس کی دیواریں اور چھتیں آرٹ نووو طرزِ تعمیر کی عکاس تھیں۔ وہی باریکی سے تراشے گئے ستون، بلند چھتیں اور پرانے وقتوں کی خوشبو دیتی ہوئی لکڑی کی فرشیں۔

وہ واپس بیڈ کے قریب آیا اور مائرہ کے قریب آ کر رُکا۔ اُس کے چہرے پر بال پھیلے تھے، احد نے خاموشی سے اُس کے بال ہٹانے چاہے جس سے وہ بیدار ہو گئی۔ چند لمحے بھوری آنکھیں سامنے بیٹھے شخص کو دیکھتی رہیں، دماغ شاید ابھی تک سو رہا تھا۔

"اُٹھ گئی مائرہ بی بی۔" احد نے اُس کے بالوں کو پیچھے کرتے نرمی سے پوچھا۔

"جی اُٹھ گئی۔ کیا ٹائم ہو رہا ہے؟"مائرہ نے اُٹھ کر بیٹھتے پوچھا۔

"آٹھ بج کر پچیس منٹ۔"احد نے اُسے بتایا اور اُس کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔مائرہ نے ایک نظر اُسے دیکھا اور ایک نظر کھڑکی سے باہر جھانکا جہاں ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی۔

"آٹھ بجے اِتنی روشنی؟"اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ اسپین ہے،مائرہ بی بی۔یہاں رات دس بجے تک یونہی روشنی رہتی ہے مگر آپ کو بتاتا چلوں کہ ابھی صبح کے آٹھ بج رہے ہیں۔"احد نے اُسے دیکھتے ہلکا سا مُسکرا کر بتایا۔

"کیا؟ صبح کے آٹھ؟ میں اتنے گھنٹے سوتی رہی۔احد تم نے مجھے اُٹھایا کیوں نہیں؟"اُس نے بے چینی سے پوچھا۔

"مجھے لگا شاید آپ یہاں اپنی نیند پوری کرنے آئی ہیں۔"

"اچھا چلو تم فریش ہو جاؤ۔میں کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔مجھے تو بہت بھوک لگ رہی ہے۔"احد نے بیڈ سے اُٹھتے مائرہ کو کہا۔

"وہ کیچر پکڑانا ذرا۔"مائرہ نے اپنی بائیں جانب سائیڈ ٹیبل پر پڑے کیچر کی جانب اِشارہ کیا۔

احد نے خاموشی سے اُسے کیچر پکڑایا اور باہر نکل آیا۔ مائرہ کا جسم ابھی تک تھکاوٹ سے چُور تھا۔ اُس نے کیچر لگایا اور باتھ روم کی جانب بڑھ گئی۔

باتھ روم سے باہر نکلتے ہی اُس نے اپنے فون کو چارجنگ سے اُتارا جو پوری رات سے چارج ہو رہا تھا اور اُس پر آئے نوٹیفیکیشن دیکھنے لگی۔ اِس وقت وہ ہوٹل کی وائی فائی ہی چلا رہی تھی۔

فریدہ بیگم کی دس کالز آچکی تھیں اور امل کی بارہ۔ اُس نے فوراً فریدہ بیگم کے نمبر پر کال ملانی چاہی مگر اُن کا نمبر بزی جا رہا تھا۔ اُس نے دوسری کال امل کو ملائی جو اُس نے فوراً اُٹھالی۔

"السلام علیکم امل۔ کیسی ہو؟" مائرہ نے دوسری جانب سے امل کی آواز سُننے کے بعد پوچھا۔

"وعلیکم السلام۔ میں ٹھیک، آپ سُنائیں کیسی ہیں؟ احد بھائی کیسے ہیں؟ میں نے اتنی کالز کی مگر آپ نے جواب ہی نہیں دیا۔ آپ تو اسپین لینڈ ہوتے ہی مجھے بھول گئی۔" دوسری جانب سے امل کی معصوم سادہ آواز سُنائی دی۔

"ہم بالکل ٹھیک ہیں، خیریت سے پہنچ گئے۔ یار کیا بتاؤں آتے ہی اتنی تھکاوٹ ہو گئی تھی۔

پتہ ہی نہیں چلا کہ کب آنکھ لگ گئی اور ابھی اُٹھے ہیں۔ ابھی بھی سر اتنا بھاری ہے۔" مائرہ نے بیڈ پر بیٹھتے امل کو بتایا۔

"کوئی پین کلر وغیرہ لیں۔ شاید سفر کی وجہ سے سر میں درد ہو رہا ہے۔" امل نے فکر مندی سے کہا۔ وہ اِس وقت اپنی یونی میں ایک بنچ پر بیٹھی تھی۔

"ہاں یہی سوچا ہے، ابھی کچھ کھالوں۔" اُس کی نظریں کھڑکی سے باہر کے منظر پر جمی تھیں۔ لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈھل چکے تھے۔

"مجھے تو اتنی بوریت ہو رہی ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ آپ اسپین سے واپس ہی نہیں آئیں گی اور ہماری ملاقات کبھی زندگی میں نہیں ہو پائے گی۔" وہ واقعی اُداس لگ رہی تھی۔ نظریں اپنے جوتوں کے تسموں پر جمی تھیں۔ بینچ پر بیٹھے دائیں جانب اپنا بیگ رکھا تھا اور دائیں جانب جگہ خالی چھوڑ رکھی تھی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے؟ ہم تو بس ایک مہینے کے لئے آئے ہیں۔ آتے ہی تم سے ملنے آئیں گے۔" مائرہ نے اُسی وقت امل کی اُداسی دور کرنے کی کوشش کی۔

"ناجانے کیوں مگر لگ رہا ہے۔ پہلے اُٹھتے ہی میں آپ کو کال کرتی ہوں مگر اب نہیں کر پاؤں گی۔ وہ وقت آپ کے سونے کا ہو گا۔" دوسری جانب سے امل کی کھوئی سی آواز سُنائی دی۔ "آپ بہت دور جا چکی ہیں مائرہ یا شاید میں دور ہو رہی ہوں۔"

"تم تو صبح صبح ہی عجیب باتیں کرنے لگ گئی۔ میرے سر میں درد ہو رہا ہے، ہم پھر بات کریں گے۔" مائرہ نے امل سے کہا اور فون بند کرنے کے بعد اُسے سائیڈ پر رکھ دیا۔ فریدہ بیگم سے وہ پھر بات کر لے گی۔ اِس وقت اُس کے سر میں واقعی درد ہو رہا تھا۔

امل نے فون بیگ میں رکھا اور دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ اُس کی گاڑی آ چکی تھی۔ آج بھی اُس نے وہ لاکٹ گلے میں پہن رکھا تھا۔ دروازے سے نکلتے اُس نے ایک نظر دور کھڑے اُس شخص پر نظر ڈالی جو یونی کے دروازے کے پاس کھڑا اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اُس شخص کو وہ پچھلے چند دنوں سے اپنے آس پاس محسوس کر رہی تھی اور اُس شخص کی موجودگی امل کو بے آرام کر رہی تھی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

"السلام امی، کیسی ہیں آپ؟" احد ہوٹل کی لابی میں چلتا فریدہ بیگم سے بات کر رہا تھا۔ وہ اُس

کے واٹس ایپ پر بھی بے شمار کالز کر چکی تھیں۔

"وعلیکم السلام، میں بالکل ٹھیک تم کیسے ہو؟ مائرہ بھی ٹھیک ہے؟ میں صبح بھی اتنی بار فون کرتی رہی۔ اب تو مجھے پریشانی ہو رہی تھی تم دونوں کی۔" فریدہ بیگم اِس وقت صوفے پر بیٹھی تھیں اور آسیہ بیگم اُن کے قریب ہی بیٹھی ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ رہی تھیں۔

"جی ہم بالکل ٹھیک۔ رات کو تھکاوٹ کی وجہ سے سو گئے اِس لئے آپ سے بات نہیں ہو سکی۔ آپ بتائیں خالہ کیسی ہیں؟" احد نے دوسری جانب سے سُننے کے بعد جواب دیا۔

"ہاں ٹھیک ہیں وہ بھی، میرے پاس ہی بیٹھی ہیں۔ تم کیا کر رہے ہو اور مائرہ؟" اُنہوں نے جواب دینے کے بعد ایک اور سوال کیا۔

"میں ناشتے کے لئے کچھ لینے آیا ہوں اور مائرہ کمرے میں ہی ہے۔" احد نے چلتے چلتے اُن کو بتایا۔

"چلو ٹھیک ہے میں اُس کے نمبر پر کال کر لیتی ہوں۔" فریدہ بیگم نے اُسے خدا حافظ کہنے کے بعد فون بند کر دیا اور مائرہ کے نمبر پر کال کرنے لگیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ لیں مائرہ بی بی آپ کا ناشتہ، اتنی مشکل سے لایا ہوں۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی احد نے ایک شاپر بیڈ پر رکھتے کہا۔

"مشکل سے کیوں؟" مائرہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

"وائی فائی کام نہیں کر رہی تھی وہاں اور انگلش کسی کو آتی نہیں تھی۔ بچوں کی طرح اِشارے کر کے مانگنا پڑا۔" احد نے ہلکا سا مسکرا کر کہا اور خود بھی بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"کیا مطلب؟ اِن کو انگلش ہی نہیں آتی؟" مائرہ نے حیرت سے پوچھا۔

"اپنے مطلب کی انگلش آتی ہے ان کو۔ پیسے اُس نے انگلش میں ہی بتائے تھے مجھے۔" احد نے مذاق اُڑاتے کہا۔ "کہہ رہا تھا کہ ایٹین یورو۔" احد نے سلیز مین کی نقل اُتارتے ایٹین کو ایٹین کہا۔

"بُری بات احد، ایسا نہیں کرتے۔" مائرہ نے احد کو ٹوکا۔

"جی بہتر۔" احد نے کہا اور ہاتھ دھونے کے لئے باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔

ناشتہ کرنے کے بعد جب وہ دونوں کافی پی رہے تھے تو مائرہ کا دل خراب ہونے لگا۔ وہ بھاگتی باتھ روم کی جانب بڑھی۔ احد بھی کافی ٹیبل پر رکھتا فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔

جب وہ باہر نکلی تو اُس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔ وہ ابھی قے کر کے نِکلی تھی۔

"کیا ہوا مائرہ؟" احد نے فکر مندی سے پوچھا۔

"شاید یہاں کا کھانا سوٹ نہیں کیا، دل خراب ہو گیا۔" مائرہ نے وضاحت دی اور بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔

"یہاں آس پاس بہت سے پاکستانی ریسٹورنٹس بھی ہیں۔ تم بتاؤ تمہیں کیا کھانا ہے۔" احد نے اُسی فکر مندی کا مظاہرہ کرتے نیا سوال کیا۔

"فی الحال میں تھوڑا آرام کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔" مائرہ نے کہا اور بیڈ پر لیٹ گئی۔ بستر پر لیٹتے ہی اُس کے ہاتھ خود بخود پیٹ پر جا ٹھہرے۔

نہ کوئی ارادہ، نہ کوئی خیال، بس ایک لاشعوری لمس۔ جیسے بدن کچھ بتانا چاہ رہا ہو۔

"پانی لادوں؟" احد نے اُس کے قریب بیٹھے سوال کیا۔

"نہیں۔"اُس نے بس ایک حرفی جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔ میں ذرہ سِم خرید کر لے آؤں۔ یہاں ساتھ میں ہی موبائل شاپ ہے۔"احد نے مائرہ سے کہا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔

کھڑکی کے پار، بارسلونا کی سڑکیں جاگ رہی تھیں مگر کمرے میں ایک غیر مانوس سی خاموشی تھی۔ احد کے قدموں کی آواز دروازے سے باہر جا چکی تھی اور اندر بس اُس سکوت کی چاپ رہ گئی تھی جو کسی ان دیکھی تبدیلی سے پہلے چھا جاتی ہے۔

فضا میں کوئی خوشبو بھی رکی ہوئی تھی شاید صبح کی کافی کی یا شاید کسی آنے والے موسم کی۔ مائرہ کی پلکوں پر نیند اُترتی جا رہی تھی مگر دل کے کسی کونے میں کوئی خیال تھم کر سانس لینے لگا تھا۔

بے نام، بے آواز، مگر زندہ۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

پندرہ منٹ میں ہی نا جانے کب وہ گہری نیند میں سو گئی اور بند پلکوں میں ایک کہانی چلنے

لگی۔

زمین بنجر، چاروں طرف خاموشی کا راج۔

درمیان میں ایک میت رکھی ہوئی تھی، سفید کفن میں لپٹی۔

وہ اُس کا چہرہ دیکھنا چاہتی تھی مگر دیکھ نہیں پائی۔

اچانک کہیں سے خون بہتا نظر آیا جیسے زمین خود رو رہی ہو۔

اوپر سے کچھ گرا تھا اُس کے قدموں میں۔

وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہٹی، تو دیکھا کہ وہ بھی ایک میت تھی۔

ایک بچے کی میت، شاید کچھ گھنٹوں کے بچے کی میت۔

اُس نے بچے کی شکل دیکھی وہ اپنی ماں جیسا تھا۔

وہ خواب میں بھی جانتی تھی کہ وہ اُسے پہچانتی ہے۔

اور پھر...

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ خود گھٹنوں کے بل بیٹھی چیخ چیخ کر رونا چاہ رہی تھی مگر کوئی آواز نہیں نکلی، صرف آنکھوں سے درد بہہ رہا تھا۔

اچانک ہڑبڑا کر اُس کی آنکھیں کھلیں، آنسو اُس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ اُس کا دل ڈوب رہا تھا مگر اُس نے خُدا کا شکر ادا کیا کہ یہ حقیقت نہیں تھی۔ مگر یہ تو خواب بھی نہیں لگ رہا تھا۔

"خواب؟ نہیں۔ یہ خواب نہیں تھا، یہ کچھ اور تھا۔" اُس نے خود کو کہتے سُنا۔ وہ آہستہ سے بستر سے اُتری، ٹھنڈے فرش پر ننگے پاؤں چلی۔ دل کی دھڑکن جیسے تیز ہوتی جا رہی تھی۔

ہاتھ گلے میں موجود لاکٹ پر جا ٹھہرا، جس پر اے ایم کے حروف ثبت تھے۔

امل مائرہ۔

"یہ خواب نہیں تھا۔ یہ کوئی اشارہ ہے۔"

وہ بڑبڑائی جیسے اپنے دل کو سمجھا رہی ہو یا شاید کسی اور کو سنا رہی ہو۔

دیوار پر لٹکی گھڑی ایک بجا رہی تھی۔ لیکن وقت جیسے رُک گیا ہو۔ وہ کھڑکی کے قریب

کھڑی ہو کر گہرے سانس لینے لگی مگر آنسوؤں نے اُس کی بات نہیں مانی۔ وہ یونہی خود کو آزاد کر رہے تھے۔ کچھ لمحوں بعد دروازے کے ہلکے سے چرمرانے کی چاپ اُسے سُنائی دی۔ وہ جانتی تھی کہ کون آیا ہے، وہ فوراً اُس طرف بڑھی اور اپنی امی کے گلے لگ کر رونے لگی۔

"کیا ہوا امل؟ میری جان سب ٹھیک ہے نا؟" اُنہوں نے اُس کے گال کو تھپتھپاتے پوچھا۔

"میں نے بہت بُرا خواب دیکھا۔" سسکیوں میں سے امل کی آواز سُنائی دی۔

امل کی گھبراہٹ نے اُن کو بھی پریشانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اُس کا گال تھپک رہی تھیں جیسے اُسے کسی بھیانک خواب سے اُٹھانا چاہتی ہوں۔ اُن کی آنکھوں میں گہری فکرمندی تھی۔

"خواب ہی تو تھا، میری جان۔ تم اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہو۔" اُنہوں نے اُسے تھام کر بیڈ پر بٹھایا مگر امل اُن کی بات نہیں سُن رہی تھی۔ وہ بس روئے جا رہی تھی۔

"سدرہ پانی لے کر آؤ، جلدی۔" صبا نے ملازمہ کو آواز لگائی۔

"یہ خواب صرف خواب نہیں تھا امی۔ مجھے ایک بار بھی ایسا نہیں لگا کہ یہ خواب تھا۔ مجھے لگا یہ حقیقت ہے۔" اُس کے آنسو یونہی بہہ رہے تھے۔

"تم نے کیا دیکھا مجھے بتاؤ۔" اُنہوں نے نرمی سے پوچھا۔ سدرہ پانی کے کر آگئی تو اُنہوں نے گلاس تھام کر امل کے لبوں سے لگایا۔

"امی میں... میں اُن کو مرتے نہیں دیکھ سکتی۔ مجھے وہ بہت عزیز ہیں امی۔ میں ایسی بات اپنے لبوں پر بھی نہیں لانا چاہتی۔" اُس نے گلاس تھام کر پانی کا گھونٹ بھرنے کے بعد جواب دیا۔

"امل یہ صرف ایک خواب تھا، خواب حقیقت نہیں ہوتے۔" اُس کی امی نے اُسے سمجھانا چاہا۔

"امی خواب ہی تو حقیقت بنتے ہیں۔ آپ نہیں جانتی، میں جانتی ہوں۔ خواب حقیقت بنتے ہیں۔" اب وہ رو نہیں رہی تھی مگر اُس کی آواز رونے کی وجہ سے بھاری ہو چکی تھی۔

"امل کچھ نہیں ہو گا۔ ایک بُرا خواب تھا جو ختم ہو گیا۔" اُنہوں نے گلاس ٹیبل پر رکھتے

امل سے کہا اور اپنی ہتھیلی سے اُس کے آنسو صاف کرنے لگیں۔

"اب تم رونا نہیں۔ تم جانتی ہو کہ تمہارے آنسوؤں سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ مجھے ایک ضروری کام کے لئے جانا ہے مگر میں کوشش کروں گی کہ جلد ہی واپس آجاؤں۔ تم میری بہادر بیٹی ہو نا؟ تمہیں رونا نہیں ہے۔" وہ اُس کا گال تھپتھپاتی وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں اور امل اُن کو جاتا دیکھتی رہی۔

اُس نے فوراً اپنے تکیے کے نیچے سے موبائل نکالا اور مائرہ کے واٹس ایپ پر کال ملانے لگی۔ اُس نے کافی کالز کی مگر مائرہ نے فون نہیں اُٹھایا۔ اُس نے احد کے واٹس ایپ پر کال ملائی جو اُس نے فوراً اُٹھالی۔

"السلام علیکم احد بھائی۔ مائرہ کیسی ہیں؟ آپ کیسے ہیں؟" اُس نے بے چینی سے پہلے مائرہ کا پوچھا پھر احد کا۔

"وعلیکم السلام۔ ہم بالکل ٹھیک ہیں، تم بتاؤ کیسی ہو؟ کیا ہوا؟" احد نے موبائل شاپ سے نکلتے الرٹ ہو کر پوچھا۔ وہ اُس کی بھاری آواز محسوس کر سکتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ میں نے مائرہ کو اتنی کالز کیں مگر وہ اٹینڈ ہی نہیں کر رہی۔" امل نے فکر مندی سے کہا۔

"اُس کے سر میں درد تھا، شاید سو گئی ہو۔ میں ابھی باہر ہوں، پہنچ کر تمہاری بات کرواتا ہوں۔" احد نے فُٹ پاتھ پر چلتے جواب دیا۔

"ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔" امل نے بیڈ سے اُٹھتے فکر مندی سے پوچھا۔

"وہ ٹھیک ہے، بس سر میں درد تھا۔ تم اتنی پریشان کیوں ہو؟"

"مجھے لگ رہا ہے کہ کچھ غلط ہونے والا ہے۔ شاید مائرہ کے ساتھ۔ آپ پلیز جلدی واپس آ جائیں۔"

"ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ امل تم پریشان نہ ہو اور اُٹھ کر پانی پیو۔" احد نے نرمی سے کہا۔

چند لمحے کے لئے دونوں خاموش ہو گئے۔ احد خاموشی سے چلتا رہا اور امل گہری سوچ میں ڈوبی رہی۔

"کیا مائرہ ایکسپیکٹ کر رہی ہیں؟" پھر امل نے پوچھا۔ جو خدشہ اُس کے اندر جنم لے رہا تھا، اُس نے سامنے رکھا۔

"نہیں، کیوں؟" احد نے اپنے ہوٹل میں داخل ہوتے احتیاط سے پوچھا۔ امل نے دل میں ہی شکر ادا کیا مگر احد سے کچھ نہیں کہا۔

"آپ ہو سکے تو جلد از جلد واپس آجائیے گا۔ مجھے آپ لوگوں کی بہت یاد آ رہی ہے۔" امل نے چند لمحے کے سکوت کے بعد کہا۔

"تم پریشان مت ہو، ہم جلد ہی واپس آجائیں گے۔" احد نے امل کو تسلی دی۔ امل کو یوں پریشان دیکھ کر اُس کے دل کو بھی کچھ ہو رہا تھا۔

"آپ پہنچ کر میری مائرہ سے بات کروا دیجئے گا۔" احد نے امل کو کہتے سُنا اور اُس کے امل نے فون بند کر دیا۔

جب وہ کمرے میں پہنچا تو مائرہ سو رہی تھی۔ احد نے اُسے اُٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ سائیڈ ٹیبل سے اُس کا فون اُٹھایا اور اُس میں سِم ڈالنے لگا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دوپہر کے دو بج رہے تھے اور وہ دونوں دل کے مسافر اِس وقت کاتالونیا کے مشہور رمبلہ پر موجود تھے۔ سورج نیم گرم دھوپ کے ساتھ چھاؤں کا ساسکون بکھیر رہا تھا۔ آس پاس لوگوں کی بھیڑ تھی، سیاحوں کی آوازیں، ہنسی مذاق، اور سڑک کنارے فنکاروں کے تماشے۔ سب کچھ ایک خواب کی مانند لگ رہا تھا۔

ایسے میں کوئی کسی کو دیکھ نہ رہا تھا اور شاید اسی لیے وہ دونوں بے فکری سے وہاں چلتے جا رہے تھے، خاموشی سے لیکن اُن کی خاموشی میں ایک گہری ہم آہنگی تھی۔

اچانک مائرہ کی نظر ایک بُت پر پڑی جو دائیں طرف ساکت کھڑا تھا۔ وہ اُس کے قریب گئی تو اندازہ ہوا کہ وہ کوئی لڑکی تھی، پوری طرح چاندی میں رنگی ہوئی جیسے وقت نے اُسے تھام رکھا ہو۔ احد نے آہستہ سے جیب سے چند سکے نکالے اور اُس کی ٹوکری میں ڈال دیے۔ لڑکی نے دھیرے سے جنبش کی، ایک مختصر مگر دلکش سا رقص کیا پھر دوبارہ اپنی جگہ پر جام ہو گئی۔ مائرہ نے مسکرا کر احد کی طرف دیکھا اور وہ خاموشی سے آگے بڑھ گئے۔

راستے میں کئی اور زندہ مجسمے دکھائی دیے۔ کوئی سپاہی، کوئی فرشتہ، کوئی جوکر، اور کوئی گمشدہ

شاعر کی صورت میں۔ وہ رُکے نہیں، مگر ہر منظر اُن کی آنکھوں میں محفوظ ہوتا گیا۔

کچھ فاصلے پر آئس کریم کی ایک دلکش سی شاپ آئی۔ رنگ برنگی کونز، تازہ پھلوں کی خوشبو اور بچوں کی خوشیاں۔ انہوں نے ایک ایک آئس کریم لی۔ مائرہ نے اسٹرابیری پسند کی جبکہ احد نے پستہ چُنا۔

"تم ہمیشہ یہ ہی کیوں لیتے ہو؟"

"شاید اس میں کچھ پُرانی یادوں کا ذائقہ ہے۔ مجھے کسی نے کہا تھا کہ آئس کریم کھانی ہو تو بس وینیلا یا پستہ ہی کھانا۔" اُس نے دھیرے سے جواب دیا۔ مائرہ نے مزید پوچھنا ضروری نہ سمجھا۔

آئس کریم کھاتے کھاتے وہ پلازا کاتالونیا کی طرف بڑھے جہاں ہزاروں کبوتر آسمان کی طرف اُڑان بھرنے کو تیار بیٹھے تھے۔ مائرہ نے اپنی ہتھیلی پر دانے رکھے اور ایک دو کبوتر اُس کے قریب آ گئے۔ احد نے اُس لمحے کی تصویر کھینچی۔ مائرہ، کبوتر اور ایک شام جو ابدی ہونے والی تھی۔

Clubb of Quality Content

احد نے اشارہ کر کے دور کھڑے ایک بچے کو بلایا۔

"فوٹو۔" وہ فون اُس کو تھما کر سمجھانے لگا۔ بچے نے سمجھ کر سر ہلایا اور احد مائرہ کے قریب جا کھڑا ہوا۔ مائرہ کے ہاتھ پر کبوتر بیٹھا تھا مگر بھوری آنکھیں شہد آنکھوں میں کھوئی ہوئی تھیں۔

بچے نے وہ منظر فون میں قید کیا اور فون احد کی جانب بڑھایا مگر احد اپنی ہی دنیا میں کھویا ہوا تھا۔ وہ شہد آنکھیں بھوری آنکھوں میں ڈوب چُکی تھیں۔ بچے نے احد کا ہاتھ پکڑ کر ہلکا سا ہلایا اور احد نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پھر مسکرا کر اُس کا شکریہ ادا کرتے فون تھام لیا۔

کبوتروں کو دانا ڈالنے کے بعد وہ دوبارہ چلنے لگے۔ رمبلہ کے اختتام پر، ایک منظر نے مائرہ کے قدم روک لیے۔

ایک مجسمہ جو اپنے پورے وجود سے امریکہ کی طرف انگلی کیے کھڑا تھا۔

قد آور، متحرک اور معنی خیز۔

"یہ کولمبس ہے... جس نے نئی دنیا دریافت کی۔" احد نے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

کہا۔

مائرہ نے آسمان کی طرف دیکھا پھر اُس مجسمے کی انگلی کی سمت۔

"سب اپنی اپنی منزل ڈھونڈتے ہیں احد۔ مگر بعض راستے بس نظروں سے نہیں، دلوں سے تلاش کیے جاتے ہیں۔"

احد نے کچھ کہنا چاہا پھر چپ ہو گیا۔ خاموشی کبھی کبھی بہت کچھ کہہ جاتی ہے۔

پھر وہ زمینی حصے کے اختتام تک پہنچے جہاں سمندر اُن کا منتظر تھا۔

نیلا، گہرا، بے کران۔

وہ سی سائیڈ پر جا بیٹھے۔ ہوا میں نمکین مہک تھی اور دور ایک کشتی آہستہ آہستہ لہروں کا سینہ چیرتی ہوئی گزر رہی تھی۔

اور یوں، رمبلہ کی سیر، کبوتر کی پرواز، اور سمندر کی خاموشی کے بعد وہ دونوں اُس دن کی آخری منزل پر پہنچ چکے تھے۔ ایک دوسرے کی قربت میں، ایک اجنبی شہر کی بانہوں میں۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

اگلی صبح ناشتہ کرنے کے بعد اُنہوں نے ایک ٹیکسی لی اور پلازا ایسپانیا کی طرف روانہ ہوئے۔ سورج عروج پر تھا اور سارا شہر جاگا ہوا تھا۔ وہ اُس جگہ کے قریب پہنچے تو گاڑی رُکی اور وہ باہر نکلے۔

سامنے ایک حسین قلعہ نما عمارت جیسے وقت کی سینہ بہ سینہ سنبھالی ہوئی داستان ہو۔ صبح کی نرم دھوپ وہاں کی اینٹوں پر خاموشی سے اتر رہی تھی۔ فوارے کی آواز بہت مدھم تھی جیسے نیند میں کوئی دعا زیرِ لب دہرا رہا ہو۔ مائرہ پتھریلی محراب کے سائے میں کھڑی تھی۔

گردن اونچی کیے وہ گنبد کو دیکھ رہی تھی جیسے کوئی بات یاد کر رہی ہو۔

جو صرف گنبدوں کو معلوم ہو اور دل کو۔

احد سیڑھیوں سے نیچے آتا ہوا رکا، اُس نے مائرہ کو نہیں پکارا، نہ آواز دی۔ صرف دیکھا جیسے کوئی طیب منظر دیکھ کر سانس لینا بھول جائے۔

"کبھی لگتا ہے... ہم یہاں پہلے بھی آئے ہیں۔" مائرہ کی آواز دھیمی تھی مگر وہ پتھروں سے

ٹکرا کر جیسے صدیوں پر پھیل گئی۔ احد نے جواب نہیں دیا۔ امل کی بات ابھی تک اُس کے ذہن میں اٹکی تھی۔ مائرہ کے ساتھ کچھ غلط ہونے والا ہے۔

دھوپ نے آہستہ آہستہ ان کے قدموں تک پہنچنا شروع کیا۔

پرانی اینٹیں، پرانا شہر، اور دو لوگ جو نئے تھے۔

مائرہ نے دور سے آتے ایک سیاح کو پکار کر ایک تصویر کھینچنے کا کہا اور اپنا فون اُسے تھما دیا۔ احد اور مائرہ اسپین کے مشہور میوزیم کے سامنے کھڑے تھے اور وہ سیاح اُن کی تصویر بنا رہا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

شام ڈھل چکی تھی لیکن اسپین کی گلیوں میں زندگی ابھی بیدار تھی۔ وہ دونوں رات کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر واک پر نکلے تھے۔ فضا میں ایک عجیب سی نمی تھی جیسے کوئی چھپی ہوئی خبر سانسوں میں چھلک رہی ہو۔

کمرے میں واپسی کے بعد اچانک مائرہ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ دل میں کچھ گُڑبُڑ سی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہوئی اور پیٹ میں عجب سی کیفیت جاگ اُٹھی۔ ایسی بے چینی جو صرف چہرے پر واضح تھی۔ احد نے کچھ کہنا چاہا مگر اُس سے پہلے مائرہ باتھ روم کی طرف دوڑی۔ دروازہ بند ہوا اور چند لمحوں بعد اندر سے قے کی آواز آئی۔ احد وہیں رک گیا۔

دروازہ کھلا تو مائرہ باہر نکلی۔ چہرے پر نقاہت تھی، آنکھوں میں کچھ ڈھکا چھپا سا۔ احد نے آہستہ سے آگے بڑھ کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تم لیٹ جاؤ، مائرہ۔ میں فارمیسی سے دوا لے آتا ہوں۔" احد نے نرمی سے کہا۔

وہ پہلے ہی فون پر گوگل میپ پر نزدیکی فارمیسی کی لوکیشن لگا چکا تھا۔ وہ صرف پانچ منٹ کی واک پر تھا۔ وہ نکلا تو سڑک پر یورپ کی ٹھنڈی ہوا تھی، دکانیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں۔

ادھر مائرہ بیڈ پر نیم دراز ہوئی اور فون آن کیا۔ اسکرین پر امل کا پیغام جگمگا رہا تھا "آپ ٹھیک ہیں؟" یہ پیغام وہ دن بھر وقفے وقفے سے بھیجتی رہی تھی جیسے دل میں کوئی ان کہا احساس بیدار ہو، جسے بیان کرنے کو الفاظ ساتھ نہ دے رہے ہوں۔ وہ صبح اُٹھی تو بھی امل کا

یہی میسج سامنے جگمگا رہا تھا۔ ابھی ناشتہ کر ہی رہی تھی کہ پھر امل کا میسج آیا۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھی ہی تھی کہ امل کا ایک اور میسج بھی آ گیا۔ ٹیکسی منزل پر پہنچی ہی تھی کہ امل نے پھر خیریت دریافت کرنا چاہی۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ اب مائرہ کا خیال کرنے لگی تھی۔ اور یہ بات اتنی دور رہ کر بھی مائرہ کو امل کے مزید قریب کرتی جا رہی تھی۔ وہ واقعی مائرہ سے محبت کرتی تھی۔ اس بات کا بہتر اندازہ شاید مائرہ کو اسپین آ کر ہی ہوا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں امل۔ اور تمہاری بہت یاد آتی ہے۔" مائرہ نے ایک مختصر سا وائس میسج ریکارڈ کیا۔ پھر وہ بیڈ سے اٹھی اور کمرے میں ٹہلنے لگی۔ کمرہ صاف اور پر سکون تھا۔

احد واپس آیا۔ ہاتھ میں ایک سفید کاغذی بیگ تھا۔

"یہ لو۔" اُس نے مائرہ کی طرف بڑھایا۔

مائرہ نے بیگ کھولا۔ پیراسیٹامول... اور ایک اور چھوٹی سی پیکنگ۔ وہ شے جسے کوئی نام دیے بغیر بھی سمجھا جا سکتا تھا۔

ایک خاموش اقرار، ایک ان کہی اطلاع۔ ایک اشارہ، ایک سوال، ایک خاموش اعلان۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس نے پانی لیا، ایک گولی لی، اور پھر باتھ روم میں چلی گئی۔

جب پانچ منٹ بعد واپس آئی تو چہرے پر ایک روشنی تھی، جیسے گلاب کے پھول پر پہلی کرن پڑی ہو۔

نہ وہ ہنسی تھی، نہ آنکھوں میں آنسو تھے۔

وہ احد کے قریب آئی، اور آہستہ سے اُس کے کان میں کہا: "ہیلو، پاپا ٹوبی..."

احد ساکت سارہ گیا۔ دھیرے دھیرے اُس کے چہرے پر بھی وہی مسکراہٹ ابھری اور وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

واپسی پر اُس نے مائرہ کا ہاتھ تھاما، اُسے اپنے قریب کیا اور ماتھے پر ایک بوسہ دیا۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہ رہا تھا مگر الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ ایسے الفاظ ہی نہیں تھے جو اُس کے اندر کی کیفیت کو بیان کر سکتے۔

کمرے کے شیشے سے باہر اسپین کی گلیاں روشن تھیں، لیکن اُن دونوں کے چہروں پر زندگی کی ایک ایسی روشنی تھی جو کسی شہر سے نہیں، کسی دعا سے آئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

امل کی بات، اُس کی فکر، اُس کا سوال۔ سب اُس لمحے کے نور میں کہیں مدھم ہو گئے۔ جیسے دل نے اُسے سنا ہو اور پھر چپ چاپ چھوڑ دیا ہو۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

اگلی صبح روشنی آہستہ آہستہ کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ مائرہ ابھی سو کر اٹھی تھی، مگر نیند اُس کی آنکھوں سے زیادہ دل سے غائب تھی۔ اُس کے چہرے پر ایک الگ سی شفافیت تھی۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی، کبھی خود کو دیکھتی، کبھی مسکراتی، کبھی کچھ سوچتی۔ احد اُس وقت کچن میں تھا، کافی بناتے ہوئے بھی اُس کی نگاہ بار بار مائرہ کی طرف اُٹھ رہی تھی۔

مائرہ نے فون اُٹھایا، فریدہ بیگم کا نمبر اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔ اُس نے لمحے بھر کے لیے تذبذب سے احد کی طرف دیکھا۔

"میں امی کو بتا دوں؟ وہ بہت خوش ہوں گی، اور امل کو بھی۔ کل بھی اُس کا میسج آیا تھا۔" وہ دھیرے سے بولی۔

احد نے نرمی سے مڑ کر دیکھا۔ وہ اُس کے ہاتھ میں فون دیکھ چکا تھا۔ چند لمحوں کے لیے اُس

کی پیشانی پر ہلکی سی سنجیدگی آئی۔اُس نے آگے بڑھ کر مائرہ کے قریب آتے ہوئے فون اُس کے ہاتھ سے لے کر میز پر رکھ دیا۔

"نہیں،ابھی نہیں۔"

"کیوں؟یہ تو خوشی کی بات ہے۔ہماری زندگی بدلنے والی ہے۔تم خود کتنے خوش تھے رات کو۔"مائرہ نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔

"میں خوش ہوں،بہت خوش ہوں۔لیکن مائرہ،اگر ہم نے ماں کو ابھی بتایا،وہ فوراًواپسی کے لیے کہیں گی۔تمہیں پتہ ہے وہ کیسی فکر مند ہو جاتی ہیں۔اور امل..."احد نے ایک گہری سانس لی اور نرمی سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"امل کو بھی پاکستان جا کر سرپرائیز دیں گے۔"اُس نے چند لمحے کے توقف کے بعد کہا۔

مائرہ خاموش ہو گئی۔اُس کی نظریں میز پر رکھے فون پر ٹک گئیں۔کچھ لمحے کے لیے کمرے میں صرف خاموشی رہی،جسے باہر سڑک سے آتی ہلکی گاڑیوں کی آواز توڑ رہی تھی۔

"ماں فوراًواپس بلائیں گی،وہ تمہیں اسپین میں ایسے نہیں رہنے دیں گی۔"احد نے دھیرے

سے کہا۔

مائرہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ احد صرف وقت مانگ رہا ہے، خاموشی نہیں۔ اُسے خود بھی اندازہ تھا کہ ایک نیا مرحلہ شروع ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی کچھ دن، صرف اُن دونوں کا حق تھا اس خبر پر۔

"تم فکر نہ کرو۔ ماں اور امل دونوں کو بتائیں گے۔ لیکن جب ہمیں لگے کہ وقت ٹھیک ہے۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا۔" احد نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور نرمی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن اگر امل نے پوچھا تو میں جھوٹ نہیں بول سکوں گی۔" مائرہ نے آہستہ سے کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

احد نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ بس ایک نظر اُس کے چہرے پر ڈالی اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ شاید وہ سوچ رہا تھا کہ خواب جھوٹے ہوتے ہیں یا صرف وقت سے پہلے سچ کہہ دیتے ہیں۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

بارسلونا کی وہ پرانی گلی، جہاں دن کے شور کے بعد اب صرف قدموں کی چاپ باقی تھی، مائرہ اور احد خاموشی سے چلتے جا رہے تھے۔ چھوٹے پتھریلے راستے، دیواروں پر چڑھے بیلیں، کھڑکیوں سے جھانکتی روشنی۔ ہر منظر جیسے کسی پرانی یاد کا عکس تھا۔

وہ دونوں زیادہ بات نہیں کر رہے تھے، مگر خاموشی بوجھل نہیں تھی۔ اسی دوران اچانک مائرہ کی نظر ایک چھوٹی سی دکان پر پڑی۔ دکان زیادہ نمایاں نہ تھی۔ نہ کوئی چمکتی روشنی، نہ بڑا بورڈ۔ بس ایک چھوٹی سی کھڑکی میں چند پرانے کھلونوں، کچھ کپڑوں اور جوتیوں کا اسٹینڈ رکھا تھا۔

اُس اسٹینڈ پر ایک ننھی سی جوتی رکھی تھی۔ روئی جیسے نرم کپڑے کی، سفید رنگ کی، اوپر ہلکے نیلے دھاگے سے کڑھائی کی گئی۔ اتنی چھوٹی کہ مائرہ کے دل نے بے اختیار دھڑکنا شروع کر دیا۔

"احد۔" اُس نے آہستہ کہا جیسے خود بھی نہیں جانتی تھی کہ کیا کہنا ہے۔

احد رُک گیا۔ اُس نے مائرہ کی نظروں کا تعاقب کیا، پھر اُس کی خاموش مسکراہٹ کو سمجھ

گیا۔

"تم لینا چاہتی ہو؟"اُس نے دھیرے سے پوچھا۔

مائرہ نے کوئی جواب نہیں دیا،بس چند قدم آگے بڑھ کر دکان کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔دکان دار ایک بوڑھی عورت تھی،جو مسکرا کر باہر آئی۔

مائرہ نے جوتی کی طرف اشارہ کیا اور پیسوں کا پوچھا۔بوڑھی عورت نے اُنگلیاں جوڑ کر اُسے قیمت بتائی۔مائرہ کی آنکھوں میں جو چمک تھی وہ صرف وہی عورت محسوس کر سکتی تھی جو زندگی میں پہلی بار کسی اور کے لیے سوچتی ہے۔

احد نے رقم دی اور مائرہ نے وہ جوتی اپنے ہاتھ میں لی جیسے کسی نعمت کو چھو رہی ہو۔اُس کے بعد مائرہ نے جوتی بیگ میں رکھی اور چلنے لگی مگر اُس کے قدموں میں ایک عجیب سا سکون تھا۔یہ وہ پہلی چیز تھی جو اُنہوں نے آنے والے مہمان کے لئے خریدی تھی۔وہ جوتی ایک خاموش خبر تھی،جو صرف اُن دونوں کے دلوں نے سنی تھی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

شام کی چادر دھیرے دھیرے ساحل پر اتر رہی تھی۔ افق پر سورج نارنجی سنہری گلابی رنگوں میں بکھرتا جا رہا تھا، جیسے کسی مصور نے خاموشی سے دل کا دکھ کینوس پر اتار دیا ہو۔

مائرہ خاموش کھڑی تھی۔ ریت پر اس کے نازک قدموں کے نشان لہریں چپ چاپ مٹا رہی تھیں۔ ہوا میں اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور آنکھوں میں وہ چمک جو لفظوں سے آزاد ہو چکی تھی۔

احد نے چند قدم کے فاصلے پر آ کر اسے دیکھا۔ وہ کچھ کہہ سکتا تھا مگر وہ لمحہ ایسا نہ تھا کہ خاموشی توڑی جائے۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔

ریت پر ہاتھ رکھا جیسے وہ زمین سے کچھ محسوس کرنا چاہتا ہو یا شاید وہ جو کہنا چاہتا تھا وہ خود اس لمحے کی نرمی سے کھلوا رہا تھا۔

"یہ سمندر بھی عجیب ہے۔ جتنا باہر دکھتا ہے، اُس سے کہیں زیادہ اندر چھپا ہوتا ہے۔" اُس خاموشی کو مائرہ نے توڑا۔

"تم جانتی ہو مائرہ سمندر ہم انسانوں کی عکاسی کرتا ہے۔ ہم انسان بھی ایسے ہی ہوتے ہیں

جتنا باہر دکھتے ہیں،اُس سے کہیں زیادہ اندر چُھپے ہوتے ہیں۔ مگر سمندر میں اور انسانوں میں ایک فرق ہے۔"احد نے سر جھکا کر نرمی سے کہا۔

"سمندر ہمیں بتاتا ہے کہ میرے قریب نہ آنا،میں تمہیں اپنی طرف کھینچ لوں گا۔ مگر انسان نہیں بتاتے۔انسان خاموشی سے کھینچتے ہیں اور اِس بات کا احساس ہمیں تب ہوتا ہے جب ہم ڈوب چکے ہوتے ہیں۔"تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد احد نے سر اُٹھا کر مائرہ کو دیکھتے کہا۔

"مجھے سمجھ نہیں آئی مگر اچھی بات کی تم نے۔"مائرہ نے ہنس کر کہا اور ٹھنڈی ریت پر چلنے لگی۔

"میں ہمیشہ اچھی بات ہی کرتا ہوں مائرہ بی بی۔"احد نے کھڑے ہوتے کہا اور مائرہ کے ہمراہ چل دیا۔

ڈوبتا سورج اور بہتی لہریں خاموشی سے اُن کو خود سے دور جاتا دیکھتی رہی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ایک ہفتہ بارسلونا گُزارنے کے بعد وہ چھ گھنٹے کے طویل سفر کے بعد کل قرطبہ میں پہنچے تھے۔ مائرہ ڈاکٹر سے چیک اپ کرواچکی تھی اور ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ وہ بالکل صحت مند ہے، کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ مگر ایک فولِک ایسڈ کی گولی اُسے روزانہ کھانی ہوگی۔

آج جیسے ہی مائرہ اور احد مسجدِ قرطبہ کے مرکزی دروازے پر پہنچے، ایک عجب سا سناٹا اُن کے دل میں اُترنے لگا۔ دروازے کی بلند محراب کے نیچے کھڑے وہ کچھ پل خاموش رہے۔ سامنے، صدیوں پرانی تاریخ سانس لیتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ پتھروں میں محفوظ اذانوں کی گونج، جنہیں وقت چھو نہیں سکا۔

مائرہ کی نگاہ آسمان کی طرف اٹھی جیسے اُس نے خود سے سوال کیا ہو۔ "کیا واقعی ہم یہاں ہیں؟ وہی قرطبہ؟ وہی مسجد جہاں کبھی سجدوں کی قطاریں ختم نہ ہوتی تھیں؟"

"یہ صرف مسجد نہیں، یہ ہماری تاریخ کی گواہی ہے۔" احد نے دروازہ پار کرتے ہوئے نرمی سے سرگوشی کی۔

اندر قدم رکھا تو منظر جیسے کسی خواب کی دہلیز ہو۔ لامتناہی ستونوں کی قطاریں، ہر ستون پر

سفید اور سرخ پٹیوں والی محرابیں، جو ایسے جُڑی تھیں جیسے آسمان سے رنگ برنگی آیتیں نیچے اُتر آئی ہوں۔ سنگِ مرمر کی فرش پر جب اُن کے قدم پڑے تو وہ آواز نہ آئی جسے سننے کی توقع ہوتی ہے۔ وہ فرش بھی جیسے وقت کی خاموشی اوڑھے ہوئے تھا۔

مائرہ نے حیرت سے ہر طرف دیکھا۔ "یہ جگہ بولتی ہے احد۔ ہر کونے میں کوئی صدا رکی ہوئی لگتی ہے۔"

احد نے ایک ستون پر ہاتھ رکھا، "یہ وہی ستون ہیں جن کے سائے میں علماء نے علم کی روشنی پھیلائی، جہاں دلوں میں خدا کا خوف اور علم کی روشنی ایک ساتھ سانس لیتے تھے۔"

محرابِ قبلہ کے قریب پہنچ کر دونوں خاموش ہو گئے۔ وہ محراب سونے کی سی پالش، نفیس خطاطی، اور خوبصورت نقش و نگار سے آراستہ تھی۔ "یہ وہی جگہ ہے جہاں کبھی ایک امت صف بہ صف کھڑی ہوتی تھی۔"

مسجد کی چھتوں سے پڑتی ہوئی سنہری روشنی، جیسے آسمان نے نیچے اتر کر اُن کے سروں پر ہاتھ رکھا ہو۔ باہر سے سیاحوں کی آوازیں آتی تھیں، مگر اندر صرف خاموشی تھی۔ ایک ایسی

خاموشی جس میں دل بولتے ہیں، آنکھیں سجدہ کرتی ہیں۔

مائرہ نے آنکھیں بند کر کے لمحہ محسوس کیا، جیسے وقت تھم گیا ہو، جیسے صدیوں کی دعا اس لمحے میں لپٹی ہوئی ہو اور مسجدِ قرطبہ وہ خاموش، شاندار، نور سے سجی مسجد۔ اپنے اندر آنے والوں کو یوں لپیٹتی ہے جیسے ماں اپنے بیٹے کو برسوں بعد سینے سے لگاتی ہے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

وہ پچھلے تین دن سے قرطبہ میں تھے اور اپنی نئی منزل طے کر چکے تھے۔ کل وہ سیویلا کے لئے نکل رہے تھے۔ مائرہ اس وقت بیڈ پر بیٹھی تھی جبکہ احد رات کے کھانے کے لئے کچھ لینے گیا تھا۔ آج پورے دن سے مائرہ بے چین تھی جس وجہ سے وہ پورا دن ہوٹل میں ہی رہے تھے۔

فریدہ بیگم سے اُس کی دن میں بات ہوئی تھی۔ اور امل کو وہ دن سے کال کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اُس کا نمبر بند جا رہا تھا۔ امل کی آخری بار بات صبح احد کے ساتھ ہوئی تھی۔ اور اُس کے بعد سے اُس کا نمبر بند ہی جا رہا تھا۔ جب سے وہ اسپین پہنچی تھی، امل دن میں اُس کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ہزار میسج کرتی تھی مگر آج پورے دن سے

اُس کا کوئی میسج نہیں آیا تھا۔

ہلکی سی چرمراہٹ سے دروازہ کُھلا اور احد اندر داخل ہوا۔

"امل سے رابطہ ہوا؟" اُس نے مائرہ کو دیکھتے ہی فکرمندی سے پوچھا۔

"نہیں، اُس کا نمبر بند جا رہا ہے۔" مائرہ نے اُسے بتایا۔ احد اُس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

"تم پریشان نہ ہو۔ وہ اپنی دوست کی برتھ ڈے پارٹی پر گئی تھی، شاید ابھی تک واپس نہ آئی ہو۔" احد نے اُسے تسلی دی۔ مائرہ یونہی پورے دن سے پریشان ٹہل رہی تھی۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا کہ امل یوں بتائے بغیر اتنے گھنٹوں کے لئے غائب ہو جائے۔ احد نے اُسے بتایا تھا کہ وہ آج اپنی دوستوں کے ساتھ فارم ہاؤس گئی ہے، پھر بھی مائرہ کو تسلی نہیں ہوئی تھی۔

"پاکستان میں اِس وقت رات کے ایک بج رہے ہیں۔ وہ کبھی اتنی رات تک باہر نہیں رہی۔ نا جانے میرا دل اتنا بے چین کیوں ہے۔" مائرہ نے فکرمندی سے کہا اور دوبارہ امل کے نمبر پر کال کرنے لگی مگر بے سود۔

"تمہاری تو صبح بات ہوئی تھی اُس سے۔ کیا کہہ رہی تھی؟"مائرہ نے دوبارہ فکر مندی سے پوچھا۔

"وہ اپنی دوست کی برتھ ڈے پارٹی پر جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی۔ شاید فون لے کر جانا بھول گئی ہو۔"احد نے مائرہ کو تسلی دیتے کہا۔ ذہن کہیں اور بھی اُلجھا تھا، مگر وہ مائرہ کو نہیں بتا سکتا تھا۔

چند منٹ کے وقفے کے بعد اُس نے واٹس ایپ بند کر کے فیس بک اوپن کی اور پہلی خبر دیکھتے ہی اُسے لگا کہ وہ سانس نہیں لے سکے گی۔ فون اُس کے ہاتھ سے گر گیا، اُس نے فون تھامنا چاہا مگر اُسے لگا کہ اُس کا جسم ایک لمحے کے لئے مفلوج ہو گیا ہو۔ اُسے لگ رہا تھا تھا کہ یہ سب بس ایک بُرا خواب ہے جو جلد ختم ہو جائے گا۔ مگر اُس کی آنکھوں سے بہتے آنسو اور بند زبان اُسے بتا رہے تھے کہ یہ خواب نہیں ہے۔ مائرہ کی آنکھوں کے سامنے سب کچھ دھندلا گیا۔ اس کی انگلیاں سن ہو گئیں۔ اس کی ٹانگوں میں جان نہ رہی، وہ آہستہ سے زمین پر بیٹھ گئی جیسے صدیوں کا تھکا ہوا کوئی شخص ہو جو اب کبھی نہ اٹھ سکے۔

مائرہ کے اندر جیسے خاموشی چیخنے لگی۔ نہ دماغ کام کر رہا تھا، نہ زبان۔ صرف خالی پن۔ ایسا خلا

جو پوری زندگی کو اپنے اندر نگل چکا تھا۔

ایک پل... صرف ایک پل لگا، اور ساری کائنات ایک ناقابلِ برداشت چیخ میں بدل گئی۔

احد نے فون تھاما اور اُس خبر کو دیکھا، وہاں ایک سطر لکھی تھی۔ چھوٹی، سیدھی، سرد۔ اور احد کے دل پر جیسے برفباری نہیں، پتھروں کی بارش ہونے لگی۔

ایک لمحے کو اسے لگا شاید وہ غلط پڑھ رہا ہے۔ اس نے آنکھیں رگڑیں، دوبارہ دیکھا۔ نہیں وہ ٹھیک پڑھ رہا تھا۔ ایک ناقابلِ یقین سچ۔

"یہ جھوٹ ہے۔" لفظ ہونٹوں سے نکلا مگر آواز کہیں نہیں پہنچی۔

اس نے فون میز پر رکھا، پھر اٹھایا، پھر رکھ دیا۔ وہ سانس لینا جیسے بھول چکا تھا۔ آنکھوں کے کنارے سوجھنے لگے تھے، مگر آنسو نہیں آئے۔ کیونکہ مردوں کو رونا کم آتا ہے اور سہنا زیادہ۔

اس کے ذہن میں وہ چہرہ اُبھرا۔ وہ مسکراہٹ، وہ بے فکری، وہ معصوم آواز۔

"مائرہ۔" اُس نے فوراً مائرہ کو پکارا۔ وہ یونہی آنکھیں پھاڑ کر احد کو دیکھ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسے لگا جیسے وہ ابھی چیخ اٹھے گی، لیکن وہ صرف بیٹھی رہی۔ دھیرے سے، ٹوٹے ہوئے، جیسے زمین نے اسے تھام لیا ہو۔ یا شاید زمین بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی ہو۔

احد نے فون تھاما اور مزید سرچ کرنے لگا۔ ایک، دو، تین... ہر پوسٹ میں یہی لکھا تھا۔ وہی ایک سطر۔ چھوٹی، سیدھی، سرد۔ چار گھنٹے پُرانی اُن پوسٹس کو وہ اب دیکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے چار گھنٹے لاشعوری میں گزارے تھے۔

احد نے فون کو بیڈ پر پھینکا اور مائرہ کو گلے لگایا۔ مائرہ خاموش تھی، بالکل خاموش۔ احد کے آنسو نہیں بہہ رہے تھے، کیونکہ اُس کو یہ سب ایک جھوٹ لگ رہا تھا۔ دماغ قبول کر چکا تھا مگر دل قبول کرنے سے انکاری تھا۔ اُس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، جن کو مائرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ احد نے اُس کی بھیگی آنکھوں کو چھوا اور محسوس کیا کہ وہ بند تھیں۔ اُس نے فوراً اُس کے چہرے کو سامنے کیا، احد کے خود کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اُس نے مائرہ اُٹھانا چاہا مگر بے سود۔

وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ نہ ایک چیخ، نہ ایک ہچکی۔ صرف خاموشی۔ وہ خاموشی جو کسی دل کے ٹوٹنے کے بعد آتی ہے۔

احد نے آرام سے اُسے لِٹایا اور ایمبولینس کے نمبر پر کال کرنے لگا۔ امل کے سنائے گئے خواب نے ایک بار پھر اُسے جھنجوڑا تھا۔ وہ امل کا خواب سچ ہونے سے ڈر رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں یوں لال ہو چکی تھی جیسے باہر آنے کو ہوں۔

بیڈ پر گِرے فون پر اوپن پوسٹ کی سطر اب بھی یونہی چمک رہی تھی۔

"شہر کے سب سے کامیاب صنعتی شخصیت سلطان بیگ کی بیٹی امل سلطان نے اپنے ہی زیرِ تعمیر پلازہ سے کُود کر خودکُشی کر لی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب9: رشتوں کا کفارہ

غیروں سے کہا تم نے، غیروں سے سُنا تم نے

کچھ ہم سے کہا ہوتا، کچھ ہم سے سُنا ہوتا...

فجر کا وقت قریب تھا۔ چاند اپنی چمک سے ہر طرف ہلکی سی روشنی پھیلا رہا تھا اور آسمان تاروں سے بھرا تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی اور ساری دُنیا سو رہی تھی۔

اُس کی آنکھ کُھلی تو اُس نے تکیے کے نیچے سے فون نکال کر وقت دیکھا۔ ابھی فجر میں وقت تھا۔ وہ جلدی سے اُٹھا اور وضو کرنے کے لئے باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔ منہ پر پانی کی چھینٹیں مارتے اُس نے شیشے میں سے اپنا عکس دیکھا، آنکھ کر قریب زخم ابھی تک واضح تھا۔ وہ اُسے نظر انداز کرتا وضو کر کے باہر آیا۔

وہ خاموشی سے کوئی چاپ کئے بغیر لاؤنج میں پہنچا اور ٹیبل سے جائے نماز اُٹھا کر اپنے

کمرے میں واپس آ گیا۔ اُس نے دو، دو کر کے تہجد میں چھ نوافل ادا کیے اور وہیں بیٹھے دعا مانگنے لگا۔ آج اُس نے صرف اپنے ابا کے لیے دعا مانگی تھی۔ کہ اللہ اُن کے دل کو نرم کر دے۔

دعا مانگنے کے بعد وہ اُٹھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اُس کے بعد وہ خاموشی سے کھڑکی کے قریب کھڑا ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

اُس کی سوچوں کا تسلسل اذان کی آواز سے ٹوٹا تھا۔ اُس نے دو سُنتیں ادا کی اور کمرے سے نکل کر مین گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ وہ روز ابا کے ساتھ فجر کی نماز ادا کرنے جاتا تھا مگر آج اُس نے اُنہیں نہیں اُٹھایا۔ مسجد اُن کے گھر سے پانچ منٹ کی دوری پر تھی۔ مسجد پہنچ کر اُس نے ٹوکری سے ٹوپی اُٹھا کر پہنی اور جماعت میں کھڑا ہو گیا۔

نماز ادا کرنے کے بعد جب وہ گھر پہنچا تو بھی پورے گھر میں سکوت چھایا تھا۔ اُس نے ابا کے دروازے پر دستک دی۔

"ہاشم میں اُٹھ گئی ہوں بس وضو کر کے آتی ہوں۔" کمرے سے صدف کی آواز سُنائی دی اور

ہاشم آگے بڑھ گیا۔

اُس نے نور کے دروازے پر دستک دی مگر اُس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ وہ لگاتار دو منٹ دروازے پر دستک دیتا رہا مگر بے سود۔

وہ نور کو وہیں چھوڑ کر خدیجہ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا اور اُسے نماز کے لئے اُٹھایا۔

خدیجہ کو نماز کے لئے اُٹھانا مشکل ہوتا تھا پر اگر اُسے اُٹھانے ہاشم جاتا تو وہ فوراً اُٹھ جاتی۔

بس ایک اِس معاملے میں وہ ہاشم سے ڈرتی تھی، جانتی تھی کہ اُس کے اُٹھنے تک ہاشم بھی وہاں سے نہیں ہلے گا۔

خدیجہ کو اُٹھانے کے بعد وہ دوبارہ نور کے کمرے کے دورازے پر دستک دینے لگا مگر اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس نے اپنے فون سے نور کو کافی کالز کی۔ فون بالکل اُس کے کان کے پاس تھرتھراتا رہا مگر وہ نہیں اُٹھی۔

ہاشم نے بائیں جانب دیوار میں نسب کھڑکی سے ہاتھ اندر کر چکے پردہ ہٹانا چاہا اور جیسے ہی پردہ ہٹا تو اندر کا منظر دیکھ کر ہاشم پلک تک جھپکنا بھول گیا۔

نور بیڈ پر لیٹی تھی اور ایک ہاتھ بیڈ سے نیچے لٹک رہا تھا۔ بے حس و حرکت۔ ہاشم کی نظر زمین پر پڑی وہاں ایک شیشے کی ڈبی گری پڑی تھی۔ وہ اُسے پہنچانتا تھا۔ یہ وہی ڈبی تھی جو وہ ابا کے لئے فارمیسی سے خرید کر لاتا تھا۔ وہ کیسے بھول سکتا تھا؟

اُس کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی اور سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔

"ابا، امی۔ جلدی آئیں۔" اُس نے اونچی آواز لگائی اور دروازے کی جانب بڑھا۔ اُن کے آنے تک وہ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو چکا تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی اُس نے نور کو اُٹھانا چاہا۔ اُس نے نور کی گال کو تھپکا مگر اُس نے کوئی حرکت نہیں کی۔ ہاشم نے اُس کی نبض چیک کی اور آنکھیں بند کر لی۔

وہ زندہ تھی، اُس کی نبض چل رہی تھی۔ ہاشم نے پھر سے صدف کو آواز لگائی۔ وہ دوڑتی کمرے میں داخل ہوئیں۔

"نور۔ کیا ہوا؟" وہ نور کو دیکھتے ہی چیخی تھیں۔ فوراً اُس کے قریب پہنچی اور اُسے اُٹھانے کی ہر ممکن کوشش کرنے لگیں۔ عمار صاحب اور خدیجہ بھی کمرے میں پہنچ چکے تھے۔

ہاشم نے اپنی جگہ صدف کو بٹھایا اور فوراً باہر نکل کر لاؤنج سے گاڑی کی چابی لی اور واپس کمرے میں آیا۔ نور کو اُٹھانے سے قبل اُس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑے اُس صفحے پر پڑی جو قلم کے نیچے پڑا تھا۔

ہاشم نے اُس صفحے کو اُٹھایا اور اُس پر لکھی سطر کو پڑھا۔ "آپ کی عزت میری زندگی سے زیادہ اہم تھی ابا۔" اُسے لگا جیسے اُس کے دل میں کسی نے خنجر گھونپ دیا ہو۔ اُس نے وہ صفحہ عمار صاحب کی طرف اُچھالا اور ایک غضب ناک نظر اُن پر ڈالتا نور کو اُٹھانے لگا۔ وہ فوراً اپنے کمرے کی جانب بڑھے تاکہ کپڑے بدل کر آسکیں۔ ہاشم صدف کی مدد سے نور کو پورچ تک لایا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر اُسے پچھلی سیٹ پر لٹایا۔ صدف بھی اُسی کے ساتھ بیٹھ گئیں اور اُس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔

ہاشم نے فوراً گیٹ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھا۔ اُس نے گاڑی کو ریورس کر کے گھر سے نکالا۔ گیٹ بند کرنے کا وقت فی الحال اُس کے پاس نہیں تھا۔

عمار صاحب جب کپڑے بدل کر پورچ میں پہنچے تو ہاشم اور صدف نور کو لے کر جا چکے تھے۔

وہ آگے بڑھے اور گیٹ بند کیا،واپس مُڑے تو خدیجہ سامنے کھڑی اُن کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"ابا نور آپی ٹھیک ہو جائیں گی نا؟"اُس نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔آنسو اُس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔عمار صاحب اُس کے قریب آئے اور اُسے گلے سے لگایا۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گی،ان شاء اللہ۔"اُنہوں نے خدیجہ سے زیادہ خود کو تسلی دی اور لاؤنج کی جانب بڑھ آئے۔اُن کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں بس وہ رو نہیں رہے تھے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

ہسپتال کے سامنے گاڑی روک کر وہ فوراً گاڑی سے نکلا اور دور کھڑے پیرامیڈکس کو بُلایا۔وہ فوراً سٹریچر دھکیلتے گاڑی کے قریب پہنچے۔نور کو گاڑی سے نکال کر اُس پر لٹایا اور اندر کی جانب لے کر جانے لگے۔ہاشم اور صدف بھی اُن کے ہمراہ چل رہے تھے۔صدف رو رہی تھیں اور اُن کے لبوں سے بس ایک دعا ہی نکل رہی تھی۔

پیرامیڈکس نے اُن کو دروازے کے باہر ہی روک دیا اور اسٹریچر دھکیلتے آئی سی یو میں لے گئے۔کچھ منٹس میں ڈاکٹر بھاگتا آئی سی یو کی جانب بڑھا۔یہ اُس کی ڈیوٹی کا وقت نہیں تھا

مگر اُسے ایمرجنسی صورتِ حال میں بُلایا گیا تھا۔

ہاشم نے صدف کو راہداری میں لگی کرسی پر بٹھایا اور اُن کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اُنہوں نے ہاشم کا ہاتھ زور سے تھام رکھا تھا۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گی نا؟" اُنہوں نے ہاشم کی جانب دیکھتے اُمید سے پوچھا۔

"ان شاء اللہ۔" ہاشم نے اپنا دوسرا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر رکھتے یقین دہانی کروائی۔

اُس کا فون بجا۔ اُس نے جیب سے فون نکالا اور دیکھا۔ عمار صاحب بار بار فون کر رہے تھے۔ ہاشم نے فون سائلنٹ کر کے دوبارہ جیب میں رکھ دیا۔ کم از کم اِس وقت وہ ابا سے بات نہیں کر سکتا تھا۔

"مجھے دو فون۔" صدف نے ہاشم سے فون مانگتے ہاتھ آگے بڑھایا۔ وہ جلدی میں اپنا فون گھر ہی بھول آئی تھیں۔

فون ہاتھ میں تھامتے ہی دوبارہ سے فون بجنے لگا۔ اُنہوں نے کال ریسیو کر کے فون کان سے لگایا اور عمار صاحب کو تفصیل بتانے لگیں۔ اُس کے بعد اُنہوں نے ہسپتال کا نام بتایا اور

فون بند کر دیا۔

تیس منٹ بعد ڈاکٹر آئی سی یو سے نکلتا دکھائی دیا تو ہاشم اور صدف دونوں اُس کی جانب بڑھے۔

"ہم نے معدہ واش کر دیا ہے مگر زیادہ مقدار میں لی گئی گولیوں نے جگر کو متاثر کیا ہے اور ہرٹ بیٹ بھی بہت سلو ہے۔ اُن کو گولیاں نگلے دو گھنٹے سے زیادہ ہو چکا تھا اور زہر دل کے بالکل قریب تھا۔ اگر ۱۰ منٹ بھی اور لیٹ ہو جاتی تو شاید بچانا مشکل ہو جاتا۔" وہ ایک لمحے کو رُکا اور دوبارہ اپنی بات جاری رکھی۔ "مگر ابھی بھی کنڈیشن بہت کریٹیکل ہے۔ ہوش میں آنے میں چھ سے آٹھ گھنٹے لگ سکتے ہیں، تب تک مریض کو آپ کی دُعاؤں کی ضرورت ہے۔" اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

"تم نے کیوں کیا ایسا نور؟ تم جانتی تھی کہ میں تمہارے لئے ابا کے خلاف جانے کو تیار ہوں تو تم نے کیوں کیا ایسا؟" ہاشم دیوار سے ٹیک لگائے ہم کلامی کر رہا تھا جب اُسے دور راہداری سے عمار صاحب آتے دکھائی دیے۔ اُن کے ہمراہ خدیجہ بھی تھی۔ وہ اُسے یوں گھر میں تنہا

نہیں چھوڑ سکتے تھے۔

"کیسی ہے نور؟" وہ آگے بڑھے اور بے چینی سے پوچھا۔ اِس سے پہلے کہ صدف جواب دیتی، ہاشم نے اُنہیں روک دیا۔

"یہی چاہتے تھے نا آپ، کہ وہ مر بجائے؟ تو سمجھیں کہ آپ کی خواہش پوری ہو گئی۔" ہاشم کے جملے نے اُن کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔ "اگر وہ بچ بھی گئی تو آپ کی نظروں میں مری رہے گی۔ آپ کی اِس خواہش کو پورا میں کروں گا۔" اُس نے اپنے الفاظ چُبا کر ادا کئے۔

"ہاشم ہسپتال میں تماشا نہ کرو۔" صدف نے دبا دبا سا کہا۔

"امی میری بہن مر رہی ہے اور آپ کہہ رہی ہیں کہ تماشا نہ کروں؟ آپ کے شوہر کی خواہش پوری ہو رہی ہے۔ آپ بھی اُٹھ کر مبارک دیں۔" ہاشم نے صدف کو مخاطب کر کے کہا۔

اِس وقت ہسپتال میں رش نہیں تھا مگر پاس سے گزرتی نرسز نے ایک بار مُڑ کر لازمی دیکھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔

"ہاشم، میں نے وہ سب غصے میں کہا تھا۔ تمہیں واقعی لگتا ہے کہ میں اُس کے مرنے پر خوش ہو سکتا ہوں؟" عمار صاحب نے دھیما سا کہا، کل والا اُن کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔

"آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں ابا۔ آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔" ہاشم نے اُداسی سے اُن کی آنکھوں میں جھانکتے کہا۔ وہاں صرف اُداسی نظر آ رہی تھی۔

"وہ میری بیٹی ہے ہاشم۔ میں اُس کا باپ ہوں۔" اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھی جنہیں وہ بہنے سے روکے ہوئے تھے۔

"اُس نے بیٹی ہونے کا حق ادا کیا۔ آپ باپ ہونے کا حق ادا کرنا بھول گئے۔" ہاشم کے لہجے میں افسردگی تھی۔

"تم دعا کرو کہ وہ جلدی سے ٹھیک ہو جائے۔" اُنہوں نے سر جھکا کر پیشمانی سے کہا۔

"تاکہ آپ اُسے ہر روز مار سکیں؟ ہر روز اپنا بھرم اُس کے سامنے رکھ دیں؟ ہر روز اُسے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اذیت دیں؟" آج وہ سارے سوالات اُن سے کر رہا تھا جن کا جواب عمار صاحب کو دینا تھا۔

"ہاشم تم دعا کرو کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ میں ویسا ہی کروں گا جیسا وہ کہے گی، جیسا تم کہو گے۔"

اُنہوں نے صدف کی ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے نظریں جُھکا کر کہا۔

"انسان کی فطرت نہیں بدلتی ابا۔ آپ کی بھی نہیں بدلے گی۔" ہاشم کے غصے نے اب رنج کی شکل اختیار کر لی تھی۔

"ابا اگر نور کو کچھ ہوا تو سمجھیے گا کہ آپ کا بیٹا بھی مر گیا۔ بالکل ویسے ہی جیسے نور مر گئی۔ جیسے..." وہ لمحے بھر کو رُکا۔ "جیسے مسرت مر گئی۔" ہاشم کی اِس بات پر عمار صاحب نے جھٹکا کھا کر سر اُٹھایا اور ہاشم کو دیکھا۔ صدف نے بھی حیرانی سے اُسے دیکھا۔

"مسرت؟" اُنہوں نے کھڑے ہوتے ہاشم کی آنکھوں میں جھانکتے پوچھا جیسے اُس کی آنکھوں سے کچھ ڈھونڈنا چاہ رہے ہوں۔ اُنہوں نے بہت عرصے بعد یہ نام سُنا تھا مگر ہاشم کے منہ سے یہ نام سُن کر اُنہیں حیرانی بھی ہوئی تھی۔

"ہاں، مسرت۔ آپ کی بہن۔ جس کو پسند کی شادی کی سزا آپ نے دی تھی۔ جس سے ہر رشتہ

آپ نے ختم کر دیا تھا اور جو آپ کی نظر میں مر گئی تھی۔ "اُس نے بھی عمار صاحب کی آنکھوں میں دیکھتے جواب دیا۔ شاید وہ اُن کی آنکھوں میں کوئی ملال دیکھ سکے۔

"وہ مسرت بھی واقعی مر گئی ابا۔ "اُس نے پھر سے بتایا۔ اُس کی اپنی آواز بھی بھاری ہو چکی تھی۔

"وہ آپ کی بہن تھی، یہ میری بہن ہے۔ آپ نے جو اپنی بہن کے ساتھ کیا وہ میں جانتا ہوں اور جو میں اپنی بہن کے ساتھ کروں گا وہ آپ بھی جان جائیں گے۔ "وہ اُن پر حقیقت کے پہاڑ توڑ رہا تھا۔

اِس وقت یہ اہم نہیں تھا کہ ہاشم کو کیسے پتہ چلا۔

اِس وقت یہ اہم تھا کہ مسرت مر گئی۔ اُن کی بہن مر گئی۔ جس کو وہ اپنی نظروں میں مار چکے تھے، وہ واقعی مر گئی۔

"آپ کو پتہ ہے جب میں اُن کی بیٹی سے ملا تو اُس کے منہ سے آپ کے لئے بُرے الفاظ سُن کر مجھے بہت بُرا لگا تھا۔ مجھے لگا تھا کہ میرے ابا ایسا نہیں کر سکتے۔ مگر اب مجھے یقین ہو

چکا ہے کہ میرے ابا ایسا کر سکتے ہیں، وہ دوبارہ ایسا کر رہے ہیں۔" وہ وقفے سے الفاظ ادا کر رہا تھا۔ "میرے ابا" پر اُس نے اپنے سینے کو چُھوا تھا۔

"ابا میں اپنی بہن کے ساتھ ویسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں نور کو اُس کے قریبی رشتے نہیں کھونے دوں گا۔" اُس کا سانس پھول چکا تھا۔

"وہ اپنے قریبی رشتے نہیں کھوئے گی، ہاشم۔" عمار صاحب نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے تسلی دی مگر ہاشم فوراً دو قدم پیچھے ہٹا۔

"اگر نور کو کچھ ہوا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا، ابا۔" اُس نے اُن کی آنکھوں میں جھانکتے کہا۔ اُس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ باہر نکلنے والی ہیں۔ چند لمحے کے سکوت کے بعد اُس نے عمار صاحب کو کچھ کہتے سُنا مگر اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اُن کو نظر انداز کرتا یونہی دیوار سے ٹیک لگائے سر جُھکا کر کھڑا رہا۔

کچھ لمحے گُزرنے کے بعد نرس آئی سی یو سے نکلتی دکھائی دی اور جب وہ واپس آئی تو ڈاکٹر اُس کے ہمراہ چل رہا تھا۔ اُس کی چال میں تیزی تھی۔ وہ دروازے کے قریب رُکا اور ہاشم کو

مُڑ کر دیکھا۔

"مریض کی کنڈیشن ابھی بھی کریٹیکل ہے اِس لئے ہمیں دوبارہ معدہ واش کرنے کا فیصلہ لینا پڑا۔ جو گولیاں اُنہوں نے لی تھی وہ زیادہ گھنٹے گُزرنے کے باعث زہر بن کر پورے جسم میں سرایت کر گئی ہیں۔" اُن کو صورتِ حال سے آگاہ کر کے وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

خدیجہ ماں کے ساتھ جُڑ کر بیٹھی تھی۔ ہاشم اور عمار صاحب نے خاموش نظروں کا تبادلہ کیا۔

نہ وہ کچھ بولے، نہ ہاشم کچھ بولا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

چار گھنٹے بعد نور کو نارمل وارڈ میں شِفٹ کر دیا گیا تھا۔ اُس کا معدہ دوبارہ واش ہونے کے بعد بالکل صاف ہو چکا تھا مگر ابھی وہ ہوش میں نہیں آئی تھی۔

ہسپتال میں اتنے لوگوں کا رکنا ممنوع تھا اِس لئے ہاشم تھوڑی دیر پہلے خدیجہ کو اُس کی دوست کے گھر چھوڑ آیا تھا اور فی الحال وہ تینوں کمرے میں نور کے پاس موجود تھے۔

صدف کے منع کرنے کے بعد ہاشم نے ابا سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ پچھلے چار گھنٹے سے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

خاموش تھا۔

عمار صاحب اور صدف نور کے بیڈ کی بائیں جانب پڑی کُرسیوں پر بیٹھے تھے جبکہ ہاشم اُس کی دائیں جانب کھڑا تھا۔ اُس نے ایک بار بھی سر اُٹھا کر ابا کو نہیں دیکھا تھا۔

نور کی انگلی میں تھوڑی سے حرکت ہوئی جو ہاشم نے دیکھی۔ وہ فوراً اُس کے قریب آیا۔

"نور تم ٹھیک ہو؟" اُس نے نور پر جُھکتے پوچھا۔ صدف اور عمار صاحب بھی اُسی آن اُٹھ کر نور کے قریب آئے۔

نور نے دھیرے سے آنکھیں کھولی، پھر بند کر لیں۔ اُس کا سر گُھوم رہا تھا۔ اُس نے دوبارہ آنکھیں کھولی تو سر پر کھڑے ہاشم کو دیکھا۔ ہاشم کو دیکھ کر اُس نے ہلکا سا مسکرانے کی کوشش کی پھر اُس نے اپنی بائیں جانب آنکھیں گُھمائیں۔ صدف اور عمار صاحب بھی اُسے ہی دیکھ رہے تھے۔ اُس نے کچھ کہنا چاہا مگر عمار صاحب کو دیکھ کر خاموش ہو گئی اور آنکھیں موند لیں۔

"نور تم ٹھیک ہو؟ جواب دو۔" ہاشم نے اُسے پھر سے پکارا۔ نور نے اُسے دیکھ کر ہلکا سا سر کو

خم دیا اور ہاشم کو تسلی ہوئی کہ اب وہ واقعی ٹھیک ہے۔

"میں گھر جا رہا ہوں۔ راستے سے خدیجہ کو پِک کر لوں گا۔" عمار صاحب نے دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔ وہ محسوس کر چکے تھے کہ نور اُن کی موجودگی میں کچھ نہیں بولے گی۔

"آپ اور امی یہیں رہیں، میں جا رہا ہوں اور خدیجہ کو بھی پِک کر لوں گا۔" ہاشم کی بات سُن کر وہ وہیں سے مُڑ آئے اور ہاشم نے ایک نظر نور کو دیکھا پھر خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔

"نور تم نے ایسا کیوں کیا؟ تم نے میرا نہیں سوچا۔" صدف نے اُس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے کہا۔

"نور تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔ پھر ہم وہی کریں گے جو تم کہو گی۔" عمار صاحب نے اُس کے قریب پہنچ کر ہلکا سا مسکرانا چاہا۔

وہ ابھی باتیں کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوتا دِکھائی دیا۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" اُس نے نور کو دیکھتے سوال کیا۔

Clubb of Quality Content

"بہتر ہوں۔"نور نے جواب دیا۔

"آج کی رات آپ کو یہیں گُزارنی ہو گی۔ کل تک ان شاء اللہ آپ کو ڈِسچارج کر دیا جائے گا۔" ڈاکٹر نے اُس کی فائلز کو دیکھتے ہوئے بتایا۔

"اب آپ بتائیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟"چند لمحے کے توقف کے بعد پوچھا۔ جواب میں وہ تینوں خاموش رہے۔

"آپ کو نہیں پتہ کہ یہ دُنیاوی اور اِسلام دونوں لحاظ سے غلط ہے؟ اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو آپ کے گھر والے دُنیا کو کیا بتاتے اور آپ اللہ کا سامنا کیسے کرتی؟ کیا اِسی لئے اُس نے آپ کو یہ زندگی دی ہے کہ آپ اِسے یوں ختم کر دیں؟ زندگی تو ہے ہی آزمائشوں کا نام، پر مجھے نہیں لگتا کہ کوئی ایسی آزمائش اتنی بڑی ہو سکتی ہے کہ انسان اپنی جان لینے کی کوشش کرے۔ اللہ انسان کو صرف اُتنی آزمائش میں ہی ڈالتا ہے جتنی وہ برداشت کر سکے اور آپ کے پیرنٹس اور بھائی کا آپ کے لئے پیار اور فکر دیکھ کر مجھے نہیں لگتا کہ آپ کو کوئی ایسی پریشانی ہو سکتی ہے۔"اُس نے نور کو دیکھتے اپنی بات مکمل کی۔ عمار صاحب نے سر جُھکا لیا

اور نور بھی شرمندگی سے کچھ بول نہ سکی۔ڈاکٹر اُن کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہاں سے نکل گیا۔

"امی،ابا۔مجھے معاف کر دیں۔"نور نے اُن دونوں کا ہاتھ تھام لیا۔

"تمہاری غلطی نہیں ہے۔میں نے ہی تمہارے لئے کوئی اور راستہ نہیں چھوڑا تھا۔"

"ابا میں پھر کبھی ایسا نہیں کروں گی۔"

"ہاشم مجھ سے ناراض ہے ابا،وہ ناراض ہو کر یہاں سے گیا ہے۔"نور نے ہاشم کی کمی محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"وہ تم سے ناراض نہیں ہے،وہ مجھ سے ناراض ہے۔وہ میرا بیٹا ہے،میں اُسے منالوں گا۔تم پریشان نہ ہو۔"عمار صاحب نے نرمی سے نور کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"ابا وہ ناراض ہے،میں جانتی ہوں۔اُس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہی ہو گا جو میں چاہوں گی مگر میں نے اُس کا یقین نہیں کیا۔"اُس کی آنکھوں میں آنسو آچکے تھے جو ابھی بہے نہیں تھے۔

"تو کیا نہیں ہونا چاہیے ناراض؟ نور تم نے ایک بار بھی نہیں سوچا کہ تمہیں کچھ ہو جاتا تو ہم کہاں جاتے؟ ہمیں ساری زندگی ایک دوسرے سے آنکھیں چُرا کر جینا پڑتا۔" عمار صاحب کے بولنے سے پہلے ہی صدف نے جواب دیا تھا۔

"امی مجھے معاف کر دیں۔"

صدف کے کچھ بولنے سے قبل ہی عمار صاحب نے اُن کو کندھوں سے تھام کر کرسی پر بِٹھایا۔

"تم آرام کرو اور نور کو بھی آرام کرنے دو۔ باقی باتیں ہم گھر جا کر کریں گے۔" عمار صاحب نے صدف سے کہا اور واپس نور کی طرف مُڑے۔

"تم آرام کرو بیٹا۔"

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

احد کے گھر پر نا جانے کب سورج طلوع ہو کر غروب بھی ہو گیا کسی کو خبر ہی نہیں ہوئی۔ صبح پرندوں کے گھونسلوں سے نکلنے سے لے کر واپس گھونسلوں میں جانے تک پورے

گھر میں خاموشی چھائی رہی تھی۔مائرہ صبح سے اپنے کمرے سے نہیں نکلی تھی اور احد بھی کمرے میں موجود تھا۔

فریدہ بیگم کئی بار کمرے میں آئیں،مائرہ سے کھانے کا پوچھا مگر اُس کا ایک ہی جواب رہا کہ اُسے بھوک نہیں ہے۔فریدہ بیگم نے زبردستی اُسے چائے کے ساتھ چند بسکٹ کھلائے تھے۔احد آج ٹھیک چل رہا تھا مگر مائرہ کو لگ رہا تھا کہ اُس کی ٹانگوں میں جان نہیں رہی۔

وہ کیسے بھول سکتی تھی وہ مُسکراہٹ،وہ چہرہ اور وہ آواز۔جو پچھلے تین سال سے وہ اپنے خوابوں میں سُن رہی تھی۔اُس نے صرف ایک نہیں،اپنی دو قریبی زندگیوں کو کھویا تھا۔مگر کیوں؟اُس ایک شخص کی وجہ سے۔وہ شخص جو مائرہ کے سامنے آتا تو مائرہ اُسے مارنے سے قبل ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہ سوچتی۔احد نے پورا دن مائرہ سے اِس موضوع پر بات نہیں کی تھی،وہ اُسے یہ سب پروسیس کرنے کا وقت دے رہا تھا۔

"مائرہ۔"شام کے سائے گہرے ہونے لگے تو احد نے اُس کے قریب بیٹھتے اُسے نرمی سے پُکارا۔آج وہ صحت مند لگ رہا تھا مگر آنکھوں کے نیچے ہلکے واضح تھے۔

"مائرہ میں نے تمہیں اِس اذیت سے بچانے کے لئے تم سے سب کچھ چُھپایا تھا۔" اُس نے سر جُھکا کر کہا۔

"کاش کہ تم مجھے یہ سب پہلے بتا دیتے احد۔" مائرہ بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ گلے میں وہ لاکٹ اب بھی جُھول رہا تھا جس پر اے ایم کے حروف ثبت تھے۔

"تم اب بھی یہ کہہ رہی ہو؟" احد نے سوالیہ نظروں سے مائرہ کو دیکھا۔ شہد آنکھیں بھوری آنکھوں میں جھانک کر کچھ تلاش کرنا چاہ رہی تھیں۔

"اب ہی تو یہ کہہ رہی ہوں۔" اُس نے زیرِ لب کچھ اور بھی بڑبڑایا مگر احد سُن نہیں سکا۔

"غلطی تو میری بھی ہے۔ کیا مجھے سزا نہیں ملنی چاہیے؟"

"تمہاری غلطی نہیں ہے احد، تمہاری غلطی کبھی تھی ہی نہیں۔ اگر تم یہ سب مجھے دو سال پہلے بتا کر جاتے تو بھی میں تمہیں کبھی نہ روکتی۔" مائرہ نے اُس کا ہاتھ نرمی سے تھامتے ہوئے کہا۔

"مائرہ، یہ دنیا بہت بڑی ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ وہ اِس ملک میں ہو گا۔"

"ہم مل کر اُسے ڈھونڈیں گے۔" مائرہ نے احد کو تسلی دیتے کہا، کہ اب وہ اکیلا نہیں ہے۔

اُس کی بیوی بھی اُس کے ساتھ ہے۔

"میں ہمیشہ سے جانتا تھا کہ تم میرا ساتھ دو گی۔ مگر مجھے لگا کہ میں یہ سب بتا کر تمہیں اذیت دوں گا۔" احد نے نرمی سے کہا۔

"تم نے مجھے سچائی سے آگاہ کیا، تم نے مجھ پر اعتبار کیا، پر تم نے مجھے اذیت نہیں دی۔ احد سلطان کبھی مائرہ سلطان کو اذیت نہیں دے سکتا۔" اُس نے مسکرا کر نرمی سے کہا اور احد کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

احد نے بھی گہری سانس لی اور ہلکا سا مسکرا دیا۔ اب ایک آس تھی کہ وہ تنہا نہیں تھا۔ اُس کی بیوی، اُس کی روح کا حصہ اُس کے شانا بشانا کھڑی تھی۔ وہ اُسے ایموشنلی سپورٹ کرنے کے لئے کافی تھی، اور اُس کی سپورٹ سے احد سلطان کچھ بھی کر سکتا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

شام کے بارہ بج رہے تھے۔ سورج عمار صاحب کے گھر میں روشنی بکھیڑ رہا تھا مگر اب اُس میں کچھ مہینے پہلے والی شدت نہیں رہی تھی۔

اِس وقت خدیجہ پورچ میں کھڑی امی ابا اور نور کا انتظار کر رہی تھی جبکہ ہاشم اپنے کمرے کی کھڑکی کے قریب کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُنہوں نے ہسپتال سے نکلتے وقت ہاشم کو فون کر کے بتایا تھا کہ وہ آ رہے ہیں۔ اچانک گاڑی کا ہارن سُنائی دیا، خدیجہ نے جا کر گیٹ کھولا اور گاڑی اندر داخل ہوئی۔

ڈرائیونگ سیٹ سے عمار صاحب نکلے، پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور نور کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکالا۔ دوسری جانب سے صدف نکلی اور آ کر اُسے سہارا دیا۔ ڈاکٹر کی ہدایت تھی کہ آج کا دن اُسے سہارا دیا جائے کیونکہ نور کو کمزوری کی وجہ سے چلنے میں پریشانی ہو رہی تھی۔

وہ اُس کا ہاتھ تھامتی اُسے لاؤنج میں لائی اور صوفے پر بٹھایا، اتنے میں ہاشم بھی کمرے سے نکلا اور لاؤنج میں داخل ہوا۔ اُس نے نور کو دیکھا اور نظر انداز کرتے کچن کی جانب بڑھ گیا۔

نہ کوئی آواز، نہ کوئی سلام۔

"ہاشم؟" اُس نے دھیرے سے پکارا۔ ہاشم خاموش رہا۔ کچھ لمحے گزر گئے۔

"مجھے معلوم ہے تم ناراض ہو اور ہونا بھی چاہیے۔" نور کی آواز میں نمی تھی۔ ہاشم کچن کاؤنٹر

پر کھڑا گلاس میں پانی بھرتے اُس کی آواز سُن سکتا تھا۔ "تم نے کہا تھا کہ تم ابا کو منا لو گے مگر میں نے تمہارا اعتبار نہیں کیا... تمہاری بات نہیں مانی۔" اُس کے الفاظ ٹوٹ پھوٹ کر ادا ہو رہے تھے۔ ہاشم خاموش رہا، مزید چند ثانیے بیت گئے۔

"تمہارے نہ ماننے سے زیادہ تکلیف مجھے تمہارے ہار ماننے پر ہوئی ہے، نور۔" وہ پانی پینے کے بعد لاؤنج میں آیا اور نور کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"تم لڑنے والی لڑکی تھی۔ تم ہار کیوں گئی؟" اُس نے سوال کیا۔

"جیتنے کی قیمت بہت بھاری تھی، ہاشم۔ میں نے ہار نہیں مانی، بس میدان چھوڑ دیا۔ اپنے رشتے بچانے کے لئے۔" نور کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا، گال سے پھسلا اور فنا ہو گیا۔

"جیتنا ضروری بھی نہیں تھا نور۔ تم کوئی ایسی راہ بھی چن سکتی تھی جہاں کوئی بھی نہ ہارے۔"

لاؤنج میں ایک وقفہ چھا گیا۔ وہ کچھ کہہ نہ سکی۔

"تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے نور۔" اُس نے نور کے قریب آ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے تم سے دنیا میں جو آخری توقع تھی، وہ یہ تھی کہ تم ایسی حرکت کر سکتی ہو۔"

"ہاشم، یہ ایک جذباتی فیصلہ تھا۔ ناجانے میں نے ایسا کیوں کیا۔" وہ بھی نظریں جُھکائے شاید خود سے سوال کر رہی تھی کہ اُس نے ایسا کیوں کیا۔

"اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتا؟ امی کیا کرتی؟" وہ نور سے سوال کر رہا مگر جواب نور کو بھی معلوم نہیں تھا۔

"ہاشم مجھے معاف کر دو۔" وہ اب بھی رو رہی تھی۔

"تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے مگر اب وعدہ کرو، دوبارہ کبھی یوں میدان چھوڑ کر نہیں بھاگو گی۔" ہاشم نے اس کے ماتھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔ نور نے آہستہ سے سر ہلایا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

"نور مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہیں۔" عمار صاحب نے نور کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

"جی ابا، آجائیں۔" نور بیڈ پر سیدھی ہو کر بیٹھی اور اُن کو اندر آنے کا کہا۔ عمار صاحب کمرے میں داخل ہوئے اور نور کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔

Clubb of Quality Content

"تم اُس لڑکے کو بولو کہ رشتہ بھیجے۔" اُنہوں نے سیدھی بات کی، نور نے جواب نہیں دیا۔ اُسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔

"بلکہ تم ایسا کرو کہ مجھے اُس کا نمبر دو۔" اُنہوں نے اپنا فون نور کی جانب بڑھایا۔

"مگر ابا، آپ تو اُس سے ملے تک نہیں۔" وہ ایک لمحے کو رُکی پھر دھیرے سے بولی۔

"ہاشم ملا ہے نا، وہ بتا رہا تھا کہ اچھا لڑکا ہے اور تم بھی تو جانتی ہو اُسے۔" اُنہوں نے آہستہ سے کہا۔

"ابا آپ مجھ سے خفا ہیں؟" وہ آنکھوں میں نمی لئے بولی۔

"میں تم سے خفا نہیں ہوں مگر شاید خود سے ہوں۔" اُن کی آواز میں چُھپا کرب نور محسوس کر سکتی تھی۔

"آپ کیوں خفا ہیں خود سے؟" نور نے جھجک کے ساتھ پوچھا۔

"تم جانتی ہو، جب ہاشم اور صدف تمہیں ہسپتال لے کر گئے تھے تو میرے دل پر کیا بیتی تھی۔ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں ساری زندگی خود سے نظریں نہ ملا پاتا۔ میں دُنیا جہاں کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بھول چُکا تھا، بس تھی تو تمہاری فکر تھی۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میرے سینے پر کسی نے خنجر چلا دیا ہو۔ نور تم نہیں جانتی کہ والدین پر کیا بیتتی ہے جب وہ سوچتے ہیں کہ اُن کی اولاد کا کیا ہو گا۔ اُن کو اپنے مرنے سے ڈر نہیں لگتا بس اِس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ اُن کی اولاد اُن کے بغیر کیسے جیئے گی اور اگر اولاد کو کچھ ہو جائے تو وہ جیتے جی مر جاتے ہیں۔" وہ سانس لینے کو رُکے۔

"اور مُسرت؟ نا جانے اُس کو مرنے سے پہلے کتنی سوچوں نے آ گھیرا ہو گا۔ اُس کی بیٹی کا صرف نکاح ہوا تھا شادی نہیں۔ اُس نے بھی سوچا تو ہو گا کہ اُس کی بیٹی کا کیا؟ اُسے کون رخصت کرے گا؟ اُسے سہارا کون دے گا؟ کاش کہ میری انا بیچ میں نہ آتی۔" وہ لمحے بھر کو رُکے اور اپنے آنسو صاف کئے۔ "ہاشم بتا رہا تھا کہ اُس کی بیٹی نے اپنی ماں کے جنازے کے وقت بھی مجھے فون کیا تھا، مگر میں نے اُس کی بات نہیں سُنی۔" اُن کی آواز میں پیشمانی صاف واضح تھی۔ ہاشم اُن کو اپنی اور مائرہ کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو سے آگاہ کر چکا تھا بس یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ مائرہ سے ملا کیسے اور یہ ساری کہانی خدیجہ دن میں ہی نور کو سُنا چکی تھی۔

"ابا، آپ مائرہ سے ایک بار مل لیں۔ شاید آپ کا افسوس کم ہو جائے۔" نور نے گہری سانس لی اور کہا۔

"کیا وہ مجھے معاف کر پائے گی؟" اُنہوں نے نور کی جانب اُمید سے دیکھا۔ اُن آنکھوں میں یوں کرب نور نے پہلی بار دیکھا تھا۔

"آپ اُن سے مل کر تو دیکھیں، شاید وہ آپ سے ناراض ہی نہ ہوں۔" نور نے ہلکا سا مُسکرا کر اُن کو تسلی دی۔

"اب تمہارا رشتہ ہو جائے، پھر جاؤں گا۔" عمار صاحب نے نور کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اب نمبر لکھ دو۔" اُنہوں نے پھر سے یاد دہانی کروائی۔ نور نے خاموشی سے نمبر لکھ کر فون اُن کی جانب بڑھا دیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

رات کا اندھیرا اب دن کی روشنی کو مات دے چکا تھا۔ سارے پرند اور چرند اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے۔ موسم اب پہلے سے ٹھنڈا محسوس ہوتا تھا۔

وہ اپنے بستر پر لیٹا موبائل چلا رہا تھا۔ تبھی ماہ رُخ کا میسج آیا۔

"السلام علیکم۔" ہاشم نے میسج پڑھا اور نظر اُس سے اوپر آنے والے میسجز پر بھی پڑی۔ کل صبح سے اب تک ہاشم نے اُس کے میسجز کا جواب نہیں دیا تھا مگر وہ چند گھنٹے بعد ایک میسج چھوڑ جاتی تھی۔

"وعلیکم السلام۔" اُس نے جواب دیا اور ساتھ ہی ایک اور میسج لکھنے لگا۔ "میری بہن کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، اس لئے مجھے فون استعمال کرنے کا وقت نہیں ملا سوری۔" اُس نے اوپر آنے والے ایک میسج کو مینشن کیا۔

"چلیں کوئی بات نہیں۔ اللہ اُن کو صحت دے اور آئیندہ ایسا کوئی مسئلہ ہو تو آپ مجھے میسج کر کے بتا دیجئے گا۔" وہ ہمیشہ کی طرح اپنے بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی لکھ رہی تھی۔ ہیزل آنکھیں ہنوز اسکرین پر جمار کھی تھیں۔ بالوں کی لٹیں منہ پر گر رہی تھیں۔ میسج لکھ کر وہ پھر سے اپنے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کو منہ سے تراشنے لگتی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں کوشش کروں گا۔"

"آپ بتائیں آپ کا کیا حال ہے؟" ایک اور سوال کیا گیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

جواب دینے کی بجائے ماہ رُخ نے دوسری جانب سے کال ملائی۔

"کیسے ہیں آپ؟" اُس نے پھر سے اپنا سوال دُہرایا۔

"ٹھیک ہوں۔"

"آپ ٹھیک نہیں لگ رہے۔" اُس نے پورے یقین کے ساتھ کہا۔ ہاشم نے فون کان سے ہٹا کر دیکھا۔ چاہتی کیا تھی یہ لڑکی؟

"اگر میں کہوں کہ نہیں ہوں ٹھیک تو آپ کیا کریں گے؟" بھوری آنکھیں اب کھڑکی سے باہر کے منظر پر جمار کھی تھیں جہاں صرف اندھیرا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"شاید میں آپ کی مدد کر سکوں۔۔۔"

"آپ میری مدد نہیں کر سکتی مس ماہ رُخ۔" وہ بیڈ سے اُٹھا اور کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا۔

"آپ آزما کر تو دیکھیں۔" نا جانے کیوں وہ بھی کسی خیال کے تحت بیڈ سے اُٹھی اور کھڑکی کے قریب جا کر رُک گئی۔

"میں آپ کو آزمانا نہیں چاہتا۔"

"کیونکہ دوستوں کو آزمایا نہیں جاتا۔" ماہ رُخ نے شوخی سے اُس کی بات مکمل کی۔ ہاشم دھیرے سے ہنس دیا۔

"ایسا ہی سمجھ لیں۔"

چند لمحے خاموشی سے بیت گئے۔ نہ وہ کچھ بولا، نہ وہ کچھ بولی۔

"آپ کیا کر رہے ہیں؟" جب اُسے لگا کہ ہاشم کچھ نہیں بولے گا، تو اُس نے پوچھا۔

"کھڑکی کے قریب کھڑا چاند کو دیکھ رہا ہوں، اور آپ؟"

ماہ رُخ کی نظریں بھی کھڑکی کے پار چاند پر جمی تھیں، جو ہاشم اور ماہ رُخ کی گفتگو کا گواہ تھا۔

اُس کے لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"میں کھڑکی کے قریب کھڑی چاند کو سُن رہی ہوں۔ مجھے وہ اتنا پسند ہے کہ میں پوری رات یہیں کھڑی اُسے سن سکتی ہوں۔" وہ لاشعوری میں بولی۔

"آپ چاند کی ہی بات کر رہی ہیں نا؟" ہاشم نے ہلکا سا کھانس کر پوچھا۔

"آپ کی تو کرنے سے رہی۔" اُس نے ہنس کر ٹالا۔

"اچھا بات سُنیں۔"

"میں سن رہی ہوں..."

"میرے گھر میں کچھ پریشانیاں چل رہی ہیں۔ میں فون پر زیادہ ایکٹیو نہیں رہ سکتا۔ آپ پورا دن مجھے میسج نہ کیا کریں، مجھے اچھا نہیں لگتا۔" وہ گہری سانس لیتے بولا۔ وہ ہلکا سا ہنس دی۔

"آپ مجھے نہیں روک سکتے مسٹر ہاشم!"

"میں آپ کو روک سکتا ہوں مس ماہ رُخ۔"

"کس حیثیت سے؟" وہ مسکراہٹ دبائے بولی۔

"ایک دوست کی حیثیت سے۔"

"دوستوں کی بات کون مانتا ہے؟" وہ اُسی انداز میں بولی۔

"مس ماہ رُخ ہمایوں خان!"

"اچھا بات سُنیں۔" ماہ رُخ نے موضوع بدلا۔

"سُن رہا ہوں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اگر آپ چاہیں تو مجھ سے اپنی پریشانی شئیر کر سکتے ہیں، میں بغیر جج کئے آپ کو سُنوں گی۔"

ہاشم نے فون کان سے ہٹا کر گھورا۔ کیوں وہ بار بار یہ جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اگر پریشانی کی وجہ میں خود ہوتا تو ضرور آپ کو بتاتا۔" وہ دھیما سا بولا۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے مزید کچھ نہیں پوچھا۔

چند منٹ مزید گفتگو کرنے کے بعد ہاشم نے فون کاٹ دیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

ایک ہفتے بعد:

سب کچھ معمول کی مطابق چل رہا تھا۔ احد اور مائرہ کی زندگی بھی اب پہلے کی طرح نارمل ہو رہی تھی۔ مائرہ نے ہر روز ریسٹورنٹ جانا شروع کر دیا تھا اور احد بھی آج اپنے آفس جا رہا تھا۔ وہ پورا ہفتہ فہد سے کنیکٹڈ رہا تھا اور وہ احد کو اُس کی غیر موجودگی میں آفس میں ہونے والے تمام فیصلوں سے آگاہ کر چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آج سورج طلوع نہیں ہوا تھا، ہر طرف بادل چھائے ہوئے تھے جو آج دل کھول کر برسنے کو تیار تھے۔ پرندے بھی آج اپنے گھونسلوں سے نہیں نکلے تھے، شاید وہ آنے والے طوفان کو پہلے ہی بھانپ چکے تھے۔

احد کمرے سے تیار ہو کر نکلا تو مائرہ اور فریدہ بیگم ٹیبل پر ناشتہ لگا رہی تھیں۔ آج فریدہ بیگم نے اپنے ہاتھوں سے احد کے لئے ناشتہ بنایا تھا۔

"السلام علیکم۔" احد نے ڈائینگ ٹیبل کی کُرسی کھینچتے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام، بیٹھو بیٹا۔" فریدہ بیگم نے جواب دیا اور خود بھی آ کر بیٹھ گئیں۔ مائرہ بھی چائے اُٹھائے اُن کے پیچھے آ گئی۔

"اللہ تمہیں کامیاب کرے بیٹا۔ خیریت سے جاؤ اور آؤ۔" اُنہوں نے احد کو دیکھتے دُعا دی۔ مائرہ نے سب کے کپ میں چائے بھری اور احد کے ساتھ والی کُرسی کھینچ کر اُس پر بیٹھ گئی۔

"آمین۔" مائرہ نے زیرِ لب کہا اور تینوں خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ناشتہ کرنے کے بعد مائرہ برتن اُٹھا کر کچن کی جانب بڑھ گئی اور فریدہ بیگم لاؤنج میں بیٹھ گئیں۔ احد قدم بھرتا مائرہ کے پیچھے کچن میں آیا اور محویت سے اُسے دیکھنے لگا۔ مائرہ نے مُڑ کر دیکھا تو احد کو دیکھ کر اُسے حیرانی ہوئی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" مائرہ نے اُسے دیکھتے نا سمجھی سے پوچھا۔

"پیاری لگ رہی ہو۔" احد نے بغیر سوچے کہا۔ وہ سر جھکائے مسکرا دی۔

"کوئی کام تھا؟" مائرہ نے کچھ لمحے کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"میں آفس جا رہا تھا۔ سوچا تمہیں بھی ڈراپ کر دوں۔" احد نے وہیں ٹیک لگائے جواب دیا۔

"بھول گئے ڈاکٹر نے کیا کہا تھا؟" مائرہ نے یاددہانی کروائی۔

"یہی کہ میرے دماغ میں چوٹ لگی تھی جس وجہ سے میں کومہ میں گیا تھا۔ مگر میرے ہاتھ پاؤں بالکل سلامت ہیں۔" احد نے ڈاکٹر کے الفاظ دُہرائے۔

"بالکل، یہی کہا تھا اُس نے۔ اب آپ کے دماغ کی چوٹ اتنی گہری ہو گئی کہ آپ بھول گئے کہ میرا ریسٹورنٹ آپ کے آفس والے راستے میں نہیں پڑتا۔ آپ نے یہاں سے

بائیں جانا ہے اور میں نے دائیں۔" مائرہ نے برتن سِنک میں رکھے اور احد کے قریب آ گئی۔

"محبت کی راہوں میں حساب کتاب نہیں ہوتا مائرہ۔ محبت سمت نہیں دیکھتی اور جو دلوں کے سفر پر نکلیں، ان کے لیے دایاں، بایاں یا اُلٹا، سیدھا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ دل کے مسافر منزلوں کو نہیں دیکھتے بس سفر کا لطف اُٹھاتے ہیں، بالکل ہنس کی طرح۔" اُس نے یونہی محویت سے جواب دیا۔

"ہنس کہاں سے آ گیا بیچ میں؟"

"کیونکہ ہنس اپنی سمت خود چُنتے کرتے ہیں، اور دل کے مسافر بھی۔ دونوں میں یہ بات مشترکہ ہے کہ دونوں ہی منزل سے بے نیاز سفر کا لطف اُٹھاتے ہیں۔"

مائرہ خاموشی سے اُسے سنتی رہی۔ اُسے احد کو سُننا شروع سے پسند تھا۔ اور احد... وہ بھی بس مائرہ کو سنایا کرتا تھا۔

"اب بتاؤ کہ میرے ساتھ جاؤ گی یا نہیں؟" چند لمحے وہ خاموشی سے گزرے تو احد نے پوچھا۔ اُسے لگا کہ شاید اُس کی تقریر کام کر گئی ہو۔

"میں آپ کے ساتھ نہیں جا رہی، کیونکہ میں ہنس یا دل کی مسافر نہیں ہوں۔ میرے لئے سمت معانی رکھتی ہے۔" مائرہ نے احد کو آرام سے دھکا دیتے کہا۔

"دل کی مسافر تو تم ہو!"

مائرہ نے جواب نہیں دیا۔ اُس کے بعد وہ دونوں باہر کی جانب بڑھ گئے۔

مائرہ اُسے بھیجنے کے بعد واپس آئی اور ریسٹورنٹ جانے کے لئے تیار ہونے لگی۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

جب وہ آفس پہنچا تو سبھی اُس کے استقبال میں کھڑے تھے۔ آج اُن میں سے ایک سارہ بھی تھی اور اُس کے ہاتھ میں ایک پھولوں کا گلدستہ تھا۔

احد کے داخل ہوتے ہی وہ آگے بڑھی اور وہ گلدستہ احد کی جانب بڑھایا۔

"ویلکم بیک سر۔" اُس نے گرم جوشی سے کہا۔

"تھینک یو۔" احد نے بھی مُسکرا کر جواب دیا اور آگے بڑھ گیا۔ سارہ نے حیرانی سے اُسے دیکھا، آج وہ پہلی بار مُسکرایا تھا۔

"ویلکم بیک سر۔" اُسے ہر جانب سے یہی آواز آتی سُنائی دی اور وہ آگے بڑھتا گیا۔ وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا جب سارہ فوراً آگے بڑھی اور اُس کا راستہ روکا۔

"سر، کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔" اُس نے احد کو بتایا۔

"کون؟" احد نے حیرت سے پوچھا۔

"پچھلے کچھ دنوں سے ہر روز اُن کی گاڑی سامنے رُکتی ہے۔ اُن کا ڈرائیور باہر نکل کر گارڈ سے آپ کا پوچھتا تھا۔ گارڈ اُن کو بتاتا تھا کہ آپ نہیں آئیں گے تو وہ آگے بڑھ جاتے تھے۔ آج گارڈ نے اُسے بتایا کہ آپ آرہے ہیں تو وہ صاحب گاڑی سے نکل آئے اور آکر آپ کے کمرے میں بیٹھ گئے۔" سارہ نے دھیرے سے بتایا۔

"میرے کمرے میں کیوں جانے دیا اُن کو؟" احد نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نے کافی منع کیا مگر وہ نہیں رُکے۔ اُن کا کہنا تھا کہ آپ اُن کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔"

"اچھا تم جاؤ۔" احد نے اُسے سامنے سے ہٹنے کا اِشارہ کیا اور اُسے پھولوں کا گلدستہ تھما کر

دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

داخل ہوتے ہی اُس کے پیر وہیں منجمند ہو گئے۔ وہ شخص کُرسی پر بیٹھا تھا اور اُس کا رُخ دوسری جانب تھا مگر احد اُس کو پہنچان سکتا تھا۔ وہ اُس شخص کو واقعی اچھی طرح سے جانتا تھا۔ "آپ یہاں مگر کیسے؟" اُس نے حیرانی سے اُن کو دیکھتے پوچھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" اُس شخص نے احد کے سوال کو نظر انداز کرتے کُرسی کا رُخ موڑ کر سوال کیا۔

"ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟" احد نے نرمی سے جواب دیا اور اُن سے پوچھا۔

"کیسا ہو سکتا ہوں؟ تمہیں لگتا ہے کہ میں ٹھیک ہو سکتا ہوں؟ مجھے رات کو نیند آتی ہو گی؟" اُنہوں نے کُرسی سے اُٹھتے احد کو دیکھتے سوال کئے۔

"آپ بیٹھیں۔" احد اُن کے قریب آیا اور کُرسی پر دوبارہ بٹھایا۔ خود وہ سامنے والی کُرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔

"تم نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا۔" اُن کی آواز اُداس تھی۔

"مجھے یاد ہے۔" وہ گہرا سانس لے کر بولا۔

"پھر بھی تم نے وعدہ خِلافی کی۔" اُن کی آنکھوں میں کچھ ٹوٹنے کی کِرچیاں واضح تھی۔

"آپ جانتے ہیں کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔" وہ ایک لمحے کو رُکا، پھر نرمی سے بولا۔

"تو کیوں گئے تم اپنے گھر؟ کیا ڈھونڈ لیا تم نے اُس شخص کو؟" اُنہوں نے سرد آہ بھری اور آہستہ سے کہا۔

"میں اُسے جلد ڈھونڈ لوں گا۔" احد نے یقین دہانی کروائی۔

"تم اُسے نہیں ڈھونڈ سکو گے۔ یہ تمہارے بس کا کام نہیں ہے۔" الفاظ اُن کے لبوں سے دھیرے دھیرے پِھسلے۔

"مجھے لگتا ہے کہ وہ اِس ملک سے جا چکا ہے۔" احد نے تھوڑی جھجک کے ساتھ بات مکمل کی۔

"وہ کہیں نہیں گیا۔ وہ اِسی ملک میں ہے، ہمارے آس پاس۔ اُس کے پاسپورٹ پر کسی بیرونِ ملک کی مہر نہیں ہے، نہ ہی اُس کے انگوٹھوں کے نشان ہے۔ اُس چہرے کا شخص

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بھی ائیر پورٹ سے نہیں گُزرا۔" لہجے میں تلخی اور کرب کی آمیزش تھی۔

"میں نے مائرہ کو ساری حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے، وہ آپ سے ملنا چاہتی ہے۔" وہ اُن کے لہجے کی تلخی کو نظر انداز کرتے بولا۔ اُن کو اُس کی بات سُن کر جھٹکا لگا تھا۔

"تم نے؟ تم نے اُسے بتا دیا؟ کیوں؟" اُنہوں نے حیرت سے احد کو دیکھتے پوچھا۔

"کیونکہ وہ میری بیوی ہے۔"

"تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم اپنے گھر نہیں جاؤ گے۔ تم سب بھول سکتے ہو مگر میں مرتے دم تک نہیں بھول سکتا۔" وہ لمحے بھر کو رُکے جیسے کوئی غم پی رہے ہوں۔ "میں نہیں بھول سکتا کہ اگر ہماری زندگی میں تم نہ آتے تو شاید... شاید آج میری بیٹی زندہ ہوتی۔" سلطان بیگ آنکھوں میں نمی لئے بولے۔ احد نے سر جُھکا لیا، شاید اُسے بھی لگتا تھا کہ سلطان بیگ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔

"میں گھر نہیں گیا۔ میں نے اپنا وعدہ نبھایا مگر اُس نے مجھے ڈھونڈ لیا۔ وہ مجھے ڈھونڈتے اِس آفس تک پہنچ آئی تھی جو میں آپ کے کہنے پر چلا رہا ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ اگر اُس

نے مجھے ڈھونڈ لیا تو میں واپس لوٹ جاؤں گا۔" وہ گہرا سانس لے کر بولا جیسے خود کو سنبھال رہا ہو۔

"تم جانتے ہو، میں نے تمہیں یہ آفس بنانے کو کیوں کہا؟" اُن کی آنکھوں میں گہری سوچ تھی۔

"مجھے یاد ہے..."

"مگر کیا تمہیں دوسری اور تیسری وجہ یاد ہے؟" اُنہوں نے سوال کیا۔ احد جواب میں خاموش ہو گیا۔

"اِس دفتر کو بنانے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ تم لوگوں کو پرکھ سکو۔ اُن پر اندھا اعتبار نہ کرو۔ مگر کیا تم بدلے؟ نہیں۔ تم اب بھی یونہی ہر ایک پر بھروسہ کرتے ہو۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو۔" وہ اپنے الفاظ سوچ کر ادا کر رہے تھے۔ "تیسری وجہ یہ تھی کہ جب بھی کسی شخص کی پریشانی سُنو تو میری امل کا چہرہ تمہارے سامنے آئے، تم اُسے کبھی بھول نہ سکو۔ مگر تم اُسے بھول گئے احد۔ تم اُسے بھول گئے۔" وہ کہہ رہے تھے اور احد سر جُھکا کر سُن رہا تھا۔

"گھر کو چھوڑنا تمہارا اپنا فیصلہ تھا۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ..." وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکے۔ ایک یاد نے ذہن کو جکڑ لیا تھا۔ احد اُن کی ادھوری باتوں کو سُنتا رہا خاموشی سے۔ اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"پولیس بھی اُسے نہیں ڈھونڈ پا رہی اور شاید... شاید میں بھی۔" احد نے وہ الفاظ کہے جو کہنے سے وہ پچھلے دو سال سے ڈر رہا تھا۔

"میں جانتا تھا۔"

"میں نے ہر ممکن کوشش کر کے دیکھی ہے۔"

"اِس لیے اب تم نے سوچا کہ تم اپنے گھر واپس لوٹ جاؤ۔ اتنی ہی محبت تھی امل سے؟" وہ طنزیہ مُسکرائے اور سوال کیا۔

"اپنی بیوی سے کہنا کہ میں کچھ دن تک اُس کے ریسٹورنٹ پر چکر لگاؤں گا۔ ابھی میری ذہنی حالت مجھے جانے سے روک رہی ہے۔" اتنا کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئے اور احد اُن کو جاتا دیکھا رہا۔

"چوتھی اور سب سے اہم وجہ یہ تھی احد کہ تم کبھی مجھ سے دور نہ جاؤ۔ میں کبھی تمہیں یوں نہ کھودوں جیسے میں نے امل کو کھویا تھا۔" وہ آفس لابی میں چلتے ہم کلامی کر رہے تھے۔

بہت سے لوگوں کی گردنیں اُس شخص کو دیکھنے کے لئے اُٹھی اور واپس اپنے کمپیوٹرز پر جُھک گئیں۔ "اتنا عرصہ لگا کر میں نے تمہارا اعتبار جیتا تھا، تمہیں خود کے قریب کیا تھا۔ اب تم واپس لوٹ گئے، تو میرے پاس کیا رہ گیا؟ مجھے لگتا ہے کہ میں پھر سے خالی ہاتھ ہو جاؤں گا، احد۔" وہ ایک ملال بھری نظر اپنے ہاتھوں پر ڈالتے آگے بڑھتے گئے۔

آفس میں بیٹھا احد سامنے پڑی تصویر پر نظریں جمائے کسی گہری سوچ میں گُم تھا۔

کیا فائدہ ہوا تھا اُسے بچھڑنے کا؟

مائرہ کہہ رہی تھی کہ وہ اُسے کبھی نہ روکتی مگر کیا یہ سب بتا کر احد اُسے تنہا چھوڑ سکتا تھا؟

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

آسمان پر بادلوں کا ایک ہجوم تھا، سفید، سرمئی اور کہیں کہیں گہرے نیلے سائے لیے۔ دھوپ کہیں چھپی ہوئی تھی بس ہلکی ہلکی روشنی بادلوں کے پردے سے جھانک کر زمین کو

چھوتی تھی۔ گھاس بھیگی ہوئی لگتی تھی اور درختوں کے پتے ہلکے ہلکے تھر تھرا رہے تھے۔

فہیم عباسی اور اُن کی بیوی لبنیٰ عباسی کہیں جانے کے لئے پورچ میں تیار کھڑے تھے۔

"تیمور، ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ کہاں رہ گئے تم؟" فہیم عباسی نے فون سے وقت دیکھتے تیمور کو آواز لگائی۔

"جی ابو۔" اُس نے لاؤنج سے نکلتے جواب دیا۔

"اب ہم نکل رہے ہیں، یہ گھڑی ذرا دے دو مجھے۔" اُنہوں نے تیمور کی گھڑی کی جانب اِشارہ کیا۔ تیمور نے فوراً گھڑی اُتار کر اُن کی جانب بڑھا دی۔

"فہیم صاحب، رشتہ آپ کے بیٹے کا ہو رہا ہے، آپ کا نہیں۔"

"میرے بیٹے کی خوشی میں میرے علاوہ کون خوش ہو گا بھلا؟"

"اُس کی ماں بھی ابھی زندہ ہے، آپ تنہا نہیں ہیں۔"

"آپ کو اتنی جلدی کچھ نہیں ہو گا، محترمہ۔" فہیم عباسی نے اپنی بیوی کو تنگ کرنے کے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لیے کہا۔ جواب میں وہ بھی کچھ قرارا بولنے ہی والی تھیں کہ تیمور نے اُن کی بات کاٹی۔

"امی، آج کے دن آپ ابو سے بات ہی نہ کریں۔" تیمور نے کہا اور دونوں باپ بیٹا ہنس دیے۔

"تم بھی اب ایسا بولو گے؟ میں صرف تمہارے لئے جا رہی ہوں، تم جانتے ہو۔" تیمور سرد مہری کی ایک ہلکی لہر اُن کے لہجے میں محسوس کر سکتا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ میری امی بہت اچھی ہیں۔" تیمور اُن کے قریب آیا اور دونوں بازو اُن کے گرد پھیلائے۔

"اب مکھن نہ لگاؤ۔" اُنہوں نے اُسے پیچھے کیا اور ہلکا سا مسکرا دیں۔

"ہاں بیٹا، تمہاری امی کو مکھن کی عادت نہیں ہے۔ کیونکہ جتنا بھی مکھن لگا لو مانتی یہ صرف اپنے دل کی ہی ہیں۔" فہیم عباسی نے اپنی بیوی کو تنگ کرنے کے لئے مسکرا کر کہا۔

"میں ابھی واپس چلی جاؤں گی اور پھر آپ دونوں باپ بیٹا چلے جانا رشتہ لینے۔" وہ حسبِ توقع بُرا منا چکی تھیں۔

"امی ہم تو بس مذاق کر رہے تھے۔"

"دیکھو کتنی جلدی ہے، اِن صاحب کو۔"

"اب چلو، ہمیں لیٹ ہو رہی ہے۔"

اُس کے بعد وہ گاڑی میں بیٹھے، تیمور نے اُن کو روانہ کیا اور گہری سانس لیتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

عمار صاحب کا گھر آج کھانے کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ نور اور صدف کچن میں کھڑی کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔ کچن سے آنے والی تیز مصالحوں کی خوشبو، تلی ہوئی پیاز کا بھنتا ہوا ذائقہ، زیرہ اور لہسن کی مہک، ایک دعوت کی گواہی دے رہی تھی۔

لاؤنج میں بیٹھے عمار صاحب خاموشی سے اخبار کے ورق الٹ رہے تھے مگر اُن کی نظریں سطر کے بیچ کہیں کھوئی ہوئی تھیں۔ کھڑکی کے سامنے نیلے اور ہلکے سنہری رنگ کے پردے جھول رہے تھے جو باہر سے آتی دھوپ کا راستہ روک رہے تھے۔ ہر طرف ایک

عجب سا سکوت چھایا تھا۔ دیواروں پر خطاطی کی نایاب تصویریں اور ایک پینٹنگ جو کشمیر کی وادی کا منظر پیش کرتی تھی۔ لاؤنج کو ماضی کی خوشبو سے بھر رہی تھیں۔ سامنے والی میز پر رکھے کرسٹل کے شوپیس بھی روشنی کے عکس سے چمک رہے تھے۔

اسی دوران گیٹ کھلنے کی آواز آئی۔ موٹر سائیکل کی ہلکی سی گڑگڑاہٹ نے سکوت کو توڑا۔ ہاشم داخل ہوا۔ اُس کی چال میں ہلکی سی جلدی اور چہرے پر معمولی سی سنجیدگی تھی۔ اُس نے بائیک پورچ میں کھڑی کی، جس کی چھت پر بیلیں جھول رہی تھیں اور ہاتھ میں سامان لے کر گلی کی طرف والے کچن دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔

"آپ نے جو لِسٹ دی تھی، وہ سب لے آیا ہوں۔" اُس نے کاؤنٹر پر شاپر رکھتے ہوئے کہا۔

صدف نے سرسری نگاہ سے شاپر کو دیکھا، پھر ہاشم کو۔

"ہاں ٹھیک ہے تم جاؤ۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مزید کوئی مدد چاہیے؟"

"نہیں اِس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جا کر اپنے ابا کے پاس بیٹھو۔" صدف بیگم نے جواب دیا، وہ خاموشی سے مُڑا اور لاؤنج میں جا کر ابا کے پاس بیٹھ گیا۔

"ہاشم۔" عمار صاحب نے دھیما سا اُسے پکارا۔

"جی ابا۔" ہاشم نے کہا۔

"مسرت کی بیٹی نے اور کچھ بھی بتایا تمہیں؟" اُنہوں نے ہاشم سے پوچھا۔ ہاشم اُن کو ساری ڈیٹیل بتا چکا تھا پھر بھی پچھلے ایک ہفتے میں وہ ہزار بار یہ سوال کر چکے تھے۔

"آپ اُن سے خود ملنے کیوں نہیں جا رہے؟" ہاشم نے چند لمحے کے توقف کے بعد پوچھا۔

"میں ابھی اُس کا سامنا کرنے کو تیار نہیں ہوں۔" عمار صاحب نے گہری سانس لے کر کہا جیسے بہت کچھ اپنے اندر اُتارا ہو۔ یہ چیز اُن کو بہت اذیت دے رہی تھی کہ اُن کی انا اُن کے رشتوں کو کھا گئی مگر اب وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

"ابا بعض دفعہ اتنی دیر نہیں کرنی چاہیے کہ بعد میں پچھتاوا ہی رہ جائے۔" وہ صوفے کی پُشت

سے ٹیک لگاتے آہستہ سے بولا۔

"میں نے سوچ رکھا ہے کہ ایک بار نور کا رشتہ ہو جائے پھر جاؤں گا۔" عمار صاحب نے دھیما سا کہا اور اُٹھ کر باتھ روم کی جانب بڑھ گئے۔

ہاشم نے جیب سے فون نکالا تو سامنے ہی ماہ رُخ کا میسج جگمگا رہا تھا۔ پچھلے ایک ہفتے میں اُس کی ماہ رُخ سے خاصی دوستی ہو چکی تھی۔

"آج میں بہت خوش ہوں، ماہ رُخ۔" ماہ رُخ کے میسج کے جواب میں اُس نے بتایا۔ اب ان دونوں کے درمیان مس اور مسٹر والی تکلفی بھی چھٹ چکی تھی۔ اب وہ ایک دوسرے کا نام سے پکارنے لگے تھے۔

"کیا میں وجہ جان سکتی ہوں؟" اُس نے تجسس سے پوچھا۔

"یہ سمجھ لیں کہ میں نے کسی کے دل سے نفرت نکال کر محبت بھر دی ہے۔"

"یہ کام کرنا تو آپ کو بخوبی آتا ہے۔" وہ کہے بنا نہ رہ سکی۔

Clubb of Quality Content

"آپ اچھی طرح سے جان گئی ہیں مجھے۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا،اُسے گیٹ پر ہارن بجنے کی آواز سنائی دی۔اُس نے فوراً ماہ رُخ کو خدا حافظ لکھ کر بھیجا اور باہر کی جانب بڑھا۔

ہاشم نے گیٹ کھولا اور کالی گاڑی گھر کے اندر داخل ہوئی اور پورچ میں آرُکی۔ہاشم دروازہ بند کر کے اُن کی جانب بڑھا۔

وہ فہیم عباسی سے مِلا اور پھر لبنیٰ عباسی کو سلام کیا۔اُس کے بعد وہ اُن دونوں کے ہمراہ اندر بڑھ آیا۔

Clubb of Quality Content

اندر آتے ہی وہ گرم جوشی سے سب سے ملے اور سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔عمار صاحب اُن کی دائیں جانب صوفے پر بیٹھے تھے اور ہاشم اُن کے قریب ہی کھڑا تھا۔اُن کے سامنے سنگل صوفے پر ابھی صدف آکر بیٹھی تھیں اور نورا ابھی تک کچن میں ہی تھی۔

"آپ لوگ بھی جانتے ہیں کہ ہم آج یہاں کس سِلسلے میں آئے ہیں۔"معمول کی گفتگو کے بعد فہیم عباسی نے بات کا آغاز کیا۔

عمار صاحب نے سر ہلایا، اتنے میں نور کچن سے ٹرالی دھکیلتی لاؤنج میں پہنچی اور کھانے کی چیزیں ٹرالی سے نکال کر ٹیبل پر جوڑنے لگی۔

"بیٹا، ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو۔" وہ کپ میں چائے بھرنے ہی والی تھی کہ تیمور کی امی کی آواز اُس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ وہ خاموشی سے آ کر اُن کے قریب بیٹھ گئی۔

"ماشاءاللہ کسی کی نظر نہ لگے۔" نور کے بیٹھتے ہی اُنہوں نے شفقت سے کہا۔

"ہم اپنے بیٹے تیمور کے لئے آپ کی بیٹی نور کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں۔" لبنیٰ عباسی نے نرمی سے نور کا ہاتھ تھامتے اپنی بات مکمل کی۔

"ہماری بیگم اپنی فریاد تو آپ کو بتا چکی ہیں، اب ہمیں جواب ہاں میں ہی چاہیے۔ آپ جتنا چاہے وقت لے سکتے ہیں۔" فہیم عباسی نے ماحول کو تھوڑا ہلکا رکھتے مُسکرا کر کہا۔

"نور بیٹا، آپ اندر جائیں۔" صدف نے نرمی سے نور سے کہا۔ وہ خاموشی سے وہاں سے چلی گئی۔ ہاشم کی نظریں خاموشی سے فرش پر جمی تھیں۔ آج وہ بس سُن رہا تھا۔ اُس نے سر اُٹھا کر سرسری سا نور کو جاتا دیکھا اور پھر نظریں پھیر لیں۔

"آپ ہمارے گھر آئے اس کے لیے آپ کا شکریہ۔ ان شاء اللہ ہم آپ کو کچھ دنوں تک جواب دیں گے۔" عمار صاحب نے تکلفانہ کہا۔ فہیم عباسی نے چائے کا گھونٹ بھرا اور کپ ہاتھ میں تھامے عمار صاحب کی جانب متوجہ ہوئے۔

"جی ٹھیک ہے، ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔ ہم تو چاہیں گے کہ آپ ایک بار ہمارے گھر چکر ضرور لگائیں۔" اُن کے لبوں پر مسکراہٹ برقرار تھی۔

"ان شاء اللہ، ہم ضرور آئیں گے۔ میری ایک بھانجی ہے، وہ کراچی ہوتی ہے۔ میری کوشش یہی رہے گی کہ ہم جب بھی آئیں تو وہ بھی ہمارے ساتھ آئے۔" یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کو خاموش ہوئے۔ ہاشم اور صدف نے سر اُٹھا کر اُن کی طرف دیکھا مگر اُن کا چہرہ کہیں اور دیکھ رہا تھا۔ شاید کسی اور وقت میں، کسی اور فیصلے میں گم۔

"آپ کا اپنا گھر ہے بھائی صاحب، جب چاہیں تب آسکتے ہیں۔" اب کی بار لبنیٰ عباسی نے مسکرا کر جواب دیا۔

اُس کے بعد وہ تھوڑی دیر بیٹھے باتیں کرتے رہے، اُنہوں نے چائے پی اور جانے کے لئے

اُٹھے۔

"آپ ایسے کیسے جا سکتے ہیں، کھانا کھا کر جائیے گا نا۔" اُن کے اُٹھتے ہی صدف نے کہا۔

"نہیں، اِس کی ضرورت نہیں ہے۔ اگلی بار پکا جب ہم آئیں گے تو کھانا کھا کر ہی جائیں گے۔" لبنیٰ عباسی نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا اور اپنا بیگ تھامتے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ فہیم عباسی بھی اُن کے ساتھ ہی کھڑے ہو گئے۔

"اب تو چکر لگتے ہی رہیں گے۔" اُنہوں نے عمار صاحب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"ان شاء اللہ۔" عمار صاحب نے مسکرا کر جواب دیا۔

جانے سے پہلے لبنیٰ عباسی نے نور کو بُلوایا۔ اُس سے دوبارہ ملی اور اُس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ فہیم عباسی نے بھی اُس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اُس کے بعد دروازہ کھلا اور دونوں میاں بیوی روانہ ہو گئے۔

خوشبو اب بھی باقی تھی۔

دلوں میں کچھ سوال اور کچھ دعائیں باقی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

تین سال، تین ماہ قبل:

کمرے میں ہلکی مدھم روشنی تھی۔ مائرہ کی پلکیں تھرتھرا کر اٹھیں جیسے کسی سوئے ہوئے پھول نے سرد ہوا میں آنکھ کھولی ہوں۔ اس کی سانسیں بوجھل تھیں، احد اُس کے قریب بیٹھا تھا۔ ہاتھوں کی پوریں آپس میں الجھی ہوئیں، ماتھا جھکا ہوا۔

جب اُس نے مائرہ کی جنبش دیکھی، وہ فوراً سیدھا ہو بیٹھا۔

"احد۔" آواز تھی جیسے شیشے پر ہلکی سی دستک۔ احد نے اس کا ہاتھ نرمی سے تھام لیا۔

"میں یہاں ہوں، مائرہ۔" اس کے لہجے میں محبت تھی مگر کہیں دور چھپی ہوئی ٹوٹ پھوٹ بھی۔

"امل؟" مائرہ نے بمشکل لب ہلائے، ہوا جیسے تھم گئی۔ کمرے کی خاموشی نے ایک گہرا آنچل تان لیا۔ احد نے اپنی پیشانی مائرہ کے ہاتھ پر جھکا دی۔ الفاظ گلے میں پھنس گئے، آنکھیں بھیگ گئیں۔ آخر کار، اُس نے سر اٹھایا، نظریں مائرہ کی آنکھوں میں ڈال کر نرمی

سے، آہستہ سے، جیسے ہر لفظ کو آنسوؤں میں دھو کر پیش کر رہا ہو۔

"ہم نے ان دو دنوں میں بہت کچھ کھویا ہے مائرہ۔" اُس نے دھیما سا کہا۔ مائرہ کا ہاتھ اپنے پیٹ پر جارُ کا۔

"ہمارا بچہ ٹھیک ہے؟"

احد خاموش ہو گیا اور نظریں جُھکا کر الفاظ کو ترتیب دینے لگا۔ وہ کیا کہے مائرہ سے؟ کیا بتائے اُس کو؟

الفاظ کو ترتیب نہ دے سکا تو مائرہ کو دیکھے بغیر نفی میں سر ہلایا۔ مائرہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرت چمکی۔ پھر ایک خاموش ٹوٹا ہوا سناٹا جیسے دل کی دیواریں اندر ہی اندر گر گئیں ہوں۔ ایک آنسو چپکے سے اس کی پلکوں سے ٹوٹا، بستر کی چادر پر گر گیا۔ احد نے اس کے ہاتھ کو اور مضبوطی سے تھاما جیسے وہ دونوں اب اک دوسرے کے سہارے ہی جیئیں گے۔

"امل نے ایسا کیوں کیا احد؟" مائرہ نے ٹوٹے الفاظ سے پوچھا۔

"اُس نے ایسا نہیں کیا۔ اُس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔ وہ زندگی سے بھرپور لڑکی اپنے ہاتھوں سے ہی اپنی زندگی ختم نہیں کر سکتی۔ کچھ تو ہے جو ہم سے چُھپا ہے مگر میں اُس کا پیچھا ضرور کروں گا۔" احد نے مائرہ کا ہاتھ نرمی سے تھامتے ہوئے کہا۔

"میں نے خود سے جوڑی دو قیمتی زندگوں کو کھو دیا ہے۔ احد مجھے لگتا ہے کہ میں تمہیں بھی کھو دوں گی۔" آنسو اُس کی آنکھوں سے نہر کی طرح بہہ رہے تھے اور اُس کی آواز میں لرزش کو احد محسوس کر سکتا تھا۔

"مائرہ تمہیں صبر سے کام لینا ہو گا۔" احد نے مائرہ کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

"یہ آسان نہیں ہے۔" اُس کی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

"صبر آسان نہیں ہوتا مگر کرنا پڑتا ہے۔ اللہ کی رضا کے لئے، اپنے سکون کے لئے۔"

"مجھے کبھی صبر نہیں آئے گا۔ مجھے کبھی صبر نہیں آسکتا احد۔ میرے ساتھ ہمیشہ ایسا ہوتا ہے جو مجھے جان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے، میں اُسے ہی کھو دیتی ہوں۔ پہلے ماں، پھر امل، اور

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میرا بچہ۔ مجھے لگتا ہے کہ میری محبت تمہیں بھی مجھ سے چھین لے گی۔" وہ روئے جا رہی تھی، آنسو آج بھی ہمیشہ کی طرح اُس کے قابو میں نہیں تھے۔

"مائرہ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔" احد نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی سے اُس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"امل نے ایسا کیوں کیا؟" اب بھی یہی سوال اُس کے لبوں سے نکل رہا تھا۔

"ہم پاکستان جائیں گے اور پتہ کریں گے۔ تم ایک بار ٹھیک ہو جاؤ۔" احد نے دھیما سا کہا۔ مائرہ نے ایک بار پھر آنکھیں موند لیں جیسے اس سب کو تسلیم کرنا چاہ رہی ہو مگر اُس کے لئے یہ آسان نہیں تھا۔

Clubb of Quality Content

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

سلطان بیگ کے گھر میں آج سوگ کا دوسرا دن تھا۔ پورا گھر لوگوں سے بھرا تھا، صبا بیٹھی بس روئے جا رہی تھیں۔ خواتین آ جا رہی تھیں، کوئی اُن کے گلے لگ کر روتی، کوئی دِلاسہ دیتی مگر اُن کے آنسو پرسوں رات سے یونہی بہہ رہے تھے۔ اُن کی بیٹی، اُن کے جگر کا ٹکڑا

اُنہیں چھوڑ کر جا چکی تھی۔ صبر کرنا آسان تھا کیا؟

"سر آپ سے ڈی ایس پی صاحب ملنے آئے ہیں۔" سلطان بیگ خاموشی سے بیٹھے تھے، جب کسی ملازم نے آ کر اُن کے کان میں سرگوشی کی۔ اُنہوں نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ اُن کی آنکھیں یوں تھی کہ اُن میں سے خون رس رہا ہو۔ خونی لال آنکھیں اور اُن کے نیچے سیاہ دھبے۔ وہ پچھلے دو دن سے ایک منٹ کے لئے بھی نہیں سوئے تھے۔

"اُنہیں بٹھاؤ، میں آتا ہوں۔" اُنہوں نے نوکر سے کہا۔ اُن کی آواز میں تبدیلی محسوس کی جا سکتی تھی۔ جو کسی زخمی شیر کی مانند لگ رہی تھی، ان کی آنکھوں میں سرد مہری تھی، ایک آگ جو شاید بجھائے نہ بجھ سکتی تھی۔ وہ بھی نوکر کے جاتے ہی اُٹھ کر آ گئے۔

"السلام علیکم سلطان صاحب۔ کیسے ہیں آپ؟" ڈی ایس پی نے ہاتھ آگے بڑھاتے پوچھا مگر سلطان بیگ نے اُسے نہیں تھاما۔

"میری بیٹی کا قاتل آزاد گھوم رہا ہے اور تم پوچھ رہے ہو کہ میں کیسا ہوں؟" وہ ایک دم اُس پر برسے تھے۔

"سر ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ قاتل نے اپنا ایسا کوئی سراغ نہیں چھوڑا جس سے ہم اُسے ڈھونڈ سکیں۔ اُس نے اس قتل کو خودکُشی کی طرح دِکھایا ہے۔" ڈی ایس پی نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"میری بیٹی نے خودکُشی نہیں کی۔" وہ چیخے تھے۔

"سر، ہم جانتے ہیں مگر آپ کی بیٹی جس طرح سے گِری تھی اور آپ کی گاڑی کا پلازے میں موجود ہونا اِس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اُس نے خودکُشی کی۔ لیکن جس شخص نے ڈرائیور کے فون سے ہی اُس کے مرنے کی اطلاع دی تھی وہ کوئی مرد تھا اور فون بھی شہر سے کیا گیا تھا۔ اب شہر میں کھڑے کسی شخص کو کیسے پتہ ہو سکتا ہے کہ کسی سُنسان سڑک پر ایک شخص گِرا پڑا ہے؟" ڈی ایس پی نے چند لمحے کے توقف کے بعد کہا۔

"یہ سب پتہ کرنا تمہارا کام ہے۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ مجھے میری بیٹی کا قاتل جلد از جلد میرے سامنے چاہیے ہے۔" اُنہوں نے چُبا کر الفاظ ادا کئے۔

"شاید وہ قاتل ڈرائیور کو مردہ سمجھ کر چھوڑ آیا تھا۔ مگر جب ایمبولنس وہاں پہنچی تو اُس کی

سانسیں چل رہی تھی پر ابھی تک اُسے ہوش نہیں آیا۔ ہمیں اُس کے ہوش میں آنے کا..." ڈی ایس پی نے کچھ کہنا چاہا مگر سلطان بیگ نے اُس کی بات کاٹ دی۔

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ مجھے جلد از جلد میری بیٹی کا قاتل میری آنکھوں کے سامنے چاہیے۔"

"تم جا سکتے ہو۔ جا کر اپنے کام پر لگو۔" چند لمحے کے توقف کے بعد سلطان بیگ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے کہا۔ ڈی ایس پی باہر کی جانب بڑھنے لگا۔

"رکو۔" اُنہوں نے پھر سے آواز لگائی۔ "یہ خبر سوشل میڈیا پر نہیں آنی چاہیے کہ سلطان بیگ کی بیٹی کا قتل ہوا ہے۔" ڈی ایس پی سر کو خم دیتا وہاں سے نکل گیا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

دو دن قبل:

سب کچھ معمول کی طرح چل رہا تھا۔ سورج آج زور و شور سے چمک رہا تھا۔ پرندوں کی چہ چہاہٹ اور گاڑیوں کے ہارن خاموشی کو توڑ رہے تھے۔ جب وہ یونی سے نکلی تو آج بھی وہ

شخص اُسے وہیں کھڑا نظر آیا۔ امل کو آتا دیکھ کر اُس نے منہ پھیر لیا، امل بھی اُسے نظر انداز کرتی اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔

گھر پہنچ کر وہ فریش ہوئی اور سونے کے لئے لیٹ گئی۔ یہ اُس کی عادت تھی، وہ یونی سے آتے ہی ایک گھنٹے کے لئے سو جاتی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد اُس کی نیند فون بجنے سے بیدار ہوئی جو اُس کی کلاس فیلو کا تھا۔

"ہیلو امل۔" امل کے فون اُٹھاتے ہی دوسری جانب سے آواز آئی۔

"ہیلو۔" امل کی آواز میں سونے کی وجہ سے تھکاوٹ واضح تھی۔

"آج آرفہ کی سالگرہ ہے۔ پارٹی کا انتظام میں کر رہی ہوں، تمہیں یاد ہے نا کہ میری برتھ ڈے پر اُس نے مجھے سرپرائز دیا تھا..." مریم نے اُسے اپنے پلان سے آگاہ کیا۔ امل بھی فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کہاں ہو گی پارٹی؟" امل نے پوچھا۔

"میرے فارم ہاؤس پر۔" مریم نے بتایا، امل کی خوشی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔

"اچھا ٹھیک ہے، میں بابا سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔" اُس نے اتنا کہا اور فون بند کر دیا۔

وہ جانتی تھی کہ بابا اُسے اجازت نہیں دیں گے پھر بھی نہ چاہتے ہوئے اُس نے اُن کے نمبر پر کال ملائی۔ امل کی فرمائش سُنتے ہی اُنہوں نے انکار کر دیا کہ وہ رات کی پارٹی میں ہر گز نہیں جا سکتی، وہ بھی اتنی دور۔

امل نے مریم کو کوئی جواب نہیں دیا اور فون رکھ کر دوبارہ خاموشی سے لیٹ گئی۔

چند منٹ ہی گُزرے تھے کہ اُس کا فون پھر سے تھرتھرایا۔ احد کی کال آ رہی تھی۔

"ہیلو امل، کیسی ہو؟" گرمجوشی سے پوچھا گیا۔

"ٹھیک ہوں احد بھائی، آپ کیسے ہیں؟ اور مائرہ؟" امل نے جواب دیتے پوچھا مگر اُس کی آواز تھکی تھکی لگ رہی تھی۔

"ہم بالکل ٹھیک ہیں۔ میں ابھی باہر ناشتے کے لئے کچھ لینے آیا تھا۔ مائرہ ہوٹل میں ہی ہے۔" احد نے جواب دیا، اُس نے یہ نہیں بتایا کہ مائرہ کا دل بوجھل ہو رہا تھا اس لئے وہ آرام کر رہی ہے۔ چند لمحے گزر گئے، امل نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تم اداس ہو؟" احد نے اُس کی اُداسی بھانپتے پوچھا۔

"نہیں، بس بور ہو رہی ہوں ہمیشہ کی طرح۔" امل نے بیزاری سے کہا۔ انگلیاں گلے میں موجود لاکٹ کو چُھو رہی تھیں۔ جب سے وہ لاکٹ مائرہ نے اُسے تحفے میں دیا تھا، اُس کے بعد امل نے کبھی اُس لاکٹ کو نہیں اُتارا تھا۔

"تو کہیں گھومنے چلی جاؤ۔" احد نے ہمیشہ کی طرح سب کچھ جانتے بوجھتے بھی یہ حل نکال کر بتایا۔

"بابا جانے دیں گے کیا؟" امل نخود ہی ہلکا سا ہنس دی۔ احد جواب میں خاموش رہا تو اُس نے اپنی بات جاری رکھی۔

"آج میری ایک فرینڈ کی برتھ ڈے ہے۔ ساری کلاس فیلوز اُس کی برتھ ڈے پارٹی میں جا رہی ہیں۔ میں نے بابا سے پوچھا تو اُنہوں نے انکار کر دیا۔" امل نے احد کو بتایا۔ احد پھر بھی جواب میں خاموش رہا۔

"اچھا ٹھیک ہے، میں ذرا مائرہ کے نمبر پر کال کر لوں۔" امل نے احد سے کہا اور فون بند کر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیا۔مائرہ کو فون ملانے سے قبل ہی اُس کے فون کی بیٹری ڈیڈ ہو گئی۔اُس نے فون کو چارج پر لگادیا اور اپنا کینوس نکال کر اُس پر اپنی ادھوری پینٹنِگ مکمل کرنے لگی۔جو اُس نے ناجانے کب شروع کی تھی اور جب کوئی اور کام نہ ہوتا تو وہ پینٹنگ میں رنگ بھرنے لگتی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

امل سے فون بند ہونے کے بعد وہ رُکا اور سلطان بیگ کے نمبر پر کال ملائی جو ہمیشہ کی طرح دوسری ہی گھنٹی پر اُٹھالی گئی۔

"السلام علیکم، کیسے ہیں؟"فون کان سے لگائے احد نے پوچھا۔

"وعلیکم السلام، ٹھیک ہوں۔تم کیسے ہو؟"اُنہوں نے جواب دینے کے بعد احد کا حال پوچھا تھا۔احد کو حیرت ہوئی تھی،یہ وہ پہلی بار تھا جب اُنہوں نے احد سے پوچھا تھا کہ وہ کیسا ہے۔اُن کا بدلا ہوا رویہ وہ محسوس کر سکتا ہے۔وہ جب بھی اُن کو فون کرتا تھا تو وہ پہلے کی نسبت بہتر بات کرتے تھے۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ آپ سے ایک بات کرنی تھی۔" وہ گلی میں چھوٹے قدم بھرتا چل رہا تھا۔

"میں سُن رہا ہوں۔" دوسری جانب سے جواب سنائی دیا۔ وہ اِس وقت اپنے آفس میں بیٹھے تھے۔

"امل کیسی ہے؟" اُس نے بات کا آغاز کرنے سے پہلے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔" چھوٹا سا جواب آیا۔

"کیا وہ خوش ہے؟" چند لمحے کے توقف کے بعد احد نے پوچھا۔

"اُس نے تم سے کچھ کہا ہے؟" سلطان بیگ نے فوراً سوال کیا۔ کچھ دیر پہلے والی بات اُن کے ذہن میں آئی، جب اُس نے فون کیا تھا کہ وہ اپنی دوست کی سالگرہ پر جانا چاہتی ہے۔

"میں نے آپ کو پہلے بھی سمجھایا تھا کہ امل کو یوں قید نہ کریں۔" اب کی بار احد نے تھوڑی تلخی سے کہا۔

"اور میں نے بھی کہا تھا کہ میرے خاندان کے بیچ میں نہ آؤ۔" سرد مہری سے جواب دیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گیا۔

"میں آپ کے خاندان کا ہی حصہ ہوں اور اپنی بہن کے لئے آواز اُٹھانا میرا فرض ہے۔ میں نے اُسے ابھی کال کی، وہ بہت اُداس تھی۔ وہ اپنی دوست کی سالگرہ پر جانا چاہتی تھی مگر وہ آپ سے ضد نہیں کرتی، نا جانے کیوں۔ میں جانتا ہوں کہ اگر وہ ضد کرے تو آپ اُس کی بات لازمی مان لیں گے مگر وہ آپ کے ہر فیصلے کو قبول کر لیتی ہے۔" وہ سانس لینے کو رُکا۔

"کیا آپ کو نہیں لگتا کہ آپ غلط کر رہے ہیں؟" احد نے دھیمے لہجے میں سوال کیا۔ سلطان بیگ چند لمحے کے لئے خاموش ہو گئے۔

"میں کیا کروں؟ مجھے ہمیشہ ڈر رہتا ہے کہ میں اُسے کھو دوں گا۔ وہ مجھے بہت عزیز ہے۔"

"آپ کو کیوں لگتا ہے کہ آپ اُسے کھو دیں گے؟" اُس نے دور اُڑتے کبوتروں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے ایسے بہت خواب دیکھے ہیں۔ مجھے اُن خوابوں کے حقیقت بننے سے خوف آتا ہے۔ جب بھی میں شہر سے باہر ہوتا ہوں تو مجھے امل کی فکر رہتی ہے۔ وہ معصوم ہے،

چھوٹی ہے۔ وہ دنیا کی چالاکیاں نہیں سمجھتی۔" آج وہ احد سے اپنے دل کی باتیں کر رہے تھے۔

"خواب حقیقت نہیں ہوتے سلطان صاحب۔ آپ امل کو آج سالگرہ پر جانے دیں پلیز۔" احد نے امل کی سفارش کرتے کہا۔

"وہ یہاں سے ایک گھنٹہ دور ہے۔ امل کبھی تنہا اتنی دور نہیں گئی۔"

"زندگی میں بہت سی چیزیں پہلی بار ہوتی ہیں۔ جیسے... جیسے آج آپ پہلی بار مجھ پر بھروسہ کر رہے ہیں۔" احد نے سوچ کر کہا۔ سلطان بیگ چند لمحے کے لئے لاجواب ہو گئے۔

"دل کے کسی کونے میں ہی سہی، آپ کو یقین ہے کہ میں امل اور آپ کا بُرا نہیں چاہتا۔"

"میں امل کو کبھی تنہا نہیں بھیج سکتا۔" سلطان بیگ نے پھر اپنی اُسی بات پر زور دیا۔

"آپ اُسے بھیجیں گے، ورنہ مجھے نہ کہیے گا کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔"

"کیا کرو گے تم؟" سلطان بیگ نے حیرت سے پوچھا۔

"میں امل کو بتادوں گا کہ میں آپ کا بیٹا ہوں۔ اُس کے بعد وہ آپ پر کبھی بھروسہ نہیں کر پائے گی۔ آپ اُس کا بھروسہ ہمیشہ کے لئے کھودیں گے۔" احد نے پاؤں کی ٹھوکر سے سامنے پڑے پتھر کو ہٹایا اور یونہی نرمی سے چلتے اپنی بات مکمل کی۔

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟" اب کی بار سلطان بیگ نے طیش میں آکر پوچھا۔

"یہی سمجھ لیں۔" احد نے کہا اور چند لمحے کے لئے خاموش ہو گیا۔ "میرا آپ سے وعدہ رہا، میں کبھی امل کا دل یہ سچائی بتا کر نہیں دُکھاؤں گا اگر آپ اُسے آج جانے دیں۔ وہ بہت اُداس تھی، آپ اُس کی اُداسی کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟" احد نے پوچھا۔ اُس کا ہوٹل، اُس سے چند قدم کے فاصلے پر تھا۔

"تم نہیں جانتے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کر سکتا ہوں۔" سلطان بیگ نے بھڑک کر کہا۔

"آپ کے کچھ کرنے تک میں امل کو سچائی بتا چکا ہوں گا۔ اُس کے بعد آپ جو کرنا چاہیں کرلیں۔" احد نے دھیرے سے جواب دیا۔ سلطان بیگ کچھ لمحے کے لئے خاموش ہو گئے۔

"میں آج اُسے بھیج رہا ہوں مگر صرف اُس کی خوشی کے لئے۔ یہ نہ سمجھنا کہ مجھے تمہارے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دھمکیوں سے فرق پڑتا ہے۔"سلطان بیگ نے کہا اور فون بند کر دیا۔احد اپنے فون کو دیکھتا ہلکا سا مسکرا دیا۔

"فرق تو آپ کو پڑتا ہے اور اِن دھمکیوں سے ہی پڑتا ہے۔مگر آپ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے،میں آپ کا ہی خون ہوں۔آپ بس امل کو اُس کی زندگی جینے دیں اور میں کبھی آپ کو بلیک میل نہیں کروں گا۔"چند لمحے وہ یونہی کھڑا رہا۔

کچھ سیکنڈز گزر جانے کے بعد اُس نے مصطفٰی کے نمبر پر کال کی۔چند منٹ دونوں کے درمیان گُفتگو ہوئی،اُس کے بعد فون بند کر کے احد نے جیب میں رکھا اور ہوٹل لابی میں داخل ہوا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ ایک ادھوری پینٹنگ تھی مگر اُداس اور گہری۔اُس میں ایک شہزادی تھی جو کھائی سے نیچے جھانکنے پر نظر آ رہی تھی۔وہ زمین پر لیٹی تھی۔شاید وہ سو رہی تھی یا شاید وہ مر چکی تھی۔اُس کے آس پاس بہت سے چمکدار موتی تھے۔جو چاند کی روشنی میں چمک رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس کے ایک کونے میں لکھا تھا،"موتیوں کے آنسو کی ملکہ۔"

اُس نے گہرا نیلا رنگ چُنا اور آسمان کا رنگ بھرنے لگی جو چاند کی روشنی کی وجہ سے روشن تھا۔وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی تھی۔

"تم جانتی ہو کہ لوگ کہتے ہیں، تمہیں تمہارے آنسوؤں کی مدد سے ڈھونڈ لیا گیا تھا جو موتی بن کر زمین پر بکھرے تھے۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ وہ تمہیں ڈھونڈنے میں ناکام رہے تھے۔"وہ کینوس میں لیٹی شہزادی سے باتیں کر رہی تھی۔

"وہ ایک فیری ٹیل تھی،وہاں سب اچھا ہوتا ہے۔ مگر میں تمہیں حقیقت سے جوڑنا چاہتی ہوں۔"وہ اپنی دُھن میں لگی تھی۔

"حقیقت میں جب کوئی گُم جاتا ہے تو وہ نہیں ملتا۔"اُس نے نیلا برش واپس رکھا اور چاند کے سفید رنگ کو تازہ کرنے لگی،جو اُن موتیوں کو چمک بخش رہا تھا۔آسمان میں رنگ بھرتے غلطی سے چاند پر بھی داغ لگ گیا تھا جسے وہ دوبارہ ٹھیک کر رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ تمہاری اور میری کہانی ایک ہی ہے۔ تم سے بھی محبت کی جاتی تھی مگر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تمہیں قید کر کے رکھا جاتا تھا۔ شاید میرے ساتھ بھی ایسا ہو رہا ہے۔" آج اُس نے وہ اقرار کیا تھا جو وہ کسی کے سامنے نہیں کر سکتی تھی۔

"مگر تمہاری خواہش جیت گئی اور تم دنیا گھومنے کے لئے نکل گئی۔ مگر میں حقیقت میں ہوں، اگر میں دنیا گھومنے نکلوں گی تو مجھے کوئی ڈھونڈنے نہیں آئے گا۔ میں یونہی گُم نام مر جاؤں گی۔" وہ روانی سے کینوس والی شہزادی سے باتیں کر رہی تھی۔

"تم جانتی ہو اگر میں ضِد کروں تو بابا مجھے جانے کی اجازت دے دیں گے۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ میری زندگی میں بھی کوئی پری ہے جس نے بابا کو بتایا ہے کہ میں کہیں تنہا گئی تو کھو جاؤں گی۔" وہ لمحے بھر کو رُکی اور گہرا سانس لیا۔ کینوس میں لیٹی شہزادی یونہی آنکھیں بند کر کے اُس کی باتیں سُن رہی تھی۔

"مجھے کھو جانے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں کھو گئی تو مجھے کوئی نہیں ڈھونڈ پائے گا۔ میرے لئے کوئی نہیں آئے گا۔" چاند کو روشنی بخشنے بعد اُس نے سبز رنگ پکڑا اور گھاس کو تازہ کرنے لگی جو وہ پہلے بھی بنا چکی تھی۔

"سب لوگ کہتے ہیں کہ شہزادے نے تمہیں ڈھونڈ لیا تھا۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ کہ یہ جھوٹ ہے۔ تمہارے لئے بھی کوئی شہزادہ نہیں آیا تھا۔ جب تمہیں احساس ہوا کہ تم کھو چکی ہو، تب تک تم بہت آگے نکل چکی تھی۔ تم نے رونا چاہا مگر تمہارے آنسو کہیں کھو گئے۔ تمہاری آنکھیں خشک ہو گئی اور جب تمہاری آنکھوں میں پانی آیا تب تم اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی۔ تم رات کے اندھیرے میں کھائی سے پھسلی ہو گی اور آنسو آنکھوں سے بہے ہوں گے۔" وہ لمحے بھر کو رکی اور اپنے بال پیچھے کئے جو منہ پر آ رہے تھے۔

"اور چاند کی مدھم روشنی نے تمہاری آنکھوں سے نکلے موتیوں کو چمک بخشی ہو گی۔ بالکل اِس پینٹنگ کی طرح۔" اُس نے رُک کر اُس پینٹنگ کو دیکھا۔

"تم دل کی مسافر تھی اور بالآخر تمہیں تمہاری منزل مل گئی۔ مجھے لگتا ہے کہ دل کی راہوں پر جو مسافر چلتے ہیں، اُن کی تقدیر میں اکثر یہی منزل لکھی ہوتی ہے... موت... دل کا مسافر ساری زندگی اپنی منزل ڈھونڈنے میں لگا رہتا ہے۔ کہیں کسی ہنسی میں، کہیں کسی لمس میں، کہیں کسی وعدے میں۔ اور جب وہ منزل کو پا لیتا ہے تو وہ صدیوں کی مسافت کے بعد سکون کی نیند میں ڈوب جاتا ہے، بالکل تمہاری طرح۔" اُس نے گھاس کو مکمل کرتے خوش دلی

سے اپنی بنائی گئی پینٹنگ کو دیکھا۔ وہ مکمل ہو چکی تھی مگر اُس میں کچھ ادھورا لگ رہا تھا۔

اِس سے پہلے کہ امل نوٹ کرتی، اُس کا فون تھرتھرایا۔ اُس نے فون چارجنگ سے اُتارا اور فوراً کال اٹینڈ کی۔

"ہیلو امل۔" فون کان سے لگاتے ہی سلطان بیگ کی آواز سُنائی دی۔

"جی بابا۔" اُس نے محتاط سا پوچھا۔

"تم نے سالگرہ پر جانا تھا نا؟ تم ایسا کرو کہ تیار ہو جاؤ۔ میں ڈرائیور سے کہوں گا، وہ تمہیں لے جائے گا۔" وہ لمحے بھر کو سانس لینے کو رُکے۔ "مگر یاد رکھنا کہ رات نو بجے سے پہلے واپس آ جاؤ۔"

"جی بابا۔" امل نے بس اتنا ہی جواب دیا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟" سلطان بیگ نے اُسے خاموش پا کر سوال کیا۔

"میں خوش ہوں بابا۔ تھینک یو سو مچ۔ آپ کو پتہ ہے میں دنیا میں اتنی محبت کسی سے نہیں کرتی، جتنی آپ سے کرتی ہوں۔" امل نے خوش دلی سے جواب دیا اور بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔

Clubb of Quality Content

"اب تو کرتی ہو نا۔" چند لمحے کے توقف کے بعد سلطان بیگ نے کہا۔

"کس سے؟" امل نے حیرانی سے پوچھا۔

"مائرہ سے۔" اُنہوں نے کہا اور دونوں ہلکا سا ہنس دیے۔

"آپ کے اور ماما کے بعد اگر میرے لئے کوئی اہم ہے تو وہ مائرہ اور احد بھائی ہیں۔" اُس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

"تم مجھے بتا دو کہ کب تک جانا ہے۔ میں ڈرائیور کو بھی بتا دوں۔" سلطان بیگ نے موضوع بدلتے پوچھا۔ امل نے ٹائم دیکھا۔ چار بج چکے تھے۔

"بابا ابھی تو دیر ہو رہی ہے، آپ ڈرائیور کو بولیں کہ دس منٹ میں تیار رہے۔ میں بس ابھی تیار ہونے جا رہی ہوں۔" امل نے جلدی سے کہا اور فون بند کر دیا۔

اُس نے کینوس کو اُٹھایا اور واپس اُس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اُس میں کچھ تو ابھی ادھورا تھا مگر وہ دیکھنے کا وقت ابھی اُس کے پاس نہیں تھا۔ اُسے جانے کی جلدی تھی۔ وہ ہمیشہ جلدی کرتی تھی، آج بھی وہ جلدی کر رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

وہ آئینے کے سامنے کھڑی تیار ہو رہی تھی۔ اب اُس نے کھڑکی کا پردہ ہٹایا ہوا تھا، جس سے کمرے میں ہلکی سنہری روشنی چھن چھن کر آ رہی تھی، جیسے وقت خود اُسے تیز قدموں سے باہر لے جانا چاہتا ہو۔ کمرے میں ایئر کنڈیشنر چل رہا تھا مگر پھر بھی دیواروں پر پسینہ سا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے وقت، پسینے کی بوند کی طرح پھسل رہا ہو اور امل، اُس گھڑی کو تھامنے کی بے سود کوشش کر رہی ہو۔

سائیڈ ٹیبل پر رکھا اُس کا موبائل بجا، کسی کا میسج آیا تھا۔ مگر وہ سب سے بے نیاز، بس اپنی پلکوں پر کاجل لگا رہی تھی۔ گلے میں موجود لاکٹ یونہی لٹک رہا تھا۔ اُس نے لیونڈر رنگ کا، گھٹنوں سے نیچے آتا ہوا ایک سادہ سا ڈریس پہن رکھا تھا۔

وہ ہر چیز جلدی جلدی کر رہی تھی۔

بال سمیٹنا، چھوٹے سے پرس میں چیزیں رکھنا، لپ اسٹک کی ہلکی تہہ لگانا...

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مگر ہر حرکت میں ایک عجب ٹھہراؤ تھا جیسے وقت رک بھی گیا ہو اور بھاگ بھی رہا ہو۔

اُس کا دوپٹہ بے ترتیب تھا، وہ اسے درست کرنے لگی تو کان کی بالی میز سے نیچے گر گئی۔

وہ جھکی، بالوں کی ایک لٹ چہرے پر آ گئی، وقت نے سانس روکی، لمحے نے آنکھیں موند لیں۔

اُس نے آخری بار خود کو آئینے میں دیکھا۔

آج کے چہرے میں کچھ مختلف تھا۔

روشنی زیادہ تھی یا شاید اندھیرا قریب تھا۔

جوتے پہنتے ہوئے اُس نے آخری بار گھڑی دیکھی۔

"جلدی کرو امل۔" اُس نے خود سے ہی سرگوشی کی۔

مگر شاید تقدیر نے اُسے سن لیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کمرے میں سکوت پھیل گیا... جیسے ہر چیز اُس کے پیچھے ٹھہر گئی ہو۔

اُس کی ہنسی، اُس کی سانسیں، اُس کا ہر بے فکر لمحہ۔

دروازہ کھلا۔ وہ باہر نکل گئی۔

اور کمرہ... کمرہ خالی ہو گیا۔

اور شاید، ہمیشہ کے لیے۔

آٹھ بجے کے قریب ہی وہ سب کو خدا حافظ کہتی وہاں سے نکل آئی۔ اُس کی ساری کلاس فیلوز وہیں تھی، اُنہوں نے کافی روکنا چاہا مگر وہ بابا کا بہانہ بناتی وہاں سے نکل آئی۔ اُسے خود بھی وہ پارٹی کچھ خاص پسند نہیں آئی تھی۔ اُسے تنہا رہنے کی اتنی عادت ہو گئی تھی کہ اب ایسی جگہوں میں اُس کا دم گھُٹنے لگتا۔

گاڑی سُنسان سڑک پر رواں دواں چل رہی تھی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی اپنی آج کی بنائی گئی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ گلے میں موجود لاکٹ جگمگا رہا تھا۔ اُس کی صبح سے مائرہ سے بات

نہیں ہوئی تھی۔اُس نے کال کرنی چاہی مگر راستے میں انٹرنیٹ بالکل نہیں تھا۔اُس سنسان راستے میں سِم بھی کام نہیں کر رہی تھی۔اُس سڑک پر اُن کی گاڑی کے علاوہ کوئی دوسری گاڑی نہیں تھی اور یہ بات اُسے خوف زدہ کر رہی تھی۔اُسے یوں رات کو نکلنے کی عادت نہیں تھی۔ہر طرف اندھیرا تھا،ڈرائیور کو محتاط رہ کر ڈرائیو کرنا پڑ رہا تھا۔آج اُسے اپنے آنے پر پچھتاوا ہوا تھا،شاید بابا ٹھیک ہی کہتے تھے۔

اچانک اُسے اپنی گاڑی کے پیچھے ایک گاڑی دکھائی دی تو اُس نے سُکھ کا سانس لیا۔وہ اُس سنسان سڑک پر اکیلے نہیں تھے۔اُس نے مُڑ کر دیکھا،وہ گاڑی بہت تیز رفتار سے چل رہی تھی اور عنقریب امل کی گاڑی کو پیچھے چھوڑنے والی تھی۔

اُس گاڑی نے امل کی گاڑی کو کراس کیا اور سامنے آ کر اچانک بریک لگائی۔امل کا دل زور سے دھڑکا،دماغ میں لال گھنٹی بجی۔

اُس کی اگلی سیٹ سے ایک شخص نکلا اور امل کی گاڑی کی جانب بڑھا۔اُس نے کوئی ماسک نہیں پہن رکھا تھا۔امل اُسے پہچانتی تھی۔وہ اُسے اچھی طرح پہچانتی تھی۔یہ وہی شخص تھا جو اُسے روزانہ اپنی یونی کے سامنے دِکھتا تھا۔اُس کی نظر اُس شخص کے ہاتھ کی جانب بڑھی۔

اُس نے دستانے پہن رکھے تھے اور اُس میں ایک پستول تھا۔

وہ آگے بڑھا اور ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر ڈرائیور کو گھسیٹ کر باہر نکالا۔ امل اُس کی ہر حرکت کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کا دل یوں دھڑک رہا تھا کہ باہر آنے کو ہو۔

"اپنا فون اور والٹ دو۔" اُس نے ایک ہاتھ آگے بڑھایا۔ ڈرائیور نے فوراً اپنا فون اور والٹ اُس کی جانب بڑھا دیا۔ جسے اُس نے گاڑی کی فرنٹ سیٹ ہر اُچھالا۔ ڈرائیور کو حیرانی ہوئی۔ اُس نے فون اُسی گاڑی میں کیوں رکھ دیا تھا؟

اُس شخص نے پستول ڈرائیور کے سینے پر تانا اور اُسے قدم بقدم پیچھے کرنے لگا۔

"پیچھے، پیچھے۔" اُس نے دوسری انگلی سے اشارہ کیا اور اُسے پیچھے کرتا گیا۔ "یہاں بیٹھو۔" اُس نے گاڑی سے تھوڑا دور لے جا کر نیچے بیٹھنے کا اِشارا کیا۔ ڈرائیور ذرا جھجکا۔

امل گاڑی میں بیٹھی سلطان بیگ کو کال کرنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر سگنل بالکل کام نہیں کر رہے تھے۔

اچانک گولی چلنے کی آواز آئی۔ امل کی گرفت فون کے گرد مضبوط ہوئی مگر آنکھوں سے

آنسو نہیں نکلے۔اُس کے آنسو بھی کینوس میں بنائی شہزادی کی طرح سوکھ چکے تھے۔گولی ڈرائیور کی ریڑھ کی ہڈی کے قریب لگی تھی،جس سے وہ فوراً گر گیا اور خون کسی فوارے کی طرح بہنے لگا۔

وہ ڈرائیور کو دیکھتا ایک ایک قدم پیچھے کو بھرتا آیا اور گاڑی کے قریب پہنچ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا،پیچھے مُڑ کر امل کے ہاتھ سے فون چھینا۔

"یہاں انٹرنیٹ کام نہیں کرے گا امل۔"اُس نے امل کو دیکھتے کہا۔امل کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا اور حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔وہ شخص اُسے جانتا تھا۔

"کون ہو تم؟"الفاظ ٹوٹ کر ادا ہوئے۔

"بس انتظار کرو۔"اُس نے کہا اور گاڑی کو زن پر دوڑا رکھا۔جس گاڑی میں وہ آیا تھا،وہ بھی اُس کے پیچھے چلنے لگی اور کہیں آگے جا کر غائب ہو گئی۔

گاڑی شہر میں داخل ہوئی جو رات کے اندھیرے کے باوجود روشنی سے چمک رہا تھا۔اُس نے ڈرائیور کا فون تھاما جو نوکیا کا تھا۔اُس سے ایمبولنس کو کال کی اور ڈرائیور کی لوکیشن کا بتایا

کہ وہ وہاں مرا پڑا ہے۔اُس کے بعد اُس نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا اور فون کو باہر اُچھال دیا۔

اب وہ سرد آہ لیتے کچھ بول رہا تھا مگر امل نہیں سُن رہی تھی۔اُس نے کبھی زندگی میں اتنا خوف محسوس نہیں کیا تھا جتنا آج کر رہی تھی۔اُس کا باپ ہمیشہ اُس کے ساتھ رہا تھا مگر آج وہ تنہا تھی۔

گاڑی ایک زیرِ تعمیر پلازہ کی پارکنگ میں جا رکی جو شہر کے بیچ و بیچ تھا۔آس پاس لوگوں کی بھیڑ تھی مگر کسی نے بھی اُس زیرِ تعمیر پلازے کی پارکنگ میں جاتی گاڑی کو نہیں دیکھا تھا۔ پارکنگ ایریا میں بالکل اندھیرا تھا۔ابھی وہ صرف ایک ڈھانچہ تھا،اُس میں بجلی،پانی کچھ نہیں تھا۔

"امل،اگر تم نے کوئی چالاکی کی تو یاد رکھنا میرے پستول کی گولی تم سے تیز ہے۔"اُس نے سرد مہری سے کہا اور گاڑی سے نکلا۔امل کا فون اُس کے ہاتھ میں تھا۔

"لاک کھولو۔"اُس نے پستول امل پر تانتے فون اُس کی جانب بڑھایا۔امل نے لاک

کھول کر اُسے تھمادیا۔

اُس نے ایک مشہور نیوز چینل کا اکاؤنٹ کھولا اور وہاں سے اُس کی ای میل کاپی کی۔

"آگے بڑھو۔" اُس نے امل کو گاڑی سے نکالا اور سیدھا چلنے کو کہا۔ امل خاموشی سے چلتی گئی۔

"اوپر چلو اور اگر تمہاری آواز سُنائی دی تو میرے پستول کی ساری گولیاں تمہارے اندر اُتر جائیں گی۔" اُس نے امل کو تھوڑا آگے دھکیلتے کہا۔ امل نے مُڑ کر نہیں دیکھا بس سیدھا چلتی گئی۔

اُس نے ایک میل لکھنا شروع کی۔

"یہ نیوز والے وہ خبریں چلاتے ہیں، جو تمہارا باپ اِنہیں بتاتا ہے۔ اُس کے خلاف کچھ اپلوڈ نہیں کرتے۔" اُس کی آنکھوں میں گہری سوچ تھی۔ مگر وہ بولتا جارہا تھا۔

"میں امل سلطان، مشہور صنعتی شخص سلطان بیگ کی بیٹی، اپنی زندگی سے تنگ آچکی ہوں۔ اور بنا کسی پریشر کے خود کو اس دنیا سے آزاد کرنے کا رہی ہوں۔" اُس نے ایک سطر لکھی

اور نیوز چینل کو بھیج دی۔ امل نہیں دیکھ سکتی تھی کہ وہ اُس کے موبائل میں کیا کر رہا ہے۔ وہ یونہی چلتی چلتی چھت پر پہنچی۔ وہ پلازہ شہر کی سب عمارتوں سے اونچا تھا۔ وہاں کوئی انسان بھی اُنہیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"جاننا چاہتی ہو کہ میں تمہیں یہاں کیوں لایا؟" اُس نے امل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ چاند کی روشنی میں وہ اُس کا سہما ہوا چہرا دیکھ سکتا تھا۔ "چلو میں خود ہی بتا دیتا ہوں۔" اُس نے امل کو دونوں شانوں سے پکڑ کر سڑک کے قریب کیا جس سے امل سہم کر فوراً پیچھے ہوئی۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں سے کُود جاؤ۔" یہ جملہ کہنے کے بعد وہ شہد آنکھوں میں حیرت اور خوف واضح دیکھ سکتا تھا۔

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟" اُس نے بمشکل حلق سے الفاظ نکالے۔

"یہ دیکھو۔" اُس نے امل کا فون اُس کی جانب گُھمایا اور سامنے وہ ای میل چمک رہی تھی۔

"میں کچھ نہیں کر رہا۔ جو کر رہی ہو، وہ تم کر رہی ہو۔" اُس نے کہا اور لمحے بھر کو رُکا۔

اُس کے بعد نا جانے کتنی دیر وہ بولتا رہا اور امل سُنتی رہی۔ آنسو اُس کی آنکھوں سے بہہ کر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رخسار کو پار کر رہے تھے۔اُس شخص کا ایک ایک لفظ اُس کے دل پر خنجر کی طرح وار کر رہا تھا۔

"احد،جسے تم اپنا بھائی کہتی ہو اُس نے تمہارے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے۔ چچ چچ چچ۔"اپنی بات پوری کرنے کے اُس نے امل سے افسوس کیا۔

"اگر وہ مجھے آ کر نہ بتاتا کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے تو بھی شاید میں تمہیں نہ مارتا۔"وہ پستول کو ایک ہاتھ میں گُھما رہا تھا۔

"احد بھائی کو جب پتہ چلے گا تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔"اُس نے ہمت کر کے بولنا چاہا مگر الفاظ نے اُس کا ساتھ نہیں دیا۔

"احد تو تب مجھے کچھ کہے گا جب تمہارا باپ اُسے چھوڑے گا۔"امل نے نظر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔شہد آنکھوں میں حیرت واضح تھی۔وہ آنکھیں بالکل احد جیسی تھیں۔

"تم تو ویسے بھی مرنے والی ہو۔تم سے کیا چُھپانا۔میں نے سوچ رکھا ہے کہ جب تمہارے باپ کو پتہ چلے گا کہ تمہارا قتل ہوا ہے۔تو یہ سارا الزام احد کے سر ڈال دوں گا۔"اُس نے ہلکا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سا مُسکرا کر کہا۔

"میں نہیں جانتا کہ میں یہ کیسے کروں گا۔ مگر یہ نا ممکن نہیں ہے۔ میں سلطان بیگ کو اُس کی اولاد کے ہاتھوں توڑوں گا۔ یہ عہد میں نے خود سے کیا تھا اور ایسا تب ممکن ہو گا جب اُس کی بیٹی کا قتل اُس کا ہی بیٹا کرے۔" اُس نے کہا اور امل کو کھڑا ہونے کا اشارہ کیا۔

"بابا کبھی تمہارا یقین نہیں کریں گے۔" امل نے ٹوٹے الفاظ سے کہنا چاہا۔

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔" وہ خاموش ہوا تو چند لمحے یونہی خاموشی سے بیت گئے۔

"اب تک خبر تمہارے باپ تک پہنچ چکی ہو گی کہ تم خود کشی کرنے والی ہو۔ وہ تمہارا فون ٹریک کروا رہا ہو گا اور تمہارا فون اُسے لاسٹ لوکیشن یہیں کی بتائے گا۔ تمہیں یہاں لانے کا مقصد بس ایک ہی تھا۔ وہ یہ تھا کہ اس پلازے کی زمین پر تمہارا خون بہا جائے اور میرا وعدہ پورا ہو۔" اُس نے دھیمے لہجے میں کہا اور ہاتھ میں پکڑا فون دیکھنے لگا جو وہ چند منٹ قبل آف کر چکا تھا۔

"یہ لو تمہارا فون۔" اُس نے فون امل کی جانب بڑھایا۔ امل کے ہاتھ آگے نہ بڑھانے پر

زبردستی اُس کے ہاتھ میں تھمایا۔ پھر اُس کے سر پر پستول تانا اور اُسے کھڑے ہونے کا کہا۔

"مجھے چھوڑ دو۔ تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے چھوڑ دو۔" آنسو اُس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔ اُس نے آخری بار اپنی زندگی کی بھیک مانگی۔

"گھومو۔" اُس نے یونہی پستول اُس کے سر پر ٹکاتے کہا۔ امل فوراً گھوم گئی۔

"وہ نیچے دیکھو، تمہارا باپ پہنچ آیا ہے۔ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا۔" امل نے جھک کر دیکھا۔ سلطان بیگ سامنے کھڑے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ وہ اُسے ہی تلاش کر رہے تھے۔ مگر اُنہوں نے یہ نہ سوچا کہ امل چھت پر کھڑی اُنہی کو دیکھ رہی ہے۔ ایک آنسو اُس کی آنکھ سے بہا اور زمین پر جا گرا۔

"بابا۔" وہ پوری قوت سے چلائی مگر اُن تک اُس کی آواز نہیں پہنچی۔

"اپنے باپ کے پاس ہی چلی جاؤ۔" اُس نے امل سے کہا اور اِس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی پوری قوت کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے اُسے آگے کی جانب دھکا دے دیا۔ آگے جھک کر

دیکھا اور امل کے زمین کو چُھوتے ہی وہ پیچھے ہٹا۔

امل کے زمین کو چھوتے ہی وقت رک سا گیا۔ شہر کی وہ گلی جس میں روز شور و غل مچتا تھا، ایک لمحے کے اندر خاموشی کے کٹہرے میں آ کھڑی ہوئی۔ بس دلوں کی دھڑکن باقی تھی اور اُن میں بھی ایک کی بے ترتیبی نے سب کچھ بدل دیا۔

لوگوں کی گردنیں اوپر اٹھیں جیسے کسی نے آسمان سے کوئی قیمتی شے نیچے پھینکی ہو مگر سلطان بیگ کی نگاہ اوپر دیکھنے کی مہلت کہاں رکھتی تھی؟ اُن کی آنکھ تو اُسی ایک چہرے پر جم چکی تھی۔

"امل!" وہ چیخے، وہ دوڑے، وہ گرے، وہ لپکے۔

یہ صدا کوئی معمولی صدا نہ تھی۔ یہ باپ کی فریاد تھی، ایک ایسی فریاد جسے لفظوں میں نہیں باندھا جا سکتا۔ وہ دوڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچے اور اُسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا جیسے اُس کے وجود کو زمیں کی سختی سے بچا رہے ہوں۔

سڑک پر خون کا دھارا بہہ رہا تھا جیسے کوئی سرخ سا قافلہ ہو جو درد کا ماتم کرتا جا رہا ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

امل کی آنکھیں آدھی کھلی تھیں اور اُن میں ایک جھلک تھی۔ ایسے لمحے کی جھلک جو بیت چکا ہو مگر دل میں باقی ہو۔

چاند آسمان پر اپنی تمام سفید معصومیت کے ساتھ چمک رہا تھا اور اُس کے نرم اجالے میں امل کے آنسو یوں چمک رہے تھے جیسے وہ پینٹنگ... وہی کینوس والی پینٹنگ...

اُس کی آنکھیں دھندلا رہی تھیں اور اُن میں جھلملاتے لمحے دوڑ رہے تھے۔ اُن لمحوں میں وہ لمحے بھی شامل تھے جب وہ مائرہ اور احد سے گھنٹوں باتیں کرتی تھی۔ اُس نے کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ اُس کے لبوں پر بے آواز سے لرزے جیسے کوئی تتلی کسی پھول کو بغیر چھوئے گزر جائے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

درد کی شدت کے باوجود اُس کے لبوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ ابھری۔ ایسی مسکراہٹ جو صرف اُن لمحوں میں اُبھرتی ہے جب کوئی اپنی زندگی کا سب سے پیارا حصہ یاد کرتا ہے۔

پھر اچانک... جیسے وہ لمحہ مکمل ہو گیا ہو، اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔

لوگ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ کچھ چھت کی طرف دوڑے جہاں سے وہ گری تھی۔ کچھ نیچے رُک کر تماشائی بنے، اپنے فون نکال کر ویڈیوز بنانے لگے۔ آج کل کے زمانے کی بے حسی کی چلتی پھرتی مثال۔

چند لمحوں میں سائرن کی چیخ گلی میں اُتری جیسے وقت واپس پلٹنے کی کوشش کر رہا ہو۔

ایمبولنس پہنچی۔ سفید یونیفارم میں لپٹے پیرامیڈکس تیزی سے نکلے، فریسٹ ایڈ کا سامان، آکسیجن ماسک، اسٹریچر۔ سب کچھ حاضر تھا۔

انہوں نے امل کے جسم کو اُٹھایا مگر جیسے ہی چہرہ دیکھا... چند ایک نے نظریں پھیر لیں۔

سلطان بیگ اُس کے ساتھ ایمبولنس میں سوار ہوئے۔ اُن کے ہاتھ امل کے سرد ہاتھوں کو تھامے ہوئے تھے، "امل، میری جان میں یہاں ہوں... تمہارے ساتھ ہوں... مجھے چھوڑ کے مت جانا..."

ایک پیرامیڈک نے امل کی نبض چیک کی اور اپنے ساتھ بیٹھے دوسرے پیرامیڈک کو دیکھ کر نفی میں سر ہِلایا۔ نبض میں زندگی کا کوئی نشان نہیں تھا۔

وہ مر چکی تھی۔

اور ہر جگہ بس ایک ہی سطر گردش کر رہی تھی۔ "شہر کے سب سے کامیاب صنعتی شخصیت سلطان بیگ کی بیٹی امل سلطان نے اپنے ہی زیرِ تعمیر پلازہ سے کُود کر خودکُشی کر لی۔"

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

رات کے اندھیرے میں جب وہ لوگوں کی بھیڑ میں سے بچ کر نکل کر اپنے گھر پہنچا تو سیدھا اپنے گھر کی پچھلی جانب بڑھ گیا۔ جہاں اُس کا سٹور روم تھا۔ جس کی چابی صرف اُس کے پاس تھی اور وہاں اُس کے بغیر اور کوئی نہیں آتا تھا۔

اُس نے لاک کھولا تو ہلکی سی چُرمراہت کے ساتھ دروازہ کُھلتا چلا گیا۔ اُس نے دیوار کو ٹٹول کر بٹن ڈھونڈا اور بلب جلایا۔ اُس کے بعد وہ تھوڑا آگے بڑھا۔ سامنے ایک لکڑی کا چھوٹا سا دروازہ نظر آیا۔

اُس نے لکڑی کے چھوٹے دروازے کی جانب قدم بڑھائے اور ٹھوکر دروازے پر لگائی جس سے وہ ہلکی سی چُرمراہت کے ساتھ پیچھے کو کُھلتا گیا۔ سامنے ایک چھوٹا سا کمرا تھا جس میں

کوئی بتی نہیں تھی۔ وہ چھوٹے چھوٹے ڈاگ بھرتا اُس میں داخل ہوا۔

داخل ہونے پر سامنے اُسے ایک لکڑی کا بورڈ دیوار سے لٹکتا نظر آیا۔

اُس پر تین تصویریں لگائی گئی تھی اور اُس کے ساتھ اُن کے نام بھی لکھے تھے۔

امل سلطان۔ سلطان بیگ۔ احد سلطان۔

اُن تینوں کی تصویر پر لال مارکر سے کراس لگایا گیا تھا۔

اُس نے ٹیبل پر پڑی موم بتی کو جلایا اور امل کی تصویر کو اُتار کر جلانے لگا۔ اُس تصویر نے فوراً آگ پکڑ لی اور جل کر آگ کا انگارا بننے لگی۔ جب آگ اُس کے انگوٹھے کے قریب پہنچی تو اُس نے تصویر کے ٹکڑے کو دور اچھالا اور موم بتی کو بُجھا دیا۔ اُس کے بعد اُس نے آہستہ سے تصویر کی راکھ کو پھونک سے اُڑایا اور باقی کی بچی دونوں تصویروں کی جانب رُخ کیا۔

"تم دونوں کو میں نہیں ماروں گا بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھوں مرواؤں گا۔" وہ اُن تصویروں کو دیکھ کر غضب سے بول رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ ایک مار کر تھامے اُس بورڈ پر لکھنے لگا۔

"تمہارا شکریہ میرے دوست، مجھے یہ بتانے کے لئے کہ تم نے سلطان بیگ کو مجبور کیا تھا کہ وہ امل کو آج کی پارٹی میں جانے دے۔" اُس نے احد کی تصویر کو دیکھ کر کہا اور ایک قہر آلود مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھر گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب ۱۰: ان کہی داستان

غم سے اب گھبرانا کیسا

غم سو بار ملا...

یہ ایک خوشگوار صبح تھی۔ آسمان بالکل شفاف نظر آرہا تھا۔ رات کو بادل برسے تھے جس کی وجہ سے آج ہوا میں ہلکی سی نمی تھی۔ درختوں کے پتوں سے ابھی بھی پانی کے قطرے بہہ رہے تھے البتہ پرندوں کی چہل پہل آج پہلے سے زیادہ تھی۔ سردیاں آنے کو تھیں اور وہ اپنے گھونسلے بنانے میں لگے تھے۔

احد ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا تیار ہو رہا تھا، اُس نے نیلی پینٹ اور آسمانی نیلی شرٹ پہن رکھی تھی۔ مائرہ ابھی باتھ روم سے فریش ہو کر نکلی تھی۔ اُس نے سادہ کالی پرنٹڈ شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔

"مائرہ۔" احد نے دھیما سا پکارا۔

"جی۔" مائرہ نے کہا اور اُس کے قریب آ گئی۔

"کل سلطان بیگ مجھ سے ملنے آئے تھے۔" احد نے آئینے میں سے مائرہ کو دیکھتے ہوئے بتایا۔

وہ کچھ لمحے کے لئے خاموش ہو گئی اور بیڈ پر جا بیٹھی۔

"وہ کہہ رہے تھے کہ جلد ہی تم سے ملنے تمہارے ریسٹورنٹ آئیں گے۔" احد نے اپنی بات مکمل کی اور مائرہ کی جانب رُخ کیا۔

"کیا ہوا؟" احد نے نرمی سے پوچھا اور اُس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

"مجھ میں اُن کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔" احد نے مائرہ کو کہتے سُنا اور نا سمجھی سے اُسے دیکھا۔

"تم نے خود ہی تو کہا تھا؟"

"جب تک ہم..." اُس نے کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ حلق میں اٹک گئے۔

"اب میں اُن سے نہیں ملنا چاہتی۔"

وہ دُکھ اور ملال کی ملی جلی کیفیت میں بول رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مگر سلطان بیگ کو..." وہ کچھ بول ہی رہا تھا کہ مائرہ نے اُس کی بات کاٹی۔

"تم اُن کو نام سے کیوں پکارتے ہو؟ بابا کیوں نہیں کہتے؟" اُس نے احد کی آنکھوں میں جھانکتے پوچھا، احد کچھ لمحے کے لئے خاموش ہو گیا۔

"اُن کو بابا کہنے کا حق صرف امل کو تھا۔ میں اُن کو یہ کہہ کر نہیں پکارنا چاہتا۔" کچھ لمحے گُزرنے کے بعد وہ دھیرے سے بولا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ اس سے تم امل کی جگہ لے لوگے؟" مائرہ نے بغور اُس کے چہرے کو دیکھتے پوچھا مگر وہ خاموش رہا۔

"کوئی کسی کی جگہ نہیں لے سکتا احد۔ امل کی جگہ اُن کے دل میں ہمیشہ خاص رہے گی۔ بابا بولنے سے تم اُس کی جگہ نہیں لے سکتے مگر ہاں تم ان کا درد بانٹ سکتے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ نرم پڑ جائیں۔ ان کو احساس ہو کہ میری کوئی اولاد ابھی بھی زندہ ہے۔" مائرہ نے اُس کا ہاتھ نرمی سے تھامتے کہا۔

"وہ بھی میری ماں کی جگہ نہیں لے سکتے۔ میں تین سال کا تھا جب وہ مجھے چھوڑ کر گئے۔ تب

سے میری ماں ہی میرا باپ ہے۔ میری ماں نے کبھی مجھے احساس نہیں دلایا کہ میرا باپ نہیں ہے۔ میری ساری زندگی اپنی ماں کو ہی اپنا باپ سمجھ کر گزری۔ میں اُن کا حق اُن سے نہیں چھین سکتا۔" اُس نے احد کو کہتے سُنا۔

"صرف ایک نام سے تم کسی کا حق نہیں چھین سکتے احد۔" مائرہ نے سمجھانا چاہا۔

"تم میری ماں کو ماں کیوں نہیں بولتی؟ امی کیوں بولتی ہو؟" احد کے سوال نے اُسے لاجواب کر دیا تھا۔ احد کی بات وہ سمجھ چکی تھی۔ کمرے میں ہر چیز کی آواز دم توڑ چکی تھی اور وہ دونوں خاموش ہو چکے تھے۔ نہ وہ کچھ بولی، نہ وہ کچھ بولا۔

"احد ہم اُسے کیسے ڈھونڈیں گے؟" چند سانحے خاموشی سے گُزارنے کے بعد ایک بار پھر اُس نے بات کا آغاز کرتے پوچھا۔

"ہم اُسے ڈھونڈ لیں گے اور اُسے اُس کے کیے کی سزا بھی ملے گی۔" احد نے یقین دہانی کروائی۔

"اور وہ پولیس جو میرے ریسٹورنٹ پر آئی تھی؟" مائرہ نے اچانک یاد آنے پر ایک اور

سوال کیا۔

"وہ سلطان بیگ نے بھیجی تھی۔" احد نے اطمینان سے جواب دیا۔

"کیوں؟" مائرہ کے لبوں سے پھسلا۔

"وہ نہیں چاہتے تھے کہ تم میرا پیچھا کرو کیونکہ میں نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ امل کا قاتل میری وجہ سے بھاگا ہے۔ اُس کو واپس لانے تک میں اپنے گھر نہیں جاؤں گا اور وہ تمہیں یہ بھی بتانا چاہتے تھے کہ احد زندہ ہے اور جہاں بھی گیا ہے اپنی مرضی سے گیا ہے۔" وہ لمحے بھر کو رُکا، پھر کہا۔ "مگر یہ بات میں نہیں جانتا تھا۔ جب تم مجھ سے ملنے آئی تھی تو تمہارے منہ سے یہ سب سُن کر مجھے بھی حیرت ہوئی تھی مگر مجھے سمجھ آ گئی تھی کہ یہ سلطان بیگ نے کیا ہے۔ جب میں نے اُن سے پوچھا تو اُنہوں نے بتایا۔" احد نے مائرہ کو دیکھتے بات مکمل کی۔

"وہ تمہاری لاپرواہی سے نہیں بھاگا تھا احد۔ خود کو قصوروار نہ ٹھہراؤ۔" بات کرتے کرتے مائرہ کی نظر احد کے بائیں بازو پر جا ٹھہری۔

"میں آج تک یہ نہیں سمجھ پایا مائرہ کہ اُس کی مجھ سے کیا دشمنی تھی۔ اُس نے امل کو کیوں مارا؟ اور جانتی ہو اُس نے سلطان بیگ سے کیا کہا تھا؟" اُس نے مائرہ کو دیکھتے پوچھا اور اُس کے جواب کا انتظار کیے بغیر بتانے لگا۔

"اُس نے کہا کہ اُس نے امل کو میرے کہنے پر مارا اور یہ کہ میں اپنی ماں کے ساتھ کی گئی زیادتیوں کا بدلا لینا چاہتا تھا۔" وہ چند سیکنڈز کے لیے خاموش سا ہوا اور پھر بولا۔

"مجھے سب سے زیادہ اذیت یہ سوچ کر ہوتی ہے کہ اُس نے امل سے کیا کہا ہو گا۔ کیا اُس نے امل کو بھی مارنے سے پہلے یہ سب کہا ہو گا؟" وہ اپنی آنکھوں کی نمی کو چُھپانے کی کوشش کرتے کہہ رہا تھا۔ "مائرہ وہ معصوم تھی۔ کیا اُس نے مصطفٰی کی بات کا یقین کیا ہو گا؟" احد نے اپنے سر کو ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔ یہ نام آج بھی اُسے اذیت دیتا تھا۔ آج بھی اُس کے لئے یقین کرنا مشکل تھا کہ مصطفٰی نے امل کا قتل کیا تھا۔

"کیا اُس نے مرنے سے پہلے مجھے اپنا قاتل سمجھا ہو گا؟" اُس کی آواز میں چُھپا کرب مائرہ محسوس کر سکتی تھی۔

"مصطفیٰ کو مجھ سے نفرت تھی۔ میں نے اُس کے ساتھ گُزارا ہر پل یاد کر کے دیکھا ہے۔ مجھے کوئی ایک بھی ایسی بات یاد نہیں آئی کہ جس وجہ سے وہ مجھ سے اتنی نفرت کرے کہ میرے خاندان کے ایک شخص کو مار دے۔" وہ وقفے وقفے سے بول رہا تھا۔

"شاید اُس کی سلطان بیگ سے کوئی ذاتی دشمنی ہو۔" اُس نے مائرہ کو کہتے سُنا۔

"وہ اُسے جانتا تک نہیں تھا۔" احد نے مختصر جواب دیا۔

"وہ میرا دوست تھا، میں اُسے ہر بات بتاتا تھا۔ جس دن اُس نے امل کو مارا اُس دن میں نے ہی سلطان بیگ کو مجبور کیا تھا کہ وہ امل کو بھیجیں۔" وہ لمحے بھر کو رُکا جیسے بہت سارا زہر اکٹھا پی رہا ہو۔ "اور اُس کے بعد میں نے مصطفیٰ کو فون کیا تو یونہی سلطان بیگ کے ساتھ ہونے والی بات اُسے بتا دی۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ ایسا..." احد بولتا بولتا اچانک خاموش ہو گیا۔

"تم مجھے یہ سب بتا چکے ہو احد۔ یہ سب بار بار دہرانے کا فائدہ نہیں ہے۔ اِس سے تم خود کو ہی اذیت دیتے ہو۔" مائرہ نے نرمی سے کہا۔ اُس نے اب بھی احد کا ہاتھ نرمی سے پکڑ رکھا تھا۔

"وقت ہر زخم بھر دیتا ہے۔ مگر جو زخم خود کا دیا ہو،وہ نہیں بھرتا۔مائرہ میں چاہ کر بھی وہ آواز نہیں بُھلا سکتا جس کی خاموشی کا سبب میں بن گیا۔ میں آج بھی اُن راستوں پہ چلتا ہوں جہاں اُس کی یادیں ہیں اور ہر قدم پر وہ صدا سنائی دیتی ہے جو اُس نے کبھی دی ہی نہیں۔"

وہ روانی سے بول رہا تھا۔

"مصطفٰی کا نام استعمال کرنے کا کیا فائدہ ہوا تمہیں؟"مائرہ نے پوچھا۔

"مجھے یہ نام استعمال کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ سلطان بیگ کو لگا تھا کہ شاید وہ ایک بار یہ دیکھنے ضرور آئے گا کہ میں اُس کا نام استعمال کیوں کر رہا ہوں مگر وہ نہیں آیا۔ وہ روپوش ہو چکا ہے۔"اُس نے مائرہ کے سوال کا جواب دیا۔

"اوجھل دشمن نمایاں دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ وہ ایسی جگہ سے وار کر سکتا ہے جس کا ہمیں علم ہی نہ ہو۔ گھر چھوڑنے کی پہلی وجہ مصطفٰی کو ڈھونڈنا تھی،سلطان بیگ نے اس وجہ سے ہی مجھے یہ نام استعمال کرنے کو کہا تھا۔"

"دوسری اور تیسری وجہ سلطان بیگ کی نظر میں کچھ اور تھیں لیکن میرے لئے دوسری وجہ

تمہاری اور ماں کی حفاظت تھی مائرہ۔"

"میری اور امی کی حفاظت؟" مائرہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"مصطفٰی کا نشانہ میں، امل اور سلطان بیگ تھے۔ اگر میں تم لوگوں کے ساتھ رہتا تو تمہاری جان کو بھی خطرہ تھا۔" احد نے وضاحت کی۔

"اور تیسری وجہ... تیسری وجہ یہ تھی کہ مجھے یہ نام اذیت دیتا ہے۔ جب کوئی احد کہہ کر پکارتا تو مجھے امل کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ جب وہ مجھے احد بھائی کہہ کر پکارا کرتی تھی۔ یہ میرا فیصلہ تھا کہ جب تک میں اپنی بہن کے قاتل کو سولی نہیں چڑھاتا، اپنے بھائی ہونے کا حق ادا نہیں کرتا تب تک میں یہ نام نہیں سُننا چاہتا تھا مگر یہ نام ہی تو تھا جو مجھے کبھی امل کا بھائی اور کبھی اُس کا قاتل بنا دیتا۔ مجھے آفس کے لوگ مصطفٰی بُلاتے تاکہ میں کبھی اپنی بہن کے قاتل کو بھول نہ سکوں اور گھر میں احد بُلاتے تاکہ میں یہ بھی نہ بھول سکوں کہ میں اُس کی زندگی میں نہ آتا تو شاید آج وہ زندہ ہوتی۔" اُس نے مائرہ سے کہا۔

"وہ تمہارے پاس ایک سال قید رہا تم نے اُس سے پوچھا نہیں؟" مائرہ نے ایک اور سوال

کیا۔

"یہ پوچھنے کے لیے ہی تو زندہ رکھا تھا۔ سلطان بیگ اُسے اُسی دن مار دینا چاہتے تھے جب وہ ہمیں ملا تھا مگر میں نے اُنہیں روکا۔ جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ وہ بار بار یہی کہہ رہا تھا کہ اُس نے یہ سب میرے کہنے پر کیا۔ میں اُس کو ڈھونڈ کر یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اُس نے امل سے کیا کہا تھا۔ میں نے پورا سال اُس کو قید میں رکھا مگر اُس نے مجھے نہیں بتایا۔ وہ مجھے یہ بتائے بغیر نہیں مر سکتا کہ اُس نے امل سے کیا کہا۔ یہ سوچ میری راتوں کی نیند اُڑا چکی ہے کہ کیا امل یہ سمجھتی اِس دنیا سے گئی کہ اُس کو مارنے والا اُس کا بھائی ہے؟" احد نے گہری سانس لے کر کہا۔ اُس کے لہجے میں صدیوں کی تھکن تھی۔

"سلطان بیگ نے اُس پر یقین کیا؟" مائرہ نے پوچھا۔

احد جواب دیتا، اِس سے پہلے ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ مائرہ آگے بڑھی اور دروازہ کھولا۔

"احد، آج دفتر نہیں جانا؟ اتنی دیر کر دی تم نے۔ ناشتہ کب سے تیار ہے تمہارا۔" فریدہ بیگم

نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ احد نے فوراً وقت دیکھا، اُسے واقعی دیر ہو چکی تھی۔

وہ اور مائرہ فریدہ بیگم کے ہمراہ چلتے ڈائیننگ ٹیبل کی طرف بڑھے۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

مائرہ جیسے ہی چائے کے خالی کپ اُٹھا کر کچن کی طرف بڑھی، اُس کے کپڑوں کے دامن سے ہلکی سی خوشبو فضا میں پھیل گئی۔ کسی صابن یا شاید کسی پرانے موسم کی۔ احد نے ایک نظر اُسے جاتے دیکھا اور پھر نظریں جھکا لیں۔

"احد مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" احد کُرسی دھکیل کر اُٹھ رہا تھا جب فریدہ بیگم نے اُسے مخاطب کیا۔

"جی ماں۔" اُس نے واپس سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"مائرہ کے ماموں آنا چاہتے ہیں اُس سے ملنے۔" فریدہ بیگم نے احد کو بتایا اور اُس کے بولنے کا انتظار کئے بغیر اپنی بات جاری رکھی۔ "مجھے ہاشم کا فون آیا تھا۔ وہ بتا رہا تھا کہ اُس کے ابا

مائرہ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے جو مسرت کے ساتھ کیا اُس کا اُنہیں دل سے افسوس ہے۔"

"آپ اُن کو بُلا لیں۔ میں مائرہ کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔" احد نے دھیما سا کہا تا کہ کچن میں کھڑی مائرہ تک اُس کی آواز نہ پہنچے۔

"مائرہ نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر اُس کے ماموں خود ملنے آ گئے تو وہ سارے شکوے بُھلا کر اُن سے ملے گی مگر میں جانتی ہوں کہ اُس نے یہ سب میری خوشی کے لئے کہا تھا۔ مائرہ کو اُن سے مل کر خوشی نہیں ہو گی۔" فریدہ بیگم نے اپنا خدشہ احد کے سامنے رکھا۔

"میں اُس سے بات کروں گا۔ وہ سارے گلے شکوے بُھلا کر اُن سے ملے گی۔" احد نے اُن کو یقین دہانی کروائی۔

"ہاشم نے یہ سب آپ کو کب بتایا؟" چند لمحے کے توقف کے بعد احد نے پوچھا۔ اتنے دنوں بعد آج پہلی بار اُس کی فریدہ بیگم سے اِس موضوع پر بات ہو رہی تھی۔

"جب اُسے معلوم ہوا تو اُس سے اگلے روز ہی اُس نے مجھے بتا دیا۔" فریدہ بیگم نے مدھم

آواز میں جواب دیا۔

"وہ مجھے بھی بتا سکتا تھا۔ میں اُس کا دوست تھا۔" احد کی آنکھوں میں گہری سوچ تھی۔ آخر کیوں ہمیشہ اُس کے دوست ہی کیوں اُس سے سچ چُھپاتے تھے؟

"وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ بات مائرہ کو معلوم ہو۔ وہ مائرہ کی ناراضی سے ڈرتا تھا مگر میں نے اُس سے کہا کہ وہ اپنے ابا سے بات کرے۔" فریدہ بیگم نے احد کو بتایا۔

"مجھے تو ابھی تک اس بات کی حیرت ہے۔ کیا دنیا اتنی چھوٹی ہے؟ میرا دوست ہی مائرہ کا کزن ہے۔" اُنہوں نے احد کو کہتے سُنا۔ وہ ابھی تک حیران تھا۔

"میں اُسے آج آنے کا کہہ دوں؟" اُنہوں نے احد سے پوچھا۔

"جی بُلا لیں۔" احد نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ہاشم اُسے شروع سے پسند تھا۔ پہلی بار ملنے پر ہی اُسے لگا تھا کہ ہاشم میں کچھ تو خاص ہے۔ اُس کا لاشعوری ذہن شروع سے اُسے ہنٹس دیتا تھا کہ ہاشم بھی مائرہ کی طرح ہے۔

"تم بھی جلدی آجانا۔ میں مائرہ کو بہانہ کر کے آج روک لوں گی۔" فریدہ بیگم نے نرمی سے

کہا۔احد نے سر ہلایا،اُس کے دل میں ایک دعا تھی کہ مائرہ آج کا دن بغیر دل ٹوٹے گزار دے۔

وہ اُٹھا اور کچن کے دروازے پر جا کر،ہلکی آواز میں کہا۔"خدا حافظ،مائرہ۔"

مائرہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا،ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ۔

"خدا حافظ،احد۔"

دروازہ بند ہوا اور ایک خاموشی کمرے میں اُتر آئی۔جیسے کوئی پرانا باب ختم ہوا ہو اور ایک نیا صفحہ کھلنے ہی والا ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

عمار صاحب کے گھر بھی آج ہوا ٹھنڈی چل رہی تھی۔گھڑی صبح کے دس بجا رہی تھی۔

نور اِس وقت ہاشم کا سوٹ استری کر رہی تھی جبکہ صدف کچن میں ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں۔عمار صاحب اپنے کمرے میں تیار ہو رہے تھے،ہاشم نہا رہا تھا اور خدیجہ سکول تھی۔

"نور ہاشم سے کہو کہ جلدی کرے ناشتہ تیار ہے۔" صدف بیگم نے کچن سے ہی آواز لگائی۔ وہ عمار صاحب اور خدیجہ کو ناشتہ کروا چکی تھیں جب فریدہ بیگم کا ہاشم کو فون آیا اور اُنہوں نے اُسے آج ہی آنے کا کہا۔ اِس لئے عمار صاحب نے آج دفتر سے چُھٹی کر لی اور کراچی جانے کے لئے تیار ہونے لگے۔

"جی امی۔" نور نے جواب دیا اور ہاشم کا سوٹ ہاتھ میں پکڑے اُس کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اُس نے سوٹ اُس کے بیڈ پر بچھایا اور اُسے آواز لگائی۔

"ہاشم، امی کہہ رہی ہیں کہ جلدی کرو۔ ناشتہ تیار ہے۔" اُس نے آواز لگائی اور کمرے سے نکل کر کچن کی جانب بڑھ گئی۔

چند منٹ بعد ہاشم نہا کر تیار ہونے کے بعد کمرے سے نکلا تو صاف ستھرا اور تر و تازہ لگ رہا تھا۔ اُس نے نیلا ہلکے کام والا کُرتا پہنا تھا جو اُس کی گوری رنگت پر جچ رہا تھا۔ بال ابھی نم تھے، کچھ ماتھے پر آ گرے تھے۔ اُس کی آنکھوں میں تازگی تھی اور چہرے پر سنجیدگی۔ وہ سادہ لگ رہا تھا مگر اُس کی شخصیت میں ایک وقار اور نرمی کا تاثر نمایاں تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاشم ہمیں دیر ہو رہی ہے، جلدی کرو۔" عمار صاحب نے بے چینی سے کہا۔

"ابا ابھی دس بجے ہیں۔" ہاشم نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"دس بج کر سترہ منٹ۔" اُنہوں نے تصیح کی۔ آج وہ منٹ منٹ کا حساب رکھ رہے تھے۔

"جی اچھا۔" ہاشم نے کہا اور ناشتہ کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ عمار صاحب یونہی ٹہل رہے تھے۔

"جلدی کرو۔" ہاشم نے ناشتے کے دوران کئی بار اُن کو کہتے سُنا۔

"آرام سے ناشتہ کرنے دیں اُس کو۔ دس منٹ سے دیر نہیں ہو گی آپ کو۔" اب کی بار صدف نے جواب دیا مگر اِس وقت وہ عمار صاحب کی دلی کیفیت سے بے خبر تھیں۔ وہ اتنے بے چین آج تک نہیں ہوئے تھے جتنے آج تھے۔ آج وہ اپنی بھانجی، مسرت کی بیٹی سے ملنے جا رہے تھے۔ وہ مسرت جس سے وہ کبھی بہت محبت کرتے تھے مگر اُن کی انا اُس محبت کو کھا گئی۔ اب وہ اُسی انا پر پیر رکھ کر اُس سے ملنے جا رہے تھے۔ وہ مائرہ کا ہر قسم کا رویہ برداشت کرنے کو تیار تھے۔

پندرہ منٹ بعد عمار صاحب اور ہاشم کراچی کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

گھڑی دن کے ایک بجا رہی تھی جب عمار صاحب کی گاڑی احد کے گھر کے سامنے رُکی۔ چوکیدار نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ وہ ہاشم کو پہنچانتا تھا اِس لئے خاموشی سے گیٹ کھول دیا۔ گاڑی پورچ میں کھڑی کرنے کے بعد ہاشم گاڑی سے نکلا مگر عمار صاحب اپنی جگہ سے نہیں ہلے۔ ہاشم اُن کی جانب بڑھا اور دروازہ کھولا۔

"ابا چلیں۔" ہاشم نے اُن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا مگر وہ اُس کی آواز نہیں سُن رہے تھے۔ وہ دور کہیں سوچوں میں گُم تھے۔ چند لمحے بیت جانے کے بعد وہ خاموشی سے نکلے اور اُس گھر کو دیکھا۔ پھر خاموشی سے قدم اُٹھائے۔ اُنہیں اپنے پیر بہت وزنی محسوس ہو رہے تھے۔

سامنے سے فریدہ بیگم باہر آتی دِکھائی دیں۔ وہ گاڑی کا ہارن سُن کر ہی آ گئی تھیں۔ پہلے وہ ہاشم سے ملی اور اُسے پیار کیا، پھر عمار صاحب کی جانب بڑھیں۔ عمار صاحب نے اُن کے سر پر ہاتھ رکھا اور اُن کے ہمراہ اندر چل دیے۔ ہاشم اُن کو فریدہ بیگم کے بارے میں بھی سب کچھ بتا چکا تھا اور عمار صاحب اُن کی دل سے عزت کرتے تھے۔ ہاشم کچھ سیکنڈز وہیں کھڑا رہا۔

"مائرہ، دیکھو تم سے ملنے کون آیا ہے۔" اُنہوں نے مائرہ کو پُکارا جو سامنے صوفے پر بیٹھی تھی۔ وہ حیرت سے اُس شخص کو دیکھتے صوفے سے اُٹھ آئی۔ وہ اُس شخص کو نہیں جانتی تھی مگر فریدہ بیگم کے کہنے پر وہ آگے بڑھی اور اُسے سلام کیا۔ عمار صاحب نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور گلے میں جمع آنسوؤں کا ایک گولہ انھوں نے اندر اتارنے کی کوشش کی۔ وہ بالکل اپنی ماں جیسی دِکھتی تھی۔ وہ اُسے گلے لگانا چاہتے تھے۔

مائرہ اُن کو سلام کر کے تھوڑا پیچھے ہٹی تو اُسے دروازے سے ہاشم داخل ہوتا دِکھائی دیا۔ اُس نے ایک نظر ہاشم کو دیکھا اور پھر اپنے سامنے کھڑے اُس شخص کو۔ اُسے ایک لمحہ بھی نہ لگا یہ سمجھنے میں کہ وہ شخص عمار خان ہے۔

اُس کی آنکھیں بھر گئی اور وہ ایک آخری نظر عمار صاحب پر ڈالتے وہاں سے جانے کے لئے پلٹی۔

"مائرہ۔"

عمار صاحب کی آواز نے اُس کے قدم جما دیے۔

"اپنے ماموں سے نہیں ملو گی؟" اُنہوں نے وہیں کھڑے ایک بار پھر آس سے پوچھا۔

"آپ نے آنے میں بہت دیر کر دی۔ جن کو آپ سے ملنے کا انتظار تھا وہ اب نہیں رہی۔" اُس نے بمشکل آنسو جزب کئے، پلٹ کر جواب دیا اور اُن کے بولنے کا انتظار کئے بغیر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"بھائی صاحب وہ ناراض ہے۔ آپ اُسے تھوڑا وقت دیں وہ ٹھیک ہو جائے گی۔" فریدہ بیگم نے فوراً بات سنبھالتے کہا اور عمار صاحب کو صوفے پر بٹھایا۔

"احد بھائی کہاں ہیں؟" ہاشم نے فریدہ بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"اُسے میں نے تمہارے آنے سے پانچ منٹ پہلے فون کیا تھا، وہ بس پہنچنے ہی والا ہے۔" اُن

کی بات ابھی مکمل ہی ہوئی تھی کہ پورچ میں گاڑی کا ہارن سُنائی دیا۔ ہاشم فوراً باہر کی جانب بڑھا۔

باہر نکلتے ہی اُسے سامنے احد دکھائی دیا۔ آج وہ ٹھیک چل پا رہا تھا۔ احد نے بھی اُسے دور سے آتے دیکھ لیا تھا، اِس لئے اپنی جگہ سے نہیں ہِلا۔ ہاشم آگے بڑھا اور احد کے گلے لگا۔

"احد بھائی، کیسے ہیں آپ؟" اُس نے احد سے علیحدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں، ہاشم صاحب آپ سُنائیں۔" احد نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں ٹھیک الحمدللہ۔ آپ سوچ نہیں سکتے کہ آپ کو یوں چلتا پھرتا دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے۔" ہاشم نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ وہ اپنے چہرے پر پڑنے والا تھپڑ بھلا چکا تھا۔ وہ نئی شروعات کرنے آیا تھا۔

"انکل کہاں ہیں؟" احد نے پوچھا۔

"لاؤنج میں بیٹھے ہیں۔ مائرہ نے اُن کو دیکھتے ہی خود کو کمرے میں بند کر لیا ہے۔" ہاشم نے اُسے بتایا، چند لمحے کے لئے وہ خاموش ہو گیا۔ اُس کے بعد دونوں لاؤنج کی جانب بڑھ گئے۔

احد کو دور سے آتا دیکھ کر عمار صاحب کھڑے ہو گئے۔ اُنہوں نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر احد نے آگے بڑھ کر اُنہیں گلے لگایا۔

"کیسے ہیں انکل؟" اُس نے خوشنودی سے پوچھا۔ وہ اُن کے آنے سے واقعی خوش تھا۔

"ٹھیک ہوں بیٹا، تم بتاؤ۔" احد سے علیحدہ ہونے کے بعد اُنہوں نے جواب دیا۔

"میں بھی ٹھیک۔ آپ بیٹھیں نا۔" احد نے جواب دیا اور اُن کو صوفے پر واپس بٹھایا۔ خود بھی اُن کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"کراچی آپ کے گھر سے کافی دور بن جاتا ہے، آپ کا سفر کیسا گزرا؟" وہ اُن سے یوں بات کر رہا تھا جیسے وہ اُن سے پہلی بار نہ مل رہا ہو۔

"سفر بہت طویل تھا مگر آج کچھ زیادہ ہی طویل لگا۔" اُس نے عمار صاحب کو کہتے سُنا۔ ہاشم اور فریدہ بیگم بھی قریب ہی بیٹھے تھے۔

"سب ٹھیک ہو گا ان شاء اللہ۔" احد نے اُن کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے یقین دہانی کروائی۔

"آپ لوگ فریش ہو جائیں میں کھانا لگاتی ہوں۔" فریدہ بیگم نے صوفے سے اُٹھتے ہوئے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کہا۔

"احد بیٹا تم بھی جاؤ، فریش ہو کر آؤ پھر مل کر کھانا کھاتے ہیں۔" کچن کی طرف بڑھنے سے پہلے اُنہوں نے احد کو دیکھا اور آنکھ سے اشارہ کیا۔ احد بھی خاموشی سے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"ہاشم گیسٹ روم تیار ہے، اگر آپ لوگ بھی فریش ہونا چاہیں۔" احد کے جانے کے بعد اُنہوں نے ہاشم کو مخاطب کر کے کہا پھر کچن کی جانب بڑھ گئیں۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

"مائرہ دروازہ کھولو۔" دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد احد نے دھیما سا پکارا۔ مائرہ نے دھیرے سے دروازہ کھول دیا۔

"تم کیوں نہیں ملی اُن سے؟" کمرے میں داخل ہوتے ہی احد نے پوچھا پھر مُڑ کر دروازہ بند کر دیا۔

"ملی تھی۔" مائرہ نے جواب دیا۔

"کمرہ لاک کر کے کیوں بیٹھی ہو؟"احد نے سامنے لگے صوفے پر بیٹھتے پوچھا۔

"بس یونہی۔"جواب پھر سے دو حرفی دیا گیا۔احد صوفے سے اُٹھا اور اُس کے قریب آیا۔

پھر اُسے پکڑ کر صوفے پر بٹھایا اور اُس کے ساتھ بیٹھتے اُس کا ہاتھ تھاما۔

"اب بتاؤ۔تم میری خاطر کس حد تک جا سکتی ہو؟"شہد آنکھوں نے بھوری آنکھوں سے سوال کیا۔

"مائرہ سلطان،احد سلطان کی خاطر اپنی جان بھی دے سکتی ہے۔"بھوری آنکھوں نے بغیر سوچے جواب دیا۔

"کیا تم میری خاطر اپنے ماموں کو معاف نہیں کر سکتی؟"اُس نے ایک اور سوال کیا۔

"میں اُن کو معاف کر چکی ہوں احد"مائرہ نے جواب دیا۔

"تم اپنی ضِد کو چھوڑ کر اُن سے سارے گِلے شکوے بُھلا کیوں نہیں دیتی؟"ایک اور سوال کیا گیا۔

"تمہیں لگتا ہے یہ ضد ہے۔نہیں یہ میری ٹوٹی ہوئی خودداری کا ملبہ ہے جس پر پاؤں رکھنا

آسان نہیں۔ جس دن وہ دروازہ میرے لیے بند ہوا تھا میں نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ کبھی پلٹ کر نہیں دیکھوں گی۔" مائرہ نے احد کو دیکھتے کہا اور کمرے میں چند منٹ کے لئے خاموشی حائل ہو گئی۔

"تم نے ماں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر عمار صاحب خود آجائیں تو تم اُن سے سارے گلے شکوے بُھلا کر ملو گی۔" کچھ دیر بعد اُس نے احد کو کہتے سُنا۔

"امی بہت پریشان تھیں، اس لئے مجھے کہنا پڑا۔ کیونکہ دور کہیں میں جانتی تھی کہ عمار خان کی انا اُن کو میرے در پر نہیں آنے دے گی۔ مگر..."

"مگر وہ آگئے۔" اُس کی بات کو احد نے پورا کیا۔ "اگر وہ اپنی انا کو بھول کر آسکتے ہیں تو تم اُن سے کیوں نہیں مل سکتی؟" احد نے ایک اور سوال کیا۔

"احد کچھ لوگوں کی یادیں کچھ چیزوں کے ساتھ جُڑی ہوتی ہیں۔ مجھے نہیں پتہ کہ تمہارے ساتھ ایسا ہوتا ہے یا نہیں مگر میرے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ اِسی لئے جب بھی میں اُن کا نام سُنتی ہوں تو وقت مجھے ساڈھے پانچ سال پہلے لے جاتا ہے۔ مجھے وہ دن یاد آتا ہے جب میری

ماں کا جنازہ اُٹھنے والا تھا اور میں نے اُن کو فون کیا تھا۔" وہ مدھم آواز میں کہہ رہی تھی۔

"میں اُن کو دل سے معاف کر چکی ہوں۔ جب تک اُن کو معاف نہیں کیا تھا تب تک بہت بے چین رہتی تھی۔ مگر میں نے اُن کو تب کا معاف کر دیا ہے جب..." وہ لمحے بھر کو رُکی اور گہری سانس لی۔ "جب میں امل سے بھی نہیں ملی تھی۔" اُس نے اپنی بات مکمل کی۔

امل کا نام اُسے آج بھی اذیت دیتا تھا اور احد کے سچائی بتانے کے بعد یہ اذیت بڑھ گئی تھی مگر وہ یہ بات احد کو نہیں بتا سکتی تھی کہ احد کی بتائی گئی بات نے اُسے اذیت دی ہے۔

"کچھ یادیں ہمارے ذہن میں یوں نقش ہو جاتی ہیں کہ چاہ کر بھی نہیں بُھلا سکتے۔ یہ یاد بھی اُنہیں میں سے ایک ہے۔ میں چاہ کر بھی نہیں بھول سکتی وہ کال جو میں نے عمار خان کو کی تھی۔ وہ باتیں جو میں امل سے کرتی تھی اور وہ جوتی جو میں نے اسپین سے خریدی تھی۔"

اُس کی آواز میں گُھلی اُداسی احد محسوس کر سکتا تھا۔

"وہ آئے ہیں، دل میں ندامت لیے۔ اگر تم نے واقعی اُن کو معاف کر دیا ہے تو پھر اُن سے ملنے میں کیا برائی ہے؟" احد نے مدھم آواز میں سوال کیا۔

"میں نے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اُن کو معاف کیا تھا۔ مجھے اُن سے کوئی شکایت نہیں ہے مگر معاف کرنا اور ملنا دو الگ فیصلے ہیں۔" اُس نے مائرہ کو کہتے سُنا۔

"کیا تم میری خاطر اُن سے مل سکتی ہو؟" شہد آنکھوں نے آخری بات اپنے اندر اُمید لئے پوچھا۔

"میں کوشش کر سکتی ہوں۔" مائرہ نے یقین دہانی کروائی۔ احد ہلکا سا مسکرا دیا۔ یہ تو طے تھا کہ مائرہ سلطان احد سلطان کو انکار نہیں کر سکتی۔

"میں تمہارا انتظار کروں گا۔" احد نے نرمی سے کہا اور باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔

فریش ہونے کے بعد وہ نیچے آیا تو فریدہ بیگم کھانا لگا چکی تھیں۔ عمار صاحب اور ہاشم گیسٹ روم میں فریش ہونے کے لئے گئے تھے۔ اُس نے ایک نظر اُٹھا کر اپنے کمرے کی جانب دیکھا جس کے اُس پار مائرہ بیٹھی تھی۔ وہ اُس سے آنے کا وعدہ کر چکی تھی۔ اب اُسے انتظار کرنا تھا۔

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد وہ لاؤنج میں بیٹھے تھے جب اُن کو مائرہ آتی دکھائی گئی۔ سب سے پہلے اُسے ہاشم نے دیکھا تھا۔ وہ اُسے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ باقی سب نے اُس کی نظروں کا پیچھا کیا اور اُنہیں مائرہ آتی دکھائی دی۔

عمار صاحب بھی فوراً سے اُٹھ کھڑے ہوئے، اُن کو کھڑے ہوتا دیکھ احد بھی اُن کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔

مائرہ نے وہاں پہنچ کر کسی کو مخاطب نہیں کیا، بس خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئی۔ باقی سب بھی جو اُس کے لئے کھڑے ہوئے تھے وہ بھی اُس کو دیکھتے واپس بیٹھ گئے۔ اب وہ یوں تھے کہ ایک صوفے پر احد اور عمار صاحب بیٹھے تھے۔ اُن کی بائیں جانب ہاشم بیٹھا تھا۔ ہاشم کے بالکل سامنے اور عمار صاحب کی دائیں طرف فریدہ بیگم بیٹھی تھیں۔ اب مائرہ اُن کے ساتھ آ کر بیٹھی تھی۔

"کیسی ہو بیٹی؟"عمار صاحب نے بات کا آغاز کیا۔

"ٹھیک ہوں اور میں بیٹی نہیں مائرہ ہوں۔"مائرہ نے مختصر سا جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں، میں نے بہت دیر کر دی۔ میں ان گُزرے سالوں کا ازالہ چاہ کر بھی نہیں سکتا۔"عمار صاحب نے سر جُھکا کر ندامت سے کہا۔

"گُزرے وقت کا ازالہ کوئی نہیں کر سکتا بس پچھتاوا رہ جاتا ہے۔"سب نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔"آپ بھی نہیں کر سکتے۔"

"ہمیں پرانی باتوں کو بھول کر نئے رشتوں کا آغاز کرنا چاہیے۔"احد نے مائرہ کو دیکھتے کہا۔

"کیا میں آپ کو عمار صاحب کہہ کر پُکار سکتی ہوں؟"چند لمحے کے توقف کے بعد مائرہ نے عمار صاحب کو دیکھتے پوچھا۔

"مائرہ۔"فریدہ بیگم نے کچھ کہنا چاہا مگر اُس سے پہلے ہی عمار صاحب نے بولنا شروع کر دیا۔

"تم کہہ سکتی ہوں۔"اُس نے عمار صاحب کو مسکرا کر کہتے سُنا۔احد کے علاوہ وہاں بیٹھا کوئی شخص یہ نہیں جانتا تھا کہ اُس نے اُن کو ماموں کیوں نہیں کہا۔ابھی وہ اُن کو اپنی ماں کے

بھائی ہونے کا حق نہیں دینا چاہتی تھی۔

"میرے گلے نہیں لگو گی؟" عمار صاحب نے صوفے سے اُٹھتے پوچھا۔ مائرہ بھی اُٹھی اور اُن کے قریب آئی۔ عمار صاحب نے اُس کے گرد اپنی باہیں پھیلائی اور اُن کو لگا جیسے اُن کی صدیوں کی تھکاوٹ مِٹ گئی ہو جیسے وہ اپنی مسرت سے مل رہے ہوں۔

"مجھے مسرت کی قبر پر جانا ہے۔" عمار صاحب نے مائرہ کو الگ کرتے اور ہاشم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابا میں جانتا ہوں۔ میں آپ کو لے کر جا سکتا ہوں۔" ہاشم نے فوراً کھڑے ہوتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا۔ مائرہ نے ایک نظر ہاشم کو دیکھا۔ پچھلی بار بھی وہ اُس کے ساتھ ہی قبرستان گئی تھی جب اُسے ہاشم کی سچائی کا پتہ چلا تھا۔ ہاشم نے بھی اُسے دیکھا۔ ایک پل کے لئے دونوں کی آنکھیں ٹکرائیں۔ اُن دونوں کی آنکھیں بالکل ایک جیسی تھیں بھوری۔ مائرہ نے نظریں نہیں ہٹائیں مگر ہاشم نظریں چُرا کر عمار صاحب کی جانب دیکھنے لگا۔

"امی آپ بھی چلیں گی؟" مائرہ نے فریدہ بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں، میں گھر ہی رُکوں گی۔ تم لوگ جاؤ۔" فریدہ بیگم نے جواب دیا۔

چند منٹ بعد وہ گاڑی میں بیٹھ کر گھر سے نکلے۔ ہاشم ڈرائیو کر رہا تھا اور احد اُس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اُس نے کافی کوشش کی کہ عمار صاحب کو اگلی سیٹ پر بٹھائے مگر اُن کا کہنا تھا کہ وہ مائرہ کے ساتھ بیٹھنا چاہتے ہیں۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

قبرستان کے سامنے جب اُن کی گاڑی رُکی تو کھڑکی سے باہر دیکھ کر احد ذرا کھٹکا۔ سامنے ایک اور گاڑی کھڑی تھی۔ وہ اُس گاڑی کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔

ہاشم گاڑی سے نکلتے ہی دور لگے سٹال سے پھول لینے کے لئے بڑھ گیا۔ مائرہ خاموشی سے نکلی اور وہیں کھڑی ہو گئی۔

"آپ لوگ چلیں میں آتی ہوں۔" اُس نے احد اور عمار صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے

کہا۔ عمار صاحب اور احد اندر کی جانب بڑھ گئے اور مائرہ وہیں کھڑی ہاشم کا انتظار کرنے لگی۔

ہاشم کا فون بجا تو وہ وہیں رُک گیا۔ فون کان سے لگایا مگر مائرہ کی جانب نہیں دیکھا۔ البتہ مائرہ کی نظریں ہنوز اُس پر ہی جمی تھیں۔

"السلام علیکم۔" ماہ رُخ کی اُداس آواز سُنائی دی۔

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہیں آپ؟" ہاشم نے سوال کیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ ایسا لگ رہا ہے کہ برسوں پرانا بوجھ کندھوں سے اُتر گیا ہو۔" ساتھ ہی سر اُٹھا کر قبرستان کے گیٹ کو دیکھا جہاں سے ابھی عمار صاحب داخل ہوئے تھے۔

"آپ اُداس ہیں؟" چند لمحے وہ کچھ نہ بولی تو ہاشم نے پوچھا۔

"اُداس نہیں ہوں... ناراض ہوں۔"

"کیوں؟"

"آپ کراچی آئے اور آپ نے بتایا بھی نہیں۔"

ہاشم نے بے اختیار ماتھے کو چھُوا۔ ماہ رُخ کو اس بات کا علم کیسے ہوا تھا؟

"آپ کو کس نے بتایا؟" اُس نے فوراً پوچھا۔

"آپ کی اسنیپ لوکیشن نے۔"

"ماہ رُخ..." اُس نے گہری سانس لے کر پکارا۔ "دراصل مجھے ایک..." وہ کچھ بول ہی رہا تھا کہ ماہ رُخ نے اُسے ٹوکا۔

"یاد ہو تو آپ نے میرے ساتھ کافی پینے کا وعدہ کیا تھا وہ ابھی تک ادھار ہے۔ میں آپ کو لوکیشن بھیج رہی ہوں اور اس بار آپ کو آنا ہو گا!" اتنا کہہ کر وہ فون کاٹ چکی تھی۔ شاید جانتی تھی کہ اگر ہاشم نے منع کیا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کی بات مان بیٹھے گی۔

فون جیب میں ڈالتا وہ مائرہ کی جانب بڑھا۔

"ہاشم۔" ہاشم کے قریب پہنچتے ہی اُس نے ہاشم کو پکارا۔ آج اتنے دنوں بعد وہ دونوں پھر سے آمنے سامنے تھے۔ وہی جگہ اور وہی لوگ مگر موسم بدلا ہوا تھا اور دلوں میں کچھ خاموش

دراڑیں تھیں۔

"جی۔" ہاشم نے مختصر سا جواب دیا۔

"کیسے ہو؟" مائرہ نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ سر جُھکائے بولا۔

"مجھے افسوس ہے۔ اُس دن میں نہیں سمجھ سکی۔ تھپڑ مارنا میری بہت بڑی غلطی تھی۔"

ہاشم نے اُس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں نہ غصہ تھا، نہ نرمی۔ بس ایک تھکن سی تھی جیسے دل اب کوئی لڑائی، کوئی بحث، کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔

"مجھے تو اب تک بھول بھی چکا ہے۔" وہ مختصر بولا اور نظریں چرا لیں۔

مائرہ کو کچھ اور کہنا تھا شاید وہ پرانی باتوں پر ہنسنا چاہتی تھی، پرانی دوستی کی خوشبو کو واپس لانا چاہتی تھی مگر ہاشم اب ویسا نہیں لگ رہا تھا۔

وہ بات تو کر رہا تھا پر چھوٹے جملوں میں۔ کسی بات پر وہ ہنسا بھی تھا مگر وہ بے ساختگی جا چکی تھی۔ اُس کی ہر حرکت سے لگ رہا تھا کہ وہ جلد از جلد یہاں سے جانا چاہتا ہے۔

"کیا ہم پہلے کی طرح دوست نہیں بن سکتے؟"

"دوست؟" اُس نے مائرہ کا کہا لفظ دُہرایا۔ اُس کی آنکھیں مائرہ کو سب بتا چکی تھیں۔ ذہن میں اکٹھی بہت سی یادوں نے جنم لیا تھا۔ جب پہلی بار اُس نے مائرہ کو دیکھا تھا تب سے اب تک مائرہ کی اُس کی نظر میں وہی اہمیت تھی لیکن اب وہ تھک چکا تھا۔ وہ دوستی تو بچانا چاہتا تھا مگر فاصلے کے ساتھ۔ کیونکہ وہ جان چکا تھا کہ کچھ فاصلوں میں ہی دل سلامت رہتے ہیں۔

"ہم دوست ہیں مائرہ۔" وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

تبھی اُس کا فون بجا۔ اُس نے نکال کر دیکھا تو سامنے کسی کیفے کی لوکیشن دکھائی دی۔ یہ دیکھ کر اُس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"کون ہے؟" مائرہ نے بغور اُس کی مسکراہٹ کو دیکھا، پھر پوچھا۔

"میری دوست ہے، ماہ رُخ۔" اُس نے صاف بتایا۔

"نئی دوست؟"

"نئی دوست..."

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا کہہ رہی ہے؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"وہ کراچی رہتی ہے۔ مجھے کافی کے لئے بلایا ہے۔"

بھوری آنکھوں نے ہاشم کو دیکھا لیکن ہاشم نے نظریں چُرا لیں۔

مائرہ اُس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اُس کی ماہ رُخ سے دوستی کیسے ہوئی۔

ہاشم اُسے بتانا چاہتا تھا کہ ماہ رُخ اُس کی جگہ کبھی نہیں لے سکتی۔

مگر دونوں کے سوال اندر ہی دم توڑ گئے اور ایک گہری خاموشی حائل ہو گئی۔

"چلیں؟" چند لمحے مزید بیت جانے کے بعد ہاشم ایک سائیڈ ہٹا اور مائرہ کو پہلے گُزرنے کی جگہ دی۔

عمار صاحب اور احد چلتے چلتے ایک قبر کے سامنے رُکے۔ عمار صاحب کی نظر سامنے لگی تختی پر جا ٹھہری۔ جس پر اُن کی بہن کا نام لکھا تھا۔ وہ اُس قبر کے قریب ہی بیٹھ گئے اور آنسو اُن کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ چاہے اُس قبر میں لیٹے وجود کو مرے پانچ سال سے زیادہ ہو گئے تھے مگر عمار صاحب کے لئے وہ آج مری تھی۔ آج پہلی بار وہ اُس کے مرنے پر رو رہے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھے۔

احد نے فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ اُس کے بعد وہ چند قدم کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ وہ عمار صاحب کو کچھ وقت دینا چاہ رہا تھا۔ نظریں یک سو دور کھڑے سلطان بیگ اور اُن کی بیوی صبا پر اٹکی تھیں۔

ستائیس برس کی خفگی لے کر وہ آج پہلی بار اُس قبر پر آئے تھے۔ ہاتھ میں کچھ نہیں تھا۔ نہ پھول، نہ قرآن۔ صرف وہی بے قراری جو برسوں سے سینے میں گونجتی رہی۔ قبر پر جمی مٹی جیسے وقت کی گرد ہو جو دونوں کے بیچ حائل ہو گئی تھی۔

وہ قبر پر بیٹھے نہایت آہستگی سے اُس پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔

"پانچ برس ہو گئے تمہیں گئے ہوئے مسرت اور مجھے آج تک وہ ایک جملہ سنائی دیتا ہے۔"

اُن کی آواز رُک گئی۔ گلا جیسے پتھر ہو گیا ہو۔

"میں نے کہا تھا کہ تم میرے لیے مر چکی ہو اور جب تم واقعی مر گئیں تو پتا چلا کہ جملے صرف

الفاظ نہیں ہوتے بلکہ کبھی کبھی وہ کفن بن جاتے ہیں۔ کاش کہ وہ الفاظ میری زبان پر آنے سے پہلے ہی مرجاتے۔" وہ آنکھیں بند کیے بیٹھے رہے۔

"تم نے آخری بار فون کیا تھا، میرے لہجے میں زہر تھا، تمہارے الفاظ میں صرف التجا۔ میں جیت گیا تھا مسرت۔ مگر وہ جیت اب مات جیسی لگتی ہے۔" خاموشی طویل ہو گئی۔ ہوا ذرا سسکنے لگی۔ وہ سر جھکائے رہے، مٹی کو انگلیوں سے چھوتے جیسے اُس لمحے کو ڈھونڈ رہے ہوں جب سب کچھ پلٹ سکتا تھا۔

"تم نے مجھے معاف کر دیا ہو گا۔ تم تو ہمیشہ چھوٹی ہو کر بھی بڑی تھی اور میں... میں آج تک بڑا ہونے کے باوجود وہ چھوٹا بھائی ہی ہوں جو ضد میں اپنی بہن کو کھو بیٹھا۔" اُن کی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ نکلا۔ اُس قبر کی تختی پر ہاتھ پھیرنے کے بعد وہ ٹوٹ چکے تھے۔

"یہ آخری بات ہے مسرت۔ اس کے بعد میں کچھ نہیں کہوں گا۔ بس اتنا کہ اگر تم وہاں ہو اور مجھے سُن رہی ہو۔ تو مجھے ایک بار... صرف ایک بار معاف کر دینا۔" فضا میں کوئی جواب

نہ آیا مگر وہ جانتے تھے، خاموشی میں ایک سکون تھا۔ جیسے اُنہوں نے اپنی بہن سے صلح نہیں بلکہ اپنی روح سے معافی مانگ لی ہو۔

اور اُس دن قبر کی مٹی کے نیچے، ایک بہن کی خاموش معافی اور ایک بھائی کی صدیوں کی ندامت آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔

اُس نے نظر گھُما کر دیکھا، مائرہ اور ہاشم بھی اُس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ہاشم ابا کی جانب بڑھ گیا اور احد نے مائرہ کو دیکھتے نظروں سے ہی سلطان بیگ کی جانب اشارہ کیا۔ ہاشم اب پھول نکال کر قبر پر ڈال رہا تھا۔

صبا کو دیکھ کر مائرہ کے قدم خود بخود اُن کی جانب اُٹھنے لگے۔ وہ عمار صاحب کو وہیں چھوڑ کر اُن کی جانب بڑھنے لگی، احد بھی اُس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

"آنٹی۔" مائرہ نے اُن کو مخاطب کیا، وہ فوراً پیچھے مُڑی۔

"مائرہ۔" اُن کے لبوں سے بے اختیار پھسلا اور اُنہوں نے آگے بڑھ کر مائرہ کو گلے لگا لیا۔

سلطان بیگ قریب کھڑے اُن کو دیکھ رہے تھے۔

"کہاں غائب ہو گئی تھی تم؟ امل کے جانے کے بعد میں تم سے بس ایک بار ملی۔ ہماری امل کیا ہمیں چھوڑ کر چلی گئی تم نے بھی مُڑ کر رابطہ نہیں کیا۔" وہ اُسے گلے سے لگائے سب کہہ رہی تھیں۔

"تم نہیں جانتی کہ میں نے تمہیں کتنا یاد کیا۔ امل اکثر مجھ سے کہتی تھی کہ مجھے ماما بابا کے بعد سب سے زیادہ عزیز مائرہ اور احد بھائی ہیں۔ کیوں تم نے مجھ سے ہر قسم کا رابطہ ختم کر دیا؟" آخری جملہ اُنہوں نے مائرہ سے الگ ہوتے پوچھا۔ تین سال سے زیادہ بیت چکے تھے مگر آج بھی اُنہیں امل کا بتایا گیا ہر ایک لفظ یاد تھا۔

"جس گھر میں امل سے ملنے آئی تھی۔ اُس گھر میں امل ہی نہیں رہی تو میں آ کر کیا کرتی؟" اُس نے اُن کو دیکھتے سوال کیا۔ اُس نے ابھی تک نظر اُٹھا کر سلطان بیگ کو نہیں دیکھا تھا البتہ وہ اُسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"تم آتی، مجھ سے امل کی باتیں کرتی۔ مجھے بتاتی کہ وہ تمہیں کیا کہا کرتی تھی مگر میری تم سے ملاقات ہوئی وہ بھی صرف دس منٹ کے لئے اور اُس کے بعد تم یوں غائب ہو گئی

جیسے کبھی آئی ہی نہیں تھی۔ "اُنہوں نے گِلہ کیا۔

"سب سے قیمتی وقت ہوتا ہے مائرہ اور میں نے وقت ہی گنوا دیا۔ مجھے کبھی امل کو اتنا سُننے کا موقع ہی نہیں ملا جتنا تم نے اُسے سُنا۔ میں ساری زندگی تمہارے ساتھ بیٹھ کر اُس کی بتائی ہوئی باتیں سُن سکتی ہوں۔ تم سے دوستی کے بعد جب بھی وہ مجھ سے بات کرتی تو ہر وقت تمہارا ہی تذکرہ کرتی رہتی۔ اکثر میں تنگ آ کر اُسے ڈانٹ دیتی اور وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی جاتی۔ "مائرہ اُن کی آنکھوں میں پچھتاوا دیکھ سکتی تھی جو وقت گزرنے سے پہلے اُس کی اہمیت کو نہ جاننے کا تھا۔

"وہ مجھے بتاتی تھی۔ "مائرہ نے ہلکا سا مسکرا کر کہا مگر ایک آنسو اُس کی آنکھ سے بہا جسے اُس نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی سے صاف کیا۔

"آپ جانتی ہیں آنٹی، ایک ایسا دن بھی نہیں گُزرا جب میں نے امل کو یاد نہ کیا ہو۔ "آنکھوں کی نمی کو چُھپانے کی ناکام کوشش کرتے اُس نے کہا۔ انگلیاں ایک بار پھر گلے میں موجود لاکٹ کو چُھونے لگیں۔

"اور وہ میری ہر سانس کے ساتھ بستی ہے۔" ایک لمحے کے لئے وقت تھم گیا، جب اُنہوں نے یہ کہا۔

"یہ وہی لاکٹ ہے نا؟" اچانک نظریں مائرہ کے گلے میں موجود لاکٹ پر پڑی۔

"جی۔" مائرہ نے سر جُھکا کر لاکٹ کو دیکھنے کی کوشش کرتے جواب دیا۔

"مجھے اپنا نمبر دے دو اور گھر چکر لازمی لگانا۔" چند لمحے گزرنے کے بعد صبا نے اپنا فون مائرہ کی جانب بڑھاتے کہا۔ مائرہ نے سر کو خم دیا اور اُن کے فون میں اپنا نمبر لکھ دیا۔

اِس ساری گفتگو کے درمیان احد سلطان اور سلطان بیگ خاموش رہے تھے۔ بس خاموش اور گہری نظروں کا تبادلہ کیا تھا۔

صبا اور سلطان بیگ کے جانے کے بعد مائرہ اور احد نے فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ اُس کے بعد مائرہ جُھکی اور امل کی قبر سے ایک پھول کی پتی کو اُٹھا کر اپنی مُٹھی میں بند کر لیا۔

نا جانے وہ کیا سوچ رہی تھی مگر احد نے اُس کی اس حرکت کو نوٹ کیا تھا۔

اُس نے نظر اُٹھا کر دیکھا، عمار صاحب اب بھی یونہی اپنی بہن کی قبر کے قریب بیٹھے تھے۔

اُس نے ایک نظر اُن کو دیکھا اور دوسری نظر گیٹ کو جہاں سے کچھ دیر قبل صبا نکل کر گئی تھیں۔ عمار صاحب اور اُن کو پچھتاوا تقریباً ایک ساتھا۔ دونوں وقت گزرنے سے پہلے اُس کی اہمیت کو نہیں جان پائے تھے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

رات کے کھانے کے بعد وہ اکٹھے بیٹھے باتوں میں مشغول تھے مگر مائرہ یونہی خاموش بیٹھی تھی۔ عمار صاحب اُس سے مسرت کے متعلق کوئی سوال کرتے تو وہ مختصر جواب دے دیتی۔ فریدہ بیگم اور احد نے مائرہ کی خفگی کو نوٹ کیا تھا مگر کچھ کہا نہیں تھا۔ وہ جانتے تھے کہ پانچ سالوں کی ناراضی پانچ گھنٹوں میں ختم نہیں ہو سکتی۔ مائرہ بغیر کوئی تماشا کئے اُن کے ساتھ بیٹھی تھی، اُن کے لئے یہی کافی تھا۔ ہاشم بتا کر گیا تھا کہ وہ اپنے کسی دوست سے ملنے جا رہا ہے۔ اُس نے دوست کا حوالہ نہیں دیا تھا مگر مائرہ جانتی تھی کہ وہ ماہ رُخ سے ملنے گیا

ہے۔

"آپ اپنی بچیوں اور بیگم کو بھی ساتھ لے آتے۔" باتوں کے دوران فریدہ بیگم نے عمار صاحب سے کہا۔

"وہ وہیں مائرہ کا انتظار کر رہی ہیں۔ میں اُن سے کہہ کر آیا ہوں کہ اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ لاؤں گا۔" عمار صاحب نے مائرہ کو دیکھتے مدھم آواز میں کہا البتہ مائرہ خاموش رہی۔

"ان شاءاللہ ہم جلد ہی چکر لگائیں گے۔" فریدہ بیگم نے ہلکا سا مسکرا کر جواب دیا۔

"میری بیٹی ہے، تم سے دو، تین سال ہی چھوٹی ہو گی۔" اُنہوں نے مائرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "آج کل ہم اُس کا رشتہ کر رہے ہیں اور میں نے اُن سے کہہ رکھا ہے کہ میں اپنی بھانجی کو ساتھ لے کر آؤں گا۔" اُنہوں نے مائرہ کو امید سے دیکھتے بات مکمل کی، جواب میں وہ کچھ نہیں بولی بس ہلکا سا مسکرا دی۔

"ہاشم اور نور دونوں جُڑواں ہیں۔" اب کی بار اُنہوں نے فریدہ بیگم کو دیکھتے بتایا۔

"ہاں، ہاشم نے بتایا تھا۔ ہاشم اور مائرہ کی تو کافی دوستی بھی ہو گئی تھی۔" فریدہ بیگم نے جواب

دیا۔

"اچھا؟ایسا ہے کیا؟ہاشم اور مائرہ کی ملاقات کیسے ہوئی؟"عمار صاحب نے سب کے چہروں کو باری باری دیکھتے پوچھا۔ فریدہ بیگم نے بتانا چاہا مگر اُس سے قبل ہی احد نے بولنا شروع کر دیا۔

"ہاشم سے میری دوستی ہوئی تھی جب وہ پچھلی بار کراچی آیا تھا اور اِسے گولی لگی تھی اور اس بار جب یہ اپنے دوست کے پاس کراچی آیا تو میں نے اسے ایک دو دن کے لئے اپنے گھر رہنے کے لئے بلایا۔ پھر میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا تو ہاشم کو مجبوراً میرے پاس ہی رُکنا پڑا۔"وہ لمحہ بھر سانس لینے کو رُکا۔

"ہاشم نے کچھ مہینے پہلے آپ کی باتیں سُن لی تھی کہ آپ کی ایک بہن بھی ہے اور اِس کے پاس اپنی پھپھو کی ایک تصویر بھی تھی۔ وہ تصویر مائرہ نے دیکھی اور پہچان لیا کہ یہ اُس کی ماں ہے۔"اُس نے مہینوں کی کہانی کو چار جملوں میں بتا دیا۔

"مائرہ، تم آؤ گی نا؟"عمار صاحب نے مائرہ کو دیکھتے دوبارہ اُمید سے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی، میں آؤں گی۔" ناجانے مائرہ کو کیا سُوجھی کہ فوراً اُس کے منہ سے نکلا۔ احد مائرہ کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرا دیا اور عمار صاحب نے سُکھ کا سانس لیا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ دونوں سمندر کے کنارے اُس چھوٹے سے کیفے میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ کھڑکی سے سمندر کا نظارہ صاف دِکھ رہا تھا۔ اس کی امڈتی ہوئی بڑی لہریں رقص کر رہی تھیں۔ وہی سمندر جو دن میں باتیں کرتا ہے، اس وقت اپنے اندر ڈھیروں راز دفن کئے ہوئے جوش مار رہا تھا۔

"مجھے اُمید نہیں تھی کہ آپ آئیں گے۔" اُس نے نظریں ہاشم کے چہرے پر جمار کھی تھیں۔

"کیوں؟ آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے؟" اُس نے نرمی سے پوچھا۔

"بھروسہ تو ہے لیکن...."

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاشم نے اُسے ٹوکا۔

"بھروسہ یا تو ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔اس میں لیکن نہیں آتا۔"

ویٹر اُن کی کافی لے کر آیا تو دونوں خاموش ہو گئے۔

"اگر میں آپ سے ایک بات شئیر کروں تو کیا آپ مجھے اپنی رائے دیں گے؟"ویٹر کے جانے کے بعد ماہ رُخ نے ہاشم سے پوچھا۔

"جی ضرور۔"وہ تھوڑا الرٹ ہو کر بیٹھا۔

"اچھا...رہنے دیتے ہیں۔"اُس نے فوراً اِرادہ بدلا۔

"ماہ رُخ..."وہ تنگ آ کر بولا۔

"پچھلے ایک ہفتے میں آپ ہزار بار ایسا کر چکی ہیں۔اگر بتانا نہیں تو پھر بات شروع ہی کیوں کرتی ہیں؟"

"دراصل..."

"اگر آج آپ نے نہ بتایا تو میں یہاں سے اُٹھ کر چلا جاؤں گا۔"ہاشم نے فوراً ایک نتیجہ اُخذ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیا۔

"اچھا اچھا بتاتی ہوں۔" وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"دراصل... مجھے ایک لڑکا پسند ہے۔" وہ نظریں جُھکائے بولی لیکن ہاشم اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"یہ تو اچھی بات ہے۔" چند لمحے توقف کے بعد وہ بولا۔

"لیکن میں نہیں جانتی کہ وہ مجھے پسند کرتا ہے یا نہیں۔"

"یہ تو پوچھنے پر ہی پتہ چلے گا نا۔"

"ہمت نہیں ہے۔"

"تو جمع کریں۔"

"ہمت؟"

"نہیں... شادی کے لئے لوگ۔" وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

"ہاشم..." وہ سنجیدہ ہو کر بولی۔

"اچھا، سوری۔ بس مذاق کر رہا ہوں۔" اُسے علم نہیں ہوا کہ وہ کتنا اونچا بولا تھا۔ آس پاس

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بیٹھے لوگوں نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا تو اُس نے سر جُھکا لیا۔

"باہر چل کر بات کریں؟" اپنی کافی ختم کرنے کے بعد ماہ رُخ نے پوچھا۔

دونوں اکٹھے کھڑے ہوئے اور ہاشم کیفے سے باہر نکل کر ماہ رُخ کا انتظار کرنے لگا۔ وہ بِل پے کرنے کے لئے کاؤنٹر کی جانب گئی تھی۔

"میم، آپ کا بِل پے ہو چکا ہے۔" کاؤنٹر پر پہنچتے ہی وہاں کھڑے ویٹر نے اُسے بتایا۔ ماہ رُخ نے ایک نظر باہر کھڑے ہاشم کو دیکھا پھر اُس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"کس نے پے کیا؟" اُس نے پوچھا کیونکہ اُس نے اپنے سامنے بیٹھے ہاشم کو اُٹھ کر کاؤنٹر کی جانب جاتے نہیں دیکھا تھا۔

"وہی جو آپ کے ساتھ بیٹھے تھے۔" ویٹر نے مختصر جواب دیا۔ اُسے دور بیٹھے کسی شخص نے آواز لگائی تو وہ اُس کی جانب بڑھ گیا۔

"ہاشم... آپ کو میں نے کافی پر انوائیٹ کیا تھا۔" ہاشم کے قریب پہنچتے ہی اُس نے جیسے یاد دہانی کروائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور میں آپ کے کہنے پر ہی آیا ہوں۔" ہاشم نے اُسی کے انداز میں جواب دیا۔ نظریں دور بہتی سمندر کی لہروں پر جمی تھیں۔

"تو بل آپ نے پے کیوں کیا؟" وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اُس کے سامنے کھڑی تھی۔

"کیونکہ... میری مرضی۔" اُس نے شانے اچکائے اور سمندر کی جانب قدم بڑھانے لگا۔

"لیکن..."

"آپ بتائیں کہ آپ کو کون پسند ہے؟" ہاشم نے ماہ رُخ کو ٹوکتے بات وہیں سے شروع کی جہاں ختم ہوئی تھی۔

"بس ہے کوئی۔" اب وہ ہاتھ پیچھے باندھے اُس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

ہاشم رُکا اور سنجیدہ نظروں سے ماہ رُخ کو دیکھنے لگا۔ ماہ رُخ کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ کیا ہاشم سمجھ چکا تھا؟

"ماہ رُخ۔ ایسے آپ اپنا وقت برباد کر رہی ہیں۔ آپ نہیں جانتی کہ وہ آپ کو پسند کرتا ہے یا نہیں۔ یکطرفہ محبت بس روگ بن کر رہ جاتی ہے۔" اُس نے ماہ رُخ کو سمجھانا چاہا۔

"میں ڈرتی ہوں... اگر اُس نے انکار کر دیا تو؟" ہیزل آنکھیں اب بھوری آنکھوں میں جھانک رہی تھیں اور آسمان میں چمکتا چاند اس بات کا بھی گواہ تھا۔

"تو یقیناً آپ اُس سے بہتر ڈیزرو کرتی ہوں گی۔" وہ پھر ریت پر چلنے لگا۔

"جیسے کہ آپ؟" لمحے بھر کو جیسے وقت تھم گیا۔

"ماہ رُخ... میں سنجیدہ ہوں۔"

"اچھا سوری۔ میں بس مذاق کر رہی تھی۔" وہ ہنس دی۔ وہ ہاشم کو کیسے بتاتی کہ وہ ہاشم سے زیادہ سنجیدہ تھی؟

"کیا آپ کے پیرنٹس جانتے ہیں اُس کو؟" ہاشم نے مزید پوچھا۔

"بابا کو بھی وہ پسند ہے۔"

"تو آپ اُن سے کہیں کہ بات آگے بڑھائیں۔"

"میں نے اُن کو بات آگے بڑھانے سے منع کیا ہے کیونکہ میں خود ایک بار اُس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔" ماہ رُخ نے فوراً بتایا۔ اب وہ گیلی ریت کے قریب پہنچ چکے تھے۔

"میری رائے یہی رہے گی کہ آپ اُسے بتانے میں دیر نہ کریں۔"

وہ آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ ماہ رُخ نے بازو سے تھام کر اُسے پیچھے کھینچا۔ہاشم نے حیرت سے اُسے دیکھا۔

"آپ کے جوتے بھیگ جائیں گے۔"ماہ رُخ نے فوراً اُسے تھامنے کی وجہ بیان کی۔ہاشم نے نیچے دیکھا،اب وہ سمندر کی لہروں کے بہت قریب تھے۔

آج اُس نے جوتے اُتار کر ہاتھ میں نہیں تھامے تھے۔ کیونکہ آج اُس کے ساتھ مائرہ نہیں تھی۔

دونوں اکٹھے واپس مُڑے اور یونہی نرمی سے سمندر کو پیچھے چھوڑتے آگے بڑھتے گئے۔

"آپ نے کافی کا بل کب ادا کیا؟"ماہ رُخ کا تجسس ابھی تک برقرار تھا۔

"آپ ابھی تک وہی سوچ رہی ہیں؟"اُس نے ہنس کر پوچھا۔

"یہی سمجھ لیں۔"

"میں نے ٹیبل پر ہی پیسے چھوڑ دیے تھے اور ویٹر کو اشارہ کیا تھا بس۔"

"پھر؟"

"پھر وہ سمجھ گیا کہ آپ سے پیسے نہیں لینے۔"

"آپ لڑکے کافی سمجھدار ہوتے ہو ویسے۔ آنکھ کے اشارے تو سمجھ جاتے ہیں لیکن..."

ماہ رُخ نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی مگر ہاشم سمجھ چکا تھا کہ اس میں کوئی طنز چُھپا ہے۔

طنز کیا تھا یہ وہ نہ سمجھ سکا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

رات احد کے گھر میں گزارنے کے بعد اگلی صبح ہاشم اور عمار صاحب واپس جا چکے تھے۔ احد اور فریدہ بیگم نے اُن کو یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ مائرہ کو لے کر ضرور آئیں گے۔

گھر میں صدف بیگم اور بچیاں اکیلی تھیں اِس وجہ سے وہ ایک رات سے زیادہ نہیں رُک سکتے تھے۔

احد اور مائرہ لاؤنج میں بیٹھے تھے جب فریدہ بیگم ظہر کی نماز ادا کر کے اپنے کمرے سے نکلیں۔ وہ مائرہ اور احد کو دیکھتی اُن کے قریب آ کر بیٹھ گئیں۔ خانسامہ کچن میں دوپہر کا کھانا بنا رہا تھا جس کی خوشبو لاؤنج تک پہنچ رہی تھی۔

"مائرہ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم نے اپنے ماموں کو دل سے معاف کر دیا۔" فریدہ بیگم نے مائرہ کو دیکھتے کہا۔

مائرہ نے اُن کو دیکھا اور دائیں جانب پڑا کُشن اُٹھا کر گود میں رکھ کر اُس پر ہاتھ رکھے بیٹھ گئی۔

"مجھے یہی ٹھیک لگا۔"

"مجھے تم سے ایسی نرمی کی اُمید تھی۔ اب بتاؤ کب چلیں اُن کے گھر؟" فریدہ بیگم نے سوال کیا۔ مائرہ جواب میں خاموش رہی بس ایک نظر احد کو دیکھا۔ وہ اُس کے بالکل قریب ہی بیٹھا تھا۔

"ماں میں نے ابھی ہی تو آفس جانا شروع کیا ہے اور پھر دو چھٹیاں کر بھی لی۔ اِس ویک

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اینڈ پر چلیں گے اگر نہ جا سکے تو اگلے ویک اینڈ کا پروگرام بنا لیں گے۔"مائرہ کی آنکھ کا اشارہ سمجھتے احد نے جواب دیا۔

"جی امی، میرا ابھی ریسٹورنٹ جانا ضروری ہے۔اتنی لاپرواہی میں نے تین سالوں میں نہیں کی جتنی اِن دو مہینوں میں کر لی۔"اُس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔اتنے میں فریدہ بیگم کا فون بجنے لگا۔

"آپا کا فون آرہا ہے۔تم دونوں باتیں کرو میں ذرا اُن سے بات کر لوں۔"اتنا کہہ کر وہ وہاں سے اُٹھ کر چلی گئیں۔آسیہ بیگم آج کل اپنے بیٹوں کے ساتھ آسٹریلیا ہی رہ رہی تھیں۔

"تم نہیں جانا چاہتی؟"فریدہ بیگم کے جانے کے بعد احد نے سوال کیا۔

"میں کنفیوزڈ ہوں۔میں اُس گھر میں جانا چاہتی ہوں جہاں میری ماں نے اپنی زندگی کے بیس سال گُزارے تھے مگر میں اُس گھر میں نہیں جانا چاہتی جس کے دروازے میری ماں کے لیے بند کر دیے گئے تھے۔"مائرہ نے سرگوشی میں کہا۔

"وہ اِسی لئے یہاں آئے تھے تم سے معافی مانگنے اور تم نے اُن سے کہا تھا کہ تم ضرور اُن

کے گھر آؤ گی۔" احد نے یاد دِلایا۔

"ہاں مگر..." اُس نے کچھ بولنا چاہا مگر احد نے آگے بڑھ کر اُس کا ہاتھ تھاما۔ وہ خاموش ہو گئی اور احد کو دیکھنے لگی۔ احد نے اُس کا ہاتھ اُس کے دل پر رکھا۔ پھر وہ کچھ بولنے لگی لیکن...

"ششش، ایک گہری سانس لو۔" احد نے ایک انگلی اپنے ہونٹوں پر رکھتے اُسے خاموش رہنے کے تاکید کی۔

"اب بتاؤ، اپنے دل کو فتوٰی لو یہ کیا چاہتا ہے۔" چند لمحے گُزر جانے کے بعد احد نے پوچھا۔

"دل چاہتا ہے کہ میں اُس جگہ پر جاؤں جہاں میری ماں کا بچپن گزرا ہے، مگر..." اُس نے پھر کچھ کہنا چاہا مگر احد نے اُس کی بات ٹوک دی۔

"کوئی اگر مگر نہیں۔ یہ طے رہا کہ ہم جا رہے ہیں اِس ویک اینڈ پر۔" احد نے بات ختم کی۔

"انسان کے دل کا فتوٰی ہر موقع پر ضروری ہوتا ہے مائرہ۔ ہم دل کے مسافر ہیں، دماغ کا فتوٰی لے کر سکون سے نہیں رہ سکتے۔" اُس نے نرمی سے کہنا شروع کیا، مائرہ کا ہاتھ اب

بھی وہ تھامے بیٹھا تھا۔

"ہر انسان دو طریقے سے سوچتا ہے مائرہ۔ دل کا راستہ وہ ہوتا ہے جیسے ماں کا ہاتھ تھام کر بچہ اندھیرے میں چلتا ہے چاہے کچھ دکھائی دے یا نہ دے اور دماغ کا راستہ؟ وہ جیسے کوئی نقشہ ہو جو ہر موڑ دکھا تو دیتا ہے مگر یہ نہیں بتاتا کہ کون سا راستہ تمہیں تنہا کر دے گا۔" وہ بہاروں کی سرگوشی کی طرح آہستہ بول رہا تھا۔

"دل کے راستے کا انتخاب کرنے والے جُدا ہو جاتے ہیں، احد۔ مائیں چھوڑ جاتی ہیں اور بچے کھو جاتے ہیں۔ جو دماغ کا انتخاب کرتے ہیں، وہ تنہا تو رہتے ہیں مگر اپنی منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔" مائرہ کی مدھم آواز نے اُس کی روانی کو توڑا۔

"مائیں چھوڑ بھی جائیں تو اپنی اولاد کے راستے کے کانٹے اُٹھا جاتی ہیں اور اولاد کی راہ سیدھی ہو جاتی ہے۔" احد نے بھی اُسی روانی سے جواب دیا۔

"کیا دل اور دماغ کی منزلیں بھی جُدا ہیں؟" مائرہ نے پوچھا۔

"نہیں سب کی منزل ایک ہی ہے مگر راستے جُدا ہیں۔ اگر ہم دل کا راستہ چُنے تو ہمارے سفر

میں پھولوں کی مہک ہوتی ہے مگر اُن کے کانٹے نہیں۔"احد نے اپنی بات مکمل کی،مائرہ یونہی اُسے دیکھ رہی تھی۔

"کہاں سے سیکھتے ہو اتنی فلسفانہ باتیں؟"اُس نے تجسس سے پوچھا۔

"آپ کو منانے کے لئے سب کرنا پڑتا ہے،مائرہ بی بی۔"اُس نے ہلکا سا مسکرا کر جواب دیا۔باہر کا موسم بھی آج یونہی خوشگوار تھا،اُن کے دل کی طرح۔

"اب میرا ہاتھ تو چھوڑ دو۔"مائرہ نے اپنے ہاتھ کی جانب اِشارہ کیا۔احد نے فوراً اُس کے ہاتھ کو رہا کیا۔

"یہ ہاتھ چھوڑنے کے لئے نہیں تھاما تھا مگر جو آپ کہیں۔"اُس نے مسکرا کر کہا۔

"اب ہم جا رہے ہیں اور یہ طے ہے۔"ایک بار پھر احد نے مائرہ کو دیکھتے یاد دہانی کروائی۔



وہ اپنے بیڈ کے قریب کُرسی پر بیٹھی تھی۔ کھڑکی کا پردا ہٹایا ہوا تھا اور سورج کی روشنی کھڑکی سے ہوتی اُس کے چہرے کو منور کر رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں کا بھورا رنگ سورج کی روشنی میں دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ایک کان اور کندھے کے درمیان فون رکھے تیمور سے مسکرا کر بات کر رہی تھی۔ نظریں کھڑکی سے باہر والے منظر پر جمی تھیں جہاں صدف اور خدیجہ دھوپ اور چھاؤں کے درمیان کہیں بیٹھی تھیں۔ یہ ایسا موسم تھا جب دھوپ میں گرمی اور چھاؤں میں سردی لگتی ہے۔ وہاں چار کُرسیاں رکھی تھیں جن میں سے دو خالی تھیں۔

اُس نے ہاتھ میں فائلر پکڑ رکھا تھا جس سے وہ اپنے ناخنوں کو تراش رہی تھی۔

"جی، ابا اور ہاشم بھی بس پہنچنے والے ہیں۔" اُس نے دوسری جانب سے تیمور کی آواز سُن کر جواب دیا۔

"تم کیا کر رہی ہو؟" تیمور نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"بس فری ہی بیٹھی تھی۔" نور نے کھڑکی سے باہر نظریں جمائے کہا۔ صدف اب کسی بات

پر خدیجہ کو ڈانٹ رہی تھیں اور وہ منظر دیکھ کر نور کو ہنسی آ رہی تھی۔ اگر نور وہیں قریب بیٹھی ہوتی تو صدف بالکل خدیجہ کو ڈانٹنے کا سوچتی بھی نہ۔ وہ سب کے سامنے اُس سے پیار کرتی تھیں مگر اکیلے میں اُس کی کافی جھڑپ ہوتی رہتی۔

"انکل ہاں کر دیں گے نا؟" تیمور نے پوچھا۔ یہ سوال وہ پہلے بھی ہزار بار کر چکا تھا۔

"نہیں۔" نور نے ایک حرفی جواب دیا۔

"نور یار، مجھ سے ایسا مذاق بھی نہ کیا کرو۔ تم جانتی ہو کہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔" تیمور نے خفا ہو کر کہا۔

"تم بھی تو جان بوجھ کر ایک ہی سوال لے کر بیٹھے ہو۔" نور نے خفگی سے جواب دیا۔

"ہاشم تو کافی اچھا لگا مجھے، تم یونہی اُس کی اتنی بُرائی کرتی رہتی تھی۔" تیمور نے بات کا موضوع بدلا۔

"وہ واقعی بہت اچھا ہے۔" نور نے مسکرا کر کہا۔ ذہن میں ابھی تک وہ منظر تازہ تھا جب وہ ابا کے خلاف جا کر اُس کا سہارا بنا تھا۔

"تم تو بہت لڑتی تھی اُس سے۔" تیمور نے یاد کروایا۔

"اب چھوڑ دیئے وہ کام جن کے تھے بُرے انجام۔"

"نور..." تیمور نے کچھ کہنا چاہا مگر خاموش ہو گیا۔ نور جانتی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

"ہو گئی غلطی میں مانتی ہوں۔ اب بار بار ذکر کرنے سے کیا ہو گا۔" اُس کے لہجے میں شرمندگی اور بیزاری واضح تھی۔

"تم نے میرا ایک بار نہیں سوچا؟ اپنے ماں باپ، بہن بھائی۔ کسی کا نہیں سوچا؟" یہ سوال بھی وہ پچھلے ایک ہفتے سے بہت بار کر چکا تھا۔

"تمہارا اور ابا کا ہی تو سوچا تھا۔"

"نور یہ بہت، بہت، بہت غلط تھا۔" تیمور نے تین بار بہت پر زور دیا۔

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے اور میں سب سے وعدہ کر چکی ہوں کہ یہ پہلی اور آخری بار تھا۔ اب ہم اس موضوع پر بات نہ کریں، پلیز۔" نور نے حتمی فیصلہ سُنایا۔

"جیسا تم کہو۔" تیمور نے بہاروں کی سرگوشی سے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاشم تم سے بہت امپریس ہوا تھا۔" یاد آنے پر نور نے بتایا۔

"وہ تو ہاشم کی بہن بھی ہوئی تھی۔" تیمور نے مغرور انداز میں جتایا۔

"نہیں پہلے آپ ہوئے تھے تیمور صاحب۔ مجھے یاد ہے۔" نور نے بھی اُسی کے لہجے میں جواب دیا۔ اتنے میں اُسے گاڑی کا ہارن سُنائی دیا۔ وہ کھڑکی سے دیکھ سکتی تھی، خدیجہ جا کر گیٹ کھول رہی تھی۔

"اوکے، ابا اور ہاشم آ گئے پھر بات ہو گی۔ میرا اپنا فون میرے پاس نہیں ہے۔ ابھی امی کے نمبر سے کال کی تھی۔ یہ بات صرف امی کو پتہ ہے۔ ابا نہیں جانتے کہ میں امی کے نمبر سے تم سے بات کرتی ہوں۔ کال نہ کرنا۔" اتنا کہنے کے بعد نور نے خدا حافظ کہا اور تیمور کا جواب سُنتے ہی فون بند کر دیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

جب وہ باہر پہنچی تو دیکھا کہ عمار صاحب اور ہاشم دھوپ میں صدف کے قریب اُن دو خالی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

"ابا۔" اُس نے مسکرا کر آواز دی۔ عمار صاحب فوراً اُٹھے، اُسے گلے لگایا اور ماتھا چوما۔

"مل تو ایسے رہے ہیں جیسے صدیوں بعد ملے ہوں۔" ہاشم نے سرگوشی کی۔

"سرگم کے بادشاہ!" وہ ہنستی ہوئی بازو پھیلائے اُس کی طرف بڑھی مگر ہاشم نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے روک دیا۔

وہ کھڑا ہوا، اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور بنا کچھ کہے واپس بیٹھ گیا۔ اُس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ کچھ ٹھیک نہیں۔

"کیا ہوا؟" نور نے نرمی سے پوچھا۔

"جیسے تمہیں کوئی فرق پڑتا ہو۔" ہاشم نے بیزاری سے کہا۔

"تم اُٹھو، جاؤ گیٹ بند کر کے آؤ۔ یونہی کُھلا چھوڑ دیا۔" نور نے خدیجہ کو کُرسی سے اُٹھایا۔ وہ نور کو دیکھتی، منہ بگاڑتی اُٹھ کر گیٹ بند کرنے چلی گئی۔ نور فوراً اُس کی کرسی پر بیٹھ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بتاؤ تو سہی، کیا ہوا؟" نور نے دوبارہ ہاشم کو دیکھتے ہوئے پوچھا، اب کی بار کچھ زیادہ سنجیدگی سے۔

"ایگزامز کی ڈیٹ شیٹ آ گئی ہے۔ تم نے بتانا بھی گوارا نہ کیا۔" ہاشم نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"اچھا؟ مجھے لگا کوئی واقعی سنجیدہ بات ہو گی۔" نور نے لاپرواہی سے کہا، پھر فوراً چونک کر اُسے دیکھا۔ "ڈیٹ شیٹ آ گئی؟" اُس نے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔ وہ ہمیشہ ہر بات دیر سے سمجھتی تھی۔

"جی۔" ہاشم نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"ان کو پہلے بتانا تو چاہیے تھا۔" نور نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"فون کہاں ہے آپ کا؟" ہاشم نے پوچھا۔ نور خاموش رہی۔

"اُنہوں نے دس دن پہلے میسج کیا تھا کہ ڈیٹ شیٹ آنے والی ہے۔ مجھے تمہیں بتانا یاد نہیں رہا۔ اور آج کراچی سے آتے ہوئے راستے میں ہی میسج ملا کہ ڈیٹ شیٹ آ چکی ہے۔" ہاشم

نے نور کو دیکھتے ہوئے بتایا۔

"کیا تم دونوں نے آتے ہی اپنی باتیں شروع کر لیں۔ خاموش رہو۔" صدف نے دونوں کو ٹوکا۔ نور ایک تیکھی نظر اُن پر ڈالتی خاموش ہو گئی۔

"آپ بتائیں، مائرہ کیسی تھی؟" صدف نے عمار صاحب کو دیکھتے پوچھا۔ نور بھی دلچسپی سے آگے ہو کر بیٹھی اور خدیجہ نے بازو نور کی کرسی پر پھیلائے اور کان قریب کیے۔

"تم چھوٹی ہو، جاؤ جا کر سبق پڑھو۔" عمار صاحب کے بولنے سے قبل ہی نور نے خدیجہ سے کہا جو اب اپنا سارا وزن اُس پر ڈالے کھڑی تھی۔

"نور، کبھی تو خاموش ہو جایا کرو۔"

"اوکے۔" نور نے معصومانہ شکل بنا کر کہا۔

"وہ بالکل مسرت جیسی تھی۔" عمار صاحب محویت سے بولے۔ "وہ بہت نرم دل ہے، اُس کی آواز مسرت جیسی تھی اور پہلی بار اُسے دیکھنے پر مجھے لگا کہ جیسے ان ستائیس سالوں نے مسرت پر اثر ہی نہیں کیا۔" اُنہوں نے مدھم آواز میں کہتے بات مکمل کی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ آئے گی ہم سے ملنے؟" صدف نے ایک اور سوال کیا۔

"مجھے یقین ہے کہ وہ آئے گی۔" عمار صاحب نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کیا وہ بہت ناراض تھیں آپ سے؟" اس بار نور نے اُن کو دیکھتے سوال کیا۔

"اُس کا حق تھا ناراض ہونا مگر اب وہ ناراض نہیں ہے۔" عمار صاحب نے نور کو دیکھتے جواب دیا۔

"ہاشم تم نے نہیں بتایا کہ تم اُس سے ملے کیسے؟" صدف نے ہاشم کو دیکھتے تجسس سے پوچھا۔

"مائرہ کا شوہر اس کا دوست تھا۔" عمار صاحب نے مختصر جواب دیا۔

"مگر اس نے کیسے پہچانا کہ وہ مسرت کی بیٹی ہے؟" اُنہوں نے مزید تفتیشی انداز میں پوچھا۔ وہ کئی بار یہ سوال ہاشم سے کر چکی تھی مگر اُس نے نہیں بتایا تھا۔ اب عمار صاحب اُن کو وہ بتا رہے تھے جو اُنہوں نے احد سے سُنا تھا۔

"ان جناب کے پاس مسرت کی ایک تصویر تھی، وہ مائرہ نے دیکھ لی اور پہچان لیا۔"

"کتنے چالاک ہو تم سرگم کے بادشاہ۔ تم نے مجھے نہیں بتایا۔" نور نے خفگی سے ہاشم کو دیکھتے

کہا۔

"بتانے آیا تھا مس پکوڑا مگر تمہارا رویہ دیکھ کر ارادہ بدل لیا۔ یاد ہے وہ تصویر؟ جو آدھی تمہارے پاس تھی اور آدھی میرے پاس۔" ہاشم نے اُسے یاد دلانا چاہا۔

"اوہ۔" نور نے ہونٹوں کو گول کر ایک لمبا اوہ کہا۔ "تم تب سے جانتے ہو؟" اُس نے حیرانی سے پوچھا اور ابا کی جانب رُخ کیا۔ "ابا اس بات کو تقریباً ایک سال ہو گیا ہے۔"

"ہاشم تم کب سے اتنی باتیں چُھپانے لگے ہم سے؟" صدف نے پوچھا۔ نور کی بات سُن کر اُنہیں حیرت ہوئی تھی۔

"میں دل کا مسافر ہوں امی، رازوں کو دماغ میں دفن کر دیتا ہوں۔"

"اس کی شروع ہو گئی دل والی فلاسفی، میں جا رہی ہوں۔" نور نے بیزاری سے کہا اور کُرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایک گلاس پانی دے جانا۔" ہاشم نے پیچھے سے آواز لگائی۔

"اچھا۔" اتنا کہہ کر وہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔ اُس کے اندر آنے والی مثبت تبدیلی کو ہاشم

نوٹ کر سکتا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

شام کے قریب وہ دونوں کمرے میں گئے تو سامنے اُسے احد کا فون پڑا دکھائی دیا جس پر ابھی کوئی نوٹیفیکیشن آیا تھا اور اسکرین چمک رہی تھی۔

مائرہ نے آگے بڑھ کر دیکھا اور حیرانی سے احد کو دیکھا۔ احد کے سوشل میڈیا ایپ میں ایک سے زائد آئی ڈیز لاگ اِن تھی۔ اس وجہ سے میسج کے ساتھ وہ آئی ڈی بھی شو ہو رہی تھی جس پر یہ میسج آیا تھا۔ وہ احد کی آئی ڈی نہیں تھی۔

"یہ کیا ہے؟" مائرہ نے حیرت سے احد کو دیکھا۔ احد نے فون کی جانب اشارہ کیا کہ خود ہی دیکھ لو۔

اُس نے فون کا لاک کھول کر ایپ اوپن کیا۔ سامنے وہی آئی ڈی لاگ اِن دکھائی دی۔

مائرہ نے اُس کی پوسٹس میں جا کر دیکھا۔ جیسے جیسے وہ اسکرول کرتی گئی،اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی گئیں۔

"یہ تمہارے پاس کیسے؟"اُس نے بے دھیانی میں احد سے پوچھا۔

"میرے پاس اُس کا سب کچھ ہے سوائے اُس کے وجود کے۔"احد نے مُٹھیا بھینچ کر جواب دیا۔

اسکرول کرتے کرتے مائرہ کی انگلی ایک تصویر پر جا رکی۔اُس نے فون کا رُخ احد کی جانب کیا۔

"یہ وہی ہے۔"احد نے مختصر جواب دیا۔اُس شخص کو دیکھتے ہی مائرہ کی نفرت اُس کے لئے دُگنی ہو گئی۔اُس کا دل چاہا کہ فون سے ہی اُس شخص کو نوچ کر باہر نکالے اور اپنے سامنے کھڑا کر کے اس کا قتل کر دے۔

"تم نے سوشل میڈیا کا فائدہ کیوں نہیں اُٹھایا؟"مائرہ نے احد کو دیکھتے پوچھا۔مائرہ نے اُس کے کیفے کی چند تصاویر اور اُس کی ایک تصویر کا سکرین شاٹ لیا اور پھر اُس کے نیچے ہی

کیپشن لکھ کر وہ تصویریں پوسٹ کر دیں۔

"ایسے۔" مائرہ نے سکرین احد کی جانب گھمائی۔ احد شل ہو کر اُسے دیکھتا رہ گیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

کریانہ سٹور پر معمول کا رش تھا۔ لوگ آ رہے تھے اور اپنا سامان لے کر جا رہے تھے۔ اس سٹور پر ہر وقت لوگوں کی بھیڑ ہوتی۔ جب بھی کوئی شخص سامان لینے آتا تو اُسے کم از کم دس منٹ لائن میں لگنا پڑتا۔

ایسے میں وہ لوگوں کی بھیڑ کو کراس کرتے سٹور میں داخل ہوا اور کاؤنٹر کے قریب کُرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ اُس نے سبز اور سفید رنگ کی ٹی شرٹ اور سبز ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔ اُس کی داڑھی قدرے بڑھی ہوئی تھی۔ اُس کی آنکھیں کالی اور رنگ گورا تھا۔

"کیا حال ہے؟" دوکان دار نے اُسے دیکھتے خوش دلی سے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ٹھیک ہوں۔" اُس نے مختصر سا جواب دیا۔

"کیسے آنا ہوا؟" دوکان دار نے مزید پوچھا۔

"عامر بھائی، میں آپ کے سٹور پر یونہی نہیں آسکتا کیا؟" کُرسی پر بیٹھے شخص نے خفا ہو کر پوچھا۔

"آسکتے ہو، جب چاہو آسکتے ہو۔"

"ویسے ابھی میں چینی خریدنے آیا تھا۔"

"بھائی باتیں بعد میں کر لینا، پہلے ہمیں کلیئر کرو۔" بھیڑ میں کھڑے کسی شخص نے ٹوکا۔

"بھائی صبر کرو۔" عامر نے ہاتھ کھڑا کر کے اُسے کہا اور ایک شاپر میں چینی ڈالنے لگا۔ اُس نے اپنے حساب سے ہی چینی ڈالی اور شاپر کرسی پر بیٹھے شخص کو تھما دیا۔

"یاد سے لکھ لینا۔" اُس نے یاد دہانی کروائی۔

"جی ٹھیک ہے۔ آپ خیریت سے جائیں مصطفٰی بھائی۔" عامر نے مسکرا کر کہا اور توجہ باقی گاہکوں کی طرف کر لی۔

"مصطفیٰ۔" گلی میں چلتے چلتے اُس نے یہ نام زیرِ لب دُہرایا۔ ذہن اب بھی کہیں دور اٹکا تھا۔

"مصطفیٰ بھائی بچوں کو بھیج دوں؟" وہ اپنے کمرے کا تالا کھول رہا تھا جب اُسے انیلہ کی آواز سُنائی دی۔ وہ عامر کی بیوی تھی۔ آج مصطفیٰ معمول کی نسبت تھوڑا لیٹ آیا تھا، اس لئے انیلہ نے آتے ہی اُس سے پوچھا تھا۔

"نہیں میرے سر میں درد ہے۔ فریش ہو کر بُلوا لوں گا۔" مصطفیٰ نے جواب دیا اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔ انیلہ وہیں کھڑی اُسے دیکھتی رہی۔

"عجیب نکھرے ہیں اس شخص کے بھی اور میرے شوہر صاحب کے سر پر بھوت سوار ہے اسے مفت میں یہاں رکھنے کا۔" وہ بڑبڑاتی واپس چلی گئی اور دھڑام سے دروازہ بند کیا۔

مصطفیٰ نے بھی یہ آواز سُنی، کچھ لمحے کے لئے اُس کے پاؤں ساکت ہوئے مگر پھر وہ نظر انداز کرتا چینی کچن کاؤنٹر پر رکھ کر باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔ یہ تو تقریباً روز کا ہی تھا۔ عامر جتنا میٹھا تھا، انیلہ اُتنی ہی کڑوی۔ اُسے پہلے دن سے ہی مصطفیٰ پسند نہیں تھا۔

جب وہ فریش ہو کر باہر نکلا تو چائے بنانے کے لئے کچن کی جانب بڑھ گیا۔ ہاتھ میں فون

پکڑے وہ اسکرولنگ کر رہا تھا۔ اُس کے فون میں عامر کے نام کی ہی سِم تھی۔ اپنا کوئی ڈاکومنٹ اُس کے پاس نہیں تھا۔ کیفے میں بھی شناخت نہ ہونے کی وجہ سے کافی مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد اُسے نوکری ملی تھی۔ بعد میں اپنے تجربے کی وجہ سے اُس نے اپنی جگہ وہاں پکی کر لی تھی۔

سکرولنگ کرتے اُس کی انگلی نیچے بنے ہوم بٹن پر لگی جس سے پیج لوڈ ہونے لگا۔ لوڈ ہوتے ہی اُس کے سامنے ایک پوسٹ آئی۔ اُس نے یونہی اُس پوسٹ کو گزار دیا۔ پھر جھٹکا کھا کر واپس اوپر آیا۔

وہ اُس کے کیفے کی تصویریں تھی۔ وہ اُس کیفے کو تین سال بعد دیکھ رہا تھا۔ یہ اُس کے کیفے کا پیج تھا جو اُس نے خود بنایا تھا۔ مگر پچھلے تین سال میں یہ پہلی پوسٹ کی گئی تھی۔ چند سیکنڈز قبل۔

جیسے ہی وہ آخری تصویر تک پہنچا، وہ سانس لینا بھول گیا۔ وہ اُس کی ہی تصویر تھی۔

اور کیپشن کچھ یوں تھا کہ: "مصطفیٰ کمال، جن کے کیفے کی تصاویر آپ یہاں دیکھ سکتے ہیں۔ وہ

پچھلے تین سال سے لاپتہ ہیں۔ جو ان کو ڈھونڈنے میں مدد کرے گا،اُسے انعام کے طور پر بیس لاکھ روپے دیا جائے گا۔" کیپشن پڑھتے ہی اُسے لگا کہ یہ زمین اُس کے لئے تنگ پڑ رہی ہے۔اب وہ کہاں جائے گا؟

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

تین سال، تین ماہ قبل:

ایک پیرامیڈک نے امل کی نبض چیک کی اور اپنے ساتھ بیٹھے دوسرے پیرامیڈک کو دیکھ کر نفی میں سر ہِلایا۔ نبض میں زندگی کا کوئی نشان نہیں تھا۔

وہ مر چکی تھی۔

اُس کے گلے میں وہ لاکٹ اب بھی موجود تھا اور خون سے تر ہو چکا تھا۔

"سر۔" ایک پیرامیڈک نے سلطان بیگ کو پکارا مگر اُنہوں نے جواب نہیں دیا۔ وہ یونہی

امل کا ہاتھ تھامے بیٹھے تھے۔اُس نے آگے بڑھ کر امل کا منہ ڈھانپنا چاہا مگر سلطان بیگ نے اُسے روک دیا۔

"میری بیٹی سے دور رہو۔"اُن کی بے بسی اُن کی آواز سے جھلک رہی تھی۔

"اِن کی ڈیتھ ہو چکی ہے مگر بلیڈ نگ نہیں رُک رہی۔ ہمیں ان کو کوور کرنا ہو گا۔ پیرامیڈک کی آواز اُن کی سماعت سے ٹکرائی اور اُن کو لگا کہ وہ کبھی اس کے بعد کچھ سُن نہیں پائیں گے۔اُن کا دل چاہا کہ وہ اُس پیرامیڈک کا گریبان تھام کر پوچھیں کہ اُس کی ہمت کیسے ہوئی یہ کہنے کی کہ امل نہیں رہی۔اُن کی بیٹی نہیں رہی۔ مگر وہ اپنی جگہ سے ہِل نہیں سکے۔ امل کے ہاتھ سے گرفت ڈھیلی کی تو محسوس ہوا کہ وہ بھی خون سے تر ہے۔اُنہوں نے کبھی زندگی میں خود کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا جتنا آج کر رہے تھے۔اُن کی بیٹی اُن کے سامنے دم توڑ گئی اور وہ کچھ نہ کر سکے۔

وہ آگے کو جُھکے اور امل کے ماتھے پر اپنا سر رکھا۔ سر رکھتے ہی وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹے۔ اُن کا چہرہ بھی خون سے لت پت ہو چکا تھا اور امل کا ماتھا اتنا نرم ہو چکا تھا کہ اُن کو لگا اگر وہ

مزید کچھ دیر یوں رُکے تو اُن کے چہرے کے وزن سے امل کا ماتھا دَب جائے گا۔ اُس کی ناک کی ہڈی ٹوٹ چُکی تھی، کسی کے لئے بھی پہچاننا مشکل تھا کہ وہ امل ہے۔

ایک پیرامیڈک نے سلطان بیگ کو ہاتھ سے پیچھے کیا۔ اس بار وہ بغیر کچھ کہے پیچھے ہٹ گئے۔ دوسرے پیرامیڈک نے امل کے چہرے اور جسم کو کپڑے میں لپیٹنا شروع کیا۔

ہسپتال پہنچتے ہی اسٹریچر دھکیل کر اُسے ایمرجنسی وارڈ میں لے کر گئے اور اُس کے ناک اور ماتھے پر ٹانکے لگائے۔ اُس کے جسم کی آدھی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھی۔

چند منٹ ہی گُزرے تھے جب ہسپتال میں ڈی ایس پی کے ساتھ پولیس داخل ہوتی دِکھائی دی۔ وہ سلطان بیگ کا جاننے والا تھا، اس لئے انکوائری کے لئے خود آیا تھا۔ سلطان بیگ نے سر اُٹھا کر دیکھا اور فوراً آگے بڑھ کر اُن کے راستے کی رکاوٹ بن گئے۔

"یہاں کیا کرنے آئے ہو تم لوگ؟" اُنہوں نے چیخ کر کہا۔

"سر ابھی ہمیں لاش کا پوسٹ مارٹم..." ڈی ایس پی نے کچھ بولنا چاہا مگر سلطان بیگ کی خونی آنکھیں دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"میری بیٹی کا پوسٹ مارٹم ہوا تو میں تم سب کو چیر کہ رکھ دوں گا۔" اُنہوں نے انگلی اُٹھا کر تنبیہ دی تھی۔ "جاؤ اور قاتل کو ڈھونڈو مجھے وہ کل صبح تک اپنے سامنے چاہیے۔" اُنہوں نے اُسی لہجے میں کہا۔

"مگر نیوز میں تو یہی آرہا ہے کہ آپ کی بیٹی نے خود کُشی کی ہے۔ اِس لئے ہم ایک بار پوسٹ مارٹم کرنا چاہ رہے تھے۔" ڈی ایس پی نے مدھم آواز میں درخواست کی۔

"میری بیٹی کو جو تکلیف ملی وہ کم ہے؟ اب تم لوگ آئے ہو اُسے مزید اذیت دینے۔" بات کرتے کرتے اُن کی لال آنکھوں سے خون رَس رہا تھا۔ اُن کے چہرے پر لگا امل کا خون جم چکا تھا مگر اُنہوں نے دھویا نہیں تھا۔

"سر، آپ سمجھیں..." ڈی ایس پی نے بات شروع ہی کی تھی کہ اُسے لگا سلطان بیگ پیچھے کو گِر رہے ہیں۔ وہ فوراً آگے بڑھا اور اُن کو سہارا دیا۔ دوسرا ہوولدار بھی آگے بڑھا اور دونوں نے مل کر سلطان بیگ کو راہداری میں لگی کُرسی پر بٹھایا۔

"میری امل مجھے چھوڑ گئی۔ اُس نے جانے سے پہلے میرا نہیں سوچا کہ میں کیسے اُس کے

بغیر جیوں گا۔" اب وہ دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھے کسی بچے کی طرح رو رہے تھے۔

"میری کمر ٹوٹ گئی، اس کے بعد میں کبھی سیدھا نہیں چل پاؤں گا اور تم لوگ اب اُس کا پوسٹ مارٹم کرنا چاہتے ہو؟ میں جانتا ہوں کہ میری بیٹی نے خودکُشی نہیں کی۔" وہ یونہی بیٹھے کہہ رہے تھے۔

اُن کی جیب میں پڑا فون بار بار تھرتھرا رہا تھا۔ اُنہوں نے فون نکال کر کان سے لگایا۔ صبا کا فون تھا، جب سے سلطان بیگ گھر سے نکلے تھے، تب سے وہ بس فون ہی کئے جا رہی تھیں۔ آگ کی طرح پھیلی گئی نیوز اُن کے گھر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔

"صبا۔" اُن کی آواز کسی کنویں سے نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ "امل... ہماری امل..." وہ رُک رُک کر الفاظ ادا کر رہے تھے۔ "ہماری امل ہمیں چھوڑ کر چلی گئی صبا۔" اُن کا جملہ مکمل ہوتے ہی دوسری جانب سے چیخ کی آواز آئی تھی۔ شاید وہ سلطان بیگ پر غصہ ہو رہی تھیں۔ وہ اور کچھ بھی کہہ رہی تھیں مگر سلطان بیگ نہیں سُن رہے تھے۔

"یہ نہیں ہو سکتا... یہ ہو ہی نہیں سکتا... میں جانتی ہوں وہ ٹھیک ہے... آپ جھوٹ بول

رہے ہیں... اگر یہ مذاق ہے تو بہت گھٹیہ ہے..." دوسری جانب سے صبا بار بار یہی الفاظ دُہرا رہی تھیں۔ کیا اتنا آسان تھا یوں یقین کر لینا؟

ایک گھنٹے بعد پورے چہرے پر ٹانکے لگانے کے بعد امل کو باہر لایا گیا تو اُس کو مکمل ڈھانپ رکھا تھا۔

"ہم نے سٹیچز لگا دیے ہیں مگر ان کا چہرہ دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ اگر قریبی رشتہ دار نہ دیکھیں تو بہتر رہے گا۔" اسٹریچر کے قریب کھڑے ڈاکٹر نے سلطان بیگ کو مخاطب کر کے کہا۔

"تمہارے کتنے بچے ہیں؟" سلطان بیگ کی زخمی آنکھوں نے ڈاکٹر کو دیکھتے سوال کیا۔

ڈاکٹر اُن کے سوال پر حیران ہوا مگر پھر جواب دیا۔

"ایک بیٹی ہے۔"

"اگر وہ گھر سے ٹھیک نکلے اور کچھ گھنٹے بعد ایک لاش کو گھر بھیج کر کہا جائے کہ یہ تمہاری بیٹی ہے۔ چہرہ دیکھے بغیر تمہیں یقین یا صبر آئے گا؟" اُن کے سفاک سوال نے ڈاکٹر کو

لاجواب کر دیا تھا۔

"مگر کوشش کیجئے گا کہ ناک کے نیچے کا حصہ کو ورہی رہے۔" ڈاکٹر نے پھر سے ہمت جمع کر کے کہا اور سلطان بیگ نے خاموشی سے سُن دیا۔ اُن کو ڈاکٹر کا کہا گیا ہر لفظ اپنے سینے پر خنجر کی طرح چلتا محسوس ہو رہا تھا۔ موت تو ہر ایک کو آنی ہے مگر کیا امل؟ کیا اُن کی امل اتنی دردناک موت کی مستحق تھی؟

اُس کا چہرہ ٹھیک بھی تو رہ سکتا تھا۔ اُس کے ناک کی ہڈی سلامت بھی تو رہ سکتی تھی۔ شاید چہرہ دیکھ کر ہی صبر آجاتا... لیکن... لیکن... کیا اُس کا مرنا ضروری تھا؟

کیا کسی نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جو مر چکا ہو مگر اُس کی روح نے اُس کا جسم نہ چھوڑا ہو؟

سلطان بیگ اس وقت وہی شخص تھے۔ وہ شخص ہر چیز پاس ہوتے بھی خالی ہاتھ رہ چکا تھا۔ اُس کے ہاتھوں میں کچھ نہیں رہا تھا۔ وہ اپنی ہر قیمتی چیز... اپنی جان تک دینے کو تیار تھے اگر اس سے اُن کی امل واپس آسکتی۔ وہ معصوم تھی۔ وہ بہت چھوٹی تھی۔ وہ جینا چاہتی تھی۔ آزادی سے مگر نہیں جی پائی۔

امل... اُن کی امل... بس ایک ایسا کردار بن کر رہ گئی جو کہانی کا سب سے روشن چراغ تھی اور سب سے پہلے بجھ گئی...

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

ایمبولینس گھر کے سامنے رُکی تو صبا بھاگتی دروازے کی جانب بڑھیں۔ اُن کے گھر میں بہت سے لوگ جمع ہو چکے تھے جو نیوز سُن کر پہنچے تھے مگر پچھلے ایک گھنٹے سے صبا اُن کو بار بار جانے کا کہہ رہی تھیں۔ اُن کو لگ رہا تھا کہ اُن لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔

"سلطان یہ کیا ہے؟" وہ آگے بڑھیں اور سلطان بیگ سے پوچھا۔ اُن کی نظر سلطان بیگ کے پیچھے پڑی۔ دو پیرامیڈک اسٹریچر دھکیل کر باہر نکال رہے تھے۔ صبا اُن کی جانب بڑھی اور اُس میت کے چہرے سے کپڑا ہٹانا چاہا مگر وہ ہر طرف سے بندھا ہوا تھا۔ وہ واپس سلطان بیگ کی جانب بڑھیں۔

"یہ کیا ہے؟"اب کی بار اُنہوں نے چیخ کر پوچھا۔وہ پاگلوں کی طرح اِدھر سے اُدھر چکر کاٹ رہی تھیں۔

"رو لو صبا،رو لو۔آج امل کا اپنے گھر میں آخری دن ہے۔"سلطان بیگ نے صبا کو شانوں سے تھامتے ہوئے کہا۔وہ جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹی۔

"یہ میری امل نہیں ہے۔میں جانتی ہوں،میری امل تو ابھی گھر آجائے گی۔"وہ قدم بقدم پیچھے ہٹتی کہہ رہی تھیں۔وہ خود کو یقین دلانا چاہ رہی تھیں کہ اُن کی امل زندہ ہے مگر اُن کے یقین کی پہلی اینٹ تب گِری جب اُنہوں نے سلطان بیگ سے نظریں ملائی۔یہ آنکھیں وہ پہلی بار دیکھ رہی تھیں۔یہ سلطان بیگ کی آنکھیں نہیں تھیں۔یہ ایک ہارے ہوئے باپ کی آنکھیں تھیں جس کی بیٹی اُس کے سامنے مر گئی اور وہ کچھ نہ کر سکا۔

"تمہاری آنکھیں مجھے مار دیں گی سلطان۔بول دو کہ یہ جھوٹ ہے۔"وہ پھر سے قدم بقدم چلتی آگے بڑھیں اور سلطان بیگ سے کہا۔اس بار سلطان بیگ کچھ نہیں بولے،بس خاموش کھڑے رہے۔

جب تک امل کی میت کو صحن میں رکھا گیا تب تک صبا روئی نہیں۔ اُن کو یقین تھا کہ یہ اُن کی امل نہیں ہے۔ ہر وقت گھر کو سر پر اُٹھانے والی امل یوں خاموشی سے کیسے لیٹ سکتی تھی بھلا؟۔ وہ جو سب کو جینے کا ہنر سکھاتی تھی خود اتنی جلدی کیسے تھک سکتی تھی؟ کیا ہنسی بھی اتنی جلدی تھک جایا کرتی ہے؟

صبا یونہی ادھر اُدھر ٹہلتے ہر ایک سے اپنی امل کا پوچھ رہی تھیں۔

اُن کا یقین تب ٹوٹا جب غسل کے بعد امل کے چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا۔ اُس کا ناک اور نیچے کا حصہ ڈھکا ہوا تھا، مگر وہ آنکھیں ہی کافی تھیں یہ پہچاننے کے لئے کہ وہ اُن کی امل تھی۔ یہ وہیں آنکھیں تھیں جن کے آنسو اُنہوں نے کئی بار پونچھیں تھے۔ جن آنکھوں کی چمک سے اُن کے دن کا آغاز ہوا کرتا تھا۔ اب وہ آغاز ہمیشہ کے لئے اختتام پذیر ہو چکا تھا۔

وہ آنکھیں... سرد ہو چکی تھیں... خاموش... بند... ایسی بند جو صدیوں پر محیط ہوں۔

وہ گہری نیند سو رہی تھی۔

صبا کو لگا جیسے کسی نے اُن کے جسم کے ایک ایک ذرے کو نوچ ڈالا ہو۔ اُن کا سانس رُک گیا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی نہریں بہنے لگی۔

یہ وہی تھی، یہ اُن کی امل ہی تھی۔

وہ امل کے قریب گُھٹنوں کے بل بیٹھ کر رونے لگیں۔ یہ رونا اُن کے نصیب میں ہمیشہ کے لئے لکھ دیا گیا تھا۔ اس وقت جو خنجر اُن کے دل پر چلا تھا وہ کوئی اور نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُس خنجر نے اُن کے جینے کا مقصد چھین لیا تھا۔ اگر یوں کسی کو اپنی عمر دے سکتے تو وہ امل کو اپنی عمر دینے سے قبل ایک لمحہ بھی نہ سوچتی۔

"ناجانے کیا مجبوری رہی ہو گی بچی کی کہ خود کُشی ہی کر لی۔" میت ابھی وہیں پڑی تھی اور باتیں بنانے والی عورتیں اپنے کام پر لگ چُکی تھیں۔

"ضرور کسی لڑکے کا چکر ہو گا اور ماں باپ نہیں مانیں ہوں گے۔" دوسری عورت نے سرگوشی کی۔

"ایسی باتوں پر تو لوگ خود بیٹی کو مار کر کہتے ہیں کہ خود کشی تھی۔" ساتھ میں بیٹھی ایک اور

عورت نے دوسری عورت کے بازو کو ہلاتے کہا۔

"یہ لوگ ایسے لگتے تو نہیں ہیں، سلطان بیگ تو بہت پیار کرتے تھے اپنی بیٹی سے۔" صبا کے کانوں میں سب کی آوازیں پڑ رہی تھیں مگر اُن کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ عورتیں کیا باتیں کر رہی ہیں۔ اُن کی نظریں فقط اُن آنکھوں پر جمی تھیں جو ہمیشہ کے لئے بند ہو چکی تھیں اور آج کے بعد وہ کبھی دیکھ نہیں پائیں گی۔ وہ اُس لمحے کو اپنی ساری زندگی کے لئے آنکھوں میں قید کر کے رکھنا چاہتی تھیں۔

وہ آگے جُھکی اور اُس کی دونوں آنکھوں کو چُوما اور یہ وہ آخری دن تھا جب اُنہوں نے اُن آنکھوں کو دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ آنکھیں بس خواب میں آیا کرتی تھیں۔

دن گیارہ بجے کے قریب امل کی تدفین کر دی گئی تھی اور اُس دن سلطان بیگ اور صبا نے اپنا سب کچھ کھو دیا تھا۔ اُن کے چہرے سے مسکراہٹ ہمیشہ کے لئے جُدا ہو چکی تھی۔ اُن کی روح زمین کی چھ چٹ نیچے اور جسم چھ فٹ اوپر رہ چکا تھا۔ یہ چھ فٹ کا سفر چھ صدیوں میں

طے کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

شام کے قریب ہسپتال کی راہداری میں کھڑا احد بار بار سلطان بیگ کے نمبر پر کال ملا رہا تھا مگر وہ آف جا رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں پوری رات اور پورا دن جاگنے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے بھی اُسے سکون نصیب نہیں ہوا تھا۔ پوری رات وہ بس امل کے بارے میں ہی سوچتا رہا تھا۔ وہ اس بات سے انجان تھا کہ یہ سب کس نے کیا مگر اتنا اُس کو یقین تھا کہ امل نے خودکشی نہیں کی۔ امل کے بعد اب مائرہ کی طبیعت اُسے خوف زدہ کر رہی تھی۔ امل کا بتایا گیا خواب اُس کے ذہن میں بار بار آ رہا تھا۔

اُسے کمرے سے ڈاکٹر نکلتی دکھائی دی تو وہ فوراً اُس کی جانب لپکا۔

"میری بیوی کیسی ہے؟" یہ سوال اُس نے انگریزی میں پوچھا۔

"خاموش رہیں اور میرے ساتھ آئیں۔" ہسپانوی ڈاکٹر نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں اُسے خاموش رہنے کا کہا، آس پاس کے کمروں میں لوگ ڈسٹرب ہو رہے تھے۔ احد اُس کے ہمراہ چلتا اُس کے کمرے تک پہنچا۔ ڈاکٹر نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"آپ کی بیوی ٹھیک ہیں مگر اُن کا مسکیرج ہو گیا ہے۔" ڈاکٹر نے احد کو آگاہ کیا۔ احد نے نظریں جُھکا لیں۔ اُسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ کیا ردِ عمل دے۔ پہلے امل اور اب اُس کا بچہ۔ اُسے لگا جیسے کسی نے اُس کے جسم سے دوسری بار جان نکال لی ہو، وہ کچھ بول ہی نہ سکا۔

"کیا آپ سُن رہے ہیں؟" چند لمحے کے توقف کے بعد ڈاکٹر نے پکارا۔ احد نے دھیرے سے سر کو خم دیا اور اُٹھ کر باہر نکل آیا۔

فون ہاتھ میں تھامتے ہی فریدہ بیگم کا فون آنے لگا۔ احد کی اُن سے کل رات سے بات نہیں ہوئی تھی۔ احد نے فون اُٹھا کر کان سے لگایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"السلام علیکم۔" اُس نے ہمت جمع کر کے کہا۔

"وعلیکم السلام، بیٹا۔ تم پریشان لگ رہے ہو۔ سب خیر ہے نا؟" سلام کا جواب دیتے ہی اُنہوں نے فکر مندی سے پوچھا۔ وہ اُس کی آواز سے اُس کی پریشانی کو بھانپ سکتی تھیں۔

"مائرہ ٹھیک نہیں ہے۔" چند لمحے کے سکوت کے بعد اُنہوں نے احد کو کہتے سُنا۔

"کیا ہوا؟ کیا ہوا مائرہ کو؟" فریدہ بیگم نے فوراً فکر مندی سے پوچھا اور احد نے اسپین آنے سے لے کر اب تک جو بھی ہوا تھا سب اُن کو بتا دیا۔

"اتنا سب کچھ ہو گیا اور مجھے بتانا بھی مناسب نہیں سمجھا؟ ماں کون ہوتی ہے بھلا جسے کچھ بتایا جائے۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فریدہ بیگم نے کہا۔ اُن کی آنکھیں بھر چکی تھیں۔ اتنا سب کچھ ہو گیا اور اُن کی اولاد نے اُن کو بتانا تک مناسب نہیں سمجھا؟

"تم دونوں اگلی فلائٹ سے واپس آؤ۔" فریدہ بیگم نے حتمی فیصلہ سُناتے کہا۔

"مائرہ ابھی ٹھیک نہیں ہے۔ اُس کے ٹھیک ہوتے ہی ہم آجائیں گے۔" احد نے اُن کو سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ اُس کی ماں تھیں، وہ اُن سے اپنے دل کا حال چُھپا نہ سکا۔ مگر

اب اُسے افسوس ہو رہا تھا۔ خوامخواہ اُس نے اُن کو بھی پریشان کر دیا تھا۔

"تم مجھے مائرہ کی دوست کے گھر کا پتہ دے دو۔ میں تعزیت کے لئے چلی جاؤں گی۔ وہ مائرہ کی اتنی اچھی دوست تھی۔ یوں اچھا نہیں لگتا نا۔ اُس کے گھر والوں نے مائرہ کی کمی محسوس تو کی ہو گی۔" فریدہ بیگم نے آسیہ بیگم کے قریب صوفے پر بیٹھتے کہا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔" احد نے گھبرا کر کہا۔

"کیوں؟" فریدہ بیگم نے حیرانی سے پوچھا۔

"مائرہ کی دوستی صرف اُس لڑکی سے تھی۔ اُس کے ماں باپ کو تو وہ بھی نہیں جانتی۔" احد نے بات سنبھالنی چاہی مگر اُس کی اپنی آنکھیں اب بھی "اُس لڑکی" کہتے ہی بھر گئی تھیں۔ وہ لڑکی اصل تھی، اُس کی بہن۔ وہ ماں کو کیسے بتاتا؟

"چلو جیسے مناسب لگے۔ مائرہ کے ہوش میں آتے ہی میری بات کروانا فوراً۔" فریدہ بیگم نے کہا اور الوداعی کلمات کہہ کر فون بند کر دیا۔

ویٹنگ ایریا سے نکلنے کے بعد اب احد راہداری میں بالکل اکیلا بیٹھا تھا۔ اُس کے آس پاس

کوئی شخص نہیں تھا۔ وہاں اتنی خاموشی تھی کہ وہ اپنی سانس کی آواز بھی سُن سکتا تھا۔

"ویسے تو میں ہینڈسم لڑکوں کو اپنا بھائی نہیں بناتی لیکن آج سے آپ میرے بھائی ہیں۔"

یونہی ذہن میں ایک یاد تازہ ہوئی اور آنسو آنکھ سے بہتا زمین پر جا گرا۔ اُسے فنا ہوتے دیر نہیں لگی، وہ بھی خاموشی سے جُدا ہو گیا جیسے کبھی تھا ہی نہیں بالکل امل کی طرح۔ کاش کہ وہ سلطان بیگ کو مجبور نہ کرتا کہ وہ امل کو بھیجے تو شاید آج وہ زندہ ہوتی۔

نہ جانے کتنی دیر وہ سر جھکا کر ہاتھوں کی پناہ میں چہرہ ڈھانپے بیٹھا رہا، اور آنسو خاموشی میں اپنی داستان سناتے گئے۔ وہ آنکھیں مُدت کے بعد کُھل کر برسی تھیں۔

Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

شام کا وقت ہو رہا تھا۔ دھوپ کی شدت میں کچھ کمی آئی تھی۔ سورج نے آگ برسانا ذرا کم کر دیا تھا لیکن حبس اب بھی موجود تھی۔ اسپین میں جون، جولائی اور اگست کے مہینے میں گرمی

عروج پر ہوتی ہے۔اس کا درجہ حرارت عموماً چالیس ڈگری تک جاتا ہے۔

امل کے انتقال کو تین روز بیت چکے تھے۔ آج مائرہ کو ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے ہوٹل کے کمرے میں بیڈ پر سر جُھکائے بیٹھی تھی جب احد کمرے میں داخل ہوتا دِکھائی دیا۔

"مائرہ۔" اُس نے دھیما سا پُکارا، مائرہ نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں چُھپا کرب وہ واضح محسوس کر سکتا ہے۔ اُس میں اُن آنکھوں کو دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔

"کچھ کھالو۔" اُس نے بیڈ پر ایک شاپر رکھتے دھیما سا کہا۔ مائرہ نے جواب نہیں دیا بس یونہی احد کو دیکھتی رہی۔

"مائرہ۔" اُس نے مائرہ کا نام لیا اور اُس کے قریب بیٹھ گیا۔

"احد میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے؟" اُس نے مائرہ کو کہتے سُنا۔ "کیوں میں ہر اُس شخص کو کھو دیتی ہوں جو مجھے عزیز ہوتا ہے؟" ایک آنسو چپکے سے اس کی پلکوں سے ٹوٹا، بستر کی چادر پر گر گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مائرہ، تم کیوں مایوسی کی باتیں کرتی ہو؟" احد نے اُس کا ہاتھ تھامتے پوچھا۔ "اُس کی زندگی اتنی ہی تھی۔" احد نے سمجھانا چاہا۔ وہ خود بھی ٹوٹ چکا تھا مگر مائرہ کا ٹوٹنا اُسے مزید توڑ رہا تھا۔ وہ احد سے لپٹ کر رونے لگی۔

"میرے عزیز لوگوں کی ہی زندگی کم کیوں ہوتی ہے احد؟" بھوری آنکھوں نے آنسوؤں کو بہنے سے روکنے کی کوشش کرتے پوچھا۔

"زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔" احد نے سادہ جواب دیا۔

"مگر..." مائرہ نے کچھ کہنا چاہا مگر سمجھ ہی نہ آیا کہ کیا کہے۔ وہ خاموش ہو گئی۔

"ہر روز اتنے لوگ مرتے ہیں۔ کبھی تم نے نوٹ کیا؟" احد نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"تمہارے قریب سے جب کوئی ایمبولنس گزرتی ہے تو تمہارے لئے وہ صرف ایک ایمبولنس ہوتی ہے۔ مگر کبھی سوچا کہ اُس میں موجود شخص کسی کی ماں، کسی کا باپ، کسی کا بھائی یا کسی کی بہن ہو سکتی ہے؟" وہ آرام آرام سے کہہ رہا تھا۔

"ہمیں صرف اپنے لوگوں کی موت کا پتہ ہوتا ہے، مائرہ۔ یوں کہنا کہ صرف تمہارے عزیز

لوگوں کی زندگی کم ہوتی ہے یہ غلط ہے۔یہ مایوسی ہے اور مایوسی کُفر ہے۔تم کمزور نہیں ہو،احد سلطان ہر قدم پر تمہارے ساتھ ہے اور اگر میں بھی نہ رہا تو اللہ یہیں ہو گا۔تم کبھی تنہا نہیں ہو گی۔"اُس نے نرمی سے مائرہ کے ہاتھ کو دیکھتے اپنی بات مکمل کی۔

"مگر امل؟وہ کیوں اتنی جلدی چلی گئی۔"مائرہ نے احد کو دیکھتے سوال کیا۔

"اُس کی زندگی اتنی ہی تھی۔"احد نے پھر سے کچھ دیر قبل کہنے والا اپنا جملہ دُہرایا۔

"اگر وہ ہوتی تو اب تک ہزار کالز کر کے میرا حال دریافت کر چکی ہوتی۔"مائرہ نے ایک زخمی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے فون کو دیکھا۔وہاں اب کبھی امل کے نمبر سے کوئی میسج نہیں آنا تھا۔اب کی بار احد خاموشی سے بس مائرہ کو سُنتا رہا۔

"اُس کے بغیر زندگی بہت اُداس ہے۔مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کیا کروں۔میں جلد از جلد پاکستان جانا چاہتی ہوں۔"اب بھی آنسو اُس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"ہماری دو دن بعد کی فلائیٹ ہے۔"احد نے اُسے آگاہ کیا۔

"کاش کہ ہم کبھی اسپین نہ آتے۔وہ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ اُسے لگتا ہے کہ اب وہ کبھی مجھ

سے نہیں مل سکے گی۔اُسے ٹھیک لگتا تھا۔"مائرہ نے ہتھیلی سے آنسو صاف کرتے کہا۔

"میں اُسے بہت یاد کر رہی ہوں۔میں اُسے آخری بار دیکھ بھی نہیں سکی۔مجھے کیسے یقین ہو گا کہ وہ نہیں رہی؟"اُس نے احد سے سوال کیا۔احد پھر بھی خاموش رہا۔وہ اُسے کیسے بتاتا کہ جس کے مرنے پر وہ مائرہ کو دلاسہ دے رہا تھا وہ اُس کی اپنی بہن تھی۔کیا اُس کے لئے بھی صبر کرنا آسان تھا؟مگر اُسے صرف مائرہ کی پرواہ تھی۔وہ مائرہ کو ٹوٹتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"میری دعا ہے احد، کہ میں تم سے پہلے اس دنیا سے چلی جاؤں۔میں تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"کچھ لمحے گزر جانے کے بعد مائرہ نے کہا۔احد نے جواب نہیں دیا اور کمرے میں خاموشی چھا گئی۔شاید وہ قبولیت کی ہی گھڑی تھی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

آج اُن کی پاکستان کی فلائیٹ تھی اور وہ اسپین کو خدا حافظ کہہ کر روانہ ہو رہے تھے۔ یہ سفر وہ ساری زندگی چاہ کر بھی نہیں بھول سکتے تھے۔ وہ اسپین کو اپنا بہت کچھ دے کر جا رہے تھے۔ جن میں اول اُن کا ذہنی سکون تھا۔

پاکستان ائیر پورٹ پر اُترتے ہی حبس اور گرم ہوا نے اُن کا استقبال کیا۔ مگر اُن کے اندر اتنا کچھ جل چکا تھا کہ اب اُنہیں اُس گرم ہوا سے فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ ٹیکسی لے کر گھر کے لئے روانہ ہوئے۔ سارا سفر وہ دونوں خاموش رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریں بھی نہیں ملا پا رہے تھے۔ بھوری اور شہد آنکھوں میں چُھپا کرب ایک سا تھا۔ جسے وہ مِٹا نہیں سکتے تھے۔

ٹیکسی گھر کے آگے رُکی تو فریدہ بیگم سامنے کھڑی اُن کا انتظار کر رہی تھیں۔ احد اُن کو پاکستان پہنچنے کے بعد فون کر چکا تھا۔ مائرہ ٹیکسی سے نکلی اور گھر کو دیکھا۔ یہ وہی گھر تھا جسے وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ مگر آج یہ بدلا سا لگ رہا تھا شاید اُس کے اپنے اندر کا موسم بدل چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مائرہ۔" مائرہ کے گھر میں قدم رکھتے ہی فریدہ بیگم نے اُسے پکارا اور اپنی دونوں بانہیں پھیلائی۔ مائرہ فوراً جا کر اُن سے لپٹ کر رونے لگی۔ وہ کافی دیر اُن کے کندھے پر سر رکھے روتی رہی مگر فریدہ بیگم نے کچھ نہیں کہا۔ اُن کو لگتا تھا کہ رو لینے سے انسان کا دل ہلکا ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ مائرہ کو رونے سے نہیں روکتی تھیں۔

احد بھی ٹیکسی سے سامان نکال کر گھر میں داخل ہوا۔ اُسے دیکھتے ہی فریدہ بیگم نے مائرہ کو خود سے جُدا کیا۔

"بس بیٹا۔ اب مزید نہیں رونا۔" اُنہوں نے اپنی ہتھیلی سے مائرہ کے آنسو صاف کئے اور اُس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اُس کے بعد وہ احد کی جانب بڑھی اور اُسے گلے سے لگایا۔ چند لمحے کے لئے احد یونہی اُن سے لپٹا رہا، اُسے اپنے جسم میں ایک سکون کی لہر محسوس ہونے لگی جو اپنی ماں سے ملنے کے بعد اُسے ملا تھا۔ چند لمحے گُزر جانے کے بعد فریدہ بیگم نے اُسے خود سے جُدا کیا اور اُس کے ماتھے پر بوسہ دینے کے بعد وہ دوبارہ مائرہ کی جانب بڑھیں۔ وہ اب بھی یونہی کھڑی تھی۔

"اندر چلیں۔" فریدہ بیگم نے نرمی سے مائرہ کا ہاتھ تھامتے کہا۔ لاؤنج میں داخل ہو کر وہ دونوں آسیہ بیگم سے ملے جو ابھی فرض نماز ادا کر اُن کی آواز سُننے کے بعد کمرے سے نکلی تھیں۔ اُس کے بعد خاموشی سے وہ صوفے پر بیٹھ گئے اور آسیہ بیگم نوافل ادا کرنے کے لئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

فریدہ بیگم کچن کی جانب بڑھیں اور پانی کا جگ بھرنے لگیں۔ وہ جگ اور دو گلاس اُٹھاتی لاؤنج میں پہنچیں۔ دونوں گلاس میں پانی بھر کر ایک مائرہ کو تھمایا اور دوسرا احد کو۔ اُس کے بعد مائرہ کے قریب آ کر بیٹھ گئیں اور اُس کا ہاتھ نرمی سے تھام لیا۔ چند لمحے وہ یونہی بیٹھی رہیں۔ مائرہ کی آنکھیں اب بھی آنسوؤں سے بھری تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اُنہوں نے پکارا تو وہ پھر سے رونا شروع کر دے گی۔ احد سائیڈ پر سنگل صوفے پر بیٹھا اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں لال تھیں۔ وہ مائرہ کو دلاسہ دے کر تو سُلا دیتا مگر اُس کی پوری رات جاگ کر ہی گزرتی تھی۔ کیوں اُس نے سلطان بیگ کو مجبور کیا تھا کہ وہ امل کو بھیجیں؟

"سلطان بیگ۔" وہ زیرِ لب بڑبڑایا اور حیرت سے اُس کی آنکھیں پھیل گئی۔ پچھلے پانچ دنوں

میں اُس نے سب سوچا مگر یہ نہیں سوچا کہ وہ کیا سوچ رہے ہوں گے۔ امل کو بھجوانے والا احد تھا اور وہ جانتے تھے کہ احد اُن کو پسند نہیں کرتا۔ تو کیا جو وہ ابھی سوچ رہا تھا، سلطان بیگ نے بھی وہی سوچا ہو؟ ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ اُسے فوراً اُن سے ملنا ہو گا!

"مجھے ایک کام سے جانا ہے۔" وہ فوراً کہتا وہاں سے اُٹھا۔

"ابھی تو آئے ہو، تھوڑی دیر آرام کر لو۔" فریدہ بیگم نے روکنا چاہا۔ مائرہ نے بھی سر اُٹھا اُسے دیکھا۔

"ضروری کام ہے۔" اُس نے جواب دیا اور باہر کی جانب بڑھنے لگا۔

"رُکو۔" مائرہ نے پکارا۔ احد نے مُڑ کر دیکھا۔

"مجھے امل کی امی سے ملنے جانا ہے۔ مجھے وہاں ڈراپ کر دینا۔" مائرہ بھی صوفے سے اُٹھنے لگی۔

"تم ابھی آئی ہو مائرہ۔ تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے، پھر چلی جانا۔" احد کے کچھ بولنے سے قبل ہی فریدہ بیگم نے اُسے روک لیا۔ احد فوراً پلٹا اور باہر کی جانب بڑھ آیا۔ اس سے پہلے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کہ فریدہ بیگم اُسے پھر سے رُکنے کا کہتیں۔

احد کے جانے کے بعد اُنہوں نے رُخ مائرہ کی جانب کیا۔ مائرہ کے لئے وہ ہمیشہ سے ایک معالج رہی تھیں۔

"مائرہ۔" اُنہوں نے دھیما سا مائرہ کو پکارا۔

"جی۔"

"کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔"

"بس؟"

"اور کیا کہوں؟"

"جو تمہارے دل میں ہے۔"

"دل میں تو بس دکھ ہے۔" اُس نے نظریں جھکا لیں۔

"مجھے وہی بتاؤ۔" فریدہ بیگم نے ہاتھ سے اُس کے منہ کا رُخ اپنی جانب کیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیسے بتاؤں؟"اُس نے آنکھوں میں نمی لئے پوچھا۔

"کوشش کرو۔"

"مجھ سے نہیں ہو گی۔"

"تو دل کا بوجھ کس سے بانٹو گی؟"

"میرا دل اس بوجھ کا عادی ہو گیا ہے۔"

"تمہیں اس کو ہلکا کرنا ہو گا۔"

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کیا کروں۔"اُس کی آواز ٹوٹی محسوس ہوئی۔

"تم مجھ سے بات کرو۔"اُن کے لہجے میں ایک ماں کی سی شفقت تھی۔

"آپ جانتی ہیں،امل میری سب سے اچھی دوست تھی۔مجھے اُس کی بہت یاد آ رہی ہے۔ میری اُسے روزانہ بات ہوتی تھی،اب ایک ہفتہ ہونے کو ہے۔"مائرہ نے کہنا شروع کیا۔

"مجھے اُس کا افسوس ہے۔"وہ بس اتنا ہی کہہ سکیں۔

"میں ابھی تک یقین ہی نہیں کر پائی۔مجھے لگتا ہے کہ یہ کوئی بھیانک خواب ہے۔"اُس کی

نظر فریدہ بیگم کے ہاتھ پر جمی تھیں جو نرمی سے مائرہ کے ہاتھ کر سہلا رہا تھا۔

"تمہیں اس سچائی کو جلد از جلد قبول کرنا ہو گا مائرہ۔ میں تمہیں یوں ٹوٹتا نہیں دیکھ سکتی۔"

"میں ٹوٹ چکی ہوں۔ اب میں کبھی پہلے جیسی مائرہ نہیں بن سکتی۔" مائرہ کی آواز میں مایوسی واضح تھی۔

"کوشش کر سکتی ہو؟ میرے لئے، احد کے لئے، اپنے آپ کے لئے۔" فریدہ بیگم نے آنکھوں میں اُمید لئے کہا۔

"یہ آسان نہیں ہے۔"

"یہ دنیا ہے، یہاں کچھ بھی آسان نہیں ہوتا۔"

"کیا میری ساری زندگی یونہی گزر جائے گی؟" مائرہ نے ٹوٹے الفاظ میں سوال کیا۔

"جب مسرت کا انتقال ہوا تو بھی تمہیں ایسا ہی لگا تھا مگر وقت نے تمہارے زخموں پر مرحم رکھ دیا نا؟"

"یہی پوچھ رہی ہوں۔ کیا میری ساری زندگی یونہی گزر جائے گی؟ ایک زخم کے بھرتے ہی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نیا زخم مل جائے گا؟"اُس کی آنکھوں میں پھر سے کچھ ٹوٹا تھا۔

"ہر انسان ساری زندگی کسی ایک زخم کو اپنے ساتھ لئے چلتا ہے۔یہ اللہ کا فضل ہے کہ ایک مومن کو جب بھی کوئی زخم ملتا ہے تو وہ اللہ کو یاد کرتا ہے۔اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟" اُس نے فریدہ بیگم کو کہتے سُنا۔

"اور امل کا کیا؟ کیا وہ اتنی جلدی جانا چاہتی تھی؟اُس نے بھی تو بہت کچھ سوچ رکھا تھا۔" یہ کہنے کے ساتھ ہی اُس کے ذہن میں ایک فلم چلنے لگی اور وقت کا پہیہ اُلٹ کر پیچھے چلا گیا، جہاں امل زندہ تھی۔

"کیا یار مائرہ۔آپ نے تو مجھے اپنی شادی کی تصاویر بھی نہیں دکھائی۔"امل نے مایوسی سے کہا۔

"میری بس نکاح کی تصویریں ہیں۔"مائرہ نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ذہن میں ایک پرانی یاد نے جنم لیا۔

"میری شادی ہو گی تو آپ دیکھیے گا کہ کیسا فوٹو شوٹ کرواؤں گی میں۔"اُس نے امل کو کہتے

سُنا۔ وہ چھت کی جانب دیکھ رہی تھی جیسے ابھی سے بہت کچھ تصور کر رکھا ہو۔

"تم ہر وقت یہ خیالی پلاؤ ہی پکاتی رہتی ہو؟" مائرہ نے اطمناعت سے پوچھا۔

"اور کیا کروں؟" امل نے خفگی سے کہا اور کیمرے کے قریب جُھکی۔ "ایک بات بتاؤں؟ ویسے میں اپنے بابا کو چھوڑ کر کبھی بھی نہیں جانا چاہتی۔ میں جانتی ہوں وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مگر مجھے فوٹو شوٹ کا بہت شوق ہے، کبھی کبھار میرا دل چاہتا ہے کہ پیسے دے کر یونہی فوٹو شوٹ کروالوں۔ شادی کا پروگرام کینسل کردوں۔" اُس نے سرگوشی میں بتایا اور مائرہ ہنس دی۔

"اور تمہارے وہ محبت والے کیپشنز کا کیا ہو گا؟" مائرہ نے اپنی ہنسی پر قابو پاتے پوچھا۔

"وہ تو میں بور ہو رہی ہوتی ہوں تو بس لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے کرتی ہوں۔"

اُس کے منہ سے پھسلا۔

"کیسے؟" مائرہ نے سوال کیا۔

"وہ ایسے کہ میں نے آپ کو اپنے انسٹا کا پاسورڈ لکھ کر بھیج دیا ہے۔ ذرا ریکویسٹس میں جا کر

دیکھیں کہ میں کتنے لوگوں کی توجہ حاصل کر رہی ہوں۔" وہ رُکی پھر کچھ سوچتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ "اور کوئی اچھا سا لڑکا ڈھونڈ کر دیں جس کے ساتھ میں اپنا فوٹو شوٹ کروا لوں۔" اُس نے عجیب سا جواب دیا۔

"پاگل ہو کیا؟" مائرہ نے حیرت سے کہا۔

"ارے بس مذاق کر رہی تھی۔" امل نے بات سنبھالنی چاہی۔

"پاسورڈ کیوں بھیجا؟" مائرہ نے امل کا آیا گیا نیا نوٹیفیکیشن دیکھتے پوچھا۔

"وہ تو بس یونہی۔ ویسے چیک کیجئے گا کہ کتنے فارغ انسان ہیں۔ کوئی سو سے زائد ریکویسٹس تو ہوں گی۔" امل نے مائرہ کو بتایا۔

"یہ کن کاموں میں پڑ گئی ہو۔ میں سب کو بلاک کر دوں گی۔"

"آپ قسم لے لیں جو کبھی کسی کو رپلائے کیا ہو۔"

"مجھے تم پر یقین ہے۔" مائرہ نے کہا۔ وقت کا پہیہ اُلٹا اور اُسے حال میں واپس لے آیا۔

Clubb of Quality Content

"ہر انسان بہت کچھ سوچ کر رکھتا ہے۔ کسی کو محلت مل جاتی ہے، کسی کو نہیں۔" اُس کی محویت کو فریدہ بیگم کی آواز نے توڑا۔

"میں تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتی ہوں۔" مائرہ نے اُن سے کہا۔

"مگر مجھ سے وعدہ کرو کہ اب تم مایوس نہیں ہو گی۔ تمہیں جو بات بھی تنگ کرے تم مجھے بتاؤ گی۔"

"وعدہ۔" مائرہ نے مسکرا کر کہا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

کمرے میں پہنچتے ہی اُس نے امل کا اکاؤنٹ لاگ اِن کیا۔ سامنے اُس کی آخری پوسٹ جگمگا رہی تھی جو اُس نے سالگرہ پر جانے سے قبل اپلوڈ کی تھی۔ جس کے کیپشن میں محبت اور سالگرہ کا فرق لکھا تھا۔ مائرہ نے وہ نہیں پڑھا بلکہ کمینٹس اوپن کئے۔ وہاں بہت سے ایسے کومینٹس تھے جو پچھلے پانچ دن میں آئے تھے۔

سب سے زیادہ کئے جانے والی کمینٹ کچھ یوں تھے:

اتنی جوانی میں خودکشی؟

میں گارنٹی کہ ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ ان کا مرڈر ہوا ہے۔

سلطان بیگ ابھی تک خاموش کیوں ہے؟اُنہوں نے خودکشی کی نیوز کو مسترد کیوں نہیں کیا؟کچھ تو ایسا ہے جو ہم سے چُھپایا جارہا ہے۔

اللہ جنت میں جگہ دے اور گھر والوں کو صبر دے۔

کیا یہی زندگی تھی ان کی؟

میں آپ کو نہیں جانتا مگر نیوز سُن کر مجھے بہت دکھ ہوا اور آپ کی آئی ڈی سرچ کی۔

اور بھی ایسے بہت سے لوگوں کے کمینٹ تھے جن کا کہنا تھا کہ وہ بس نیوز سُن کر دیکھنے آئے ہیں کہ امل سلطان ہے کون۔

کمینٹس پڑھتے پڑھتے ایک کمینٹ پر مائرہ کی نظریں ٹھہر گئیں۔اُس میں لکھا تھا کہ پلیز ان کی ساری تصویریں ڈیلیٹ کر دیں۔اس سے ان کو گناہ ہو گا۔

مائرہ کو خود پر افسوس ہوا۔اُس نے یہ پہلے کیوں نہیں سوچا؟وہ ایک ایک کر کے ساری پوسٹس کو پرائیویٹ کرنے لگی۔وہ اُن کو ڈیلیٹ نہیں کر سکتی تھی۔وہ امل کی یادیں تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اُن کو خود تک محفوظ کر کے رکھنا چاہتی تھی۔

اسکرول کرتے اُس کی انگلی ایک پوسٹ پر جا ٹھہریں اور آنسو اُس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ وہ امل اور مائرہ کی تصویر تھی جس میں مائرہ کے منہ پر سٹیکر لگایا گیا تھا۔ وہ امل نے مائرہ کی سالگرہ کے دن وش کرنے کے لئے اپلوڈ کی تھی۔ چند لمحے اُس تصویر کو محویت سے دیکھنے کے بعد مائرہ نے پرائیویٹ کیا اور آگے بڑھ گئی۔ پھر نیچے ایک لاکٹ کی تصویر دکھائی دی جس کے کیپشن میں اُس نے لکھ رکھا تھا کہ یہ اُسے اُس کی سالگرہ پر اُس کی سب سے خاص دوست نے تحفے میں دیا ہے۔ آنسوؤں کا سمندر آنکھوں میں بھرا اور بس بہتا گیا۔ چند منٹوں میں ہی وہ امل کی ساری تصاویر پرائیویٹ کر چکی تھی۔

اُس نے فون ایک سائیڈ پر رکھا اور الماری سے کپڑے نکال کر تبدیل کرنے کے لئے باتھ روم کی جانب بڑھ گئی۔ باتھ روم سے نکلتے وقت اُس کے بال بھی جوڑے میں بندھے تھے۔ وہ خاموشی سے کھڑکی کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ یہ اُس کی پسندیدہ جگہ تھی۔ یہاں سے وہ آسمان کو صاف دیکھ سکتی تھی۔ وہ جب بھی اُداس ہوتی تو یہاں آ کر کھڑی ہو جاتی۔ ایک

سکون کا احساس تھا جو یہاں کھڑے ہو کر اُسے ملتا تھا۔ شاید وہ یہاں کھڑی ہو کر آسمان کو دیکھتی اُن لوگوں سے باتیں کرتی تھی جو اس دنیا کو چھوڑ کر اُس دنیا میں جا چکے تھے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

گاڑی سلطان بیگ کے گھر کے سامنے رُکی اور وہ گاڑی سے نکلا۔ سامنے سلطان بیگ کا محل جیسا عالی شان گھر نظر آرہا تھا۔ اُس کی نظر گیٹ کے بائیں جانب پڑی۔ وہاں ایک بڑا سا درخت تھا۔ اُس کی ایک ٹہنی پر چڑیا کا گھونسلا تھا۔ اچانک گھونسلے سے ایک بچہ نیچے گرا اور زمین سے ٹکراتے ہی اُس کی سانس رُک گئی۔ احد نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ منظر بہت جانا پہچانا تھا۔

گیٹ کے قریب پہنچتے ہی چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ کافی دنوں سے لوگ آجا رہے تھے اس وجہ سے اُسے حکم ملا تھا کہ کسی کہ آنے پر بھی گیٹ کھول دیا جائے۔ اُس نے گھر میں

قدم رکھا تو اُس کے قدم لڑکھڑا گئے۔ اس سے پہلے جب وہ آیا تھا تو سامنے اُسے امل کھڑی دکھائی دی تھی۔ آج وہاں دو عورتیں تھیجو باتیں کرتی احد کے قریب سے گُزر کر باہر نکل گئیں۔

سلطان بیگ لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ کسی خیال کے تحت مُڑ کر دیکھا تو شیشے کی دیوار کے اُس پار اُن کو احد کھڑا دکھائی دیا۔ وہ فوراً جگہ سے اُٹھے اور باہر کی جانب بڑھے۔

احد نے سامنے دیکھا جہاں سلطان بیگ کھڑے تھے۔ وہ اُسی کی جانب قدم بڑھا رہے تھے۔

احد نے آگے بڑھ کر اُن کے گلے لگنا چاہا مگر اُنہوں نے پوری قوت سے اُسے پیچھے دھکیلا۔

"کیا کرنے آئے ہو یہاں؟ دفع ہو جاؤ یہاں سے!" سلطان بیگ نے چیخ کر کہا۔ آس پاس کی آواز اور پرندوں کی سرگوشی مدھم پڑ گئی۔

"مجھے بھی افسوس ہے، اُس کا جو امل کے ساتھ ہوا۔" احد نے مدھم آواز میں کہنا چاہا۔

"جلد ہی مجھے اُس کا قاتل مل جائے گا اور اگر اُس میں تمہارا..." وہ آگے بڑھے اور انگلی احد کے سینے پر رکھی۔ "تمہارا کوئی ہاتھ ہوا تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔" اُنہوں نے اپنے

الفاظ پر زور دیتے کہا۔

"میرا؟ آپ یہ سوچ بھی کیسے سکتے ہیں کہ میں ایسا کروں گا؟"سلطان بیگ کی بات نے واقعی اُس کا دل دکھایا تھا۔

"تم ہی تھے ناوہ جس نے مجھے مجبور کیا تھا کہ میں امل کو بھیجوں؟"اُن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ احد کو ابھی گھر سے نکال دیں۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا۔"

"مجھے بخوبی اندازہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ تنہا باہر نکلی تو یہ دنیا اُسے نوچ ڈالے گی۔"اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں۔"مگر تمہاری وجہ سے... تمہاری وجہ سے میں نے پہلی بار اُسے تنہا بھیجا۔ تم قاتل ہو میری بیٹی کے احد۔ تم ہو اُس کے قاتل۔"اُن کی آواز میں صدیوں کا کرب چُھپا تھا۔

"ہم مل کر اُس کے قاتل..."احد نے کچھ کہنا چاہا مگر سلطان بیگ نے اُس کی بات کاٹ دی۔

"ایک قاتل کو ڈھونڈنے کے لئے میں دوسرے قاتل سے مدد لوں گا؟ کبھی نہیں۔"

اُنہوں نے حتمی فیصلہ سُنایا۔

"نیوز والے کہہ رہے ہیں کہ امل نے خودکشی کی۔ آپ اس بات کو جُھٹلا کیوں نہیں رہے؟"

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد احد نے پوچھا۔

"میں دنیا کو بتاؤں کہ سلطان بیگ اتنا کمزور تھا کہ کوئی اس کے ہاتھوں سے اُس کی بیٹی کو چھین کر لے گیا اور وہ کچھ نہ کر سکا؟ پر تمہیں لگتا ہے کہ میں اُس شخص کو یوں جانے دوں گا جس نے میرے ہاتھوں سے میری بیٹی چھین لی؟" اُنہوں نے ایک غمگین نظر اپنے ہاتھوں پر ڈالی۔ "وہ دن جلد آئے گا جب میں دنیا کو بتاؤں گا کہ میری بیٹی نے خودکشی نہیں کی اور سلطان بیگ اتنا کمزور نہیں تھا۔" اتنا کہہ کر اُنہوں نے احد کو دیکھا۔ "بس بے بس تھا۔" آنکھوں میں نفرت لئے اُنہوں نے بات مکمل کی۔

"کب؟" اُنہوں نے احد کو کہتے سُنا۔ اُنہوں نے انگلیوں سے پستول بنا کر احد کی پیشانی پر رکھا۔

"جب اُس شخص کو یہاں گولی مار کر دنیا کے سامنے لاؤں گا۔" اُنہوں نے احد سے نظریں ملاتے کہا۔ اتنے میں ڈی ایس پی مین گیٹ سے داخل ہوتا دکھائی دیا۔ وہ سلطان بیگ کو سامنے کھڑا دیکھ کر اُن کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک نظر احد کو دیکھا پھر اُسے نظر انداز کرتا سلطان بیگ سے مخاطب ہوا۔

"سر اُس ڈرائیور کو ہوش آ گیا ہے۔" اُس نے بتایا۔

"کون سا ڈرائیور؟" احد نے حیرت سے پوچھا۔ ڈی ایس پی کے کچھ کہنے سے قبل ہی سلطان بیگ نے ایک نظر اُسے دیکھا۔ وہ اُن کی آنکھ کا اشارہ سمجھتے تھوڑا دور جا کر کھڑا ہو گیا۔

"اگر اس کے بعد تم یہاں آئے تو اپنے پیروں پر واپس نہیں جا پاؤ گے۔" اُن کے لہجے سے نہیں لگ رہا تھا کہ یہ خالی دھمکی ہے۔

"میں پھر آؤں گا۔" احد نے کہا اور وہاں سے مُڑ گیا۔ سلطان بیگ مُٹھی بھینچ کر اُسے جاتا دیکھتے رہے۔ یہ لڑکا بہت ڈھیٹ تھا۔

"یہ کون تھا؟" ڈی ایس پی نے قریب آتے پوچھا۔

"اُس ڈرائیور کا کیا بتا رہے تھے؟" سلطان بیگ نے اُس کے سوال کو نظر انداز کرتے پوچھا۔

"اُسے ہوش آ گیا ہے، میں ہسپتال ہی جا رہا ہوں۔" ڈی ایس پی نے بتایا۔

"اور کس کو پتہ ہے اس بات کا؟"

"صرف ڈاکٹر کو اور اُس کے گھر والوں کو۔ آپ کو، مجھے اور اس شخص کو۔" اُس نے گیٹ کی جانب اشارہ کیا جہاں سے ابھی احد نکلا تھا۔

"اس کے علاوہ کسی شخص کو اس بات کا علم نہیں ہونا چاہیے۔" سلطان بیگ نے کہا، ڈی ایس پی نے سر کو خم دیا۔ اُس کے بعد دونوں ایک دوسرے کے ہمراہ چلتے گیٹ کی جانب بڑھ گئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شام کا وقت ہو رہا تھا۔ آسمان نارنجی تھا اور پرندے اپنے گھڑوں کو لوٹ رہے تھے۔ ایسے میں ہسپتال کی عمارت شہر کے بیچ و بیچ کھڑی تھی۔ لوگوں کی بھیڑ معمول کے مطابق تھی۔ سامنے روڈ پر رکشے، موٹر سائیکلز اور گاڑیاں رواں دواں چل رہی تھیں۔

ایسے میں ایک گاڑی ہسپتال کے سامنے آرُکی۔ سلطان بیگ اور ڈی ایس پی اکٹھے گاڑی سے نکلے اور ہسپتال کی جانب بڑھ گئے۔ راہداری میں چلتے وہ آئی سی یو کے سامنے رکے۔ شیشے کے دروازے کے اُس پار ڈرائیور کی فیملی اور ڈاکٹر کھڑا تھا۔ اُنہوں نے پل بھر کا انتظار کیے بغیر دروازہ کھولا اور کمرے میں قدم رکھا۔

"آپ لوگ باہر جائیں ہمیں مریض سے بات کرنی ہے۔" ڈی ایس پی نے ڈرائیور کی بیوی اور بیٹے کو دیکھتے کہا۔ وہ خاموشی سے باہر نکل گئے۔

"اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟" ڈی ایس پی نے ڈرائیور کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"بہتر ہوں۔" ڈرائیور نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں جواب دیا۔

"کیا آپ بتائیں گے کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا تھا؟" ڈی ایس پی نے اُس کے قریب آ کر محتاط سا پوچھا۔

"میں امل بی بی کو لے کر اُن کی دوست کی سالگرہ پر لے کر گیا تھا۔" ڈرائیور نے بتانا شروع کیا۔

"واپسی پر روڈ سُنسان تھا۔ صرف ہماری گاڑی روڈ پر چل رہی تھی۔ اچانک ایک گاڑی پیچھے سے آئی اور اُس نے ہمیں کراس کیا۔ کراس کرتے ہی وہ ہمارے سامنے آ کر رُک گئی۔" وہ آہستہ آہستہ بول رہا تھا۔

"اُس میں سے ایک شخص نکلا۔ اُس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اُس نے دستانے پہن رکھے تھے مگر چہرے پر کوئی ماسک نہیں تھا۔" وہ بتا ہی رہا تھا کہ سلطان بیگ نے اُسے ٹوکا۔

"وہ تمہارے سامنے آجائے تو کیا تم اُسے پہچان پاؤ گے؟" اُنہوں نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں۔" ڈرائیور نے مختصر جواب دیا۔

"پھر بتاؤ، کیا ہوا؟" ڈی ایس پی نے اُسے بات جاری رکھنے کا کہا۔

"وہ ہماری گاڑی کے قریب آیا اور مجھے باہر نکلنے کا کہا۔ پھر اُس نے مجھ سے میرا والٹ اور فون مانگا۔ مجھے لگا کوئی چور ہے، میں نے اُسے وہ دے دیے۔ پھر اُس نے مجھے کہا کہ گاڑی سے دور جاؤ اور میں قدم قدم پیچھے چلتا گیا۔ تھوڑا پیچھے پہنچا تو اُس نے مجھے گولی ماری اور گاڑی میں بیٹھ کر امل بی بی کو لے کر کہیں چلا گیا۔" ڈرائیور نے اپنی بات مکمل کی۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔ ہمیں کچھ اور پوچھنا ہوا تو آئیں گے۔" ڈی ایس پی نے ڈرائیور کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا اور سلطان بیگ کے ہمراہ کمرے سے نکل آیا۔

"سی سی ٹی وی کیمرے سے کچھ معلوم ہوا؟" راہداری میں چلتے اُنہوں نے پوچھا۔

"پلازے کے سامنے والی عمارت کے باہر لگا کیمرا خراب تھا۔ باقیوں کا اینگل دوسری جانب تھا۔ وہاں بیٹھے لوگوں نے گاڑی کو پلازے میں جاتے دیکھا تھا مگر کسی نے توجہ نہیں دی۔ واپسی پر کسی نے کوئی شخص نکلتا نہیں دیکھا۔ شاید وہ وہاں جمع ہوئی بھیڑ کا فائدہ اُٹھا کر نکل گیا ہو۔" ڈی ایس پی نے ساری تفصیل سے آگاہ کیا۔ سلطان بیگ وہیں رُکے اور اپنا رُخ اُس کی جانب کیا۔

"میری بیٹی..." اُنہوں نے اپنے سینے پر انگلی سے دستک دی۔ "میری بیٹی کو مجھ سے بچھڑے پانچ دن ہو گئے اور تم ابھی تک کوئی ثبوت ہی نہیں ڈھونڈ سکے؟ مجھے وہ قاتل جلد از جلد اپنے سامنے چاہیے۔" اُنہوں نے کہا اور ڈی ایس پی کا جواب سُنے بغیر ہی آگے بڑھ گئے۔ ڈی ایس پی بے بسی سے اُن کو جاتا دیکھتا رہا۔ اُن کے جانے کے بعد وہ پھر سے ڈرائیور والے کمرے کی جانب بڑھا۔

"کیا آپ اُس شخص کا سکیچ بنوا سکتے ہیں؟" کمرے میں داخل ہوتے ہی تمیز سے پوچھا۔

"میں کوشش کر سکتا ہوں۔" اُس نے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد ایک خاکہ نگار ہسپتال کے کمرے میں بیٹھا ایک چہرے کو صفحے پر اُتار رہا تھا۔ ڈرائیور اُسے بتا رہا تھا اور وہ آرام آرام سے اُس شخص کے نقوش کو شکل دے رہا تھا۔

ایک گھنٹے بعد خاکہ نگار ایک چہرے کو صفحے پر اُتار کر وہاں سے جا چکا تھا۔

"آپ کو یقین ہے کہ وہ یہی ہے؟" ڈی ایس پی نے ایک بار پھر خاکہ ڈرائیور کے سامنے لہرایا۔

"جی مجھے سو فیصد یقین ہے۔" اُس نے پختہ یقین کے ساتھ کہا۔

ڈی ایس پی کمرے سے نکلا اور راہداری میں چلتے سلطان بیگ کے نمبر پر فون ملانے لگا۔

رات کا اندھیرا ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔

"ہیلو۔" فون اُٹھاتے ہی دوسری جانب سے کہا گیا۔

"اُس قاتل کا خاکہ بن گیا ہے۔ میں یہ سارے شہر میں پھیلا رہا ہوں۔ کل صبح تک ان شاء اللہ وہ ہمیں مل جائے گا۔" وہ آس پاس دیکھے بغیر راہداری میں سیدھا چل رہا تھا۔

"تم ایسا نہیں کرو گے۔" سلطان بیگ نے فوراً منع کیا۔

"کیوں؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"پولیس کے ڈھونڈنے سے وہ پولیس کا کیس بن جائے گا۔ میں اُسے اپنے طریقے سے سزا دوں گا۔" اُس نے سلطان بیگ کو کہتے سُنا۔

"کیا میں نے قاتل کے خلاف کوئی ایف آئی آر درج کروائی؟ نہیں کروائی۔ کیونکہ یہ میرا طریقہ ہے۔ میں اُسے اپنے طریقے سے ماروں گا۔ تم سے میرا اچھا تعلق ہے اس لئے تم

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نے میری مدد کی۔اس کے لئے تمہارا شکریہ۔اب اگلا کام میں کروں گا۔مجھے وہ خاکہ ابھی چاہیے۔"اتنا کہہ کر سلطان بیگ نے فون کاٹ دیا اور ڈی ایس پی حیرت سے فون کو دیکھتا رہ گیا۔

"اپنے طریقے سے پکڑنا تھا تو مجھے پانچ دن سے کیوں گھسیٹتے رہے؟"وہ بڑبڑاتا ہسپتال سے باہر نکلا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

رات کا اندھیرا ہر طرف چھایا تھا،ساری خلقت سو رہی تھی۔ہر طرف سناٹا تھا۔کبھی کسی کتے کے بھونکنے کی آواز آتی،پھر وہ بھی مدھم پڑ جاتی۔

اُس خاموش اسٹڈی میں گھڑی کی سوئیاں خلل پیدا کرتی رات کے دو بجا رہی تھی۔سلطان بیگ سامنے کرسی پر بیٹھے اُس خاکے کو غور سے دیکھ رہے تھے۔پچھلے چند گھنٹوں سے اُسے

غور سے دیکھنے کے بعد وہ یہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ وہ شخص کون ہے۔ جب بیٹھ کر تھک جاتے تو اسٹڈی میں ہی ٹہلنے لگتے۔ اُس شخص کو وہ پہلی بار دیکھ رہے تھے۔ اُس کی ان سے کیا دشمنی تھی؟

وہ کرسی سے اُٹھے، فون نکالا اور ایک نمبر پر کال ملائی۔

"ہاں مالک، کچھ پتہ چلا؟" فون کان سے لگاتے ہی اُنہوں نے پوچھا۔

"ابھی رات گہری ہو گئی ہے۔ اس لئے ڈھونڈنا مشکل ہے۔ ہم کل شام تک اس شخص کو ڈھونڈ دیں گے۔" مالک نے جواب دیا۔ وہ اس وقت ایک سنسان گلی کے احاطے میں کھڑا تھا۔

"کل شام سے لیٹ نہ ہو!" سلطان بیگ نے کہا اور فون بند کر دیا۔ کچھ لمحے ٹہلنے کے بعد وہ واپس اُسی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"احد! تمہاری سزا ابھی باقی ہے۔ میری بیٹی کے مرنے میں تم بھی قصوروار ہو۔ ایک بار اُس شخص کو ڈھونڈ لوں، اُس کے بعد تم سے پوچھوں گا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور اگر... اگر اس سب میں تمہارا ہاتھ ہوا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" وہ کرسی پر ٹیک لگائے، آنکھیں موند کر دھیمے لہجے میں بول رہے تھے۔

اچانک کمرے میں سفید روشنی ہوئی۔ اُنہوں نے آنکھیں کھولنا چاہی مگر اُس روشنی کے باعث چندھیا گئیں۔ کچھ لمحے گزر جانے کے بعد وہ روشنی کم ہوئی تو اُنہوں نے آنکھیں کھولی۔ سامنے اُن کی امل کھڑی تھی۔ حیرت سے اُن کی آنکھیں پھیلی۔

"امل۔" اُن کے لبوں سے پھسلا۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی۔

"بابا۔" امل نے پکارا۔

"تم کیوں مجھے چھوڑ کر چلی گئی؟ تم نے میرا ایک بار نہیں سوچا؟ تم نے نہیں سوچا کہ تمہارے بابا بھی تمہارے بغیر مر جائیں گے؟" وہ کرسی سے اُٹھے اور آہستہ قدم امل کی جانب بڑھائے۔

"آپ یہ ٹھیک نہیں کر رہے بابا۔ آپ ٹھیک نہیں کر رہے۔" اُنہوں نے امل کو کہتے سُنا۔

"میں نے کیا کیا میری جان۔ تم مجھ سے ناراض ہو؟" آواز میں برسوں کی اُداسی لئے پوچھا۔

"آپ احد بھائی پر شک کر رہے ہیں؟ وہ مجھ سے اپنی سگی بہن کی طرح محبت کرتے تھے۔ آپ اُن پر ہی شک کر رہے ہیں؟ آپ یہ کیسے کر سکتے ہیں؟" امل اُن سے سوال کر رہی تھی۔ آنسو اُس کی آنکھوں سے بھی بہہ رہے تھے۔ سلطان بیگ نے آگے بڑھ کر اُسے تھامنا چاہا مگر ایک لمحے میں وہ غائب ہو گئی۔

"امل۔" وہ چیخے اور اپنے چاروں اطراف گھوم کر دیکھا۔ وہاں وہ صرف تنہا کھڑے تھے۔ وہ وہیں بیٹھ کر ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر رونے لگے۔ امل کی شکل میں یہ اُن کا اپنا لاشعور دماغ تھا جسے یقین تھا کہ احد ایسا نہیں کر سکتا۔ مگر وہ بھی کیا کرتے، امل کے لیے اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور تھے۔ وہ خود کو بھی امل کا مجرم سمجھ رہے تھے۔ اُنہوں نے احد کی بات مان کر کیوں بھیجا اُس کو؟ اتنے سال اُسے دنیا سے چُھپا کر رکھا تو اُسی دن کیوں بھیجا؟

"امل، تم جانتی تھی کہ تمہارے بابا تمہارے بغیر مر جائیں گے۔ تم مجھے چھوڑ کر کیوں گئی؟" وہ یونہی بیٹھے منہ ہاتھوں میں چُھپائے ہم کلامی کر رہے تھے۔ "تمہارے بغیر زندگی مختلف ہے، امل۔ تم اپنے ساتھ میری مسکراہٹ بھی چھین کر لے گئی۔ تمہارے بابا کبھی زندگی

میں مسکرا نہیں پائیں گے۔ مجھے ہمیشہ تمہاری یاد آئے گی، اپنے آخری سانس تک۔ میں ایک لمحے کے لئے بھی تمہیں نہیں بھول سکتا۔ میں کیسے سو سکتا ہوں یہ سوچ کر کہ تم ہمیشہ کے لئے سو گئی؟ یہ سوچ کر کہ تم نے مجھے آواز دی ہو گی، مجھے پکارا ہو گا۔ تم ہمیشہ چوٹ لگنے پر مجھے پکارتی تھی امل۔ تب بھی تو پکارا ہو گا، میں ہی نہ سن سکا۔" آنسو زار و قطار اُن کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے جو اُنہوں نے دنیا سے چُھپا کر رکھے تھے۔

"کاش کہ تمہاری جگہ میں مر جاتا۔ شاید تم میرے بغیر جینا سیکھ لیتی لیکن میں نہیں سیکھ پاؤں گا۔" اُن کی آواز میں چُھپا کرب اس وقت صرف وہی محسوس کر سکتے تھے۔

"میرا تم سے وعدہ رہا میں تمہارے قاتل کو جلد از جلد سزا دلوں گا۔" اب وہ چھت کی طرف دیکھ کر کہہ رہے تھے۔ شاید چھت کے اُس پار تاروں میں موجود اُن کی بیٹی اُن کو سُن رہی ہو۔ وہ اُن کی آنکھوں کا ستارا تھا، اب وہ اُسے آسمان کے ستاروں میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے تھے۔

اُنہوں نے ایک ڈائری تھامی اور اُس کا پہلا صفحہ کھول کر اُس پر لکھنا شروع کیا: "میری

امل کے نام۔"

دوسرا صفحہ کھولا تو آنسو آنکھوں سے بہنے لگے۔ آنسوؤں نے صفحے کو بھگو دیا۔ قلم کچھ لکھ نہ سکا اور آنسوؤں نے ساری کہانی بیان کر دی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

آج آسمان پر سورج نہیں نکلا تھا۔ ہر طرف بادل چھائے ہوئے تھے۔ موسم کل کی نسبت آج کچھ ٹھنڈا تھا۔ بارش نہیں ہو رہی تھی، ہوا ٹھنڈی چل رہی تھی۔

مائرہ لاؤنج میں بیٹھی احد کا انتظار کر رہی تھی۔ آج وہ احد کے ساتھ امل کے گھر صبا سے ملنے جا رہی تھی۔ اُس کے دل پر اس وقت پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ وہ خواب میں بھی ایسا نہیں سوچ سکتی تھی کہ وہ امل کی تعزیت کے لئے اُن کے گھر جائے گی۔

احد کمرے سے نکلتا دکھائی دیا۔ اُس نے سادہ سفید شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ مائرہ اُس کو دیکھتے ہی صوفے سے کھڑی ہو گئی۔ فریدہ بیگم اور آسیہ بیگم یونہی صوفے پر بیٹھی تھیں۔

"چلیں؟" اُس نے احد کو دیکھتے پوچھا۔

"بیٹا، مجھے بھی ساتھ لے جاتے، میں بھی اُس کی ماں سے تعزیت کر لیتی۔" فریدہ بیگم نے کہا۔ صبح سے وہ یہ جملہ کئی بار کہہ چکی تھیں اور احد اُن کو بار بار منع کر رہا تھا۔

"خالہ اکیلی ہو جائیں گی۔ میں آپ کو پھر کبھی لے چلوں گا۔" احد نے بہانہ بناتے کہا، فریدہ بیگم خاموش ہو گئیں۔ اُس کے بعد اُنہوں نے جانے کی ضد نہیں کی۔ احد اور مائرہ خاموشی سے لاؤنج سے نکل کر گاڑی کی جانب بڑھے۔

سلطان بیگ کے گھر کی بائیں جانب گاڑی روک کر وہ دونوں سے گاڑی سے نکلے اور گیٹ کی جانب قدم بڑھائے۔ اُن کو قریب آتا دیکھ کر چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ احد نے جھانک کر دیکھا، سلطان بیگ کی گاڑی سامنے نہیں تھی۔

"سلطان بیگ کہاں ہیں؟" اُس نے چوکیدار کو دیکھتے پوچھا۔

"وہ گھر نہیں ہیں۔" چوکیدار نے مختصر جواب دیا۔

احد نے اُس کو وہیں چھوڑتے رُخ مائرہ کی جانب کیا۔

"تم امل کی امی سے مل لو۔ میں یہیں انتظار کرتا ہوں۔" اُس نے مائرہ سے کہا۔ مائرہ اُس کی بات سمجھتی اندر بڑھ گئی اور احد واپس آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

مائرہ کے لاؤنج میں قدم رکھتے ہی صبا کی نظر اُس پر پڑی۔ وہ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھیں اور آ کر مائرہ کے گلے لگ کر رونے لگی۔ مائرہ بھی اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پا سکی۔

"مائرہ، امل مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ وہ ہمیشہ کے لئے دور چلی گئی۔" وہ یونہی مائرہ سے گلے لگے رو رہی تھیں۔

مائرہ نے اُن کو خود سے جُدا کیا اور اُن کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ اُن سے آنکھیں نہیں ملا پائی۔ اُن کی آنکھوں میں چُھپا کرب مائرہ سے زیادہ تھا۔ کیا کسی کی آنکھیں یوں بھی ساری داستان سُنا سکتی تھیں؟

"میں نہیں جانتی کہ مجھے آپ سے کیا کہنا چاہیے۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں آنٹی۔ میرا کوئی لفظ بھی آپ کے دُکھ کا مداوا نہیں کر سکتا۔ لوگ صبر کی دعا دے کر چلے جاتے ہیں، اُن کے لئے صبر ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر پیچھے رہ جانے والوں کے لئے یہ فقط ایک لفظ ہوتا

ہے جو کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔" وہ اُن کے ہمراہ چلتی صوفے پر آ بیٹھی اور سامنے ٹیبل پر پڑے جگ سے ایک گلاس پانی بھر کر اُن کو تھمایا۔

"صبر آسان نہیں ہے، صبر کبھی بھی آسان نہیں رہا اور نہ ہی کبھی آسان ہو سکتا ہے۔ وقت سے بڑا کوئی مرحم نہیں ہوتا، صبر وقت کے ساتھ آتا ہے۔ کسی کے الفاظ کے ساتھ نہیں۔ اگر میری دعا سے آپ کو صبر آتا ہو تو میں دن رات یہ دعا کرنے کو تیار ہوں مگر یوں نہیں ہوتا۔ آپ کو کچھ دنوں، ہفتوں یا مہینوں تک صبر آجائے گا بس امل نہیں آئے گی۔" وہ کہے جا رہی تھی۔ اُن کے دکھ کے سامنے اُسے اپنا ملال ایک ذرا سی جھاگ کے برابر لگا تھا۔

"مجھے کبھی صبر نہیں آئے گا مائرہ۔ میں کبھی اُسے نہیں بھول پاؤں گی۔" اُنہوں نے پانی کا گھونٹ بھر کر گلاس ٹیبل پر رکھتے کہا۔

"کسی پیارے کو کھو دینے کے بعد صبر کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ اُس شخص کو بھول جائیں۔ صبر کرنے کا مطلب ہوتا ہے کہ آپ اُس شخص کو اپنے دل میں خاص جگہ دے کر آگے بڑھیں۔ بھولنا انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا اور مرنے والے کو بھُلا دیا

جائے تو یہ اُس کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے۔ امل ہمیشہ میرے دل میں بھی زندہ رہے گی۔"

اُس نے اُن کا ہاتھ نرمی سے تھام کر بات مکمل کی۔

"مائرہ وہ تمہیں کھونے سے ڈرتی تھی۔ کچھ دن پہلے اُس نے ایک خواب دیکھا تھا۔ اُس نے خواب میں ایک مرا ہوا بچہ دیکھا۔ وہ بالکل تمہاری طرح تھا۔ اُس کے ساتھ میں کسی لڑکی کی میت تھی۔ اُس نے بچے کا چہرہ دیکھا مگر اُس لڑکی کا چہرہ نہیں دیکھ سکی۔ اُسے لگا کہ..."

"وہ لڑکی میں ہوں۔" مائرہ نے لاشعوری میں کہا۔ ایک آنسو اُس کی آنکھ سے لڑھک کر رخسار پر بہہ گیا۔ امل کا بار بار فون کرنا اور یہ پوچھنا کہ کیا وہ ایکسپیکٹ کر رہی ہے، اس کی سمجھ اب اُسے آ گئی تھی۔ وہ اکثر امل کے بار بار ایک ہی میسج کرنے پر اُکتا جاتی مگر آج اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ امل بار بار اُس سے ایک ہی سوال کرتی رہے اور مائرہ اُس کا جواب دیتی رہے۔

"ہاں۔"

"اور میں نے اُسے کھو دیا۔" مائرہ نے کہا۔ اُس کا دماغ ابھی تک کہیں دور اُلجھا تھا۔

"وہ تم سے بہت محبت کرتی تھی۔"

"میں بھی اُس سے بہت محبت کرتی ہوں۔"

"کیا میں امل کا کمرہ ایک بار دیکھ سکتی ہوں؟ چند لمحے بیت جانے کے بعد اُس نے صبا سے پوچھا اور وہ دونوں امل کے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

"اس کمرے میں اُس کی خوشبو بستی ہے۔ میں جب بھی یہاں آتی ہوں تو لگتا ہے کہ میری امل یہیں موجود ہے۔" کمرے میں پہلا قدم رکھتے ہی صبا نے چاروں اطراف نظر گھماتے کہا۔

وہاں سب ویسا ہی تھا جیسا پہلے ہوتا تھا۔ ویسی ہی بیڈ شیٹ... ویسی ہی ڈریسنگ ٹیبل پر بکھری چیزیں اور ویسی دیوار سے لگی پینٹنگز۔

بس کسی چیز کی کمی تھی تو وہ امل تھی۔ اور ہاں... امل کی آواز کی بھی۔

"وہ یہیں ہے ہمارے آس پاس۔ ہم اُسے محسوس کر سکتے ہیں مگر اُسے دیکھنے کے لئے ہمیں دل کا سفر طے کرنا ہو گا۔ وہ ہمیں منزل پر کھڑی دکھائی دے گی۔" مائرہ نے کمرے کی

دیوار کو چھوتے کہا۔اُس کی نظر کونے میں پڑے کینوس پر پڑی۔

"امل پینٹنگ بھی کرتی تھی؟"اُس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"تم نہیں جانتی؟ مجھے لگا تھا کہ تم سب کچھ جانتی ہو گی۔"صبا کو بھی حیرانی ہوئی تھی۔امل تو مائرہ کو ہر چھوٹی سے چھوٹی بات بتایا کرتی تھی۔

"مجھے اُس نے کبھی نہیں بتایا۔"مائرہ نے کینوس کی جانب قدم بڑھاتے کہا۔چند لمحے وہ اُس پینٹنگ کو محویت سے دیکھتی رہی۔وہ بہت خوبصورت تھی،بالکل امل کی طرح۔کچھ لمحے دیکھنے کے بعد اُسے لگا کہ اُس پینٹنگ میں کچھ ادھورا ہے مگر وہ سمجھ نہ سکی۔کچھ چیزیں یونہی ادھوری رہ جاتی ہیں،جو ہم سمجھ نہیں پاتے بالکل اُس پینٹنگ کی طرح۔

وہ پینٹنگ کو وہیں چھوڑتی ڈریسنگ ٹیبل کی جانب بڑھی۔سامنے اُسے وہ لاکٹ نظر آیا جس پر اے ایم لکھا تھا۔وہ اُس نے امل کو تحفے میں دیا تھا۔اُس نے لاکٹ کو اُٹھا کر مُٹھی میں دبایا اور آنکھیں بند کر لیں۔وہ اُسے محسوس کرنا چاہتی تھی۔اُس میں امل کی یاد بسی تھی۔

"یہ امل نے آخری دن پہن رکھا تھا۔"صبا نے اُس لاکٹ کو دیکھتے محویت سے کہا۔اُن کی

آنکھیں اب بھی سرخ تھیں۔ شاید وہ لال خون کا رنگ ساری زندگی کے لئے اُن کی آنکھوں میں آ کر بس گیا تھا۔

"کیا میں اسے اپنے پاس رکھ سکتی ہوں؟" اُس نے لاکٹ کو مضبوطی سے تھامے صبا سے پوچھا۔

"رکھ لو، اس سے تم ہمیشہ میری امل کو یاد رکھو گی۔" صبا نے نرمی سے کہا۔

وہ چاہتی تھیں کہ ہر شخص اُن کی بیٹی کو یاد رکھے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مائرہ کے اندر جانے کے بعد احد ابھی اپنی گاڑی میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ اُسے سلطان بیگ کی گاڑی آتی دکھائی دی۔ وہ بھی احد کو دیکھ چکے تھے اس لئے گاڑی سے نکل کر وہیں کھڑے ہو گئے۔ اُن کے ہاتھ میں ایک صفحہ تھا۔ احد اُن کو دیکھتے ہی گاڑی سے نکلا اور اُن کی جانب قدم بڑھائے۔

"تمہیں میں نے کہا تھا کہ یہاں نہ آنا۔" اُن کی آواز میں غصہ نہیں تھا، بس بے بسی تھی۔

"اور میں نے بھی کہا تھا کہ میں آؤں گا۔ میں اپنی بہن کو انصاف دلوانے کے لئے کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں۔" احد کی بات سُن کر اُن کے اندر ایک نرم گوشہ پگھلا تھا۔

"وہ تمہاری بہن نہیں تھی۔" اُنہوں نے مدھم آواز میں کہا مگر آواز ٹوٹی پھوٹی نکلی۔

"مجھ سے یہ رشتہ آپ نہیں چھین سکتے۔ وہ میری بہن تھی اور رہے گی۔" احد نے دو ٹوک جواب دیا۔ اتنے میں اُس کی نظر اُن کے ہاتھ میں پکڑے صفحے پر پڑی۔

"یہ کیا ہے؟" اُس نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے پوچھا۔

"امل کا قاتل۔"

"مجھے دکھائیں۔" احد نے ہاتھ بڑھا کر تھامنا چاہا مگر سلطان بیگ نے صفحہ پیچھے کر لیا۔

"امل کے ایک قاتل کو اُس کے دوسرے قاتل کا خاکہ دکھاؤں؟" اُنہوں نے آنکھوں میں کرب لئے پوچھا۔ احد کے اندر بھی کچھ ٹوٹا تھا۔ شاید وہ بھی ٹھیک کہہ رہے تھے۔ اگر احد اُن کو مجبور نہ کرتا اور وہ امل کو نہ بھیجتے تو شاید آج وہ زندہ ہوتی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اُس کی زندگی اتنی ہی تھی۔" احد نے ہمت کر کے کہنا چاہا۔ سلطان بیگ نے جواب نہیں دیا اور اندر کی جانب بڑھنے لگے۔ اس شخص کو جانے کا کہنا فضول تھا۔

"رُکیں۔" احد نے پیچھے سے پکارا۔ اُنہوں نے مُڑ کر دیکھا۔

"کیا ہم اپنے گلے شکوے ایک سائیڈ پر کر کے امل کی خاطر ہاتھ ملا سکتے ہیں؟" اُس نے ہاتھ آگے بڑھا کر سلطان بیگ سے کہا۔ سلطان بیگ نے ایک نظر اُس کے ہاتھ پر ڈالی اور پھر اُسے دیکھتے متوجہ ہوئے۔

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔" سلطان بیگ نے جواب دیا۔

"میں آپ کی مدد کرنا بھی نہیں چاہتا، میں بس امل کو انصاف دلوانا چاہتا ہوں۔"

"اُس کے لئے ابھی امل کا باپ زندہ ہے۔" سلطان بیگ نے کہا اور صفحہ ہاتھ میں پکڑے گیٹ سے اندر داخل ہوئے۔ اُنہوں نے اُس صفحے کو نرمی سے تھام رکھا تھا۔

اچانک ہوا آئی اور وہ صفحہ اُن کے ہاتھ سے چھوٹتا احد کے قدموں میں جا گرا۔ احد نے ایک نظر سامنے کھڑے سلطان بیگ کو دیکھا، وہ بھی اُسے ہی دیکھ رہے تھے اور پھر جھک کر اُس

صفحے کر اُٹھایا۔ وہ کسی خاکے کی فوٹو کاپی تھی۔ اُس کا رُخ اپنی جانب کرتے ہی احد سانس نہیں لے سکا۔

اُس نے ایک حیرت بھری نظر سلطان بیگ پر ڈالی۔ وہ آگے بڑھے اور اُس کے ہاتھ سے وہ صفحہ لے لیا۔

"یہ شخص امل کا قاتل نہیں ہو سکتا۔" سلطان بیگ کے مُڑتے ہی احد نے لاشعوری میں کہا۔ وہ اپنی جگہ پر ساکت ہو گیا تھا۔ سلطان بیگ نے واپس مُڑ کر حیرت سے اُسے دیکھا۔

"تم جانتے ہو اس کو؟" اُنہوں نے احد سے پوچھا مگر احد خاموش رہا۔

"میں نے پوچھا کہ کیا تم اسے جانتے ہو؟" اب کی بار اُنہوں نے احد کو جھنجوڑا۔

"ہاں۔" احد نے اُن کی آنکھوں میں دیکھتے جواب دیا۔

"یہ کون ہے؟"

"یہ امل کا قاتل نہیں ہو سکتا۔" اُس کی آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی تھیں۔ "مصطفیٰ امل کا قاتل نہیں ہو سکتا۔ آپ کہتے کہ میں نے امل کو مارا تو میں مان لیتا مگر میں یہ نہیں مان

سکتا کہ یہ سب مصطفیٰ... مصطفیٰ نے کیا ہے۔"اُس کے ہونٹ لرزے تھے مگر وہ کہے جا رہا تھا۔

"تم مجھے جلدی بتاؤ۔"وہ اُس کی جانب لپٹے تھے۔

"آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے،یہ شخص ایسا کیوں کرے گا بھلا؟"اُس نے سلطان بیگ سے سوال کیا۔

"شاید تمہارے کہنے پر؟"سلطان بیگ کے جواب نے اُس کی روح تک کو جلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ کچھ بولنے کے قابل نہ رہا۔

"کیا آپ واقع ایسا سوچتے ہیں؟"چند لمحے خاموشی سے گزارنے کے بعد احد نے ملال سے پوچھا۔

"میں ایسا نہیں سوچ رہا۔ مگر تم مجھے سوچنے پر مجبور کر رہے ہو۔ مجھے جلد از جلد وہ سب بتاؤ جو تم اس کے بارے میں جانتے ہو،اس سے پہلے کے دیر ہو جائے۔"سلطان بیگ نے تیزی سے کہا۔

"آپ کو مجھ سے وعدہ کرنا ہو گا کہ پہلے آپ کنفرم کریں گے کہ یہی وہ شخص ہے۔"

دور کھڑا چوکیدار بس اُن کے ہونٹ ہلتے دیکھ سکتا تھا۔ تیز ہوا کے باعث اُن کی آواز اُس تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

"جلدی بتاؤ!" سلطان بیگ نے اپنی بات پر زور دیتے کہا۔

"وعدہ کریں!" احد نے اپنی بات دُہرائی۔ اُسے امل بہت عزیز تھی، وہ اُس کے قاتل کو سزا دلوانا چاہتا تھا۔ مگر مصطفیٰ؟ وہ تو احد کا دوست تھا۔ وہ امل کا قاتل کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟ احد کو یقین تھا کہ وہ امل کا قاتل نہیں ہو سکتا۔

"وعدہ۔" اُن کے پاس فی الحال احد کی بات ماننے کے علاوہ کوئی چارا نہیں تھا۔

"آپ میرے ساتھ چلیں۔" احد نے اُن سے کہا اور خاموشی سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔ سلطان بیگ بھی اُس کے ساتھ ساتھ آ گئے۔ اُنہوں نے ایک اشارہ اپنے گارڈز کو کیا۔ وہ بھی فوراً ایکٹیو ہو کر اپنی گاڑی میں بیٹھے۔

سلطان بیگ احد کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے تھے۔

دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد اُن کی گاڑی ایک گھر کے سامنے جا رُکی۔ گیٹ کی تختی پر کمال ہاؤس لکھا نظر آ رہا تھا۔ سلطان بیگ گارڈز کے ہمراہ اندر بڑھے۔ احد بھی اُن کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

اُنہوں نے سارا گھر چھان مانا مگر وہاں اُن کو کوئی نہیں ملا۔ لاؤنج میں پڑی تصویروں سے واضح ہو چکا تھا کہ خاکے والا شخص اور وہ شخص ایک ہی تھے۔

"بھاگ گیا وہ!" سلطان بیگ نے بے بسی سے کہا۔ احد فون نکال کر اُس کے نمبر پر کال کرنے لگا مگر وہ بھی بند جا رہا تھا۔

سارا گھر چھاننے کے بعد وہ گھر کی پچھلی جانب بڑھے جہاں اُنہیں ایک سٹور روم دِکھا جس پر ایک زنگ آلود تالا لگا تھا۔ گارڈ نے آگے بڑھ کر تالا توڑ کر دروازہ کھولا۔ سامنے اندھیرے اور دُھول نے اُن کا استقبال کیا۔ ایک گارڈ نے آگے بڑھ کر دیوار کو ٹٹول کر بلب جلایا تو سامنے ایک اور کمرہ دکھائی دیا۔ سلطان بیگ نے دروازہ کھولا اور احد اُن کے ہمراہ اُس چھوٹے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ پہلے والے کمرے کی طرح گندا نہیں تھا۔ اُسے

صاف رکھا گیا تھا۔

احد کی نظر سامنے دیوار پر پڑی اور وہ پلک تک جھپکنا بھول گیا۔ سامنے اُس کی اور سلطان بیگ کی تصویر لگی تھی جس پر سرخ مار کر سے کراس کا نشان لگا تھا۔ اُس کے نیچے اُن کے نام بھی لکھے تھے۔ احد نے قریب ہو کر دیکھا، وہاں ایک اور سطر لکھی بھی جگمگا رہی تھی۔

"میں تم دونوں کو ماروں گا نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھوں مرواؤں گا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب ۱۱: وفا کے پیچھے چھُپی جفا

جتنے بھی زخم ہیں میرے دل پر

دوستوں کے لگائے ہوئے ہیں

"تم نے سوشل میڈیا کا فائدہ کیوں نہیں اُٹھایا؟" مائرہ نے احد کو دیکھتے پوچھا۔ مائرہ نے اُس کے کیفے کی چند تصاویر اور اُس کی ایک تصویر کا سکرین شاٹ لیا اور پھر اُس کے نیچے ہی کیپشن لکھ کر وہ تصویریں پوسٹ کر دیں۔

"ایسے۔" مائرہ نے اسکرین احد کی جانب گُھمائی۔ احد شل ہو کر اُسے دیکھتا رہ گیا۔

"یہ تم نے کیا کیا... اوہ خدایا۔ مائرہ اسے ڈیلیٹ کرو۔" احد نے گھبرا کر کہا۔

"لیکن..." مائرہ نے نا سمجھی سے دیکھا۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ ڈیلیٹ کرو۔" احد نے پھر سے کہا۔ مائرہ نا سمجھی سے اُسے دیکھتی رہی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پھر وہ پوسٹ ڈیلیٹ کر دی۔

"مگر کیوں؟"مائرہ نے فون احد کی جانب بڑھا دیا۔

"سوشل میڈیا کی مدد سے انسان نہیں ملا کرتے مائرہ۔"

"شاید کوئی اُسے پہچان کر ہم سے رابطہ کرتا۔"مائرہ نے یقین سے کہا۔

"چلو مان لیا کہ ایسا ہو سکتا ہے مگر اب اُسے بھاگے دو سال بیت چُکے ہیں۔اب جا کر اُس نے لوگوں سے ملنا شروع کیا ہو گا۔ایسے میں یہ پوسٹ دیکھ کر اُسے دوبارہ سے انڈر گراؤنڈ ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔"احد نے مائرہ کو سمجھایا۔

"تم اُسے ڈھونڈنے کے لئے کر کیا رہے ہو؟"مائرہ نے احد کو دیکھتے پوچھا۔وہ پچھلے دو سال سے کچھ نہیں کر سکا تھا۔اب کیا کر رہا تھا وہ؟

"میں..."وہ لمحے بھر کو خاموش ہو گیا۔"میں کچھ نہیں کر رہا مائرہ۔"مائرہ نے اُس کہتے سُنا پھر چہرہ اُٹھا کر حیرانی سے اُسے دیکھا۔

"تم؟تم کچھ نہیں کر رہے؟"حیرانی اُس کی آواز میں بھی واضح تھی۔

"میں نے بہت کوشش کی مگر میں اُسے ڈھونڈنے میں ناکام رہا۔ اب مجھے لگتا ہے کہ کچھ کرنا فضول ہے لیکن پھر بھی میں اپنی آخری سانس تک کوشش ضرور کروں گا۔" احد نے نظروں میں شکست لئے کہا۔

"احد... ہم امل کے قاتل کو ڈھونڈیں گے۔"

"کہاں سے؟" احد نے سوالیہ نظروں سے مائرہ کو دیکھا۔

"تم بتاؤ۔ تم نے کہاں کہاں ڈھونڈا اُسے؟" مائرہ نے اُلٹا اُسی سے سوال کیا۔ احد خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گیا اور اپنی بات شروع کی۔

"سلطان بیگ نے اُسے ہر جگہ ڈھونڈا ہے۔ وہ نہیں ملا۔ میں ہر پل اُن سے رابطے میں رہا ہوں۔" اُس نے دھیمے لہجے میں کہا، نظر دور کسی غیر مرئی نقطے پر جمی تھی۔

"میں نے سلطان بیگ کا نہیں، تمہارا پوچھا احد۔ تم نے اُسے کہاں کہاں ڈھونڈا؟" مائرہ نے اپنا سوال دُہرایا۔

"میں نے؟" مائرہ کے سوال نے اُسے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"تم نے اُسے کہیں نہیں ڈھونڈا۔ شاید تم اُسے ڈھونڈنا ہی نہیں چاہتے۔" مائرہ نے اُس کے قریب بیٹھتے تھکے ہارے لہجے میں کہا۔

"میں کیسے ڈھونڈ سکتا ہوں اُسے؟" احد نے مائرہ کی آنکھوں میں جھانکتے سوال کیا۔

"جیسے میں نے تمہیں ڈھونڈا۔" بھوری آنکھوں نے شہد آنکھوں میں دیکھتے جواب دیا اور چند لمحے کی خاموشی دونوں کے درمیان حائل ہو گئی۔

"میں منظرِ عام پر تھا۔ مجھے ڈھونڈنا آسان تھا۔" احد نے چند لمحے بیت جانے کے بعد کہا۔

"وہ بھی اسی آسمان کے نیچے کہیں رہتا ہو گا۔ جو بادل ہمارے سر پر گرجتے ہیں وہ اُس کے سر پر بھی برستے ہوں گے۔ تم کوشش تو کرو۔"

"اگر اُسے سلطان بیگ نہیں ڈھونڈ پائے تو میں کیسے ڈھونڈوں گا۔" اُس نے احد کو کہتے سُنا۔

"شاید وہ اُسے ڈھونڈنا ہی نہ چاہتے ہوں۔ شاید اُنہوں نے قبول کر لیا ہو کہ امل کو تمہاری وجہ سے مارا گیا اور تُم اُن کی اولاد ہو۔ چاہے وہ تم سے جتنی بھی نفرت کر لیں۔ وہ تمہیں

مارنے یا نقصان پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ تمہیں مصطفٰی کو صرف امل کا بدلہ لینے کے لئے نہیں بلکہ اپنے آپ پر لگے الزام کو بھی صاف کرنا ہو گا۔" وہ کہے جا رہی تھی اور احد سُنے جا رہا تھا۔

"وہ غلط تو نہیں سوچتے، مصطفٰی نے امل کو میری وجہ سے ہی مارا تھا۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد احد نے کہا۔ اُس کے لہجے میں صدیوں کی شکن تھی۔

"مگر کیوں؟" مائرہ نے پوچھا اور احد کے جواب کا انتظار کئے بغیر اپنی بات جاری رکھی۔ "تم بھی نہیں جانتے کہ کیوں۔ تمہیں اس کیوں کا جواب ڈھونڈنا ہے احد۔" وہ اُس کے قریب بیٹھی اُسے سمجھا رہی تھی۔

"میں اپنی آخری سانس تک اُس کا پیچھا کروں گا۔" احد نے ایک عزم کے ساتھ کہا۔

"سلطان بیگ اُسے ڈھونڈنے کے لئے کیا کر رہے ہیں؟" مائرہ نے پوچھا۔

"وہ مجھے نہیں بتاتے مگر وہ کچھ کر ضرور رہے ہیں۔" احد نے نرمی سے جواب دیا۔

"ایسا نہ ہو کہ اُنہوں نے مصطفٰی کو تمہیں بتائے بغیر...؟" مائرہ نے بولتے بولتے اپنی بات

ادھوری چھوڑ دی۔

"اگر ایسا ہوتا تو اُن کی راتوں کی نیند نہ اُڑی ہوتی۔" احد نے تسلی سے کہا۔

"کسی کی جوان اولاد کو مار دیا جائے تو اُسے رات کو نیند ویسے بھی نہیں آتی۔"

"مگر اُن کی آنکھوں میں انتقام لینے کی آگ ابھی باقی ہے۔ جو مصطفیٰ کو ڈھونڈ کر ہی مٹے گی۔"

"تم پریشان نہ ہو۔ ان شاء اللہ سب بہتر ہو گا۔" مائرہ نے نرمی سے احد کا ہاتھ تھامتے کہا اور احد کو لگا جیسے اُس کی صدیوں کی تھکاوٹ مِٹ گئی ہو۔ اُس کی بیوی، اُس کی روح کا حصہ اُس کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی تھی۔

"اب میں ہاشم کو فون کر کے بتا رہا ہوں کہ ہم اس ویک اینڈ پر آ رہے ہیں۔" احد نے بات بدلتے مائرہ سے کہا۔ مائرہ جواب میں خاموش رہی۔ اُس کی خاموشی بھی اُس کی رضامندی کا ثبوت تھی۔ وہ شروع سے ہی ماضی کو ماضی میں دفنانا جانتی تھی۔ وہ عمار صاحب سے نہیں ملنا چاہتی تھی کیوں کہ وہ اُن کو پہلے سے ہی ماضی میں دفنا چکی تھی مگر اب وہ اُس کی زندگی میں

لوٹ آئے تھے۔اس لئے اب وہ دل سے پرانے شکوؤں کو بھول جانا چاہتی تھی،اُسے احد کا مان بھی تو رکھنا تھا۔اُس نے دل اور دماغ میں سے دل کا انتخاب کیا تھا۔دل کی مسافر تھی نا!

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

مصطفٰی کچن کاؤنٹر کے قریب فون ہاتھ میں پکڑے کھڑا تھا۔اُس کی انگلیاں اُس پوسٹ پر آ کر ٹھہر گئی تھیں اور سانس پھول چکی تھی۔اُس نے وہ پیج اوپن کیا اور ایک بار ریفریش کیا۔وہ پوسٹ غائب ہو چکی تھی۔اُس نے اپنی آنکھیں مسلی پھر دیکھا۔وہاں کوئی پوسٹ نہیں تھی۔مگر یوں اچانک کیسے وہ غائب ہو گئی؟اور وہ پوسٹ کس نے کی تھی؟

اُس کا دماغ یہیں اُلجھا تھا جب اُسے چائے کے جلنے کی بو آئی۔وہ آگے بڑھا اور چولہا بند کیا۔چائے اُبل اُبل کر جل چکی تھی۔پھر اُس نے بچی چائے کو ایک کپ میں اُنڈیلا اور کپ کو ہاتھ میں تھامے سامنے پڑے چھوٹے سے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔اُس کی کچن اوپن تھی،سامنے چھوٹا سا لاؤنج تھا۔کچن کی بائیں جانب مین ڈور تھا اور دائیں جانب ایک کمرہ تھا۔کمرے

کے ساتھ ایک چھوٹا سا باتھ روم تھا جس کا دروازہ لاؤنج کی جانب ہی تھا۔

جب وہ احد کو گولی مار کر وہاں سے بھاگا تھا تو اُسے بس اسٹاپ پر پہنچ کر جو بس دِکھی، وہ اُسی میں بیٹھ گیا۔

اُس بس نے اُسے حیدرآباد کے اس چھوٹے سے علاقے میں آ کر اُتارا تھا اور اُسی دن اُس کی ملاقات عامر سے ہوئی تھی۔ عامر ایک نرم دل انسان تھا۔ اُس کا یہ اپارٹمنٹ اُن دنوں خالی ہی تھا اس لئے وہ مصطفٰی کے چہرے پر موجود گہرے زخموں کو دیکھتا اُسے یہاں لے آیا تھا اور پچھلے دو سال سے مصطفٰی یہیں رہ رہا تھا۔ عامر کی بیوی کا رویہ پہلے دن سے ہی سخت تھا مگر اُسے برداشت کرنے کے علاوہ مصطفٰی کے پاس کوئی دوسرا حل نہیں تھا۔

اُس کے سر میں درد ہو رہی تھی، وہ گولی لے کر سونے کو لیٹا مگر اُسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ ذہن ابھی تک اُس پوسٹ پر اُلجھا تھا جو فوراً ڈیلیٹ کر دی گئی تھی۔ اُس کے دل میں وہ دو سال پرانا خوف ایک بار پھر زندہ ہو گیا تھا۔ اب جا کر ہی تو اُس نے کام کے بغیر باہر نکلنا شروع کیا تھا، یہ سوچ کر کہ شاید احد اور سلطان بیگ اُس تک کبھی نہیں پہنچ پائیں گے۔

اُس کی آنکھ لگی ہی تھی کہ دروازہ پیٹنے کی آواز سے اُس کی آنکھ کُھلی۔اُس نے آہستہ سے اپنی دراز سے پستول نکالا اور قدم دروازے کی جانب بڑھائے۔دل بُری طرح سے دھڑک رہا تھا۔

"کون؟"اُس نے ہمت کر کے پوچھا۔

"انیلہ ہوں، مصطفٰی بھائی۔"دوسری جانب سے آواز سُنائی دی۔ مصطفٰی نے ایک گہرا سانس لیا،واپس مُڑ کر پستول دراز میں رکھا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

"کیا ہے؟"اُس نے بیزاری سے پوچھا۔

"بچوں کا کل ضروری ٹیسٹ ہے۔آپ پڑھا دیں ذرا اِن کو۔"انیلہ نے کہا،ساتھ ہی اپنے نو سالہ حسن اور سات سالہ حسین کو اشارہ کیا۔وہ مصطفٰی کو کراس کرتے سامنے صوفے پر جا کر بیٹھ گئے۔ مصطفٰی ایک نظر انیلہ کو دیکھتا دروازہ بند کرنے لگا مگر انیلہ نے آگے بڑھ کر دروازہ تھام لیا۔

"میں بھی یہیں بیٹھوں گی،اپنے بچوں کے پاس۔"ایک تیکھی نظر مصطفٰی پر ڈالتی وہ قریب

پڑی ایک کُرسی پر بیٹھ گئی۔

"آپ کی موجودگی میں یہ نہیں پڑھیں گے۔" مصطفٰی نے آگے بڑھ کر انیلہ سے کہا۔

"اور میری غیر موجودگی میں آپ ان کو ماریں گے اور پڑھائیں گے بھی نہیں میں جانتی ہوں۔" انیلہ نے طنزیہ نظر مصطفٰی پر ڈالی۔

"ایسا نہیں ہے۔" مصطفٰی نے کہا اور ساتھ ہی ایک نظر حسن پر ڈالی جسے کل اُس نے سبق نہ یاد کرنے پر ایک تھپڑ مارا تھا۔ اُس نے ہی ماں سے چُغلی کی تھی۔

"میں اس وقت فارغ ہی ہوتی ہوں، روزانہ ان کے ساتھ آیا کروں گی۔ آپ پڑھانا شروع کریں۔" انیلہ نے اپنا حتمی فیصلہ سُنایا۔ مصطفٰی بے بسی سے اُسے دیکھتا بچوں کے پاس جا بیٹھا۔ موقع ملتے ہی وہ اپنی جگہ بدلنے کا سوچ رہا تھا۔ یہاں اب بہت سے لوگ اُسے جاننے لگے تھے، اب اُسے کوئی نیا ٹھکانا ڈھونڈنا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

شام کے سائے عمار صاحب کے گھر بھی گہرے ہو رہے تھے۔ نارنجی آسمان پر تارے

چمکنا شروع ہو چکے تھے۔ چاند کی مدھم روشنی بھی قدرے واضح ہو رہی تھی۔ پرندوں کے گروہ اکٹھے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

عمار صاحب لاؤنج میں بیٹھے اپنے فون پر اسکرولنگ کر رہے تھے جس کی آواز سے گھر کا ہر فرد پریشان ہو رہا تھا مگر اُن کو کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ ہاشم اپنے کمرے میں تھا۔ نور اور صدف کچن میں رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں اور خدیجہ اپنے کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی۔

وہ ماہ رُخ سے بات کر رہا تھا کہ اچانک اُس کا فون بجنے لگا۔ احد کی کال آ رہی تھی۔ اُس نے فون اُٹھا کر کان سے لگایا۔ چند منٹ کی گفتگو کے بعد احد نے اُسے بتایا کہ وہ اس ویک اینڈ پر آ رہے ہیں۔ اُس کو خدا حافظ کر کے ہاشم لاؤنج کی جانب بڑھنے لگا۔ پھر کسی خیال کے تحت وہیں رُک گیا۔ ماہ رُخ اُسے کہتی تھی کہ وہ یوں غائب نہ ہوا کرے بس جانے سے پہلے ایک میسج چھوڑ جائے۔ اُس نے ماہ رُخ کی چیٹ کھولی اور ایک مختصر پیغام لکھ کر اُسے بھیجا۔

اُس کے بعد ہاشم لاؤنج میں داخل ہوا تو عمار صاحب کے فون کی آواز اُس کی سماعت سے

ٹکڑائی جس سے اُس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر اُبھرا۔

"ابا، آواز تو آہستہ کر لیں۔" اُس نے بیزاری سے کہا اور اُن کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ عمار صاحب نے اُس کی بات مانتے سائیڈ بٹن سے آواز آہستہ کی مگر پھر بھی وہ پورے گھر میں پھیل رہی تھی۔

"ایک تو نا جانے یہ ماں باپ کے فون کی آواز اتنی اونچی کیسے ہوتی ہے۔"

"صرف باپ کی۔" کچن سے ٹوکنے کی آواز آئی۔

"ہاں وہی۔" ہاشم نے آگے جھک کر اُن کو دیکھتے جواب دیا۔ کچن کا دروازہ کُھلا تھا اور یہاں سے وہ اُن کو دیکھ سکتا تھا۔ اُس کے بعد وہ عمار صاحب کی جانب متوجہ ہوا۔

"ابا آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی، یہ فون بند کریں ذرا۔" اُس نے سرگوشی میں کہا۔ عمار صاحب نے فون ایک سائیڈ پر رکھتے اُس کی جانب دیکھا۔ وہ سُننے کو تیار بیٹھے تھے۔

"احد بھائی کا ابھی فون آیا تھا۔ وہ بتا رہے تھے کہ وہ اس ویک اینڈ پر آئیں گے۔" ہاشم کی بات سُنتے ہی عمار صاحب کے چہرے پر حیرت اُبھری اور ساتھ ہی وہ حیرت مسکراہٹ میں

ڈھل گئی۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟مائرہ آرہی ہے؟"اُنہوں نے پھر سے پوچھا۔

"جی،مائرہ آرہی ہیں۔"

"میں جانتا تھا کہ وہ ضرور آئے گی۔"پھر لمحے بھر کو رکے اور سر جھکا کر بے بسی سے کہا۔

"کاش کہ میں اتنی دیر نہ کرتا اور وہ دونوں ماں بیٹی اکٹھی ہمارے گھر آتی۔"

"گُزرے وقت پر ماتم کرنے سے ہم کبھی آگے نہیں بڑھ سکتے ابا۔ہمیں ماضی کو ماضی میں دفن کر دینا چاہیے۔اگر وہ سب کچھ بُھلا کر یہاں آرہی ہیں تو آپ کو بھی یہ سب یاد نہیں کرنا چاہیے۔"ہاشم نے نرمی سے کہا۔

عمار صاحب نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا اور پھیکا سا مسکرا دیے۔انگلی سے اپنی آنکھ کے کنارے کو صاف کیا جو بھیگ چکا تھا۔

"صدف،نور..."اُنہوں نے صوفے سے کھڑے ہوتے صدف اور نور کو آواز لگائی۔وہ فوراً کچن سے نکلتی لاؤنج میں پہنچیں۔

"کیا ہوا؟" صدف نے پریشانی سے پوچھا۔ نور بھی یونہی اُن کو دیکھ رہی تھی۔

"مائرہ آرہی ہے اس ویک اینڈ پر۔" عمار صاحب نے خوشی سے بتایا، کچھ لمحے پہلے والا رنج اب مکمل طور پر غائب ہو چکا تھا۔

"واقعی؟" نور نے حیرانگی سے پوچھا۔ ایک مسکراہٹ اُس کے چہرے پر بھی بکھر گئی۔

"نہیں، ہم مذاق کر رہے ہیں۔" ہاشم نے تیکھی نظر نور پر ڈالی۔

"ابا۔" نور نے منہ بسور کر عمار صاحب کو دیکھا۔

"میری بیٹی کو تنگ نہ کیا کرو۔"

"وہ اس ویک اینڈ پر آرہی ہے، اپنی ساس اور شوہر کے ساتھ۔ کوئی کمی پیشی نہیں رہنی چاہیے۔" عمار صاحب نے تنبیہ کی۔

"آپ بے فکر رہیں ابا۔ یہاں وہ اپنے گھر کی طرح ہی پُرسکون رہیں گے۔" ہاشم نے اُن کو یقین دہانی کروائی۔ "میں مائرہ کی پسندیدگی کافی حد تک جانتا ہوں، وہ میں امی کو بتا دوں گا۔"

"تم کیسے جانتے ہو؟" نور نے شکی نظروں سے ہاشم کو دیکھا۔ صدف نے ایک تھپڑ اُس کے

سر پر لگایا۔

"چلو کچن میں۔" وہ اُسے کہتی اپنے ساتھ واپس کچن میں لے گئیں۔

"ہاشم تمہارے امتحان کب سے شروع ہو رہے ہیں؟" یاد آنے پر عمار صاحب نے پوچھا۔

"بیس دن بعد۔"

"اکیڈمی جانے کی ضرورت پڑے گی؟" عمار صاحب نے واپس صوفے پر بیٹھتے پوچھا۔

"بیس دنوں کے لئے تو جانا فضول ہی ہے۔ میں آسانی سے گھر میں پڑھ کر پاس ہو سکتا ہوں۔" ہاشم نے اُن کو تسلی دی۔ عمار صاحب بس چاہتے تھے کہ اُن کے بچے پاس ہو جائیں، ٹاپ کرنے والے خواب نہ اُنہوں نے کبھی دیکھے تھے، نہ بچوں کو دکھائے تھے۔

"میری مدد سے۔" کچن سے نور کی آواز سُنائی دی۔ وہ ہاتھ میں چمچا پکڑے لاؤنج میں ہی آ گئی۔

"ابا یہ تو آپ کو بتائے گا نہیں مگر پچھلی بار جب امتحان ہوئے تھے تو میں پوری پوری رات بیٹھ کر اس کو پڑھایا کرتی تھی۔ میری تیاری تو اب بھی ٹھیک ٹھاک ہے لیکن اس کو پھر

سے پڑھانا پڑے گا۔" اتنا کہہ کر نور واپس کچن کی جانب بڑھ گئی، اس سے پہلے کہ امی کا جوتا اُس تک آتا۔

"ہاں ابا۔ نور نے میری بہت مدد کی تھی۔" نور کے جانے کے بعد ہاشم نے عمار صاحب سے کہا۔ "مگر بدلے میں روزانہ اس کے لئے کھانے کو کچھ لاتا تھا اور یہ جان بُوجھ کر مجھ پر تشدد بھی کرتی تھی جسے سہنے کے علاوہ میرے پاس کوئی آپشن نہیں بچتا تھا۔" ہاشم نے اپنے بازوؤں کو دیکھتے بات مکمل کی۔

"اب یاد سے مائرہ کی پسندیدہ چیزوں کا انتظام کر لینا۔" عمار صاحب نے ایک بار پھر یاددہانی کروائی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

ریسٹورنٹ میں معمول کی گہما گہمی تھی۔ لوگ آجا رہے تھے۔ ہلکی موسیقی کی آواز لوگوں کے شور و ہنگامے میں دَب چکی تھی۔ وہ کاؤنٹر کے قریب کھڑی پچھلے دنوں کا حساب کر رہی تھی۔ اُس کے گلے میں اے ایم کا لاکٹ جگمگا رہا تھا۔ اُس کے ساتھ ہی ایک ور کر کھڑی

اُسے سب سمجھا رہی تھی۔

مائرہ نے کسی خیال کے تحت سامنے دروازے کو دیکھا اور وہ بس دیکھتی ہی رہ گئی۔ سامنے سلطان بیگ تھے وہ اُسی کی جانب قدم بڑھا رہے تھے۔ مائرہ رجسٹر کو وہیں چھوڑتی اُن کو دیکھنے لگی۔

"آپ یہاں؟" مائرہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا ہم کہیں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟" سلطان بیگ نے چاروں اطراف نظر دوڑائی۔

"جی ضرور۔" مائرہ اُن کو کہتی کونے والے خالی ٹیبل کی جانب بڑھ گئی۔ وہ بھی اُس کے ہمراہ چلتے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"کیسے ہیں آپ؟" مائرہ نے اُن کو دیکھتے پوچھا۔

"ٹھیک نہیں ہوں۔"

"کیوں؟" مائرہ کے منہ سے پھسلا۔

"اپنی بیٹی کے قاتل کو ڈھونڈے بغیر میں کیسے ٹھیک ہو سکتا ہوں؟" اُنہوں نے مائرہ کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آنکھوں میں جھانکتے سوال کیا۔

"آپ کے لئے اُس کو ڈھونڈنا مشکل نہیں ہے۔"مائرہ نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

سلطان بیگ نے حیرانی سے اُسے دیکھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں جان بُوجھ کر اُسے نہیں ڈھونڈ رہا؟"اُنہوں نے حیرانی سے پوچھا۔

"شاید۔"مائرہ نے ہلکے سے شانے اچکائے۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا؟"پھر حیرانی سے پوچھا۔

"کیونکہ ایک معمولی شخص کو ڈھونڈنا کم از کم آپ کے لئے اتنا مشکل نہیں ہو سکتا۔"مائرہ نے اُن کی آنکھوں میں جھانکتے کہا۔

"بس اسی لئے ٹھیک نہیں ہوں کہ جس شخص کو ڈھونڈنا میرے لئے اتنا آسان ہے، میں اُسے ہی نہیں ڈھونڈ پا رہا۔"اب کی بار اُنہوں نے نظریں جُھکا کر کہا۔چند سانیے خاموشی سے بیت گئے۔

"تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتی تھی؟"دوبارہ سے سر اُٹھا کر پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بس، یونہی۔"

"جانتا ہوں کہ احد نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ اور کچھ نہیں پوچھنا تمہیں؟" ایک اور سوال کیا گیا۔

"مصطفیٰ کی آپ سے کیا دشمنی تھی؟" مائرہ نے ڈائریکٹ سوال کیا۔ سلطان بیگ چند لمحے کے لئے سانس لینا بھول گئے۔ آس پاس کا شور اچانک مدھم پڑ گیا اور بس مائرہ کی آواز سارے میں گونجنے لگی۔

"مجھ سے؟ مجھ سے اُس کی کوئی دشمنی نہیں تھی۔ میں اُس کو جانتا تک نہیں ہوں۔" سلطان بیگ نے فوراً جواب دیا۔

"احد کو لگتا ہے کہ مصطفیٰ نے امل کو احد کی دشمنی میں مارا ہے مگر میں جانتی ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔ اگر اُسے بدلہ احد سے لینا ہوتا تو وہ امل کو نہیں مجھے مارتا... احد کے قریب میں تھی۔" وہ لمحے بھر کو رُکی۔ بھوری آنکھیں ہنوز سامنے بیٹھے شخص پر جمار کھی تھیں۔

"وہ آپ سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔" مائرہ نے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ویٹر ٹرے میں دو کپ کافی رکھے اُن کے ٹیبل تک پہنچا اور کافی رکھتے ہی واپس مُڑ گیا۔

"احد سے پوچھا تم نے کہ اُس کی مصطفٰی سے کیا دشمنی تھی؟"سلطان بیگ نے تحمل سے سوال کیا۔

"اُس کی مصطفٰی سے کوئی دشمنی نہیں تھی، آپ کی تھی۔"مائرہ نے بھی تحمل سے اُن کے لہجے میں ہی جواب دیا۔

"اچھا چلو مان لیا کہ اُس سے میری دشمنی تھی۔"سلطان بیگ دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھتے سیدھے ہو کر بیٹھے۔"مگر فی الحال ہمارا مقصد امل کے قاتل کو ڈھونڈنا ہے۔ہمارے پاس اس بحث کا وقت نہیں ہے۔"

"احد کے ضمیر پر یہ بوجھ ڈال کر کہ امل کو اُس کی وجہ سے مارا گیا۔یوں ڈھونڈ سکتے ہیں آپ امل کے قاتل کو؟اپنی ہی اولاد کو دھوکا دے کر؟اُس سے سچ چُھپا کر؟"مائرہ نے مدھم آواز میں سوال کیا۔

"میری اُس سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔تم غلط راہ پر چل رہی ہو لڑکی۔"سلطان بیگ نے اب

کی بار اپنی بات پر زور دیتے کہا۔

"میں بھی آپ کی مدد کرنا چاہتی ہوں۔" چند لمحے کے توقف کے بعد مائرہ نے کہا۔ "ہم اُسے سوشل میڈیا کی مدد سے ڈھونڈ سکتے ہیں۔"

"سوشل میڈیا کی مدد سے ڈھونڈنا ہوتا تو کب کا ڈھونڈ لیتا۔ میرا کام کرنے کا طریقہ مختلف ہے۔" سلطان بیگ نے کہا، سامنے پڑی کافی کو اُنہوں نے ابھی تک چھوا بھی نہیں تھا۔

"پچھلے دو سال سے وہ شخص اپنی زندگی جی رہا ہے، سزا تو احد نے بھگتی ہے۔ یہ ہے آپ کا طریقہ؟" اب کی بار مائرہ نے ذرا سنجیدگی سے پوچھا۔

"احد اپنی مرضی سے گھر چھوڑ کر گیا تھا۔" اُنہوں نے جواب دیا۔

"سزا تنہا رہنا نہیں تھی۔ سزا وہ بوجھ ہے جو اُس کے ضمیر پر ہے۔ اُسے لگتا ہے کہ امل کو اُس کی وجہ سے مارا گیا۔ یہ ٹھیک ہے یا غلط، ہم اس بحث میں نہیں پڑیں گے مگر جب تک امل کا قاتل زندہ ہے، تب تک احد یونہی رہے گا۔" اُس کے لہجے میں احد کے لئے فکرمندی وہ محسوس کر سکتے تھے۔

"آپ سوشل میڈیا کا استعمال کیوں نہیں کر رہے؟"مائرہ نے پھر سے وہی سوال کیا۔

"سلطان بیگ اتنا کمزور نہیں ہے کہ اپنی بیٹی کے قاتل کو ڈھونڈنے کے لئے اُسے فون کا سہارا لینا پڑے۔"اُنہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"وجہ آپ کی شہرت ہے، آپ کو لگتا ہے کہ نجانے لوگ کیا سوچیں گے۔ آپ پولیس کی مدد نہیں لے رہے، آپ سوشل میڈیا کی مدد نہیں لے رہے، آپ کسی جاننے والے کی مدد نہیں لے رہے، آپ بس کسی خُفیہ مافیا کی مدد لے رہے ہیں۔ شاید... شاید نہیں۔"وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہہ رہی تھی۔

"اگر آپ لوگوں کو چھوڑ کر صرف امل کا سوچتے، تو اب تک اُسے انصاف مل چکا ہوتا۔"

اُس نے سلطان بیگ کو دیکھتے اپنی بات مکمل کی۔

"میرے اتنی دشمن ہیں کہ اگر میں یہ اُس قاتل کی تصویر سوشل میڈیا پر لگائی تو اُسے چُھپنے کے لئے بہت پناہ گاہیں مل جائیں گی۔ وہ مجھے نہیں ملے گا مگر میرے دشمنوں کو مل جائے گا۔ سمجھ رہی ہو؟"اُنہوں نے مائرہ کو دیکھتے کہا۔

"اور رہی بات پکڑنے کی تو میں نے اُس کو پکڑ لیا تھا مگر تمہارا شوہر میری راہ میں آیا تھا۔ اُس نے مجھے مصطفٰی کو مارنے سے روکا تھا۔ ایک سال وہ اُس قاتل کے ساتھ رہا تھا۔ تم لوگوں کو اُس نے کہا تھا کہ وہ شہر سے باہر کام کر رہا ہے مگر وہ ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا تھا۔ جانتی ہو کیوں؟ اپنے ضمیر پر پڑے بوجھ کو ہٹانے کے لئے۔ مگر وہ قاتل بھاگنے تک یہی کہتا رہا کہ اُس نے امل کو احد کے کہنے پر مارا ہے۔" سلطان بیگ نے کہا۔

"وہ جھوٹ بولتا تھا۔" مائرہ نے فوراً کہا، اُس کی آنکھوں میں "اُس" کے لئے نفرت واضح تھی۔

"میں جانتا ہوں وہ جھوٹ بولتا تھا۔ اُس نے امل کو احد کے کہنے پر نہیں، احد کی وجہ سے مارا تھا۔" وہ ابھی تک اپنی بات پر ڈٹے تھے۔

"اس بات پر احد یقین کر سکتا ہے، میں نہیں۔" اُس نے دو ٹوک کہا اور اتنا کہہ کر وہ کرسی سے اُٹھ کر کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئی اور سلطان بیگ اُسے جاتا دیکھتے رہے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

آج سورج میں پہلے کی طرح تپش نہیں تھی۔ نور اور ہاشم صحن میں دھوپ میں بیٹھے پڑھائی کر رہے تھے۔ عمار صاحب آج دفتر گئے تھے، خدیجہ سکول تھی اور صدف لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔

"اوہ سرگم کے بادشاہ، یہ تو بتاؤ مائرہ کیسی لڑکی ہے؟" کتابوں کو ایک سائیڈ پر کرتے نور نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ابھی پڑھائی پر دھیان دو۔" ہاشم نے ٹوکا۔

"میرا بالکل مُوڈ نہیں ہے۔" نور نے جمائی لیتے کہا۔ اُسے جمائی لیتا دیکھ ہاشم بھی جمائی لینے لگا۔

"مگر میرا ہے۔ تم اُٹھ کر اندر چلی جاؤ۔" ہاشم نے بیزاری سے جواب دیا۔

"حیرت ہے۔" نور نے منہ بسورتے کہا۔

"امی..." ہاشم نے اونچی آواز لگائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا اب نہیں بولتی۔" نور نے فوراً ہار مانی۔ اتنے میں صدف بھی اُن کے قریب پہنچ چکی تھیں۔

"کیا ہوا؟" اُنہوں نے آتے ہی پوچھا۔

"بس یونہی کہا کہ آکر ہمارے پاس بیٹھ جائیں۔" ہاشم نے بات بدل دی۔ صدف بھی خاموشی سے اُن کے قریب بیٹھ گئیں۔

"ہاشم، یہ تو بتاؤ کہ مائرہ کیسی لڑکی ہے؟" صدف نے بیٹھتے ہی دلچسپی سے پوچھا۔ ہاشم کو دل چاہا کہ وہ اپنا سر دیوار کو دے مارے، صدف کو آواز لگانے پر اُسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔ نور کتاب منہ کے آگے کر کے ہنسنے لگی۔

"وہ آئیں گی تو آپ مل لیجئے گا نا۔"

"عمار کے ساتھ اُس کا رویہ کیسا تھا؟ اُنہوں نے تو بتایا ہی نہیں۔" صدف نے ایک اور سوال کیا۔

"ٹھیک تھا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"دونوں باپ بیٹے ایک جیسے ہو۔ مجال ہے جو کبھی پوری بات بتا دو۔"

"ایک تو آپ ماں بیٹی کی بھی سمجھ نہیں آتی۔ یہ سب جان کر آپ کیا کریں گی؟" ہاشم نے بھی اُنہی کے لہجے میں سوال کیا۔

"ماں سے باتیں چُھپا کر کیا ملتا ہے؟"

"امی، مجھے قسم سے کوئی بات یاد ہی نہیں رہتی۔ آپ کو لگتا ہے کہ میں چُھپا رہا ہوں، مگر دراصل مجھے کوئی بات بھی مکمل طور پر یاد نہیں رہتی۔" ہاشم نے بے بسی سے کہا۔

"گولڈ فش میموری۔" نور بڑبڑائی۔

"اور چلایا کرو یہ فون۔" صدف نے اُس کے فون کی جانب اشارہ کیا۔ اُن کا موڈ آف ہو چکا تھا۔ کل سے عمار صاحب اور ہاشم نے مائرہ کے ساتھ ہونے والی ملاقات کی تفصیل نہیں بتائی تھی۔

"اب میں تھوڑی دیر پڑھ لوں؟" ہاشم نے صدف کو دیکھتے التجا سے پوچھا۔ نور کتابیں اُسی جگہ پر چھوڑتی اُٹھ کر صدف کی جانب بڑھی۔

"امی، آپ کا فون لے لوں تھوڑی دیر کے لئے؟"صدف کے ہاتھ کی جانب ہاتھ بڑھاتے اُس نے معصومیت سے پوچھا۔

"واپس بیٹھو اور پڑھو۔"صدف نے اپنا فون پیچھے کرتے کہا۔

"ایک تو کوئی مجھے نیا فون لے کر بھی نہیں دے رہا۔"

"ہاشم،ابا سے پوچھ کر نور کے لئے فون لے آنا۔"صدف نے ہاشم سے کہا اور واپس لاؤنج میں چلی گئی۔

"بات سنو۔"نور نے دھیما سا پکارا۔ہاشم نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

"تھوڑی دیر کے لیے اپنا فون دے دو پلیز۔"ہاشم نے بغیر کچھ کہے لاک کھول کر فون نور کی جانب بڑھا دیا۔وہ اپنے ضروری ایپس کو فیس لاک لگا کر رکھتا تھا۔اس لئے جانتا تھا کہ نور زیادہ چھیڑ چھاڑ نہیں کر سکتی۔

"اب مجھے پڑھنے دو خدا کے لئے۔پہلے ہی پچھلے دو مہینے سے بہت نقصان ہو چکا ہے۔"ہاشم نے ہاتھ جوڑتے کہا۔

"تم نے تو کہا تھا کہ کراچی جا کر بھی پڑھو گے۔"نور نے طنزیہ انداز میں کہا۔"میں تو پہلے ہی جانتی تھی کہ جو گھر رہ کر نہیں پڑھتا وہ..."نور کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی ہاشم اپنا فون اُس کے ہاتھ سے لے چکا تھا۔

نور نے بے بسی سے اُسے دیکھا اور پیر پٹختی لاؤنج کی جانب بڑھ گئی۔شاید دوبارہ مانگنے صدف اُسے اپنا فون دے ہی دیں۔

نور کے جانے کے بعد ہاشم نے اپنا فون کھولا اور ماہ رُخ کی چیٹ دیکھنے لگا۔سامنے ہاشم کے چند میسجز شو ہو رہے تھے جن کا جواب ماہ رُخ نے نہیں دیا تھا۔وہ آج صبح سے ایکٹیو نہیں ہوئی تھی اور یہ بات ہاشم کو اب پریشان کر رہی تھی۔وہ کبھی اتنے وقت کے لئے فون کو خود سے دور نہیں کرتی تھی۔

وہ بے بسی سے فون واپس رکھنے ہی والا تھا کہ ماہ رُخ کا ایک میسج موصول ہوا۔

"ہیلو..."

"میں ابھی آپ کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔" اُس کی انگلیاں کی بورڈ پر تیزی سے چلنے لگیں۔

"آج کل صرف میرے بارے میں ہی سوچتے ہیں آپ؟"

"یہی سمجھ لیں۔"

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"یہ تو ہونا ہی تھا..."

"یہ طنز تھا؟"

"یہی سمجھ لیں۔"

"ہاشم..."

"جب میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ موسم ٹھیک نہیں ہے، آپ دوستوں کے ساتھ گھومنے نہ جائیں تو آپ کیوں گئی؟"

ماہ رُخ سمجھ نہ سکی کہ ہاشم کو اُس کے خراب موسم میں جانے سے مسئلہ تھا یا دوستوں کے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ساتھ جانے میں۔

"کیا وہ لڑکا بھی تھا؟" چند لمحے کے توقف کے بعد ہاشم نے میسج بھیجا۔

"کون سا لڑکا؟" وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

"جسے آپ پسند کرتی ہیں..."

چند لمحے ہاشم اُس کے میسج کا انتظار کرتا رہا۔ وہ کچھ لکھتی اور پھر مٹا دیتی۔

"یہی سمجھ لیں۔" اُس نے ہاشم کو چڑھانے کے لئے لکھا تھا۔ وہ ہاشم کے "یہی سمجھ لیں" سے بیزار ہو چکی تھی۔ جس بات کو جواب اُسے نہ دینا ہوتا، تو یہی کہہ دیتا۔

"مجھے کاپی کیا جا رہا ہے؟" وہ بغیر مائینڈ کئے بولا۔

"یہی سمجھ لیں۔"

"آپ آرام کریں، ہم پھر بات کریں گے۔" ہاشم نے میسج لکھ کر بھیجا اور دوبارہ اپنی کتابوں کی جانب متوجہ ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آج سلطان بیگ مجھ سے ملنے آئے تھے۔"وہ کچن میں کھڑی چائے بنا رہی تھی جب احد کو اپنے قریب آتا دیکھ کر اُس نے بتایا۔

"اچھا۔"احد نے جواب میں بس اتنا ہی کہا اور کاؤنٹر کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"میں اُن کے بارے میں غلط نہیں تھی۔"احد نے مائرہ کو کہتے سُنا اور حیرانی سے اُسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟"احد نے پوچھا۔

"وہ کچھ چُھپا رہے ہیں۔"مائرہ نے یونہی چائے میں چمچا ہلاتے کہا۔

"کیا چُھپا رہے ہیں اور کیوں؟"احد نے اضطراب سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی کہ وہ کیا چُھپا رہے ہیں مگر اتنا جانتی ہوں کہ وہ کیوں چُھپا رہے۔"

"کیوں چُھپا رہے ہیں؟"

"وہ امل کے بعد تمہیں کھونے سے ڈر رہے ہیں۔اُن کو لگتا ہے کہ جو وہ چُھپا رہے ہیں،شاید

وہ بتانے سے تم اُن کو چھوڑ دو گے۔"اب وہ چولہا بند کر کے چائے کو کپ میں اُنڈیل رہی تھی۔

"یہ سب اُنہوں نے کہا تم سے؟"احد نے مائرہ کو دیکھتے سوال کیا۔مائرہ نے مُڑ کر اُسے دیکھا اور ہلکا سا مسکرا دی۔

"وہ مجھ سے یہ سب کیوں کہیں گے؟"

"تو پھر تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔وہ مجھے کھونے سے کیوں ڈریں گے بھلا؟وہ تو مجھے پسند بھی نہیں کرتے۔"احد نے نظریں جُھکا کر کہا۔اُس کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ وہ تمہیں پسند نہیں کرتے؟"اب کی بار مائرہ نے احد کو دیکھتے پوچھا۔

"میری وجہ سے اُن کی بیٹی مر گئی۔کیا یہ وجہ کم ہے؟"شہد آنکھوں نے بھوری آنکھوں سے پوچھا۔اُن میں چُھپا کرب آج بھی تازہ تھا۔

"یہی وہ بات ہے جو وہ تم سے چُھپا رہے ہیں۔"مائرہ نے چائے کا ایک کپ احد کی جانب

بڑھایا اور ایک کپ تھامے فریدہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

اُن کو چائے دینے کے بعد جب وہ واپس آئی تو بھی احد یونہی کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ مائرہ بھی اپنی چائے تھامتی اُس کے سامنے کاؤنٹر پر ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

"مائرہ میں تمہاری بات سمجھ نہیں پا رہا۔" احد نے نا سمجھی سے کہا اور چائے کا گھونٹ بھرا۔

"مجھے لوگوں کے چہرے پڑھنے نہیں آتے۔ مگر سلطان بیگ کا چہرہ میں پڑھ سکتی ہوں۔ اُن کے چہرے پر صاف لکھا ہے کہ وہ اصلی وجہ جانتے ہیں کہ مصطفیٰ نے امل کو کیوں مارا اور وہ وجہ تم نہیں ہو احد۔" مائرہ نے اُس کو سمجھانا چاہا۔

"مائرہ میں نے ایک سال اُس کو قید رکھا، صرف یہ سُننے کے لئے کہ اُس نے امل کو میری وجہ سے نہیں مارا مگر اُس کے پاس سُنانے کو کچھ نہیں تھا۔ اگر میں امل کی زندگی میں نہ آتا تو وہ امل کو نہ مارتا۔"

"اب کی بار اُسے ڈھونڈ کر ہم یہ جانے بغیر اُسے نہیں جانے دیں گے کہ اُس نے امل کو کیوں مارا۔" مائرہ نے ایک پختہ عزم کے ساتھ کہا اور چائے کا گھونٹ بھرا۔ اُسے احساس

ہو گیا کہ وہ آج بھی چینی ڈالنا بھول گئی تھی۔ فریدہ بیگم کو شوگر تھی،اس لئے وہ چینی کے بغیر چائے پیا کرتی تھیں۔مائرہ بھی پچھلے دو سال سے پھیکی چائے ہی پی رہی تھی،اُسے خود پھیکی چائے سے کوئی مسئلہ نہیں تھا مگر احد کو یہ پسند نہیں تھی۔

اُس نے نظر اُٹھا کر احد کے کپ کو دیکھا،وہ آدھی چائے پی چکا تھا۔

"لاؤ،چینی مکس کر دوں۔"اُس نے آگے بڑھ کر احد کا کپ تھامنا چاہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔اب تو مجھے بھی عادت ہو گئی ہے۔"

"سوری،بس یاد نہیں رہا۔"مائرہ بے ندامت سے کہا۔

"ارے میں سچ کہہ رہا ہوں۔تم میری خاطر چائے پی سکتی ہو تو میں تمہارے خاطر پھیکی چائے نہیں پی سکتا؟"احد نے سوال کیا،مائرہ دو قدم پیچھے ہو کر دوبارہ کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

"ہم جانتے ہیں کہ اُس نے امل کو کیوں مارا۔"احد نے موضوع وہیں سے جوڑا جہاں سے توڑا گیا تھا۔

"اگر اس کے بعد تم نے یہ کہا تو میں خود پولیس کو بُلوا کر تمہیں اریسٹ کرواؤں گی۔"مائرہ نے غصے سے کہا۔ جب وہ اُسے سمجھا رہی تھی کہ امل کو مارنے کی وجہ وہ نہیں ہے تو وہ کیوں بار بار انکار کر رہا تھا؟"اگر اُسے تم سے بدلہ لینا ہوتا تو وہ مجھے یا ماں کا نقصان پہنچاتا مگر اُس کو سلطان بیگ سے بدلہ لینا تھا۔"اُس نے مائرہ کو کہتے سُنا۔

"شاید اُس نے امل کو اس لئے مارا تا کہ سلطان بیگ مجھے اپنا دشمن سمجھنے لگیں؟وہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہ رہا تھا۔"احد نے مائرہ کو دیکھتے کہا۔اس بات نے ایک بار پھر مائرہ کو سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

اگلی صبح جب وہ دفتر پہنچا تو سلطان بیگ اُس کے کمرے میں بیٹھ کر اُس کا انتظار کر رہے تھے۔یہ آتے ہی اُسے سارہ نے بتایا تھا۔وہ وقت ضائع کئے بغیر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"السلام علیکم۔"داخل ہوتے ہی اُس نے سلام کیا۔سلطان بیگ نے رُخ موڑ کر اُسے

دیکھا۔اُن کی آنکھوں میں آج بھی گہری سوچ تھی۔

"وعلیکم السلام۔"اُنہوں نے جواب دیا اور واپس سیدھا بیٹھ گئے۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"احد نے اپنی کرسی کی جانب بڑھتے محتاط سا پوچھا۔

"یہ سوال کیوں پوچھتے ہو؟"اُنہوں نے احد کو دیکھتے سوال کیا۔احد خاموش رہا۔

"میں تمہاری بیوی سے ملنے گیا تھا،اُس کے ریسٹورنٹ پر۔"چند لمحے گزر جانے کے بعد سلطان بیگ نے بتایا۔

"جی جانتا ہوں۔"احد نے فوراً کہا۔اب وہ اپنی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ تمہارے دوست نے..."احد نے اُن کی بات کاٹی۔

"میرا دوست نہیں ہے وہ۔آپ بات جاری رکھیں۔"سلطان بیگ نے ایک نظر اُسے دیکھا اور اپنی بات دوبارہ سے شروع کی۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ اُس شخص نے امل کو میری دشمنی میں مارا،تمہاری میں نہیں۔اور تو اور،اُس کا کہنا ہے کہ میں امل کے قاتل کو ڈھونڈنا ہی نہیں چاہتا۔"وہ وقفے وقفے سے

بول رہے تھے۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں اور خود امل کو ڈھونڈوں۔ اُسے لگتا ہے کہ تمہارے گھر چھوڑنے کی وجہ میں ہوں۔"

"میں سُن رہا ہوں۔" احد نے نرمی سے کہا اور اُن کو بولتے رہنے کا اشارہ کیا۔

"وہ مجھے اپنا دشمن سمجھتی ہے، اُس نے مجھ سے بہت بدتمیزی کی۔ کیا اسی وجہ سے وہ مجھ سے ملنا چاہتی تھی؟" احد نے اُن کو کہتے سُنا اور سر اُٹھا کو اُن کو دیکھا۔

"میں اپنی بیوی کو جانتا ہوں، وہ کسی سے بدتمیزی نہیں کرتی!" احد نے دو ٹوک کہا۔

"پھر تو میرے یہاں رُکنے کی کوئی وجہ ہی نہیں بنتی۔ وہ بھی یہی کہہ رہی تھی کہ میں جھوٹا ہوں۔ تم بھی یہی کہہ رہے ہو۔" سلطان بیگ نے غصے سے کہا اور اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ احد بھی فوراً کرسی سے اُٹھتا اُن کی جانب بڑھا۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا، آپ بیٹھیں۔" اُس نے شانوں سے پکڑ کر اُن کو کرسی پر بٹھایا اور اُن کے ساتھ والی کرسی پر خود بیٹھ گیا۔

"آپ جانتے ہیں اُس نے مجھے کیا بتایا؟"اب وہ اُن کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"کیا؟"اُنہوں نے سوالیہ نظروں سے احد کو دیکھا۔

"کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔"احد نے دھیما سا کہا۔سلطان بیگ نے سر اُٹھا کر حیرت سے اُسے دیکھا۔

"مجھے بھی حیرت ہوئی تھی مگر پھر غور کرنے پر مجھے لگا کہ وہ غلط نہیں کہہ رہی تھی۔"اب وہ اُن کے ہاتھوں کی جانب دیکھ رہا تھا۔سلطان بیگ خاموش رہے جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوں۔

"اُسے لگتا ہے کہ تم اپنے ضمیر کے نیچے دبے ہو میں تمہیں استعمال کر رہا ہوں۔"چند سانیے بیت جانے کے بعد سلطان بیگ نے کہا۔

"اُسے لگتا ہے کہ میں اپنے ضمیر کے نیچے دب کر استعمال ہو رہا ہوں۔"احد نے اُن کی تصیح کی۔

"اس میں فرق کیا ہے؟"سلطان بیگ نے پوچھا۔

"فرق دل اور دماغ کا ہے۔ کبھی دل سے سمجھنے کی کوشش کریں گے تو سمجھ جائیں گے۔" احد نے جواب دیا۔

"وہ تمہیں مجھ سے بد گمان کرنا چاہ رہی ہے۔ تم میرے خلاف ہو جاؤ گے۔" سلطان بیگ نے کہا۔ یہ خدشہ اُنہیں تب سے لاحق تھا جب سے وہ مائرہ سے ملے تھے۔ کچھ تو عجیب تھا اُس لڑکی میں۔

"آپ مجھے اُس سے بد گمان نہیں کر سکتے۔" احد نے بھی اُسی انداز میں کہا۔

"میں کرنا بھی نہیں چاہ رہا۔" سلطان بیگ نے جیسے ناک سے مکھی اُڑائی۔

"وہ بھی ایسا نہیں کرنا چاہتی۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے، اُن کا فون بجا۔ دوسری جانب سے مالک کی آواز سُنائی دی۔ اُن کو کسی ضروری میٹنگ پر جانا تھا اس لئے احد کو خدا حافظ کہتے وہاں سے نکل آئے۔

گاڑی میں بیٹھ کر بھی اُن کا ذہن پرانی سوچوں میں اُلجھا تھا۔ مصطفیٰ کی آواز اُن کے کانوں میں پچھلے دو سال سے گونج رہی تھی۔

"تم جاننا چاہتے ہو نہ کہ میں نے تمہاری بیٹی کو کیوں مارا؟" یہ وہی دن تھا جو اُس کی قید کا آخری دن تھا۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

"آج پھر سے سلطان بیگ مجھ سے ملنے آیا تھا۔" گھر پہنچ کر فریش ہونے کے بعد باتھ روم سے نکلتے اُس نے مائرہ کو بتایا جو سامنے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اب وہ اُس سے کچھ نہیں چُھپایا کرتا تھا۔

"کیوں؟" مائرہ نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا اور پھر پوچھا۔

"یہ بتانے کہ تم نے اُن سے بدتمیزی کی ہے۔ اُن کو لگتا ہے کہ میں اُن کے خلاف جاؤں گا اور وجہ تم ہو گی۔" اُس نے ڈائریکٹ وہ بات بتائی جس وجہ سے وہ آئے تھے۔

"اُن کو ایسا کیوں لگا؟" مائرہ نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا تم نے ایسی کوئی بات کی تھی؟"

"مجھے یاد ہے، میں نے ایسا کچھ نہیں کہا جس سے اُن کو لگے کہ میں تمہیں اُن کے خلاف کرنا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چاہتی ہوں۔"مائرہ نے ذہن پر زور دیتے کہا۔

"تم نے کیا کہا اُن سے؟ مجھے ایک ایک بات پھر بتاؤ۔"احد مائرہ کے قریب آ کر بیڈ پر بیٹھا۔

"میں نے کہا تھا کہ لوگوں کو ایک بار سائیڈ پر رکھ کر امل کا سوچیں۔"مائرہ نے اپنا کہا گیا جملہ دُہرایا۔

"اور کچھ؟"

"اور یہ کہ میں اُن کی مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

"اور اُنہوں نے کیا کہا؟"

"کہ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اور کچھ؟"ایک بار پھر پوچھا۔

"میں نے کہا کہ..."مائرہ نے حیرت سے احد کو دیکھا۔"میں نے کہا کہ آپ اپنی ہی اولاد کو دھوکہ دے کر اُس سے سچ چُھپا کر آپ قاتل کو نہیں ڈھونڈ سکتے۔"احد کو دیکھتے اُس نے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اپنی بات مکمل کی۔

"دھوکہ۔" احد نے زیرِ لب دُہرایا۔

"کچھ تو ہے جو سلطان بیگ چُھپا رہا ہے۔" مائرہ نے احد کی جانب دیکھتے کہا۔

"وہ جانتے ہیں کہ مصطفٰی نے امل کو کیوں مارا۔"

"مگر وہ مجھے نہیں بتا رہے۔ کیوں؟" احد نے مائرہ کو دیکھا۔

"میں نے ٹھیک کہا تھا احد۔ وہ تمہیں کھونے کے ڈر سے کچھ چُھپا رہے ہیں۔ وہ یہی چُھپا رہے ہیں کہ مصطفٰی نے امل کو کیوں مارا۔" مائرہ نے ایک نتیجہ اُخذ کرتے کہا۔ احد سر جُھکائے کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

آج دوپہر میں بھی سورج نرمی سے روشنی بکھیر رہا تھا۔ اکتوبر کا مہینہ گُزر چکا تھا اور سردیاں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شروع ہو چکی تھیں۔ پرندوں کے گروہوں میں واضح طور پر کمی محسوس کی جا سکتی تھی۔ اُن لوگوں نے جرسیاں پہننا شروع کر دی تھیں جو گرمیوں میں بھی کمبل اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔ کچھ بچے آج بھی آدھے بازوؤں والی شرٹس پہن کر گلی میں کھیل رہے تھے۔

دو بزرگ آپس میں ایک مرغی کو لے کر لڑ رہے تھے۔ ایک بزرگ نے مری ہوئی مرغی ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور سامنے والے بزرگ اور اُس کے ساتھ کھڑے بچے پر چیخ رہا تھا۔ اُس بچے کے ہاتھ میں ایک گیند تھی۔ شاید وہ گیند لگنے سے ہی مرغی کی جان گئی تھی۔ اب دوسرا بزرگ اُس بچے کو کان سے پکڑ کر گھر لے کر جا رہا تھا۔ شاید وہ اُس بچے کا دادا تھا۔ موٹر سائیکلز اور گاڑیوں کا ہجوم معمول کے مطابق ہی تھا۔

ہاشم یہ سارا منظر اپنے چھت پر کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا جب اُسے صدف کی آواز سنائی دی۔ وہ اُسے نیچے آنے کا کہہ رہی تھیں۔ ہاشم کو جب بھی کوئی کام نہ ہوتا تو وہ چھت پر چلا جاتا۔

"جی امی۔" سیڑھیوں سے اُترتے اُس نے آواز لگائی۔

"ادھر آؤ۔" اُنہوں نے ہاشم کو اپنے قریب بلایا۔ اُنہوں نے ہاتھ میں جھاڑو پکڑ رکھا تھا۔

"یہ کرسی پر چڑھ کر پنکھا تو صاف کر دو۔"اُنہوں نے لاؤنج میں لگے پنکھے کی جانب اشارہ کیا۔

"کیا یار امی۔اس کام کے لئے آپ نے مجھے بلایا؟یہ نور بھی تو کافی لمبی ہے اس سے کروا لیتے۔"ہاشم نے بیزاری سے کہا۔

"پورے چار انچ کا فرق ہے۔خاموشی سے پنکھا صاف کرو۔مہمان آرہے ہیں،وہ بھی دو دن رہنے کے لئے۔"صوفے پر بیٹھی نور نے انگلی سے چار بنا کر دکھایا اور اپنی بات مکمل کی۔اس سے پہلے کہ ہاشم جواب دیتا،صدف نے نور کو مخاطب کیا۔

"اُٹھو نور تم بھی جا کر کچن کے نیچے والے کیبن صاف کرو۔"

"امی یقین کریں،مائرہ ہماری کچن میں جا کر کیبن نہیں دیکھیں گی۔"بات پوری کرنے کے ساتھ ہی صوفے سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔جانتی تھی کہ امی کام کے معاملے میں دوسرا موقع نہیں دیتی۔

"ہاں،مگر یہاں کرسی رکھوا کر ضرور دیکھیں گی کہ پنکھے کے اوپر والے حصے میں کتنی مٹی

ہے۔"ہاشم نے منہ بسورتے کہا۔

"صفائی نصف ایمان ہے اور ویسے بھی صفائی ہم اپنے گھر کی اپنے لئے کر رہے ہیں۔اس سے مائرہ کا کیا تعلق؟"صدف نے کہا۔وہ ہاشم کی کرسی کو پکڑے کھڑی تھیں۔ہاشم جواب میں خاموش ہو گیا۔

لاؤنج کا پنکھا صاف کرنے کے بعد صدف اُسے گیسٹ روم میں لے آئیں جو کافی عرصے سے بند پڑا تھا۔

"چلو یہ پنکھا بھی صاف کر دو پھر تم فارغ۔"صدف کو لگا جیسے اُنہوں نے یہ کہہ کر ہاشم کو کوئی خوشخبری سُنائی ہے۔

"امی۔"ہاشم نے کچھ سوچتے اُن کو مخاطب کیا۔

"اگر صفائی ہم اپنے لئے کر رہے ہیں تو صرف اُن پنکھوں کی کیوں کر رہے ہیں جو مہمانوں کو دِکھیں گے؟"ہاشم نے اُن کو تنگ کرنے کے لئے پوچھا۔

"ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے۔یہ پنکھا صاف کرو پھر تمہارے کمرے کا پنکھا صاف کرنے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چلیں گے اور اُس کے بعد..." وہ ابھی بول ہی رہی تھیں کہ ہاشم نے اُن کی بات کاٹی۔

"کیا یار، امی۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔"

کرسی پر چڑھ کر پنکھے کے اوپر والے حصے کو دیکھتے ہی اُس کے لب مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"امی۔" اُس نے صدف کو پکارا۔

"اب کیا ہے۔" صدف نے بیزاری سے پوچھا۔

"یہاں ایک چڑیا کا گھونسلا ہے اور اُس میں دو بچے بھی ہیں۔" ہاشم نے اُن بچوں کو دیکھتے بتایا۔

"اِنہیں آرام سے نیچے اُتار کر کھڑکی کے قریب رکھ دو۔" صدف نے مشورہ دیا۔

"تو ان کی ماں کیسے ڈھونڈے گی ان کو؟" ہاشم نے فکر مندی سے پوچھا۔

"ماں اپنے بچوں کو ڈھونڈ لیتی ہے، تم بس اسے اُتار کر کھڑکی کے قریب رکھ دو۔" ہاشم اُن کی بات مانتا گھونسلے کو آرام سے اُتارنے لگا۔ اب گھونسلا اور اُس میں موجود بچے ہاشم کے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاتھ میں تھے۔ اتنے میں نور گیسٹ روم میں داخل ہوتی دکھائی دی۔

"امی کیبن ہو گئے صاف اور کچھ ہے تو بتائیں۔" اُس نے اپنے دوپٹے کو بازو اور کمر کے گرد باندھ رکھا تھا۔ اچانک اُس کی نظر ہاشم کے ہاتھ میں موجود گھونسلے پر پڑی۔

"یہ کیا ہے؟" اُس نے حیرت اور خوشی کے ملے جُلے تاثرات سے پوچھا اور دیکھنے کے لئے آگے بڑھی۔ چند قدم آگے بڑھ کر ہی وہ دیکھ چکی تھی کہ اُس میں دو بچے موجود ہیں۔

"لاؤ مجھے دو۔" اُس نے تھامنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ ہاشم سہم کر پیچھے ہٹا۔

اور اگلے ہی لمحے۔ اُس کا پاؤں مُڑا اور وہ کرسی سے نیچے کمر کے بل گر گیا۔

دونوں بچے گھونسلے سے نکل کر اُس کی شرٹ پر آ گرے۔ صدف نے نور کو کوستے ایک تھپڑ اُس کے بازو پر لگایا اور ہاشم کی جانب بڑھیں۔

نور بھی آگے بڑھی اور دونوں بچوں کو اُٹھا کر نرمی سے گھونسلے میں رکھا۔ صدف نے ہاشم کو اُٹھا کر وہاں موجود بیڈ پر بٹھایا۔ نور اُن بچوں کو باحفاظت کھڑکی کے قریب رکھ آئی۔

ہاشم پاؤں ہاتھ میں پکڑے کراہ رہا تھا۔

"موچ آ گئی۔" صدف نے فکر مندی سے کہا اور اُس کے پاؤں کو چھُوا، جس سے ہاشم کراہا اور اپنا پاؤں پیچھے کھینچا۔

"اب یہاں کھڑی کیا دیکھ رہی ہو؟ جاؤ فرسٹ ایڈ باکس لے کر آؤ۔" صدف نے تیکھی نظر نور پر ڈالتے کہا۔ نور کچھ بھی بولے بغیر گیسٹ روم سے نکل آئی۔

دس منٹ بعد ہاشم لاؤنج میں بیٹھا فون چلا رہا تھا اور اُس کے پاؤں پر ایک موٹی پٹی بندھی تھی۔ اُس نے پاؤں کو سامنے پڑے میز پر رکھا ہوا تھا جس کے نیچے ایک چھوٹا کُشن رکھا گیا تھا۔

اُس نے ایک تصویر بنائی اور ماہ رُخ کو بھیج دی۔

"اللہ... یہ کیا ہوا؟" اُس نے تصویر دیکھتے ہی بے چینی سے پوچھا۔

"کرسی سے گرا ہوں... میرا مطلب گرایا گیا ہوں۔" اُس کے ہاتھ کی بورڈ پر چل رہے تھے اور نور کچن میں کھڑی اُس کی انگلیوں کی حرکت کو با آسانی دیکھ سکتی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوہ... اب کیسے ہیں آپ؟ زیادہ درد ہے کیا؟" اُس نے وقفے وقفے سے دو میسج بھیجے۔

"بہت زیادہ۔" ہاشم نے رومن میں لکھتے زیادہ کے آگے چھ اے ڈالے تھے۔

"ڈاکٹر کو چیک کروالیں نا۔"

ساتھ ہی ماہ رُخ کی کال آنے لگی۔ ہاشم نے سر اُٹھا کر سامنے دیکھا۔ کچن کے دروازے کی آڑ میں چُھپی نور اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ہاشم اُسے دیکھ کر پھیکا سا مسکرا دیا لیکن وہ نہیں مسکرائی۔

وہ کچن سے نکلی اور لاؤنج میں آ کر اُس کے قریب کھڑی ہو گئی۔ جُھک کر ہاشم کے فون کو دیکھا تو سامنے ماہ رُخ کی کال شو ہو رہی تھی۔

"یہ کیا سین ہے؟" وہ اُس کے ساتھ جُڑ کر بیٹھی اور سرگوشی میں پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" ہاشم نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔

"مجھے بتا دو۔ کیا پتہ میرے ساتھ ہی تمہارا بھی رشتہ پکا کر دیا جائے۔" وہ دھیما دھیما بول رہی تھی تاکہ کچن میں کھڑی صدف تک اُن کی آواز نہ جائے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم پاگل ہو کیا؟"ہاشم نے ہاتھ اپنے دماغ تک لے جا کر اشارہ کیا۔"وہ بس میری دوست ہے۔"

"لڑکا اور لڑکی چاہ کر بھی کبھی دوست نہیں رہ سکتے..."

ہاشم چند لمحے کے لئے خاموش ہو گیا۔

"تو تم دیکھ لینا۔ ہم دونوں ہمیشہ دوست رہیں گے۔"

اس سے پہلے کہ نور اُس کا جواب دیتی۔ کچن سے صدف کی آواز سُنائی دی تو وہ فوراً اُٹھ کر اُن کی جانب بڑھ گئی۔

"مرضی ہے بھئی۔"جاتے جاتے اُس نے ہاشم کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ لگے رہو۔

ہاشم دوبارہ فون میں مصروف ہو گیا۔ سامنے ماہ رُخ کے بے تحاشہ میسجز دکھ رہے تھے۔

ایک بار نور کا جملہ ذہن میں آیا جسے اُس نے فوراً جھٹک دیا۔ کیا دنیا میں ایک وہی لڑکا رہ گیا تھا جسے ماہ رُخ پسند کرے...

"ماہ رُخ۔"اُس نے ماہ رُخ کا نام لکھ کر بھیجا۔

"جی جی۔" فوراً جواب موصول ہوا۔

"ایک تو آپ کے ساتھ پرینک بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ فوراً سنجیدہ ہو جاتی ہیں۔"

"میں آپ کو لے کر سنجیدہ ہو جاتی ہوں ہاشم۔ اور پرینک کیسا؟؟؟" اُس نے تین سوالی مارک لگا کر بھیجے۔

"میرا پاؤں بالکل ٹھیک ہے۔ بس مہمان آ رہے تھے، اس لئے امی نے مجھے پنکھے صاف کرنے کی ڈیوٹی دی تھی۔ میں غلطی سے کرسی سے گر گیا اور مجھے پنکھا صاف نہ کرنے کا بہانہ مل گیا..." یہ لکھنے کے ساتھ مسکراہٹ بھی اُس کے لبوں سے جُدا نہیں ہو رہی تھی جسے کچن میں کھڑی نور با آسانی دیکھ سکتی تھی۔

"ہاشم... آپ بھی نا!" دوسری جانب سے لکھ کر بھیجا گیا۔

ساتھ ہی ماہ رُخ نے ریسینٹ ایپس اوپن کئے تو سامنے گوگل دکھ رہا تھا۔ جس سے ابھی وہ پاؤں کی موچ ٹھیک کرنے کے طریقے پوچھ رہی تھی۔ وہ بے ساختہ ہنس دی، ایک ہاتھ سے منہ پر آتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا اور ریسینٹ ایپس کلیئر کرنے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاشم کچھ لکھ ہی رہا تھا کہ کچن سے صدف کی آواز سُنائی دی۔

"ہاشم، تم سارا سامان تو لے آئے تھے۔ کولڈ ڈرنکس لانا بھول گئے۔" وہ اپنے سامنے بکھرے سامان کو دیکھ رہی تھیں۔ یہ سامان ہاشم صبح ہی لے آیا تھا مگر صدف صفائی میں مشغول تھیں اس لئے ابھی کھول کر دیکھا تھا۔

"امی، میں نے سوچا کہ سردی ہے تو کون ہی پیے گا۔" ہاشم نے بھی لاؤنج میں بیٹھے جواب دیا۔

"جو تمہیں لکھ کر دیا جائے وہ لے آیا کرو۔ اتنا سوچا نہ کرو۔" صدف نے بیزاری سے کہا۔

"گُھٹنے میں درد ہو گی۔" پاس کھڑی نور نے جملہ مکمل کیا جس کے بدلے میں اُسے سر پر ایک تھپڑ موصول ہوا تھا۔

"ابا کو فون کر کے کہہ دو کہ کولڈ ڈرنکس لے آئیں۔" صدف نے کچن سے آواز لگائی۔

"امی، یہاں قریب ہی تو ہے عامر کی دوکان۔ میں لے آتی ہوں۔" نور نے فوراً مشورا دیا۔

صدف نے اُسے گھورا تو وہ خاموش ہو گئی۔ اب ہاشم لاؤنج میں بیٹھا ابا کے نمبر پر فون کر رہا

تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

تین سال، تین ماہ قبل:

"یہ کسی کی چال ہے۔ مصطفیٰ ایسا نہیں کر سکتا۔" اُن تصویروں کو دیکھتے احد نے محویت سے کہا۔

"تمہیں اب بھی کوئی شک ہے؟" سلطان بیگ نے آگے بڑھ کر بے چینی سے پوچھا۔

"دنیا میں کوئی بھی امل کا قاتل ہو سکتا ہے۔ مصطفیٰ کمال نہیں!" احد اپنی دُھن میں کہہ رہا تھا۔

"یہ بتاؤ کہ وہ کہاں ہو گا۔" سلطان بیگ نے چیخ کر پوچھا۔

"یہ کسی کی چال ہے۔" وہ اُن کی نہیں سن رہا تھا۔ بس اپنی کہہ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم بتاؤ۔" وہ اُس کے گریبان کی جانب لپکے تھے۔

"وہ عموماً اس وقت اپنے کیفے میں ہوتا ہے مگر..." اُنہوں نے احد کو کہتے سُنا اور اُس کی بات ختم ہونے سے قبل ہی دروازے کی جانب بڑھے۔ احد بھی اُن کے ساتھ نکلا۔

ابھی وہ گیٹ سے نکل ہی رہے تھے کہ سامنے سے اُن کو مصطفٰی آتا دکھائی دیا۔ وہ اُس کو دیکھ چکے تھے مگر اُس نے اُن کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے فون میں لگا سر جُھکا کر چل رہا تھا۔ یکدم اُس کی نظر سامنے پڑی، گیٹ کے قریب سلطان بیگ اور احد کھڑے تھے۔ وہ ایک لمحے میں سمجھ گیا کہ وہ یہاں کیوں ہیں۔

اُس نے پیچھے مُڑ کر بھاگنا چاہا مگر اُس سے قبل ہی سلطان بیگ کے گارڈز اُس کو گردن سے دبوچ کر پکڑ چکے تھے۔

پورے محلے میں خاموشی تھی۔ کوئی بھی مصطفٰی کو دیکھنے کے لئے وہاں موجود نہیں تھا جب سلطان بیگ کے گارڈز اُس کو گھسیٹ کر اُسی کے گھر لے کر جا رہے تھے۔

صحن میں پہنچتے ہی گارڈز نے مصطفٰی کو دھکا دے کر گرایا اور سلطان بیگ کے اشارے پر

پستول اُن کی جانب بڑھایا۔

"میں اپنے دشمن کو کلمہ پڑھنے کی محلت نہیں دیتا۔" پستول اُس پر تانتے سلطان بیگ نے کہا۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے۔" احد اب اُن کے سامنے ایک دیوار کی طرح حائل ہو گیا۔

"یہ تصویریں تمہارے اسٹور روم میں کیسے آئی؟" احد نے مصطفیٰ کی جانب رُخ کرتے پوچھا۔ آنکھوں کا کرب واضح تھا۔ مصطفیٰ کچھ نہیں بولا بس خاموش رہا۔

"ہٹو میرے راستے سے۔" سلطان بیگ نے احد کو دھکا دیتے راستے سے ہٹایا اور ایک لات مصطفیٰ کے پیٹ میں دے ماری۔

"اب بھونک کیوں کیا تو نے یہ سب۔" سلطان بیگ نے طیش سے کہا۔ وہ پھر بھی خاموش رہا۔

اگلا حملہ اُنہوں نے پستول کے دستے سے اُس کے سر پر کیا جس سے خون بہنے لگا۔ مصطفیٰ نے سر اُٹھا کر اُن کو دیکھا اور دوسری نظر احد پر ڈالی۔ احد نے آگے بڑھ کر مصطفیٰ کو اُٹھانا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چاہا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"وہ چیخا تھا۔

تبھی اُس نے مصطفٰی کو انگلی سے خود کی جانب اشارہ کرتے دیکھا۔ سلطان بیگ نے نا سمجھی سے احد کو دیکھا۔ وہ بھی حیرت سے مصطفٰی کو دیکھ رہا تھا۔

"اس کے کہنے پر۔"وہ ہمت کر کے بولا۔ احد نے جھٹکے سے مصطفٰی کو چھوڑا۔ سیکنڈ کے دسویں حصے میں ہی اُس کا رنگ اُڑ چکا تھا۔ اُس کی زمین ہِل گئی تھی۔

"تمہیں کسی نے دھمکایا ہے؟"احد نے ہمت کر کے کہا۔ اُس کے دل نے دماغ کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ دماغ دھوکے کو قبول کر چکا تھا۔ مگر دل... دل ماننے سے انکاری تھا۔ اور احد... وہ تو دل کا مسافر تھا۔ اُسے ہر حال میں دل کی سُننا تھی۔

"میرے پاس ایسا کچھ نہیں بچا احد کہ مجھے دھمکایا جا سکے۔" مصطفٰی نے جواب دیا۔ احد کے کچھ کہنے سے قبل ہی سلطان بیگ نے اُسے ہاتھ سے پکڑ کر پیچھے کیا اور مصطفٰی نے اپنی بات جاری رکھی۔

"یہ آپ سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ میں اس کا دوست تھا تو اس نے میرا استعمال کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس نے آپ کو دھمکی دے کر امل کو اکیلا بھجوا دیا ہے۔ میرے پاس آج ہی موقع ہے یہ کام کرنے کا۔"

اُس کا ایک ایک لفظ احد کی روح کو جلا رہا تھا۔ وہ اندر سے ٹوٹ چکا تھا... جیسے کوئی مضبوط رشتہ ریت کی دیوار نکلا ہو۔ دھوکہ اوروں سے نہیں بلکہ اُس سے آیا تھا جسے وہ اپنا سایہ سمجھتا تھا۔ وہ شخص جو ہر راز میں شریک تھا، ہر درد کا گواہ، ہر خاموشی کا ترجمان... جب وہی پیٹھ پیچھے وار کرے تو زخم خنجر کا نہیں، یادوں کا ہوتا ہے۔ وہ کچھ کہہ نہیں پایا بس ایک سنّاٹا تھا جو اس کی آنکھوں میں اتر آیا۔ دل جیسے خود کو ملامت کر رہا ہو۔ محبت، اعتبار، قربت... سب سوال بن کر کھڑے تھے اور اُس کے پاس کسی سوال کا جواب نہ تھا۔

وہ حیرت و خوف کے ملے جُلے تاثرات سے سلطان بیگ کو دیکھ رہا تھا۔ کیا وہ اُس کی بات پر یقین کر رہے تھے؟ ایک جھٹکا اُس کے اپنے وجود سے ہو کر گزر چکا تھا۔ اس سب کی توقع

وہ خواب میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔اُس کا دوست ؟ مصطفٰی ایسا کر سکتا تھا؟

سلطان بیگ نے مصطفٰی کو گریبان سے تھاما اور اُسے لئے آگے بڑھے۔احد بھی اُن کے ساتھ چل رہا تھا۔چلتے چلتے وہ اُس اسٹور روم میں پہنچے جہاں مصطفٰی نے وہ تصویریں لگا رکھی تھی۔اُنہوں نے مصطفٰی کو دھکا دیا۔اُس کا سر سامنے بورڈ کو جا لگا اور اُس سے نکلتا خون احد اور سلطان بیگ کی تصویروں پر لگ گیا۔

"اگر میں یہ دیکھ کر نہ جاتا تو شاید ایک لمحے کے لئے تجھ پر یقین بھی کر لیتا۔"اُنہوں نے بورڈ کو دیکھتے کہا اور احد نے اُن کو حیرت سے دیکھا۔وہ اُن کا ہی بیٹا تھا،وہ اُس پر کیسے شک کر سکتے تھے؟احد نے یہ کیسے سوچ لیا کہ وہ مصطفٰی کی سنائی گئی من گھڑت کہانی کو سچ مان لیں گے؟

مصطفٰی وہیں بیٹھا گہرے سانس لے رہا تھا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔"اُس نے پھر سے کہنا چاہا مگر اب کی بار الفاظ نے ساتھ نہیں دیا۔

سلطان بیگ نے قریب رکھی شیشے کی بوتل اُٹھا کر اُس کے سر میں دے ماری جو نا جانے

اُس نے یہاں کب اور کیوں رکھی تھی۔

"میں مرتے دم تک سچ بولتا رہوں گا اور سچ یہی ہے کہ میں نے یہ سب احد کے کہنے پر کیا تھا۔" وہ بار بار یہی جملہ دُہرا رہا تھا اور احد قریب بالکل ساکت کھڑا تھا۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیسا ردِ عمل دے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب بھی ہو سکتا ہے۔

اُس نے فون نکال کر دیکھا، مائرہ کی بے شمار کالز آ چکی تھیں۔ وہ سلطان بیگ کے گھر پر اُس کا انتظار کر رہی تھی۔

"میں تھوڑا مصروف ہوں۔ تم کیب کروا کر چلی جاؤ۔" اُس نے میسج لکھ کر بھیجا اور فون جیب میں رکھ دیا۔ یہ دیکھے بغیر کہ مائرہ نے کیا جواب دیا۔

"تمہارے سچ یا جھوٹ سے میری بیٹی واپس نہیں آئے گی، مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا مگر تمہیں مار کر مجھے ذہنی سکون رہے گا کہ میں نے اپنی بیٹی کا بدلہ لے لیا۔" سلطان بیگ نے ایک بار پھر ٹریگر اُس پر تان لیا۔

"مگر مجھے پڑتا ہے۔" احد نے اُن کو پستول کو تھام کر رُخ نیچے کی جانب کیا اور اُن کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آنکھوں میں جھانکتے کہا۔

"جب تک یہ نہیں بتائے گا کہ اس نے امل کو کیوں مارا تب تک میں اس کو مرنے نہیں دوں گا۔" اُس نے ایک عزم لئے کہا۔ وہ شاک کے عالم سے نکل چکا تھا۔ اب وہ فیصلہ کر رہا تھا۔

"اور تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے؟" سلطان بیگ اُس پر بھی چیخے تھے۔

"امل کا بھائی۔"

"اور قاتل۔" مصطفٰی نے جملہ مکمل کیا جس کے جواب میں احد نے اُس کے پیٹ میں لات ماری تھی۔ درد سے مصطفٰی کراہا اور احد نے اپنی آنکھیں موند لی۔ اُس نے اپنے ہی دوست کو مارا تھا، اس بات نے اُسے اندر سے ہلا ڈالا تھا۔

"مجھے تم سے فرق نہیں پڑتا۔ تم دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔" سلطان بیگ نے پھر اُسی لہجے میں کہا۔

"میں نہیں جاؤں گا، آپ جانتے ہیں۔" احد نے جواب دیا۔

"احد، میرے ایک اشارے سے تمہیں باہر پھینک دیا جائے گا۔" کہنے کے ساتھ اُنہوں نے ایک نظر اپنے گارڈز کو دیکھا۔

"میں بھی یہیں کھڑا ہوں، آپ جو کر سکتے ہے کر لیں۔" اُس نے ہاتھ باندھ لئے۔

"مجھے یقین تھا کہ میرا دوست مجھے مرنے نہیں دے گا۔ میں نے بھی تو اس کی خاطر اتنا بڑا رسک مول لیا تھا۔" مصطفٰی کی آواز ایک بار پھر اُس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اُس کا دل چاہا کہ پستول کی ساری کی ساری گولیاں اُس کے سینے میں اُتار دے مگر اُسے صبر سے کام لینا تھا۔

"آپ اس شخص کو اتنی آسان موت دیں گے؟ میں چاہتا ہوں کہ یہ روز تڑپے۔" اب کی بار احد نے سلطان بیگ کو قائل کرنے کے لئے بات کا رُخ بدلا اور سلطان بیگ کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ کیا وہ امل کے قاتل کو اتنی آسانی سے جانے دے سکتے ہیں؟

"اِسے میری گاڑی میں ڈالو۔" چند لمحے گزر جانے کے بعد سلطان بیگ نے گارڈز کو اشارہ کیا اور گیٹ کی جانب بڑھے۔ وہ فیصلہ کر چکے تھے کہ اس شخص کو اتنی آسان موت نہیں دیں

گے۔

مصطفٰی کو گاڑی میں ڈالتے ہی اُنہوں نے زن پر گاڑی دوڑالی۔ احد کی گاڑی اُن کا پیچھا کر رہی تھی۔

گاڑی ایک سنسان جگہ پر فارم ہاؤس پر جا رکی جو سلطان بیگ کا تھا۔ گارڈز اُس کو پکڑتے گھسیٹ کر اندر لائے۔ احد بھی اُن کے ہمراہ چل رہا تھا۔

"جب تک یہ زندہ رہے گا تب تک تمہاری سزا بھی ختم نہیں ہو گی احد۔" اُنہوں نے احد کو دیکھتے تنبیہ دی۔

"میری سزا؟" احد نے نا سمجھی اور حیرانی سے پوچھا۔

"میں تم پر اتنا بھروسہ کر رہا ہوں کہ اس نے تمہارے کہنے پر امل کو نہیں مارا مگر اس نے امل کو تمہاری وجہ سے مارا ہے اور یہ بات میں ساری زندگی یاد رکھوں گا۔" وہ سانس لینے کو رُکے اور اُنگلی سے احد کے سینے کو دستک دی۔ "کہ تم احد... تم ہماری خوشیاں کھا گئے۔ تم میری بیٹی کو کھا گئے احد۔ تم ہماری زندگی میں نہ آتے تو آج میری بیٹی زندہ ہوتی۔" وہ

ایک ایک لفظ چُبا کر ادا کر رہے تھے جو احد کے دل کو چھلنی کر رہے تھے۔ وہ اتنا کہتے اندر کی جانب بڑھ گئے مگر احد وہیں شل کھڑا رہا۔

"اگر میں امل کی زندگی میں نہ آتا تو آج وہ زندہ ہوتی۔" اُس نے زیرِ لب سلطان بیگ کا کہا گیا جملہ دُہرایا۔

اور یہ وہ لمحہ تھا... جب احد سلطان کو یقین ہو گیا کہ اگر وہ امل کی زندگی میں نہ آتا تو آج وہ زندہ ہوتی۔ اگر مصطفٰی کی اُن سے کوئی دشمنی ہوتی تو وہ بتا دیتا مگر اُس کی دشمنی احد سے تھی۔ مگر کیوں؟ اس کیوں نے احد کی زندگی کا سُکھ چھین لیا تھا۔

Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

جب وہ اندر داخل ہوا تو گارڈز مصطفٰی کو ایک تہہ خانے میں لے جا کر زنجیروں سے باندھ رہے تھے۔ احد نے آس پاس نظر دوڑائی اور حیرانگی سے سلطان بیگ کو دیکھا۔

"آپ پہلے بھی یہاں کسی کو باندھ کر رکھ چکے ہیں؟"اُس نے پوچھا مگر سلطان بیگ نے کوئی جواب نہیں دیا۔اس کے بعد احد بھی کچھ نہیں بولا۔

"کیا میں اس سے اکیلے میں بات کر سکتا ہوں؟"اُس نے سلطان بیگ سے اجازت چاہی۔وہ خاموشی سے گارڈز کے ہمراہ اوپر چلے گئے اور دھڑام کی آواز سے دروازہ بند کر دیا جو وہاں سے نکلنے کا واحد راستہ تھا۔

"تم نے ایسا کیوں کیا؟"احد نے پھر سے وہی سوال کیا۔

"تمہارے کہنے پر۔"مصطفٰی نے پھر سے وہی جواب دیا۔

"تم نے یہ سب میری دشمنی میں کیا ہے مگر کیوں؟میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟"احد نے ملال سے سوال کیا۔مصطفٰی نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

"بتا دیا تو بھی مارا جاؤں گا،خاموش رہا تو بھی مارا جاؤں گا۔"اُس نے چند لمحے بیت جانے کے بعد کہا۔

"تم ایک ہی بار میں آزاد ہونا چاہتے ہوں یا ہر روز مرنا چاہتے ہو؟"احد کا لہجہ اب پہلے سے

سخت تھا۔"یہ بتائے بغیر تمہیں موت بھی نہیں آئے گی کہ تم نے امل کو کیوں مارا۔"

"تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا۔" مصطفٰی نے بولنا شروع کیا۔

"کیسا دھوکہ؟"احد نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں نے تمہارے کہنے پر امل کو مارا اور تم اب سارا الزام مجھ پر ڈال رہے ہو۔ کیوں؟"وہ اب بھی اِسی بات پر ڈٹا تھا۔احد نے بائیں ہاتھ سے ایک تماچہ اُس کے گال پر دے مارا۔

"بکواس نہیں کرو۔"وہ چیخا تھا۔

"تم نے اچھا نہیں کیا،احد۔"اُس کی آنکھیں لال ہو چکی تھیں۔

"تم مجھے پل پل کی خبر دیتے رہے ہو۔تم میرے کیفے آئے تھے آج سے ایک سال پہلے۔ یاد ہے یا بھول گئے؟"وہ سانس لینے کو رکا۔

"تم نے کہا تھا کہ تم اپنے باپ سے بدلہ لینا چاہتے ہو۔ پھر تم نے امل کو مارنے کا سوچا چونکہ سلطان بیگ جانتے تھے کہ تم اُن کو پسند نہیں کرتے اس لئے..."احد یونہی آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھ رہا تھا۔

"اس لئے تم نے امل سے دوستی کی، سلطان بیگ کو یہ یقین دلایا کہ تم اُس سے سچی محبت کرتے ہو۔ تم نے بہت اچھی اداکاری کی، احد۔"

احد اُٹھ کر کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔ اُس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا اور دماغ ماؤف ہونے کو تھا۔

"پھر تم جب اپنی بیوی کے ساتھ اسپین گئے تو تمہیں لگا کہ یہی وقت ہے امل کو مارنے کا۔ مجھے کوئی جانتا نہیں اور تم ملک میں ہی نہیں۔" وہ بس کہے جا رہا تھا۔

"تم نے میری تصویر..." اُس نے انگلی سے سینے پر دستک دی۔ "میری تصویر اُس بورڈ پر لگا رکھی تھی۔ تمہاری دشمنی مجھ سے تھی۔" احد کہہ رہا تھا مگر مصطفیٰ نے اُس کی بات کو ٹوکا۔

"کیا؟؟" حیرت کے آثار اُس کے چہرے پر واضح تھے۔ "احد تمہاری مجھ سے کیا دشمنی تھی جو تم میری ساتھ ایسا کر رہے؟ تم ایک تیر سے دو نشانے کر چکے ہو، احد۔" اُس نے مصطفیٰ کو کہتے سُنا۔

"میری تم سے دشمنی؟" احد نے اُس کے قریب بیٹھتے پوچھا۔

"تم نے مجھے وہ بورڈ لگانے کو کہا۔ تم نے کہا کہ جب میں بھاگ جاؤں گا تو تم سلطان بیگ کے ساتھ مل کر وہاں چھاپا مارو گے۔ جس سے سلطان بیگ کو وہ تصویریں دیکھ کر یقین ہو جائے گا کہ وہ جو بھی تھا، وہ تمہارا دوست نہیں دشمن تھا۔" وہ ایک لمحے کو رُکا۔ "مگر تم نے مجھے دھوکہ دیا احد۔ تم نے چھاپا مارنے سے پہلے مجھے نہیں بتایا۔" وہ ساری داستان سُنا رہا تھا۔ جانتا تھا کہ سلطان بیگ اوپر کھڑے اُس کی آواز با آسانی سُن سکتے تھے۔

چند لمحے بعد وہ نکل کر باہر آیا تو مصطفیٰ اُس کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرا دیا۔

"میں نے سوچا تھا کہ تمہیں اس کیس میں انوالو کروں گا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے لئے مجھے اپنی جان دینی پڑے گی۔" وہ ہم کلامی کر رہا تھا۔

"چاہے سلطان بیگ مجھ پر یقین نہ کرے مگر بھروسہ وہ اب تم پر بھی نہیں کرے گا۔ مجھے مرنے سے پہلے سکون ہو گا کہ میں نے اپنا بدلہ لے لیا مگر تم دونوں کو یہ سکون کبھی نصیب نہیں ہو گا۔"

"تم جانتے ہو احد، تم مجھ سے کیوں سوال کر رہے ہو؟ کیوں تم چاہتے ہو کہ میں بولوں؟

کیونکہ تم خود جانتے ہو کہ جو سچ میں بولوں گا وہ تمہارے کان نہیں تمہارا ضمیر سننا چاہتا ہے۔ تم سُننا چاہتے کہ میں نے تمہاری بہن کو جس وجہ سے مارا وہ وجہ تم نہیں تھے۔"

وہ اوپر آیا تو سلطان بیگ وہاں ٹہل رہے تھے۔

"ہو چکی بات؟" اُنہوں نے احد کو دیکھتے پوچھا۔

"ہو گئی۔" احد نے کہا۔ اُسے لگ رہا تھا کہ اُس کا سر پھٹ جائے گا۔

"احد اگر اس میں تمہارا ذرا سا بھی ہاتھ ہوا تو میں ان ہاتھوں کو کاٹنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔" وہ انگلی اُٹھا کر احد کو دھمکی دے رہے تھے۔ اُن کے بھروسے کی اینٹ ماند پڑ چکی تھی مگر وہ بھی کیا کرتے۔ ایک اولاد کو کھو چکے تھے، دوسری کو بھی کھو دیں تو کھالی ہاتھ رہ جاتے۔

تہہ خانے میں موجود مصطفیٰ کمال اُن کی آواز سُن سکتا تھا۔

"تم اس کے ہاتھ کاٹو گے سلطان بیگ۔" اُس نے خود کو کہتے سُنا۔ "سلطان بیگ کی نظر میں نہ سہی، تمہاری اپنی نظر میں تم خود کو امل کے مجرم ٹھہراؤ گے احد سلطان کیوں کہ تم اُس کے مجرم ہو اور جب ایسا ہو گا تو تمہارے جینے کا کوئی مقصد نہیں رہے گا۔ اس بوجھ کے تلے

تم بھی مر جاؤ گے۔"

وہ قبول کر چکا تھا کہ وہ جلد از جلد مار دیا جائے گا مگر جینے کے قابل وہ ان کو بھی نہیں چھوڑے گا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

"میں آج گھر نہیں آؤں گا مجھے کچھ کام ہے۔"مائرہ کی بے تحاشہ فون کالز دیکھنے کے بعد اُس نے رات کے گیارہ بجے جواب دیا۔ سلطان بیگ اپنے دو گارڈز کو یہاں چھوڑ کر گھر جا چکے تھے۔ احد فارم ہاؤس سے کچھ فاصلے پر اپنی گاڑی کی بونٹ پر بیٹھا تھا۔ گاڑی میں اُس کا دم گُھٹ رہا تھا۔ میسج دیکھتے ہی مائرہ کی پھر سے کال آنے لگی۔

"احد۔"احد کے فون اُٹھاتے ہی مائرہ نے پکارا۔

"کہاں ہو؟"احد کے جواب نہ دینے پر اُس نے سوال کیا۔

"بِزی ہوں مائرہ۔ صبح تک گھر آجاؤں گا۔"اُس نے انگلی سے آنکھ کا کنارا صاف کرتے کہا۔

"تم ٹھیک ہو؟"مائرہ نے فوراً پوچھا۔ آواز سے وہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔"وہ تحمل سے جواب دے رہا تھا۔ وہ اپنی پریشانی اور صدمے کا غصہ مائرہ پر نہیں نکال سکتا تھا۔

"تم ٹھیک نہیں لگ رہے..."

چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ احد نے جواب نہیں دیا۔

"میں تمہارا انتظار کروں گی۔"اتنا کہہ کر مائرہ نے فون بند کر دیا۔ وہ بھی سمجھ چکی تھی کہ احد کچھ وقت اکیلے گُزارنا چاہتا ہے۔ کیوں؟ وہ نہیں جانتی تھی مگر وہ اُسے وقت دے رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہیں بونٹ پر بیٹھے نا جانے کب فجر کا وقت ہو گیا، اُسے علم ہی نہ ہوا۔ پرندوں کی سرگوشیاں شروع ہو چکی تھیں۔ وہ گاڑی سے اُترا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر رُخ پھر سے فارم ہاؤس کی جانب کر لیا۔

پہنچ کر اُس نے گیٹ پر دستک دی۔ ایک گارڈ نے آ کر گیٹ کھولا اور احد کو سامنے دیکھتے

ہی سائیڈ پر ہو گیا۔

احد اندر داخل ہوا اور تہہ خانے کی جانب بڑھنے لگا۔

"آپ یہاں نہیں جا سکتے۔" ایک گارڈ نے سامنے آ کر اُس کا راستہ روکا۔

"کیوں؟" اُس کے منہ سے نکلا۔

"سلطان بیگ نے منع کیا ہے۔" گارڈ نے بتایا۔

"سائیڈ ہٹو۔" احد نے ایک ہاتھ سے گارڈ کو پیچھے کیا، گارڈ نے اُسے دونوں بازوؤں سے پکڑا۔

پھر اُسے دیکھتے اندر جانے کی اجازت دے دی۔

احد کے جانے کے بعد اُس نے وہیں کھڑے مالک کے نمبر پر فون کیا۔

"ہیلو۔" دوسری گھنٹی پر ہی فون اُٹھا لیا گیا تھا۔

"کیا سلطان بیگ آپ کے ساتھ ہیں؟" گارڈ نے محتاط سا پوچھا۔

"میرے سر پر بیٹھے ہیں۔" مالک نے روکھا جواب دیا۔ "آدھی رات کو تم مجھے فون کر رہے ہو، دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟"

"احد میرے منع کرنے کے باوجود تہہ خانے میں چلا گیا۔" گارڈ نے مالک کو بتایا۔

"اوہ۔" مالک اپنے بستر پر سیدھا ہو کر بیٹھا۔ "تم نے اُسے روکا؟" مالک نے پوچھا۔

"ہاں۔ مگر پھر جانے دیا۔" گارڈ نے بتایا۔

"ریکارڈنگ آن ہے نا؟" مالک نے پوچھا۔

"ہاں۔ احد کو بھنک بھی نہیں پڑی کہ میں نے اُس کی جیب میں کچھ رکھا ہے۔" گارڈ نے بتایا اور فون بند کر دیا۔

فون بند کرتے ہی اُس کی نظر فرش پر پڑی۔ وہاں ایک ننھا سا وائس ریکارڈر گرا تھا جو احد نے گرایا تھا۔ گارڈ وہیں کھڑا ہاتھ مَلتا رہ گیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

تہہ خانے میں صرف اندھیرا تھا۔ احد نے اپنے فون کی فلیش لائیٹ آن کی جس سے مصطفیٰ کا زخمی چہرا قدرے واضح ہوا۔ فلیش لائیٹ کی روشنی سے اُس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اب کیوں آئے ہو؟" مصطفٰی نے زخمی سا مسکراتے پوچھا۔

"تم جانتے ہو کہ میں کیوں آیا ہوں۔" احد نے اُس کی جانب قدم بڑھائے۔

"مجھے کیسے پتہ ہو گا؟" ماتھے کے زخم پر خون جم چکا تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" احد نے اُس کے قریب بیٹھتے پوچھا۔

"تم جیسے دھوکے باز کی موت۔"

"میں دھوکے باز؟" احد نے انگلی سے سینے پر دستک دی۔ آنکھوں میں آنسو واضح تھے۔

"میں دھوکے باز ہوں؟؟ تم نے میری بہن کو مار دیا اور کہہ رہے ہو کہ میں دھوکے باز ہوں؟" احد نے اُس کا گریبان تھامتے کہا۔

"اچھی اداکاری کرتے ہو۔" مصطفٰی نے فقط اتنا کہا۔

اُس کے بعد احد بہت کچھ بولا، بہت کچھ پوچھا، اُس کو مارا بھی۔ مگر اُس نے منہ سے ایک لفظ نہیں نکالا۔

تہہ خانے سے نکلنے کے بعد احد وہاں نہیں رُکا۔ گاڑی میں بیٹھتا سیدھا گھر کے لئے روانہ ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جب گاڑی گھر کے سامنے رُکی تب تک روشنی چاروں اطراف میں پھیل رہی تھی۔اس وقت آسمان گہرا نیلا تھا،ستارے اور سیارے آہستہ آہستہ ختم ہو رہے تھے۔

اُس نے گھنٹی بجانے کی بجائے مائرہ کے نمبر پر فون کیا۔جانتا تھا کہ اس وقت وہ نماز پڑھ چکی ہو گی۔

چند لمحے بعد مائرہ نے گیٹ کھولا اور وہ اُس کے ہمراہ اندر بڑھا۔لاؤنج میں فریدہ بیگم بیٹھی قرآن کی تلاوت کر رہی تھیں اور آسیہ بیگم فجر کی نماز پڑھ کر دوبارہ سونے کے لئے جا چکی تھیں۔احد اُن کو سلام کرتے رُکا نہیں،سیدھا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"کیا ہوا؟"مائرہ نے فوراً اُس کے پیچھے آ کر کمرے میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔

"کچھ نہیں۔"احد نے جواب دیا اور بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"تم ٹھیک نہیں لگ رہے۔"مائرہ نے فکر مندی سے کہا۔

"میرے سر میں درد ہے،میں سونا چاہتا ہوں۔"وہ مائرہ کو دیکھے بغیر بیڈ پر لیٹ گیا۔اس وقت اُس میں مائرہ سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں تھی۔

"چائے بنادوں؟"مائرہ نے پھر سے پوچھا۔احد نے جواب نہیں دیا۔

وہ چند لمحے اُس کے جواب کے انتظار میں وہیں کھڑی رہی پھر آرام سے باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا۔

"احد کو کیا ہوا؟"مائرہ کے لاؤنج میں پہنچتے ہی فریدہ بیگم نے اُس سے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔"مائرہ نے مدھم سا کہا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

وہ اپنے بیڈ پر لیٹا تھا اور ذہن میں ہزار سوچیں اکٹھا جنم لے رہی تھیں۔

مصطفٰی یہ جھوٹ کیوں بول رہا تھا؟اس کیوں کا جواب وہ جانتا تھا۔

مصطفٰی چاہتا تھا کہ سلطان بیگ احد کو اپنا دشمن سمجھیں مگر کیوں؟اس کیوں کا جواب وہ نہیں جانتا تھا۔

وہ مصطفٰی کے ساتھ گزارے لمحوں کو یاد کر رہا تھا۔ایسا کیا ہوا تھا جس سے مصطفٰی اُس سے نفرت کرتا تھا مگر بے سود۔اُسے کچھ بھی ایسا یاد نہیں آیا تھا۔

اُسے لگ رہا تھا کہ اُس نے مزید ذہن پر زور ڈالا تو اُس کے دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی۔

اُس کا ماتھا سرخ ہو چکا تھا اور سر میں اُٹھتی شدید درد نے اُس کے سوچنے کی صلاحیت چھین لی تھی۔

یونہی لیٹے لیٹے نہ جانے کب اُس کی آنکھ لگ گئی، اُسے علم ہی نہ ہوا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

جب اُس کی آنکھ دوبارہ کھلی تو دوپہر کے ایک بج رہے تھے۔ وہ تقریباً سات گھنٹے سویا رہا تھا۔ اُس نے اپنی بائیں جانب نظر دوڑائی۔ مائرہ خاموشی سے بیٹھی اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ہو گئی صبح؟" مائرہ نے اُس کو دیکھتے پوچھا، ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے تھا۔ احد آنکھیں مسلتے اُٹھ بیٹھا اور ایک نظر مائرہ کو دیکھا۔ وہ اب بھی اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"مجھے کہیں جانا تھا۔" احد فوراً بستر سے اُٹھ بیٹھا۔ اسپین سے آنے کے بعد اُس نے ابھی تک آفس جوائین نہیں کیا تھا۔

"کہاں؟" مائرہ بھی اُس کے ساتھ ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"آفس۔"احد نے روانی سے جھوٹ بولا۔

"تم نے دوبارہ جوائین کر لیا؟"مائرہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔"احد مختصر جواب دیتا باتھ روم کی جانب بڑھنے لگا۔

"مگر..."مائرہ نے کچھ کہنا چاہا مگر اُس سے قبل ہی احد باتھ روم کا دروازہ بند کر چکا تھا۔

بیسن کے سامنے کھڑے ہو کر اُس نے آئینے میں سے اپنا عکس دیکھا۔اُس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں اور دماغ کی اُٹھی نسیں ابھی تک واضح تھی۔اُسے لگ رہا تھا کہ اُس کے جسم سے آگ کے انگارے نکل رہے ہیں۔

اُس نے اپنے منہ پر پانی کی چھینٹیں ماریں مگر بے سود۔اُس کا جسم یونہی جل رہا تھا جیسے کسی نے گرم انگاروں پر ڈال دیا ہو۔

وہ نل کو بند کرتا شاور کے نیچے جا کھڑا ہوا اور پانی چلایا۔کچھ ہی لمحوں میں وہ پورا بھیگ چُکا تھا مگر پھر بھی اُس کے اندر کی جلن ختم نہیں ہو رہی تھی۔اُسے اپنا آپ پورا جلتا محسوس ہو رہا تھا۔

باریک آدھے بازوؤں والی شرٹ اُس کے گیلے جسم سے چپک چکی تھی اور ٹھنڈا پانی رواں دواں اُس کے سر پر گر رہا تھا۔

چند منٹ بعد وہ باہر نکلا تو مائرہ کمرے سے جا چکی تھی۔ شاید فریدہ بیگم نے اُسے کسی کام سے بُلایا تھا۔

جب وہ تیار ہو کر لاؤنج میں پہنچا تو اُس کی نظر کچن کی جانب اُٹھی۔ مائرہ اُس کے لئے ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ آسیہ بیگم اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھیں اور فریدہ بیگم نماز پڑھنے میں مصروف تھیں۔

احد خدا حافظ کہتا وہاں سے نکلنے لگا مگر مائرہ کی آواز نے اُسے روکا۔

"احد، ناشتہ کر کے جانا۔" اُس نے کچن سے آواز لگائی۔

"دوپہر میں کون ناشتہ کرتا ہے۔" اُس کی آواز سے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا۔

"جو دوپہر میں اُٹھتے ہیں۔" مائرہ نے نرمی سے جواب دیا اور کچن سے نکل کر لاؤنج میں

پہنچی۔

"اب خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔" اُس نے ایک نظر احد کو دیکھتے کہا۔ احد کچھ کہے بغیر بیٹھ گیا۔

ذہن ابھی بھی کہیں دور اُلجھا تھا۔

ناشتہ کرنے کے بعد وہ گھر سے نکلا تو گاڑی میں بیٹھتے ہی سلطان بیگ کے نمبر پر فون کیا۔

"آپ کہاں ہیں؟" دوسری جانب سے ہیلو سُنتے ہی احد نے پوچھا۔ دوسری جانب سے جواب دیا گیا۔

"آپ وہیں رُکیں، میں آرہا ہوں۔" اتنا کہہ کر اُس نے فون بند کر دیا اور گاڑی کو سڑک پر دوڑا رکھا۔

تقریباً پینتالیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ پھر سے اُسی فارم ہاؤس کے سامنے کھڑا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی سامنے سلطان بیگ اُسے دکھائی دیے۔

"کچھ کہا اُس نے؟" احد نے دیکھتے ہی سوال کیا۔

"بہت کچھ کہا۔" سلطان بیگ کے لہجے میں فرق وہ محسوس کر سکتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اگر آپ کو لگتا ہے کہ امل کو مارنے میں میرا ہاتھ ہے تو ایک لمحے میں مجھے ختم کر دیں۔ میں آپ کو اپنا قتل معاف کرتا ہوں۔" اُنہوں نے احد کو کہتے سُنا۔ اتنا یقین تو وہ اُن پر کر سکتا تھا کہ کم از کم وہ اُس کو امل کا قاتل نہیں سمجھیں گے

"مجھے لگتا نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری امل..." اُنہوں نے احد کو دیکھتے گہری سانس لی۔ "میری امل کے قاتل تم نہیں ہو مگر... مگر میری امل کی موت تم سے منسوب ہے۔" اُنہوں نے اپنی شہادت انگلی سے احد کے سینے پر دستک دی جو احد کو اپنے سینے میں گولی کی طرح محسوس ہوئی۔ مصطفٰی سے ایک بار پھر بات کرنے کے بعد اُن کو اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ احد کا کچھ بھی ہو سکتا تھا مگر دوست اور ہمراز نہیں۔

"اور یہ جانے بغیر کہ اُس کی موت مجھ سے کیسے منسوب تھی، میں اس شخص کو مرنے نہیں دے سکتا۔" احد نے تہہ خانے کی جانب اشارہ کیا۔ "اگر آپ کے دل میں میرے لئے ایک ذرے برابر بھی نرم گوشہ ہے تو اس شخص کی جان نہ لیجئے گا۔"

"وہ نرم گوشہ بھی امل کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔" اُس نے سلطان بیگ کو کہتے سُنا۔

"تو کیا..." احد نے کچھ کہنا چاہا مگر سلطان بیگ نے اُس کو ٹوکا۔

"میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔" احد خاموش ہو گیا۔

"تمہارے لئے میرے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں ہے مگر میں اس شخص کو اتنی آسانی سے نہیں مارنے والا۔ میرا ایک اصول ہے کہ میں اپنے دشمن کو زیادہ تکلیف نہیں دیتا بس کلمہ پڑھنے کی محلت دیے بغیر اُس کا کام تمام کر دیتا ہوں مگر یہ میرا دشمن نہیں ہے، یہ میری امل کا دشمن ہے۔ اس کی سزا مختلف ہو گی۔" سلطان بیگ نے احد کو دیکھتے اپنی بات مکمل کی۔

"اس کی کیا سزا ہو گی؟" نہ چاہتے ہوئے بھی احد پوچھ بیٹھا۔

"یہ تمہیں وقت بتائے گا۔"

"میں انتظار کروں گا۔"

"کیا میں اُس سے بات کر سکتا ہوں؟" چند لمحے بیت جانے کے بعد احد نے پوچھا۔ سلطان بیگ نے اجازت دی اور وہ تہہ خانے کی جانب بڑھا۔

سامنے ہی اُسے مصطفیٰ دِکھا،اُس کی بائیں آنکھ سوجی ہوئی تھی۔اُسے پھر سے مارا گیا تھا۔

"اب بھی وقت ہے بتادو۔تم نے یہ سب کیوں کیا؟"احد نے اُس کے قریب بیٹھتے پوچھا۔

مصطفیٰ نے دھیرے سے اپنی دائیں آنکھ کھولی اور سامنے بیٹھے احد کو دیکھا۔

"تمہارے... کہنے... پر..."اُس نے بمشکل تین الفاظ ادا کئے۔اُس کی حالت دیکھ کر احد اُس پر ہاتھ نہیں اُٹھانا چاہتا تھا مگر تحمل کا مظاہرہ کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

"تم اپنا بیان نہیں بدلو گے؟"اُس نے ایک اور سوال کیا۔

"نہیں۔"جواب ایک حرفی دیا گیا۔

"تو پھر مرو یہیں۔"احد نے چیخ کر کہا اور تہہ خانے سے باہر نکلنے لگا۔

"ہمیں اس کو پولیس کے حوالے کر دینا چاہیے۔"باہر نکلتے ہی اُس نے سلطان بیگ کو دیکھتے کہا۔

"یہ تم کہہ رہے ہو؟"سلطان بیگ نے حیرت سے پوچھا۔

"یوں یہ کچھ نہیں بتائے گا۔شاید پولیس کو کچھ بتادے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں لگ رہا ہے کہ اگر یہ مزید یہاں رہا تو میں اس کی کہی گئی بات کا یقین کر لوں گا؟"

سلطان بیگ نے سوالیہ نظروں سے احد کو دیکھا۔ احد اُن کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

"جس دن آپ کو اُس کی بات پر یقین ہو گیا، اُس دن میں مرنے کو تیار ہوں۔" احد نے ہاتھ باندھ کر اُن کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔

"وہ یہی کہانی جا کر پولیس کو سنائے گا اور دوسرے ہی دن تم سلاخوں کے پیچھے ہو گے۔ وہاں کوئی نہیں جانتا ہو گا کہ تم سلطان بیگ کی اولاد ہو۔" وہ جیسے اُس کی کم عقلی پر افسوس کر رہے تھے۔

"تو کیا آپ مجھے نہیں بچائیں گے؟" احد نے امید سے پوچھا۔ سلطان بیگ نے آنکھوں میں کرب لئے احد کو دیکھا پھر نظریں جُھکا لیں اور اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگے۔

"اگر میرے ان ہاتھوں میں بچانے کی صلاحیت ہوتی تو آج میری امل بھی زندہ ہوتی۔" اُس نے سلطان بیگ کو کہتے سنا۔ وہ خاموش رہا۔ جانتا تھا کہ اُس کا کوئی لفظ بھی اُن کی تکلیف کا ازالہ نہیں کر سکتا تھا۔ جو قیامت اُن پر بیتی تھی وہ صرف وہی جان سکتے تھے۔

جب وہ واپس گھر جا رہا تھا اُس کی نظر روڈ کی سائیڈ پر لگے بورڈ پر پڑی۔ وہاں ایک ریسٹورنٹ بیچنے کا بورڈ لگا تھا۔ احد نے رُخ اُس بورڈ کی سمت کر لیا۔ چند لمحے گاڑی روک کر خود کو پر سکون کیا اور گہرے سانس لیتا گاڑی سے نکلا۔ آنکھوں کی سرخی واضح تھی۔

وہاں ریسٹورنٹ کا اونر موجود نہیں تھا اور لوگوں کی گہما گہمی بھی کافی تھی۔ وہاں پہنچ کر ریسٹورنٹ مینیجر سے بات کرنے پر اُسے علم ہوا کہ اُس ریسٹورنٹ کا اونر اپنے خاندان کے ساتھ چھ مہینے قبل یو کے شِفٹ ہو چکا ہے۔

"تو وہ یہ ریسٹورنٹ بیچنا کیوں چاہتے ہیں؟" چند منٹ کی گفتگو کے بعد احد نے پوچھا اور اطراف میں نظر دوڑائی۔ "جب کہ اس کی سیل بھی اچھی ہے۔"

"اب وہ یو کے میں کوئی کاروبار شروع کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں رہنے والے کے لئے یہ ریسٹورنٹ پرفیکٹ ہے مگر جب وہ اس کی بچت کو یورو میں کنورٹ کرتے ہیں تو کچھ نہیں بچتا۔" وہ لمحے بھر کو رُکا۔ "اور ویسے بھی بھائی، قابلِ اعتبار بندہ آج کل کہاں ملتا ہے۔ وہ خود وہاں رہتے ہیں اور ریسٹورنٹ میرے حوالے کر رکھا ہے۔ میرا بھی ویزا جمع ہے، لگتا گیا تو

میں ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر چلا جاؤں گا۔" مینیجر نے بتایا۔ "پچھلے چھ مہینے سے بیچنے کی کوشش کر رہے ہیں، اب تو قیمت بھی آدھی کر دی ہے مالک نے۔ آپ یوں سمجھیں کہ آپ کو مفت میں مل رہا ہے۔"

مزید چند منٹ معلومات لینے کے بعد احد وہاں سے نکل آیا، یہ کہتے کہ وہ اپنی فیملی کو ساتھ لے کر آئے گا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

جب وہ گھر پہنچا تو فریدہ بیگم اور آسیہ بیگم لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ رہی تھیں۔

"مائرہ کہاں ہیں؟" کچھ دیر اُن کے پاس بیٹھنے کے بعد احد نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں ہے۔" فریدہ بیگم نے جواب دیا اور دوبارہ اپنے ڈرامہ کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ احد خاموشی سے اُٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ آیا۔

کمرے کا دروازہ کھولتے ہی اُسے مائرہ سامنے کھڑکی کے قریب بیٹھی دکھائی دی۔ وہ کھڑکی

سے باہر کسی دوسرے جہان کو دیکھ رہی تھی۔ احد جانتا تھا کہ وہ وہاں صرف تب ہی بیٹھا کرتی تھی جب وہ اُداس ہوتی تھی۔

احد نے اُسے پکارا نہیں، خاموشی سے قدم بھرتا اُس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ مائرہ نے نظر گھما کر اُسے دیکھا۔ احد اُس کی آنکھوں میں آنسو واضح دیکھ سکتا تھا۔

"کیا ہوا مائرہ؟" اُس نے پیشمانی سے پوچھا۔

"احد میں خود کو بہت اکیلا محسوس کرتی ہوں۔" اُس نے احد سے نظریں ملا کر کہا۔ آواز بھاری ہو رہی تھی۔

"تم ماں کے ساتھ کیوں نہیں رہتی؟" احد نے پوچھا۔ پچھلے کچھ دنوں سے وہ نوٹ کر رہا تھا کہ مائرہ زیادہ وقت اپنے کمرے میں ہی گُزارا کرتی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ اگر میں نے اُن کے ساتھ زیادہ وقت گزارا تو وہ بھی مجھے چھوڑ کر چلی جائیں گی۔" اُس نے اپنے دل کی بات احد کو بتائی۔ احد نے آنکھیں بند کر لیں اور گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ کیسے سمجھائے مائرہ کو؟

"ایسا نہیں ہوتا مائرہ۔" چند سانیے بیت جانے کے بعد اُس نے آنکھیں کھولی اور مائرہ کو دیکھتے کہا۔ مائرہ نے جواب نہیں دیا۔ احد کو اچانک کچھ یاد آیا تو مائرہ کا ہاتھ پکڑ کر کُرسی سے اُٹھایا۔

"تمہاری تنہائی کا حل ہے میرے پاس۔ تم بس جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" احد نے کہا۔

"مگر..." مائرہ نے کچھ کہنا چاہا مگر احد اُس کو دھکیلتا باتھ روم کے دروازے تک لایا۔

"جاؤ، جلدی سے فریش ہو کر آجاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" مائرہ کو باتھ روم میں بھیج کر وہ خود لاؤنج میں آ گیا۔

"میں اور مائرہ ایک ریسٹورنٹ دیکھنے جا رہے ہیں۔ کیا آپ ہمارے ساتھ چلیں گی؟" لاؤنج میں پہنچتے ہی اُس نے فریدہ بیگم سے سوال کیا۔

"خریدنے کے لئے؟" فریدہ بیگم نے ڈرامہ روکا اور احد کی جانب متوجہ ہوئیں۔

"جی۔" احد نے سر کو خم دیا۔

"یوں اچانک؟" اُنہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ بس چلیں۔" احد نے کہا۔

"یوں اچھا نہیں لگتا احد۔ ایک بار تم اور مائرہ دیکھ آؤ۔ پھر ہم بھی چلیں گے۔" فریدہ بیگم نے جواب دیا۔ احد اُن کی بات سمجھتا باہر نکل آیا اور گاڑی میں بیٹھ کر مائرہ کا انتظار کرنے لگا۔

اُس نے فون جیب سے نکالا ہی تھا کہ سلطان بیگ کی کال آنے لگی۔

"ہیلو۔" فون کان سے لگاتے ہی اُس نے کہا۔

"کہاں ہو؟"

"گھر، کیوں؟"

"تمہارا دوست تمہیں یاد کر رہا تھا۔ آج کافی خدمت کی ہے اُس کی۔" سلطان بیگ نے ایک کڑوا گھونٹ بھرتے کہا۔

"میرا دوست نہیں ہے وہ!" احد نے اپنے الفاظ پر زور دیا۔

"میں اُس شخص کو زندہ دیکھ کر پل پل تڑپتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کب میرے پستول کا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ٹریگر دَب جائے اور میں ساری گولیاں اُس کے سینے میں اُتار دوں۔"سلطان بیگ کی بے بس آواز سُنائی دی۔

"آپ اُس کو یوں نہیں مار سکتے۔"وہ دبا دبا سا چلایا۔

"جب میں تم پر یقین کر رہا ہوں کہ تمہارا امل کے قاتل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو تم اُس کو زندہ کیوں رکھنا چاہتے ہو؟"اُنہوں نے پوچھا۔

"امل کے قاتل سے نہیں ہے مگر امل کے قتل سے ضرور ہے۔"اُس نے خود کو کہتے سُنا۔

"کچھ دیر پہلے تک تو آپ کہہ رہے تھے کہ اس کو اتنی آسان موت نہیں دیں گے؟"احد نے یاد کروایا۔

"میں..."سلطان بیگ کے بولنے سے قبل ہی احد کو مائرہ نکلتی دکھائی دی تو اُس نے اُن کی بات کاٹی۔

"میں جلد ہی آپ سے ملنے آؤں گا۔"اتنا کہہ کر اُس نے فون بند کر دیا۔

مائرہ نے ایک نظر احد کو دیکھا اور خاموشی سے فرنٹ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اُس نے گلابی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رنگ کا لباس پہن رکھا تھا، چہرہ میک اپ سے پاک تھا۔

"چلیں؟" مائرہ نے سیٹ بیلٹ لگاتے پوچھا۔ احد نے سر کو خم دیا اور گاڑی چلانے لگا۔ مائرہ نے کئی بار پوچھا کہ کہاں جا رہے ہیں مگر احد نے جواب نہیں دیا۔

اُن کی گاڑی ایک خوبصورت ریسٹورنٹ کے سامنے جا رکی۔

"ہم یہاں ڈنر کرنے آئے ہیں؟ مگر ابھی تو شام بھی نہیں ہوئی۔" مائرہ نے احد کو دیکھتے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"تو پھر؟"

"ہم اس ریسٹورنٹ کو پسند کرنے آئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" مائرہ نے ناسمجھی سے احد کو دیکھا۔

"تمہارا شروع سے خواب تھا نا کہ تمہارا اپنا ایک ریسٹورنٹ ہو۔" احد نے یاد کروایا۔

"اوہ۔" مائرہ کے لب سکڑے۔ پھر ہلکا سا ہنس دی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا ہوا؟"احد نے حیرانگی سے پوچھا۔

"وہ خواب تو ماں کے ساتھ ہی دفن ہو گیا تھا۔ مجھے تو یاد بھی نہیں رہا۔"مائرہ نے سر جُھکا کر مدھم آواز میں کہا۔ اُس کی آواز میں چُھپی اُداسی وہ محسوس کر سکتا تھا۔

"مگر مجھے ہمیشہ سے یاد تھا بس ایک مناسب وقت کا انتظار تھا۔"

"مناسب وقت؟"مائرہ نے اُس کے کہے الفاظ دہرائے۔

احد نے کچھ بولنا چاہا مگر سلطان بیگ کے کہے الفاظ اُس کی سماعت سے ٹکرائے۔"میں اُس شخص کو زندہ دیکھ کر پل پل تڑپتا ہوں۔"

"میری پروموشن ہو گئی ہے مگر اب مجھے دوسرے شہر جانا پڑے گا۔"نہ جانے اُسے کیا سُوجھی کہ اُس نے یہ جھوٹ بولا۔

"تو کیا تم چلے جاؤ گے؟"مائرہ نے اداسی سے پوچھا۔

"جانا ضروری ہے۔"احد نے مائرہ سے نظریں ملائے بغیر کہا مگر وہ اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔"اِسی لئے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے خواب کو پورا کرو، اس سے تم تنہا بھی نہیں رہو

گی۔"احد نے نرمی سے کہا۔مائرہ چند لمحے کے لئے خاموش ہو گئی۔

"اب ریسٹورنٹ دیکھ لیں یا گاڑی میں بیٹھے رہنے کا ارادہ ہے؟"احد نے اپنی جانب کا دروازہ کھولتے مسکرا کر کہا۔مائرہ بھی خاموشی سے گاڑی سے نکل آئی۔

ریسٹورنٹ کا ہر کونہ دیکھ کر مائرہ کو اپنے اندر خوشی کی لہر محسوس ہو رہی تھی۔بالکل ایسے ریسٹورنٹ کا ہی اُس نے خواب دیکھ رکھا تھا مگر احد اُسے چھوڑ کر دوسرے شہر چلا جائے گا؟یہ سوچ اُسے اذیت بھی دے رہی تھی۔

"تم کوئی اور جاب نہیں کر سکتے؟"واپس گاڑی میں بیٹھتے ہی اُس نے احد سے پوچھا۔

"تم فی الحال یہ بتاؤ کہ تمہیں ریسٹورنٹ کیسا لگا؟"احد نے موضوع بدلا۔

"اچھا تھا۔"مائرہ نے بس یہی کہا۔نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی تھیں۔

"بس اچھا؟"احد نے پھر سے پوچھا۔مائرہ چند لمحے اُسے محویت سے دیکھتی رہی پھر اپنے دل کی بات کو باہر آنے دیا۔

"بہت اچھا تھا۔بالکل ویسا جیسا میں نے ہمیشہ سے تصور کیا تھا۔"اُس نے تعریف کی۔

"مطلب کہ تم کوئی تبدیلی بھی نہیں کرو گی؟ بچت ہو گی۔" احد نے اُسے دیکھتے ہلکا سا مسکرا کر سوال کیا۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے۔ فرض کرو اگر ہم یہ خرید لیتے ہیں۔" وہ بول رہی تھی جب احد نے اُس کی بات کو ٹوکا۔

"اگر تمہیں پسند آیا تو اس اگر کو نکال دو۔ فرض کرو ہم نے خرید لیا۔"

"ایک بار دیکھنے پر تو ہم یہ ڈیسائیڈ نہیں کر سکتے نا۔"

"فیصلے ایک بار دیکھنے پر ہی کئے جاتے ہیں۔ کسی چیز کو دیکھتے ہی ہمارا دل فوراً ہمیں فتویٰ دیتا ہے۔ وہاں میں بھی ہو سکتا ہے اور نہ میں بھی۔ اُس کے بعد ہم جتنا بھی سوچیں۔ فیصلہ وہی ہو گا جو فتویٰ دل نے پہلی بار دیا ہو گا۔ اگر دل راضی نہیں ہے تو ہزار بار سوچنے پر بھی دل اپنا فیصلہ نہیں بدلے گا۔" احد نے نظریں مائرہ پر مرکوز کر لیں، وہ اُس کی آنکھوں میں موجود اُداسی کو بھانپ سکتا تھا۔ پل بھر کے لئے پھر اپنے فیصلے پر سوچا لیکن امل کا چہرہ آنکھوں میں اُبھرا جس نے اُس کے سوچنے کی صلاحیت چھین لی۔

"فوراً تمہاری فلاسفی شروع ہو جاتی ہے۔"مائرہ نے بیزار ہو کر کہا۔اُس کا موڈ پہلے سے ہی سخت خراب ہو چکا تھا،یہ سوچ کر کہ احد دوسرے شہر جا رہا ہے۔

احد بے مزید کچھ نہیں کہا اور گاڑی زن پر دوڑا لی۔اُن کا سارا سفر خاموشی سے گزرا۔

"اب بتاؤ؟"گاڑی گھر کے سامنے رُکی تو احد نے پوچھا۔

"امی کو بھی ایک بار دِکھا لو پھر جو وہ کہیں۔"اتنا کہہ کر وہ گاڑی سے نکل گئی۔

"سُنو۔"احد نے پکارا۔مائرہ نے پلٹ کر دیکھا۔

"مجھے ایک کام ہے میں بس کچھ دیر میں آتا ہوں۔"اُس نے مائرہ کو بتایا،وہ سر ہلاتی اندر بڑھ گئی۔

چند منٹ کی ڈرائیو کے بعد گاڑی قبرستان کے سامنے رُکی۔وہاں سامنے وہ سلطان بیگ کی گاڑی کھڑی دیکھ سکتا تھا۔وہ گاڑی سے نکلا اور قبرستان کی جانب قدم بڑھائے۔مائرہ کو جب وہ ریسٹورنٹ دِکھا کر واپس آ رہا تھا تو اُسے سلطان بیگ کا میسج موصول ہوا تھا۔

وہ سلطان بیگ کو دور سے ہی دیکھ چکا تھا۔وہ ایک قبر کے قریب کھڑے تھے،ہاتھ پیچھے

Clubb of Quality Content

باندھے، سر جھکائے۔ ان کے وجود سے کوئی گھمنڈ، کوئی جبر نہیں ٹپک رہا تھا۔ وہ ایک شکست خوردہ آدمی لگ رہے تھے جیسے کسی نے وقت کی مہر ان کی پشت پر لگادی ہو۔

احد قریب آیا اور رُک گیا۔ نظر خود بخود قبر کے کتبے پر پڑی۔

"امل سلطان بیگ۔"

ساتھ میں کچھ اور بھی لکھا تھا جسے پڑھ کر احد کا گلا خشک ہو گیا۔

"یہ کیا ہے؟" اُس نے پوچھا، سلطان بیگ نے آہستہ سے نظریں اٹھائیں۔ ان کی آنکھیں سرخ تھیں لیکن آنسو نہ تھے۔ جیسے آنکھیں رونا بھول چکی ہوں۔

"یہ میری زندگی ہے۔" احد لڑکھڑایا جیسے زمین نیچے سے کھسکنے لگی ہو۔

"آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا؟" احد نے پوچھا۔ سلطان بیگ نے قبر کی مٹی کی طرف دیکھا۔

"تاکہ تم دیکھو، خاموشی کیا چھین لیتی ہے۔" ایک لمحے کو ہوائیں رُک گئیں۔ پتے ساکت ہو گئے۔ قبر پر تازہ مٹی تھی۔ پھول ابھی مرجھائے نہیں تھے۔ سلطان بیگ کی زندگی میں وہ

مٹی کبھی خشک نہیں ہو سکتی تھی اور اُس پر ڈالے گئے پھول کبھی مُرجھا نہیں سکتے تھے۔

"اپنے ہی گھر کی باتیں انسان کسی دوسرے شخص کو کیسے بتا سکتا ہے احد؟" اُنہوں نے احد کو دیکھتے سوال کیا، احد اُن سے نظریں نہیں ملا سکا۔

"اگر تم اُس کو نہ بتاتے کہ امل پارٹی پر جا رہی ہے، تو ایسا کبھی نہیں ہوتا۔" وہ دوبارہ سے اپنی نظریں قبر پر جما چکے تھے۔ جس کے نیچے اُن کی بیٹی سو رہی تھی، جس کی ہنسی سُننے کو وہ ترس گئے تھے۔ مگر ابھی ایک لمبی عمر اُن کی گزارنی تھی، اُس ہنسی کو سُنے بغیر۔

"ایک لمحے کے لئے میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے کیے کی سزا دوں۔ مگر وہ..." اُنہوں نے امل کی قبر کی جانب اشارہ کیا۔ "وہ بار بار آ کر مجھ سے کہتی ہے کہ میں تمہیں کچھ نہ کہوں۔" وہ وقفے وقفے سے بول رہے تھے۔ احد نے حیرت سے اُن کو دیکھا اور پھر قبر کی مٹی کو۔

"وہ پاگل چاہتی ہے کہ میں اُس کی جگہ تمہیں دے دوں۔" وہ احد کو دیکھ کر استہزائیہ مسکرائے۔ "تم ہی بتاؤ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟" اُنہوں نے احد سے سوال کیا مگر جواب کا

انتظار کیے بغیر اپنی بات جاری رکھی۔

"سلطان بیگ امل کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔ میرے لئے کوئی دوسرا شخص امل نہیں ہو سکتا۔ امل ایک ہی تھی اور وہ چلی گئی..." وہ لمحے بھر کو رُکے پھر سے احد کو دیکھا۔ "تمہاری وجہ سے وہ چلی گئی۔" اُنگلی سے دستک احد کے سینے پر دی، وہ کچھ نہیں بولا۔

چند لمحے بیت جانے کے بعد امل کے نام کی تختی کو چوم کر وہ چل دیے، ان کے قدموں کی چاپ قبرستان میں گونجتی رہی اور پھر وہ بھی خاموش ہو گئی۔

احد اب بھی قبر کے قریب بیٹھا تھا اور ایک بے آواز ویرانی اس کی آنکھوں میں اتر چکی تھی۔ سلطان بیگ نے اُسے ساتھ چلنے کا نہیں کہا تھا، وہ خود جا چکے تھے۔

"مجھے معاف کر دو، امل۔" وہ اُس کے قریب بیٹھ کر گڑگڑا رہا تھا۔ آنکھ سے کسی بچے کی طرح آنسو بہہ رہے تھے مگر امل نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ امل کا جواب جاننے کے لئے اب اُسے قیامت تک کا انتظار کرنا تھا۔ یہ چھ فٹ کا سفر چھ صدیوں میں بھی تہہ نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ رات شاید سحر تک نہ گزرے۔ یہ خاموشی شاید عُمر بھر کا کرب بن جائے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب ۱۲: زخمِ اعتبار

یعنی جسے دیمک لگی جاتی تھی وہ میں تھا؟

اب آ کے میرا میری طرف دھیان گیا ہے

شام کا وقت ہو رہا تھا۔ نارنجی آسمان پر چاند اور چند تارے نمودار تھے۔ تیز ہوا کے باعث درختوں کے پتوں کی نرم سرسراہٹ ہر طرف گونج رہی تھی۔ بچے گلی میں کرکٹ کھیل رہے تھے۔ کچھ کی مائیں آوازیں لگا رہی تھیں کہ آ کر کھانا کھا لو مگر وہ اپنی دُھن میں ہی لگے تھے۔

اچانک گاڑی کا ہارن بجا تو بچے ایک سائیڈ پر ہوئے۔ ہاشم نے آگے بڑھ کر گیٹ کھولا اور احد کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی۔

سامنے ہاشم، عمار صاحب، صدف اور نور کھڑے تھے۔ ہاشم کے پاؤں پر لگی پٹی اب اتر چکی

تھی۔

پورچ میں گاڑی رکتے ہی احد نے دروازہ کھولا، نیچے اترا اور ہاشم کی طرف بڑھا۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی مگر آنکھوں میں وہ مانوس سی تھکن چھپی تھی۔ جو سفر سے نہیں زندگی سے ہوا کرتی ہے۔

ہاشم آگے بڑھا، گلے ملا، مگر اس کے چہرے پر جذبات سپاٹ تھے۔ نہ بے تکلفی، نہ اجنبیت۔ احد کے بعد پچھلی سیٹ سے فریدہ بیگم نکلیں۔ نرمی سے دوپٹہ سر پر جمار کھا تھا۔

اور پھر دروازہ کھلنے کی آہٹ کے ساتھ مائرہ باہر نکلی۔ سفید دوپٹے کے نیچے ہلکے سبز رنگ کا لباس جو شام کی نارنجی روشنی میں اور بھی مدھم لگ رہا تھا۔ چہرہ پر سکون مگر آنکھوں میں ایک گہری الجھن چھپی ہوئی تھی۔ جیسے وہ کسی دروازے کے سامنے کھڑی ہو جسے کھولنا بھی چاہے اور ڈرے بھی۔

اُس نے سر اُٹھا کر اُس گھر کو دیکھا جہاں سے کبھی اُس کی ماں کو رُسوا کر کے نکالا گیا تھا۔ وہ ہر گِلہ شکوا بھلا کر یہاں آئی تھی مگر نا جانے کیوں یہ بات بار بار دل کو تکلیف پہنچاتی تھی۔

در و دیوار خاموش تھے مگر ماضی کی بازگشت ان کے سنگ مرمر میں دبی ہوئی تھی۔ اُس کی نظر ایک لمحے کو گیٹ پر پڑی جہاں شاید اُس کی ماں آخری بار کھڑی ہوئی تھی۔ خاموش اور تنہا۔

اچانک آنکھ کا ایک کونہ بھیگا مگر مائرہ نے فوراً ہتھیلی سے وہ نمی صاف کر دی۔ اگر آج آنسو بہہ جاتے تو غصہ، دُکھ اور خالی پن سب ظاہر ہو جاتا۔

اُس کا دل چاہا کہ وہ واپس مُڑ جائے مگر اُس سے قبل ہی صدف آگے بڑھیں اور اُسے گلے سے لگایا۔

"تم بالکل مسرت جیسی ہو۔" اُس سے علیحدہ ہو کر ماتھا چومنے کے بعد پہلا تبصرہ صدف نے یہ کیا تھا۔ اُس کے بعد وہ احد اور فریدہ بیگم سے ملیں۔

نور نے بھی جلدی سے آگے بڑھ کر سلام کیا، مائرہ کے قریب آئی اور گرم جوشی سے اُسے گلے سے لگایا۔ مائرہ بھی ہلکا سا مسکرا دی۔

نور سے جُدا ہو کر اُس نے ہاشم کو دیکھا۔ وہ خاموشی سے کھڑا ہو کر اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ایک

لمحے کے لئے دونوں کی بھوری آنکھیں ٹکرائیں اور مائرہ اُس کو دیکھ کر مسکرا دی۔

اتنے میں پیشانی پر ہاتھ کا لمس محسوس ہوا، سر اُٹھا کر سامنے دیکھا تو عمار صاحب کھڑے تھے۔

"خوش آمدید۔" عمار صاحب کی گونجتی آواز ابھری۔

"اپنا گھر سمجھو بیٹا۔" الفاظ سادہ تھے مگر لہجہ برسوں کی دوری کا گواہ۔ مائرہ نے سر ہلایا، ہونٹوں پر ایک مہذب سی مسکراہٹ لائی جو جلد ہی بجھ گئی۔ وہ بس تھوڑی دیر کے لیے اپنے ماموں کی آنکھوں میں دیکھنا چاہتی تھی مگر وہ نظر چرا گئے۔

اور وہ لمحہ... بس وہی لمحہ ان سب کے بیچ ہوا بن کر ٹھہر گیا۔

نہ مکمل اجنبیت، نہ مکمل رشتہ۔ بس ایک خاموش تعارف جیسے ماضی نے حال کو پہچاننے سے انکار کر دیا ہو۔

اُس کے بعد وہ سب اندر کی جانب بڑھے، مائرہ کو اپنا ہر قدم بھاری محسوس ہو رہا تھا۔ ہر قدم پر ماں کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔ وہ اُن کو کیسے بھول سکتی تھی بھلا؟

لاؤنج میں پہنچ کر مائرہ اور فریدہ بیگم سامنے موجود صوفے پر بیٹھ گئیں۔ احد اُن کی دائیں جانب سنگل صوفے پر بیٹھا تھا۔ اُس کے بالکل سامنے ہی عمار صاحب بیٹھے تھے۔ قریب دو کُرسیاں رکھی تھیں جس پر صدف اور ہاشم بیٹھے تھے۔ نور اُن کے قریب کھڑی تھی۔ کبھی احد کو دیکھتی اور کبھی مائرہ کو۔

"آپ کی چھوٹی بیٹی کہاں ہے؟" فریدہ بیگم نے بات کا آغاز کرتے، نرمی سے پوچھا۔

"وہ ٹیوشن گئی ہے، بس آتی ہی ہوگی۔" صدف نے جواب دیا اور پھر مائرہ کو مخاطب کیا۔

"مائرہ بیٹا، آپ کیسی ہیں؟" نرمی سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" مائرہ نے سر ہلاتے، مسکرا کر جواب دیا۔

"احد تم بتاؤ کیسے ہو؟ آفس کیسا جا رہا ہے؟" چند لمحے بیت جانے کے بعد عمار صاحب نے احد کو مخاطب کیا۔

"جی سب بالکل ٹھیک ہے۔ ہم تو بس ویک اینڈ کا انتظار کر رہے تھے تاکہ جلد از جلد آپ سے ملنے آسکیں۔" احد نے مسکرا کر مدھم آواز میں کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہم بھی بس آپ کا انتظار ہی کر رہے تھے۔"

"مائرہ، اگر یہ ہینڈ بیگ آپ کو تنگ کر رہا ہے تو مجھے دے دیں۔ میں اسے اپنی الماری میں سنبھال کر رکھ دوں گی۔" نور نے مائرہ کے بازو کی لگاتار حرکت کو دیکھنے کے بعد کہا۔ کبھی وہ ہینڈ بیگ کو بائیں بازو پر ڈالتی، کبھی دائیں پر۔

"تھینک یو۔" مائرہ نے ہینڈ بیگ اُس کی جانب بڑھا دیا جسے نور فوراً جا کر اپنی الماری میں رکھ آئی۔

"آپ لوگ بھی تھکے ہوں گے۔ فریش ہو جائیں میں کھانے کا بندوبست کرتی ہوں۔" صدف نے کرسی سے اُٹھتے کہا۔ اُنہوں نے احد اور مائرہ کے لئے گیسٹ روم صاف کیا تھا جبکہ فریدہ بیگم کے لئے خدیجہ کا کمرہ خالی کر دیا تھا۔ وہ اپنا سارا ضروری سامان لے کر نور کے کمرے میں شِفٹ ہو چُکی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد وہ کھانا کھانے کے بعد پھر سے لاؤنج میں اکٹھے بیٹھے تھے۔ خدیجہ بھی کھانا

شروع کرنے سے قبل ہی آ گئی تھی۔ فی الحال نور کچن میں چائے بنا رہی تھی اور خدیجہ اُس کے قریب کھڑی تھی۔ اُسے نئے مہمانوں سے شرم آیا کرتی تھی۔ جب بھی کوئی مہمان آتا تو وہ زیادہ دیر اپنے کمرے میں ہی رہتی۔

"نور آپی۔" خدیجہ نے اپنے بالوں کو انگلی میں لپیٹتے مدھم آواز میں نور کو مخاطب کیا۔

"کیا ہے؟" نور نے پوچھا اور چائے میں چمچا ہلانے لگی۔

"مائرہ آپی اچھی ہیں نا۔" اُس نے تبصرہ کیا۔

"تم ملی کب اُن سے؟" نور نے حیرت سے پوچھا۔

"ابھی تھوڑی پہلے ہی تو سلام کیا۔" خدیجہ نے بتایا۔

"اور اتنے سے ہی تم نے اندازہ لگا لیا کہ وہ اچھی ہیں؟" اُس نے ہنس کر پوچھا۔

"تو کیا بری ہیں؟" خدیجہ نے الٹا سوال کیا۔

"اچھی ہیں۔" نور نے چائے کا چولہا بند کرتے جواب دیا۔

"مس بی آئی کے، وہ بھی تو یہی کہہ رہی ہے۔ جسے تم نے ٹوک دیا۔" کچن کے دروازے کے

قریب کھڑے ہاشم کی آواز اُسے سنائی دی۔

"مائیڈ یور اون بزنس، دھوکے باز انسان۔" نور نے ہاشم کو انگلی دکھاتے، منہ بسور کر کہا۔

نظر اُس کے پاؤں تک گئی۔ ہاشم کے گرنے کے بعد گیسٹ روم کا پنکھا نور کو صاف کرنا پڑا تھا۔

"میں تو بس مدد کرنے آیا تھا لیکن لگتا ہے یہاں کوئی نیا ڈرامہ چل رہا ہے۔" ہاشم نے شانے اچکائے اور واپس مڑنے لگا۔

"اچھا نا... سوری۔ ادھر آؤ۔" نور نے فوراً معافی مانگتے شائستہ مزاج میں کہا اور اوپر پڑی ٹرے کی جانب اشارہ کیا۔

"وہ اوپر سے ٹرے اُتار دو۔" ہاشم نے خاموشی سے ٹرے اُتار کر اُسے تھما دیا۔

"اچھا بات سُنو۔" اُس نے نور کو مخاطب کیا۔ "میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ آنٹی پھیکی چائے پیتی ہیں۔ وہ علیحدہ سے بنا لینا۔" نور نے اُس کی بات سمجھتے علیحدہ دیگچی میں چائے بننے کے لئے رکھ دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چھوٹی دنیا تم تو چلی جاؤ۔ مہمانوں کے پاس جا کر بیٹھو۔"ہاشم نے خدیجہ کو مخاطب کیا۔

"میرے جانے سے کیا ہو گا۔"خدیجہ نے دھیما سا کہا۔ہاشم اُس کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔

"یہ نہ سوچو کہ تمہارے جانے سے کیا ہو گا۔یہ سوچو کہ اگر تم نہ گئیں تو تمہارے ہونے کو کون پہچانے گا؟"خدیجہ کے جھکے ہوئے کندھوں پر ہاتھ رکھتے اُس نے کہا۔اُس کی آواز میں اب وہ خلوص تھا جو صرف ایک بڑے بھائی کے لہجے میں ہوتا ہے۔خدیجہ خاموش رہی۔

"یہ دنیا چھوٹی ہو یا بڑی،اپنی جگہ خود بنانی پڑتی ہے۔مہمان ہوں یا زندگی کے راستے۔کوئی آ کر تمہیں نہیں کہے گا کہ آؤ،بیٹھو۔تمہیں خود بڑھنا ہو گا،خود کہنا ہو گا کہ میں یہاں ہوں۔"وہ پل بھر رکا پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ تو اپنے لوگ ہیں۔اگر تم نے ان سے ملنے میں بھی جھجک رہی ہو تو باقی دنیا کا سامنا کیسے کرو گی؟"خدیجہ کی پلکیں لرزیں۔اُس نے ہلکے سے سر ہلایا جیسے وہ خود کو قائل کر رہی ہو۔ہاشم مسکرا دیا۔

"تمہیں لوگوں سے ملنا گھبراہٹ دیتا ہے، جانتا ہوں۔ لیکن ہر بار جب تم کسی سے ہنس کر ملو گی، تم اپنے اندر کی دنیا کو تھوڑا سا بڑا کر لو گی۔" پھر اس نے پیار سے کہا۔

"پھر ہم سب تمہیں بڑی دنیا کہا کریں گے۔" نور نے گفتگو میں حصہ لیا۔

"چلو آج صرف بیٹھ کر سن لینا۔ مگر جب تک ہم سب وہاں بیٹھیں گے، تمہیں بھی ہمارے ساتھ بیٹھنا ہو گا۔ اس طرح کل شاید تم بات بھی کرنے لگو۔ یہی چھوٹے چھوٹے قدم بڑے بن جاتے ہیں۔" اُس نے سمجھایا۔

"مجھے لگا تھا کہ ایسی فلسفانہ باتیں صرف احد ہی کرتا ہے۔" دروازے کے قریب کھڑی مائرہ نے ہاشم کو دیکھتے مسکرا کر کہا۔ ہاشم نے خاموشی سے اُسے دیکھا مگر مسکرایا نہیں۔

"مطلب وہ بھی..." نور اتنا کہہ کر ہنسنے لگی۔ پھر اچانک مائرہ کی موجودگی کا احساس ہوا تو ندامت محسوس ہوئی۔

"آپ یہاں؟ کچھ چاہیے تھا؟" اُس نے بات بدلتے پوچھا۔

"بس یونہی۔" مائرہ نے جواب میں کہا۔

"آپ لوگ باتیں کریں میں لاؤنج میں چل کر بیٹھتا ہوں۔" اتنا کہہ کر ہاشم مائرہ کو کراس کرتا کچن سے نکل کر لاؤنج میں آ گیا جہاں فریدہ بیگم، احد، عمار صاحب اور صدف باتوں میں مشغول تھے۔

"آپ کیا کرتی ہیں؟" مائرہ نے کچن میں داخل ہوتے نور سے پوچھا۔

"میں بی کام کر رہی ہوں، تین ہفتے بعد ایگزامز ہیں۔" نور نے بتایا اور چائے کو کپ میں بھرنے لگی۔

"کون سی یونیورسٹی میں؟"

"بس گھر ہی۔"

"کیوں؟" مائرہ نے پوچھا۔ اُس کے چہرے پر حیرت کے آثار واضح تھے۔

"بس یونہی۔" نور نے مدھم آواز میں کہا۔ اُس نے یہ نہیں بتایا کہ ابا کو اُس کا یونی جانا پسند نہیں تھا۔

"آپ بتائیں، اپنے بارے میں کچھ۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کچھ خاص ہے ہی نہیں بتانے کو۔"

"کچھ عام ہی بتا دیں۔"

"عام بھی نہیں ہے۔"اُس نے شانے اچکائے۔

"چلیں لاؤنج میں چل کر بیٹھتے ہیں۔"نور نے چائے کا ٹرے اُٹھایا اور مائرہ کے ہمراہ لاؤنج میں آ گئی۔

لاؤنج میں پہنچ کر مائرہ اپنی پہلے والی جگہ پر بیٹھ گئی اور نور سب کو چائے تھمانے لگی۔ خدیجہ ابھی تک کچن کے دروازے کے قریب ہی کھڑی تھی۔

"ماں چینی والی چائے نہیں پیتی۔"نور ایک کپ فریدہ بیگم کی جانب بڑھا رہی تھی جب احد نے کہا۔

"جی،ہاشم نے بتایا تھا۔ آنٹی کے لئے خاص پھیکی چائے ہی بنائی ہے۔"نور نے جواب دیا اور کپ فریدہ بیگم کو تھمایا۔

فریدہ بیگم کو اُس کی بات سُن کر حیرانی ہوئی تھی۔ہاشم اتنی چھوٹی بات بھی نوٹ کرے گا؟یہ

اُنہوں نے نہیں سوچا تھا۔ خود اپنے منہ سے اُنہوں نے ہاشم کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ میٹھی چائے نہیں پیتیں۔

"خدیجہ تم وہاں کیوں کھڑی ہو۔" ہاشم نے سب کی خاموشی کا فائدہ اٹھاتے، ایک آواز خدیجہ کو لگائی۔ تاکہ وہ سب کی نظر میں آجائے۔ خدیجہ بھی خاموشی سے آکر صوفے کے قریب کھڑی ہو گئی۔

"یہاں آجاؤ، بیٹا۔" فریدہ بیگم نے اپنے ساتھ اُس کی جگہ بناتے کہا۔ وہ آکر اُن کے قریب بیٹھ گئی۔

"مائرہ، مسرت نے کبھی ہمارا ذکر کیا تھا تم سے؟" اُس بوجھل خاموشی کو توڑتے صدف نے پوچھا۔

"آپ کا اکثر بتایا کرتی تھیں مگر آپ کے بچوں کے ناموں کا اُن کو علم نہیں تھا۔" مائرہ نے جواب دیا۔

"تب ہاشم اور نور دو سال کے تھے اور میں پانچ سال کی۔ جب ماں آخری بار اس گھر میں آئی

تھیں۔"اُس نے سر جُھکا کر جواب دیا۔اُس کے لہجے کی اُداسی وہ محسوس کر سکتے تھے۔مائرہ پانچ سال کی تھی جب مسرت اپنے بھائی کو منانے کے لئے آئی تھیں مگر عمار صاحب نے اُن کو گھر سے نکال دیا تھا۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی مائرہ کہ تم نے میرا مان رکھا اور میرے گھر آئی۔"چند منٹ کی بوجھل خاموشی کے بعد عمار صاحب نے مدھم آواز میں کہا۔

"مجھے بھی یہاں آکر خوشی ہوئی۔میں نے آج اپنی ماں کی آخری خواہش پوری کی ہے۔"

اُنہوں نے مائرہ کو کہتے سُنا۔عمار صاحب نے سر جُھکا لیا جیسے ہمت نہ ہو،اُس کی آنکھوں میں دیکھنے کی۔

"اب ہمیں پُرانے غموں کو بھول کر نئی خوشیوں کی شروعات کرنی چاہیے۔"فریدہ بیگم نے ماحول کے بوجھل پن کو دور کرتے کہا۔

"میں لڑکے والوں کو کل آنے کا کہہ دوں؟"عمار صاحب نے مائرہ کو دیکھتے سوال کیا۔وہ بھی اُن کو ہی دیکھ رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

"جیسے آپ کو مناسب لگے۔"

"چلو پھر یہ طے رہا۔ ہم کل ہی چلیں گے۔" عمار صاحب نے اعلان کیا۔

اُس کے بعد وہ سب بیٹھ کر رات دیر تک باتیں کرتے رہے اور پھر سب اپنے کمروں میں روانہ ہوئے۔ اُن کو کل صبح جلدی اُٹھنا بھی تھا۔ عمار صاحب، تیمور کے ابا کو فون کر کے اپنے آنے کی اطلاع دی چکے تھے۔ کل کا دن بہت مصروف ہونے والا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

ایک نرم و ملائم صبح کا آغاز ہوا تھا۔ گزشتہ رات کی ہلکی سی بارش کے بعد فضا میں تازگی اور نمی محسوس ہو رہی تھی، جو سانسوں کو نرم و تر کر دیتی تھی۔ درختوں کے سرسبز پتوں پر چھوٹے چھوٹے موتی جیسے پانی کے قطرے ابھی بھی جھلملاتے ہوئے ٹھہرے تھے جو دھیرے دھیرے زمین کی طرف بہہ رہے تھے۔

عمار صاحب اپنے کمرے میں کھڑے تیار ہونے کے بعد پرفیوم لگا رہے تھے اور صدف اپنے بال بنا رہی تھیں۔ احد اور فریدہ بیگم لاؤنج میں تیار بیٹھے تھے۔ نور گیسٹ روم میں بیٹھی

مائرہ کی تیار ہونے میں مدد کر رہی تھی۔

"مائرہ آپ کا اتنا خوبصورت ڈریس ہے،اس کے ساتھ میچنگ نیل پالش لگانے سے کیا مسئلہ ہے؟"نور نے مائرہ سے کہا۔وہ پچھلے دس منٹ سے مائرہ کو میک اپ کرنے کے لئے قائل کر رہی تھی۔مگر مائرہ کا ایک ہی جواب تھا کہ اُسے میک اپ پسند نہیں ہے۔اب وہ اُسے کم از کم نیل پالش لگانے کے لئے منا رہی تھی۔

"اب میری عمر کافی ہو گئی ہے،نیل پالش اچھی نہیں لگے گی۔"اُس نے مائرہ کو کہتے سُنا اور حیرت سے سر سے لے کر پاؤں تک اُسے دیکھا،پھر ہلکا سا ہنس دی۔

"کتنے سال کی ہیں آپ؟"

"اگلے مہینے ستائیس کی ہو جاؤں گی۔"مائرہ نے اُسے دیکھتے بتایا۔

"آپ تو بہت ینگ لگتی ہیں۔دیکھنے میں تو آپ مجھ سے بھی چھوٹی ہیں۔"نور نے کہا،مائرہ ہلکا سا ہنس دی۔البتہ ذہن دور کسی یاد میں جا کر اٹک گیا۔جب وہ پہلی بار امل سے ملی تھی تو اُس نے بھی یہی کہا تھا۔

"یہ تو دل کو بہلانے والی بات ہے۔"

"تو دل کو ہی بہلا لیں..."

"میں ایسا نہیں چاہتی۔"

"یار مائرہ، یہ کیا بات ہوئی۔ آپ واقعی ایسا سوچتی ہیں، یا مذاق کر رہی تھیں؟" اب کی بار نور نے تھوڑا سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

"بس مذاق ہی کر رہی تھی۔" مائرہ نے کہہ کر بات ٹالی۔

"اچھا برتھ ڈے کب ہے آپ کی؟" نور نے مزید پوچھا۔

"اٹھائیس نومبر کو۔" مائرہ نے بتایا۔ مائرہ کو دیکھتے نور کی نظر اُس کے لاکٹ پر جا کر ٹِک گئی۔

"واؤ... یہ کتنا پیارا ہے، اے ایم... احد، مائرہ۔" اُس نے دل سے تعریف کی۔

"اے ایم کا مطلب امل، مائرہ ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"امل؟کون ہے؟"نور نے ناسمجھی سے مائرہ کو دیکھ کر سوال کیا۔

"میری دوست تھی،اُس کی ڈیتھ ہو گئی۔"مائرہ نے بتایا۔اندر آج بھی کچھ ٹوٹا تھا۔امل مری نہیں تھی اُسے مارا گیا تھا۔

"اوہ۔۔سو سوری۔مجھے اندازہ نہیں تھا۔"نور نے فوراً پیشمانی سے کہا۔

"اِٹس اوکے۔"

"تم ملی ہو تیمور سے؟"چند منٹ گزر جانے کے بعد مائرہ نے سوال کیا۔

"ہماری پسند کی شادی ہے۔"نور نے سر جُھکا کر ہلکا سا مسکراتے مائرہ کو بتایا۔مائرہ بس اُس کو تکتی رہ گئی۔اُس کی ماں نے بھی تو پسند کی شادی کی تھی جس کی اُسے عمار صاحب نے ساری زندگی سزا دی تھی۔

"اوہ... پھر تو تم بہت خوش ہو گی نا۔"مائرہ نے اپنے موڈ کو بہتر بناتے کہا۔

"جی بہت۔"نور نے کہا۔"اب ہاتھ آگے کریں،نیل پالش لگاؤں۔"نور نے مائرہ کی جھولی سے اُس کا ہاتھ کھینچ کر تھام لیا۔

اب کی بار مائرہ نے بھی خاموشی سے ہاتھ آگے بڑھا دیا اور نور اُس پر نیل پالش لگانے لگی۔

چند منٹ بعد فریدہ بیگم، احد، مائرہ، صدف اور عمار صاحب گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو رہے تھے۔ ہاشم، نور اور خدیجہ گھر پر ہی رُکے تھے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

شام پانچ بجے کے قریب گاڑی کا ہارن بجا تو ہاشم نے آگے بڑھ کر گیٹ کھولا۔ گاڑی پورچ میں آ کر رُکی، ڈرائیونگ سیٹ سے احد اُترا، اُس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر عمار صاحب بیٹھے تھے۔

مائرہ، فریدہ بیگم اور صدف بھی گاڑی سے نکلی اور اندر کی جانب قدم بڑھائے۔

"مجھے تو بہت اچھا لگا لڑکا، بہت سُلجھا ہوا تھا۔" فریدہ بیگم نے صوفے پر بیٹھتے ہی تبصرہ کیا۔

"اُس کے گھر والے بھی اچھے تھے۔" اُن کی دائیں جانب بیٹھتی صدف نے کہا۔ ہاشم بھی قریب آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ کو پسند آیا تیمور؟" اُس نے باری باری سب کو دیکھتے پوچھا۔

"مجھے تو بہت پسند آیا۔" صدف نے دل کھول کر تعریف کی۔ اتنے میں عمار صاحب اور احد بھی لاؤنج میں داخل ہوتے دکھائی دیے۔

"نور سمجھدار ہے۔ اگر اُس نے تیمور کو پسند کیا ہے تو وہ اچھا ہی ہو گا۔" مائرہ نے عمار صاحب کو دیکھتے تبصرہ کیا۔ بس یہی کہنا تھا اور جیسے کمرے میں ہوا کا رُخ رک گیا ہو۔ سب کے چہرے مہر بلب ہو گئے۔ وہ سمجھ سکتے تھے کہ مائرہ نے یہ بات کیوں کہی۔ مائرہ نے عمار صاحب کو دیکھنے کے بعد نور کو دیکھا، وہ بھی اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سی اُلجھن تھی۔

"وقت بدل گیا ہے، اب تو یہ سب نارمل ہے۔" مائرہ نے سب کے چہروں کے بدلتے زاویوں کو دیکھتے بات سنبھالنی چاہی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو، وقت واقعی بدل گیا ہے۔ گزرے وقت سے اگر انسان کچھ نہ سیکھے تو وہ وقت بیکار جاتا ہے۔" عمار صاحب نے آہستہ سے کہا جیسے کوئی اعتراف لبوں پر آ کر ٹھہر گیا ہو۔ وہ اُس کے قریب آ کر رکے، پل بھر کو خاموش رہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ دن گزر گیا مگر اُس دن کی سختی میرے دل میں آج بھی ایک پتھر کی طرح دبی ہوئی ہے۔ وہ غلط نہیں تھی شاید میں ہی وقت کے شور میں محبت کی آواز سن نہ سکا۔ میں چاہتا تو نرم ہو سکتا تھا مگر میں نے خود کو اصولوں میں قید کر لیا۔" انہوں نے گہری سانس لی، نظریں فرش پر جمائیں جیسے ماضی کی دھند میں کسی چہرے کی پرچھائیں ڈھونڈ رہے ہوں۔

"اگر آج میں اپنی بیٹی کو بھی وہی زخم دوں جو اپنی بہن کو دیے تھے تو پھر میں نے ان برسوں میں کیا سیکھا؟" وہ ہولے سے مسکرانے کی کوشش کرتے بولے مگر آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

"میں اکثر ماں کو کہا کرتی تھی کہ آپ کے بھائی کبھی یہ بات نہیں سمجھیں گے۔ جو اتنے سال سے ناراض ہیں، اُن کی انا کبھی اُن کو سوچنے نہیں دے گی مگر وہ ہمیشہ مسکرا کر کہتی تھیں کہ وہ سمجھ جائیں گے۔ وہ ٹھیک کہتی تھیں۔" اُس کی آواز میں نہ طعنہ تھا، نہ فتح۔ بس ایک گہرا سکون تھا۔

"اگر آپ نور کے ساتھ کھڑے ہوں گے تو یہ صرف اُس کی خوشی نہیں ہو گی۔ بلکہ وہ زخم بھی بھر جائیں گے جو برسوں سے ہم سب کے دل میں چپ چاپ سسک رہے تھے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس نے اپنی بات مکمل کی۔ عمار صاحب نے ایک نظر نور، پھر فریدہ بیگم،اور آخر میں مائرہ کی طرف دیکھا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنا کچھ ٹھیک کر سکتا ہوں مگر آج سے میں ہر کوشش کروں گا۔" اتنا کہہ کر عمار صاحب اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے اور لاؤنج میں خاموشی چھا گئی۔ فی الحال کسی کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

شام دھیرے دھیرے اپنی پرچھائیاں بکھیر رہی تھی۔ آسمان پر نارنجی، سنہری اور ہلکے جامنی رنگ ایک دوسرے میں گھل مل رہے تھے۔ ہوا میں ہلکی سی ٹھنڈک تھی، جو دن کی تھکن کو آہستہ آہستہ اپنے دامن میں لپیٹ رہی تھی۔

مائرہ کچن کے دروازے کے سامنے رُکی، تو اُسے سامنے نور کھڑی دکھائی دی۔ وہ صدف کا فون ہاتھ میں لئے کسی کو میسج کرنے میں مصروف تھی۔

"نور۔" مائرہ نے مدھم آواز میں پکارا۔ نور نے فوراً سر اُٹھا کر مائرہ کو دیکھا۔

"جی، کچھ چاہیے تھا؟"نور نے فون بند کر کے ایک سائیڈ پر رکھتے پوچھا۔مائرہ نے ایک نظر اُسے دیکھا پھر کچن میں داخل ہوئی۔

"بس تم سے کچھ کہنا تھا۔"

"جی؟"نور نے محتاط سا پوچھا۔اب وہ رُخ مائرہ کی جانب کئے کچن کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"نہیں، کچھ نہیں۔"کچھ لمحے سوچنے کے بعد مائرہ نے اپنا ارادہ بدلا اور واپس مُڑنے لگی۔

"آپ کو تیمور کے حوالے سے کچھ کہنا تھا؟"نور نے پیچھے سے آواز لگاتے پوچھا۔مائرہ واپس پلٹی اور اُس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں نے سب کے سامنے کہا کہ تیمور تمہاری پسند ہے۔اُس کے بعد سب کے چہرے دیکھ کر مجھے لگا کہ اُن کو میرا یہ کہنا اچھا نہیں لگا۔"مائرہ نے اُس کو دیکھتے کہا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرے گھر میں تو سب یہ جانتے ہیں۔"نور نے نرمی سے مائرہ کا ہاتھ تھامتے جواب دیا۔

"عمار صاحب کو لگا کہ میں نہیں جانتی۔ وہ مجھے نہیں بتانا چاہتے تھے مگر تم نے مجھے بتا دیا اور میں اس بات کو راز نہیں رکھ سکی۔" اُس نے مائرہ کو کہتے سُنا۔ وہ ایسی ہی تھی، ہر چھوٹی چھوٹی بات کو سر پر سوار کرنے والی۔

"وہ آپ سے کیوں چُھپائیں گے؟" نور نے ہلکا سا ہنس کر پوچھا۔

"شاید اُن کو لگا کہ یہ سن کر مجھے بُرا لگے گا۔ میں اُن کو دوہرے معیار والا انسان سمجھوں گی۔ جس کے اصول رشتے دیکھ کر بدلتے ہیں۔" وہ ایک لمحے کو رُکی۔ "مگر میرا یقین کرو، اُن کی یہ تبدیلی دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی ہے۔ مجھے اچھا لگا یہ دیکھ کر کہ وہ بدل گئے ہیں۔" وہ رُکی اور نور کا ہاتھ نرمی سے دبایا۔

"میں تمہارے لئے بہت خوش ہوں۔" مائرہ نے مسکرا کر کہا اور نور کو گلے سے لگایا۔ "اگر ماں زندہ ہوتی تو وہ آج بہت خوش ہوتیں، آج کا دن اُن کی زندگی کا ایک حسین دن ہوتا۔ میں اُن کی طرح خوش ہو کر اپنی خوشی میں اُن کو محسوس کرنا چاہتی ہوں۔" نور سے علیحدہ ہو کر اُس نے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"خوشی میں آنسو نہیں بہاتے۔"نور نے مسکرا کر اپنی انگلی سے مائرہ کی آنکھ کا بھیگا کونہ صاف کیا۔اُس کے بعد وہ دونوں وہیں کھڑی کچھ دیر باتیں کرتی رہیں،دور کھڑا کوئی بھی شخص مائرہ کے چہرے ہر موجود ہنسی واضح دیکھ سکتا تھا۔

آج وہ دل سے خوش تھی۔

اپنے لئے،اپنی ماں کے لئے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

اگلی دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد مائرہ،احد اور فریدہ بیگم اپنے گھر کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔اُن کی موجودگی میں ہی عمار صاحب نے تیمور کے والد کو فون کر کے ہاں کر دی تھی۔ اگلے ویک اینڈ نور کی منگنی کا فنکشن تھا اور مائرہ وعدہ کر کے گئی تھی کہ وہ ضرور آئے گی۔ اب اُس کی نور سے بھی دوستی ہو چکی تھی۔

"ہاشم تمہاری امتحان کی تیاری کیسی ہے؟"وہ لاؤنج میں بیٹھا تھا جب عمار صاحب نے اُس کے ساتھ صوفے پر بیٹھتے پوچھا۔

"ان شاء اللہ، اچھے ہی ہوں گے۔" ہاشم نے یقین دہانی کروائی۔

"اگلے ہفتے نور کی منگنی کا فنکشن ہے۔ یہ ہفتہ تو تمہیں پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔" عمار صاحب نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ آپ کو چاہیے تھا کہ فنکشن ایگزامز کے بعد رکھ لیتے۔" ہاشم نے مشورہ دیا۔

"مگر فہیم صاحب اور اُن کی بیوی چاہتے ہیں کہ منگنی جلد از جلد ہو جائے۔ وہ تو امتحان ہوتے ہی شادی کی تاریخ لینے آجائیں گے۔" عمار صاحب نے ہاشم کو بتایا جس سے وہ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔

"اتنی جلدی شادی؟" ہاشم نے چند لمحے کے توقف کے بعد پوچھا۔

"تین، چار مہینے تو ہیں ابھی۔" عمار صاحب نے تحمل سے جواب دیا۔

"مطلب فروری تک؟" ہاشم نے مہینوں کا حساب لگاتے پوچھا۔ عمار صاحب نے ہلکا سا سر کو خم دیا۔

"منگنی کا فنکشن گھر میں ہی کریں گے یا ہوٹل میں؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوٹل ہی ٹھیک رہے گا۔ گھر میں مہمان سنبھالنا بہت مشکل کام ہے۔"

"یہی بہتر رہے گا۔"ہاشم نے بھی اپنی رائے دی۔

"آپ دل سے خوش اور مطمئن ہیں نا؟"کچھ لمحے گزر جانے کے بعد ہاشم نے عمار صاحب کو دیکھتے سوال کیا۔

"میں دل سے خوش اور مطمئن ہوں۔"عمار صاحب نے ہاشم کے الفاظ دُہرائے جیسے کسی بچے کو یقین دلانے کے لئے اُس کے الفاظ میں جواب دیا جاتا ہے۔

"اگر تم نہ ہوتے تو مجھے یہ سکون کبھی نصیب نہ ہوتا۔"اُنہوں نے ہاشم کا ہاتھ نرمی سے تھامتے کہا۔"میں پچھلے چھبیس سال سے اپنی انا اور ضمیر کی جنگ کے درمیان کہیں اُلجھا تھا۔ تم نے میری انا کو ہرا کر میرے ضمیر کو جتوا دیا۔"وہ نرمی سے کہہ رہے تھے۔

"انسان اپنی ہار یا جیت خود منتخب کرتا ہے ابا۔ آس پاس والے لوگ بس تالیاں مار کر آپ کی حوصلہ افزائی کر سکتے ہیں۔"عمار صاحب کی بات مکمل ہونے کے بعد ہاشم نے کہنا شروع کیا۔

"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے صحیح راہ کا انتخاب کیا۔"

"میں اپنی اولاد کو کھونے سے ڈر گیا تھا ہاشم۔" اُنہوں نے ہاشم کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ اپنی اولاد کو کھو دینے کا خوف اب بھی اُن کی آنکھوں میں واضح تھا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ ڈر ایک بھیانک چیز ہے۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ ڈر انسان کا سب سے وفادار دوست ہے۔ آخرت کا ڈر انسان سے نیک کام کرواتا ہے۔ بھوکے مرجانے کا ڈر انسان سے محنت کرواتا ہے۔ تنہا رہ جانے کا ڈر انسان سے دوست بنواتا ہے اور..." وہ لمحے بھر کو رُکا۔ عمار صاحب حیرانگی سے اُسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"اور اپنوں کو کھو دینے کا ڈر انسان کو ضد سے نرم دِل کی طرف لے آتا ہے۔ خاموشی سے سمجھا دیتا ہے کہ محبتیں ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتیں۔ کہ جن چہروں کو ہم نظر انداز کرتے ہیں شاید کل وہ صرف یاد رہ جائیں۔ اگر ڈر ہمیں یہ احساس دلا دے کہ ماں کے ہاتھوں کی خوشبو، ابا کی خاموش نظریں، بھائی کا بے نام سا خیال، بہن کی چُپ چُپ سی شکایتیں۔ یہ سب ایک دن ختم ہو سکتے ہیں۔" وہ سانس لینے کو رُکا، عمار صاحب ابھی تک اُسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"تو ہم لڑنا چھوڑ دیں، ہم انا کے خول توڑ دیں، ہم گلے لگا لیں، ہم معاف کر دیں، ہم واپس پلٹ آئیں، بس اسی ایک ڈر کے سہارے۔" اُس نے اپنی بات مکمل کی۔ عمار صاحب کی آنکھوں کے کونے بھیگ چکے تھے۔ کاش کہ وہ پہلے ہی انا کے خول توڑ دیتے۔

ہاشم نے عمار صاحب کی آنکھوں میں چھپے ہوئے درد کو محسوس کیا اور نرمی سے اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ابا، سکون وہی ہے جو ضمیر کی جیت کے بعد ملتا ہے۔ اس سکون کو کبھی بھی انا سے قربان نہ کریں۔"

"ہاشم، تم اتنے بڑے کب سے ہو گئے؟" یہ سوال عمار صاحب نے ہاشم سے نہیں شاید خود سے پوچھا تھا۔

جن ہاتھوں نے کبھی اُسے تھاما تھا آج وہی ہاتھ تھامنے والے بن گئے تھے۔ اُن کا بیٹا جسے اُنہوں نے چلنا سکھایا تھا۔ اب وہی اُن کو چلنا سِکھا رہا تھا۔

"میں تو آج بھی آپ کا وہی چھوٹا بیٹا ہوں، بس وقت نے مجھے آپ کا عکس بنا دیا ہے۔" ہاشم

نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"اگر تم میرے عکس ہو تو میں آج اپنے آپ کو پہلی بار اچھا لگ رہا ہوں ہاشم۔" اُنہوں نے ہلکا سا مسکرانے کی کوشش کرتے کہا۔ ہاشم جواب میں خاموش رہا۔ عمار صاحب نے اُس کو گلے لگایا اور برسوں کی تھکن جیسے ختم ہو گئی ہو۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ایک ہفتے بعد:

ہال کا دروازہ نیم وا تھا۔ شام کی سنہری دھوپ آخری بار دھرتی کو چھو رہی تھی اور اندر مدھم پیلے بلبوں کی روشنی سے ایک پرانا سا سکون چھلک رہا تھا۔ ہال بڑا نہیں مگر سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ سفید اور ہلکے گلابی رنگ کے پردے دیواروں کے ساتھ لہرا رہے تھے، فرش پر بچھی کارپٹ سے تازہ گلابوں کی ہلکی سی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اسٹیج پر ایک بڑا مہرون رنگ کا صوفہ رکھا تھا جس کے دائیں اور بائیں جانب کُرسیاں رکھی گئی تھیں۔ صوفے کے پیچھے کی دیوار

پھولوں سے سجی تھی، جس میں لال پھولوں سے ایک دل بنایا گیا تھا اور اُس کے آس پاس سفید گلاب تھے۔

مہمان کم ہی تھے بس قریبی رشتہ دار اور چند ہمراز چہرے۔

ہاشم اور عمار صاحب دروازے کے قریب کھڑے مہمانوں کے استقبال میں مصروف تھے۔

ہاشم سفید کُرتا پہنے سنجیدگی سے کھڑا تھا، بال پیچھے کو سیٹ کر رکھے تھے، چہرے پر ہلکی داڑھی اور بھوری آنکھوں میں اُلجھن، واضح تھی۔ التمش بھی ہاشم سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔

وہ اور اُس کے والدین کچھ دیر قبل ہی پہنچے تھے۔ اُس کی نظر بھی دروازے پر یک سو جمی تھی۔

ہاشم بار بار اپنی گھڑی کو دیکھتا اور پھر دروازے کو دیکھنے لگتا جیسے کسی کا انتظار کر رہا ہو۔

تب ہی اُسے وہ داخل ہوتے دکھائی دیے جن کا انتظار وہ کب سے کر رہا تھا۔

مائرہ اور احد۔

اُن کے ہمراہ فریدہ بیگم بھی چل رہی تھیں۔ احد نے سفید رنگ کا کُرتا پہن رکھا تھا اور اُس کے ہمراہ چلتے مائرہ نے سُنہری فراک پہن رکھی تھی جو اُس کے چہرے کو مزید چمک بخش

رہی تھی۔ عمار صاحب نے آگے بڑھ کر احد کو گلے لگایا، پھر فریدہ بیگم کو سلام کیا اور مائرہ سے ملے۔

عمار صاحب سے جُدا ہو کر وہ آگے بڑھا اور ہاشم سے ملا۔ ہاشم سے کچھ فاصلے پر ایک لڑکا کھڑا تھا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ مگر وہ آگے بڑھا اور اُس سے بھی ہاتھ ملایا۔

"السلام علیکم۔" ہاشم نے مسکرا کر فریدہ بیگم سے کہا، پھر مائرہ کو دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے دونوں کی بھوری آنکھیں ٹکرائیں، ہاشم نے آنکھیں چُرائی اور وہ آگے بڑھ گئی۔

ہاشم نے مائرہ اور فریدہ بیگم کے آگے بڑھنے کے بعد احد کو دیکھا، وہ ابھی تک التمش کے قریب کھڑا، ہاشم کو اُلجھن سے دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ اس لڑکے کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا تھا۔

"یہ میرا بیسٹ فرینڈ ہے، التمش۔ یہ بھی کراچی سے آیا ہے۔" ہاشم نے احد کی نظروں کی اُلجھن کو سمجھتے بتایا۔

احد نے ہلکا سا مسکرا کر سر کو خم دیا۔ اتنے میں تیمور کی فیملی بھی پہنچ آئی۔ احد التمش کے ساتھ ایک سائیڈ پر اُن کا استقبال کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

ہاشم مہمانوں کا استقبال کر رہا تھا مگر نظریں اسٹیج پر بیٹھی نور پر جمی تھیں۔

نور نے پیچ پنک اور آئس بلو کے سنگم سے تیار کردہ ایک نفیس لانگ فراک پہنا تھا جو ہلکے ہلکے سِلور زری کے کام سے مزین تھا۔ فراک کی ہر تہہ پر نفاست سے سفید موتیوں کی جھالر جڑی ہوئی تھی جو حرکت پر مدھم سی چھنکار دیتی تھی۔ آستینیں جالی دار تھیں اور اُن پر باریک کام تھا۔ہاشم کب سے یہاں کھڑا یہی سوچ رہا تھا کہ نور کو سردی نہیں لگ رہی؟

اب وہ دیکھ سکتا تھا کہ مائرہ جُھک کر اُس سے مل رہی تھی۔ نظریں ہنوز اُن پر جمی تھیں۔

اب وہ نور کے ساتھ بیٹھ چُکی تھی۔ فریدہ بیگم صدف کے قریب کھڑی تھیں اور خدیجہ صدف کے بالکل ساتھ کھڑی تھی۔

منگنی کی انگوٹھی پہنانے کے لئے تیمور، فہیم عباسی اور لبنیٰ عباسی اپنے چند قریبی رشتہ داروں کے ساتھ آئے تھے۔

ہاشم تیمور سے ملا پھر اُس کے ہمراہ چلتا ہی اسٹیج کی جانب بڑھنے لگا۔ اُن کو دور سے آتا دیکھ، مائرہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی تاکہ وہ تیمور کی جگہ خالی کر سکے۔ تیمور نرمی سے چلتا، نور کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دائیں جانب آ کر بیٹھ گیا۔

لبنیٰ اور فہیم عباسی بھی سب سے ملتے اسٹیج تک پہنچے۔ چند لمحے بیت جانے کے بعد، لبنیٰ عباسی نے اپنے بیگ سے ایک انگوٹھی نکالی اور تیمور کی جانب بڑھادی جسے تیمور نے ہاتھ کی مُٹھی میں بند کر لیا۔ یونہی ایک انگوٹھی صدف نے اپنے بیگ سے نکال کر نور کو تھمائی۔

"اب رسم شروع کریں؟" لبنیٰ عباسی نے نرمی سے پوچھا۔

اُس کے بعد نور نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ نظریں عمار صاحب پر جمی تھیں، جن میں اب صرف نرمی دکھائی دیتی تھی۔ انگوٹھی پہنانے کے بعد تیمور نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور نور نے اُسے انگوٹھی پہنائی۔ تالیوں کی آواز اسٹیج پر گونج رہی تھی اور سب کے چہروں پر ایک نرم مسکراہٹ تھی جسے وہ محسوس کر سکتی تھی۔

کچھ منٹ گزر جانے کے بعد سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ چکے تھے۔ لوگ مسکرا رہے تھے، باتیں کر رہے تھے۔

لیکن ہاشم... وہ خاموش تھا۔

کرسی پر بیٹھے اُس کی نظریں بار بار ایک ہی سمت جاتی تھیں۔مائرہ کی طرف۔۔جو نور کا دوپٹہ سنبھالنے میں لگی تھی، کبھی خدیجہ کے کان میں کچھ کہتی، کبھی صدف کی بات پر مسکرا دیتی۔

"بار بار دیکھ رہے ہو اُسے۔ کیا بات ہے؟"التمش نے اُسے غور سے دیکھا، پھر ہلکے لہجے میں کہا۔ہاشم چونکا۔ایک پل کو خاموش ہو گیا۔

"وہ کسی بات کو لے کر پریشان ہیں،اُن کے دماغ میں کوئی الجھن چل رہی ہے۔"ہاشم نے جیسے مائرہ کا دماغ پڑھتے محویت سے جواب دیا۔

"کیسی اُلجھن؟"التمش نے حیرانگی سے پوچھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتا مگر وہ کسی بات کو لے کر پریشان ضرور ہیں۔"ہاشم نے کہا،نظریں اب احد پر جمی تھیں۔"اور احد بھائی بھی۔"اُس نے بات مکمل کی۔

"تمہیں اُن کی پریشانی سے فرق کیوں پڑ رہا ہے؟"

"کیونکہ مجھے اُن کی فکر ہے۔"ہاشم نے جواب دیا۔آس پاس کی آوازوں میں اُس کی آواز

مدھم پڑ رہی تھی۔

"یہ صرف فکر ہی ہے؟" التمش نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

"میں اُن کو کب سے اس لئے دیکھ رہا ہوں کہ شاید اُن کی پریشانی کو بھانپ سکوں۔" بات بدلتے ہاشم نے چند لمحے بیت جانے کے بعد بتایا۔ اُس کے لہجے میں اضطراب واضح تھا۔

"مجھے تو لگا کہ..."

"تم خاموش ہو چر ہے ہو؟ یا میں اُٹھ کر جاؤں یہاں سے۔" اُس کے لہجے سے بیزاری جھلک رہی تھی۔ اُس کا موڈ آف تھا۔ نہ جانے کیوں لیکن اس وقت وہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تم پسند کرتے ہو اُسے؟"

"چلا ہی جاتا ہوں۔"

وہ وہاں سے اُٹھا اور اسٹیج کی جانب بڑھنے لگا جہاں اُس کے گھر والے بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

Clubb of Quality Content

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

کھانا لگنے میں ابھی وقت تھا، جب وہ اسٹیج سے اُٹھ کر نیچے جانے لگا۔ اسٹیج پر اس وقت تیمور، نور، صدف، لبنیٰ اور نور کی بیسٹ فرینڈ موجود تھی۔ مائرہ ایک کونے میں فریدہ بیگم کے ساتھ بیٹھی تھی، عمار صاحب بھی اُسی ٹیبل کی ایک کرسی پر بیٹھے مائرہ سے بات کر رہے تھے۔

اسٹیج حال سے دو سیڑھیاں بلند تھا۔ ہاشم فون میں جھکا، نیچے اترنے ہی والا تھا کہ سامنے سے آتی لڑکی اچانک اس کے راستے میں آ گئی۔

اُس لڑکی نے ابھی ایک قدم سیڑھی پر رکھا ہی تھا کہ دھچکا لگا اور وہ توازن کھو بیٹھی۔ لمحے بھر کو ہوا جیسے رک گئی ہو۔

وہ پیچھے کو طرف گری۔ کمر کے بل۔

اُس کا فون ہاتھ سے چھوٹا اور سیڑھیوں پر لڑھکنے لگا۔

اسی پل، ہاشم نے بے اختیار آگے بڑھ کر اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

ایک مضبوط گرفت۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جیسے وقت نے ایک لمحے کے لیے دونوں کو تھام لیا ہو۔

چہرے ایک دوسرے کے قریب، آنکھوں میں حیرت اور بے آواز گفتگو۔

اس سے پہلے کہ لڑکی زمین سے ٹکراتی، ہاتھ نے ہاتھ کو پکڑ لیا تھا۔

ایک لمحے کے لئے ہیزل آنکھیں آکر بھوری آنکھوں سے ملی۔ وہ آنکھیں بھوری آنکھوں کے اندر جھانک رہی تھیں جیسے اُن میں سما جانا چاہتی ہوں۔

ہاشم کے لب بے اختیار مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"ماہ رُخ..." اُس نے سرگوشی میں پکارا۔

"تادالاس دھمہ شہ لپارہ نیولی؟" (کیا آپ نے یہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے تھاما ہے؟) وہ ہاشم کی بات کاٹتی سیدھی ہوئی اور مسکرا کر روانی سے بولی۔ نظر اپنے ہاتھ پر جمی تھی جسے ابھی بھی ہاشم نے تھام رکھا تھا۔ ہاشم نے ایک جھٹکے سے اُس کا ہاتھ رہا کیا۔

جھک کر ماہ رُخ فون اُٹھایا، اُس کی سکرین ٹوٹ چکی تھی۔ ہاشم نے ایک نظر فون پر ڈالی اور ایک نظر سامنے کھڑی ماہ رُخ پر۔ پھر نرمی سے فون اُس کی جانب بڑھا دیا جسے ماہ رُخ نے

بغیر دیکھے ہی تھام لیا۔

"آپ یہاں کیسے؟"اب وہ دونوں اسٹیج سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے تھے۔

"آپ نے تو بلایا نہیں، تو سوچا کہ خود ہی آجاؤں۔"وہ خفگی سے بولی۔ہاشم چند لمحے کے لئے خاموش ہو گیا۔

"یہ اچھا سرپرائز تھا۔"ہاشم کہے بنا نہ رہ سکا۔کل رات سے ماہ رُخ نے اُسے جواب نہیں دیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ آج وہ اُداس گھوم رہا تھا۔ماہ رُخ کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر اُسے حیرت ہوئی تھی۔

"اب ایسے جھٹکے برقرار رہیں گے مسٹر ہاشم!"

"آپ نے ابھی پشتو میں کیا کہا تھا؟"یاد آنے پر اُس نے پوچھا۔

"مجھے لگا کہ آپ اُس کا مطلب سمجھ چکے ہیں،اسی لئے..."

"وہ تو میں نے آپ کی آنکھوں کو پڑھا تھا۔"ہاشم نے جواب دیا۔آس پاس کی سرگوشیاں مدھم پڑ رہی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آنکھوں کو پڑھنا بھی جانتے ہیں آپ؟"

"بس کوشش کرتا ہوں۔"

"آپ اس کوشش میں ناکام ہیں ہاشم!"

"آپ کو ایسا لگتا ہے کیا؟"اب وہ ہاتھ باندھے اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

"ایسا ہی ہے۔"اُس نے اپنی بات پر زور دیا۔

"آپ جانتی ہیں کہ میں نے آپ کی آنکھوں میں کیا پڑھا ہے؟"لمحہ بھر خاموش رہنے کے بعد ہاشم نے پوچھا۔

"کیا؟"سانس لمحے کو رُک گیا۔

"کچھ نہیں..."وہ ہنس دیا اور ماہ رُخ کو پہلی بار وہ ہنستے ہوئے بالکل اچھا نہیں لگا۔

وہ مُڑنے لگی تو ہاشم نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کہاں جا رہی ہیں؟"ماہ رُخ رُکی اور ہاشم کو دیکھا۔وہ بھی اُسی کو دیکھ رہا تھا۔ماہ رُخ کی نظریں اپنے ہاتھ کی جانب بڑھیں تو ہاشم نے فوراً اُس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"آپ کو بتانا ضروری ہے؟"اُس نے پوچھا۔

"بہت ضروری۔"سرگوشی میں جواب ملا۔

"وہ اسٹیج پر بیٹھی لڑکی دیکھ رہے ہیں؟"ماہ رُخ نے انگلی سے اشارہ کر کے بتایا۔

"وہ حمنہ ہے، نور کی بیسٹ فرینڈ۔"ہاشم نے غور سے اُسے دیکھتے ماہ رُخ کو بتایا۔

"جی بالکل۔ وہ نور کی بیسٹ فرینڈ اور میری ماموں کی بیٹی ہے۔"اتنا بتا کر وہ ہاشم کو وہیں چھوڑتی اسٹیج کی جانب بڑھ گئی۔ہاشم وہیں کھڑا اُسے جاتا دیکھتا رہا۔اچانک شانے پر کسی کا لمس محسوس ہوا تو حیرت سے سر گھما کر دیکھا۔

"یہ کون تھی؟"التمش نے مسکراہٹ دبائے پوچھا۔

"ماہ رُخ..."

"پسند کرتے ہو اُسے؟"

ہاشم کا دل چاہا کہ قریب لگی ٹیبل سے گلاس اُٹھا کر التمش کے سر میں دے مارے۔

"اتنا ٹھرکی سمجھ رکھا ہے مجھے؟"اب کی بار وہ غصے سے بولا۔التمش نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی

ہنسی قابو میں نہ کر سکا۔ "جس لڑکی کو میں دیکھوں یا جو مجھ سے بات کرے، اس کا مطلب ہے کہ میں اُسے پسند کرتا ہوں؟"

التمش نے بغور اُس کا چہرہ دیکھا۔

"پہلے مجھے غلط فہمی ہوئی تھی اب نہیں ہوئی۔"

"کیا مطلب؟" اُس نے اُلجھن سے پوچھا۔

"تم مائرہ کو پسند نہیں کرتے... تم ماہ رُخ کو پسند کرتے ہو۔" چند لمحے خاموش رہنے کے بعد التمش نے کہا۔

"تمہیں تب بھی غلط فہمی ہوئی تھی اور اب بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔" اب وہ ہاتھ باندھے کسی ناراض محبوبہ کی طرح منہ بسورے کھڑا تھا۔

"مائرہ کو دیکھ کر تمہاری آنکھوں میں صرف اُلجھن تھی، لیکن ماہ رُخ کو دیکھ کر تمہاری آنکھوں میں چمک تھی۔" وہ اب بھی سرگوشی میں بول رہا تھا۔

"مائرہ اور ماہ رُخ کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ کیونکہ..." اُس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اچھا تو تم بتاؤ، کیا تم پسند نہیں کرتے ماہ رُخ کو؟"

"ایک تو جہاں بھی لڑکا لڑکی دوست دیکھو، سب کا یہی سوال شروع ہو جاتا ہے۔" اُس نے بیزاری سے کہا۔

"کیونکہ...."

ہاشم نے اُس کی بات کاٹی۔

"کیونکہ لڑکا اور لڑکی کبھی دوست نہیں ہوتے، جانتا ہوں۔ لیکن میں اور ماہ رُخ ہیں۔"

"یہ تو وقت بتائے گا۔" اُس کے انداز میں چُھپا طنز ہاشم محسوس کر سکتا تھا۔

"تم چاہتے ہو کہ میں یہاں سے بھی چلا جاؤں؟" ہاشم نے پوچھا اور التمش کے جواب کا انتظار کئے بغیر آگے بڑھ گیا۔

"یہ کون ہے؟" نور نے اپنے ساتھ بیٹھی حمنہ کو کوہنی مارتے پوچھا۔ نظریں سامنے سے آنے والی لڑکی پر جمی تھیں۔ وہ اُسے کچھ دیر قبل حمنہ کے ساتھ دیکھ چکی تھی۔ نور کی بات سُن کر ساتھ بیٹھا تیمور بھی سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھنے لگا۔

"یہ میری کزن ہے۔ ہمارے گھر رہنے آئی ہے،وہ بھی خاص میرے لئے۔ کل رات کو تمہاری منگنی پر آنے کے لئے اپنے کپڑے ڈیسائیڈ کر رہی تھی تو اُس نے پوچھا کہ کہاں جا رہی ہو۔ تمہارا حوالہ دیا تو وہ بھی فوراً تیار ہو گئی۔" حمنہ نے جواب دیا۔

"یہ کتنی پیاری ہے۔" نور نے فوراً تبصرہ کیا،ساتھ ہی ایک اور سوال کیا۔ "یہ کتنے سال کی ہے؟"

"ابھی پانچ اکتوبر کو ہی تئیس سال کی ہوئی ہے۔"

اتنے میں ماہ رُخ بھی سیڑھیاں چڑھتی اُن کے قریب پہنچ چکی تھی۔

"السلام علیکم!" ماہ رُخ نے اُن کے قریب پہنچتے ہی سلام کیا۔

"وعلیکم السلام،ہم ابھی آپ کی ہی بات کر رہے تھے۔" نور نے سلام کا جواب دیتے،خوشی سے بتایا۔ ماہ رُخ بھی وہاں قریب پڑی خالی کُرسی پر بیٹھ گئی۔

"آپ کو منگنی کی بہت بہت مبارک ہو۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔ اب وہ چند لمحے قبل والی ماہ رُخ سے مختلف لگ رہی تھی۔ ہاشم کے سامنے وہ الگ ماہ رُخ بن جاتی تھی اور یہ بات

اُسے بھی کبھی کبھی عجیب لگتی تھی۔ وہ ویسی نہیں تھی جیسی ہاشم کے سامنے خود کو دکھایا کرتی تھی۔

"شکریہ۔" نور نے کہا۔

اتنے میں اسٹیج پر مائرہ آتی دکھائی دی تو سب اُسے دیکھنے لگے۔

"چلیں ماہ رُخ؟" اسٹیج پر زیادہ رش ہونے کے باعث حمنہ نے پوچھا۔

"اتنی جلدی جا رہی ہو؟" نور نے فوراً اُسے دیکھتے پوچھا۔

"ماہ رُخ کی وجہ سے۔" حمنہ نے مختصر جواب دیا۔

"نہیں، مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں تو بہت انجوائے کر رہی ہوں۔" فوراً ماہ رُخ نے کہا۔

"اچھا، چلو وہاں چل کر بیٹھتے ہیں۔" حمنہ نے ایک خالی ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے اچھا لگا، آپ سے بات کر کے۔" اسٹیج سے اُترنے سے قبل اُس نے نور سے کہا۔

"مجھے بھی۔" نور نے مسکرا کر جواب دیا اور ماہ رُخ حمنہ کے ہمراہ اسٹیج سے اُترنے لگی۔

"مجھے بھی۔" تیمور نے اُس کے کان کے قریب جُھک کر سرگوشی کی۔ اسٹیج پر بیٹھی صدف اور لبنیٰ اُس کی آواز نہیں سُن سکتی تھیں۔

نور نے اپنی کوہنی دھیرے سے اُس کے پیٹ میں دے ماری۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اُس نے تیمور کو دیکھتے پوچھا۔

"میرا مطلب تھا کہ مجھے بھی تم سے بات کر کے اچھا لگا نور۔" اُس نے جواب دیا۔

"تو یوں کہو نا۔" نور نے ہلکا سا منہ بسور کر کہا۔

"میں دیکھ رہی ہوں، تم نے ابھی تک میری تعریف نہیں کی۔" چند لمحے بیت جانے کے بعد اُس نے نور کو کہتے سُنا۔

"موقع ہی کہاں ملا، یار۔" تیمور نے جیسے پیشمانی سے کہا۔

"اب بتا دو کہ کیسی لگ رہی ہوں؟" نور نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"میرے لئے تم ہمیشہ سے خوبصورت تھی، ہو اور رہو گی۔" تیمور نے اُس کو دیکھتے محویت سے جواب دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ماہ رُخ اسٹیج سے اُترنے لگی تو مائرہ اُس کے راستے میں آ گئی۔ لمحے بھر کے لئے ہیزل آنکھیں بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں۔ وہ بھوری آنکھوں میں اپنے لئے اُلجھن واضح دیکھ سکتی تھی۔ جب وہ اور ہاشم بات کر رہے تھے تب مائرہ کی نظریں اُن پر ہی جمی تھیں۔

"اوہ مائرہ، کیسی ہیں آپ؟" ماہ رُخ کے ساتھ کھڑی حمنہ نے خوش اسلوبی سے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ کیسی ہیں؟" مائرہ نے مسکرا کر جواب دیا اور پھر سے ماہ رُخ کو دیکھنے لگی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔" حمنہ نے جواب دیا، پھر نظریں ماہ رُخ کی جانب گھمائیں۔ وہ بھی مائرہ کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"یہ ماہ رُخ ہے، میری کزن۔" حمنہ نے تعارف کروایا۔ مائرہ ہلکا سا مسکرا کر اُسے کراس کرتی آگے گزر گئی۔ اُس نے ماہ رُخ سے کوئی بات نہیں کی۔ ماہ رُخ نے بھی اُسے نہیں بلایا۔

"نئی دوست؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نئی دوست..."

وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ وہی ماہ رُخ ہے جو ہاشم کی نئی دوست ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہاشم اُس سے یوں ہنس کر بات کر رہا تھا۔

"یہ کتنی عجیب تھی۔" اسٹیج سے اُترتے ہی ماہ رُخ نے تبصرہ کیا۔

"ماہ رُخ..." حمنہ نے ٹوکا۔

"تھوڑی عجیب تو تھی ہی۔"

"ایسا تو نہ کہو۔" حمنہ نے پھر سے ٹوکا۔ جواب میں وہ کچھ بڑبڑائی تھی، مگر حمنہ اُس کی آواز نہیں سمجھ سکی۔

"کیا؟" حمنہ نے ناسمجھی سے ماہ رُخ کو دیکھتے پوچھا۔

"کچھ نہیں، یار۔" ماہ رُخ نے جواب دیا اور اُس خالی ٹیبل کی ایک کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔

حمنہ بھی اُس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں واش روم سے ہو کر آتی ہوں۔" کچھ منٹ خاموشی سے بیٹھنے کے بعد ماہ رُخ حمنہ سے کہتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

اُس نے ابھی چند قدم ہی بڑھائے تھے کہ سارے ہال میں اندھیرا چھا گیا۔ لائٹ جا چکی تھی۔

"اوہ جنریٹر آن کرنا۔" کسی کی آواز اُس کے کانوں میں پڑی۔

ماہ رُخ نے اپنا فون بیگ سے ٹٹول کر نکالا اور اُس کی فلیش لائٹ آن کرنے لگی۔ لائٹ آن کرتے ہی سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ اچانک سہم کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

پاؤں مُڑا اور ایک بار پھر گرنے لگی۔ ہاشم نے پھر سے آگے بڑھ کر اُس کا ہاتھ تھام کر بچایا اور فوراً ہی اُس کا ہاتھ آزاد کر دیا۔

"بار بار ہاتھ تھام کر کوئی نہیں بچاتا، آپ دھیان سے چلا کریں۔" ماہ رُخ نے ہاشم کو کہتے سُنا۔

"آپ ہیں نا۔" ماہ رُخ نے مدھم آواز میں کہا۔ اتنا مدھم کہ ہاشم سُن ہی نہیں سکا یا شاید اُس

نے سُن کر نظر انداز کیا تھا۔ ماہ رُخ کو اکثر لگتا کہ ہاشم اُس کی ہر بات سمجھتا ہے مگر نا سمجھی کی اداکاری کرتا ہے۔

"میں ہر بار تو نہیں ہو سکتا نا۔"

"چلیں اب سے میں دھیان رکھوں گے۔"

"کیسے؟"

"جب آپ پاس ہوں، صرف تبھی گروں گی۔" کہہ کر وہ خود ہی ہنس دی۔

ہاشم کے جواب دینے سے قبل ہی کسی نے اُسے آواز لگائی تو وہ ماہ رُخ کو ایکسکیوز کرتا آگے بڑھ گیا۔ مگر ماہ رُخ وہیں کھڑی ابھی تک اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

سورج اپنے پورے زور و شور سے زمین پر روشنی بخش رہا تھا۔ مگر اب اُس کی تپش نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔ لوگ اپنے صحن میں چارپائی بچھائے دھوپ کو اپنے اندر سمانے کی

کو شش کر رہے تھے۔

ایسے ہی ایک صحن میں عمار صاحب اور اُن کا خاندان بیٹھا تھا۔ احد، مائرہ اور فریدہ بیگم بھی کل رات یہیں رُکے تھے۔ اس وقت وہ بھی صحن میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

احد عمار صاحب سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُس کی جیب میں پڑا فون تھڑ تھڑایا۔ وہ اُن سے معذرت کرتا ایک سائیڈ پر جا کر فون سُننے لگا۔

"احد بھائی کو کافی فون کالز آتی ہیں ویسے۔" احد کے جاتے ہی نور نے مائرہ کو دیکھتے سرگوشی میں کہا۔

"ضرور آفس سے آئی ہو گی۔" مائرہ نے دور کھڑے احد کو دیکھتے جواب دیا۔ مگر وہ اُس کے چہرے سے اندازہ لگا سکتی تھی کہ اس وقت احد کو کس کا فون ہے۔

"خدیجہ، تمہاری پڑھائی کیسی جا رہی؟" مائرہ نے موضوع بدلتے پوچھا۔

"اب ہماری خدیجہ بڑی دنیا بن چکی ہے۔" نور کو کچھ روز قبل والی گفتگو یاد آئی، تو اُس نے مسکرا کر خدیجہ کو تنگ کرنے کے انداز میں کہا۔

"ہاں، تبدیلی تو مجھے بھی نظر آ رہی ہے۔" مائرہ نے بغور خدیجہ کو دیکھا۔ صدف اور فریدہ بیگم اُن کو نظر انداز کرتیں اپنی باتوں میں مشغول تھیں۔ احد کے وہاں سے اُٹھتے ہی عمار صاحب لاؤنج میں جا چکے تھے، اُن کو بھی کسی ضروری کام سے جانا تھا۔ ہاشم وہیں اُن سب سے بالکل الگ بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ نظریں احد کے چہرے پر جمی تھیں اور ذہن کہیں اور اٹکا تھا۔

"نور، تم نے تو مجھے رات کے فنکشنز والی تصویریں بھی نہیں دکھائی۔" اچانک یاد آنے پر مائرہ نے کہا۔

"فوٹو گرافر تو کچھ روز تک بھیجے گا مگر حمنہ کے فون میں کچھ تصویریں بنی تھیں۔ ابھی تک اُس نے بھیجی نہیں۔" نور نے بتایا اور ساتھ ہی اپنا فون نکال کر حمنہ کو میسج کرنے لگی۔

"السلام علیکم۔" فون کان سے لگاتے ہی اُس نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ کیسے ہو؟"

"ٹھیک، آپ کیسے ہیں؟"

"تمہاری کوشش کہاں تک پہنچی؟" اُنہوں نے احد کے سوال کو نظر انداز کرتے اپنا سوال کیا۔ احد نے جواب نہیں دیا، اُس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"کہاں ہو؟" چند لمحے کے توقف کے بعد اُنہوں نے پوچھا۔

"حیدرآباد۔"

"مطلب تم خوش ہو۔" دوسری جانب سے ایک گہری سانس لے کر کہا گیا۔

"اُداس ہونے کی کوئی وجہ؟" احد نے کہا اور نظر اپنے سامنے بیٹھی مائرہ کو دیکھا۔ اُس کے ہوتے احد کیسے اُداس ہو سکتا تھا بھلا؟

"کوئی نہیں تم خوش رہو۔" اتنا کہہ کر سلطان بیگ فون کاٹ چکے تھے۔ احد نے فون کان سے ہٹا کر دیکھا مگر دوبارہ فون نہیں کیا۔

مائرہ کی بات سے وہ اتنا تو سمجھ چکا تھا کہ سلطان بیگ اُس سے کچھ چُھپا رہے ہیں اور اب احد نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ خود سے کبھی اُن کو فون نہیں کرے گا۔ وہ امل کے قاتل کو

ڈھونڈنے کی کوشش جاری رکھے گا مگر سلطان بیگ پر پہلے کی طرح اندھا بھروسہ نہیں کرے گا۔

وہ فون واپس جیب میں رکھ رہا تھا جب ہاشم اُسے اپنے قریب آتا دکھائی دیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" ہاشم نے بغور اُس کے چہرے کا جائزہ لگاتے پوچھا۔

"مجھے کیا ہونا ہے؟ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اُس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا اور ہاشم کا کندھا تھپکا۔

"آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔" احد نے ہاشم کو کہتے سُنا۔ وہ اب بھی اُس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا جیسے کچھ ڈھونڈنا چاہ رہا ہو۔

"بھروسہ؟" احد نے اُس کا کہا گیا لفظ دہرایا۔ ذہن میں ہزار پرانی سوچیں تازہ ہوئی تھیں۔

"کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے؟" ہاشم نے سوال کیا۔ احد چند لمحے اُسے دیکھا رہا، پھر اُس کا سر خود بخود ہاں میں ہل گیا۔ یہ سر کو خم اُس نے لاشعوری طور پر دیا تھا یا شاید وہ واقعی ہاشم پر بھروسہ کرنے لگا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس نے پچھلے تین سال ایک غم کو اپنے اندر دفن کئے گزارے تھے اور اب یہ غم اُس کے اندر ایک ناسور بن گیا تھا۔ ایسا زخم، جو نہ روتے ٹھیک ہوتا، نہ چپ رہنے سے مٹتا۔ وہ ہر روز مسکراتا، ہر بات کا جواب دیتا، لیکن دل کے اندر کہیں ایک مسلسل ٹھیس اُٹھتی رہتی تھی۔ جیسے کوئی بھاری ہاتھ سینے پر رکھا ہو، جیسے ہر سانس میں کوئی چھپی ہوئی آہ ہو۔ وقت گزرتا گیا، لوگ بدلتے گئے۔

مگر وہ غم... وہیں رہا، زخم سے ناسور اور ناسور سے... خاموشی بن کر۔

"تم پر بھروسہ نہ ہوتا تو کیا تمہیں یوں اپنے گھر لے جاتا؟" احد نے ہلکا سا مسکرا کر ہاشم کے سوال کا جواب دیا۔

"تو بتائیں کہ آپ کیوں پریشان ہیں؟" ہاشم نے پوچھا اور ایک نظر سامنے بیٹھی مائرہ کو دیکھا۔

"اور مائرہ کیوں پریشان ہیں؟" اُس نے دوسرا سوال کیا۔

"تمہیں کس کی پریشانی کی زیادہ فکر ہے؟" احد نے بغور اُس کے چہرے کو پڑھتے پوچھا۔

"مائرہ کی۔" ہاشم کے یوں جواب نے چند لمحے کے لئے احد کو لاجواب کر دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ پہلے ہی بہت سے مشکلات سے گزر چکی ہیں۔ اُن کی ماں کی موت، ماموں کی انا، آپ کا چھوڑ جانا، اور امل کی موت۔ اب وہ..." ہاشم کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی احد نے اُس کی بات کاٹی۔

"تم امل کو کیسے جانتے ہو؟" اُس نے ہاشم کی باقی بات کو نظر انداز کرتے پوچھا۔

"مجھے مائرہ نے بتایا تھا۔ اُن دنوں جب آپ کومہ میں تھے۔" ہاشم نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"میں نہیں جانتا کہ اُس روز میرے واپس آنے کے بعد آپ نے مائرہ کو کیسے منایا تھا۔ مگر میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ آپ نے اُس سے پہلے مائرہ سے جھوٹ بولا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ اس پریشانی کی وجہ کہیں نہ کہیں میں بھی ہوں۔" ہاشم نے وہ بات کہی جو اُسے پچھلے چند روز سے پریشان کر رہی تھی۔ احد جواب میں خاموش رہا، کچھ نہیں بولا۔

"پہلے میرے پاس کوئی حق نہیں تھا کہ میں آپ سے کچھ پوچھوں۔ مگر اب... مائرہ کے کزن کی حیثیت سے، میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے مائرہ سے جھوٹ کیوں بولا

تھا؟"اُس نے دونوں ہاتھ باندھتے سوال کیا۔

"میں مائرہ کو اُس پریشانی سے بچانا چاہتا تھا، جو اس وقت تم اُس کے چہرے پر دیکھ رہے ہو۔"احد نے مختصر جواب دیا۔ہاشم نے ایک نظر ہاشم کو دیکھا اور پھر مائرہ کو۔چند لمحے لگے اُسے سب سمجھنے میں۔

"مطلب... مطلب اب آپ مائرہ کو حقیقت سے آگاہ کر چکے ہیں؟"

"ہاں۔"

"اور مائرہ نے یقین کر لیا؟"

"وہ مجھ پر بھروسہ کرتی ہے۔"

"مصطفیٰ کمال کہاں ہے؟"ہاشم نے سوال کیا۔

"اگر مجھے پتہ ہوتا تو آج سب ٹھیک ہوتا۔"احد نے چند لمحے خاموشی اختیار کی، پھر دھیرے سے بولا۔

"مطلب آپ دونوں کی پریشانی کی جو بھی وجہ ہے، وہ میں نہیں ہوں نا؟"ہاشم نے ایک بار

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پھر تسلی چاہی۔

"تم ہماری پریشانی کی وجہ نہیں ہو،ہاشم۔"احد نے یقین دہانی کروائی۔ہاشم ابھی تک یونہی کھڑا تھا جیسے احد کے کچھ اور بتانے کا انتظار کر رہا ہو۔

"تم جاننا چاہتے ہو نا..."اس سے قبل کہ احد کچھ کہتا، گیٹ سے دو لڑکیاں داخل ہوتے دکھائی دیں۔ہاشم احد کو وہیں چھوڑتا اُن کی جانب متوجہ ہوا۔اُن میں سے ایک کو تو وہ بخوبی پہچانتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

تین سال قبل:

رات کے بارہ بجے بھی سڑکیں رش سے بھری تھی۔ہر طرف لوگوں کی بھیڑ تھی۔کیفے اور ریسٹورنٹس بھرے نظر آرہے تھے۔اُن کی گاڑی بھی اُس رش میں دو، تین بار اٹکی مگر

آخر کار وہ رش سے نکل کر ایک سنسان سڑک پر روانہ ہو گئے۔

سڑک پر دوڑتی گاڑی اُن کو ایک فارم ہاؤس پر لے گئی۔ وہاں پہنچ کر سلطان بیگ گاڑی سے نکلے۔ سامنے کھڑے گارڈ نے اُن کو دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا۔

وہ فارم ہاؤس کے اندر داخل ہوئے۔ وہاں سیڑھیاں تھی جو نیچے تہہ خانے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اُنہوں نے قدم بھرتے سیڑھیوں سے اُترنا شروع کیا، اُن کا ایک گارڈ بھی اُن کے ہمراہ چل دیا۔

تہہ خانے کے اندر بالکل اندھیرا تھا اور سامنے کُرسی سے ایک شخص بندھا نظر آرہا تھا۔ گارڈ نے آگے بڑھ کر بلب جلایا تو تہہ خانہ اور وہ شخص واضح ہوا۔ اُس کا چہرہ رومال سے ڈھکا تھا۔ سلطان بیگ کے اِشارے سے گارڈ آگے بڑھا اور وہ کالا کپڑا ہٹایا۔ اُس کے چہرے پر داڑھی بڑھی ہوئی تھی اور بال گردن تک پہنچ رہے تھے۔ اُس کا چہرہ یوں تھا کہ جیسے پچھلے کئی مہینوں سے دُھولا ہی نہ ہو۔ اُس کے ہاتھ کُرسی سے بندھے تھے اور پیر زنجیروں کے ساتھ۔ گارڈ نے اُس کے منہ سے پٹی ہٹائی تو اُس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ وہ آدھا مدحوش

لگ رہا تھا۔ گارڈ نے ساتھ پڑی بالٹی سے ایک گلاس بھر کر اُس پر گرایا جس سے وہ فوراً ہڑبڑا کر اُٹھا۔ جیسے کسی خواب کی سی کیفیت سے جاگا ہو۔

"زندہ ہو؟ ٹھیک ہے۔ ابھی تمہیں زندہ رہنا ہے۔" سلطان بیگ نے اُسے دیکھ کر طنزیہ کہا۔

"میں تو زندہ ہوں مگر تمہیں آدھا مار چکا ہوں۔" اُس نے بھی طنزیہ ہنس کر جواب دیا۔

"میں اتنی جلدی نہیں مرنے والا برخودار لیکن تمہیں میں اس اذیت سے آزاد نہیں کرنا چاہتا میرے ہوتے تمہاری یہ اذیت کبھی ختم نہیں ہوگی۔" سلطان بیگ نے اُس کی کرسی پر پیر رکھتے کہا۔

"اور میرے ہوتے تمہاری اذیت کبھی ختم نہیں ہوگی۔ میں تو تب سے آزاد ہوں جب سے میں نے تمہیں مارا ہے سلطان بیگ۔ اب مجھے اس تکلیف یا اذیت سے فرق نہیں پڑتا۔ میں اپنے دوست کا بدلہ لے چکا ہوں۔" اُس نے سلطان بیگ کی آنکھوں میں جھانکتے کہا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ تم بکواس کرتے ہو؟" سلطان بیگ بھی اُس کی آنکھوں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں دیکھ رہے تھے۔

"تمہارے ماننے سے حقیقت نہیں بدلے گی سلطان بیگ اور حقیقت یہی ہے کہ میں نے یہ سب تمہارے بیٹے، احد سلطان کے کہنے پر کیا تھا۔ جو آج بھی آزاد گھوم رہا ہے۔" اُس نے ایک کڑوا گھونٹ بھرنے کے بعد جواب دیا۔

"وہ میرا بیٹا ہے اور مجھے اُس پر یقین ہے۔" سلطان بیگ نے چند لمحے کے سکوت کے بعد کہا۔

"تم مانو یا نہ مانو۔ مجھے فرق نہیں پڑتا۔ مگر میں مرتے دم تک اس بات کا اعتراف کرتا رہوں گا کہ یہ سب میں نے یعنی مصطفٰی کمال نے، احد سلطان کے کہنے پر کیا تھا۔" اُس کے چہرے پر مسکراہٹ اب بھی واضح تھی، جو سلطان بیگ کا دل جلانے کے لئے کافی تھی۔ اُنہوں نے ایک جھٹکے سے کُرسی کو ٹھوکر ماری جس سے وہ پیچھے کو اُلٹ گئی اور سلطان بیگ باہر کی جانب بڑھ گئے۔

"اِس کا کھانا دو دن کے لئے بند کر دو۔ برخودار بہت بولنے لگا ہے۔" اتنا کہہ کر وہ تہہ خانے

سے باہر نکلنے لگے۔

"احد یہاں ہو گا تو شاید اُس کو بتا دوں۔" مصطفٰی کی آواز اُن کی سماعت سے ٹکرائی،وہ جواب دیے بنا وہاں سے نکل آئے اور مصطفٰی اُن کو جاتا دیکھتا رہا۔وہ پچھلے تین مہینے سے یہاں قید تھا مگر اب تک وہ اُس سے امل کو مارنے کی اصل وجہ نہیں اُگلوا سکے تھے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

احد اور مائرہ اپنے نئے ریسٹورنٹ پر موجود تھے جو اُنہوں نے دو مہینے قبل خریدا تھا۔وہ ریسٹورنٹ کی آدھی رقم ادا کر چکے تھے اور آدھی اُن کو اگلے سال ادا کرنی تھی۔پچھلے دو مہینے سے وہ ریسٹورنٹ کو بہتر بنانے میں لگے تھے۔

دو کانیں بیچنے کے بعد مائرہ کے اکاؤنٹ میں بھی اتنی رقم تھی کہ وہ ریسٹورنٹ میں اپنی مرضی سے تبدیلیاں کر سکے۔سب سے پہلے اُس نے ریسٹورنٹ کا نام بدلا تھا۔

آج اُن کے ریسٹورنٹ کا پہلا دن تھا جس وجہ سے آنے والے گاہکوں کو اسپیشل ڈسکاؤنٹ دی

گئی تھی۔ دی سیوری سپاٹ اِس وقت لوگوں سے بھرا تھا۔

مائرہ خاموشی سے کاؤنٹر کے قریب کھڑی یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں آج الگ قسم کی چمک تھی جو ایک خواب کی تکمیل سے آتی ہے۔ مگر اُس کے ساتھ اُداسی کا ایک انٹر بھی واضح تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" احد نے اُس کے قریب جُھک کر سرگوشی میں پوچھا۔

"سوچ رہی ہوں کہ ماں زندہ ہوتیں تو آج وہ مجھ سے زیادہ خوش ہوتیں۔" اُس نے مدھم آواز میں کہا اور خاموش ہو گئی۔ ہاتھ خود بخود گلے میں لٹکتے لاکٹ کو چُھونے لگا۔

"اور امل... وہ میری سب سے پہلی گاہک ہوتی۔ ہر ڈش کا ذائقہ بتاتی، ہر میز کی جگہ بدلوانے پر بحث کرتی اور سب سے آخر میں کہتی، مائرہ محبت اور ریسٹورنٹ میں کیا فرق ہے؟" اُس کی آواز میں تھکن احد محسوس کر سکتا تھا۔ امل کے نام پر مصطفیٰ اُس کے ذہن میں آیا تھا، دل کے ایک کونے میں پھر سے نفرت اور ملال اُبھرا تھا۔

"مائرہ، میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔" احد نے ہمت جمع کر کے کہا۔

"ایک تمہارا ہی تو سہارا ہے۔ اگر تم بھٹک گئے تو میری زندگی کا مقصد ہی ختم ہو جائے گا۔"

اُس نے مائرہ کو کہتے سُنا۔

"مائرہ آج تو مایوسی کی باتیں نہ کرو۔"

"تم بھی تو چلے جاؤ گے مجھے چھوڑ کر۔"

مائرہ نے ریسٹورنٹ خریدنے کی حامی اس شرط پر بھری تھی کہ جب تک ریسٹورنٹ شروع نہیں ہو گا تب تک احد کو اُس کے ساتھ رہنا ہو گا۔ احد پچھلے تین مہینے سے اپنے گھر میں تو رہ رہا تھا مگر اُسے یاد نہیں تھا کہ آخری بار اُس نے مائرہ کی آنکھوں میں کب دیکھا تھا۔ اب تو وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھنے سے بھی گھبراتا تھا۔

جب بھی وہ مصطفیٰ سے مل کر آتا تو مایوسی بڑھ جاتی۔ وہ ایک بار پھر خود کو امل کا قصوروار ٹھہرانے لگتا۔ یہ احساس اُسے سلطان بیگ اور مصطفیٰ کمال کے ساتھ گُزارے ہر ایک پل سے ہوتا تھا۔

کاش کہ وہ مصطفیٰ سے دوستی نہ کرتا۔

کاش کہ وہ عمرہ کے لئے ویزہ ہی جمع نہ کرواتے۔

کاش کہ وہ سلطان بیگ سے نہ ملتا۔

کاش کہ وہ امل سے محبت نہ کرتا۔

کاش کہ وہ امل کی موت والے دن وہ سلطان بیگ کو مجبور نہ کرتا۔

کاش کہ وہ مصطفٰی کو یہ نہ بتاتا۔

کاش کی ایک لمبی فہرست تھی اُس کے پاس۔ جس میں مصطفٰی سے ملنے کے بعد اضافہ ہو جاتا تھا۔ وہ شخص اب احد کے صبر کا امتحان بن کر رہ چکا تھا۔ احد اتنا سمجھ چکا تھا کہ اگلے تین سال بھی اُن کے پاس قید رہنے کے بعد بھی وہ اُن کو سچائی نہیں بتائے گا۔

مگر وہ ایسا کیوں کر رہا تھا؟ وہ احد کو نفسیاتی طور پر توڑنا چاہتا تھا۔ وہ قید میں رہ کر احد کی زندگی کو ایسی پزل میں بدلنا چاہتا تھا، جس کا ہر ٹکڑا اُسی کے ہاتھ میں ہو۔

"آج تمہارا خاص دن ہے۔ آج تم صرف خوش رہو گی۔" ذہن سے ساری یادوں کو جھٹکنے کی کوشش کرتے، احد نے زبردستی مسکرا کر کہا۔

"آج ہمارا خاص دن ہے، احد۔" مائرہ نے بھی مسکرا کر کہا۔

اتنے میں احد کا فون بجا۔ سلطان بیگ کالنگ۔

"میں ذرا فون سُن لوں۔" وہ مائرہ سے کہتا وہاں سے ہٹ گیا اور مائرہ گاہکوں میں مصروف ہو گئی۔

"السلام علیکم۔" فون کان سے لگاتے ہی احد نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام، تمہارا دوست تمہیں یاد کر رہا تھا۔" سلام کا جواب دیتے ہی سلطان بیگ نے کہا۔

"میرا دوست نہیں ہے وہ!"

"وہ کہہ رہا تھا کہ وہ سچائی صرف تمہیں بتائے گا۔" سلطان بیگ نے جو سُنا تھا۔ اُس بات سے احد کو آگاہ کیا۔

احد نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں پکڑے فون کو دیکھا اور دوسری نظر مائرہ کو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں ابھی نہیں آسکتا۔ میں رات کو کوشش کروں گا۔"

"یاد آیا، آج تو تمہارے ریسٹونٹ کا افتتاح ہے نا۔ تم تو اپنی زندگی جی رہے ہو، زندگی تو میری امل کی ختم ہوئی تھی اور اُس کے ساتھ میری اور میری بیوی کی۔" اُنہوں نے افسوس سے کہا۔

"آج میری بیوی کے ریسٹورنٹ کا افتتاح ہے اور وہ بھی میرے لئے اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ امل۔" احد نے کہا اور ایک گہری سانس لی۔ "میں امل کی موت کی وجہ تک پہنچوں گا مگر میں اپنی بیوی کی خوشی کے ساتھ ناانصافی نہیں کر سکتا۔" احد کی بات سُنتے ہی سلطان بیگ فون کاٹ چکے تھے۔ احد نے دوبارہ فون نہیں ملایا بس خاموشی سے فون کو جیب میں رکھ لیا اور واپس مائرہ کی جانب بڑھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

رات کے گیارہ بج رہے تھے جب وہ مائرہ کو گھر چھوڑ کر فارم ہاؤس کے لئے نکلا تھا۔ بارہ ہونے میں چند منٹ ہی رہتے تھے جب وہ فارم ہاؤس پر پہنچا۔

گارڈ نے اُسے دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا۔ اندر داخل ہوتے ہی اُسے صوفے پر سلطان بیگ بیٹھے دکھائی دیے۔

"السلام علیکم۔" اُن کو دیکھتے ہی احد نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ خوشی ہوئی یہ جان کر کہ تم نے میری امل کو بُھلا دیا ہے۔" اُن کے لہجے میں طنز واضح تھا۔

"کاش کہ یہ میرے بس میں ہوتا لیکن میں امل کو مرنے تک نہیں بُھلا سکتا۔" احد نے اُن کو دیکھتے کہا۔

"اُسے بھی مرتے وقت تمہارا نام ہی سُننے کو ملا ہو گا، اب اُس کا نام بھی تمہیں مرنے تک سُنائی دے گا۔" اُس نے سلطان بیگ کو کہتے سُنا۔ احد بغیر کوئی جواب دیے، تہہ خانے کی جانب بڑھنے لگا۔

"جلدی جاؤ، تمہارا دوست تمہارا انتظار کر رہا ہے۔" سلطان بیگ کے الفاظ نے اُس کے قدم زنجیر کیے۔

"میرا دوست نہیں ہے وہ!" وہ مُڑا اور ایک نظر سلطان بیگ کو دیکھتے کہا، پھر وہ تہہ خانے کی جانب بڑھ گیا۔

تہہ خانے میں صرف اندھیرا ہی تھا۔ اُس نے دیوار سے بٹن ٹٹوال کر بلب جلایا، تو سامنے بیٹھے شخص کا چہرہ واضح ہوا۔ اُس کی کرسی سیدھی کر دی گئی تھی مگر چہرے کو دوبارہ ڈھانپا نہیں گیا تھا۔ اُس کے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ، زخم، اور آنکھوں کی سرخی واضح تھی۔

"مجھے یقین تھا کہ تم جلد ہی آؤ گے۔" مصطفٰی نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتے کہا مگر بلب کی روشنی سے اُس کی آنکھیں چندھیا گئی۔

"مجھے بتاؤ، کیوں مارا تم نے امل کو؟" احد نے اُس کے قریب آتے پوچھا۔ وہ پچھلے تین مہینے سے صرف یہ ایک سوال ہی کر رہا تھا۔

"تمہارے کہنے پر۔" مصطفٰی نے وہی جواب دیا جو پچھلے تین مہینے سے دے رہا تھا۔

"تم نے مجھے بُلوایا، یہ کہہ کر کہ تم مجھے سچ بتاؤ گے۔" احد نے یاد دہانی کروائی۔

"وہ تو بس میں دیکھ رہا تھا کہ تم میرے کتنے وفادار ہو۔"

"ابھی تمہیں کچھ اور بتانے کے لئے یہاں بُلایا ہے۔ لیکن جو سچ تم جاننا چاہتے،وہ بھی میں تمہیں بتادوں گا۔ جب مجھے لگے گا کہ تم اُس سچ کو جاننے کے حقدار ہو۔" چند لمحے توقف کے بعد مصطفٰی نے کہا۔

"کیا بتانا ہے؟" احد نے بے چینی سے پوچھا۔

"تمہارے باپ کو میری بتائی گئی کہانی پر یقین آرہا ہے۔ وہ تمہارے سامنے کبھی اِظہار نہیں کرے گا۔ وہ تمہیں ڈائریکٹ ختم کرے گا۔" مصطفٰی نے کہا اور سانس لینے کو رُکا۔ احد کُھلی آنکھوں سے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔"

"ایسا جلد ہو گا احد اور وہ دن تمہارا آخری دن ہو گا۔" تہہ خانے میں بیٹھا وہ شخص احد کو دھمکی دے رہا تھا۔

"یہ قید میری نہیں تمہاری ہے احد۔ میں قید ہو کر بھی آزاد ہوں اور تم آزاد ہو کر بھی قید۔ تم اپنے اندر ہی قید ہو اور تمہاری قید میری قید سے سخت ہے۔" مصطفٰی نے احد کو دیکھتے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کہا۔

اُس کے بعد احد کچھ نہیں بولا، بس خاموشی سے باہر نکل آیا۔ یہ قید مصطفیٰ کی نہیں تھی، یہ قید احد کی تھی۔

بس ایک پچھتاوا ایسا تھا جو اُس کی ساری زندگی پر حاوی ہو رہا تھا۔ وہ اُس پچھتاوے کو اپنا روگ بنا چکا تھا اور یہی اُس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

"کیا بتایا اُس نے؟" جب وہ باہر نکلا تو سلطان بیگ نے پوچھا۔

"کہ آپ کو اُس کی سُنائی گئی کہانی پر یقین آ رہا ہے۔" احد نے جواب دیا، اور اُس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ سلطان بیگ خاموش رہے۔ نہ اِس بات کا اعتراف کیا، نہ ہی جُھٹلایا۔

"میں آپ کو یہ حق پہلے ہی دے چکا ہوں کہ اگر آپ کو مجھ پر ذرا سا بھی شک ہو تو مجھے مارنے میں دیر نہ کریں۔ میں آپ کو اپنا قتل معاف کرتا ہوں۔" چند لمحے سلطان بیگ کے جواب

کا انتظار کرنے کے بعد احد نے کہا۔

"کیا تمہیں اس بات پر کوئی شک ہے کہ مصطفیٰ نے امل کو تمہاری دشمنی میں نہیں مارا؟" سلطان بیگ نے اُس کی آنکھوں میں جھانکتے سوال کیا جیسے شاید اُس کی آنکھوں میں جواب تلاش کرنا چاہتے ہوں۔ احد خاموش رہا، اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"جب انسان کو کوئی شک نہیں ہوتا، تو وہ خاموش ہو جاتا ہے بالکل تمہاری طرح۔ میری خاموشی کا مطلب بھی یہی تھا۔" سلطان بیگ نے احد کو خاموش دیکھ کر کہا۔

"مطلب آپ کو اُس کی بات پر بالکل یقین نہیں ہے؟" اب کی بار احد نے اُن کو دیکھتے پوچھا۔

"میرا تم سے وعدہ رہا کہ جس دن مجھے اُس کی بات پر تھوڑا سا بھی یقین ہو گیا کہ آج اُس نے مجھے سچ بتا دیا ہے تو وہ دن اُس کا آخری دن ہو گا۔" سلطان بیگ نے جواب دیا۔

"اور تم بے فکر رہو۔ میری بیٹی کو تم پر یقین تھا، مجھے بھی ہے۔" اُنہوں نے نرمی سے احد کا کندھا تھپکا۔

"اگر واقعی اس سب میں میرا کوئی ہاتھ ہوا تو؟" نہ چاہتے ہوئے بھی احد یہ سوال پوچھ بیٹھا۔

"یہ فیصلہ میں اُس دن پر چھوڑتا ہوں۔"سلطان بیگ نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"کیا آپ میرے کہنے پر اُس کو پولیس کے حوالے نہیں کر سکتے؟ یہ قانون کا کام ہے،وہ جلد ہی اس کے منہ سے سب کچھ اُگلوالیں گے۔"احد نے ایک بار پھر وہی بات کہی، جو وہ پچھلے تین مہینے سے ہر بار مایوس ہونے کے بعد کہتا۔

"وہ میری امل کا قاتل ہے۔اُس کو سزا دینے کا حق صرف مجھے ہے۔"سلطان بیگ نے دو ٹوک انداز میں کہا جیسے وہ پچھلے تین مہینے سے کہہ رہے تھے۔جواب میں احد کے پاس کہنے کو کچھ نہ رہتا تھا۔

"کیا میں یہاں رُک سکتا ہوں؟"سلطان بیگ مُڑنے لگے تو احد نے پوچھا۔

"آج کی رات؟"سلطان بیگ نے مُڑ کر سوال کیا۔

"نہیں۔"احد نے ایک حرفیہ جواب دیا۔"جب تک میں مصطفٰی کے منہ سے سچائی نہ اُگلوا لوں تب تک۔"اُس نے اپنی بات مکمل کی۔

"وہ مرتے دم تک اپنی زبان نہیں کھولے گا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جانتا ہوں۔"

"تو یہاں رہ کر کیوں اپنا وقت ضائع کرو گے؟"اُن کے لہجے میں ہلکی سی فکر مندی کا اثر تھا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ اُس نے ایسا کیوں کیا۔"اُنہوں نے احد کو کہتے سُنا۔

"تمہاری دشمنی میں۔"سلطان بیگ نے فوراً اُس کے سوال کا جواب دیا۔

"مگر اُس کی مجھ سے کیا دشمنی تھی؟ یہ جانے بغیر میں سُکھ کا سانس نہیں لے سکتا۔ چاہے وہ مرتے دم تک نہ بتائے، تو میں مرتے دم تک اُس کے ساتھ رہوں گا۔"احد نے کہا اور ایک گہری سانس لی۔

"تمہاری ماں اور بیوی؟"سلطان بیگ نے بظاہر لاپرواہی سے پوچھا۔

"اُن کو میں سمجھالوں گا۔"احد نے مختصر جواب دیا۔

"وہ میرا..."اُس کے ہونٹ لرزے۔"وہ میرا دوست تھا، میرا قریبی دوست۔ میرے دل کی بات مجھ سے پہلے وہ جان لیتا تھا۔"یہ یاد آج بھی اُس کے لئے زہر تھی جسے وہ چاہ کر

بھی اپنے جسم سے نکال نہیں سکتا تھا۔ یہ زہر اُس کے جسم میں سرایت کر چکی تھی جس سے بچنا اب ناممکن تھا۔

"اُس نے مجھے دھوکہ کیوں دیا؟"

"تم یہاں رہ سکتے ہو۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد سلطان بیگ نے کہا۔ "مگر جس دن تمہیں تمہارے کیوں کا جواب ملے گا، اُس دن اُس قاتل کا اس دنیا میں آخری دن ہو گا۔"

اُس کے بعد وہ کچھ نہیں بولا۔ اس وقت اُسے صرف اس کیوں کا جواب ڈھونڈنا تھا۔ اُس کے دوست نے اُسے دھوکہ دیا تھا اور اُسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے اُس سے جینے کا مقصد ہی چھین لیا ہو۔ دنیا چاہے آپ کے جسم کا ہر ذرا نوچ دے، وہ تکلیف اس تکلیف سے کم ہوتی ہے کہ آپ کے دوست نے آپ سے دغا کی۔ آپ کے دوست نے آپ کا بھروسہ توڑا۔ آپ کے دوست ہمیشہ سے آپ کے لئے اپنے دل میں نفرت پال رہا تھا اور آپ اتنے بیوقوف تھے کہ کبھی سمجھ ہی نہ پائے۔

احد کی زندگی میں، دوستی کی شروعات، دشمنی کی بنیاد، اور فریب کا پہلا باب۔ سب مصطفیٰ سے

جُڑا تھا۔

اُس کے بعد احد نے کبھی کوئی ہمراز نہیں بنایا تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

اگلے دن صبح دس بجے جب وہ گھر واپس لوٹا تو مائرہ اپنے ریسٹورنٹ پر جا چکی تھی۔ فریدہ بیگم لاؤنج میں تنہا بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ اُس کے پاس ایک اضافی چابی تھی جس کی مدد سے وہ اُن کو ڈسٹرب کیے بغیر گھر میں داخل ہوا تھا۔

"السلام علیکم۔" لاؤنج میں پہنچتے ہی اُس نے سلام کیا۔ فریدہ بیگم نے حیرت سے مُڑ کر اُسے دیکھا۔ اُس کی لال آنکھوں کے گرد ہلکے واضح تھے۔

"وعلیکم السلام۔ تم کہاں رہتے ہو آج کل؟ وہ بھی ساری ساری رات۔" فریدہ بیگم ٹی وی بند کرتی اُس کی جانب متوجہ ہوئیں۔

"ایک ضروری کام سے گیا تھا۔" احد نے مختصر جواب دیا۔

"مجھے تمہاری پینٹ سے سگریٹ کی ڈبی ملی تھی۔ پہلے تو تم سگریٹ نہیں پیتے تھے؟" فریدہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بیگم نے صوفے سے اُٹھتے سوال کیا۔اُن کی تفتیش شروع ہو چکی تھی۔

"وہ میرے دوست کا تھا۔"احد نے جھوٹ بولا۔

"کیسے دوست ہیں تمہارے؟"اُنہوں نے غصے سے پوچھا۔

"ماں،جانے بھی دیں۔"پوری رات جاگنے کی وجہ سے اُس کے سر میں شدید درد ہو رہی تھی۔اس لئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔فریدہ بیگم بھی اُس کے پیچھے ہی آ گئیں۔

"یہ بات کبھی نہ بھولنا کہ تمہارے علاوہ میرا اور مائرہ کا کوئی نہیں ہے۔تمہارا ہر غلط قدم ہم تینوں کو متاثر کرے گا۔"وہ آتے ہی بیڈ پر لیٹ چکا تھا۔فریدہ بیگم نے اُس کے قریب بیٹھتے نرمی سے کہا۔

"میرا بھی آپ کے اور مائرہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے ماں۔"احد نے اُن کی جانب رُخ کر کے نرمی سے اُن کا ہاتھ تھام کر یقین دہانی کروائی۔

"میں کچھ بھی غلط نہیں کر رہا۔"اُس نے فریدہ بیگم کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔اُس کی آنکھیں کافی تھیں اپنی ماں کو یقین دلانے کے لئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھ سے وعدہ کرو کہ تم مستقبل میں بھی کبھی کوئی غلط کام نہیں کرو گے۔" فریدہ بیگم نے اُس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں۔"

فریدہ بیگم آگے جُھکیں اور نرمی سے احد کا ماتھا چوما۔ اب چاہے دُنیا بھی احد کے خلاف ہو جائے مگر اُن کو اُس پر اتنا اعتماد تھا کہ اُن کا بیٹا کبھی اُن سے کیا گیا وعدہ نہیں توڑے گا۔ ماں تھیں نا!

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

جب اُس کی آنکھ دوبارہ کُھلی تو اُس نے تکیے کے نیچے سے اپنا فون نکال کر دیکھا۔ دن کے تین بج رہے تھے۔ وہ فوراً بستر سے اُٹھا، الماری سے اپنے کپڑے نکالے اور باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔

دس منٹ بعد جب وہ نہا کر باتھ روم سے نکلا تو وہ بالکل تیار تھا۔ وہ وقت ضائع کیے بغیر لاؤنج میں پہنچا۔ وہاں اب بھی فریدہ بیگم تنہا ہی بیٹھی تھیں۔

"مائرہ ابھی تک نہیں آئی؟"اُس نے سوال کیا،فریدہ بیگم نے مُڑ کر اُسے دیکھا۔

"اُٹھ گئے تم؟ناشتہ بنادوں؟"اُنہوں نے احد کے سوال کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے پوچھا۔

"مائرہ نے بتایا کہ وہ کب تک آئے گی؟"احد نے پھر سے وہی سوال کیا۔

"نہیں مجھے بتا کر نہیں گئی۔ تمہاری صبح سے بات نہیں ہوئی اُس سے؟"فریدہ بیگم نے جواب دیا اور حیرت سے احد کو دیکھتے ایک نیا سوال کیا۔احد نے اپنے ہاتھ میں پکڑا فون دیکھا جس پر مائرہ بے تحاشہ کالز کر چکی تھی مگر اُس نے اُٹھائی نہیں تھیں۔

"چلیں،میں ریسٹورنٹ جا کر ہی کچھ کھالوں گا۔"اُس نے ایک نتیجہ اُخذ کرتے کہا۔

"آپ چلیں گی میرے ساتھ؟"اُس نے فریدہ بیگم سے پوچھا۔

"میں گھر میں بھی تو تنہا ہی ہوں۔اس سے بہتر ہے کہ تمہارے ساتھ ہی چلوں۔"فریدہ بیگم فوراً صوفے سے اُٹھیں اور اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگیں۔

"میں گاڑی میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"اتنا کہہ کر احد وہاں سے نکل آیا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اُسے مائرہ کی پھر سے کال موصول ہوئی۔اُس نے فون اُٹھا کر کان سے لگایا۔

"احد؟ کہاں ہو تم؟ساری رات کہاں رہے؟تم ٹھیک ہو نا؟تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ کھانا کھالیا؟"احد کا ہیلو سُنتے ہی مائرہ نے سوالوں کی بوچھاڑ کی۔

"جی میں گھر پر ہوں،ایک ضروری کام کے لئے گیا تھا،بالکل ٹھیک ہوں،طبیعت بھی ٹھیک ہے،کھانا کھانے کے لئے تمہارے ریسٹونٹ پر آرہا ہوں۔"احد نے تحمل سے ہر سوال کا جواب دیا۔وہ ہمیشہ یونہی مائرہ کے ہر سوال کا جواب دیتا تھا۔

احد کا جواب سُن کر مائرہ کے لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"میں انتظار کر رہی ہوں۔"اتنا کہہ کر مائرہ نے فون بند کر دیا۔احد فون ہاتھ میں پکڑے اُسے دیکھنے لگا پھر اُس نے اپنے فون کو پاور آف کیا اور جیب میں رکھ دیا۔اس وقت وہ اپنی ماں اور بیوی کے ساتھ وقت گُزارنا چاہتا تھا۔سلطان بیگ کا کوئی چھوٹا سا میسج بھی ایک بار پھر اُس کا سکون اُڑانے کے لئے کافی تھا۔

سلطان بیگ کو صرف ایک غم کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ وہ تھا امل کی موت۔

مگر احد کو دو غموں کو ساتھ لے کر چلنا تھا۔ ایک امل کی موت... اور دوسرا اُس کے دوست کی بے وفائی۔ دونوں غموں نے دل میں برابر کے چیر دیے تھے۔

ابھی اُسے ایک طویل عمر جینی تھی۔ امل والا غم تو شاید کبھی نا کبھی بھر ہی جاتا مگر دوسرا غم اُسے ساری زندگی ساتھ لے کر چلنا تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ ریسٹورنٹ پہنچے تو مائرہ کاؤنٹر کے قریب کھڑی تھی۔ اُس کی نظریں دروازے پر ہی جمی تھیں جیسے اُن کا انتظار کر رہی ہو۔ اُن کو دیکھ کر فوراً اُن کی جانب بڑھی۔

"السلام علیکم۔" قریب پہنچتے ہی اُس نے خوش دلی سے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" فریدہ بیگم نے مسکرا کر جواب دیا اور آس پاس نظر دوڑائی۔ ریسٹورنٹ میں اس وقت کافی گہما گہمی تھی۔

مائرہ اُن دونوں کے ہمراہ ایک ٹیبل کی جانب بڑھ گئی۔ فریدہ بیگم اور احد کرسی پر بیٹھ گئے،

البتہ مائرہ اُن کے قریب ہی کھڑی تھی۔ مائرہ نے ایک ویٹر کو اشارہ کیا وہ فوراً قریب آ کر اپنی ڈائری پر اُن کا آرڈر لکھنے لگا۔ چند لمحے کھڑے رہنے کے بعد مائرہ فریدہ بیگم اور احد کو وہیں چھوڑتی واپس کاؤنٹر پر چلی گئی۔

"مائرہ کتنی خوش ہے۔" اُس کو جاتا دیکھ کر فریدہ بیگم نے احد سے کہا۔ احد نے ہلکا سا سر ہلا دیا، بولا کچھ نہیں۔ اُس نے جیب سے اپنا فون نکال کر آن کیا تو سامنے سلطان بیگ کی تین مِسڈ کالز شو ہو رہی تھیں۔ اُس نے ایک نظر فون کو دیکھا اور ایک نظر اپنے سامنے بیٹھی اپنی ماں کو۔ اُس کی گردن میں ایک گِلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی، اُس نے فون واپس جیب میں رکھ دیا۔ جیب میں رکھتے ہی اُس کا فون پھر سے بجنے لگا۔ اُس نے جیب میں موجود موبائل کا سائیڈ بٹن دُبایا جس سے آنے والی آواز کا دم وہیں گھُٹ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ فون کس کا ہو سکتا ہے۔

"میں بھی جلد چلا جاؤں گا۔ آپ دونوں کو ایک دوسرے کا خیال رکھنا ہو گا۔" کچھ دیر گُزر جانے کے بعد اُس نے ہمت کر کے ماں سے کہا۔ یہ بات وہ پہلے بھی اُن سے کر چکا تھا مگر مائرہ نے اُسے روک لیا تھا۔ اس بار وہ رُکنا نہیں چاہتا تھا۔ اُسے مصطفٰی کے گلے پر انگوٹھا

رکھ کر سچ جاننا تھا۔اور اس کے لئے اُسے یہ قربانی دینی ہی تھی۔

"مگر کیوں؟تم اس ریسٹورنٹ کو مائرہ کے ساتھ مل کر چلا سکتے ہو۔اتنی دور جانے کی کیا ضرورت ہے؟"فریدہ بیگم نے پوچھا۔یہ سوال وہ کئی بار کر چکی تھیں۔

"ماں،اچھی آفر ہے اور بس کچھ مہینوں کی ہی تو بات ہے۔"احد نے خود کو کہتے سُنا۔بس مصطفٰی سے سچ جاننے تک کی ہی تو بات ہے۔

"مطلب تم فیصلہ کر چکے ہو؟"اُنہوں نے اداس ہو کر پوچھا۔

"میں فیصلہ کر چکا ہوں۔"اُس نے مدھم سا کہا۔وہ واقعی فیصلہ کر چکا تھا۔

اس کے بعد اُن کا کھانا آ گیا اور وہ دونوں خاموش ہو گئے۔مائرہ بھی آ کر اُن کے قریب ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی اور تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔کھانا کھانے کے بعد مائرہ کو وہیں چھوڑ کر فریدہ بیگم اور احد گھر واپس آ چکے تھے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو مدھم سی روشنی نے اُس کا استقبال کیا۔کھڑکی کے آگے

پردے پھیلا رکھے تھے مگر سورج کی کرنیں اُن سے ہوتی کمرے کو ہلکا سا منور کر رہی تھیں۔ وہ سیدھا چلتا آیا اور کھڑکی کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ جیب سے فون نکالا اور سلطان بیگ کے نمبر پر کال ملانے لگا۔ دوسری جانب سے فون اُٹھا لیا گیا تھا۔

"السلام علیکم۔" ہیلو سنتے کی احد نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام، کیسے ہو؟" سلطان بیگ نے سلام کا جواب دیتے پوچھا۔ ان تین مہینوں میں اُن کے رویے میں ہلکی سی تبدیلی احد محسوس کر سکتا تھا۔ اب وہ اُس کی فکر کرنے لگے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں؟" اُس نے کھڑکی کا پردہ ایک سائیڈ پر کرتے پوچھا۔ پردہ سائیڈ ہوتے ہی روشنی پورے کمرے میں پھیل گئی۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں۔" سلطان بیگ نے ہمیشہ کی طرح کہا۔ اس سے پہلے کہ احد کچھ بولتا، اُنہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔ "امل کے بغیر میں کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ ٹھیک ہونے کے لئے مجھے مرنا پڑے گا احد۔" اُن کا اُداس لہجہ احد محسوس کر سکتا تھا۔

"آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں؟اب تو ہم اُس کے قاتل کو بھی پکڑ چکے ہیں۔"احد نے مدھم آواز میں کہا۔وہ کھڑکی کے شیشے میں سے اپنا ہلکا سا عکس دیکھ سکتا تھا۔

"اُسے پکڑنے سے یا مارنے سے میری امل واپس نہیں آئے گی۔"سلطان بیگ نے جواب دیا۔احد نے سر جُھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔جیسے خود سے نظریں نہ ملانا چاہتا ہو۔

"آپ مجھے بار بار فون کیوں کر رہے تھے؟"چند لمحے کی خاموشی کے بعد احد نے پوچھا۔

"تمہارا دوست تمہیں پھر سے یاد کر رہا تھا۔"سلطان بیگ نے بتایا۔

"میرا دوست نہیں ہے وہ!"احد نے ہمیشہ کی طرح تصیح کی۔

"میری امل تو یہی جان کر مری تھی نا۔تو تمہاری یہ پہچان کیسے ختم ہو سکتی ہے؟میری نظر میں تمہاری وہی پہچان ہے،جو میری امل کی نظر میں تھی۔"اُس نے سلطان بیگ کو کہتے سُنا۔ایک اُداس مسکراہٹ اُس کے چہرے پر بکھر گئی۔وہ یہی سب سُننے کا مستحق تھا،یہ بات اب وہ مان چکا تھا۔وہ خود کو امل کا مجرم قرار دے چکا تھا اور مصطفٰی کے ساتھ رہنا اُس کی سزا کا حصہ تھا۔

"اب سے میں وہیں رہوں گا اُس کے پاس۔ اس کے بعد وہ مجھے یاد کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔" احد کی آواز ایک پختہ عزم کے ساتھ سنائی دی۔

"تم پچھلے تین مہینے سے یہی کہہ رہے ہو۔ کبھی تمہاری ماں تمہیں روک لیتی ہے اور کبھی تمہاری بیوی۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تم اپنی زندگی خوشی سے جی رہے ہو۔ امل میری بیٹی تھی اور اب وہ میرا روگ ہے۔ تمہیں اس سے فرق نہیں پڑتا۔"

"پہلے میرا دوست مجھے یاد نہیں کرتا تھا اب اُسے میری یاد آنے لگی ہے۔" ایک کڑوا گھونٹ بھرتے احد نے کہا۔

اس وقت اگر اُسے کسی لفظ سے شدید نفرت تھی، تو وہ "دوست" تھا۔

آخر کیا تھا یہ لفظ؟ دھوکے کا دوسرا نام... فریب کا انوکھا نام!

"میں تب تک اُس کے ساتھ رہوں گا، جب تک وہ مجھے نہیں بتائے گا کہ اُس نے میری بہن کو کیوں مارا۔" سلطان بیگ کو خاموش پا کر احد نے اپنی بات مکمل کی۔

"میں تمہارا انتظار کروں گا۔" اتنا کہہ کر سلطان بیگ فون کاٹ چکے تھے۔

احد وہیں کھڑکی کے قریب کھڑا گہری سوچ میں گُم تھا۔ وہ ہر طرف سے اُلجھن کا شکار تھا۔ اُس کے پاس کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس سے وہ اپنے دل کا بوجھ بانٹ سکتا۔ اُس کا کوئی دوست... بلکہ نہیں... اب اُسے کوئی دوست نہیں چاہیے تھا۔ اپنی ہر جنگ اُسے خود ہی لڑنا تھی۔ اُسے اپنے اندر کی جنگ سے بھی لڑنا تھا۔ اُسے اپنے اندر جلتے لاوے کو ٹھنڈا کرنا تھا۔ اُسے اپنے آپ کو ان آگ کے انگاروں کی لپٹ میں آنے سے بچانا تھا۔

ایک طرف مائرہ اور ماں... اور دوسری طرف امل اور مصطفٰی...

اُسے فی الحال کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ وہ پچھلے تین مہینے سے دونوں کا انتخاب کرتا آرہا تھا مگر اب وہ تھک چُکا تھا۔ اب وہ مصطفٰی کو اُس کے انجام تک پہنچانا چاہتا تھا۔ تین مہینے کے اس سفر نے اُسے تھکا دیا تھا۔

امل کا قاتل اُس کو مل چکا تھا۔ مگر قتل کی وجہ وہ بن رہا تھا۔ اُسے بس ایک سوال کا جواب چاہیے تھا۔ کہ وہ قتل کی وجہ "کیوں" بن رہا تھا؟

شاید اس "کیوں" کا جواب جان کر وہ اپنے اندر کی جنگ جیت جاتا۔

وہ فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ انتخاب کر چکا تھا۔

وہ ہر کسی کو چھوڑ کر بس ایک "کیوں" کا انتخاب کر چکا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

رات کے دس بج رہے تھے۔ چاند کی نرم روشنی کھڑکی سے ہوتی، فرش پر پھیل رہی تھی۔ مائرہ کھڑکی کے قریب کرسی پر بیٹھی اپنی ڈائری پر جُھک کر کچھ لکھ رہی تھی۔ احد بیڈ پر بیٹھا اُسے دیکھ رہا تھا۔

"مائرہ۔" چند لمحے اُسے محویت سے دیکھنے کے بعد، احد نے پکارا۔

"جی۔" اُس نے مُڑ کر احد کو دیکھا۔ بال کی ایک لٹ کیچر سے آزاد ہو کر اُس کے چہرے پر بکھری ہوئی تھی۔

"کیا لکھ رہی ہو؟" وہ پچھلے کافی عرصے سے مائرہ کو ڈائری لکھتے دیکھ رہا تھا مگر یہ سوال آج اُس نے پہلی بار کیا تھا۔ نہ جانے کیوں۔

"میں لکھ رہی ہوں کہ میرے ساتھ آج کیا بُرا ہوا۔" مائرہ نے ہلکا سا مسکرا کر جواب دیا۔

"کیا بُرا ہوا؟"احد نے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں۔"مائرہ نے ہلکا سا ہنس کر ٹال دیا۔

"تم نے ڈائری لکھنا کیوں شروع کی؟"اُس نے اپنے دماغ سے باقی سوچوں کو جھٹکنے کی کوشش کرتے ایک نیا سوال کیا۔

"کیونکہ میرے پاس کوئی نہیں ہے جس کو میں یہ سب بتا سکوں۔"مائرہ نے کہا اور واپس اپنی ڈائری پر جُھک گئی۔

"تمہارے پاس میں ہوں،ماں ہیں۔"احد نے دھیما سا پکار کر مائرہ کو یاد کروایا۔

"ماں ہیں... لیکن تم نہیں ہو احد۔"وہ اتنا مدھم بولی کہ شاید احد سُن ہی نہ سکا۔

"میرے بہت سے دن اچھے گزرتے ہیں،وہ میں امی کو ضرور بتاتی ہوں۔ مگر میں اپنے بُرے دنوں کا اُن کو نہیں بتاتی۔ میں اپنی جنگ میں اُن کو پریشان کیوں کروں؟"مائرہ نے ڈائری بند کی اور اُسے واپس جگہ پر رکھتے احد کے قریب بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔

"کیا مطلب؟"احد نے نا سمجھی سے پوچھا۔"تم مجھے تو بتا سکتی ہو۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہارے پاس میرے لئے اب وقت نہیں ہوتا احد۔" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ گِلہ کر بیٹھی۔

"میرے پاس تمہارے لئے..." وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا جیسے مائرہ کی بات سے اتفاق کر رہا ہو۔

"مگر یہ اچھا ہی ہوا۔" اُس نے احد کو دیکھتے اپنی بات جاری رکھی۔ "ان تین مہینوں میں، میں پہلے سے زیادہ بہادر ہو چکی ہوں۔ جن کاموں میں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت تھی، اب وہ میں خود کر سکتی ہوں۔ اس لئے مجھے لگتا ہے، کہ مجھے میرے حصے کی ذمہ داریاں اور جنگ خود لڑنی ہو گی۔" اُس نے اپنی بات مکمل کی۔ احد پھر بھی خاموش رہا۔

"تم جانتے ہو، کچھ دن پہلے میرا چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔" مائرہ نے بتایا۔ احد نے حیرت سے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

"تمہارا ایکسیڈنٹ؟ کیسے؟ کب؟ تم ٹھیک ہو نا؟" اُس نے سوالوں کی بوچھاڑ کی۔

"ٹھیک ہوں، اسی لئے تمہارے سامنے بیٹھی ہوں۔" اُس نے مسکرا کر جواب دیا اور اپنے دائیں بازو کو اوپر کھینچ کر احد کو دکھایا۔ وہاں ایک بڑے سے زخم کا نشان واضح تھا۔

"یہ کیسے ہو گیا مائرہ؟ تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" احد نے فوراً فکر مندی سے مائرہ کا بازو تھام کر زخم کا جائزہ لگاتے پوچھا۔

"میں ریسٹورنٹ سے نکل ہی رہی تھی کہ ایک موٹر سائیکل والا آ کر مجھ سے ٹکرایا۔ جس سے میں سڑک پر گر گئی اور میرے بازو پر رگڑ آئی۔" مائرہ نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"تم جانتے ہو اس زخم سے مجھے بہت تکلیف ہوئی تھی۔ میں نے تمہیں بہت بار فون کیا مگر تم نے نہیں اُٹھایا۔" وہ لمحے بھر کو رُکی، جیسے اُس لمحے کو یاد کیا ہو۔ احد نے ندامت سے سر جُھکا لیا۔ کیا فائدہ تھا اُس کے ہونے کا؟

"میں ریسٹورنٹ واپس گئی، اور وہاں میری سٹاف میمبر نے میرے زخم پر مرہم لگایا جس سے میرا درد بہتر ہو گیا۔ اُس دن ریسٹورنٹ پر بس میں اور وہ ہی موجود تھیں۔ تب ریسٹورنٹ کا پینٹ کا کام چل رہا تھا۔" وہ سانس لینے کو رُکی۔

"تب میں نے سوچا کہ یہ درد چند منٹوں کا تھا۔ اس کے لئے میں تمہیں خوامخواہ پریشان کرتی۔ میں نے گھر آ کر بھی تم سے یا امی سے ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ مجھے لگا کہ اب میں اس

قابل ہو چکی ہوں کہ اپنے زخموں کو خود بھر سکتی ہوں۔ اس کے لئے مجھے تمہیں پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بس کہے جا رہی تھی اور احد سُنے جا رہا تھا۔

"تم نے پوچھا کہ میں ڈائری میں کیا لکھتی ہوں۔ میں ڈائری میں لکھتی ہوں کہ میرے ساتھ جو غلط ہوا۔ اگر وہ میں تمہیں بتاؤں تو تمہارا کیا ردِ عمل ہو گا اور اگر وہ میں امی کو بتاؤں، تو وہ کتنی پریشان ہوں گی اور بس، جب بھی میری ہمت ٹوٹنے لگتی ہے تو میں دوبارہ سے اپنا لکھا ہوا پڑھ لیتی ہوں کہ میری بات سے تم یا امی کتنا پریشان ہو گے۔" اب وہ اپنی بات مکمل کر کے احد کے جواب کی منتظر تھی۔

"مطلب اب تمہیں میری ضرورت نہیں رہی؟" چند لمحے بعد احد نے دھیما سا پوچھا۔ اُس کی مائرہ، اب اُس کے بغیر اپنے زخموں پر مرہم لگانا سیکھ رہی تھی۔ اس بات نے اُسے اُداس کر دیا تھا۔

"مجھے زندگی کے ہر موڑ پر تمہاری ضرورت رہے گی احد۔ مگر یہ ضرورت اب کسی کام کی محتاج نہیں ہے۔ یہ ضرورت بس محبت کی ہو گی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں لگتا ہے کہ اپنی جنگ میں کسی دوسرے کو پریشان نہیں کرنا چاہیے؟"احد نے سرسری سا پوچھا۔ مگر یہ سوال وہ اپنے اندر چلنے والی جنگ کے لئے کر رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ ہمیں ہماری جنگ خود لڑنی چاہیے۔ بس سہارا اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ ہم گرنے لگیں تو ہمیں پیچھے سے تھام لیا جائے گا۔ اپنے سہارے کو خود سے آگے کھڑا کرنا خود غرضی ہے۔ میں تمہیں کبھی اپنے آگے کھڑا نہیں کروں گی۔ لیکن مجھے اتنا یقین ہو گا کہ اگر میں پیچھے گری تو تم وہاں ہو گے مجھے تھامنے کے لئے۔"

"اور اگر مجھے سہارے کی ضرورت ہوئی؟"احد نے پوچھا۔

"اگر تمہیں سہارے کی ضرورت ہوئی تو بھی میں ہی آگے رہوں گی احد اور تم مجھے روک نہیں سکتے۔ تمہارے سینے پر خنجر چلے یا گولی، اُسے مائرہ سلطان کے سینے سے گُزر کر تم تک پہنچنا ہو گا۔ کیونکہ مجھے یقین ہو گا کہ تم مجھے تھام لو گے۔ مجھے خود پر یقین نہیں ہے احد۔ مجھے لگتا ہے کہ میں تمہیں نہیں تھام سکوں گی۔" آج بہت عرصے بعد وہ احد سے یوں باتیں کر رہی تھی۔ جیسے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہی ہو یا شاید وہ احد کی پریشانی کو بھانپ چکی تھی۔ اُن کا رشتہ روح کا تھا اور اُن کے دل ایک دوسرے سے جُڑے تھے۔ ایسے میں کیسے ممکن تھا کہ

وہ احد کی پریشانی کو نہ بھانپتی؟

"مائرہ۔" چند لمحے خاموش رہنے کے بعد، احد نے ایک بار پھر مائرہ کو پکارا۔ مائرہ نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ پل بھر کے لئے بھوری آنکھیں، شہد آنکھوں سے ٹکرائیں۔

"میں کل جا رہا ہوں۔ اس اُمید کے ساتھ کہ تم میرا انتظار کرو گی۔" اُس نے مائرہ کو دیکھتے کہا۔ جواب میں مائرہ خاموش رہی۔ وہ اس معاملے میں احد سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اُن کو چھوڑ کر دوسرے شہر جا کر نوکری کرنا احد کا فیصلہ تھا۔ وہ اُسے روکنے کی بہت کوشش کر چکی تھی مگر اب وہ اس اُمید کے ساتھ اُسے جانے دے رہی تھی، کہ احد سلطان دنیا کہ کسی کونے میں بھی چلا جائے۔ اگر مائرہ گرنے لگی تو وہ اُسے تھامنے ضرور آئے گا۔ وہ خاموشی سے جا کر بیڈ پر لیٹ گئی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

اندھیرے تہہ خانے میں وہ اُس کے سامنے کھڑا تھا۔ آج اُس نے بلب نہیں جلایا تھا وہ مصطفٰی کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ مصطفٰی کو دیکھ کر ایک عجیب قسم کی کیفیت اُس پر طاری ہو جاتی تھی جسے لفظوں میں بیان کرنا ناممکن تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم نے میری بہن کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟" اندھیرے میں وہ اُس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا مگر اُس کا رُخ مصطفٰی کی جانب ہی تھا۔ اُس نے ہمیشہ کی طرح ایک ہی سوال کیا۔

"تمہارے کہنے پر۔" آج پھر اُس کا جواب وہی تھا۔ اگر وہ "تمہاری وجہ سے" بھی کہہ دیتا، تو احد کے پاس بات آگے بڑھانے کا موقع ہوتا۔ مگر وہ ہمیشہ یہ جواب دے کر احد کو لاجواب کر دیتا تھا۔

"تمہاری مجھ سے کیا دشمنی تھی؟ تم نے امل کو "کیوں" مارا؟" احد نے "کیوں" پر زور دیتے ایک اور سوال کیا۔ آنکھوں کا کرب اندھیرے میں چُھپا ہوا تھا۔

"میری تم سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ میں نے اپنے دوست ہونے کا حق ادا کیا ہے۔" مصطفٰی نے تحمل سے جواب دیا۔

"تم مجھے سچ بتاؤ۔ اس سے شاید تمہاری سزا میں کمی کر دی جائے۔" احد نے دھیما سا کہا۔

"سزا کون کاٹ رہا ہے؟" وہ طنزیہ ہنسا۔ "سزا تم کاٹ رہے ہو، احد۔ میں تو آزاد ہوں۔" وہ سلطان بیگ کی ایک اولاد کو مار چکا تھا، اب وہ دوسری اولاد کو ذہنی طور پر کمزور کرنا چاہتا

تھا۔

"میں کیسی سزا کاٹ رہا ہوں؟"اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ سوال تم خود سے کرو تو بہتر ہو گا۔" مصطفٰی نے جواب دیا۔

"اب میں سائے کی طرح تمہارے ساتھ رہوں گا اور تمہارے منہ سے میں اس "کیوں" کا جواب جان کر رہوں گا۔"احد نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا اور وہاں سے نکلنے کے لئے مُڑ گیا۔

"یہی تمہاری سزا ہے کہ میرے حصے کی سزا بھی تم کاٹو گے احد سلطان۔"اُس نے مصطفٰی کو کہتے سُنا مگر رُکا نہیں۔

شاید مصطفٰی ٹھیک کہہ رہا تھا۔

یہ سزا اُس کی نہیں احد کی تھی۔

وہ قید میں ہو کر بھی ذہنی طور پر آزاد تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اور احد . . . وہ آزاد ہو کر بھی ذہنی قید میں تھا۔

اس "کیوں" نے اُسے پل پل اذیت میں رکھا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب ۱۳:ماضی کے بھاگے،حال کے مسافر۔

ختم ہونے کو ہے سفر شاید

پھر ملیں گے کبھی مگر شاید

گیارہ بجے کے قریب جب وہ اُٹھی تو اپنی آنکھوں کو ہلکا سا مسلا۔ پھر سیدھی ہو کر بیٹھی اور بالوں کو کیچر میں باندھا۔ ہیزل آنکھوں کے نیچے زیادہ سونے کے باعث ہلکے واضح تھے۔ سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اُٹھایا اور واٹس ایپ اوپن کر کے دیکھنے لگی۔ سامنے ہاشم کا گُڈ مارننگ میسج جگمگا رہا تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی ماہ رُخ سے پہلے اُٹھ چکا تھا۔ ماہ رُخ کے لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔ چند ثانیے بیت جانے کے بعد اُس نے اپنی دائیں جانب نظر دوڑائی،وہاں سے حمنہ غائب تھی۔

"حمنہ..." اُس نے ایک اونچی سدا لگائی۔ تبھی باتھ روم کا دروازہ کھول کر حمنہ باہر نکلتی دکھائی دی۔

"کیا ہوا؟"اُس نے ماہ رُخ کو دیکھتے سوال کیا۔وہ اپنے چہرے کو تولیے کی مدد سے تھپک رہی تھی۔

"نور کے گھر چلیں؟"اُس نے فوراً پوچھا،بیڈ سے اُٹھ کر پیروں میں سلیپرز پہنے اور باتھ روم کی جانب بڑھنے لگی۔

"کیوں؟"حمنہ نے اُسے دیکھتے حیرانی سے پوچھا۔

"تم بس تیار ہو جاؤ۔"اتنا کہہ کر وہ دروازہ لاک کر چکی تھی۔

"عجیب لڑکی ہے یہ بھی۔"حمنہ بند دروازے کو دیکھ کر بڑبڑائی اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔فی الحال اُسے بھوک لگ رہی تھی۔سب سے پہلا کام اُسے کھانے کا کرنا تھا۔

"تم ابھی تیار نہیں ہوئی؟"ماہ رُخ بھی باتھ روم سے نکل کر کچن میں آچکی تھی۔

"پہلے ناشتہ تو کر لو میری بہن۔"حمنہ نے بیزاریت سے کہا۔اس وقت گھر میں ماہ رُخ، حمنہ اور حمنہ کی امی موجود تھیں۔

اُس کے بعد ماہ رُخ نے کچھ نہیں کہا اور خاموشی سے ناشتہ کرنے لگی۔

"اب بتاؤ کہ کیوں جانا ہے؟"ناشتہ ختم کرنے کے بعد حمنہ نے تحمل سے پوچھا۔

"ہاشم میرا اچھا دوست ہے تو بس سوچا اُس کے گھر والوں سے بھی دوستی کر لوں۔"

حمنہ نے حیرت سے اُسے دیکھا۔یہ بات وہ پہلے نہیں جانتی تھی۔

"ہاشم بھائی تمہارے دوست ہیں؟"

"ہاں نا جب وہ کراچی گئے تھے تو بابا نے اُن کو پارٹی پر بلایا تھا۔وہیں ہوئی ہماری ملاقات۔"

اُس نے سرسری سا بتایا۔

"تم نے مجھے یہ سب پہلے کیوں نہیں بتایا؟"اب وہ اُس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی تفتیشی انداز میں سوال کر رہی تھی۔

"میری مرضی۔"اتنا کہہ کر وہ باہر کی جانب بڑھنے لگی مگر حمنہ نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"صرف دوستی ہے نا؟"

"میرا باپ نہ بنو۔"اُس نے جیسے ناک سے مکھی اُڑائی۔

"پھر بھی..."اُس نے پھر سے کچھ کہنا چاہا مگر بات ادھوری چھوڑ دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جو سمجھنا چاہو سمجھ لو۔" اُس نے مدھم آواز میں سرگوشی کی۔ اُسے اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ لوگ کیا سمجھتے ہیں۔

حمنہ نے بھی مزید کوئی سوال نہیں کیا اور دونوں ہاشم کے گھر جانے کے لئے روانہ ہوئیں۔ وہ گاڑی میں بیٹھی تھی جب اُسے نور کا میسج موصول ہوا کہ کل والی تصویریں بھیجو۔ حمنہ نے وہ تصویریں اُس کے نمبر پر بھیج دیں اور ساتھ میں ایک وائس میسج بھیجا کہ وہ بھی وہیں آ رہی ہے۔

گیٹ سے داخل ہوتے ہی حمنہ کو سامنے نور بیٹھی دکھائی دی۔ اُس کے ساتھ ہی باقی گھر والے بھی بیٹھے تھے مگر ماہ رُخ اُسے نہیں دیکھ رہی تھی، اُس کی نظر احد کے ساتھ کھڑے ہاشم پر جمی تھیں۔

احد کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اتنے میں ہاشم کی نظر ماہ رُخ اور حمنہ پر پڑی۔ وہ احد کو وہیں چھوڑتا اُن کی جانب متوجہ ہوا۔ ماہ رُخ نے اُسے اپنے قریب آتے دیکھا تو دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

"السلام علیکم۔" ہاشم نے اُن کو دیکھتے ادب سے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" حمنہ اور ماہ رُخ نے اکٹھا جواب دیا۔

"حمنہ..." دور بیٹھی نور نے حمنہ کو دیکھتے آواز لگائی۔ نور کی جانب اس وقت ہاشم کی کمر تھی وہ اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"تم جاؤ میں ان سے بات کر کے آتی ہوں۔" ماہ رُخ نے تقریباً حمنہ کو وہاں سے دھکیلتے کہا۔ حمنہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔

"آپ کیسی ہیں؟" حمنہ کے جانے کے بعد ہاشم نے نظریں ماہ رُخ پر ٹکائے نرمی سے پوچھا۔

"اپنی نظر سے بتاؤں یا آپ کی نظر سے؟" اُس نے قریب جُھک کر ہنستے ہوئے سرگوشی کی۔

"میری نظر سے بتا دیں۔" اب وہ ہاتھ باندھے اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

"ایک دوست جو چوبیس گھنٹے آپ کے نہ چاہتے ہوئے بھی آپ کو کالز یا میسجز کرتی رہتی ہے۔ جو آپ کو بہت تنگ کرتی ہے اور...." وہ خاموش ہو گئی۔ بات ادھوری چھوڑ دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہمیشہ کی طرح۔

"اور؟"

"اور... اور شاید بہت خوبصورت بھی ہے۔" اُس نے بات بدلتے جو بھی منہ میں آیا، وہ بول دیا۔ ہاشم نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔ اُس کی ہنسی کا ماہ رُخ نے آج بھی بُرا منایا تھا۔

"آپ بتائیں کہ آپ کیسے ہیں؟" اب کی بار ماہ رُخ نے سوال کیا۔

"اپنی نظر سے بتاؤں یا آپ کی نظر سے؟" اُس نے بھی مسکراتے پوچھا۔

اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی، سامنے بیٹھی مائرہ نے ہاشم کو پکارا۔ وہ ماہ رُخ کو وہیں چھوڑتا اُس کی جانب بڑھ گیا۔

ماہ رُخ بھی خود سے اُس کے ساتھ ہی چل دی۔ وہ سب کو مل کر فارغ ہوئی تو ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اُس کے سامنے ہی دوسری جانب ہاشم خاموشی سے کھڑا باری باری سب کو دیکھ رہا تھا۔

"ہاشم۔" مائرہ نے اُسے پھر سے پکارا۔ اُس نے سر گھما کر مائرہ کو دیکھا۔

"جی۔"

"تم نے بتایا نہیں سب کو کہ ماہ رُخ تمہاری خاص دوست ہے۔" اُس نے ایک نظر ماہ رُخ کو دیکھا پھر ہاشم کو۔ صدف اور نور نے بھی سر اُٹھا کر اُسے دیکھا تھا۔

"موقع ہی نہیں ملا۔" اُس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

"دراصل بابا نے مصطفٰی کمال..." ماہ رُخ کچھ بولنے ہی والی تھی کہ ہاشم نے اُسے ٹوکا۔

"جب میں کراچی میں مائرہ کے گھر رُک رہا تھا تب ہی میری ماہ رُخ سے ملاقات ہوئی تھی۔" اُس نے مختصر داستان سنائی۔

"اوہ... اسی لئے مائرہ جانتی ہے ماہ رُخ کو۔" صدف نے کچھ سمجھتے سر ہلایا۔ اُس کے بعد مائرہ کچھ نہیں بولی۔ بس ایک خاموش نظر ماہ رُخ پر ڈالی اور واپس خوش گپیوں میں مصروف ہو گئی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

تھوڑی دیر بعد ہنسی خوشی اپنی باتوں میں مصروف تھے۔ نور ابھی سب کے لئے چائے بنا کر لائی تھی۔ ماہ رُخ ابھی تک اُسی کرسی پر بیٹھی تھی۔

"ماہ رُخ، چائے۔" اُس کی محویت کو نور کی آواز نے توڑا۔ وہ چائے کا ایک کپ تھامے اُس کے سامنے کھڑی تھی۔ ماہ رُخ نے ہلکا سا مسکرا کر وہ کپ تھام لیا۔

ماہ رُخ کی نظریں ہاشم پر ہی جمی تھیں۔ تبھی احد کو کسی کا فون آیا تو وہ ایک سائیڈ پر ہٹ کر سُننے لگا اور ہاشم وہاں اکیلا کھڑا رہ گیا۔ اُس نے بھی نظر گُھما کر دیکھا تو آنکھیں پھر سے ماہ رُخ سے ٹکرائیں۔ وہ ہلکا سا مسکرا دیا مگر ماہ رُخ نے فوراً خفگی سے رُخ بدل لیا۔

فون بند ہوتے ہی احد مائرہ کی جانب بڑھا تو ہاشم بھی اُس کے ساتھ ہی آ گیا۔

"مائرہ چلیں؟" اُس نے پوچھا۔ مائرہ اور فریدہ بیگم نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

"بیٹا، رات تک تو رُک جاؤ۔" صدف نے فوراً کہا۔

"ابھی آفس سے فون آیا تھا، میرا جانا ضروری ہے۔" احد نے مدھم آواز میں سمجھایا، اتنے میں عمار صاحب لاؤنج سے نکلتے دکھائی دیے۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ مائرہ یہاں کچھ دن رُک جائے؟"اُنہوں نے احد کو دیکھتے سوال کیا۔

مائرہ نے مُڑ کر عمار صاحب کو دیکھا۔

"اگر مائرہ رُکنا چاہتی ہے تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"مائرہ،رُک جائیں پلیز۔"نور نے مائرہ کا ہاتھ تھامتے کہا۔

"مائرہ آپی،پلیز رُک جائیں۔"خدیجہ نے بھی فوراً سفارش کی۔

"مائرہ،سب اتنا کہہ رہے ہیں تو رُک جاؤ۔"فریدہ بیگم نے گفتگو میں حصہ لیا۔مائرہ ہلکا سا مسکرا دی جیسے رُکنے کا فیصلہ کر چکی ہو۔

چند منٹ بعد،وہ احد اور فریدہ بیگم کو روانہ کر چکی تھی۔ماہ رُخ اور حمنہ ابھی تک یہیں تھی مگر مائرہ ابھی سے خود کو تنہا محسوس کرنا شروع کر چکی تھی۔اُسے لگ رہا تھا جیسے یہاں رُکنے کا فیصلہ غلط تھا۔

ماہ رُخ کی نظریں بار بار ہاشم کی سمت بھٹک جاتی تھیں۔چائے ختم ہو چکی تھی،گفتگو اپنے اپنے دائرے میں رواں تھی مگر اُس کے دل میں کچھ رُکا رُکا سا تھا۔

چند لمحے بیت جانے کے بعد وہ سب وہیں بیٹھے تھے جب ہاشم وہاں سے چلا گیا۔

چند لمحے بعد ماہ رُخ باتھ روم جانے کے لئے اُٹھی تو وہیں قریب اُسے ہاشم کھڑا دکھائی دیا۔

"مجھے بس باتھ روم تک جانا تھا۔" اُس نے جیسے ہاشم کی آنکھوں کو پڑھتے خود سے ہی جواب دیا اور آگے بڑھنے لگی۔

"آپ ناراض ہیں؟" وہ اُس کی خفگی کو محسوس کر چکا تھا مگر وجہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

"نہیں۔"

"لگ رہی ہیں۔"

"صرف ناراض ہی لگ رہی ہوں؟" اب کی بار ہیزل آنکھوں نے بھوری آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"ہاں لیکن میں وجہ جاننا..." اُس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی ماہ رُخ نے اُسے ٹوکا۔

"تو پھر بتائیں کہ آپ کیسے ہیں؟" اُس نے پھر سے وہی سوال کیا جس کا جواب مائرہ کی آواز

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پر ادھورا رہ گیا۔

"اپنی نظر سے یا...."ماہ رُخ ایک بار پھر اُسے ٹوک چکی تھی۔

"مائرہ کی نظر سے...."

ہاشم نے حیرت سے ماہ رُخ کو دیکھا۔اُس کی خفگی کی چھوٹی سی وجہ اب عیاں تھی۔

"صرف ایک دوست جس نے زندگی کے مشکل وقت میں اُن کی مدد کی تھی۔"وہ روانی سے بولا۔

"صرف ایک دوست؟"ماہ رُخ نے اُس کے الفاظ دہرائے۔

"اچھا..."وہ کچھ سوچنے لگی۔

"یہ بتائیں کہ مائرہ کیسی ہے؟...ہاشم کی نظر سے۔"

ہاشم ہلکا سا مسکرا دیا۔وہ ماہ رُخ کی جیلیسی محسوس کر سکتا تھا جسے وہ کہیں چُھپائے بیٹھی تھی۔

"مائرہ بہت خاص ہے۔"اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اور ماہ رُخ؟" ایک اور سوال کیا گیا۔

"ماہ رُخ سب سے خاص ہے۔"

"سب میں مائرہ بھی آتی ہے؟"

"سب میں سب آتے ہیں۔" ہاشم کو اُس کی بچگانہ باتوں پر ہنسی آ رہی تھی مگر وہ سنجیدہ رہ کر جواب دے رہا تھا۔

ماہ رُخ کو مائرہ پسند نہیں آئی تھی، یہ بات ہاشم جانتا تھا مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ماہ رُخ خود سے اس بات کا اعتراف نہیں کرے گی۔ شاید اُس کی نظر میں تو مائرہ ہاشم کی دوست اور رشتہ دار بھی تھی اور وہ خود... وہ تو بس ہاشم کی دوست تھی۔

"مائرہ جب بھی آپ کو پکاریں گی تو آپ مجھے یونہی بیچ راہ چھوڑ کر چلے جائیں گے؟" اُس نے ایک اور سوال کیا۔

"وہ جب بھی مجھے پکاریں گی تو میں آپ کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

وہ ہنس دی اور چند لمحے کی خاموشی دونوں کے درمیان حائل ہو گئی۔

"آپ نے مائرہ کو میرا بتایا تھا۔ مجھے مائرہ کا کیوں نہیں بتایا؟"

"کیونکہ وہ میری بہت اچھی دوست تھیں لیکن میری اُن سے لڑائی ہو گئی اور ہماری دوستی میں دراڑ پڑ گئی۔ جب مائرہ نے وہ دراڑ بھرنے کی کوشش کی تب آپ میری زندگی میں آچکی تھی۔" وہ لمحے بھر رُکا، ذہن میں بہت سی یادوں کی ایک فلم چل رہی تھی۔

"آپ کو میں نے بتایا تھا کہ مجھ سے زیادہ دوستیاں نہیں سنبھالی جاتی۔ میں اُس شگاف کو بھرتا تو شاید آپ کو کھو دیتا۔ اس لئے میں نے اُس شگاف کو خالی ہی چھوڑ دیا، یہ بتا کر کہ میری نئی دوست بن چکی ہے۔" اُس نے ساری کہانی سنائی۔ جسے سُن کر ماہ رُخ کے بس میں ہوتا تو شاید وہ کے ٹو کی بلندیوں سے بھی اونچا اُڑ جاتی۔

ہاشم نے جو بات ماہ رُخ کو بتائی تھی شاید مائرہ بھی یہی سمجھتی تھی۔ لیکن ہاشم نے اُس سے دوبارہ پہلے کی طرح دوستی کیوں نہیں کی، یہ بات بس وہی جانتا تھا۔ وہ دل کا مسافر تھا وہ اپنے رازوں کو اپنے اندر دفنانا جانتا تھا۔

"مائرہ کو بُرا لگا ہو گا۔" وہ کے ٹو کی بلندیوں تک اُڑ کر واپس زمین پر آئی تو اچانک مائرہ کا

خیال اُبھرا۔

"وہ بھی دوست نہیں بناتی تھیں۔ تین سال اُنہوں نے کسی سے دوستی نہیں کی تھی لیکن مجھ سے کی۔"

ماہ رُخ اُس کی باتوں کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ہاشم کی باتیں اُسے ادھوری لگ رہی تھیں لیکن مائرہ کے لئے جو جلن اُس کے دل میں تھی وہ اب مکمل طور پر ختم ہو چکی تھی۔ہاشم اب اُسے اپنی خاص دوست مانتا تھا،مائرہ کو نہیں۔اُس کے لئے یہی کافی تھی۔

مارہ رُخ واپس پہنچ کر اپنی اُسی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔البتہ اب چہرہ پہلے سے مطمئن نظر آرہا تھا۔

"چلیں، حمنہ؟"چند لمحے خاموشی سے بیٹھنے کے بعد اُس نے حمنہ کو مخاطب کرتے پوچھا۔

"ابھی تو لنچ کا ٹائم ہو رہا ہے۔ لنچ کرنے سے پہلے آپ لوگ نہیں جا سکتے۔"حمنہ کی جگہ جواب نور نے دیا تھا۔

"نہیں یار، پھر کبھی۔اب تو میں آتی ہی رہوں گی۔"ماہ رُخ نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔نظریں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب نور پر جمی تھیں۔

پانچ منٹ بعد،ماہ رُخ اور حمنہ سب کو الوداع کہہ کر روانہ ہو چکی تھیں۔ صدف اور نور کچن میں مصروف تھیں،مائرہ بھی قریب کھڑی اُن کی مدد کر رہی تھی۔ خدیجہ اپنے کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی، عمار صاحب باہر گئے تھے،اور ہاشم لاؤنج میں بیٹھا اپنی سوچوں میں گُم تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

"مائرہ،پارک میں چلیں؟ تھوڑی چہل قدمی ہو جائے گی۔"رات کے کھانے سے فارغ ہو کر نور نے مائرہ سے پوچھا۔اس وقت لاؤنج میں ہاشم،نور،مائرہ اور خدیجہ موجود تھے۔

"ابھی تو کافی اندھیرا ہو گیا ہے۔"مائرہ نے کھڑکی سے باہر رات کی پھیلی ویرانی کو دیکھتے کہا۔

"تو کیا ہوا؟ ہم اس سرگم کے بادشاہ کو... میرا مطلب ہاشم کو ساتھ لے کر جا سکتے ہیں۔"نور نے فوراً تجویز پیش کی۔

"میں کہیں نہیں جارہا۔"ہاشم نے اُکھڑے لہجے میں جواب دیا۔نور مائرہ کے کان کے قریب جُھکی اور دھیمی سی سرگوشی کی۔

"ہاشم،پلیز۔"نور کی بات سُنتے ہی مائرہ نے ہاشم سے کہا۔

"اس مس بی آئی کے نے آپ کو مجبور کیا ہو گا۔"ہاشم نے انگلی سے نور کی جانب اشارہ کیا اور خدیجہ سے مخاطب ہوا۔

"چھوٹی دنیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو گی؟"

"بڑی دنیا۔"نور نے تصیح کی اور ہلکا سا ہنس دی۔

"یہ تم لوگوں نے کیسے نام رکھے ہیں ایک دوسرے کے،عجیب سے۔"مائرہ نے بغور سب کے چہروں کا دیکھتے کہا۔

"عجیب تو نہیں ہیں۔اب دیکھیں،سرگم کا بادشاہ کہا جاتا ہے ایک عظیم گلوکار کو۔ہمارا ہاشم کیا کم ہے کسی سے؟"نور نے مائرہ کو سمجھایا۔

"ہاشم کو گانا پسند ہے؟"مائرہ نے حیرت سے پوچھا۔یہ بات وہ پہلے نہیں جانتی تھی۔

"ہاں نا، آپ نہیں جانتی؟ میرے پاس تو ہاشم کے گانے کی..." نور کچھ بول ہی رہی تھی کہ ہاشم نے اُس کی بات کاٹی۔

"بالکل اسی طرح مس بی آئی کے۔ مطلب برین اِن نیز۔ اب ہماری نور کا دماغ گُھٹنوں میں ہے تو ہم یہی کہہ کر پکاریں گے نا؟" ہاشم نے مس بی آئی کے کی فُل فارم بیان کی جس سے مائرہ ہنس دی۔

"اور چھوٹی دنیا؟" اپنی ہنسی پر قابو پاتے اُس نے تجسس سے پوچھا۔

"بڑی دنیا۔" نور نے پھر سے تصیح کی۔

"کیونکہ ہماری خدیجہ کی دنیا بہت چھوٹی ہے۔ اس کی دنیا میں بس ہم گھر کے چار فرد اور اس کی بیسٹ فرینڈ لائبہ آتی ہے۔" ہاشم نے خدیجہ کو دیکھتے بتایا۔

"اور اب اس کی دنیا بڑی ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس میں چار نئے لوگوں کا اضافہ ہوا ہے۔" نور نے بھی خدیجہ کو دیکھتے مسکرا کر کہا۔

"مائرہ، احد بھائی، فریدہ آنٹی، اور چوتھا کون؟" ہاشم نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"یہ کہاں سے آ گیا،یار۔"نور نے ہاشم کو دیکھتے منہ بسور کر کہا۔

"تم ماہ رُخ کی بات کر رہی ہو کیا؟"اچانک ہاشم کے منہ سے پھسلا،وہ نہیں جانتا تھا کیوں۔

"وہ تو تمہاری دنیا بڑھائے گی نا۔"نور نے بیزار ہو کر ہاشم کو تنگ کرنے کے انداز میں کہا۔

"وہ تیمور کی بات کر رہی ہے ہاشم۔"مائرہ نے چند لمحے بعد کہا۔ہاشم کے لب اوہ میں سکڑے۔

"تم سے زیادہ عقلمند تو مائرہ ہیں،سرگم کے بادشاہ۔"نور نے شرمانے کی ناکام کوشش کرتے کہا۔اب وہ مائرہ سے اتنی فرینک ہو چکی تھی کہ اُس کے سامنے ہاشم سے دو دو ہاتھ کر سکتی تھی۔

"اب پارک جانا ہے یا نہیں؟"ہاشم نے یاد دہانی کرائی اور سب کو واپس موضوع کی طرف لایا۔

"رُکو میں شال لے آؤں۔باہر موسم کافی ٹھنڈ ہے۔"مائرہ فوراً صوفے سے اُٹھ کر گیسٹ روم کی جانب بڑھ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس کے جاتے ہی نور نے ہاشم کے بازو پر چٹکی کاٹی جس سے وہ کراہ کر رہ گیا۔

"تمہیں شرم نہیں آئی؟ مائرہ کے سامنے بہن کو یہ کہتے ہوئے کہ اُس کا دماغ گُھٹنوں میں ہے؟" وہ سنجیدہ تھی۔

"تمہیں آئی تھی؟ مجھے سرگم کا بادشاہ بلاتے ہوئے؟" ہاشم نے پوچھا۔

"وہ نام بہتر تھا ہاشم۔" نور نے قدرے خفگی سے کہا۔

"میں نور آپی سے ایگری کرتی ہوں۔" خدیجہ نے نور کی سائیڈ لی۔

"تم تو چپ کرو چھوٹی دنیا۔" ہاشم نے اُسے ٹوکا۔

"بڑی دنیا۔" نور نے پھر سے تصیح کی۔

"تم ایسے ہی جاؤ گی؟ باہر موسم بہت ٹھنڈا ہے۔" ہاشم نے نور کا جائزہ لیتے پوچھا۔ نور جواب دیے بنا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"آپ ٹی شرٹ میں جائیں گے؟" خدیجہ نے ہاشم کو دیکھتے، نرمی سے پوچھا۔ تب ہاشم کو احساس ہوا کہ وہ خود آدھی آستینوں والی شرٹ میں بیٹھا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں بس جیکٹ پہننے ہی جا رہا تھا۔" ہاشم نے کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ چاروں اس وقت اُسی پارک میں موجود تھے جہاں ہاشم اور احد کی ملاقات ہوئی تھی۔ رات کے اندھیرے اور نومبر کی ٹھنڈک کے باعث آج وہاں کوئی بچہ نہیں کھیل رہا تھا۔

خدیجہ جا کر سامنے لگے جھولے پر بیٹھ گئی اور ہاشم بھی ایک جانب بڑھ کر بینچ پر بیٹھ گیا۔ دل کو ہاتھ میں پکڑے فون پر کسی کے میسج آنے کا انتظار تھا۔ اب مائرہ اور نور تنہا اُس پارک میں چل رہی تھیں۔

اچانک فون بجا اور کسی کا میسج آیا۔ وہ اُسے جواب دینے میں مصروف ہو گیا۔

چند منٹ ماہ رُخ سے بات کرنے کے بعد ہاشم اُٹھا اور چھوٹے چھوٹے ڈِگ بھرتا مائرہ اور نور کے قریب آ گیا۔

"مائرہ، آپ بتائیں کہ آپ کی اور احد بھائی کی شادی کیسے ہوئی تھی؟" آہستہ آہستہ چلتے نور

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مائرہ سے پوچھ رہی تھی۔ہاشم اب نور کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔اُس نے سر اُٹھا کر ایک بار بھی مائرہ کو نہیں دیکھا تھا۔

"بس ہو گئی۔"مائرہ نے مختصر جواب دیا۔

"مائرہ، آپ جانتی ہیں کیا؟"نور نے مائرہ کو دیکھتے پوچھا،مائرہ نے تجسس سے ابرو اُٹھائے۔

"آپ بہت بور نگ ہیں۔"

"یہ تو میں جانتی ہوں۔"مائرہ ہنس دی۔

"جب میری شادی ہو گی تو آپ کو پورا ایک مہینہ یہاں آ کر رہنا ہو گا۔"نور نے دور کا لائحہ عمل طے کر لیا تھا۔

"ویسے ہم یہاں کرنے کیا آئے ہیں؟"ہاشم نے بیزاریت سے پوچھا۔وہ بور ہو رہا تھا۔

"تمہارے دماغ کو ٹھنڈی ہوا کھلانے آئے ہیں۔"نور نے خفگی سے کہا۔

"اچھا مائرہ،یہ تو بتائیں کہ آپ کی اور ہاشم کی ملاقات کیسے ہوئی۔"نور نے مزید دلچسپی سے پوچھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مائرہ نے ایک نظر ہاشم کو دیکھا، ذہن میں بہت سی پرانی یادیں تازہ ہوئی۔

("مصطفیٰ کمال۔" اُس لڑکے نے اپنا تعارف کروایا تھا۔)

"جب احد کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور میں ہسپتال پہنچی تو وہاں ہاشم پہلے سے موجود تھا۔" مائرہ

نے اپنی پہلی ملاقات کو بھولتے، دوسری ملاقات کے بارے میں بتایا۔

"اور آپ دونوں کی دوستی ہو گئی۔" اب وہ مائرہ کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"ہاں۔" مائرہ نے ہاشم کو دیکھتے کہا۔ اُس کی نظریں ادھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔

"پھر ہاشم نے واپس آنے سے پہلے آپ کو بتا دیا کہ وہ آپ کا کزن ہے؟" وہ خود سے کہانی

بناتی مائرہ سے سوال کیے جا رہی تھی۔ مائرہ کو اچانک وہ تھپڑ یاد آیا جو اُس نے ہاشم کے رُخسار

پر مارا تھا۔ گردن میں ایک گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مائرہ نے جواب میں کچھ نہیں کہا بس ہلکا سا سر کو خم دیا۔ نور کو خدیجہ نے آواز لگائی تو وہ اُس کی سننے کے لئے اُس کی جانب بڑھ گئی۔ اب ہاشم اور مائرہ اکیلے کھڑے تھے۔

مائرہ نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا، وہ نظریں چُرا گیا۔ بالکل جیسے پچھلے اتنے دنوں سے کر رہا تھا۔

"اب تک ناراض ہو؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"میں نے ناراض کیوں ہونا ہے؟" اُس نے ہنس کر مائرہ کا خدشہ ٹالا۔

"کیونکہ اجنبی ناراض نہیں ہوتے، دوست ہوتے ہیں۔"

ہاشم لمحہ بھر خاموش رہا۔

"شاید میں اب وہ دوست نہیں رہا جو پہلے تھا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مائرہ نے بھنویں سکیڑیں۔

"ایسا کیا بدل گیا؟"

"وقت بدل گیا اور وقت کے ساتھ لوگ بھی بدل جاتے ہیں اور کچھ فاصلے ضروری ہو جاتے ہیں۔"

"فاصلے؟" مائرہ نے دھیرے سے دہرایا جیسے یہ لفظ اس کے لیے اجنبی ہو۔

"ہاں فاصلے۔ کچھ لوگ قریب رہ کر بھی دور ہو جاتے ہیں اور کچھ دور رہ کر بھی قریب۔"

"اور میں کس فہرست میں ہوں؟" اس کے لہجے میں بے ساختہ تلخی اُتر آئی۔

ہاشم نے ایک لمحے کے لیے اس کی بھوری آنکھوں میں جھانکا، پھر نظریں جھکا لیں۔

"پتہ نہیں۔"

وہ خاموش ہو گئی مگر دل میں ایک ان کہی شکایت رہ گئی۔

"میں نے سوچا ہے کہ تھوڑا وقت دوسرے دوستوں کے ساتھ گزاروں۔ نئے لوگوں کو

جانوں... ماہ رُخ بھی انہی میں سے ایک ہے۔"

"تو اب ہم پرانے ہو گئے؟" مائرہ کے لبوں پر ایک خشک سی مسکراہٹ آئی۔

"نہیں... پرانے نہیں۔" وہ ہلکا سا ہنسا۔ "بس... ہر رشتہ ایک حد تک ساتھ چلتا ہے پھر اپنی

اپنی سمت چل پڑتا ہے۔"

"مگر ہم تو اچھے دوست تھے نا؟" اُس نے ہاشم کو دیکھتے سوال کیا۔ چند لمحے کے لئے وہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

خاموش ہو گیا۔

"دیکھیں ہماری دوستی تو رشتہ داری میں بدل گئی۔" وہ پھر سے ہنس دیا۔

مائرہ خاموش ہو گئی۔اس کے بعد وہ کچھ نہیں بولی۔وہ سمجھ چکی تھی کہ اب وہ ہاشم کے دوستوں کی فہرست میں نہیں آتی۔شاید وہ ایک بار پھر سوال کرتی تو وہ کہہ دیتا کہ وہ مائرہ کا دوست ہے صرف مائرہ کا دل رکھنے کے لئے۔ہاشم میں اچانک آنے والی تبدیلی کی وجہ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

ہاشم کو وہ صرف اپنا ایک اچھا دوست سمجھتی تھی لیکن اُسے یاد نہیں تھا کہ ہاشم نے کب آخری بار اُس سے ایک دوست کی طرح بات کی تھی؟شاید جب وہ نہیں جانتا تھا کہ مائرہ اُس کی کزن ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

خیر،مائرہ کے لئے یہ نیا نہیں تھا۔اُس کی زندگی میں تو ہر شخص ہی جانے کے لئے آتا ہے

اور اب وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ احد کے علاوہ اُسے کسی کے جانے سے فرق نہیں پڑے گا۔

نور خدیجہ کی بات سُن کر واپس آئی اور اُن کے ساتھ مل کر ٹہلنے لگی۔

"اب چلیں؟"دس پندرہ منٹ کی چہل قدمی کے بعد ہاشم نے پوچھا۔وہ اس وقت واقعی بور

ہو رہا تھا۔فون نکال کر کئی بار چیک کر چکا تھا مگر ماہ رُخ نے کوئی نیا پیغام نہیں بھیجا تھا۔

"چلیں۔"مائرہ نے حامی بھری اور رُخ دروازے کی جانب کر لیا۔نور اور خدیجہ بھی ساتھ ہی

چل دیں۔

پارک کے گیٹ سے جب وہ نکل رہے تھے تب کوئی شخص وہاں سے داخل ہو رہا تھا۔اُس

نے سر پر ٹوپی پہن رکھی تھی۔ہاشم نے اُس کے قریب سے گزرتے سلام کیا اور آگے بڑھ

گیا۔ یہ اُس کی عادت تھی، اُس کو کوئی بھی ملتا تو وہ اُس کو سلام لازمی کیا کرتا تھا۔ وہ شخص بھی جواب دے کر رکا نہیں بلکہ سیدھا چلتا گیا۔ خدیجہ اور نور بھی ہاشم کے ساتھ ہی آگے بڑھ گئیں۔

مگر مائرہ...

اُس کے قدم جیسے کسی نے زنجیر کر دیے تھے۔

وہ چاہ کر بھی ہِل نہیں پائی۔

اُس کے چہرے پر کئی سائے آجا رہے تھے اور آنکھیں لال ہو چکی تھیں۔

وہ فوراً مُڑی اور اُس شخص کو دیکھا۔ جو ابھی اُس کے قریب سے گزرتا پارک میں داخل ہوا تھا۔ اُس نے اپنی آنکھیں مسلیں، پھر دیکھا۔ یہ وہی تھا۔ وہ اُس شخص کو کیسے بھول سکتی تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بھلا؟

اُس نے بس اُس شخص کی ایک تصویر دیکھی تھی مگر یہ وہ چہرہ تھا جو اُس کی راتوں کی نیند بھی اُڑا چکا تھا۔

یہ وہی شخص تھا جسے دیکھ کر مائرہ کا دل چاہا کہ وہ اُس کا قتل کر دے۔

یہ وہی شخص تھا جو احد اور اُس کے دو سال کے درمیان حائل ہوا تھا۔

یہ وہی شخص تھا جس کی وجہ سے مائرہ نے بہت اذیت سہی تھی۔

یہ وہی شخص تھا جس نے امل کی جان لی تھی۔

"مائرہ؟" کچھ قدم چل کر نور رُکی اور مُڑ کر مائرہ کو مخاطب کیا۔ مائرہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔ نور واپس آئی اور مائرہ کے کندھے کو تھپک کر ہلایا۔ مائرہ پھر بھی اپنی جگہ پر جمی رہی۔ نظریں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب بھی اُس شخص پر جمی تھیں جو اُس سے دور جا چکا تھا۔ اُس نے ایک بار بھی مُڑ کر نہیں دیکھا تھا۔

"یہ..." مائرہ نے کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ نے ساتھ نہیں دیا۔ وہ بول نہیں پائی۔

"مائرہ، آپ ٹھیک ہیں؟" اب کی بار ہاشم نے واپس آ کر فکر مندی سے پوچھا۔

"یہ وہی ہے..." اُس نے ٹوٹتی آواز کے ساتھ مائرہ کو کہتے سُنا۔

"کون وہی؟" ہاشم نے حیرت سے اُسے دیکھ کر پوچھا۔ وہ مائرہ کی بات سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"یہ امل کا قاتل ہے۔ یہ مصطفیٰ کمال ہے۔" مائرہ نے بے ساختہ کہا مگر آواز اتنی آہستہ نکلی کہ کوئی سُن نہ سکا۔ مائرہ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اُسے اپنے پورے جسم میں کانٹے چُبھتے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ ایک پل کو لڑکھڑائی۔ ہاشم اور نور بے ساختہ آگے بڑھے اور

Clubb of Quality Content

اُسے دونوں شانوں سے تھام کر قریب لگے بینچ پر بٹھایا۔

"ہاشم،جاؤ پانی لے کر آؤ۔"نور نے ہاشم کو دیکھتے تیزی سے کہا۔

مائرہ وہیں خاموش بیٹھی تھی۔اُس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ یہ شخص کبھی اُس کے سامنے

یوں آجائے گا۔

اُس نے خود کو قاتل ڈھونڈنے کے لئے تیار کر رکھا تھا مگر اُس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اگر

وہ قاتل اُس کے سامنے آجائے تو وہ کیا کرے گی؟

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

دو سال قبل:

بارش تین دن سے مسلسل برس رہی تھی۔اندھیرے کمرے کی دیواروں پر نمی چڑھ چکی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھی۔ چھت سے رِستے پانی کی بوندیں،رات بھر کسی اذیت کا ترانہ گاتی رہتیں۔ چھوٹا سا کمرہ جس کی کھڑکی ایک ویران زمین کی جانب رُخ کیے تھی،وہ بھی احد کے اندر کے موسم جیسا ہو چکا تھا۔

بے رونق،بے سمت۔

دیوار سے ٹیک لگائے،احد فرش پر بیٹھا تھا۔اس کے ہاتھ میں فون تھا جس پر آخری کال مائرہ کی تھی۔

اُس نے فون اٹھایا،نمبر ملایا مگر پھر کال منسوخ کر دی۔یہ وہی تسلسل تھا جو گزشتہ کئی مہینوں سے جاری تھا۔وہ اُن کو فون کرنے کی کوشش کرتا مگر پھر فون بند کر دیتا۔اُس کی جب بھی مائرہ سے بات ہوتی تب ہمیشہ مائرہ ہی فون کیا کرتی تھی۔

وہ انہیں ایک ہی جھوٹ سناتا رہا کہ "ماں،یہاں کام بہت بڑھ گیا ہے...مائرہ،بس کچھ دن اور پھر ملنے آؤں گا۔"

اُدھر فریدہ بیگم اور مائرہ کو لگ رہا تھا کہ احد دوسرے شہر میں نوکری کر رہا ہے۔وہ اُن کی

تسلی کے لیے جھوٹ بولتا رہا مگر اُسے تسلی دینے کے لئے کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنی بہن کی موت کا سبب بنا تھا اور اس بات کو وہ چاہ کر بھی جُھٹلا نہیں سکتا تھا۔

وہ وہاں سے اُٹھا اور قدم بڑھاتا تہہ خانے کی جانب بڑھنے لگا۔

اُس کے داخل ہوتے ہی مصطفٰی نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ آنکھوں میں تپش اُبھری تھی۔

"مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔" اُس نے احد کو دیکھتے کہا۔

"اب تمہیں میرے آنے کا وقت بھی یاد ہو گیا ہے۔" احد نے طنز کیا۔

مصطفٰی ہنسا، وہی دھیمے انداز میں۔

"میں قید ہوں مگر وقت میرے ساتھ ہے۔ میں وقت کو بھول بھی جاؤں، وقت مجھے نہیں بھولتا۔ تم آزاد ہو کر بھی پابند ہو چکے ہو احد۔"

"میں یہاں اس لیے آیا تھا کہ سچ جان سکوں۔" احد نے اپنی آنکھوں میں تھکی ہوئی روشنی کو جمع کرتے ہوئے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تو کیا اب تک نہیں جانا؟" مصطفٰی نے مدھم سا پوچھا۔ "میں نے وہی کیا، جو تم چاہتے تھے۔"

"نہیں۔ میں نے کبھی نہیں چاہا کہ تم امل کو مارو!" احد کا لہجہ بلند ہوا۔

مصطفٰی نے خاموشی سے احد کی طرف دیکھا۔ "مگر تم نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا تھا جس سے میں رُک جاتا۔"

"میں کیا کر سکتا تھا؟" اُس نے تھکا سا پوچھا۔ اب وہ اُس پر چیخ چیخ کر بھی تھک چکا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں بتا دوں گا؟ کبھی نہیں۔ تم اپنی بہن کے قاتل ہو، یہ بات تمہیں ساری زندگی یاد رکھنا ہو گی۔" یہ وہی جملہ تھا جو احد بار بار سُن چکا تھا۔ وہی الزام جو صاف کہہ کر کبھی ہٹایا نہ گیا۔

اور احد... وہ اب تھک چکا تھا۔

"ایک سال گزر گیا ہے، مصطفٰی۔ میں نے اپنی نیند، اپنا سکون، اپنا گھر... سب چھوڑ دیا۔ تمہارے ہر جواب کے پیچھے سچ تلاش کیا مگر تم... تم نے مجھے بس اپنے خالی الفاظ میں

اُلجھایا۔"

مصطفیٰ کی نظریں اب تہہ خانے کے دروازے پر جمی تھیں۔

"کیا تم جانتے ہو احد، ہر شخص کو اپنی سزا خود چُننی پڑتی ہے۔" وہ لمحے بھر کو رُکا۔ نظریں پھر سے احد پر جمائیں۔ "تم نے بھی اپنی سزا خود چُنی ہے۔"

احد خاموشی سے اُٹھا۔ تہہ خانے سے نکلا اور کمرے میں پہنچ کر اُس نے میز سے اپنی ڈائری اُٹھائی جس میں وہ روز کچھ نہ کچھ لکھتا تھا۔

شک، اذیت، محبت، مایوسی... سب کچھ۔

آج اُس نے ایک سطر لکھی: "میں جانتا ہوں کہ میں سچ کے بہت قریب ہوں۔"

وہ وہیں بیٹھا تھا جب اُسے فریدہ بیگم کی کال موصول ہوئی۔

"کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں، ماں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آواز بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہے۔ کوئی پریشانی ہے؟"اُنہوں نے فوراً احد کی آواز میں تبدیلی محسوس کرتے پوچھا۔ احد اُن سے بہت کم رابطہ کیا کرتا تھا اور وجہ یہی تھی کہ وہ ہمیشہ اُس کی پریشانی بھانپ لیتی تھیں۔

"نہیں۔ بس تھوڑا سا کام کا بوجھ ہے۔"

"آج مائرہ گِن رہی تھی کہ ایک مہینہ ہو گیا، تم نہیں آئے۔"

"بس ماں، جلد آؤں گا۔ اُسے کہیں انتظار کرے۔"

"کل اتوار ہے، مائرہ گھر ہو گی۔ تم ناشتہ ہمارے ساتھ آ کر کرو گے۔"اتنا کہہ کر فریدہ بیگم نے فون بند کر دیا۔ جانتی تھیں کہ اُن کا بیٹا، اُن کا کہا رد نہیں کر سکتا۔

فون بند ہوا تو احد کی آنکھیں نم تھیں۔

یہ انتظار... کس کے لیے زیادہ اذیت ناک تھا؟ اُس کے لیے جو تھک چکا تھا؟ یا اُس کے لیے جو اُس تھکے ہوئے شخص کے انتظار میں تھی؟

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

فجر کی روشنی دھیرے دھیرے افق پر پھیل رہی تھی۔ آسمان کی سیاہی جیسے کسی نے نرم ہاتھوں سے مٹادی ہو۔ پرندے جاگ چکے تھے، ہوا میں تازگی تھی مگر احد کے دل میں وہی گھٹن، وہی اندھیرا۔

کالک رات کی سیاہی سے ہٹ رہی تھی مگر احد کے دل سے نہیں۔ دن نکلنے کو تھا مگر وہ اب بھی کسی ایسی رات میں قید تھا جس کی اذان نہیں ہوتی جس کا سویرا نہیں آتا۔

"اُسے کیوں مارا؟" احد نے ایک بار پھر مصطفیٰ سے سوال کیا۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ سیدھا مصطفیٰ کے پاس آتا تھا۔

مصطفیٰ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس تہہ خانے کی دیوار کو گھورتا رہا۔

"کبھی کبھی کچھ سچ قبر تک ساتھ جاتے ہیں۔" کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔

احد نے آہستگی سے سر جھکا لیا۔ اب وہ صرف سچ سُننا چاہتا تھا، قبر تک پہنچنے سے پہلے۔ ایک سال بیت چکا تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" تھک ہار کر آج پہلی بار احد نے یہ سوال کیا تھا۔

مصطفیٰ نے سر گھمایا اور ایک نظر مسکرا کر احد کو دیکھا۔

"میں تمہارا اور تمہارے باپ کا ذہنی سکون ختم کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ تم کر چکے ہو۔"

"مگر اتنے سے میں تم لوگوں کو جانے نہیں دوں گا۔ ابھی تو تم دونوں کو میرے..." وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ احد اُس کے قریب ہوا، مصطفیٰ نے سر جھٹکا۔

"سلطان بیگ نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔ تمہاری دشمنی مجھ سے ہے۔ تمہارے سامنے صرف میں کھڑا ہوں وہ نہیں۔" اتنا کہہ کر احد وہاں سے پلٹنے لگا۔

"بات سُنو۔" مصطفیٰ نے پکارا۔

"یہ میرے پیروں کی زنجیر کھلوا دو۔ میں بھاگ نہیں جاؤں گا۔ مگر یونہی رہا تو اس گرمی میں گل ضرور جاؤں گا۔" مصطفیٰ نے اپنی بات مکمل کی۔ احد نے ایک نظر اُسے دیکھا مگر بولا کچھ نہیں۔ وہ خاموشی سے باہر نکلنے لگا۔

اُس کی ماں نے اُسے آنے کا کہا تھا، اُسے جانا ہی تھا مگر وہ جانتا تھا، واپس جا کر بھی وہ مکمل

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

واپس نہیں جا سکے گا۔ اُس کا ایک حصہ یہیں اس تہہ خانے میں، اُس "کیوں" کے ساتھ قید رہ جائے گا۔

"جس سچ کے پیچھے تم دوڑ رہے ہو اس دن تمہیں وہ معلوم ہو جائے گا۔ اُس دن تمہاری اذیت دُگنی ہو جائے گی۔" احد کے جانے کے بعد مصطفٰی نے خود کو کہتے سُنا اور اپنی کہی گئی بات پر خود ہی حیران ہوا۔ یہ جان کر احد کی اذیت دُگنی ہو جائے گی؟ تو پھر اب تک وہ اُس سے یہ سب کیوں چُھپا رہا تھا؟ وہ بھی تو یہی چاہتا تھا کہ احد کی اذیت دُگنی ہو جائے۔

اب وہ ایک نیا فیصلہ کر چکا تھا۔

چند منٹ گزرنے کے بعد ایک گارڈ آ کر اُس کے پیروں کی زنجیر سے اُسے آزاد کر گیا تھا۔

احد آج بھی پہلے کی طرح ہی نرم دل تھا۔

اور شاید یہی اُس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

جب اُس کی گاڑی اپنے گھر کے سامنے رُکی، تب سورج کی روشنی ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں

لے چکی تھی۔ رات کی سیاہی مکمل طور پر مٹ چکی تھی۔ آسمان پر اب پرندے اپنے گروہوں کے ساتھ اُڑتے دکھائی دے رہے تھے۔ اُسے اپنے گھر کی دیوار پر کچھ کوے بیٹھے دکھائی دیے۔ وہ اس وقت وہاں کھڑا یہ سوچ رہا تھا کہ انسانوں سے بہتر کوے ہوتے ہیں۔ کم از کم وہ اپنے جُھنڈ کو دھوکہ نہیں دیتے۔ وہ کسی کی موت پر چیختے ہیں۔ اُس کے بدلے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتے ہیں۔ کوئی اُن کے ساتھی کو تنگ کرے تو اُس کا چہرہ ساری زندگی کے لئے اپنے ذہن میں قید کر لیتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھی کے لئے کسی بھی حد تک جاتے ہیں۔ اگلی بار جب وہ شخص وہاں سے گزرے تو کئی کوے مل کر اسے گھیر لیتے ہیں، چیختے ہیں، نیچے جھپٹتے ہیں اور بعض اوقات سر پر چونچ مار کر ڈراتے بھی ہیں۔

اور انسان؟ انسان کیا کرتے ہیں؟

انسان اپنے ہی ساتھی کو دھوکہ دیتے ہیں۔ دغاباز ہوتے ہیں انسان۔ فریب کار ہوتے ہیں انسان۔ موقع پرست ہوتے ہیں انسان۔ جھوٹے ہوتے ہیں انسان۔

کوے جو منحوس سمجھے جاتے ہیں، وہ وفاداری، غیرت، اور اتحاد کی علامت ہوتے ہیں۔

اور انسان... وہ جو اشرف المخلوقات کہلاتے ہیں، وہ سب کچھ کرتے ہیں جو حیوانیت سے بھی بد تر ہو۔

اُس نے گھر میں پہلا قدم رکھا تو اُسے اپنا قدم وزنی محسوس ہوا۔ ایک سال ہو گیا تھا اُسے اس دہلیز کو چھوڑے۔ وہ آتا، ایک دن رُکتا اور واپس چلا جاتا۔ وہ اس گھر سے بہت دور ہو چکا تھا، صرف ایک کیوں کا جواب جاننے کے لئے۔ اُسے یہ قربانی دینا ہی تھی۔

لاؤنج میں قدم رکھتے ہی اُسے سامنے ماں بیٹھی دکھائی دیں جو سامنے قرآن کھولے بیٹھی تھیں۔ اُس نے اطراف میں نظر دوڑائی۔ مائرہ کہیں نہیں تھی۔

"السلام علیکم۔" اُس نے خوشنودی سے سلام کیا اور آگے بڑھ کر اُن سے ملا۔ فریدہ بیگم نے قرآن کو چوم کر بند کیا اور احد کو سینے سے لگا۔ ایک ٹھنڈی لہر اُن کے سینے میں دوڑ گئی۔

"کیسی ہیں آپ؟" اُن سے علیحدہ ہوتے احد نے پوچھا۔

"تمہیں دیکھ لیا ہے نا اب ٹھیک ہوں۔" احد کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ واقعی ٹھیک ہو گئی تھیں۔

"مائرہ کہاں ہے؟"احد نے پوچھا۔ مگر فریدہ بیگم کے جواب دینے سے قبل ہی وہ جان چکا تھا کہ مائرہ کہاں ہے۔ کچن سے اُٹھتی اُس کے پسندیدہ ناشتے کی خوشبو اُس تک پہنچ چکی تھی۔ وہ ماں کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی کچن کی جانب بڑھ گیا۔

مائرہ وہیں تھی۔ اُس کے لئے ناشتہ بنانے میں مصروف۔

" کیسی ہو؟" کچن میں داخل ہوتے ہی اُس نے مائرہ کو مخاطب کیا۔ مائرہ نے مُڑ کر احد دیکھا۔ خوشگوار مسکراہٹ اُس کے لبوں پر بکھر گئی۔ پھر ایک ہاتھ سے منہ پر آتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا اور احد کے سوال کا جواب دیا۔

"تم ٹھیک نہیں لگ رہے۔"اُس نے بغور احد کا چہرہ دیکھتے کہا۔

احد کا رنگ لمحے بھر کو اُڑ گیا، وہ کچھ بول نہ سکا۔ چند لمحے خاموشی سے بیت گئے۔

"میں ٹھیک ہوں۔"احد نے خفیف سا پہلو بدلا۔

"میں تمہیں جانتی ہوں، احد۔"احد نے اُس کو کہتے سنا مگر کیا وہ واقعی احد کو جانتی تھی؟ اُس نے سوچا۔

"میں ٹھیک ہوں،مائرہ۔"اُس نے پھر سے کہا۔

اب کی بار مائرہ خاموش ہو گئی۔ جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہو۔

"میں جانتی ہوں کہ تم ٹھیک نہیں ہو۔ کیونکہ... کیونکہ میں بھی ٹھیک نہیں ہوں۔"چند لمحے قبل حائل ہونے والی اُس بوجھل خاموشی کو مائرہ کی آواز نے توڑا۔ احد نے سر اُٹھا کر حیرت سے مائرہ کو دیکھا۔"میں تمہارے بغیر کسی سے اپنے دل کی باتیں نہیں کر پاتی۔ ریسٹورنٹ پر صرف اس لئے جاتی ہوں کہ دن آسانی سے گزر جائے۔ مجھے رات کو نیند نہیں آتی۔ میں تمہارے ہوتے بھی اکیلی ہو گئی ہوں،احد۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کام کے سلسلے سے گیا ہوں،جلد واپس آ جاؤں گا۔"احد نے یقین دہانی کروانی چاہی مگر مائرہ ہلکا سا ہنس دی۔

"مجھے پتہ ہے کہ تم ٹھیک نہیں ہو۔"مائرہ نے پھر سے اپنی بات پر زور دیا۔

"مجھے کیا ہونا ہے؟"احد نے اُلٹا اُس سے سوال کیا۔

"مجھ سے بھی چھپاؤ گے؟"اُس کی آنکھیں بھر چکی تھی۔ احد جانتا تھا کہ وہ عنقریب رو دے

گی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ میں کچھ نہیں چُھپا رہا۔"

"تم ٹھیک نہیں ہو۔ میری آنکھوں میں دیکھو اور بتاؤ جو تمہارے دل میں ہے۔" مائرہ نے نرمی سے اُس کو دیکھتے کہا۔

"اگر میں کہوں کہ ٹھیک نہیں ہوں تو تم کیا کر سکتی ہو؟" احد کوفت کھا کر بولا۔ پھر آنکھیں مائرہ سے ملائیں۔ دونوں کی آنکھوں میں پریشانی واضح تھی۔ مائرہ نے سر جُھکا لیا۔ اُس کے پاس جواب میں کچھ نہیں تھا۔ احد کی سرد مہری اُس کے اندر سرایت کر گئی تھی۔

"میں تمہیں بہت جلد سب بتاؤں گا، مائرہ۔ مجھے تھوڑا وقت چاہیے۔" اُس نے مائرہ کو دیکھتے نرمی سے کہا۔

"تمہیں اور وقت چاہیے؟" مائرہ نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ وہ اُسے ایک سال دے چکی تھی مگر سامنے کھڑا شخص اور وقت مانگ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے۔" اُس نے مدھم سا کہا۔

احد یونہی خاموش کھڑا رہا۔ وہ بس محویت سے اُسے دیکھے جا رہا تھا جیسے اُس کی روح تک

جھانک کر اُس پر لگے زخموں کو دیکھ سکے۔ مگر مائرہ نے اُن زخموں کو سات پردوں کے پیچھے چُھپا رکھا تھا۔ اب وہ احد سے اپنے دل کی باتیں نہیں بانٹا کرتی تھی یا شاید... اب احد کے پاس ہی اُس کے دل کی باتیں سُننے کا وقت نہیں تھا۔ مائرہ خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھی۔

"تم امی کے ساتھ ٹیبل پر بیٹھو، میں ناشتہ لاتی ہوں۔" مائرہ نے احد کو مخاطب کرتے کہا۔ وہ خاموشی سے کچن سے نکلتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ جب وہ کمرے سے نکلا تو فریدہ بیگم ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھیں۔ مائرہ ناشتہ لگا چکی تھی۔

"اِتنی محنت سے ریسٹورنٹ بنایا ہے تم دونوں نے۔ پھر بھی تم دوسرے شہر جا کر نوکری کر رہے ہو۔ کیا فائدہ ریسٹورنٹ بنانے کا؟" احد کے بیٹھتے ہی فریدہ بیگم نے ہمیشہ کی طرح تبصرہ کیا۔

"وہ ریسٹورنٹ میں نے مائرہ کے لئے بنایا تھا۔ کیونکہ اُس کی خواہش تھی اور مجھے شروع سے ہی اُس میں کوئی دِلچسپی نہیں تھی۔" اُس نے فریدہ بیگم سے کہا۔

"مائرہ، ہم تمہارے بغیر ناشتہ شروع نہیں کر رہے۔ جلدی سے آجاؤ۔" فریدہ بیگم نے مائرہ کو آواز لگائی۔

"میں بس آ ہی رہی تھی۔" وہ ہاتھ میں چائے پکڑے کچن سے نِکل رہی تھی۔

"ارے، میں تو بھول ہی گئی کہ جس دن تم آتے ہو، اُس دن میری بیٹی بھی چائے پیتی ہے۔" اُنہوں نے احد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ وہ جواب میں ہلکا سا ہنس دیا۔

"کیا مطلب، مائرہ میری غیر موجودگی میں چائے نہیں پیتی؟" احد نے مائرہ کو دیکھتے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ چیزیں کچھ لوگوں کے ساتھ اچھی لگتی ہیں، احد۔ جیسے کہ چائے تمہارے ساتھ۔" مائرہ نے مسکرا کر کہا۔

"چلو اب ناشتہ کر لیں اور احد تم آج واپس نہیں جاؤ گے۔ اپنے باس کو فون کر کے بتا دو۔" فریدہ بیگم نے دو ٹوک حتمی فیصلہ سُنایا۔

"مگر ماں میری کل..." ماں نے اُس کی بات کاٹ دی۔

"چلو ٹھیک ہے میں نہیں روکوں گی،جانا چاہو تو جاؤ۔ماں کی پہلے کونسا کبھی مانی تم نے۔"وہ اٹھائیس سال کا ہونے والا تھا،مگر ماں کی ایموشنل بلیک میلنگ میں آج بھی آجایا کرتا تھا۔

ناشتہ کرنے کے بعد وہ تینوں لاؤنج میں آگئے۔آج وہ ایک مہینے بعد آیا تھا۔مائرہ اور فریدہ بیگم کے پاس بہت سی باتیں تھی اُسے بتانے کیلئے،اُس سے پوچھنے کیلئے۔

———★·✩·★·✩·★·✩·★———

کمرے میں دھیمی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔کھڑکی کے پار سورج ڈھل رہا تھا جیسے دن نے تھک کر اپنا سر آسمان کے زانوں پر رکھ دیا ہو۔احد کرسی پر بیٹھا کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا،آنکھوں میں ایک عجیب سا خالی پن تھا۔ساری دنیا چل رہی تھی مگر اس کے اندر وقت جیسے رُک گیا تھا۔

فون کی گھنٹی بجی۔اس نے سست انداز میں فون کان سے لگایا۔

"احد...جلدی واپس آؤ۔"سلطان بیگ کی آواز میں اضطراب تھا،"مصطفیٰ کہہ رہا ہے کہ وہ

اب تمہیں سب سچ بتانے کو تیار ہے۔"

احد کی نگاہ کھڑکی سے ہٹ کر زمین پر جم گئی۔

"وہ ہمیشہ ایسا ہی کہتا ہے۔ ہر بار ایک نئی کہانی، ہر بار ایک نیا پردہ اور آخر میں وہی خالی باتیں۔" احد چند لمحے چپ رہا، پھر ہلکی بیزاری سے بولا۔

"نہیں، اس بار مختلف ہے، وہ وعدہ کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اب چھپانا نہیں چاہتا۔" سلطان بیگ نے کہا۔ احد نے تلخی سے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"مجھے اُس کے وعدوں پر اعتبار نہیں رہا۔ سچ چھپانے والا جب بھی لب کھولتا ہے، صرف کھیل کھیلتا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو آپ خود اُس کے پاس جا سکتے ہیں، آج کی رات آپ اُس کے ساتھ رہیں۔ میں کل صبح واپس آجاؤں گا۔"

"مطلب اب تم بھاگ رہے ہو اپنے دوست سے؟" اُن کے لہجے میں طنز واضح تھا۔

"میرا دوست نہیں ہے وہ!" احد نے تحمل سے کہنے کی کوشش کی مگر آواز میں اضطراب جھلک رہا تھا۔

"اگر تم نہیں آرہے تو میں اس روز کی اذیت کو ختم کر دوں گا۔ مجھ سے وہ چہرہ برداشت نہیں ہوتا جو میں پچھلے ایک سال سے تمہارے لئے کر رہا ہوں۔"

"میں کل آجاؤں گا۔" احد نے یقین دہانی کروائی۔

"اس کے بعد میں تمہیں ایک مہینے سے زیادہ کا وقت نہیں دوں گا۔ اگر تم اس ایک مہینے میں اُس سے کچھ نہ اُگلوا سکے، تو اُس کے بعد کا کام میرا ہو گا اور تم مجھے روکو گے نہیں!" اتنا کہہ کر وہ فون کاٹ چکے تھے۔

احد نے ایک بے بس نظر ہاتھ میں پکڑے فون پر ڈالی اور پھر اُسے ٹیبل پر اُچھال دیا۔ اس خاموشی میں اُس کے اندر کہیں کچھ ہلنے لگا تھا۔ کبھی کبھی خاموشی وہ چیخ ہوتی ہے جو صرف وہی سن سکتا ہے جو دل سے سننے کا ہنر جانتا ہو۔ جو دل کا مسافر ہو۔

وہ اٹھا، کمرے میں چہل قدمی کی پھر کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ باہر شام مکمل اتر چکی تھی، روشنیوں کی جھلملاہٹ میں شہر جاگنے لگا تھا مگر اس کے دل کے اندر کا اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

رات کو کھانا کھانے کے بعد بھی بہت دیر وہ تینوں اِکٹھے بیٹھے رہے۔ جب وہ اپنے کمرے میں گیا تو مائرہ اپنا تکیہ لے کر وہاں سے جا رہی تھی۔ احد نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اِس لئے اُن کے پاس جا رہی ہوں۔ تم یہاں آرام سے سو جاؤ۔" مائرہ نے اُس کو بتایا اور کمرے سے نِکل گئی۔

اُسے ویسے بھی تنہا سونے کی عادت تھی۔ اُس نے مائرہ سے اور کوئی سوال نہیں کیا اور خاموشی سے اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ گیارہ بجے کے قریب ہی وہ سو چکا تھا۔

دوبارہ اُس کی آنکھ تب کھُلی جب کوئی اُسکا دروازہ زور زور سے بجا رہا تھا۔

وہ مائرہ تھی۔

"احد جلدی دروازہ کھولو، امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" احد فوراً دروازے کی طرف بھاگا۔

باہر آیا تو ہر طرف اندھیرا تھا۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اُس کے پاس لائٹ آن کرنے کا ٹائم نہیں تھا۔ وہ سیدھا ماں کے کمرے کی طرف بھاگا مگر وہاں پہنچنے

سے پہلے ہی اُسے اپنے پیچھے سے آواز آتی سُنائی دی اور ساری لائٹس بھی آن کر دی گئیں۔

"ہیپی برتھ ڈے احد..." آواز ماں اور مائرہ کی تھی۔ وہ یکدم پیچھے کو مُڑا۔

"تو یہ وجہ تھی مجھے یہاں روکنے کی اور مائرہ بی بی آپ..." اُس نے اُن کی جانب قدم بڑھاتے کہا، "آپ مجھے کسی اور طریقے سے بھی بُلا سکتی تھی۔ یہ مِنی ہرٹ اٹیک دینا ضروری تھا کیا؟" وہ اپنی دھڑکن نارمل کرتا ہوا بولا۔

"پہلے کیک کاٹ لیں؟" مائرہ نے جواب میں کہا اور مسکرا دی۔

"کیوں نہیں۔"

ایک لمحے کے لئے امل، مصطفٰی کمال، سلطان بیگ۔ وہ سب کو بھول چکا تھا۔

بس یاد تھیں تو مائرہ اور ماں۔

احد نے کیک کاٹا پھر کیک کا ٹکڑا اُٹھا کر مائرہ اور فریدہ بیگم کو کِھلایا۔

"ہمیشہ خوش رہو۔" فریدہ بیگم نے اُسے گلے لگاتے کہا۔

"اب میں اٹھائیس سال کا ہو چکا ہوں، سالگرہ تو بچوں کی منائی جاتی ہے۔" احد نے خفیف

انداز میں کہا۔

"تم بھی تو بچے ہی ہو نا میرے، تم چاہے ساٹھ سال کے ہی کیوں نہ ہو جاؤ۔ میرے لئے تم بچے ہی رہو گے۔" وہ ٹھیک کہہ رہی تھیں۔ احد اُن کے لئے ہمیشہ بچہ ہی رہے گا۔

"مجھے تو یاد بھی نہیں تھا کہ آج میری سالگرہ ہے۔" چند لمحے کے توقف کے بعد احد نے کہا۔ چند لمحے پہلے والی خوشی اب اُس کے چہرے سے مِٹ چکی تھی۔

"مگر ہمیں تو تھا نا، یہ سرپرائز مائرہ کی طرف سے تھا۔" فریدہ بیگم نے اُسے بتایا۔ مائرہ اُن کے قریب ہی کھڑی تھی۔

"اور میں نے بہت سوچا کہ تمہیں تحفے میں کیا دوں مگر پھر سوچا کہ تحفہ مہنگا نہیں یادگار ہونا چاہیئے۔ اِس لیے میں نے تمہارے لیے یہ بنوایا۔" اُس نے ایک کپ اُسے پکڑایا۔ وہ ایک میجک کپ تھا جس میں کوئی گرم چیز ڈالنے پر اُس پر بنی تصاویر واضح ہوتی تھیں۔

"آہ، بہت شکریہ۔" کپ کو ہاتھ میں تھامتے اُس نے کہا۔

اچانک ایک منظر آنکھوں کے سامنے تازہ ہوا۔ امل کی خودکشی کا منظر۔ اُس کی بہن مر گئی

اور وہ سالگرہ منا رہا تھا۔ کیا اتنی ہی محبت تھی اُس کو امل سے؟ کہ وہ امل کے موت کا سبب بن کر بھی خوش تھا؟ نہیں... وہ خوش نہیں تھا۔ وہ خوش کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟

"تم اس پر بنی تصاویر دیکھنا چاہتے ہو؟ میرے ساتھ آؤ۔" مائرہ نے اُس کے ہاتھ سے کپ کو تھام لیا۔

"صبح دیکھوں گا۔" احد نے ہاتھ سے جمائی روکتے کہا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

مائرہ نے ایک نظر اُسے جاتے دیکھا، پھر اپنے ہاتھ میں پکڑے کپ کو۔ احد کا سرد رویہ وہ محسوس کر سکتی تھی۔ وہ خاموشی سے کچن کی جانب بڑھ گئی۔ کپ کو وہاں رکھ کر واپس آئی اور کیک اُٹھا کر فریج میں رکھا۔ اس سارے کے دوران اُس نے فریدہ بیگم کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

"امی، آپ بھی جا کر سو جائیں۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔" مائرہ نے مدھم آواز میں کہا۔ اُس کی آواز میں گھُلی اُداسی کو فریدہ بیگم محسوس کر سکتی تھیں۔ اُنہوں نے مزید کچھ نہیں کہا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

مائرہ اپنے کمرے کے قریب پہنچی اور دروازے کو دھکیلنا چاہا تو وہ لاکڈ تھا۔ شاید احد دروازہ لاک کر کے سونے جا چکا تھا۔ اُس نے سوچا ہو گا کہ مائرہ ماں کے پاس ہی سوئے گی۔ مائرہ نے دل کو تسلی دی۔

اُس نے دروازے پر دستک نہیں دی۔ بلکہ خاموشی سے واپس آ کر لاؤنج میں لگے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اُس کی نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی تھیں۔ احد کا سرد رویہ اب اُس کے لئے نیا نہیں تھا۔ وہ پچھلے ایک سال سے اُس کا یہ رویہ دیکھ رہی تھی۔

مگر نا جانے کیوں، آج دل دُکھا تھا۔

اُس نے احد کے لئے سرپرائز پلان کیا تھا۔ وہ احد کو خوش دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ احد کے چہرے پر وہ خوشی مسلسل دیکھنا چاہتی تھی جو دو منٹ بعد ہی بُجھ گئی تھی۔ اُسے لگا تھا کہ احد کبھی نہیں بدلے گا مگر احد اب بدل چکا تھا اور یہ بات اُسے اذیت دیتی تھی۔

یونہی سوچوں میں گُم بیٹھے کب اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اُسے علم ہی نہ ہوا۔ مگر اُس نے آنسوؤں کو روکا نہیں، بہنے دیا۔ اُس نے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چُھپا لیا تھا اور

کسی بچے کی طرح رو رہی تھی۔ جس کی پسندیدہ چیز اُس سے چھین لی جاتی ہے۔ اُس کا احد اُس سے چھین لیا گیا تھا اور چھیننے والا بھی احد خود ہی تھا۔

چند لمحے بعد اُس نے ہتھیلی سے گال کو پونچھا اور صوفے پر لیٹ گئی۔ اُس کے لمبے گھنے بال صوفے سے نیچے لٹک رہے تھے مگر اس وقت اُسے اُن کی فکر نہیں تھی۔ اُسے فکر تھی تو بس احد کی۔ وہ ایسا کیا کر سکتی تھی جس سے احد پہلے جیسا ہو جائے؟

یہی سوچتے دس منٹ بعد وہ گہری نیند سو چکی تھی۔ بال ابھی تک صوفے سے نیچے لٹک رہے تھے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

سحر کا وقت ختم ہو کر فجر میں تبدیل ہو رہا تھا۔ دور کسی مسجد میں اذان گونج رہی تھی۔ اُسے اپنی پیشانی پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا، تو وہ فوراً ڈر کر اُٹھ بیٹھی۔ سامنے بیٹھے شخص کو دیکھ کر گہری سانس لی اور پھر اپنی آنکھیں مسلیں۔ احد اُس کے سامنے زمین پر بیٹھا اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم نے مجھے ڈرادیا احد۔"اُس نے سانس کی روانی کو نارمل کرتے کہا۔

"تم نے مجھے ڈرادیا،مائرہ۔"احد نے محویت سے اُس کو تکتے کہا۔

"میں نے کیسے؟"اُس نے حیرت سے پوچھا اور بالوں کو کان کے پیچھے اڑسا۔

"رات کو۔"احد نے جواب میں کہا اور ہلکا سا ہنس دیا۔مائرہ بھی یاد آنے پر ہنس دی۔

"تم یہاں کیوں سوئی تھی؟"احد نے پوچھا پھر خود ہی خاموش ہو گیا جیسے اُس کے یہاں سونے کی وجہ سمجھ گیا ہو۔

"تم اتنی صبح یہاں کیا کر رہے ہو؟"چند لمحے کے توقف کے بعد مائرہ نے بات بدلتے پوچھا۔

"تمہیں دیکھ رہا ہوں۔"

"میں سنجیدہ ہوں۔"

"میں تمہیں لے کر کبھی مذاق نہیں کر سکتا مائرہ۔میں شروع سے ہی سنجیدہ ہوں۔"احد نے کہا۔وہ اب بھی یونہی زمین پر بیٹھا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"مگر اب تم بدل گئے ہو احد۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی گِلہ کر بیٹھی۔

"اُٹھ کر نماز پڑھ لو۔ میں چائے بناتا ہوں پھر بیٹھ کر پیئیں گے۔" احد نے موضوع بدلتے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ بیٹھا۔ وہ مُڑا ہی تھا کہ مائرہ نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کب تک، احد؟ کب تک ہم ایسے جیتے رہیں گے؟ کب تک تم یونہی بھاگتے رہو گے؟ تمہیں اس گھر کی یاد نہیں آتی؟ تمہیں امی کی یاد نہیں آتی؟" وہ خاموش ہوئی اور گہری سانس لی۔ پھر مدھم آواز میں پوچھا، "تمہیں میری یاد نہیں آتی؟"

احد خاموش رہا، اُس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ خاموشی کا جواب اکثر سب سے بڑا جواب ہوتا ہے۔ احد بھی جانتا تھا کہ وہ بدل چکا ہے مگر اس بدلاؤ کا بوجھ زبان پر لانا کتنا مشکل تھا۔

"میں جاننا چاہتی ہوں، احد۔ تم مجھے سب کیوں نہیں بتاتے؟"

"میرے پاس بتانے کو کچھ نہیں ہے مائرہ۔" اُس نے مائرہ کے قریب صوفے پر بیٹھتے کہا۔

"میں نہیں چاہتی کہ تم مجھے کچھ بتاؤ۔ میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے دکھاؤ۔"مائرہ نے نرمی سے کہا۔احد کا ہاتھ اب تک اُس نے تھام رکھا تھا۔

"کیا مطلب؟"احد نے ناسمجھی سے اُسے دیکھا۔

"تم نے اپنے دل کو مجھ سے چُھپا رکھا ہے،احد۔ تم مجھ سے آنکھیں نہیں ملاتے۔ صرف اس لئے کہ میں تمہاری پریشانی کو دیکھ نہ لوں۔"وہ لمحے بھر کو خاموش ہوئی تو سارے میں سناٹا چھا گیا۔"میں چاہتی ہوں کہ تم وہ احد بن جاؤ جس کا دل مائرہ سلطان کے سامنے ایک کھلی کتاب کی مانند تھا۔ مجھے یہ والا احد پسند نہیں ہے۔"

"چلو،تم اُٹھ کر نماز پڑھو۔"احد نے پھر سے کہا۔اس وقت اُس کے پاس کہنے کو اور کچھ نہیں تھا۔مائرہ نے ایک نظر احد کی آنکھوں میں جھانکا مگر شہد آنکھیں فوراً جُھک گئیں۔

مائرہ اُٹھ کر خاموشی سے کمرے کی جانب بڑھ گئی،اور احد کچن کی جانب۔

اُسے جلد از جلد یہاں سے جانا تھا۔اُسے ڈر تھا کہ اگر وہ مزید یہاں رُکا تو وہ مائرہ کو سب کچھ بتا دے گا۔اُس میں اتنی ہمت نہیں رہی تھی کہ اب وہ مائرہ سے کچھ چُھپا سکے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ فارم ہاؤس پر پہنچے تو سامنے دو گارڈز کھڑے دکھائی دیے جو اُن کی جانب ہی بڑھ رہے تھے۔

"فرقان، تم میرے ساتھ چلو اور حیات، تم گارڈز کے ساتھ بیٹھ کر واپس جاؤ۔" سلطان بیگ نے دونوں گارڈز کو دیکھتے حکم سنایا۔ حیات فوراً اُس گاڑی کی جانب بڑھ گیا جو سلطان بیگ کے پیچھے آئی تھی۔ سلطان بیگ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ گاڑی کچی زن پر دوڑتی واپس مُڑ گئی۔

"احد ابھی نہیں آیا؟" اندر کی جانب قدم بڑھاتے سلطان بیگ نے فرقان سے پوچھا۔

"جی نہیں۔" اُس نے مدھم سا جواب دیا۔

دونوں اندر پہنچے تو سلطان بیگ نے سامنے ٹیبل پر گاڑی کی چابی رکھی۔ ساتھ ہی نکال کر اپنا والٹ بھی رکھ دیا۔

"اوہ۔" کچھ یاد آنے پر سلطان بیگ کے ہونٹ اوہ میں سکڑے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا ہوا سر؟" فرقان نے محتاط ہو کر پوچھا۔

"میرا پستول گاڑی میں رہ گیا۔ تم اپنا پستول مجھے دے دو۔" سلطان بیگ نے پستول تھامنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ فرقان کچھ لمحے اُن کو دیکھتا رہا پھر پستول اُن کی جانب بڑھا دیا جسے سلطان بیگ نے اپنے تخنے پر بندھی ہولسٹر میں لٹکایا۔

"ماروں گا نہیں اُس کو۔ بس ڈراؤں گا۔" فرقان کی شکل دیکھتے سلطان بیگ نے بتایا۔ وہ جانتے تھے کہ اُن کے اندر جاتے ہی وہ احد کو فون کر کے اُن کے آنے کی اطلاع دے گا مگر اُنہوں نے اُس کو روکا نہیں تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اُن کا کوئی ملازم احد کا وفادار ہو۔ اس وقت اُس فارم ہاؤس میں مصطفٰی کمال، سلطان بیگ اور فرقان کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

وہ فرقان کو وہیں چھوڑتے تہہ خانے کی جانب بڑھے۔

تاریکی گہری تھی، سانس کی آواز بھی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آتی۔ تہہ خانے کی ہوا باسی تھی اور نمی میں لپٹی دیواریں صدیوں پرانی لگتی تھیں۔ وہ کرسی پر بندھا ہوا تھا، رسیوں نے ہاتھ کی نسوں کو سُوجھا دیا تھا مگر اُس کی آنکھوں میں روشنی باقی تھی۔

آزادی کی پیاس۔

پسینے میں بھیگی پیشانی پر جب ایک بوند ٹھٹک کر آنکھ کے کونے سے لڑی۔ اُس نے دانت بھینچے، انگلیوں کو جھٹکا، کلائی کو تیزی سے گھمایا۔ رسی چرمرائی مگر اُس کا ارادہ ہنوز مضبوط تھا۔

ایک دھچکا...

پھر دوسرا...

اور پھر ایک سخت جھٹکے کے بعد... رسی ڈھیلی پڑی۔

وہ جھٹکے سے کرسی سے الگ ہوا، سانس بے ترتیب مگر لبوں پر ایک سایہ سا تبسم۔

اندھیرے تہہ خانے میں، پہلی بار اُسے لگا کہ وہ قید سے نہیں ہے، تقدیر سے لڑ رہا ہے۔

تبھی اچانک اُسے کسی کے آنے کی آواز سُنائی دی۔ وہ تیزی سے واپس کرسی پر بیٹھا اور رسی کو یوں تھاما جیسے اب تک بندھا ہو۔

تہہ خانا اس وقت اندھیرے میں ڈوبا تھا جب کوئی دروازہ ہٹا کر اُس میں دبے قدموں داخل ہوا۔ مصطفیٰ نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ وہ اُس شخص کے چہرے کو بخوبی پہچانتا تھا۔ یہ اُنہی دو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چہروں میں سے ایک چہرہ تھا جسے وہ پچھلے ایک سال تین ماہ سے دیکھ رہا تھا۔

"کیسے آنا ہوا؟" مصطفٰی نے سلطان بیگ کو دیکھتے پوچھا۔ جواب بالکل اُس کے سامنے کھڑے تھے۔ تہہ خانے کی تنہائی، اندھیری راتیں، اور لمحوں کی چیخیں بھی مصطفٰی کو جھکا نہ سکی تھیں۔ اُس نے ابھی تک خود کو ٹوٹنے نہیں دیا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اب تک زندہ تھا۔

"تم نے کہا تھا کہ تم احد کو آج سب بتا دو گے۔" سلطان بیگ نے یاددہانی کروائی۔

"میں تو بتا دوں گا سلطان بیگ۔ مگر تم سوچ لو، کیا میرا سچ بتانا تمہارے لئے فائدہ مند ہو گا؟" مصطفٰی اُس اندھیرے میں بھی سامنے کھڑے شخص کی آنکھیں دیکھ سکتا تھا۔

"مجھے اب فائدے یا نقصان سے فرق نہیں پڑتا۔" سلطان بیگ نے ایک کڑوا گھونٹ بھرا اور اپنی بات جاری رکھی۔ "تم میرا ایسا نقصان کر چکے ہو جو زندگی بھر پورا نہیں ہو سکتا۔"

"میں اس سے بڑا نقصان بھی کر سکتا ہوں، سلطان بیگ۔" وہ طنزیہ ہنسا تھا۔ بدلے میں سلطان بیگ نے اُس کے چہرے پر ایک تھپڑ رسید کیا تھا۔

"میں بہت جلد تمہارا ایک اور بڑا نقصان کرنے والا ہوں۔" تہہ خانے میں بیٹھا وہ سامنے کھڑے شخص کو دھمکی دے رہا تھا۔

"تم کچھ نہیں کر سکتے۔ یہاں تمہاری حیثیت ایک گلی کے آوارہ کتے جتنی بھی نہیں ہے۔" وہ طیش میں آ چکے تھے۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میری حیثیت کسی آوارہ کتے جتنی نہیں ہے کیونکہ آوارہ کتا تمہاری بیٹی کو نہیں مار سکتا تھا۔ میں نے مار دیا۔" آخر میں وہ ہنسا تھا۔

سلطان بیگ نے مٹھی کا مُکا بنا کر اُس کے جبڑے پر دے مارا جس سے خون رسنے لگا۔

"احد کو پہنچنے دو تم۔ آج تمہارا آخری دن ہے۔" وہ فیصلہ کر چکے تھے کہ وہ مزید اُس شخص کو برداشت نہیں کر سکتے۔

"اوہ۔" اُس نے طنزیہ آہ بھری جیسے زخم پر نمک چھڑک رہا ہو۔ "یہاں تو محبتیں اُبھر رہی ہیں، اپنے بیٹے سے۔" سلطان بیگ جواب میں خاموش رہے۔

"یہی بیٹا تمہاری شکل نہیں دیکھے گا سلطان بیگ۔"

"مجھے تمہاری بکواس نہیں سُننی۔"

"میں تو سوچ رہا تھا کہ تمہیں سچ بتادوں۔" اُس نے اداس ہونے کی اداکاری کرتے کہا۔

"مگر چلو اب خاموش ہو جاتا ہوں۔"

"مجھے تمہارا سچ سُننے میں ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے۔" اُنہوں نے ایک گہری سانس لی۔ ایک سوچ کے ساتھ دل میں ٹھیس پھر سے اُبھری۔ "میری بیٹی مر چکی ہے اور اب وہ کبھی واپس نہیں آئے گے۔ تمہاری وجہ سے! اگر آج تم زندہ ہو تو صرف اس لئے کہ احد تمہیں زندہ دیکھنا چاہتا ہے۔" اُنہوں نے بات مکمل کی۔

"احد کی بات کی اتنی اہمیت؟" اُس نے ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔ جبڑے سے خون رس رہا تھا مگر اب وہ اس مار پیٹ کا عادی ہو چکا تھا۔ اُسے درد نہیں ہوتا تھا۔

"میں اپنی بیٹی کو کھو چکا ہوں۔" وہ رُکے اور مصطفٰی کو دیکھا۔ "اپنے بیٹے کو نہیں کھونا چاہتا۔" یہ اعتراف پہلی بار اُن کی زبان پر آیا تھا کہ وہ احد کو نہیں کھونا چاہتے۔

"میں تمہیں آدھا مار چکا ہوں۔ باقی کا آدھا بھی سمجھو بس اب مار ہی دیا۔"

"یہاں سے نکلو گے، تو کچھ کرو گے نا؟"سلطان بیگ نے طنزیہ کہا۔وہ اُس کی بے بسی پر ہنسے تھے۔

"میں یہاں رہ کر بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"اُس نے چیلنج کیا۔

"تمہاری وجہ سے میری بیٹی مری ہے۔اب اگر..."سلطان بیگ انگلی اُٹھا کر کچھ کہہ رہے تھے جب مصطفٰی نے اُن کو ٹوکا۔

"تمہاری بیٹی میری وجہ سے نہیں مری۔"

"اپنی بکواس..."سلطان بیگ کے کچھ کہنے سے قبل وہ ایک بار پھر اُس کی بات کاٹ چکا تھا۔

"میری بکواس ابھی شروع ہوئی ہے۔"اُس نے کہا۔اُس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ سلطان بیگ خاموش رہنے پر مجبور ہو گئے۔

اب وہ سلطان بیگ کو کچھ یاد کروا رہا تھا۔

وہ سلطان بیگ کو کوئی کہانی سُنا رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ سلطان بیگ کو امل کے قتل میں احد کا کردار واضح کر رہا تھا۔

وہ سلطان بیگ کو امل کو اُس پلازہ پر لے جانے کا مقصد سُنا رہا تھا۔

وہ سلطان بیگ کو امل کے قتل کو خود کشی دکھانے کا منصوبہ سمجھا رہا تھا۔

اور سلطان بیگ... وہ دم سادھے اُسے سن رہے تھے۔ شاید الفاظ ختم ہو گئے تھے۔ امل کے قتل کی وجہ کو جان کر اُن کا دل بند ہو رہا تھا۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتے تھے مگر امل کی موت کا سبب؟ امل کی موت کا یہ سبب تھا؟ اس سوچ نے اُن کو جکڑ کر رکھ دیا تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

کچھ لمحے بعد وہ اُٹھے، ٹخنے پر بندھی ہولسٹر سے اپنا پستول نکالا اور مصطفیٰ پر تان لیا۔ مصطفیٰ نے سر اُٹھا کر سلطان بیگ کی آنکھوں میں دیکھا اور وہ سانس لینا بھول گیا۔ پہلی بار اُسے خوف محسوس ہوا تھا۔

موت سے...

اس تہہ خانے میں بے نام مر جانے سے....

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہر کوئی غلطی کرتا ہے مصطفیٰ۔ تم نے بھی کر دی۔" وہ اُس کو دیکھ کر چُبا چُبا کر اپنے الفاظ ادا کر رہے تھے۔ "تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں تمہیں یہ جاننے کے بعد زندہ چھوڑ دوں گا؟ تمہیں کیسے لگا کہ میں تمہیں یہ سب احد کو بتانے دوں گا؟" وہ ٹھیک کہہ رہے تھے۔ مصطفیٰ نے اُن کو سب بتا کر اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری تھی۔

"میں اپنے دشمن کو کلمہ پڑھنے کی محلت نہیں دیتا۔" اتنا کہہ کر اُنہوں نے سلائیڈر کو پیچھے کھینچا ہی تھا کہ دروازہ ہلکا سا چرمرایا۔ اُنہوں نے حیرت سے مُڑ کر دیکھا۔ احد تہہ خانے میں داخل ہو رہا تھا۔ اُسے دیکھ کر سلطان بیگ کے ہاتھ ذرا لرزے اور پستول ہاتھوں سے چُھوٹ کر نیچے جا گرا۔

"ٹھیک وقت پر آئے ہو دوست۔" مصطفیٰ نے ایک نظر احد کو دیکھا اور پھر اپنے سامنے گری پستول کو۔ سلطان بیگ کا رُخ دوسری جانب تھا۔

ایک لمحہ... اُسے صرف ایک لمحہ لگا اور وہ جھٹکے سے کُرسی سے اُٹھا اور نیچے گری پستول کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُٹھایا۔

ہاتھ کی مدد سے سلطان بیگ کو دھکا دے کر دوسری جانب کیا اور پستول اُن پر تان لیا۔ احد اُس کی یہ حرکت دیکھ کر آگے بڑھا مگر مصطفیٰ نے پستول دکھا کر اُسے وہیں روک دیا۔

"یہاں آؤ، اپنے باپ کے ساتھ۔" مصطفیٰ نے انگلی کے اشارے سے کہا۔ احد اُس جانب بڑھ گیا۔

"تم یہاں سے بچ کر نہیں نکل سکتے مصطفیٰ۔" احد نے اُس کو دیکھتے کہا۔

"اور تمہیں میں بچنے نہیں دوں گا احد۔" اب وہ پستول احد پر تانے کھڑا تھا۔

"یاد ہے، سلطان بیگ؟ ابھی کچھ دیر پہلے میں نے تمہیں کیا کہا تھا؟" وہ اُسے یاددہانی کروا رہا تھا۔

"میں نے کہا تھا کہ میں تمہیں آدھا مار چکا ہوں۔ باقی کا آدھا بھی مار دوں گا۔" وہ وقفے وقفے سے بول رہا تھا جیسے اُن کی شکل دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا ہو۔

"میں تمہیں اپنا طریقہ بھی بتا چکا تھا۔ تمہیں مارنے کا میرا طریقہ الگ تھا تم جانتے ہو۔" اب

وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"مگر یہ پستول میرے ہاتھ میں دے کر تم نے میرا طریقہ بدل دیا ہے۔" اُس نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔

"تم میری بہن کے قاتل ہو۔ میں تمہیں یوں..." احد غصے سے کچھ کہہ رہا تھا مگر اُس سے قبل ہی مصطفٰی نے اُس کے دل پر نشانہ تان کر گولی چلائی۔ نشانہ اُلٹا ہونے کے باعث گولی احد کے دل اور بائیں بازو کے درمیان لگی تھی۔

زندگی اور موت کی باریک لکیر پر دل کی دھڑکن تھم گئی تھی۔

خون کسی فوارے کی طرح باہر اُچھلا تھا۔

سلطان بیگ نے فوراً آگے بڑھ کر اُس کے زخم کو ڈھانپنا چاہا۔

اُن کے ہاتھ خون سے بھر چکے تھے۔

ایک منظر نظروں کے سامنے اُبھرا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُنہوں نے امل کے ماتھے کو چھوا تھا۔

اور اُن کا ہاتھ خون سے رنگین ہو گیا تھا۔

"میں نے اپنا وعدہ نبھالیا۔ میں نے تمہیں پورا مار دیا، سلطان بیگ۔" اتنا کہہ کر وہ تہہ خانے سے باہر نکل چکا تھا۔

گولی چلنے کی آواز سُن کر فرقان بھی تہہ خانے کے قریب پہنچ چکا تھا مگر اس وقت اُس کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔

"وہیں رُک جاؤ۔" مصطفٰی نے پستول اُس کو دکھاتے روکا۔ وہ وہیں جام ہو گیا۔

مصطفٰی کی نظر ٹیبل پر رکھے والٹ پر پڑی۔ وہ آگے بڑھا اور اُس میں پڑے نوٹ نکال کر اپنی جیب میں رکھے۔ پھر نظر قریب رکھی چابی پر پڑی تو وہ اُٹھائی۔

"اور کون ہے یہاں؟" اُس نے ادھر اُدھر نظر گھماتے محتاط سا پوچھا۔

"کوئی نہیں۔" فرقان نے مشکل سے جواب دیا۔

"اپنی شرٹ اُتارو۔" اُس نے اشارہ کیا۔ فرقان نے اپنی شرٹ اُتار کر اُس کی جانب بڑھا

دی۔ مصطفٰی نے اپنی گندی شرٹ اُتاری۔ اُسی کی مدد سے منہ پر جما خون رگڑا اور فرقان کی شرٹ پہنتا دروازے کی جانب دوڑا۔

اُس کے جاتے ہی فرقان فون کی جانب بڑھا جب اُسے تہہ خانے سے سلطان بیگ کی آواز سُنائی دی۔ وہ فوراً تہہ خانے کی جانب لپکا۔

"میں گارڈز کو فون کر رہا ہوں۔ وہ اُسے راستے سے ہی پکڑ لیں گے۔" تہہ خانے کی سیڑھیاں اُترتے فرقان نے کہا۔

"پہلے گاڑی نکالو۔" وہ پوری قوت سے چیخے تھے۔

"وہ تو مصطفٰی لے گیا۔" چند لمحے کے توقف کے بعد اُس نے مدھم سا کہا۔

"ایمبولنس کو فون کرو۔" اُن کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ ہتھیلی سے احد کے ہاتھ کو مسل رہے تھے۔

"احد ہوش میں رہو، ہم جلد ہسپتال پہنچ جائیں گے۔" اس وقت وہ اپنے آپ کو دنیا کا سب سے بے بس انسان محسوس کر رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں ابھی حیات کو فون کرتا ہوں کہ مصطفیٰ کو..." اُس کی بات کو وہ پوری قوت سے چیخ کر کاٹ چکے تھے۔

"میں نے کہا ایمبولنس کو فون کرو۔ اُس شخص کو میں ڈھونڈ لوں گا مگر احد کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر احد کو کچھ ہوا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا فرقان۔" وہ اُس پر چیخ رہے تھے۔ نیم بے ہوش احد اُن کی آواز سن سکتا تھا۔

"یہاں سگنل نہیں ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ اوپر کو دوڑا۔ دو منٹ بعد وہ ایمبولنس کو لوکیشن سمجھا کر دوبارہ تہہ خانے میں آیا اور سلطان بیگ کی مدد سے احد کو اُٹھا کر اوپر لایا۔ احد کی سانس کی روانی تیز ہو رہی تھی اور بے ہوشی بڑھتی جا رہی تھی۔

"احد۔ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔" وہ احد سے زیادہ خود کو تسلی دے رہے تھے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ گاڑی تیزی سے زن پر دوڑا رہا تھا۔ بار بار سائیڈ مرر سے پیچھے کا منظر دیکھتا۔ کوئی گاڑی اُس کا پیچھا نہیں کر رہی تھی۔ وہ ایک سال تین ماہ بعد اُس قید سے نکلا تھا اور اُسے سمجھ نہیں آ

رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔اُس کے لئے یہ دنیا نئی تھی۔اُسے نئی زندگی ملی تھی۔

کیا وہ اپنے گھر جانے یا کیفے پر جانے کا خطرہ مول لے سکتا تھا؟

کبھی نہیں۔وہ یہ حماقت نہیں کر سکتا تھا۔

آدھا گھنٹہ گاڑی کو رفتار سے چلانے کے بعد وہ شہر میں داخل ہو چکا تھا۔اُس کے لئے گاڑی کو شہر میں ہینڈل کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

اُس نے دو، تین موڑ کاٹے۔

اور دھرام——

گاڑی سامنے کھمبے سے جا ٹکرائی۔بہت سا دھواں اکٹھا اُٹھا۔آس پاس کے لوگ بھاگ کر گاڑی کی جانب بڑھے۔ایک،دو نے مصطفٰی کو تھام کر باہر نکالا۔اس حادثے سے اُسے کوئی معمولی سی چوٹ بھی نہیں آئی تھی مگر آس پاس کھڑے لوگ اُس کے چہرے پر زخموں کے تازہ نشان دیکھ کر یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ نشان اس حادثے کی دین تھے۔ایک شخص نے پانی کی بوتل مصطفٰی کی جانب بڑھائی۔مصطفٰی نے پانی پیا تو اُس کا سانس بحال ہوا۔باقی

پانی سے اُس نے اپنا منہ دھویا تو تازگی کا احساس اُس کے اندر تک گُھل گیا۔ کچھ لمحے بیت جانے کے بعد اُس نے اُن کو یقین دہانی کروائی کہ اب وہ ٹھیک ہے۔ وہ لوگ جا سکتے ہیں۔ وہ بھی گرمی سے چُور ہو چکے تھے اس لئے آہستہ آہستہ کر کے سارے وہاں سے نکل گئے۔

مصطفٰی نے آس پاس نظر دوڑائی تو اُسے بس اسٹیشن دکھائی دیا۔ اُس نے گاڑی میں جُھک کر سلطان بیگ کا پستول اُٹھا کر اپنے ٹراؤزر میں چُھپایا اور بس اسٹیشن کی جانب بڑھ گیا۔ اُسے جو سامنے بس دکھائی دی وہ اُسی میں چڑھ کر آخری سیٹ پر جا بیٹھا۔

"کہاں جانا ہے؟" چند لمحے بعد جب بس چلی تو کنڈکٹر نے اُس کے پاس آ کر پوچھا۔

"یہ بس کہاں جا رہی ہے؟"

"کہیں سے بھاگ کر آئے ہو؟" کنڈکٹر نے بغور اُس کا جائزہ لیتے پوچھا۔ مصطفٰی کا رنگ لمحے کو فق ہوا۔

"نہہ نہہ... نہیں۔" وہ بمشکل بولا۔

"مذاق کر رہا ہوں یار۔ یہ بس حیدرآباد جا رہی ہے۔" کنڈکٹر نے بتایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہیں کی ٹکٹ دے دو۔" مصطفیٰ نے کہا۔ کنڈکٹر نے ٹکٹ کاٹ کر اُسے تھمائی اور مصطفیٰ نے جو سلطان بیگ کے بٹوے سے پیسے نکالے تھے، اُس میں سے چند نوٹ اُس کی جانب بڑھائے۔ وہ پیسے وہ سنبھال چکا تھا۔ اُن پیسوں سے وہ کہیں بھی جاتا، کم از کم دو مہینے تو آسانی سے رہ سکتا تھا۔ اُس کے بعد وہ کچھ نہ کچھ ڈھونڈ ہی لے گا۔

تین گھنٹے بعد بس اُسے حیدرآباد بس اسٹیشن پر اُتار چکی تھی۔ مغرب کا وقت ہو رہا تھا، ایسے میں لوگوں کا رش نہ ہونے کے برابر تھا۔

چلتے چلتے وہ ایک کریانہ اسٹور کے سامنے پہنچا۔ سامنے بیٹھا شخص کافی مہربان لگ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" اُس نے قریب پہنچ کر سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" دکاندار نے بغور اُس کی حالت کا جائزہ لگاتے جواب دیا۔

"میں یہاں نیا ہوں۔ مجھے رہنے کی جگہ چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کسی ایسے شخص کو جو کرایے پر مکان دیتا ہو؟" اُس نے ڈائریکٹ کام کی بات کی۔ تہہ خانے میں گزارا ایک سال بھی اُسے ذہنی طور پر کمزور نہیں کر چکا تھا۔ وہ امل کو مارنے سے لے کر اب تک مطمئن ہی رہا

تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ آج وہ آزاد تھا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" دوکاندار نے نرمی سے کہا اور باہر نکل کر دوکان کا شٹر نیچے کیا۔ اُسے مصطفٰی کی یہ حالت دیکھ کر اُس پر ترس آرہا تھا۔

چند منٹ کی مسافت کے بعد وہ ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے رکے۔ جس کے دروازے پر ایک بورڈ لگا تھا۔ جس میں "کرائے کے لئے خالی" لکھا تھا۔

مصطفٰی نے اُس بورڈ کو پڑھا پھر شخص کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

"میں جانتا ہوں، تمہیں بس کچھ دن سر ڈھانپنے کے لئے جگہ چاہیے۔ تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتے ہو۔" دوکاندار نے نرمی سے کہا۔ وہ ایک چھوٹا سا فلیٹ تھا جس میں چھوٹا سا لاؤنج، اوپن کچن، ایک کمرہ اور ایک باتھ روم تھا۔

"میرا نام عامر ہے۔" اُس نے اپنا تعارف کروایا۔

"میں مصطفٰی ہوں۔" بدلے میں مصطفٰی نے اپنا نام بتایا۔

"وہ باتھ روم ہے۔" عامر نے اشارہ کر کے بتایا۔ "تم ہاتھ منہ دھو لو۔ میں تمہارے لئے کچھ

کھانے کو لاتا ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ اُس کے جاتے ہی مصطفٰی نے دروازہ لاک کیا اور ایک سُکھ کا سانس لیا۔ اُس کی رہائش کا بندوبست ہو چکا تھا۔ یہ سب اُس کی سوچ کے برعکس آسانی سے ہو چکا تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ہسپتال کی سنسان راہداریاں خاموش تھیں۔ کبھی کسی نرس کے قدموں کی چاپ سُنائی دیتی، پھر وہ بھی خاموش پڑ جاتی۔ اس وقت ہسپتال میں صرف دلوں کے دھڑکنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ بھی ایسی ہی ایک راہداری میں سر جُھکائے کھڑے تھے۔ دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھی۔ وہ یقین نہیں کر پا رہے تھے کہ اس سچ کو جاننے کے لئے اُنہوں نے اُس قاتل کو ایک سال اور تین ماہ زندہ رکھا۔ یہ سب جاننے کے لئے؟

"سلطان صاحب۔" اُن کی محویت کو قریب آتے ڈاکٹر کی آواز نے توڑا تھا۔

"جی جی۔" وہ بوکھلا کر بولے۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"اُس نے بغور سلطان بیگ کا چہرہ دیکھتے پوچھا۔

"وہ ٹھیک ہے؟"سلطان بیگ نے انگلی سے دروازے کی جانب اشارہ کیا جس کے اُس پار احد بے حس و حرکت لیٹا تھا۔

"ہم نے گولی نکال دی ہے۔زیادہ نقصان نہیں ہوا،وہ خطرے سے باہر ہیں۔جلد ہی اُن کو ہوش آجائے گا پھر آپ اُن سے مل سکتے ہیں۔"ڈاکٹر نے بتایا اور سلطان بیگ نے سکون کا سانس لیا۔لب ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"یہ لڑکا..."ڈاکٹر نے دروازے کی جانب اشارہ کیا،پھر سلطان بیگ کی جانب متوجہ ہوا۔

"آپ کا کیا لگتا ہے؟"اُس نے پوچھا،اور سلطان بیگ کی مسکراہٹ اُس سوال کے ساتھ ہی سمٹ گئی۔

"وہ...وہ میرے بیٹے جیسا ہے۔"اُنہوں نے کہا۔ڈاکٹر اُن کو احد کی طبیعت کی مزید صورتِ حال بیان کر کے چلا گیا۔سلطان بیگ وہیں کھڑے رہ گئے۔

ایک بار پھر امل کا خیال آیا مگر وہ اُن کو بھولی ہی کب تھی؟

وہ خون سے لپٹی اسٹریچر پر لیٹی تھی۔اُس کے خون سے سلطان بیگ کا چہرہ بھر چکا تھا۔ پھر ایک پیرامیڈک نے اُس کی نبض کو چھو کر نفی میں سر ہلایا۔اُس نبض میں زندگی کا کوئی نشان باقی نہیں رہا تھا۔وہ مر چکی تھی۔اُس دن کے بعد سلطان بیگ کی بس سانسیں چل رہی تھیں۔صرف سانس لیتے انسان کو زندہ کہنا بھی کہاں کی عقلمندی ہے؟ہر سانس لیتا شخص زندہ نہیں ہوتا۔

کاش کہ امل کو بھی اتنی محلت مل جاتی۔

کاش وہ ہسپتال آتی اور ڈاکٹر کہتے کہ وہ خطرے سے باہر ہے۔

کاش...

کل تک وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ مصطفٰی نے اُن کی بیٹی کو احد کی دشمنی میں مارا تھا۔مگر اب؟؟؟اب ایک نیا بوجھ اُن کے سر آ گرا تھا۔یہ سوچ اُن کی روح کو چھلنی کر رہی تھی کہ جس شخص نے امل کو اتنا چاہا ہو وہی شخص اُس کی موت کا سبب بن گیا؟

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ کمرے میں داخل ہوئے تو احد کی نظریں دروازے پر ہی جمی تھیں جیسے اُن کے آنے کا منتظر ہو۔

"کیسے ہو؟" آگے بڑھ کر سلطان بیگ نے پوچھا۔

"بہتر ہوں۔" احد نے کہا، آواز مدھم سی نکلی۔ سلطان بیگ خاموش ہو گئے۔ خاموشی سے اُس کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئے۔ ذہن کو ایک بار پھر سوچوں نے آگھیرا۔

"مصطفیٰ بھاگ گیا؟" چند لمحے کے توقف کے بعد احد نے پوچھا۔ سلطان بیگ نے اُس کو نہیں سنا۔ وہ اپنی سوچوں میں اُلجھے تھے۔

"کیا آپ سُن رہے ہیں؟" اُس نے تھوڑا اونچا مخاطب کیا۔ سلطان بیگ جیسے کسی خواب کی سی کیفیت سے جاگے تھے۔ فوراً سر اُٹھا کر احد کو دیکھا۔

"ہاں، وہ... نہیں..." اُن کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا بولنا چاہ رہے ہیں۔

"مصطفیٰ؟" احد نے پھر سے نام دُہرایا۔

"وہ چلا گیا۔" سلطان بیگ نے کہا۔

"وہ چلا گیا... میری وجہ سے۔" احد نے مدھم سا کہا۔

"وہ چلی گئی... میری وجہ سے۔" اُس نے سلطان بیگ کو کہتے سُنا۔

"کون؟" احد نے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ تم آرام کرو۔ میں اُس کو ڈھونڈ لوں گا۔" اتنا کہہ کر وہ وہاں سے اُٹھنے لگے۔

"آپ نے مائرہ یا ماں کو بتایا؟" احد کی آواز نے اُن کو روکا تھا۔

"نہیں۔" سلطان بیگ نے جواب دیا۔ "مجھے لگا کہ میں کافی ہوں تمہارا خیال رکھنے کے لئے۔" اتنا کہہ کر وہ باہر نکل گئے اور احد وہیں لیٹا اپنی سوچوں میں اُلجھتا چلا گیا۔

اُس کی بہن مر گئی... اُس کی وجہ سے۔

اُس کا قاتل بھاگ گیا... اُس کی وجہ سے۔

ماں اور مائرہ پریشان ہیں... اُس کی وجہ سے۔

سلطان بیگ نے مسکرانا چھوڑ دیا... اُس کی وجہ سے۔

وہ ایک شخص کتنے لوگوں کی زندگی پر اثر انداز ہو چکا تھا۔ وہ اپنی ماں، بیوی اور بہن کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مسکراہٹ چھین چکا تھا۔

کیا وہ اس قابل تھا کہ اُسے چاہا جائے؟ اُس کا خیال کیا جائے؟

نہیں، وہ اس قابل نہیں تھا۔ وہ گھر واپس جاتا تو اُسے پھر سے چاہا جاتا، اُس کا خیال رکھا جاتا۔ اور احد... اب احد ایسا نہیں چاہتا تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ اپنے بستر پر بے چین لیٹی تھی۔ کل دوپہر کے بعد اُس کا احد سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا۔ اُسے احد کی سرد مہری ابھی بھولی نہیں تھی مگر احد کے لئے اُس کا دل فکر مند ہو رہا تھا۔ احد کی تکلیف کو وہ اپنے دل میں محسوس کر سکتی تھی مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ اس تکلیف کی وجہ کیا ہے۔

"مائرہ۔" فریدہ بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے اُسے آواز لگائی۔

"جی امی۔" وہ فوراً بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کیا کر رہی ہو؟" اُنہوں نے دھیما سا پوچھا اور اُس کے بیڈ کے قریب پہنچ کر رُک گئیں۔

"کچھ نہیں۔" اُس نے مختصر جواب دیا۔ نظریں فرش پر جمی تھیں۔

"احد سے بات ہوئی؟"

"نہیں۔"

"اچھا تم پریشان نہ ہو۔ پہلے بھی تو اکثر کافی دن گزر جاتے اُس سے بات کیے بغیر۔" فریدہ بیگم نے اُسے تسلی دی۔ پچھلے ایک سال میں بہت سے ایسے دن گزرے تھے جب اُن کی احد سے بات نہیں ہوئی تھی۔

"مگر امی... مجھے لگتا ہے کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔" مائرہ نے اپنا خدشہ فریدہ بیگم کو بتایا۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میں ذہنی نہیں، جسمانی بات کر رہی ہوں۔" مائرہ نے کہا۔ فریدہ بیگم کا ماتھا ٹھنکا۔

"کیا مطلب؟" اُنہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"مطلب... مطلب... میں آپ کو مطلب نہیں سمجھا سکتی۔" مائرہ کو سمجھ ہی نہیں آئی کہ وہ کیا کہے۔ وہ بیڈ سے اُٹھی اور باہر کی جانب بڑھنے لگی۔ پھر حیرت سے پلٹی اور فریدہ بیگم کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیکھا۔

"آپ کو بھی لگتا ہے کہ وہ پریشان ہے؟اور گھر سے دور رہنے کی وجہ وہ نوکری نہیں ہے؟"

"میں ماں ہوں اُس کی۔جانتی ہوں کہ وہ پریشان ہے مگر میں اُس سے تب تک نہیں پوچھوں گی جب تک وہ نہ بتانا چاہے۔میرے دباؤ سے وہ جھوٹ بول دے گا اور میں نہیں چاہتی کہ میرا بیٹا مجھ سے جھوٹ بولے۔"

"کھانا کھالیا آپ نے؟"مائرہ نے بات بدلتے پوچھا۔

"تمہیں اسی لئے بُلانے لائی تھی۔"فریدہ بیگم نے یاد آنے پر بتایا اور دروازے کی جانب بڑھ گئیں۔مائرہ بھی اُن کے ساتھ چل دی۔اب احد کا نہ آنا اور اُس سے بات نہ ہونا اُن کے لئے معمول کی بات بن چکی تھی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

"احد،آج تمہیں ہسپتال سے گھر بھیج رہے ہیں۔تم اپنے گھر ہی جاؤ گے نا؟"وہ خاموشی سے بستر پر بیٹھا تھا جب سلطان بیگ نے سوال کیا۔

"نہیں۔"وہ کسی خواب کی سی کیفیت میں بولا۔

"تو کہاں جاؤ گے؟"اُنہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"کہیں بھی چلا جاؤں گا۔ مگر اُن لوگوں کے پاس نہیں جاؤں گا جو میری قدر کرتے ہیں۔"

اُس نے اپنے الفاظ پر زور دیا تھا۔

"کیوں اذیت دے رہے ہو خود کو؟"احد کو اس طرح دیکھ کر اُن کا بھی دل دُکھا تھا۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟"احد نے بغور اُن کا چہرہ دیکھتے پوچھا۔"آپ بھول گئے کہ مصطفٰی نے امل کو میری وجہ سے مارا؟"احد نے یاددہانی کروائی۔

"اُس نے امل کو تمہاری وجہ سے نہیں مارا..."سلطان بیگ نے کچھ کہنا چاہا مگر احد نے اُن کی بات کاٹ دی۔

"تو کیا وجہ تھی اُس کے پاس امل کو مارنے کی؟ مجھے اُس وجہ سے نفرت ہے اور وہ وجہ میں خود ہوں۔"سلطان بیگ نے چند لمحے کے لئے خاموش ہو گئے جیسے کچھ کہنے والے ہی نہیں تھے۔

"مجھے مصطفیٰ کو ڈھونڈنا ہے۔ میرے سوالات کے جواب ابھی مجھے نہیں ملے۔ میں لاجواب ہو کر اپنے گھر نہیں لوٹ سکتا سلطان صاحب۔" اُنہوں نے احد کو کہتے سُنا۔

"کبھی سوچا ہے کہ جن سوالوں کے جواب تلاش کرنے میں تم لگے ہو۔ کبھی وہ جواب مل گئے تو کیا کرو گے؟" سلطان بیگ نے پوچھا۔ احد نے سر اُٹھا کر اُن کو دیکھا۔ دونوں کی آنکھیں ٹکرائیں۔

"سوچا ہے۔ بالکل سوچا ہے۔" اُس نے یونہی اُن کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔

"کیا؟"

"میں کبھی اپنی ماں اور بیوی کو اذیت نہیں دوں گا۔" وہ لمحے بھر کو رُکا جیسے الفاظ تیار کر رہا ہو۔ "اور آپ سے کبھی نہیں ملوں گا۔" احد کے اس اعتراف نے سلطان بیگ کے چہرے کے رنگ اُڑا دیے تھے۔

"کیوں؟" چند لمحے توقف کے بعد اُنہوں نے پوچھا۔

"کیونکہ میں وہ اذیت نہیں بھولا جو آپ کی وجہ سے میں نے اور میری ماں نے سہی ہے۔

میں آپ کا ساتھ اس لئے دے رہا ہوں کیونکہ میں امل کو دل سے اپنی بہن مان چکا تھا۔" وہ اب بھی اُن کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"امل میری ہی بیٹی تھی۔" اُنہوں نے جیسے یاد دہانی کروائی۔

"مگر وہ میری بہن بھی تھی۔"

"مجھ سے کیوں نہیں ملو گے؟" اُنہوں نے تسلی کے لئے پھر پوچھا۔

"کیونکہ میری ماں نہیں جانتی کہ میں آپ سے ملتا ہوں۔ میں اُن کو دھوکہ دے رہا ہوں، مصطفٰی کو ڈھونڈتے ہی میں اُن کو ساری حقیقت بتا دوں گا۔" احد نے کہا۔

اُس کے بعد چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی۔

"تم نے کہا کہ تم میرا ساتھ اس لئے دے رہے ہو کیونکہ تم نے امل کو اپنی بہن مانا تھا۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اُنہوں نے بات کا آغاز کیا۔ احد نے کچھ کہنا چاہا مگر اُنہوں نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روک دیا۔ "تم غلط کہہ رہے کو۔ تم میرا ساتھ اس لئے دے رہے ہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ اگر تم اُس کی زندگی میں نہ آتے تو وہ آج زندہ ہوتی۔" احد نے اُن کو حیرت

سے دیکھا تھا۔ مگر بولا کچھ نہیں۔

اور اُس روز ہی سلطان بیگ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مصطفٰی کی بتائی گئی حقیقت سے احد کو آگاہ نہیں کریں گے۔ وہ امل کو خود سے دور کر چکے تھے، اب احد کو خود سے دور نہیں کر سکتے تھے۔ اُس روز کے بعد اُنہوں نے احد سے پہلے کی طرح نرمی سے بات کرنا بھی چھوڑ دی تھی تاکہ اُس کو کوئی شک نہ ہو۔ وہ خود غرض ہو کر سوچنے لگے تھے۔ احد مصطفٰی کو ڈھونڈتے ہی سلطان بیگ سے اپنا رشتہ ختم کر دے گا۔ یہ سوچ اُن کو پریشان کر رہی تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ اس وقت ایک نئے مگر خالی گھر کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ گھر ایسا تھا، جیسے ایک سانس لیتا ہوا خاموش کمرہ۔ اُس کی دیواریں تو چمک رہی تھیں مگر ان پر وقت کے لمس کی کوئی جھری نہ تھی۔ فرش نیا تھا مگر قدموں کی آہٹ کو ترستا، کھڑکیاں روشنی سے بھرپور تھیں مگر وہ روشنی کسی وجود کا لمس نہ پا کر ادھوری لگ رہی تھیں۔ ہر کمرہ اپنی تکمیل میں مکمل مگر روح سے خالی جیسے یہ مکان ابھی "گھر" کہلانے کے قابل نہ ہوا ہو۔

ایک ایسا خالی پن جس میں نہ ماضی کی خوشبو تھی، نہ مستقبل کی امید۔ صرف انتظار... کسی آہٹ، کسی آواز، کسی سانس کا۔

"یہ کس کا گھر ہے؟" احد نے سلطان بیگ کی جانب دیکھتے قدرے تعجب سے پوچھا۔ سلطان بیگ نے جواب نہیں دیا بلکہ اندر کی جانب بڑھ گئے۔ احد بھی اُن کے ہمراہ آہستہ آہستہ قدموں سے گھر کے دروازے سے داخل ہوا۔ بائیں بازو پر پٹی بندھی تھی اور سینے کے قریب ہلکا سا درد اب بھی سانس میں لرزش پیدا کرتا تھا۔

"تم یہاں رہ سکتے ہو اگر چاہو۔" سلطان بیگ نے مدھم آواز میں کہا۔ احد نے سر گُھما کر دیکھا۔ وہ گھر بہت بڑا اور خوبصورت تھا۔ اُس میں ہر ضروری چیز موجود تھی۔ بس کمی تھی تو لوگوں کی!

"یہ کس کا گھر ہے؟" احد نے لاؤنج میں داخل ہوتے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔ وہ زیادہ دیر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا اس لئے آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

"امل کا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احد چند لمحے کے لئے خاموش ہو گیا جیسے سلطان بیگ کو مزید بولنے کا موقع دینا چاہ رہا ہو۔

"یہ گھر میں نے امل کے لئے بنوایا تھا۔ سوچا تھا کہ صحیح وقت آنے پر اُسے تحفے میں دوں گا۔ مگر..." اُن کی زبان لرزی۔ "وہ صحیح وقت کبھی آیا ہی نہیں۔"

"میں یہاں نہیں رہ سکتا۔"

"کیوں؟"

"اس کی ہر چیز اب مجھے امل کی یاد دلائے گی۔" احد نے فوراً کہا۔

"تو کیا تم امل کو بھولنا چاہتے ہو؟" سلطان بیگ کی شہد آنکھوں میں کچھ ٹوٹا تھا۔ اگر احد امل کو بھول گیا تو اُن کو کیسے یاد رکھے گا؟

"احد میں نے ایک بار بھی تمہیں تمہارا گھر چھوڑنے کو نہیں کہا۔ یہ تمہارا اپنا فیصلہ تھا۔ تم نے امل کے قاتل کو ڈھونڈنے کے لئے اپنا گھر چھوڑا ہے۔ میں تمہیں صرف تب تک یہاں رہنے کی اجازت دے رہا ہوں جب تک تم مصطفیٰ کو نہیں ڈھونڈ لیتے۔" اُنہوں نے اپنی بات مکمل کی جیسے کوئی حتمی فیصلہ سُنا رہے ہوں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں نے اپنا گھر خود چھوڑا۔ کیونکہ میں خود سے وعدہ کر چکا ہوں کہ میں امل کے قاتل کو ڈھونڈ کر اُس سے اپنے سوالات کے جواب لئے بغیر میں اپنے گھر نہیں جاؤں گا۔ میں اُن لوگوں سے بات تک نہیں کروں گا جو مجھے محسوس کرواتے ہیں کہ میں خاص ہوں۔"

"ایک ہفتے سے میرے بندے اُسے ڈھونڈنے میں لگے ہیں۔ ابھی تک وہ نہیں ملا۔" وہ سانس لینے کو رُکے پھر اپنی بار جاری رکھی۔ "ایک بار پھر سوچ لو، اُسے ڈھونڈنے میں ہفتے بھی لگ سکتے ہیں اور مہینے بھی۔"

"میں سالوں گزارنے کو تیار ہوں سلطان صاحب۔ میں نے امل کے قاتل کو نہ ڈھونڈا تو میں اُس کا مجرم ٹھہراؤں گا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ میں جب بھی گھر واپس لوٹوں گا تو وہی خلوص اور محبت میرا انتظار کر رہی ہوگی۔" اُس نے کبھی سلطان بیگ کو باپ کہہ کر نہیں پکارا تھا۔ سلطان بیگ نے کبھی اُس سے وجہ بھی نہیں پوچھی تھی۔ وہ وجہ پوچھ کر اپنا بھرم توڑنا نہیں چاہتے تھے۔

"تم ایک ہفتہ نہیں گزار پاؤ گے اُن سے بات کیے بغیر۔" اُنہوں نے چیلنجنگ انداز میں کہا۔

"ایک ہفتہ گُزر چکا ہے۔" احد نے جیسے یاد دہانی کروائی۔

"میں نے خود سے وعدہ کیا ہے کہ میں امل کے قاتل کو ڈھونڈے بغیر اپنے گھر نہیں جاؤں گا۔ میں اُس سے پوچھوں گا کہ اُس نے امل کو مرنے سے پہلے کیا بتایا تھا۔ لیکن..." وہ لمحے بھر کو رُکا۔ "اگر مائرہ نے مجھے اس سے پہلے ڈھونڈ لیا تو میں اُسے انکار نہیں کر پاؤں گا۔ میں لوٹ جاؤں گا۔" سلطان بیگ نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

"میں تمہیں نہیں روک رہا احد۔ تم خود رُک رہے ہو، تم چاہو تو اب بھی جا سکتے ہو۔ مگر تم میری نظر میں سچا ہونا چاہتے ہو بس۔ تم جانتے ہو کہ تمہاری بیوی تمہیں اس نام کے ساتھ جلد ہی ڈھونڈ لے گی۔" احد نے حیرت سے اُن کو دیکھا۔

"یہ نام... اس نام سے تو مجھے وہ بھی ڈھونڈ سکتا ہے۔ میں نے دیکھا تھا یہ نام... اُس کی دیوار پر۔" اچانک یاد آنے پر احد نے کہا۔ ذہن میں وہ منظر تازہ ہوا تھا جب وہ سلطان بیگ کے ساتھ اُس کے اسٹور روم میں داخل ہوا تھا اور سامنے سلطان بیگ اور احد کی تصویر بورڈ پر لگی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ صرف مجھے، آپ کو اور امل کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔" احد نے کہا۔ سلطان بیگ نے آنکھیں جُھکالی۔ وہ جانتے تھے کہ مصطفٰی واقعی صرف اُن تینوں کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔

احد کے دماغ میں ایک اور سوچ اُبھرنے لگی۔ اگر وہ ماں اور مائرہ کے ساتھ رہا تو اُن کی جان کو بھی خطرہ ہو سکتا تھا۔ وہ اُس سے ڈر نہیں رہا تھا مگر مصطفٰی اس وقت ایسا سانپ تھا جو زمین کے کسی حصے سے بھی نکل سکتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مصطفٰی اُس کی ماں اور مائرہ کو نقصان پہنچائے۔ گھر سے دور رہنے کی دوسری وجہ اُس کو مل چکی تھی۔

"شاید وہ ہم سے زیادہ چالاک ہو اور ہم پر نظر رکھ رہا ہو۔ اب وہ اتنی آسانی سے نہیں ملے گا۔" چند ساعتیں بیت جانے کے بعد سلطان بیگ نے کہا۔

"تو میں کیا کروں؟" احد نے پوچھا۔

"تم اپنا نام بدل لو۔" سلطان بیگ نے نہ جانے کیا سوچتے کہا۔ اس بات سے بے خبر کہ جہاں مصطفٰی پہنچ گیا ہے، اُس کے بعد وہ اُن کو مُڑ بھی نہیں دیکھے گا۔

"نام بدل لوں؟" حیرت اُس کے چہرے پر واضح تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"احد پر نظر رکھنا اُس کے لئے مشکل نہیں ہو گا۔"

"میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ پر نظر رکھے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ دنیا کی نظر میں اب میں خود کو ایک مطمئن انسان دکھاؤں گا اور مجھے مطمئن دیکھ کر وہ پھر سے میرا چین چھیننے ضرور آئے گا۔" اُنہوں نے احد کو کہتے سُنا۔ وہ اب بھی یونہی صوفے پر بیٹھا تھا۔

"اُس کی نظر میں آنے کے لئے بھی تم نام بدل سکتے ہو۔" سلطان بیگ نے نیا منصوبہ بنایا۔

"کیا مطلب؟"

"تم مصطفیٰ بن سکتے ہو۔ وہ تمہیں مطمئن دیکھ کر تمہارے پیچھے اب نہیں آئے گا۔" وہ لمحے بھر کو رُکے جیسے اچانک کچھ یاد آیا ہو۔ "مگر وہ یہ جاننے ضرور آئے گا کہ تم اُس کا نام استعمال کیوں کر رہے ہو اور جس دن وہ کراچی میں قدم رکھے گا، وہ اُس کا آخری دن ہو گا۔" وہ کچھ سوچ کر بول رہے تھے۔ مصطفیٰ کو ڈھونڈتے ہی اب وہ احد کا انتظار نہیں کریں گے،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اُس کو سیدھا شوٹ کریں گے۔

"میں یہ کیسے کر سکتا ہوں؟" احد نے پوچھا۔

"وہ میرا کام ہے۔ تم بتاؤ تم راضی ہو؟"

احد کچھ لمحے سوچنے لگا۔ وہ اپنا نام بدل رہا تھا، صرف اُس شخص کو ڈھونڈنے کے لئے۔

"اس سے تم کبھی میری امل کو نہیں بھولو گے۔ تمہیں یاد رہے گا یہ نام، یہ اُسی شخص کا نام ہے جس نے میری امل کو مارا تھا۔"

مصطفیٰ کمال... یہ نام جب بھی اُس کے سامنے گونجتا تھا تو اُسے امل کی یاد آتی تھی۔ وہ اس نام کو نہیں بھولنا چاہتا تھا۔ اگر لوگ اُس کو ہر روز مصطفیٰ کہہ کر پکاریں گے تو وہ واقعی کبھی امل کو بھول نہیں پائے گا۔ یہ نام اُس کو امل کے بھائی سے امل کا قاتل بنا سکتا تھا۔ یہ نام بھی ایک سزا تھی۔

"میں راضی ہوں۔" وہ یہ سزا قبول کر چکا تھا۔ اور یہ احد کی گھر سے دور رہنے کی تیسری وجہ تھی۔ وہ مصطفیٰ بن کر اپنی ماں اور بیوی کے پاس نہیں لوٹ سکتا تھا۔

"مجھے کیا کرنا ہو گا؟"احد نے سوال کیا۔

"تم اس نام کے ساتھ کوئی بزنس شروع کرنا چاہو تو میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"سلطان بیگ نے جواب میں کہا۔

"بزنس کیوں؟"

"کیونکہ تمہیں اس نام کو صرف اپنانا نہیں ہے۔استعمال کرنا ہے۔کہیں دور چُھپے اُس قاتل کو کیسے پتہ چلے گا کہ تم نے اپنا نام اُس کے نام پر رکھ لیا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔"

"تم اپنا دفتر کھول سکتے ہو۔ایچ آر سی او اور فاؤنڈر بن کر۔"سلطان بیگ نے کہا۔احد نے نظریں اُن کی جانب گُھمائی جیسے نظروں سے کوئی سوال کرنا چاہ رہا ہو۔"میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کی پریشانیاں سُن کر بھی امل کو یاد کرو۔"اُنہوں نے اپنی بات مکمل کی۔

وہ اُس کو یہ نہیں بتانا چاہتے تھے کہ وہ جانتے تھے احد ایک سال پہلے ایچ آر کے دفتر میں اعلیٰ اُہدے پر تھا۔اُس کے لئے یہی کام مناسب تھا۔وہ تو بس اُس کو اُلجھانا چاہتے تھے تاکہ وہ

کبھی اُن سے رشتہ ختم نہ کرے۔ مگر اُن کو احد کے واپس گھر جانے سے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ احد اپنی ماں اور بیوی کے ساتھ رہنا چاہتا تو رہ سکتا تھا۔ مگر یہ اُس کی ضد تھی، خود سے کیا وعدہ تھا کہ وہ یوں گھر واپس نہیں جائے گا۔ اُن کو بس اب احد کا ساتھ دینا تھا۔ اُسے یوں ظاہر کروانا تھا کہ احد نے یہ فیصلہ اُن کی وجہ سے کیا ہے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

آج سورج بھی اُن کے گھر پر اُداس طلوع ہوا تھا۔ وہ پچھلے چار دن سے ریسٹورنٹ نہیں جا رہی تھی۔ اب فریدہ بیگم بھی احد کے لئے پریشان رہنے لگی تھیں۔ دو ہفتے گُزر چکے تھے، اُن کی احد سے بات نہیں ہوئی تھی۔

وہ دونوں دن بھر ایک دوسرے سے پوچھتی رہتیں کہ احد سے بات ہوئی یا نہیں، پھر اُداسی سے نفی میں سر ہِلا دیتیں۔

مائرہ ہر ممکن جگہ سے اُسے تلاش کرنے کی کوشش کر چکی تھی مگر کہیں سے احد کی کوئی خبر نہیں ملی تھی۔ اس وقت وہ لاؤنج میں گُم سُم سی بیٹھی تھی جب فریدہ بیگم عصر کی نماز پڑھ

کر لاؤنج میں داخل ہوئیں۔

"مائرہ،احد سے بات ہوئی؟"اُنہوں نے پچھلے دو ہفتے سے کیا جانے والا اپنا سوال دُہرایا۔

مائرہ نے سر اُٹھا کر اُن کو دیکھا پھر نفی میں سر ہِلا دیا۔اُس کے بعد فریدہ بیگم نے کچھ نہیں کہا،خاموشی سے اُس کے قریب آ کر بیٹھ گئیں۔

"مجھے اُمید ہے کہ وہ جلد واپس آئے گا۔تم پریشان نہ ہو۔"اُنہوں نے نرمی سے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"وہ نہیں آئے گا امی۔"مائرہ نے مایوسی سے کہا۔

"تم ایسا کیوں سوچتی ہو؟"

"میں جانتی ہوں کہ وہ ہم سے بھاگ رہا ہے۔پھر وہ ہمارے لئے واپس کیوں آئے گا؟"اُس نے فریدہ بیگم کی آنکھوں میں دیکھا۔اُس کی آنکھیں بھر چکی تھیں۔وہ اُن کو قابو نہیں کر پائی تھی۔ہمیشہ کی طرح۔

"مجھے اپنی تربیت پر اتنا یقین ضرور ہے،مائرہ۔میں نے اُسے عورت کی عزت کرنا سِکھائی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہے۔ وہ دنیا کے کسی کونے میں بھی چلا جائے، میرے اور تمہارے لئے واپس ضرور آئے گا۔" اُن کے لہجے میں مائرہ کے برعکس کم پریشانی تھی۔ اُن کو اپنی اولاد پر یقین تھا کہ وہ ضرور واپس آئے گا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

کریانہ اسٹور اس وقت ہجوم سے بھرا تھا۔ عامر کاؤنٹر پر کھڑا گاہکوں میں مصروف تھا اور مصطفیٰ پیچھے بیٹھا رجسٹر پر کسی شخص کا ماہانہ حساب کرنے میں مصروف تھا۔ وہ شخص اُس کے ساتھ جُڑ کر بیٹھا تھا اور نظریں رجسٹر پر جمی تھیں۔

وہ پچھلے ایک مہینے سے روزانہ کریانہ اسٹور پر آتا اور عامر کی مدد کرتا۔ گھر میں اب وہ اُس کے بچوں کو ٹیوشن بھی پڑھا رہا تھا۔ عامر کی بیوی سے بھی اُس کی ملاقات ہو چکی تھی جو اُس سے ایک مہینے کا کرایہ ایڈوانس لے چکی تھی۔ مگر اب وہ اُن کے بچوں کا استاد تھا اس لئے عامر نے اگلے مہینے کا کرایہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔

وہ بہت ساری جگہوں پر نوکری ڈھونڈنے جا چکا تھا مگر کوئی قانونی دستاویز نہ ہونے کی وجہ سے اُسے کہیں کام نہیں ملا تھا۔

"مصطفیٰ بھائی۔" مصطفیٰ اُس شخص کا حساب کرنے سے فارغ ہوا تو عامر نے اُسے پکارا۔ وہ مصطفیٰ سے چند سال بڑا ہی تھا مگر وہ اُس کی دل سے عزت کرتا تھا۔

"جی؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"آپ پہلے بھی کسی کیفے میں کام کرتے تھے نا؟" عامر نے پوچھا۔ مصطفیٰ نے اُسے یہ ہی بتایا تھا کہ وہ کیفے میں کام کر چکا ہے۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کیفے اُس کا اپنا تھا۔

"میں ایک شخص کو جانتا ہوں۔ شاید وہ میرے بھروسے آپ کو کام پر رکھ لے۔" عامر نے بتایا اور مصطفیٰ کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"واقعی؟" اُس نے خوشی و حیرت سے ملے جلے تاثرات میں پوچھا۔ اس وقت اُسے بس کہیں بھی نوکری کرنی تھی۔ اُسے اپنے لئے پیسوں کی ضرورت تھی۔

"جی، آپ کہیں تو آج ہی بات کر لیتے ہیں۔" عامر نے مزید پوچھا۔ مصطفیٰ نے فوراً حامی بھر

لی۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ وہ کھڑکی کے قریب کھڑا ڈوبتے سورج کو دیکھ رہا تھا۔ گہرے نارنجی آسمان پر پرندے دن بھر کی تھکن کے بعد اپنے آشیانوں کی طرف لوٹ رہے تھے۔ جیسے ہر مسافر کو ایک دن واپس لوٹنا ہوتا ہے۔ چاہے وہ پرندہ ہو یا دل کا کوئی مسافر۔ لیکن کچھ پرندے ایسے ہوتے ہیں جو آشیانے کے دہانے پر رُک کر واپس پلٹ جاتے ہیں کیونکہ اُن کے پروں میں خون لگا ہوتا ہے۔ وہ دل کا مسافر بھی ایسا ہی ایک پرندہ تھا۔

دروازہ ہلکا سا چُرمرایا مگر وہ مُڑا نہیں۔

"احد۔" اُنہوں نے ہلکا سا پکارا اور قدم بھرتے اُس کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ احد نے سر گھُما کر اُن کو دیکھا۔

"تمہیں ایک مہینہ ہو گیا ہے۔ جانتے ہو تمہاری ماں اور بیوی کیسا محسوس کر رہی ہوں

گی؟"سلطان بیگ نے ہلکی آواز میں کہا۔

"بس یہی سوچ مجھے پریشان کر رہی ہے۔اُن کا دن نہیں چڑھ رہا ہو گا اور رات ختم ہونے کا نام نہیں لے گی۔وہ سوچ رہی ہوں گی کہ شاید میں مر گیا ہوں۔"اب اُس کی نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی تھیں۔

سلطان بیگ نے ایک لمحے کو خاموشی اختیار کی۔اُن کی نظریں بھی سورج کی آخری کرنوں میں کچھ تلاش کر رہی تھیں جیسے ماضی کا کوئی منظر وہیں کہیں چمک رہا ہو۔

"میں...اُن تک یہ خبر پہنچا دوں گا احد۔"اُن کا لہجہ نرمی میں لپٹا ہوا تھا۔

"تم خود نہ سہی...تمہاری زندگی کی خبر اُن تک ضرور پہنچے گی۔"

احد کی پلکیں ذرا سی لرزیں مگر اُس نے کچھ نہ کہا۔

"پھر مائرہ یہ سوچے گی کہ میں اُسے چھوڑ گیا۔میں اپنا ایک وعدہ نبھانے کے لئے دوسرا وعدہ بھول گیا۔"احد نے آنکھیں بند کر لیں جیسے کوئی تیز روشنی اندر تک چبھ گئی ہو۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور تم ہو کہ خود کو ایک سائے میں دفن کر چکے ہو۔ لیکن احد اگر تم زندہ ہو تو اُنہیں یہ جاننا چاہیے۔ تمہارا زندہ ہونا اُن کے لیے روشنی ہے، ایک نئی سانس ہے۔ تم فکر نہ کرو یہ بات اُس تک یوں گُھما کر پہنچائی جائے گی کہ وہ تمہارے گھر کے چھوڑنے کو تمہاری مجبوری ہی سمجھے گی۔" سلطان بیگ نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ احد نے آہستہ سے گردن جھکائی۔

"اگر وہ یہ جان لے کہ میں زندہ ہوں... تو وہ مجھے ڈھونڈیں گی۔ اور میں... میں ابھی اُس کے سامنے جانے کے قابل نہیں ہوں۔"

"تو مت جاو۔" سلطان بیگ نے نرمی سے کہا۔

کمرے میں خاموشی پھیل گئی۔ باہر پرندوں کی آوازیں مدھم ہو چکی تھیں اور سورج مکمل طور پر چھپ چکا تھا۔

"بس اُن تک یہی پیغام پہنچائیے گا کہ میں سانس لے رہا ہوں اور سانس لینے کی ہی سزا کاٹ رہا ہوں۔" احد نے کھڑکی سے نگاہ ہٹائی اور آہستہ سے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سلطان بیگ نے جواب نہیں دیا بلکہ خاموشی سے مُڑ گئے۔ ایک نیا گِلٹ اُن کے اندر جنم لے چکا تھا مگر وہ احد کو خود سے دور کرنے کا رسک نہیں لے سکتے تھے۔

"آج مجھے کسی نے پہلی بار مصطفیٰ کہہ کر پکارا۔" احد کی آواز نے اُن کے پیر زنجیر کئے۔ وہ مُڑے اور احد کو دیکھا۔ "اور مجھے لگا کہ میں واقعی امل کا قاتل ہوں۔"

"تمہارے دفتر میں؟" سلطان بیگ نے پوچھا۔ احد نے سر کو خم دیا۔

"کیا آپ وہاں آئیں گے؟" چند لمحے خاموش رہنے جے بعد اُس نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ یہ کردار نبھانے کا فیصلہ تمہارا تھا۔ یہ کہانی تمہاری ہے۔ میں اس کہانی کا حصہ نہیں بننا چاہتا۔" اُنہوں نے مختصر کہا۔ احد سمجھ نہیں پایا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

"مطلب آپ بھی سوچتے ہیں کہ میں واقعی..." احد نے کچھ کہنا چاہا، مگر الفاظ نے ساتھ نہیں دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ایسا سوچنے سے کیا فائدہ ہو گا؟"اُنہوں نے لہجہ تھوڑا سخت کرتے کہا۔

"مجھے مائرہ اور ماں کو چھوڑنے کی ایک ٹھوس وجہ ملتی رہے گی۔"

"میں تم پر مزید اپنے الفاظ ضائع نہیں کر سکتا۔"اتنا کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئے اور احد اُن کو جاتا دیکھتا رہا۔ پچھلا ایک مہینہ اُنہوں نے احد کو سمجھانے کی کافی کوشش کی تھی۔ پھر کبھی احد اُن سے کوفت کھا کر پوچھ بیٹھتا کہ کیا مصطفٰی نے اُن کو کچھ بتایا ہے تو وہ خاموش ہو جاتے۔ وہ احد کو اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ کردار احد اپنی مرضی سے نبھا رہا تھا مگر اس بات سے لاعلم کہ اُس کہانی کا لکھاری تو سلطان بیگ ہی ہے۔ جس نے احد کو اُس کی مرضی کا کردار نبھانے کی اجازت دی تھی۔

باہر نکل کر اُنہوں نے فون کان سے لگایا۔ وہ یہ سوچ چکے تھے کہ وہ احد کے زندہ ہونے کی خبر مائرہ تک کیسے پہنچائیں گے۔ جس سے وہ احد کے گھر چھوڑنے کی وجہ بھی سمجھ سکے اور اُس کی چلتی سانسوں کی گواہ بھی ہو۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رات کو جب وہ اپنے چھوٹے سے گھر میں داخل ہوا تو اُس کے چہرے پر ایک الگ قسم کی چمک تھی۔ کمرے میں جلتا بلب جیسے اُس کی آنکھوں جیسا تھا۔ مدھم، تھکا ہوا اور ہر پل بجھنے کو تیار۔ اُسے عامر کی مدد سے اُس کیفے میں نوکری مل چکی تھی اور تجربہ ہونے کے باعث اُس کی تنخواہ بھی اضافی تھی۔

آج وہ ذہنی سکون میں تھا کیونکہ اُسے لگ تھا کہ وہ اپنے حصے کا بدلہ لے چکا ہے۔ اب اُس کو ڈھونڈے بغیر سلطان بیگ اور احد کبھی سکون کا سانس نہیں لیں گے اور یہی مصطفیٰ کمال چاہتا تھا کہ وہ دونوں کبھی سکون کا سانس نہ لیں۔

وہ کمرے کی جانب بڑھا اور بیڈ پر کمر کے بل لیٹ گیا۔ سوچیں اب بھی تہہ خانے میں گزارے لمحوں میں الجھی تھیں۔

"احد..." اُس نے مدھم سا احد کا نام پکارا۔ "مجھے معاف کرنا دوست۔ میں نے تمہیں بہت پریشان کیا ہے۔" ایک نرم سا آنسو آنکھ سے نکلا اور تیزی سے بہتا فنا ہو گیا۔ اُس نے ہتھیلی سے آنکھ کو رگڑا اور چہرہ سخت کیا۔ وہ احد سے نفرت کرتا تھا، اُس کے لئے وہ ایک آنسو بھی نہیں بہا سکتا تھا۔

"مگر میں بھی مجبور تھا... تم جانتے ہو کہ میں مجبور تھا... تم نے کبھی خود کو میری جگہ رکھ کر نہیں دیکھا... تم ایک بار بھی خود کو میری جگہ پر رکھ کر دیکھتے تو شاید تم میری امل کو مارنے کی وجہ سمجھ پاتے۔" وہ چھت کو تکتے ہم کلامی کر رہا تھا۔

"میرا خود سے وعدہ رہا کہ کبھی خود سے تمہاری زندگی میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ میں اپنی چھوٹی سی زندگی دوبارہ شروع کر رہا ہوں۔ پر اگر اس بار بھی تم میری راہ میں آئے تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے احد۔ تم نے بہت کچھ کھویا ہے۔ کھو دینے کی تکلیف مجھ سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے بھلا؟ مگر..." وہ لمحے بھر کو رُکا۔ "مگر میری نفرت اُس ہمدری کو ہرا دیتی ہے۔"

"امل معصوم تھی مگر مجھے اُس کو مارنے کا کوئی افسوس نہیں ہے۔ تمہیں مارنے کا بھی نہیں ہو گا۔ کیونکہ..." بولتے بولتے وہ رُکا، پھر جیسے خود کو جھڑکا کہ ان باتوں کو دہرانے کا کیا فائدہ ہے۔

وہ اُٹھا اور باتھ روم کی جانب بڑھنے لگا۔ اُس کی زندگی سے احد اور سلطان بیگ کا باب ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جب تک وہ اُس کی زندگی میں دوبارہ نہیں آئیں گے!

باتھ روم میں جانے سے قبل اُس کی نظر دروازے پر پڑی۔ وہ آگے بڑھا اور دروازے پر لٹکی زنجیر کو آخری بار دیکھا اور اندر سے کنڈی لگادی۔ جیسے اپنے ماضی کو بند کر رہا ہو۔ اس بات سے انجان کہ جب ماضی لوٹتا ہے، تو وہ ہر تالے کو توڑ کر اپنا راستہ بنانا جانتا ہے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

صبح کی خنکی ہوا میں چائے کی بھاپ مل رہی تھی۔ سورج کی کرنیں شیشے کی کھڑکیوں سے اندر آکر ریسٹورنٹ کے فرش پر سنہری لکیریں بنا رہی تھیں۔

مائرہ کا چہرہ ان روشنیوں میں جیسے وقت کے کسی پرانے ورق پر چھپی تصویر لگ رہا تھا۔ وہ کاؤنٹر پر کھڑی آرڈر لسٹ دیکھ رہی تھی۔ اسٹاف اپنی معمولی گپ شپ میں مصروف تھا جب اچانک دروازہ کھلا۔ دو اجنبی اندر داخل ہوئے۔ نہ سلام، نہ تمہید۔ آنکھوں میں براہِ راست سوال، لہجے میں چھپی ہوئی چالاکی۔

"آپ ہی مائرہ سلطان ہیں؟" مائرہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"جی، فرمائیے۔" اُس نے کہا۔

"ہم کرائم برانچ سے ہیں۔ ہمیں احد سلطان کے بارے میں کچھ سوالات کرنے ہیں۔" احد کا نام سن کر لمحہ بھر کو مائرہ کی پلکیں لرزیں، مگر اُس نے خود کو سنبھالا۔

"کیسے سوال؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ کہاں ہیں؟"

"میں نہیں جانتی۔ ایک مہینے سے میرا اُس سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔"

"کیا آپ کو معلوم ہے وہ کہاں جا سکتے ہیں؟ کوئی جھگڑا؟ کوئی خطرہ؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔ اگر معلوم ہوتا تو خود اُس سے پہلے پوچھتی کہ وہ کہاں غائب ہے۔" اس کے لہجے میں ہلکی سی لرزش تھی۔ نہ جذباتی، نہ بے بس، صرف تھکن زدہ سچ۔

"آپ سچ کہہ رہی ہیں؟" ایک آفیسر نے پھر سے تسلی چاہی۔

"جی۔ آپ اُس کو کیوں ڈھونڈ رہے ہیں؟" مائرہ نے پوچھا۔ آواز میں پریشانی کی جھلک

Clubb of Quality Content

واضح تھی۔

"یہ ہم آپ کو نہیں بتا سکتے مگر ہمیں کچھ اور پوچھنا ہوا تو ضرور آئیں گے۔" اُس نے نرمی سے کہا۔

"اگر آپ مجھے کچھ نہیں بتا سکتے تو یوں میرے ریسٹورنٹ پر آنے کی اجازت آپ کو کوئی قانون نہیں دیتا۔" مائرہ کے لہجے میں سخت امتزاج تھا۔

"جی؟" ایک نے حیرت سے اُس کو دیکھا۔

"آپ مجھے میرے شوہر کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے مگر یہاں آکر میرے ریسٹورنٹ کی بدنامی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" اُس نے طنزیہ کہا تھا۔

"آپ ہمیں اپنا نمبر دے دیں، ہمیں کچھ پوچھنا ہوا تو فون پر رابطہ کر لیں گے۔" مائرہ نے اپنا نمبر ایک پیج پر لکھ کر اُن کی جانب بڑھا دیا۔ مگر اُس نمبر پر ان دو سالوں میں کسی نے فون نہیں کیا تھا۔ اُس کے بعد پولیس والوں نے گرد و نواح کی چند تصویریں لیں، ریسٹورنٹ کے کاغذات کی چھان بین کی اور رخصت ہو گئے۔ اسٹاف چپ سا ہو گیا تھا۔

مائرہ دروازے تک جا کر ٹھٹک گئی۔ پولیس کی گاڑی دور جاتی دکھائی دی۔

پھر اُس نے پیچھے مڑ کر "دی سیوری سپاٹ" کا بورڈ دیکھا۔

احد زندہ تھا، پر مفرور۔ اُس کی خاموشی مائرہ کو اب جرم لگنے لگی تھی۔ کیا احد پولیس سے بھاگ رہا تھا؟

مائرہ نے پرس اٹھایا۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ احد کو کیسے تلاش کرے گی؟

———★·✩·★·✩·★·✩·★———

جب وہ گھر پہنچی تو فریدہ بیگم لاؤنج میں بے چینی سے ٹہل رہی تھیں۔ مائرہ کو دیکھ کر فوراً اُس کی جانب لپکیں۔

"مائرہ، احد کا کچھ پتا چلا؟" اُنہوں نے ہڑبڑاہٹ میں پوچھا۔

مائرہ کے ذہن میں ایک بار پھر دن والا منظر تازہ ہوا۔ وہ پولیس جو احد کو ڈھونڈتے اُس کے ریسٹورنٹ تک پہنچی تھی۔ اتنا تو طے تھا کہ احد فی الحال جہاں بھی ہے، وہ ٹھیک ہے۔ پچھلے کچھ عرصے سے مائرہ کو لگ رہا تھا کہ احد اُس سے اور ماں سے بھاگ رہا ہے۔ مگر احد تو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پولیس سے بھاگ رہا تھا۔ کیا یہ بات وہ فریدہ بیگم کو بتا سکتی تھی؟ کہ اُن کا بیٹا جس پر وہ خود سے زیادہ بھروسہ کرتی تھیں۔ وہ پولیس سے بھاگ رہا ہے۔ اگر احد اس وقت مائرہ کے ساتھ ہوتا تو وہ ہزار ثبوت ہونے کے باوجود بھی یقین نہ کرتی کہ احد نے کچھ غلط کیا ہے۔ مگر یہی تو مسئلہ تھا۔ احد اُس کے ساتھ نہیں تھا۔ احد کہیں نہیں تھا۔

"وہ آج آیا تھا۔" اُس نے مدھم آواز میں کہا پھر فریدہ بیگم کو دیکھا۔ جن کی نظریں حیرانی سے اُس پر ہی جمی تھیں۔

"وہ آیا تھا میرے ریسٹورنٹ میں۔ بہت لڑائی کر کے گیا ہے اور یہ بھی کہہ کر گیا ہے کہ وہ کبھی گھر نہیں آئے گا۔ ہمیں انتظار کرنا ہو گا جب تک اُس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو گا وہ گھر نہیں آئے گا۔" مائرہ نے اُن سے روانی میں جھوٹ بولا۔ وہ اُن کو سچائی چاہ کر بھی نہیں بتا سکتی تھی۔

"مگر کیوں؟" اُنہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔" اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھنے لگی مگر فریدہ بیگم نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"مائرہ مجھے سچ بتاؤ۔" وہ اُس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں جیسے خود سے ہی سچ تلاش کرنا چاہ رہی ہوں۔

"وہ ہمارے ساتھ نہیں رہنا چاہتا۔" اتنا کہہ کر وہ اپنا ہاتھ چُھڑواتی آگے بڑھ گئی۔ فریدہ بیگم وہیں کھڑی بے بسی سے اُسے دیکھتی رہیں۔ احد کا رویہ پچھلے ایک سال سے عجیب تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس کے یوں جانے نے اُن کو یا مائرہ کو زیادہ جھٹکا نہیں دیا تھا۔ اُن کے پاس احد کی واپسی کا انتظار کیے بغیر اور کوئی حل نہیں تھا۔

مائرہ کمرے میں داخل ہوئی اور واپس مُڑ کر دروازے کو لاک کیا۔ سیدھی باتھ روم کی جانب بڑھی اور کپڑے بدل کر باہر نکلی۔ پونی سے بالوں کو رہا کیا اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ بھوری آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی تھیں۔ اُس کے پاس کرنے کو کچھ نہیں تھا۔ وہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ احد اُسے یوں چھوڑ جائے گا۔ مگر اُس کے ساتھ تو ہمیشہ ہی ایسا ہوتا آرہا تھا۔ وہ جس سے محبت کرتی تھی، وہ اُسے چھوڑ کر چلا جاتا تھا اور پھر فریدہ بیگم کہتی تھیں کہ وہ مایوسی کی باتیں کرتی ہے۔ وہ مایوسی کی باتیں نہ کرے تو اور کیا کرے؟ ہمیشہ اُس کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا تھا۔ ہمیشہ؟؟؟

اُس نے نظریں اطراف میں دوڑائیں جیسے محسوس کرنا چاہ رہی ہو کہ احد کبھی وہیں ہوتا تھا اُس کے ساتھ۔

اچانک اُس کی نظر بُک شیلف پر پڑی۔ وہاں اُسے ایک کتاب دکھائی دی۔

ایک سنہری کناروں والی، خاکی رنگ کی کتاب۔

وہی کتاب جو اُس نے تین سال قبل احد کے ساتھ جا کر خریدی تھی۔ جب اُس چپکو سی لڑکی نے اُسے یہ کتاب خریدنے پر مجبور کیا تھا۔

وہ اُٹھی اور ہلکے قدم بھرتے شیلف تک پہنچی۔ نرمی سے وہ کتاب اُٹھائی اور بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ اس دنیا اور اس کی سوچوں سے فرار چاہتی تھی۔ اتنا وہ جانتی تھی لوگ کتابوں میں کھو جائیں تو واپس نہیں لوٹتے۔ ایسے میں شاید یہ کتاب کھونے میں اُس کی مدد کر سکے۔

اُس نے پہلا صفحہ کھولا اور وہ جیسے اُسی کے دل کی آواز تھا۔

کیا آپ کو بھی لگتا ہے کہ ہمیشہ آپ کے ساتھ ہی بُرا کیوں ہوتا ہے؟

کیا آپ نے بھی وہ چہرہ کھو دیا ہے جو خوابوں کا محور تھا؟

اگر ہاں، تو یہ کتاب آپ ہی کے لیے ہے۔

مائرہ کا دل جیسے لمحہ بھر کو رُک گیا۔ وہ چونک کر کتاب کو دیکھنے لگی۔

"اسے کیسے معلوم؟" اُس نے بے اختیار صفحہ پلٹا۔

"جو لوگ سوالوں میں ڈوب جاتے ہیں، اُنہیں کبھی کبھی جواب کتابوں میں نہیں، آنکھوں کے بیچ درد میں ملتا ہے۔ مگر کچھ کتابیں آئینہ ہوتی ہیں۔ اگر دل سچا ہو تو عکس دکھاتی ہیں۔"

اُس کی پلکیں لرزیں اور ہاتھوں کی گرفت کتاب پر مزید مضبوط ہو گئی۔

اگلے صفحے پر لکھا تھا، "کچھ لوگ واپس نہیں آتے... کیونکہ وہ ہمیشہ کے لیے بچھڑ جاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ... بچھڑتے ہی اس لیے ہیں کہ واپس لوٹ سکیں۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ وہ واپس آئیں گے تو وہ آئیں گے۔ تمہیں بس صبر سے، خاموشی سے، اُس لمحے کا انتظار کرنا ہے، جب وقت خود تمہارے دروازے پر دستک دے گا۔" مائرہ کی آنکھیں نم ہوئیں مگر لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"شاید یہ کتاب میرے لیے ہی لکھی گئی تھی۔" اُس نے کتاب اپنی گود میں رکھ لی۔ آج وہ خود کو پہلی بار، ایک مکمل سوال سمجھنے لگی تھی۔ اور یہ کتاب... ایک شُروع ہوتا ہوا جواب تھی۔

اس نے اپنی انگلی ان لفظوں پر رکھی جیسے لمس سے ان کی تصدیق چاہتی ہو۔

آنکھوں میں نمی ابھری مگر وہ آنسو نہیں تھے۔ یہ وہی امید تھی جسے دل کب سے چھپا رہا تھا۔

کتاب کی خوشبو جیسے ماضی کی ہوا سے مل گئی ہو۔

"کچھ فاصلے، بس لوٹنے کے لیے ہی بنائے جاتے ہیں۔" مائرہ کی سانس ہلکی سی لرزی۔

آج پہلی بار، اُسے جدائی صرف درد نہیں، ایک وعدہ لگی۔

اُس نے کتاب کا اگلا صفحہ کھولا تو وہاں انتساب لکھا جگمگا رہا تھا۔ "ہر اُس مسافر کے نام، جس کی منزل کہیں کھو گئی ہے۔" اُس نے ایک بار پھر خود سے سوال کیا۔ کیا وہ بھی ایسی مسافر تھی جس کی منزل کہیں کھو گئی ہے؟

مزید صفحہ پلٹنے پر ایک کہانی شروع ہوئی۔ ایک ایسی لڑکی کی کہانی جو کتاب میں مگن تھی،

ایک ایسے دل کی کہانی جو کسی کی واپسی کا منتظر تھا۔

اوہ... تو یہ ایک فکشنل بک تھی۔ مائرہ کو لگا کہ یہ کوئی نان فکشن کتاب ہو گی۔ مگر اُسے یہ دلچسپ لگ رہی تھی، اس لئے وہ اُسے آگے پڑھتی گئی۔ ہر صفحہ پلٹنے کے ساتھ اُمید پختہ ہو رہی تھی کہ کچھ لوگ اور کچھ واپسیاں بس ہونے کے لیے بنی ہوتی ہیں۔ وقت کے کسی موڑ پر بے آواز مگر یقین سے بھرپور واپسیاں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آخری باب: آخری انکشاف

ہو گا کبھی ختم یہ سفر کیا؟

منزل کبھی آئے گی نظر کیا؟

مائرہ کی انگلیاں کانپ رہی تھیں۔ نور اُس کا ہاتھ پکڑے مسل رہی تھی۔ ہاشم ابھی پانی لے کر واپس نہیں آیا تھا۔ نور اُس سے بات کر رہی تھی مگر مائرہ نہیں سُن رہی تھی۔ پاس کھڑی خدیجہ بس فکر مندی سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

"مائرہ کیا ہوا؟" اُس نے فکر مندی سے پوچھا مگر جواب کوئی نہیں۔ وہ بس کانپ رہی تھی اور قریب بیٹھی نور کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔

اتنے میں ہاشم پانی لے کر بھاگتا اُن کے قریب پہنچا اور ڈھکن کھول کر بوتل مائرہ کی جانب بڑھائی۔ مائرہ نے پانی کا گھونٹ بھرا۔ آدھا پانی اُس کے گلے کو بھی بھگو گیا۔ اُس نے پانی پی کر بوتل ہاشم کی جانب بڑھائی۔ اُس کا سانس اب بھی پھولا ہوا تھا۔

"کیا ہوا آپ کو مائرہ؟" ہاشم نے فکر مندی سے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کچھ نہیں۔"مائرہ نے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرتے کہا۔ مگر وہ حد سے زیادہ حساس مزاج تھی،ذرا سی بات برداشت نہیں کر پاتی تھی۔ زیادہ صدمے میں وہ اپنا ہوش کھو بیٹھتی تھی،ایسے میں ہاتھ کانپنا اُس کے لئے معمولی بات تھی۔

"ہم ڈاکٹر کے پاس چلیں؟"نور نے اپنی تجویز پیش کی۔

"نہیں..."مائرہ نے فوراً انکار کیا،پھر کچھ سوچ کر مشکل سے الفاظ ادا کیے۔"مجھے ابھی احد سے بات کرنی ہے،میرا فون گھر رہ گیا ہے۔"

"مطلب احد بھائی کی یاد آ رہی ہے؟"نور نے اُس کا موڈ بہتر کرنے کے لئے کہا مگر مائرہ نے جواب نہیں دیا۔ہاشم نے فوراً اپنا فون مائرہ کی جانب بڑھایا۔

"آپ میرے فون سے بات کر لیں۔"اُس نے نرمی سے کہا۔مائرہ نے اُس کا فون تھاما اور کانپتے ہاتھوں سے احد کا نمبر ڈائل کیا۔

پہلی ہی گھنٹی پر فون اُٹھا لیا گیا تھا۔

"ہیلو... ہیلو احد۔"وہ کچھ بولنے لگی مگر آنسو آنکھوں سے بہنے لگے۔ نور اور ہاشم نے حیرت

سے خاموش نظروں کا تبادلہ کیا۔مائرہ کو کیا ہوا؟

وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھتی بینچ سے اُٹھ کر چلی گئی۔ہاشم،نور اور خدیجہ اُسی بینچ پر بیٹھ گئے۔اب مائرہ اُن سے دور جا چکی تھی۔وہ اُس کی آواز نہیں سُن سکتے تھے۔

"مائرہ؟سب خیریت ہے؟"اُس نے گہری سانس لے کر پوچھا۔شاید وہ مائرہ کے رونے کی آواز سُن چکا تھا۔

مائرہ نے کچھ کہنا چاہا مگر ایک بار پھر آنسوؤں نے آواز کو گلا دیا۔وہ ہچکیوں میں کچھ بولی مگر الفاظ نامکمل رہے۔

"مائرہ؟"احد کی آواز میں اب تشویش تھی،"کیا ہوا ہے؟بات کرو خدا کے لیے!"

"وہ...وہ یہاں ہے..."مائرہ کی آواز ٹوٹی،بکھری ہوئی نکلی جیسے زخم تازہ ہو گئے ہوں۔

"کون یہاں ہے؟صاف بات کرو۔"احد اپنے بیڈ سے اُٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا،اُس کی سانسیں تیز تھیں۔

"مصطفیٰ...امل کا قاتل..."یہ نام سنتے ہی احد کو جیسے کرنٹ لگا۔مائرہ نے اُسے دیکھنے سے

لے کر اب تک ساری کہانی ایک ہی سانس میں احد کو بتا دی۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ تم نے اُسے پہچان کیسے لیا؟ تم یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟" احد نے تیزی سے پوچھا۔

"میں نے اُس کی تصویر دیکھی تھی احد۔ وہی چہرہ ہے... وہی آنکھیں..." مائرہ کی آواز لرز رہی تھی، مگر الفاظ میں یقین تھا۔ احد خاموش ہو گیا۔

ایک لمحہ... دو لمحے... تین لمحے... جیسے وقت تھم گیا ہو۔ پھر اُس نے گہرا سانس لیا جیسے کسی طوفان کو اندر جذب کر لیا ہو۔

"کہاں ہو تم ابھی؟" اُس نے آہستہ مگر سخت لہجے میں پوچھا۔

"پارک میں... نور اور ہاشم میرے ساتھ ہیں۔"

"میری ہاشم سے بات کرواؤ۔" اُس نے فوراً کچھ سوچتے کہا۔

"احد..." مائرہ نے کچھ کہنا چاہا مگر احد نے اُس کی بات کاٹی۔

"ہاشم سے بات کرواؤ۔" اُس کی آواز میں تپش اور فکر مندی واضح تھی۔ مائرہ نے ہاشم کو آواز لگائی، وہ دوڑتا اُس کے قریب آیا۔ مائرہ فون اُس کو تھماتی واپس جا کر بینچ پر بیٹھ گئی۔

"ہاشم میری بات دھیان سے سُنو۔" ہاشم کے فون کان سے لگاتے ہی احد نے کہا۔

"جی جی۔ سب خیریت ہے؟" ہاشم نے فکر مندی سے پوچھا۔

"ابھی ایک شخص یہاں پارک میں آیا تھا جب تم لوگ جا رہے تھے۔ تم نے اُس کو سلام بھی کیا۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا۔ "تم اُس شخص کو جانتے ہو؟" اس سوال کے ساتھ احد کا سانس بھی رُک گیا تھا۔ ہاشم کو حیرت ہوئی۔ یہ کیسا سوال تھا؟

"جی تھوڑا بہت۔ وہ مصطفٰی ہے۔ میری اُس سے بس مسجد میں ہی سلام دعا ہو جاتی تھی۔ میں مزید نہیں جانتا۔" وہ کچھ اور بھی بول رہا تھا مگر احد نہیں سُن رہا تھا۔ اُس کا ذہن بس اُس نام پر ہی اٹک چکا تھا۔ "وہ مصطفٰی ہے۔" مائرہ کو غلط فہمی نہیں ہوئی تھی۔ اُس نے واقعی مصطفٰی کو دیکھا تھا۔ احد فوراً جوتے پہنتا، کمرے سے نکلا۔ اُس کا سانس پھُول چکا تھا۔ اُس کے پاس کپڑے بدلنے کا وقت نہیں تھا۔

"آپ سُن رہے ہیں؟"چند لمحے کی خاموشی کے بعد ہاشم نے دوسری جانب سے خاموشی محسوس کرتے پوچھا۔

"تم مائرہ کو گھر لے کر جاؤ ابھی!"اُس نے جیسے کوئی حکم سُنایا اور فون بند کر دیا۔

ہاشم واپس آیا اور مائرہ کو گھر چلنے کا کہا۔

"میں یوں نہیں جا سکتی،ہاشم تم سمجھو وہ..."مائرہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر ہاشم نے اُس کی بات کاٹ دی۔

"ہم گھر چل کر بات کرتے ہیں۔احد بھائی بھی آ رہے ہیں،وہ پہنچتے ہی ہوں گے۔"ہاشم نے سمجھانا چاہا۔مائرہ ایک نظر مصطفٰی کی سمت میں ڈال کر اُن کے ساتھ چل دی۔اب وہ اُسے نہیں دِکھ رہا تھا۔وہ کہیں اندھیرے میں بیٹھا تھا۔

احد لاؤنج میں پہنچا تو نظر فریدہ بیگم کے کمرے کی جانب اُٹھی۔وہ شاید سو رہی تھیں۔احد اُن کو وہیں چھوڑتا دروازے کی جانب بڑھا۔گارڈ کو سخت ہدایت کر کے وہ گاڑی میں بیٹھا،اُس کے ریورس کرنے تک گارڈ دروازہ کھول چکا تھا۔

وہ گاڑی زن پر پوری اسپیڈ سے دوڑا رہا تھا۔ ایک ہاتھ کی مدد سے اُس نے فون تھاما اور سلطان بیگ کا نمبر ملانے لگا۔

ناجانے اُس نے کتنی کالز کی مگر جواب ندار۔ اُس نے تھک کر فون ساتھ والی سیٹ پر پھینکا اور پوری توجہ گاڑی کی جانب کر لی۔

دس منٹ بعد اُس کا فون پھر سے بجا۔ سلطان بیگ کالنگ۔ اُس نے جلدی سے فون اُٹھا کر کان سے لگایا۔

"میں جانتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔" احد نے تیزی سے کہا۔ دوسری جانب چند لمحے کی خاموشی چھا گئی۔ احد کو مزید واضح کرنے کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ کس کی بات کر رہا ہے۔ سلطان بیگ اُس کی بات سمجھ چکے تھے۔

"کہاں؟" ایک گہری سانس لے کر سلطان بیگ نے پوچھا۔

"حیدرآباد میں۔ میں ابھی وہیں..." اُس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی سلطان بیگ اُس کی بات کاٹ چکے تھے۔

"تم وہاں اکیلے نہیں جا سکتے۔" احد نے ایک لمحہ حیرت سے فون کو دیکھا، پھر کان سے لگایا۔

"کیوں؟" اُس نے پوچھا۔

"تم میرے بغیر نہیں جا سکتے۔" سلطان بیگ کی آواز میں اضطراب واضح جھلک رہا تھا۔ اُن کے قدموں کی تیز چاپ بھی سُنائی دے رہی تھی۔ شاید وہ اپنے گھر سے نکل رہے تھے۔ اب وہ ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا کہہ رہے تھے۔

"میں نے آپ کو بہت کالز کی مگر آپ نے وقت پر فون نہیں اُٹھایا۔ مجھے گھر سے نکلے تقریباً دس منٹ ہو گئے۔" احد نے حساب کر کے بتایا۔

"مطلب میرے گھر سے پچیس منٹ دور؟" سلطان بیگ نے پوچھا۔

"جی۔"

"تم وہیں رُک جاؤ۔ میں آ رہا ہوں۔" اُن کی پیشمانی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔

"آپ آ جائیں۔ میں آپ کا انتظار کروں گا۔" اتنا کہہ کر احد نے فون کاٹ دیا۔

حیدرآباد اُن سے پچیس منٹ قبل پہنچ جائے گا۔اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟وہ کیوں رُک کر اُن کے انتظار میں اپنا وقت ضائع کرے۔

وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ یہ پچیس منٹ اُس کی زندگی بدلنے والے تھے۔اُسے ان پچیس منٹ کا بھاری قرض ادا کرنا پڑے گا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

مائرہ پچھلے دو گھنٹوں سے خاموش بیٹھی تھی۔قریب ہی نور بیٹھ کر اُس کے چہرے کے بدلتے رنگوں سے پریشان ہو رہی تھی۔وہ بار بار کچھ پوچھنے کی کوشش کرتی مگر مائرہ کا سکوت کسی گہرے طوفان کی خبر دے رہا تھا۔کمرے کے کونے میں خاموش کھڑا ہاشم بھی اُن دونوں کو دیکھ رہا تھا جیسے لمحے کی کسی اذیت کا گواہ ہو۔خدیجہ اب اپنے کمرے میں جا چکی تھی،عمار صاحب اور صدف بھی اپنے کمرے میں تھے۔پارک سے آنے کے بعد مائرہ تقریباً آدھا گھنٹہ اُن کے پاس ہی بیٹھی رہی تھی۔مائرہ نے اُن کو محسوس نہیں کروایا تھا کہ وہ پریشان ہے۔

پھر وہ سر درد کا بہانہ کر کے کمرے میں آ گئی تو نور بھی اُس کے ساتھ ہی چل دی۔ چند لمحے گزر جانے کے بعد عمار صاحب اور صدف اپنے کمرے میں چلے گئے تو ہاشم بھی گیسٹ روم میں آ گیا۔

"احد کب تک پہنچے گا؟" پچھلے دو گھنٹے میں وہ دو سو بار یہ سوال کر چکی تھی۔ کبھی اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگتی پھر تھک کر بیٹھ جاتی۔

"ابھی پانچ منٹ پہلے ہی میری بات ہوئی ہے۔ وہ پہنچتے ہی ہوں گے۔" ہاشم نے نرمی سے جواب دیا۔ بھوری آنکھیں سامنے کھڑی مائرہ پر ہی جمی تھیں۔

"آپ مصطفٰی کو دیکھ کر گھبرا کیوں گئی؟" ہمت کر کے ہاشم نے پوچھا۔ احد کی باتوں سے اُسے اندازہ ہو چکا تھا کہ مائرہ کی یہ حالت مصطفٰی کو دیکھ کر ہوئی تھی۔ مائرہ نے سر اُٹھا کر حیرت سے ہاشم کو دیکھا، بھوری آنکھوں نے بھوری آنکھوں میں جھانکا مگر پھر خاموشی سے سر جُھکا لیا۔ اُس کے ہاتھ اب بھی کانپ رہے تھے۔ سفید رنگت گلابی پڑ چکی تھی۔ آنسو قابو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کرنے کی کوشش میں آنکھیں لال ہو چکی تھیں۔

"مصطفیٰ؟"نور نے سوالیہ نظروں کے ساتھ نام دُہرایا مگر ہاشم اور مائرہ دونوں ہی خاموش رہے۔

تبھی ہاشم کا فون پھر سے بجنے لگا۔ہاشم نے فون اُٹھا کر کان سے لگایا۔

"جی احد بھائی۔"دوسری جانب سے کچھ سُننے کے بعد اُس نے کہا۔

"جی میں آرہا ہوں۔"جواب دے کر فون جیب میں رکھتا وہ باہر نکلنے لگا۔

"کیا ہوا؟"مائرہ نے کھڑے ہوتے فکرمندی سے پوچھا۔

"احد بھائی گیٹ پر کھڑے ہیں۔"اتنا بتا کر وہ گیسٹ روم سے نکل آیا۔مائرہ بھی فوراً اُس کے پیچھے چل دی۔نور بھی مائرہ کے ہمراہ چل رہی تھی۔

گیٹ کھولتے ہی سامنے احد فکرمند کھڑا دکھائی دیا۔

"مائرہ کہاں ہے؟"اُس نے فکر مندی سے پوچھا۔ تبھی اُسے پیچھے سے مائرہ آتی دکھائی دی۔

احد کو سامنے دیکھتے ہی مائرہ کی پلکوں پر جیسے برسوں کا بوجھ اُتر آیا۔ آنکھوں میں ٹھہرے آنسو اجازت کے بغیر بہہ نکلے۔ اُس نے قدم آگے بڑھائے مگر قریب کھڑے ہاشم اور نور کی موجودگی نے اُسے روک دیا۔

وہ اُس کے قریب آئی مگر گلے نہیں لگی۔ بس ہاتھ اُس کے سینے کے قریب لے جا کر رُک گئی۔ جیسے جذبات کو چھونے کی ہمت تو ہے، اظہار کی اجازت نہیں۔ احد نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اُس کی آنکھیں یونہی خاموش تھیں، ہمیشہ کی طرح اور وہ آنکھیں خاموشی سے احد کو اپنے دل کا حال بتانا جانتی تھیں۔

"تم ٹھیک ہو؟"احد نے نرمی سے پوچھا اور ہتھیلی سے اُس کے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"احد وہ یہیں ہے۔"مائرہ نے خود کو کہتے سُنا۔

"میں جانتا ہوں مائرہ۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو، وہ یہیں ہے۔" احد نے اُس کے الفاظ دُہرائے۔

"سب ٹھیک ہے؟" ہاشم نے پیشمانی سے پوچھا۔ احد نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

"میں تمہیں آ کر بتاؤں گا۔ فی الحال تم لوگ اور مائرہ اندر جاؤ۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ مُڑنے لگا جب ہاشم اور مائرہ کی آواز نے اُسے روکا۔

"میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔"

"میں تمہیں اکیلا نہیں جانے دوں گی۔"

دونوں نے اضطراب سے کہا۔ احد نے اُن کو دیکھا اور گہرا سانس لیا۔

"ہاشم میں تمہارے نمبر پر فون کروں گا۔" اُس نے مدھم آواز میں کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ اب تک وہ وہاں سے چلا گیا ہو۔ آپ کو یہاں پہنچنے میں دو گھنٹے سے زیادہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لگے ہیں۔"ہاشم نے بے چینی سے کہا۔وہ زیادہ تو نہیں جانتا تھا مگر اتنا سمجھ چکا تھا کہ احد یہاں مصطفٰی کے پیچھے آیا ہے اور احد کو دیکھ کر یہ بھانپنا اُس کے لئے مشکل نہیں تھا کہ احد یہاں کسی اور مصطفٰی کے پیچھے نہیں بلکہ مصطفٰی کمال کے پیچھے آیا ہے۔

"میں اُسے جانتا ہوں،وہ وہیں ہو گا۔"

"آپ وہاں اکیلے جا کر کیا کریں گے؟"

"مجھے اُس سے کچھ سوالوں کے جواب چاہیے۔"اتنا کہہ کر اُس نے مزید کسی جواب کا انتظار نہیں کیا اور مُڑ گیا۔مائرہ،ہاشم اور نور بس اُسے جاتا دیکھتے رہے۔

"وہ شخص خطرناک ہو سکتا ہے۔"مائرہ نے بے بسی سے کہا۔

نور اُس کو تھامتی واپس گیسٹ روم میں لے آئی۔باہر اس وقت کافی ٹھنڈ ا ہو رہا تھا۔اُس کے ذہن میں بھی بہت سے سوال گردش کر رہے تھے۔مگر یہ پوچھنے کا وقت نہیں تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاشم تم تو اُس کے ساتھ جا سکتے تھے۔" مائرہ نے ہاشم کو دیکھتے کہا۔

"مگر وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی بھی اُن کے ساتھ جائے۔" ہاشم نے نرمی سے جواب دیا۔

"ہاں مگر وہ..." مائرہ نے کچھ کہنا چاہا مگر خاموش ہو گئی۔

نور اُس کے قریب ہی بیٹھ گئی اور ہاشم ادھر اُدھر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ مائرہ بھی بار بار خفیف سا پہلو بدل رہی تھی۔ چہرے پر پریشانی واضح تھی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

احد پارک کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اُس کا فون بجا۔ سلطان بیگ کالنگ۔ اُس نے فون اُٹھا کر کان سے لگایا۔

"مجھے اپنی لائیو لوکیشن بھیجو... ابھی۔ میں بس پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔" دوسری جانب سے سلطان بیگ کی تفتیشی بلند آواز سُنائی دی۔ احد نے فون بند کیا اور اپنی لوکیشن اُن کو بھیج دی۔ پھر پارک کی جانب بڑھ گیا۔

پارک میں پہنچ کر وہ کافی دیر اُسے ڈھونڈتا رہا مگر رات کے اندھیرے میں وہ اُسے کہیں دِکھائی نہیں دیا۔ پھر اچانک اُسے دور بینچ پر وہ بیٹھا دکھائی دیا اور وہ پلک تک جھپکنا بھول گیا۔ اس منظر کے لئے ہی تو اُس نے اپنے دو سال ضائع کئے تھے جو آج اُس کے سامنے تھا۔ آج وہ اُسے ریت کی طرح ہاتھ سے پھسلنے نہیں دے گا۔ آج وہ اُسے یوں نہیں جانے دے گا۔ آج اُسے احد کے سوالوں کا جواب دینا ہو گا۔

احد کی جانب اُس کی کمر تھی، مگر احد اُسے پہچان سکتا تھا۔

وہ اُس شخص کو کیسے بھوک سکتا تھا؟

جو کبھی احد کا رازدار رہ چکا تھا۔

جو کبھی احد کا دوست رہ چکا تھا۔

"مصطفیٰ"۔ اُس نے بلند آواز لگائی۔ آواز پر سامنے بیٹھا شخص ٹھٹکا، مگر خاموشی سے مُڑا۔ چہرے ہر سنجیدگی طاری کی اور نرم قدم بھرتا احد کی جانب بڑھا۔ چند لمحے دونوں ایک

Clubb of Quality Content

دوسرے کو خاموشی سے دیکھتے رہے۔

"احد۔" اُس نے احد کا نام پکارا۔ احد نے جواب نہیں دیا۔ وہ بس اُس کو دیکھ رہا تھا، جیسے اُس کی روح میں جھانک رہا ہو۔

"کیسے ہو دوست؟ بہت افسوس ہوا یہ جان کر کہ تم اُس روز زندہ بچ گئے تھے۔"

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے نہیں آیا۔ آج تم میرے سوالوں کے جواب دو گے۔" احد نے بلند آواز میں کہا۔

"یہی تو میں بھی چاہتا تھا۔" مصطفیٰ نے تحمل سے جواب دیا۔ مسکراہٹ اُس کے چہرے سے جُدا نہیں ہوئی تھی۔

"تم بتاؤ کہاں سے شروع کریں؟" اب وہ احد کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"ایک منٹ... ایک منٹ۔" اچانک کچھ یاد آنے پر مصطفیٰ نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "اس کا

مطلب کہ تمہارے باپ نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟"اتنا کہہ کر اُس کا ہلکا سا قہقہہ اُس سنسان پارک میں گونجا تھا۔

"کیا مطلب؟"احد نے حیرت سے پوچھا۔اُس کی نظریں مصطفٰی کے وجود پر جمی تھیں۔

"مطلب کہ جس دن میں تمہیں گولی مار کر بھاگا تھا۔اُس دن میں نے سلطان بیگ کو سب کچھ سچ بتایا تھا۔" مصطفٰی کا یہ انکشاف احد کے لئے کسی جھٹکے سے کم نہیں تھا۔

"نہ نہ نہ۔تم پھر سے وہی گیم کھیل رہے ہو۔تم مجھے دماغی اُلجھا رہے ہو۔"احد نے نفی میں سر ہلاتے کہا،پھر لمحے بھر کو رُکا اور گہرا سانس لیا۔"مگر اس بار میں تمہیں یوں بھاگنے نہیں دوں گا۔"

چند لمحے کے لئے مصطفٰی خاموش ہو گیا۔

"تم مجھے اس بار بھی نہیں روک سکتے،احد۔"اُس خاموشی کو توڑتے، مصطفٰی نے اپنے ٹراؤزر سے پستول نکال کر احد کو دکھایا۔وہ یک سوں اُس کو تکتا رہ گیا۔"میں جانتا ہوں،کہ تمہیں

مجھ سے ملنے کی اتنی جلدی تھی کہ تم اپنے ساتھ ایسا کچھ نہیں لائے۔ مگر یہ میرا وہ دوست ہے، جو پچھلے دو سال سے میرے ساتھ رہتا ہے۔" مصطفٰی نے کہا،اور پستول کو واپس رکھ دیا۔

"مگر تم گھبراؤ نہیں۔ یہ دکھانے کا مقصد بس یہی تھا کہ اگر میں بھاگنا چاہوں، تو تم مجھے نہیں روک سکتے۔ مگر فی الحال میں بھاگنا نہیں چاہتا۔ میں تمہیں وہ سچائی بتانا چاہتا ہوں، جس کا پیچھا تم پچھلے تین سال سے کر رہے ہو۔" مصطفٰی نے کہا،اور پارک میں ٹہلنے لگا۔

پھر وہ زمین پر جُھکا،اور انگلی کی مدد سے گیلی مٹی پر ایک گول دائرہ بنایا۔

"مجھے احد کے پاس جانا ہو گا۔ وہ شخص کچھ بھی کر سکتا ہے۔"اچانک ہڑبڑا کر مائرہ بیڈ سے اُٹھی،اور دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

ہاشم جو دروازے کے قریب ہی کھڑا تھا،اُسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کرے۔ اُس نے جلد بازی میں مائرہ کا ہاتھ تھام کر اُسے روکا۔ مائرہ نے ایک نظر ہاشم کو دیکھا،اور دوسری نظر

اپنے ہاتھ کو۔ اچانک کچھ یاد آنے پر ہاشم نے ایک جھٹکے سے مائرہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"آپ نہیں جا سکتی، احد بھائی نے منع کیا تھا۔" اُس نے جیسے یاد دہانی کروائی۔

"مجھے نہیں روکو ہاشم، پلیز۔" اُس کی التجا میں کچھ ایسا تھا، کہ ہاشم کچھ بول ہی نہ سکا۔ نور نے آگے بڑھ کر مائرہ کو روکنا چاہا۔

"نور، مجھے نہیں روکو پلیز۔ تم جانتی ہو جب بھی مجھے کچھ بُرا محسوس ہوتا ہے، تو وہ بُرا احد کے ساتھ ہوتا ہے۔ مجھے اب بھی ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔ میں احد کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔" اتنا کہہ کر وہ اُن کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہاں سے مُڑ گئی۔ پھر اپنے ساتھ ہی چلتے ہاشم پر نظر پڑی تو پھر سے رُک کر اُس کی جانب دیکھا۔

"میں آپ کے ساتھ ہی جاؤں گا۔" اُس نے کہا۔ مائرہ کے پاس بحث کا وقت نہیں تھا۔ اُسے جلد از جلد احد کے پاس پہنچنا تھا۔ اس لئے ہاشم کا ساتھ ہونا یا نہ ہونا اُس کے لئے برابر تھا۔ وہ دونوں اکٹھے گھر سے نکل کر پارک کی جانب بڑھ گئے۔

"اور میں کوئی گیم نہیں کھیل رہا۔ تم چاہو تو بعد میں سلطان بیگ سے بھی پوچھ لینا۔ اُس کی خاموشی میرے سچ کی گواہ ہوگی۔" مصطفیٰ نے کہا۔ اب وہ پارک میں ادھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ اور احد ایک ہی جگہ پر بُت بنا اُسے ادھر سے اُدھر جاتا دیکھ رہا تھا۔

"داؤد تو یاد ہوگا تمہیں؟" اُس نے احد کے ذہن کا تالا کھولنا چاہا۔ ساتھ ہی دائرے کے گھیرے پر ایک نقطہ مخصوص کیا۔

"تمہارا بھائی۔" احد کے ہونٹ ہلے۔

"ہاں، میرا بھائی۔ یہ وہ ہے۔" مصطفیٰ نے نقطے پر انگلی رکھی۔ پھر اُس نقطے کے مخالف ایک اور نقطہ مخص کیا۔ "یہ تمہاری بہن ہے۔" اُس نے کہا۔ احد سمجھ نہیں پا رہا تھا، کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

"اور یہ دائرہ جب بھی گھومے گا، تو دونوں اسی میں اکٹھا گھومتے رہیں گے۔" اُس نے اپنے ہاتھ جھاڑے، اور دوبارہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"احد نے بے صبری سے پوچھا۔

"چلو آسان الفاظ میں سمجھاتا ہوں۔یاد ہے،جب بھی میں اُس کی بات کرتا تو تم کہتے کہ مصطفٰی چھ مہینے گزر گئے، مصطفٰی ایک سال گزر گیا۔تم کیوں آگے نہیں بڑھ رہے۔یاد ہے؟"اُس نے سوال کیا،اور پھر احد کے جواب کا انتظار کرنے کے لئے رُک گیا۔احد کچھ نہیں بولا تو اُس نے اپنی جاری رکھی۔"اب میں تم سے پوچھتا ہوں احد،کہ تین سال گزر گئے۔تم آگے کیوں نہیں بڑھ رہے؟"

"کیونکہ میری بہن کا قتل ہوا ہے۔وہ معصوم تھی،پھر بھی تم نے اُسے مارا۔"احد نے ملال سے کہا۔آج بھی یہ قبول کرنا مشکل تھا،کہ سامنے کھڑا شخص اُس کی بہن کا قاتل ہے۔

"بالکل یہی وجہ تھی،احد۔"مصطفٰی نے مدھم آواز میں کہا۔احد نے حیرت سے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔"میرے بھائی کا قتل ہوا تھا۔وہ معصوم تھا،پھر بھی اُسے مار دیا گیا۔"وہ لمحے بھر کو رُکا،اور احد کے چہرے پر اُبھری حیرت کو دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جانتے ہو کس نے مارا تھا میرے بھائی کو؟" وہ لمحے بھر کو رُکا۔ احد نے کچھ بولنا، مگر آواز نے ساتھ نہیں دیا۔ اُس کے بعد بس مصطفیٰ ہی بولتا رہا۔

احد کو بتانے کے ساتھ ساتھ وقت کا پہیہ اُلٹ کر اُسے اُس رات میں لے گیا، جب اُس نے امل کو مارنے سے پہلے ساری کہانی سُنائی تھی۔

"تم جانتی ہو، امل۔ میں بُرا شخص نہیں ہوں۔ میری اُس ڈرائیور سے دشمنی نہیں تھی مگر اُسے گولی مارنی پڑی۔ کیونکہ وہ میرے پلین میں ٹانگ اڑا سکتا تھا۔" وہ رئیر ویو مرر سے امل کو دیکھتے کہہ رہا تھا۔ "کوئی انسان بھی سفید یا سیاہ نہیں ہوتا۔ ہر انسان سرمئی ہوتا ہے۔ میں بھی سرمئی تھا۔ مگر جس دن داؤد کا لال خون میری آنکھوں کے سامنے بہا، میرے اندر وہ رنگ جَم گیا۔ اب میں صرف مٹیالا نہیں، خونی مٹیالا ہوں۔ ایک ایسا سایہ، جس کے اندر زندگی بھی ہے اور ماتم بھی۔" ایمبولنس کو فون کرنے کے بعد وہ یہ سب امل کو بتا رہا تھا۔ امل خاموشی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھی دم سادھے اُسے سُن رہی تھی۔ وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہی تھی۔

اب وہ دونوں اُس پلازہ کے چھت پر پہنچ چکے تھے۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ بات زیادہ دنوں تک نہیں چُھپی رہے گی کہ تم نے خود کشی نہیں کی۔ مگر تب تک بہت دیر ہو جائے گی۔ تمہارے گھر والے، اور تمہارا وہ بھائی... احد۔ یہ سب تو جان لیں گے کہ تم نے خود کُشی نہیں کی مگر دنیا والے کبھی نہیں جان پائیں گے۔ جیسے وہ کبھی یہ نہیں جان پائے کہ... کہ داؤد نے خود کُشی نہیں کی تھی، اُس کا قتل کیا گیا تھا۔" اُس نے رُخ دوسری جانب کر لیا جیسے بہت ساری کراہٹ پینے کی کوشش کر رہا ہو۔ امل نے اُسے گلے سے تھامنا چاہا مگر اُس کے ہاتھوں میں اتنی جان نہیں تھی۔

"کیا یار امل، میں اتنی مزے سے کہانی سُنا رہا تھا اور تم نے سارا فلو خراب کر دیا۔" اُس نے جھٹکے سے خود کو چُھڑوایا اور دوبارہ امل کی جانب رُخ کرتے کہا۔

"میں تمہیں داؤد کا بتا رہا تھا۔ جانتی ہو داؤد کون تھا؟" اُس نے امل سے سوال کیا، امل کی آنکھوں میں حیرت اُبھری۔

"داؤد کمال؟" اُس کے ہونٹ لرزے۔ وہ تین سال پرانا دیوانہ آج بھی اُس کو یاد تھا۔ جسے

سلطان بیگ نے پٹوایا تھا،اور اُس کے بعد اُنہوں نے امل کا کالج بدلوادیا تھا۔

"مطلب تمہیں یاد ہے۔مجھے زیادہ ڈیٹیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"اُس نے مدھم آواز میں کہا،اور اپنی بات جاری رکھی۔

"داؤد میرا بھائی تھا۔وہ مجھ سے دو سال ہی چھوٹا تھا۔مگر میں اُس کے لئے ایک باپ کی طرح تھا۔وہ سایہ جو ہمیشہ اُس کو دھوپ سے بچا کر رکھتا تھا۔اور تمہارے باپ نے کیا کیا؟اُس داؤد کو ہی مار دیا؟"اُس نے سر آسمان کی جانب اُٹھا کر دیکھا جہاں بہت سے تارے چمک رہے تھے۔داؤد بھی وہیں کہیں تھا۔

"مار دیا؟"امل نے بمشکل اُس کے الفاظ دُہرائے۔"اُس نے کالج میں میرا راستہ روکا تھا..."اُس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی مصطفٰی نے اُس کی بات کاٹی۔

"تم سے محبت کرتا تھا۔"اُس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے کہا۔

"میرا مطلب..."امل نے پھر کچھ کہنا چاہا،مگر خوف سے وہ بول نہیں پا رہی تھی۔

"وہ تم سے پیار کرتا تھا،اور تمہارے باپ نے..."وہ خاموش ہو گیا،جیسے یہ الفاظ ادا کرنا

اُس کے لئے بھی تکلیف دہ تھے۔

"بابا نے اُسے پٹوایا تھا، اور مجھ سے کہا تھا کہ وہ آئیندہ مجھے تنگ نہیں کرے گا۔" امل نے دھیرے سے کہا۔

"پٹوایا نہیں تھا۔" وہ لمحے بھر کو رُکا، آنکھیں موند لیں۔ "مروایا تھا۔"

امل کے چہرے پر خوف کے ساتھ حیرت بھی واضح تھی۔

"تمہارے باپ نے اُسے مروادیا۔ اور مروایا کیسے؟ اُسے زہر کھلائی گئی تھی۔ زہر دینے کے بعد اُسے اسی پلازہ کی پارکنگ میں پھینک دیا گیا تھا۔" وہ بولے جارہا تھا، مرنے سے پہلے وہ امل کو ساری حقیقت بتارہا تھا۔

"اور یہ جو ای میل میں نے ابھی بھیجی۔" اُس نے فون کی جانب اشارہ کیا۔

"بالکل ایسی ہی ای میل داؤد کے نمبر سے بھیجی گئی تھی جس پر دنیا نے یقین کیا تھا۔ مجھے آج بھی یاد ہے، جب میں نے داؤد کا چہرہ دیکھا تھا تو اُس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ زہر کا اثر تھا، جس نے اُس کے اندر سب کچھ تباہ کردیا تھا۔ اُس کا جگر پھٹ گیا تھا۔ غُسل

کے بعد بھی اُس کا خون نہیں رُکا تھا۔ اُس دن میں نے اپنا بیٹا اور بھائی کھویا تھا۔ اُسے دفنانے کے اگلے دن ہی میری ماں کو ہارٹ اٹیک اور فالج اکٹھا ہو گیا۔ اُن کی ایک سائیڈ کام نہیں کرتی تھی۔ اُن کی زندگی وہیل چیئر تک محدود ہو کر رہ گئی۔" وہ رُکا اور گہری سانس لی۔ امل یونہی آنکھیں پھاڑ کر کھڑی اُسے دیکھ رہی تھی۔

"تب مجھے پتہ چلا کہ والدین کے لئے اولاد کتنی اہمیت رکھتی ہے۔ میں نے سوچا کہ سلطان بیگ سے بدلا لوں گا، مگر یہ نہیں سوچا تھا کہ کیسے لوں گا۔ پھر دن گُزرتے گئے اور میری ماں کا خوف بڑھتا گیا۔ وہ چاہتی تھیں کہ میں سب کچھ بھول کر نئی زندگی شروع کروں۔ اور میں نے سب بھول کر ایک نئی زندگی کی کوشش بھی کی۔ مگر پھر ایک دن..." وہ رُکا اور بہت سی نمی اپنے اندر اُتاری۔

"پھر ایک دن میری ماں بھی مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور میرے پاس کھونے کو کچھ نہیں رہ گیا۔ تب میں نے فیصلہ کیا کہ اب جو کھوئے گا وہ سلطان بیگ کھوئے گا۔" امل نے اُسے کہتے سُنا۔

"مگر میں نہیں جانتا تھا کہ میں یہ کیسے کروں گا۔ پھر ایک دن مجھ سے تمہارا بھائی ملنے آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احد سلطان۔ اور اُس نے مجھے بتایا کہ تمہارا باپ، تم سے کتنا پیار کرتا ہے۔ اُس کے بعد جب بھی احد میرے سامنے آتا تو داؤد کا غم تازہ ہو جاتا۔ احد سے مل کر مجھے سلطان بیگ یاد آتا تھا، مجھے تمہاری یاد آتی تھی۔ اور وہ اذیت جس سے میں اور میری ماں گزرے تھے، وہ یاد آتی تھی۔" احد کا نام سُن کر امل کو جھٹکا لگا تھا۔ مصطفٰی چھت پر ٹہل رہا تھا۔ مگر امل ایک ہی جگہ بُت بنی کھڑی تھی۔

"احد سلطان تمہارا بھائی تھا۔ تمہارے باپ کا بیٹا۔ تم دونوں کی رگوں میں ایک ہی خون دوڑتا ہے۔" اُس نے بتانے کے ساتھ امل کے چہرے کے بدلتے زاویے دیکھے۔

"احد بھائی۔ میرے بھائی ہیں؟" اُس نے حیرت سے سامنے کے شخص کو دیکھا۔

"ہاں، وہ تمہارا بھائی ہے۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور اُس نے مجھ سے کہا کہ وہ اپنے باپ سے بدلہ لینا چاہتا ہے، اُن زیادتیوں کا جو اُس نے اُس کی ماں کے ساتھ کی تھی۔" اُس کے بعد وہ امل کو کہانی سُناتا گیا اور امل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اُس کینوس والی شہزادی کی طرح اُس کے آنسوؤں نے بھی بہنے میں دیر کر دی تھی، وہ بہت آگے نکل چکی تھی۔

"میں نے اُسے سمجھانا چاہا کہ وہ تمہارا استعمال کرے۔ میں چاہتا تھا، کہ وہ اپنے بدلے کے ساتھ میرا بدلہ بھی لے۔ مگر اُس نے بھی مجھے دھوکہ دیا۔ اُس نے کیا کیا؟ وہ تمہیں اپنی بہن ماننے لگا۔ تمہارے باپ کو معاف کر دیا۔ اُس نے میرے بھائی کے قاتل کو معاف کر دیا۔ اور تم، جس کی وجہ سے میرا بھائی مرا تھا۔ اُسے اپنی بہن ماننے لگا۔ اور اب وہ تم لوگوں کی زندگیوں میں آنا چاہتا تھا۔ وہ میرا دوست تھا، مگر جتنی نفرت مجھے اُس سے ہے، اُتنی شاید سلطان بیگ سے بھی نہیں ہوگی۔ جب اُس کا چہرہ میرے سامنے آتا ہے، تو مجھے داؤد یاد آتا ہے۔ میں بھی داؤد سے یونہی محبت کرتا تھا، جیسی محبت تم سے احد سلطان کرتا ہے۔" بولنے کے ساتھ مصطفیٰ کمال کی آنکھیں لال ہو چکی تھی، اُن میں احد کے لئے شدید نفرت واضح تھی۔ امل حیرت کے مارے کچھ بول نہیں پا رہی تھی، بس روئے جا رہی تھی۔ شاید اُس کے آنسوؤں کی مدد سے کوئی اُسے ڈھونڈ لے۔

"سلطان بیگ کو مارنے سے میرا بدلہ پورا ہو جاتا مگر اِس سے اُسے کیا اذیت ملتی؟ مزہ تو اُسے روز روز مرتے دیکھنے میں ہے۔ میں نے بہت سوچا، کہ تم معصوم ہو۔ تمہیں مارنا زیادتی ہے، مگر پھر سوچتا کہ داؤد کا کیا؟ وہ بھی تو معصوم تھا۔ اُسے بھی تو مروایا گیا۔ تمہاری

وجہ سے!"اُس نے گہری سانس لی اور کہا۔امل کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر آواز حلق میں اٹکے ہوئے تھے۔

"جب میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں سلطان بیگ کو روز مرتا دیکھنا چاہتا ہوں،اور داؤد کو مارنے کی وجہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں، تو میں نے تمہارا پیچھا شروع کیا۔ مگر کیا؟ کبھی تمہیں تنہا نکلنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ تم کہیں جاتی تو تمہیں احد مل جاتا۔ماں تمہارے ساتھ ہوتی۔باپ کے ساتھ نکلنے پر گارڈز کی ایک گاڑی ساتھ رہتی تھی۔ایسے میں موقع ہی نہیں ملا۔دو سال ہو گئے مجھے تم پر نظر رکھے۔اور آج پہلی بار مجھے موقع ملا۔ تمہیں صرف گولی مارنی ہوتی، تو میں کب کی مار چکا ہوتا۔ مگر میں تمہیں یہ ساری سچائی بتا کر مارنا چاہتا تھا۔"اب وہ امل کی آنکھوں میں دیکھتے کہہ رہا تھا۔

"مجھے چھوڑ دو پلیز۔ پلیز مجھے معاف کر دو، میرے بابا کو معاف کر دو۔"وہ گُھٹنوں کے بَل گری اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگی۔

"امل مجھے اِس سے فرق نہیں پڑے گا۔ تم چیخنا چاہو تو بھی چیخ لو۔ نیچے چلنے والی گاڑیوں کی آواز کے باعث کوئی بھی اس دس منزلہ پلازے کے چھت پر کھڑی لڑکی کی آواز نہیں سُن

پائے گا۔"اُس نے چُبا کر الفاظ ادا کئے۔

امل سسک سسک کر رونے لگی،بالکل ایک بچے کی طرح۔وہ اپنی جان کے لئے گِرگرا رہی تھی۔مگر سامنے والے شخص کو فرق نہیں پڑ رہا تھا۔اپنے بھائی کا بہتا خون دیکھنے کے بعد اُس کا دل پتھر ہو چکا تھا،اب اُسے کسی اور کے آنسوؤں یا بہتے خون سے فرق نہیں پڑتا تھا۔

"مجھے بخش دو۔خُدا کے لئے مجھے بخش دو۔"وہ وہاں گِری گڑگڑا رہی تھی۔وہ سامنے کھڑے اُس شخص سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی۔

"میں بابا سے کہوں گی۔وہ تم سے معافی مانگیں گے۔تم جو چاہو گے،وہ تمہیں دے دیں گے۔مجھے چھوڑ دو۔تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے چھوڑ دو۔"وہ یونہی رو رہی تھی،اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی۔

"میں ہمیشہ سوچتا تھا کہ لوگوں کو اللہ کا خوف نہیں آتا جب وہ کسی کا قتل کرتے ہیں۔اب مجھے سمجھ آئی کہ لوگوں کو واقعی اللہ کا خوف نہیں آتا۔میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں کسی کی جان لوں گا۔مگر یہ جو انتقام کی آگ ہوتی ہے نہ،اِس کے انگارے انسان تب تک

محسوس کرتا ہے جب تک وہ اپنا انتقام لے نہیں لیتا۔"

اسی کے ساتھ وقت کا پہیہ پھر سے اُلٹا اور اُسے حال میں دھکیل لایا۔

احد اپنی جگہ سے ہِل نہیں سکا تھا۔ اُسے اپنے تمام سوالوں کے جواب مل چکے تھے۔ اس جواب کے لئے اُس نے اپنی زندگی کے تین سال ضائع کر دیے؟ صرف یہ جاننے کے لئے؟ اُس کی سرخ آنکھیں جیسے خون بہانے کو تیار تھیں، مگر وہ رو نہیں رہا تھا۔

مائرہ نے ٹھیک کہا تھا، سلطان بیگ اُس سے کچھ چُھپا رہے تھے۔ مگر وہ اتنا بڑا سچ چُھپا رہے تھے، یہ احد نے تصور نہیں کیا تھا۔ ان دو سالوں میں احد نے ہر رات جاگ کر گُزاری۔ ہر دن خود کو امل کا مجرم ٹھہرایا۔ ہر لمحہ خود کو سزا دی۔ اور سلطان بیگ نے کیا کیا؟ ایک مداح کی طرح اُس کی بے بسی کا تماشا دیکھتے رہے۔

اُسے اتنا یقین تھا، کہ مصطفٰی کا بتایا گیا ہر حرف درست تھا۔ اُسے اُس کے باپ نے بھی دھوکہ دیا تھا۔ تو وہ سامنے کھڑے شخص سے کیا سوال کرتا؟ اُس کے سوالات ختم ہو چکے تھے۔ سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔

احد آگے بڑھا،اور مصطفٰی کا گریبان تھاما۔"تم قاتل ہو میری بہن کے۔"وہ پھر سے چیخا تھا۔

مصطفٰی نے ایک جھٹکے سے اپنا گریبان چھڑوایا،اور احد کو پیچھے دھکیلا۔

"یہ گریبان میرا نہیں،اپنے باپ کا تھامو۔وہ میرے بھائی کو نہ مارتا،تو آج اُس کی بیٹی بھی زندہ ہوتی۔"وہ لمحے بھر کو رُکا۔"اور تمہارے اتنے سال میں نے نہیں،تمہارے باپ نے برباد کئے ہیں۔مجھ سے سوال کرنے کا تمہارے پاس کوئی حق نہیں ہے۔"

احد نے پھر سے اُس پر جھپٹنا چاہا۔مگر تبھی،اچانک...

اُسے دور سے مائرہ آتی دکھائی دی۔وہ دوڑتی اُس کے قریب آ رہی تھی۔اور احد بس رُک کر اُسے دیکھنے لگا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

وہ ہاشم کے ہمراہ جب پارک میں داخل ہوئی،تو نظر اطراف میں دوڑائی۔سامنے احد یا مصطفٰی دکھائی نہیں دیے تو بے چینی بڑھ گئی۔پھر ذرہ آگے بڑھ کر دائیں جانب دیکھا،تو اُسے وہ

دکھائی دیا۔وہ مصطفٰی کے سامنے کھڑا تھا۔اُسے صحیح سلامت دیکھ کر مائرہ نے سُکھ کا سانس لیا،مگر وہ بہت گُم سُم سا تھا۔بالکل خاموش۔جیسے سامنے کھڑے شخص نے اُس کی آواز چھین لی ہو۔

مائرہ دوڑتی اُس کی جانب بڑھ رہی تھی،اور احد بھی بس اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"احد،تم ٹھیک ہو؟"قریب پہنچتے ہی اُس نے فکر مندی سے پوچھا۔

"چلو مائرہ۔"احد نے مائرہ کا ہاتھ تھاما،اور وہاں سے مُڑ گیا۔مصطفٰی یونہی خاموش تماشائی بنا اُن کو دیکھ رہا تھا۔

"احد،تم پاگل ہو؟اس شخص کو ڈھونڈنے کے لئے تم نے اپنی زندگی کے دو سال برباد کئے ہیں۔اب تم اسے یونہی چھوڑ کر جا رہے ہو؟"مائرہ کا اضطراب بڑھ رہا تھا۔

"تین سال۔"مائرہ کی آواز سُن کر مصطفٰی نے تصیح کی تھی۔

"میں نے کچھ ضائع نہیں کیا،مائرہ۔تم میرے ساتھ چلو۔"اُس نے پھر مائرہ کو دھکیلنا چاہا،مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔

"میں امل کے قاتل کو یوں آزاد چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔" مصطفیٰ نے مائرہ کو کہتے سُنا، اور ہلکا سا ہنس دیا۔

"تم نے اپنے تین سال ایک شخص کے پیچھے ضائع کئے تھے، احد۔" مائرہ نے یاددہانی کروائی۔

"میں نے اپنی زندگی کے تین سال ایک سوال کے پیچھے ضائع کیے تھے، مائرہ۔" احد نے درستگی کی۔ ہاشم خاموشی سے اُن کے قریب کھڑا تھا، اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔ "جس کا جواب مجھے مل چکا ہے۔" اُس نے مدھم آواز میں کہا۔

"مگر احد..." مائرہ نے کچھ کہنا چاہا، پھر سامنے کھڑے قاتل کی نظریں خود پر محسوس کر کے خاموش ہو گئی۔

"مائرہ، اس کو اس کے کئے کی سزا ملے گی۔ تم ابھی چلو میرے ساتھ۔" احد نے مائرہ کو دیکھتے نرمی سے کہا۔ وہ جلد از جلد مائرہ کو یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔ وہ سامنے کھڑے شخص پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا تھا۔"

"یہ تم بہت جلدی جان جاؤ گے، مصطفیٰ۔ کہ تم نے غلط کیا تھا۔" احد نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"میں نے خود سے وعدہ کیا تھا، احد۔ کہ جب تک تم لوگ میری زندگی میں مداخلت نہیں کرو گے، تب تک میں بھی تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ تم مجھے مجبور نہ کرو۔" مصطفیٰ نے ایک تنبیہ نظر احد پر ڈالتے کہا۔

ہاشم نے آگے بڑھنا چاہا، مگر مصطفیٰ نے اپنے ٹراؤزر سے پستول نکال کر اُس کے قدم وہیں جما دیے۔

"زیادہ ہوشیاری نہیں کرنی۔"

"مصطفیٰ اپنے پستول کو واپس رکھو۔" احد نے تیزی سے کہا۔

"تمہاری بات میں کیوں مانوں گا؟" اُس نے کہا، اور لمحے بھر کو رُکا۔ "تم میری زندگی میں دوبارہ سے مداخلت کرنا چاہتے ہو، احد۔ میرا خود سے کیا گیا وعدہ ایکسپائر ہو چکا ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم ایک قتل کر چکے ہو، مصطفیٰ۔ مزید غلط کر کے خود کو اور مجرم نہ بناؤ۔" احد نے سمجھانا چاہا، مائرہ اُس کے سامنے کھڑی تھی۔ اُس نے مائرہ کو ایک سائیڈ ہٹایا۔

"قتل ایک کا کیا جائے، یا ہزار کا۔ قتل کرنے والا قاتل کہلاتا ہے۔ میں قاتل بن چکا ہوں۔ اب مجھے فرق نہیں پڑتا، کہ میرے سر ایک قتل ہو، یا ہزار۔"

"احد..." مائرہ نے پھر سے کچھ کہنا چاہا، مگر احد نے اپنے ہونٹ پر انگلی رکھتے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"میں جانتا ہوں، کہ تم گولی نہیں چلا سکتے۔ تم ابھی تک خود کو معاف نہیں کر سکے، مصطفیٰ۔ تم ابھی تک پچھتا رہے ہو۔ تم دوسرا قتل کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔" احد نے یقین سے کہا۔

"تمہیں ایسا لگتا ہے؟" مصطفیٰ نے جیسے طنزیہ پوچھا۔

"لگنے اور ہونے میں فرق ہے۔ اور میں جانتا ہوں، کہ ایسا ہے۔" اُس نے احد کو کہتے سُنا۔

"میں تمہیں جانتا ہوں، کہ جب بھی کوئی غلطی کرنے کے بعد تمہیں پچھتاوہ ہوتا تھا تو تم ساری

رات گھر سے باہر گزارتے تھے۔اب بھی تم ایسا ہی کر رہے ہو۔"احد نے کہا،اور اطراف میں نظر دوڑائی۔"ورنہ اتنی ٹھنڈ میں رات کے بارہ بجے مجھے تمہارے بغیر یہاں کوئی نہیں دِکھ رہا۔"

"میرے اندر اتنی آگ ہے،احد۔کہ مجھے اس ٹھنڈ سے فرق نہیں پڑتا۔"اچانک مصطفیٰ نے کہا۔"یہ آگ امل کو مارنے کے بعد بھی نہیں بُجھی۔"یہ انکشاف اُس کے لبوں سے نکلا۔

"مگر میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا،احد۔تم زندہ بچ گئے تو میں زندہ نہیں بچوں گا۔"اتنا کہہ کر اُس نے پستول ایک بار پھر احد پر تان لیا۔وہ احد کو مارنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

"تم میں گولی چلانے کی ہمت نہیں ہے!"

"مجھ میں بہت ہمت ہے احد۔تم نہیں جانتے۔"

اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دبانے کا ارادہ کرتا۔مائرہ احد اور مصطفیٰ کے درمیان ایک دیوار کی طرح حائل ہو چکی تھی۔گلے میں لاکٹ جُھول رہا تھا،جس پر اے ایم کے حروف ثبت تھے،

مصطفیٰ اُس کو دیکھ کر ہلکا سا ہنس دیا۔

"مائرہ یہ کیا بے وقوفی ہے؟" احد اُس پر برسا تھا، مگر اُس نے جواب نہیں دیا۔

احد نے اُسے سامنے سے ہٹانا چاہا، مگر وہ نہیں ہلی۔

"آپ جانا چاہتی ہیں؟ امل کے پاس۔" مصطفیٰ نے طنزیہ مسکرا کر کہا۔

مائرہ کی آنکھوں میں خوف واضح تھا، مگر وہ احد کے سامنے سے نہیں ہٹ سکتی تھی۔ اُس کے مرنے سے شاید صرف وہی مرتی، مگر احد کے مرنے سے وہ دونوں مر جاتے۔

ہاشم نے آگے بڑھ کر مصطفیٰ کو تھاما۔ مصطفیٰ کا ہاتھ اُس کی پکڑ میں آچکا تھا۔ مصطفیٰ نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑوانا چاہا، مگر بیک وقت ایک گولی چلی جو مائرہ کے پیٹ میں لگی۔ خون کسی فوارے کی طرح اُچھل کر باہر نکلا۔ مصطفیٰ دو قدم پیچھے ہٹا، ہاشم بھی مائرہ کی جانب بڑھا۔

مائرہ کمر کے بل گری، مگر احد نے اُسے تھام لیا۔ وہ اُس کے ساتھ ہی بیٹھتا چلا گیا، مائرہ کا سر اُس کی گود میں تھا۔ اور احد کے کپڑے بھی خون سے بھر چکے تھے۔

"مائرہ..." وہ پوری قوت سے چیخا تھا۔

"میں نے کہا تھا، کہ میری زندگی میں مداخلت نہ کرنا۔" مصطفیٰ نے ہاتھ کھڑے کر کے کہا، اور وہاں سے مُڑ گیا۔ پھر کسی احساس کے تحت رُکا، اور دوبارہ مُڑ کر سامنے والا ڈرامہ دیکھنے لگا۔ مائرہ خون سے لت پت پڑی تھی۔

"مائرہ ہوش میں رہو۔" وہ اُس کا گال تھپک رہا تھا۔ "ہاشم ایمبولنس کو فون کرو۔" اُس نے ہاشم کو دیکھتے کہا، جو پہلے ہی فکر مندی سے ایمبولنس کو فون کرنے میں مصروف تھا۔

احد مائرہ کے سر پر جُھکا خالی نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کسی برف کے مجسمے کی طرح بیٹھا تھا۔ مائرہ کے خون سے اُسکے ہاتھ بھی رنگین ہو چکے تھے۔ مائرہ کی بھوری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، اور وہ احد کو کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر حلق سے آواز نکلنا بند ہو چکی تھی۔

احد نے کان اُس کے منہ کے قریب کیا، تاکہ سُن سکے کہ مائرہ کیا کہہ رہی ہے۔ وہ اُس سے اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا، مگر آواز دھندلی پڑ رہی تھی۔ وہ اپنی جیکٹ سے اُس کے

زخم کو ڈھانپنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اچانک... ایک اور گولی چلنے کی آواز آئی۔ احد نے سر اُٹھا کر اپنے قریب کھڑے ہاشم کو خالی نظروں سے دیکھا، وہ بالکل ٹھیک تھا۔ پھر نظر خود پر پڑی۔ وہ خود بھی تو ٹھیک تھا۔ پھر دوسری گولی کس کو لگی تھی؟

اُس نے سامنے دیکھا، مصطفیٰ زمین سے لگا پڑا تھا۔ خون کسی فوارے کی طرح اُس کے سر سے نکل رہا تھا۔ گولی چلانے والے نے اُس کے دماغ کا نشانہ باندھا تھا۔

"میں اپنے دشمن کو کلمہ پڑھنے کی محلت نہیں دیتا۔" اُسے اپنے پیچھے سے آتی سلطان بیگ کی آواز سُنائی دی۔ اُس نے حیرت سے سر اُٹھا کر پیچھے دیکھا، وہ اُس کے قریب آچکے تھے اور اب فکر مندی سے مائرہ کو دیکھ رہے تھے۔

"میں نے تمہیں کہا تھا کہ تنہا مت جانا۔" اُنہوں نے یاد کروایا، اور اپنے سامنے گری مائرہ کو دیکھنے لگے۔

"اگر میری بیوی کو کچھ ہوا، سلطان بیگ۔ تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔" احد نے انگلی اُٹھا کر

دھمکی آمیز لہجے میں کہا مگر آواز بہت مدھم نکلی۔

سلطان بیگ کے کچھ بولنے سے قبل ہی دور سے آتی ایمبولنس اور پولیس کے سائرن کی آواز سُنائی دی۔ احد نے مائرہ کو اپنی بانہوں میں اُٹھایا اور مین گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ وہ مائرہ کو بار بار ہوش میں رہنے کا کہہ رہا تھا۔ ہاشم بھی اُس کے ہمراہ تھا۔ کچھ پیرامیڈک اسٹریچر دھکیلتے اُسی جانب بڑھ رہے تھے۔

پولیس اہلکار اُن کو کراس کرتے موقع وقوع کی جانب بڑھ گئے۔ وہاں پہنچ کر کسی نے ایمبولنس کو آواز لگائی، اور وہ دوسرا اسٹریچر دھکیلتے اُس جانب بڑھے۔ اُس پر مصطفیٰ کو لٹایا اور ایمبولنس کی جانب بڑھ گئے۔

اب اُس جگہ پر چار لوگوں کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا۔

اس وقت خاموش اور اندھیری رات میں ایمبولنس کا سائرن گونج رہا تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

ہسپتال پہنچ کر پیرامیڈکس دونوں اسٹریچرز دھکیل کر باہر نکال رہے تھے۔ مائرہ کے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسٹریچر کو ایک جانب سے احد نے تھام رکھا تھا۔ہاشم اُس کے ساتھ نہیں آیا تھا۔

مائرہ کا ہاتھ خون سے لت پت تھا، مگر اُس نے احد کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا، اُس کی گرفت ڈھیلی نہیں پڑی تھی۔ ایمرجنسی وارڈ کے قریب پہنچ کر ایک پیرامیڈک نے مائرہ کا ہاتھ پکڑ کے احد کا ہاتھ چھُڑوایا، اور اسٹریچر دھکیلتا اندر لے گیا۔ دونوں اسٹریچرز دروازے کے اُس پار جا چکے تھے، اور ڈاکٹرز بھاگتے اُس جانب بڑھ رہے تھے۔ سب کچھ کسی فلم کی طرح تیزی سے ہو رہا تھا۔

اچانک اُس کی نظر راہداری میں پڑی، جہاں سے ہاشم اور عمار صاحب چلتے آ رہے تھے۔

"کیسی ہے مائرہ؟" عمار صاحب نے قریب پہنچتے ہی فکر مندی سے پوچھا۔ احد نے کوئی جواب نہیں دیا، بس خاموشی سے آنکھیں ایمرجنسی وارڈ کی جانب گھُما دیں۔

"یہ سب ہوا کیسے؟ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ تم یہاں کب آئے؟" اُنہوں نے سوالوں کی بوچھاڑ کی، مگر فی الحال احد جواب دینے کے قابل نہیں تھا۔ وہ اپنی زبان سے مائرہ کی سلامتی کی دعا کے علاوہ کچھ ادا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ابا آپ آرام سے بیٹھیں۔ میں آپ کو بعد میں تفصیل سے بتاؤں گا۔" ہاشم نے نرمی سے ایک بینچ کی جانب اشارہ کرتے کہا۔ عمار صاحب وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ اس خاموش راہداری میں صرف دلوں کے دھڑکنے کی آواز گونج رہی تھی۔ ہر چیز ساکت کھڑی اس آواز کو سُن رہی تھی۔ کسی کی دھڑکن یونہی رواں تھی، اور کسی کی دھڑکن ہمیشہ کے لئے رُک گئی تھی۔

ناجانے کتنے منٹ گزرے تھے، جب ایمرجنسی وارڈ سے ڈاکٹر نکلتا دکھائی دیا۔ عمار صاحب بھی اُٹھ کر اُس کی جانب بڑھے۔ ڈاکٹر احد کے قریب آ کر رُکا، اور اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"آئی ایم سوری۔ ہم اُن کو نہیں بچا سکے۔" اُس نے کہا، اور احد کو لگا کہ اُس کا سانس بند ہو رہا ہے۔ وہ سانس نہیں لے سکے گا۔ یہ جملہ جیسے ایک بم تھا، جو احد کے اندر پھٹ گیا۔ آواز سُنائی دی، مگر ذہن نے قبول نہ کیا۔ لمحے بھر کو وہ خالی آنکھوں سے ڈاکٹر کو دیکھتا رہا، جیسے وہ کچھ اور کہے گا۔ جیسے یہ جھوٹ ہو گا۔ جیسے کسی نے مذاق کیا ہو۔ پھر اُس نے اپنے خون آلود ہاتھوں کو دیکھا۔ وہی ہاتھ، جن سے اُس نے مائرہ کو تھاما تھا۔

قریب کھڑے ہاشم اور عمار صاحب کی نظریں بھی سامنے کھڑے ڈاکٹر پر جمی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سیکنڈ کے دسویں حصے میں ہی احد کو لگا کہ اُس کا دل پھٹ جائے گا۔ اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور زبان کچھ بولنے کو تیار نہ تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

اس وقت اُس سُنسان پارک میں سلطان بیگ، اُن کا ڈرائیور اور دو پولیس اہلکار کھڑے تھے۔ اچانک ایک اہلکار کی نظر سلطان بیگ کے ہاتھ میں تھامے پستول پر پڑی۔

سلطان بیگ اُس کی نظر اپنے ہاتھ پر محسوس کر چکے تھے۔

"میں نے اپنے دفاع میں گولی چلائی تھی۔" اُنہوں نے بغیر جِھجکے کہا۔ ایک اہلکار آگے بڑھا اور ٹِشو کی مدد سے پستول اُن کے ہاتھ سے لے لیا۔

"آپ کو ہمارے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہوا۔ آپ نے گولی کیوں چلائی، یہ تو مریض کے ہوش میں آنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔" پولیس اہلکار نے کہا۔

"تم جانتے نہیں ہو کہ..." سلطان بیگ کے ڈرائیور نے کچھ کہنا چاہا، مگر سلطان بیگ نے ہاتھ کھڑا کر کے اُسے خاموش کروادیا۔

"میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ پولیس اہلکار کے آگے چلنے لگے۔

گاڑی میں بیٹھ کر بھی ذہن میں ایک منظر چل رہا تھا۔

آج اُنہوں ڈرائیور کو منع کر دیا تھا، کہ وہ امل کو لینے نہ آئے۔ وہ ایک مہینے بعد واپس آئے تھے اور چاہتے تھے کہ امل کو سرپرائز دیں۔ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھے امل کی کالج سے چُھٹی کا انتظار کر رہے تھے۔ وقت گزارنے کے لئے وہ ہاتھ میں فون استعمال کر رہے تھے۔

تبھی کالج کا گیٹ کُھلا، اور اُن کو امل نکلتی دکھائی دی۔ وہ گاڑی سے نکلنے ہی والے تھے، کہ اُن کو اُس کے پیچھے ایک لڑکا آتا دکھائی دیا۔

"امل۔" اُس نے امل کا نام پکارا تھا۔ سلطان بیگ گاڑی میں بیٹھے اُس کی آواز نہیں سُن سکتے تھے، مگر اُس کے ہلتے ہونٹ دیکھ کر اُن کو اندازہ ہو چکا تھا کہ اُس نے امل کو ہی پکارا ہے۔ اُن کی نظریں یک سوں اُس لڑکے پر جمی تھیں۔

امل رُکی نہیں، بس آگے چلتی گئی۔ لڑکا بھاگتا آیا، اور امل کا ہاتھ تھام لیا۔ سلطان بیگ نے اپنا ہاتھ فرنٹ کنسول کی جانب بڑھا کر اپنا پستول اُٹھایا۔ اُن کے گاڑی سے نکلنے سے قبل ہی

وہ لڑکا اُس کا ہاتھ چھوڑ چکا تھا۔ وہ وہیں رُک کر اُس کی حرکتوں کو نوٹ کرنے لگے۔

"سوری۔" امل نے اُس کو گھورا، تو داؤد ہڑبڑا کر بولا۔ "میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا۔"

اُس نے نرمی سے نظریں جُھکا کر کہا۔ اس بات سے انجان، کہ گاڑی میں بیٹھے سلطان بیگ نظریں اُسی پر جمائے بیٹھے ہیں۔ وہ اُس کی آواز نہیں سن سکتے تھے، مگر اتنا دیکھ سکتے تھے کہ وہ لڑکا اُن کی بیٹی کا راہ روکے کھڑا تھا۔

"جلدی بولیں۔" امل نے دھوپ سے بچنے کے لئے اپنے ہاتھ کا چھاتا بناتے اُس کو دیکھا۔

"میرا نام داؤد کمال ہے۔" اُس نے اپنا تعارف کروایا۔ "کیا ہم دوست بن سکتے ہیں؟" چند لمحے کے سکوت کے بعد اُس نے پوچھا۔

"میں لڑکوں سے دوستی نہیں کرتی، سوری۔" امل نے نرمی سے جواب دیا تھا۔

"میں آپ کو پسند کرتا ہوں۔" ہمت جمع کر کے اُس نے کہا۔ امل چند لمحے حیرت سے اُس کے چہرے کو تکتی رہی۔ "آپ کہیں گی، تو میں کبھی آپ کے راستے میں نہیں آؤں گا۔ میں آپ کا انتظار کر سکتا ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کو انتظار کر کے کچھ نہیں ملے گا۔ آپ میرا اور اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔" اب کی بار امل نے تھوڑی سنجیدگی سے کہا۔

"آپ کو وقت چاہیے، تو بتائیں۔" اُس کی نظریں اب بھی نیچے جُھکی تھیں۔

"اب آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔" امل نے بیزاری سے کہا۔

"جب تک آپ جواب نہیں دیں گی، میں آپ کے راستے میں آتا رہوں گا۔" اُس نے جواب میں سامنے کھڑے لڑکے کو کہتے سُنا۔ اُس نے مزید کوئی جواب نہیں دیا، اور اُس کو کراس کرتی وہاں سے چلی گئی۔

گاڑی کے قریب پہنچی تو سلطان بیگ کو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے دیکھ کر اُس کے ہونٹ خود بخود مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"بابا۔" اُس نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے خوشنودی سے اُن کو پکارا، اور اُن کے گلے لگی۔ سلطان بیگ نے اُس کا ماتھا چوما۔ پھر چہرہ سنجیدہ بنائے ایک بار پھر سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا۔

"یہ لڑکا کون تھا؟" اُنہوں نے اُس لڑکے کی جانب اشارہ کرتے امل سے پوچھا۔

"وہ تو بس یونہی..."امل نے اپنے بیگ کو پچھلی سیٹ پر پھینکتے کہا۔

"وہ تمہیں تنگ کر رہا تھا؟"اُنہوں نے امل کو دیکھتے ایک اور سوال کیا۔امل نے فوراً سر نفی میں ہلایا۔مگر سلطان بیگ جانتے تھے، کہ اگر وہ تنگ کر بھی رہا تھا، تو بھی امل اُن کو کبھی نہیں بتائے گی۔اُس لڑکے نے اُن کے سامنے امل کا ہاتھ تھاما تھا،اُن کے لئے یہی کافی تھا۔

شام کے وقت وہی لڑکا اُن کے سامنے گِرا گر گرا رہا تھا،مگر سامنے کھڑے شخص کو اُس پر ترس نہیں آیا تھا۔

"مجھے معاف کر دیں، غلطی ہو گئی۔"وہ اُنیس برس کا لڑکا گُھٹنوں کے بَل بیٹھا اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔اس وقت وہ اُسی پلازہ کی پارکنگ میں موجود تھے۔رات ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔اور اس وقت اُس کی پکار سُننے کو وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

"میری بیٹی کو تنگ کرے گا؟اُس کا ہاتھ پکڑے گا؟اوقات کیا ہے تیری؟"سلطان بیگ نے اُس کے پیٹ میں ایک لات ماری تھی، جس سے وہ کراہ کر رہ گیا۔

"آپ قسم لے لیں، میں تنگ نہیں کر رہا تھا۔ میں واقعی..." اُس نے کچھ کہنا چاہا، مگر پھر سامنے والے شخص کے غضب سے ڈر کر خاموش ہو گیا۔

"تیری عمر میں لڑکے صرف تنگ ہی کرتے ہیں۔ اپنی عمر دیکھ اور حرکتیں دیکھ۔" وہ اُس پر ایک بار پھر برسے تھے۔

"میں وعدہ کرتا ہوں، کہ آئیندہ کبھی اُن کو تنگ نہیں کروں گا۔" سامنے گرا لڑکا کہہ رہا تھا۔ جواب میں سلطان بیگ ہلکا سا ہنسے تھے۔

"مجھے تمہارے وعدے پر یقین ہے۔" اُنہوں نے اُس کے کندھے کو تھپکتے کہا، اور گارڈ کو اشارہ کیا۔ اُس نے فوراً اُن کے ہاتھ میں ایک پانی کی بوتل تھما دی۔ "اب پانی پی لو۔" سلطان بیگ نے بوتل سامنے بیٹھے لڑکے کی جانب بڑھائی، وہ ذرہ جھجکا۔

"پانی پیو۔" سلطان بیگ نے آواز بلند کرتے کہا، اُس نے ڈرتے ڈرتے بوتل تھامی اور پانی پینے لگا۔

"اپنے فون کا لاک کھول کر دو۔" سلطان بیگ نے ہاتھ آگے بڑھاتے کہا۔ وہ ایک بار پھر

جھجکا مگر فون اُن کی جانب بڑھا دیا۔

سلطان بیگ نے فون اپنے گارڈ کو تھمایا، وہ جانتا تھا کہ اُسے کیا کرنا ہے۔ اُس نے داؤد کی ای میل اوپن کی اور وہاں ایک میل لکھ کر کسی چینل کو بھیج دی۔ پھر فون واپس سلطان بیگ کی جانب بڑھا دیا، جسے اُنہوں نے داؤد کی جیب میں رکھ دیا۔

پانچ منٹ ہی گزرے تھے، جب داؤد کو لگا کہ اُس کا سانس بند ہو رہا ہے۔ وہ وہیں گر گیا، مگر آنکھیں اب تک کُھلی تھیں۔ ہاتھوں نے گلے کو تھام رکھا تھا۔

"مجھے تمہارے وعدے پر یقین ہے، لڑکے۔ کہ تم آئندہ کبھی میری امل کو تنگ نہیں کرو گے۔" اتنا کہہ کر وہ اپنا کوٹ جھاڑتے وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے، اور باہر کی جانب بڑھ گئے۔

پیچھے گرا داؤد اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اچانک ایک آخری آنسو آنکھ سے بہا اور روح نے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا۔

سلطان بیگ کے جاتے ہی کوئی دیوار کے پیچھے سے نکلا، اور داؤد کی جانب دوڑا۔ وہ داؤد کو نہیں

جانتا تھا، مگر اتنا ضرور جان چکا تھا کہ داؤد کو سلطان بیگ نے زہر دی ہے۔ وہ اپنے فون سے ایمبولنس کو فون کرنے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ سلطان بیگ اُس کو ڈھونڈنے میں وقت نہیں لگائیں گے۔ اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اچانک سامنے گرے لڑکے کی جیب سے فون کے بجنے کی آواز سنائی دی۔ اُس نے فون نکالا تو سامنے مصطفٰی بھائی کالِنگ لکھا آرہا تھا۔ اُس نے فون کان سے لگایا، اور مصطفٰی کو اپنی جگہ کا بتایا۔ پھر فون پر ہی سلطان بیگ کی سنی گئی ساری باتیں وہ مصطفٰی کو بتا چکا تھا۔

مصطفٰی کے وہاں پہنچنے تک وہ شخص وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ صرف داؤد اور اُس کا فون رہ گیا تھا۔

سلطان بیگ نے اپنی آنکھیں کھولی تو وہ پولیس کی گاڑی میں موجود تھے۔ یہ سب وہاں سے شروع ہوا تھا، اور یہاں تک پہنچ چکا تھا۔

پہلے داؤد مرا... پھر اُس کی ماں... پھر امل...

اور اب... اب مائرہ اور مصطفٰی، دونوں کا بچنا اُن کی نظر میں مشکل تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ سب داؤد کی چھوٹی سی غلطی سے شروع ہوا تھا، جو اتنی جانیں لے چکا تھا۔

اُن کو اپنے نشانے پر اتنا یقین تھا، کہ وہ جانتے تھے ہسپتال پہنچتے ہی مصطفیٰ مر جائے گا۔

——★·☆·★·☆·★·☆·★——

ڈاکٹر نے ایک گہرا سانس لیا، اور اپنی بات جاری رکھی۔ "مگر اُن کے ساتھ جو لڑکی آئی تھی، اُن کی حالت ابھی بھی کریٹیکل ہے۔ میرے کولیگ ڈاکٹر اُن کی سرجری کر رہے ہیں، مگر اُن کو آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔" ڈاکٹر نے آگاہ کیا، احد نے ایک بار پھر حیرت سے اُن کو دیکھا۔ اُسے لگا جیسے کسی نے اُس کی سانسیں لوٹا دی ہوں۔

"آپ پہلے کس کی بات کر رہے تھے؟" اُس نے ہمت کر کے پوچھا۔

"اُن کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا، جس کو گولی لگی تھی۔ ہم اُس لڑکے کو نہیں بچا سکے۔" ڈاکٹر نے وضاحت کی۔ "وہ بھی آپ کے ساتھ ہی تھا نا؟" ڈاکٹر نے تفتیشی انداز میں پوچھا۔

"نہیں... نہیں وہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔" احد نے فوراً جواب دیا۔ ڈاکٹر مزید کچھ کہے بنا وہاں سے چلا گیا۔

"مصطفٰی مر گیا۔" احد نے زیرِ لب دُہرایا۔ اُسے مصطفٰی کے مرنے کا بھی افسوس ہوا تھا۔ وہ شخص یوں نہیں مر سکتا تھا۔

"احد بھائی، آپ اللہ پر یقین رکھیں۔ مائرہ ٹھیک ہو جائیں گی۔" قریب کھڑے ہاشم نے یقین دہانی کروائی مگر احد نہیں سُن رہا تھا۔ ذہن میں مصطفٰی کے ساتھ گزارے پل کسی فلم کی طرح چل رہے تھے۔ وہ اُس کا دشمن تھا مگر کبھی وہ اُس کا دوست بھی تھا۔ اُس کا رازدار بھی تھا۔ وہ یادیں تو پچھلے تین سال سے اذیت دے رہی تھیں۔ مگر آج اُس اذیت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہی مصطفٰی جس نے دوبار احد کو مارنے کی کوشش کی تھی، آج وہ خود مر چکا تھا۔

اُس کی نظریں ایمرجنسی وارڈ کے دروازے پر جمی تھیں، جو اچانک کُھلا اور نرس ایک اسٹریچر دھکیلتی باہر لائی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی احد کے پیر اُس اسٹریچر کی جانب بڑھ گئے۔ قریب پہنچ کر وہ خالی نظروں سے سفید کپڑے کو تکتا رہا۔ پھر دھیرے سے ہاتھ آگے بڑھا کر چہرے سے کپڑا ہٹایا۔ سامنے مصطفٰی کا بے جان چہرہ تھا۔ جس کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو چکی تھیں۔ احد کی آنکھوں سے آنسو بہنے کے قریب تھے۔ اُس نے پلک جھپکی تو ایک

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آنسو سیدھا آنکھ سے نکلتا مصطفٰی کے بے جان چہرے پر جا گرا۔

وہ اُس کی بہن کا قاتل تھا...

اُس کو مارنے کی کوشش کر چکا تھا...

اُس کی وجہ سے احد کی بیوی زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی....

اور احد... وہ چاہ کر بھی اُس سے نفرت نہیں کر پا رہا تھا۔ پچھلے اتنے عرصے میں وہ مصطفٰی سے بس اپنے سوال کا جواب چاہتا تھا۔ اُس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ مصطفٰی کو جان سے مار دے گا۔ اُس نے سلطان بیگ سے کبھی نہیں کہا تھا کہ وہ مصطفٰی کو یوں مرنے نہیں دے گا۔ تب اُس کو صرف یہ جواب چاہیے تھا۔ اور اُس کے بعد وہ پولیس کو انوالو کر کے مصطفٰی کو قانونی طریقے سے سزا دلوانا چاہتا تھا۔ اور آج وہی مصطفٰی آج اُس کے سامنے بے جان پڑا تھا۔ اگر ایک گھنٹہ پیچھے مُڑ کر بھی دیکھا جائے تو وہ زندہ تھا۔

اس بات سے بے خبر، کہ ایک گھنٹے بعد وہ ایک انسان سے بس ایک لاش بن کر رہ جائے گا۔

اس بات سے بے خبر، کہ زندگی گزرتی نہیں، پھسلتی ہے... جیسے بارش میں بھیگا پتا۔

نرس نے واپس مصطفیٰ کا چہرہ ڈھانپا اور اسٹریچر دھکیلتے آگے بڑھ گئی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ہسپتال کے اس چھوٹے سے "Prayer Area" میں روشنی مدھم تھی۔ کونے میں ایک جائے نماز بچھی ہوئی تھی، دیوار پر "اِن اللہ مع الصابرین" کی خطاطی نظر آتی تھی۔ باہر کی دنیا میں زندگی اور موت کی کشمکش جاری تھی، مگر یہاں وقت ساکن تھا۔

احد وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوا۔

نماز مکمل ہوئی تو وہ دوزانو بیٹھا رہا، ہاتھ بلند کیے، مگر آنکھیں بند۔

آنسو چپکے سے اُس کی پلکوں سے نکلے، مگر اُس کے چہرے پر سکون تھا۔ ایسا سکون جو صرف اُس در کے آگے ملتا ہے، جہاں نہ دشمن باقی رہتا ہے، نہ غصہ... صرف بندگی۔

"میں... میں تجھ سے نظریں ملانے کے قابل نہیں ہوں۔ شاید پچھلے دو سالوں سے میں نے سجدہ نہیں کیا۔ میں بھاگ گیا تھا، اپنے گناہوں سے، اپنی کمزوریوں سے، مائرہ سے،

ماں سے، اپنے گھر سے، اور..." اُس کے ہونٹ لرزے۔ "اپنے خدا سے بھی۔" ایک بار پھر سجدے میں پیشانی رکھی، آنسوؤں سے جائے نماز بھیگ گئی۔

"مگر آج... آج میں ٹوٹ کر تیرے سامنے آیا ہوں۔ آج کوئی دنیاوی خواہش نہیں۔ صرف ایک دعا ہے، ایک فریاد ہے، ایک زندگی کی بھیک ہے۔ میری مائرہ کو زندگی دے دے۔ بس وہ بچ جائے۔" وہ کہے جا رہا تھا، اور سُننے والا اُس کی دعا پر کُن فرما رہا تھا۔

"میں کچھ نہیں ہوں، مگر تُو سب کچھ ہے۔ اگر تُو چاہے تو موت بھی لوٹ سکتی ہے۔ تو بس ایک 'کُن' کہہ دے، اور سب کچھ بدل جائے۔" اس کی آواز رُک گئی، مگر سسکیاں گونجتی رہیں۔

"اپنے خدا ہونے کا جلال دکھا دے، یا اللہ۔ تُو جو موسیٰ کے لیے سمندر چیر سکتا ہے، تو میرے لیے زندگی کیوں نہیں لکھ سکتا؟ تو میرے گناہوں کو نظر انداز کر دے... پر میری مائرہ کو زندگی بخش دے۔ میں اپنی جان بھی دے دوں گا، تُو صرف اُسے بچا لے!" خاموشی پھر سے چھا گئی، مگر اُس سجدے کی لرزش... آسمانوں تک جا پہنچی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تُو رب ہے۔ میں کچھ بھی نہیں۔ مگر میرے رب... جب کچھ نہیں بچتا تو بندہ فقط تجھے پکارتا ہے۔ تو آج میں بھی وہی کر رہا ہوں۔ میری دنیا صرف وہ ہے، اور اُس کے بغیر میرے رب، کچھ بھی نہیں بچتا... کچھ بھی نہیں۔" حال خاموش تھا، مگر اُس کے الفاظ فرشتے سن رہے تھے۔ وہ لرزتا رہا، روتا رہا، پکارتا رہا۔

وہ سجدے سے اُٹھ کر بیٹھا، تو پھر سے ہاتھ اُٹھائے۔ بس ایک ہی دعا اُس کی زبان سے بار بار نکل رہی تھی۔ اچانک ایک اور چہرہ آنکھوں کے سامنے اُبھرا، اور دل سے ایک دعا نکلی۔

"یا اللہ تو رحیم ہے، غفور ہے۔ مصطفیٰ کے گناہ معاف فرما۔ میں اُسے ہر اذیت کے لئے معاف کر چکا ہوں، جو اُس نے مجھے دی۔" وہ لمحے بھر کو رُکا، اور گہری سانس لی۔ "میں بس تیری سہارے جی رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں، کہ زندگی اور موت تیرے ہاتھ میں ہے۔ تو چاہے تو مجھے زندگی دے، چاہے تو چھین لے۔ بس یہی سوچ کر میں نے اُسے معاف کر دیا، کہ میری مائرہ اگر مجھ سے جُدا ہوئی، تو وہ تیری مرضی سے ہوگی۔ وہ بس گولی تو مار سکتا تھا، سانسیں نہیں چھین سکتا تھا۔"

"میرے یہ اُٹھے ہاتھ اُس شخص کی مغفرت کی دعا مانگ رہے ہیں، جس نے میرا سب کچھ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چھیننا چاہا۔ اے اللہ، میری دعا قبول فرما۔"

احد نے ہاتھ چہرے پر پھیرا، سر جھکایا، اور دیر تک یونہی بیٹھا رہا۔ باہر ہسپتال کی روشنیوں میں بھی شور تھا، اندھیروں میں بھی، مگر یہاں بس خاموشی تھی۔ وہ خاموشی، جو ایک ٹوٹے ہوئے دل اور خدا کے درمیان ہوا کرتی ہے۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

سورج کی روشنی لوہے کی سلاخوں سے چھن کر فرش پر لکیروں کی صورت میں بکھری ہوئی تھی۔ حوالات کے کمرے میں سناٹا تھا، صرف کسی کے جوتوں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ احد کے قدم جیسے ہر چاپ پر اپنے اندر کے شور کو دبانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ تھانے کی راہداری سے گزرتے ہوئے اس دروازے تک آیا۔

"سلطان بیگ یہاں اندر ہیں۔" ایک ہوولدار نے اُسے بتایا، اور واپس مُڑ گیا۔ احد نے ایک پل کو آنکھیں بند کیں، جیسے لمحے بھر کو اپنی نبض کو قابو میں لا رہا ہو۔ پھر دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔

حوالات کے اندر سلطان بیگ کرسی پر بیٹھے تھے، کندھوں پر جھوٹے سکون کی چادر تنی ہوئی تھی، جیسے وہ اب بھی خود کو طاقتور سمجھ رہے ہوں۔ اُنہوں نے احد کو دیکھا تو ہلکی سی مسکراہٹ اُن کے چہرے پر آئی، جیسے بیٹے سے ملنے کی خوشی ہو۔

مگر احد کے چہرے پر وہ خوشی نہیں تھی۔

"بیٹھو..." سلطان بیگ نے ہلکا سا کہا۔ مگر احد نہیں بیٹھا۔ اُس کے جسم کی سختی اور خاموشی میں وہ سب کچھ کہہ دینے کا ہنر چھپا تھا، جو الفاظ نہیں بولتے، مگر محسوس ضرور ہوتے ہیں۔

"مبارک ہو، مصطفیٰ مر گیا ہے۔" آواز سیدھی، سپاٹ، اور خنجر کی طرح چبھتی ہوئی۔ سلطان بیگ کی آنکھوں میں پہلی بار ہلکی سی لرزش آئی۔ احد کی نظریں اُن کی آنکھوں میں گڑی تھیں۔

"میں جانتا تھا کہ وہ مر جائے گا۔" اُس نے سلطان بیگ کو کہتے سُنا۔

"اگر میری بیوی کو کچھ ہوا، تو یاد رکھیے گا۔ میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں۔" ایک پل کو خاموشی چھا گئی، جیسے تھانے کی دیواریں بھی سُن ہو گئی ہوں۔ احد نے ایک سرد سانس لی۔

"اُس نے تمہاری بیوی کو میری وجہ سے گولی نہیں ماری، مجھے مجرم سمجھنا بند کرو۔" اُن کی آواز بھی بُلند ہوئی تھی۔

"بالکل۔ اُس نے مائرہ کو میری وجہ سے گولی ماری، جیسے اُس نے..." وہ لمحے بھر کو رکا اور گہری سانس لی۔ "جیسے اُس نے امل کو میری وجہ سے مارا تھا۔ ایسا ہی ہے نا؟" اُس کے سرد لہجے سے سب واضح ہو رہا تھا، سلطان بیگ نے سر اُٹھا کر حیرت سے اُسے دیکھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" اب وہ بینچ سے اُٹھ کر احد کے سامنے آ کھڑے تھے۔

"آپ جانتے ہیں۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ آپ پچھلے دو سال سے جانتے ہیں۔" احد کے الفاظ کسی خنجر کی طرح محسوس ہوئے تھے۔ سلطان بیگ کچھ بولنا چاہ رہے تھے، مگر احد نے ہاتھ کھڑا کر کے اُن کو روکا۔

"آپ کے لئے بہت آسان تھا مجھ سے جھوٹ بولنا۔ دو سال... پورے دو سال میرے جذبات سے کھیلتے رہے آپ۔ میں ہر دن، ہر رات خود کو مجرم سمجھتا رہا... اپنی سوچوں کو، اپنے یقین کو، بلکہ خود کو بھی کوستا رہا، مگر آپ نے ایک بار بھی مجھے سہارا نہیں دیا۔" اس کے

لہجے میں اب شکایت نہیں تھی۔ صرف وہ تلخی تھی جو رگوں میں زہر بن کر دوڑتی ہے۔

"مجھ سے رابطہ رکھنے کے لئے آپ نے میری ہی زندگی کو جہنم بنا دیا؟ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے، جس تکلیف سے میں بے قصور ہو کر بھی گزرا ہوں۔" وہ ہنسا تھا۔ سلطان بیگ خاموش ہو گئے، اُنہوں نے جواب نہیں دیا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا، کہ اپنے سوالوں کے جواب ملنے کے بعد میں آپ سے ملنا چھوڑ دوں گا۔ مجھے وجہ سے نہیں پڑتا تھا، مجھے فرق میری ماں سے پڑتا تھا۔" وہ رُکا، جیسے ذہن میں بہت سی سوچوں نے اکٹھا جنم لیا ہو۔ "مجھے اس بات سے فرق پڑتا تھا، کہ جس ماں نے مجھے باپ بن کر پالا ہے، میں اُس ماں سے جھوٹ بول رہا ہوں۔"

وہ خاموش ہوا، تو سارے میں خاموشی چھا گئی۔

"اصل آپ کی بیٹی تھی۔ آپ کی وجہ سے ماردی گئی۔ آپ نے ایک بے قصور کی جان لی، اور بدلے میں آپ کی بیٹی کی جان لے لی گئی۔" خاموش ہو کر اُس نے سلطان بیگ کا چہرہ دیکھا، وہ اذیت احد محسوس کر سکتا تھا۔ اُن کے چہرے پر احد وہی اذیت دیکھ رہا تھا، جو وہ خود پچھلے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تین سال سے محسوس کرتا آرہا تھا۔

"میرا گلٹ ختم ہو چکا ہے، پر مجھے اس بات کا افسوس ساری زندگی رہے گا کہ میری بہن کو آپ کی وجہ سے موت کے حوالے کر دیا گیا۔" وہ جانے کے لئے مُڑا مگر پھر کسی خیال کے تحت رُخ سلطان بیگ کی جانب کیا۔

"میں آپ کو صرف اتنا بتانے آیا تھا، کہ میں جانتا ہوں کہ آپ کچھ ہی دنوں میں، یا شاید کچھ ہی گھنٹوں میں یہاں سے باہر ہوں گے۔ اب میں کسی کے انصاف کے لئے اپنی زندگی ضائع نہیں کروں گا۔ آپ کی بیٹی کو ابھی انصاف نہیں ملا، اگر آپ انصاف چاہتے ہیں تو شروعات خود سے کریں! شروعات اُس معصوم کے انصاف سے کریں، جس کو آپ نے بغیر کسی وجہ کے مارا تھا۔" سلطان بیگ کے چہرے کا رنگ ہر لمحہ بدل رہا تھا۔

حوالات کے سناٹے میں ہر سوں صرف احد کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ خاموش ہوتا، تو یوں لگتا کہ وہ کسی خاموش قبر میں بند ہیں۔

"میں مصطفیٰ ہوتا، تو شاید وہی کرتا جو اُس نے کیا۔ پر اگر میں سلطان بیگ ہوتا، تو وہ کبھی

نہ کرتا جو آپ نے کیا ہے۔ آپ نے گناہ کیا تھا۔" وہ وقفے وقفے سے بول رہا تھا، اور سلطان بیگ خاموشی سے اُسے سن رہے تھے۔

"قتل کے بدلے قتل کی اجازت تو خدا بھی دیتا ہے۔ مصطفٰی کے پاس بھی یہ حق تھا، مگر وہ حق اُس نے ایک معصوم پر استعمال کیا۔ یوں سمجھیں کہ آپ کی موت امل کے نصیب میں لکھ دی گئی۔" وہ مُڑنے لگا، پھر ایک آخری بات کرنے کے لئے ٹھہر گیا۔

"اگر میری بیوی بچ گئی، تو یہ ہماری زندگی میں آخری ملاقات ہوگی۔ میں آپ کا چہرہ کبھی زندگی میں نہیں دیکھنا چاہوں گا۔" وہ لمحہ بھر سانس لینے کو رُکا۔ "دُعا کریں سلطان صاحب، کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہی ہو۔" اتنا کہہ کر وہ پلٹ گیا، اور مُڑ کر نہیں دیکھا۔ سلطان بیگ اُسے دور جاتا دیکھتے رہے۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

جب وہ ہسپتال پہنچا تو راہداری میں فریدہ بیگم، صدف، عمار صاحب اور ہاشم کھڑے تھے۔ فریدہ بیگم ابھی کچھ پل قبل ہی یہاں پہنچی تھیں۔ احد کو دیکھتے ہی وہ اُس کی جانب بڑھیں اور اُسے گلے سے لگا کر رونے لگی۔ احد یونہی چند لمحے کھڑا رہا، پھر اُن کو خود سے علیحدہ کیا اور اُن

کی آنسو صاف کئے۔

"یہ سب کیسے ہو گیا؟"اُن کی بھاری آواز سُنائی دی۔"احد تم مجھے ساتھ لے کر کیوں نہیں آئے؟"وہ سوال پہ سوال کر رہی تھیں،اور احد خاموش کھڑا تھا۔وہ کیا جواب دیتا اُن کو؟

"ماں آپ بیٹھیں۔"اُس نے اُن کو شانوں سے تھاما،اور قریب لگے بینچ پر بٹھایا۔

"ابھی تم کہاں گئے تھے؟"احد اُن کے قریب بیٹھ رہا تھا،جب اُنہوں نے پوچھا۔

"سلطان بیگ سے ملنے۔"احد نے بغیر جِھجکے جواب دیا۔اب وہ اُن سے مزید کچھ نہیں چُھپا سکتا تھا۔اُسے دوبارہ اپنی زندگی شروع کرنی تھی،اس کے لئے اُسے پہلے کی طرح اپنی ماں پر بھروسہ کرنا تھا۔

فریدہ بیگم مزید کوئی سوال نہیں کیا۔نہ پوچھا کہ کیوں گئے،نہ ہی پوچھا کہ بتایا کیوں نہیں۔احد مزید کچھ بتانا چاہے تو ٹھیک،ورنہ وہ خود سے کوئی سوال نہیں کریں گی۔

وہ دونوں وہیں بیٹھے باتیں کر رہے تھے،جب احد کو ڈاکٹر نکلتا دکھائی دیا۔وہ فوراً اُس کی جانب لپکا۔

"میری بیوی کیسی ہے؟" قریب پہنچتے ہی اُس نے بے چینی سے پوچھا۔

"اُن کی جان اب خطرے سے باہر ہے۔" ڈاکٹر نے بتایا، اور وہاں کھڑے ہر شخص نے سکون کا سانس لیا۔ "مگر اُن کو ہوش آنے میں کچھ دن لگ سکتے ہیں۔"

"احد آپ میرے ساتھ چلیں۔" اتنا کہہ کر ڈاکٹر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ احد بھی اُس کے ساتھ ہی آ گیا۔

"میری بیوی ٹھیک ہے نہ؟" ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہوتے ہی احد نے ایک بار پھر تسلی کرنا چاہی۔

"جی وہ بہتر ہیں۔" ڈاکٹر لمحے بھر کو رُکا، پھر اپنی بات جاری رکھی۔ "جو ڈیڈ باڈی ہمارے پاس رکھی ہے، اُس کے کسی جاننے والے کو آپ جانتے ہیں؟"

"اُس کے گھر میں کوئی نہیں ہے۔" احد نے کہا۔

"اور آپ؟" ڈاکٹر نے بغور احد کا چہرہ دیکھتے پوچھا۔

"میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں، کہ میں اُس شخص کو نہیں جانتا۔ میں بس اتنا جانتا ہوں کہ

اُس نے رات کے اندھیرے میں میری بیوی کو گولی ماری تھی۔"احد نے خفگی سے کہا۔

"وہ رہتے کہاں تھے؟"ڈاکٹر نے پھر سے سوال کیا،احد خاموش رہا۔ تبھی ایک آدمی نرس کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوا۔

"مصطفٰی میرے گھر میں کرایے پر رہتا تھا۔"اُس شخص نے داخل ہوتے ہی ڈاکٹر کو بتایا۔

"آپ جاسکتے ہیں۔"ڈاکٹر نے احد کو دیکھتے کہا،وہ خاموشی سے اُٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔اب ڈاکٹر عامر سے بات کرنے میں مصروف تھا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

دو دن بعد:

ہسپتال کے اُس سفید دیواروں والے خاموش کمرے میں اس وقت صرف احد اور بیڈ پر لیٹی مائرہ موجود تھے۔ فریدہ بیگم ایک دن یہیں رُکی تھیں،مگر کل احد نے اُن کو عمار صاحب کے گھر آرام کرنے کے لئے بھیج دیا تھا۔

کمرے میں ہر طرف دوائی کی خوشبو پھیلی تھی۔ مشین مائرہ کے دل کی دھڑکن سُنا رہی تھی،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور احد خاموشی سے ایک جانب بیٹھا اُس دھڑکن کو سُن رہا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھا، اور خاموشی سے مائرہ کے قریب کرسی دھکیل کر بیٹھ گیا۔ اب مائرہ کا ہاتھ، اُس کے ہاتھ میں تھا، جسے وہ نرمی سے دبا رہا تھا۔

"مائرہ۔" اُس نے مدھم آواز میں مائرہ کا نام پکارا۔ "تم پلیز جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔ میں یہاں موجود ہوں۔ تمہارے پاس۔ تمہاری ہر بات سُننے کے لئے۔ میں چاہتا ہوں، کہ تم سناتی جاؤ اور میں بس سُنتا جاؤں۔" وہ نرمی سے بول رہا تھا۔ بیڈ پر لیٹی مائرہ اُس کی آواز سے بے خبر گہری نیند سو رہی تھی۔ اُس نے ہسپتال کا سفید گاؤن پہن رکھا تھا۔ بازو نالیوں میں قید تھے، اور مشین کی بپ بپ اُس کے زندہ ہونے کی گواہ تھی۔

"اگر تمہیں کچھ ہو جاتا، تو میں ساری زندگی خود کو معاف نہ کر پاتا۔ ساری زندگی ان دو سالوں کو نہ بُھلا پاتا، جو میری وجہ سے تم نے اذیت میں کاٹے۔" وہ اپنی محویت میں بولتا جا رہا تھا۔ "کاش کہ میں تمہیں سب بتا دیتا۔ کاش کہ میں گھر چھوڑ کر نہ جاتا۔ میں نے ظلم کیا تھا، اپنے ساتھ، اپنے سے جُڑے ہر رشتے کے ساتھ۔"

ہر چیز جیسے ساکت ہو کر اُسے ہی سُن رہی تھی۔ وہ خاموش ہوتا، تو دل کی دھڑکن سُنائی دیتی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جو اُس خاموشی کو توڑتی۔

"مائرہ یہ بیڈ، یہ سفید چادر، اور یہ خاموشی... یہ چیزیں تم پر نہیں سوٹ نہیں کر رہی۔ پہلے زندگی خوبصورت تھی۔ زندگی واقعی حسین تھی، مائرہ۔ تم ہنستی تھی، تم غصہ کرتی تھی، تم خاموش ہو جاتی تھی۔ مگر میں اُس خوبصورت زندگی کو چھوڑ گیا۔ دو سال تمہاری آواز سُنے بغیر گزارے۔ مگر اب مزید تمہاری خاموشی مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی۔"

"تمہیں میری دی ہوئی کتاب پسند نہیں آئی تھی۔ تمہیں میری خاموشی بھی نہیں پسند۔ اب میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا، نہ کتابیں، نہ خاموشی۔ بس خود کو رکھ دوں گا تمہارے ہاتھ میں، اگر تم ایک بار آنکھیں کھول دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، کبھی تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"
سامنے بیڈ پر مائرہ خاموش لیٹی تھی، مگر احد کو لگ رہا تھا کہ وہ احد کا ہر لفظ سُن رہی ہے۔

"تمہیں شاید لگتا ہو کہ میں بے حس تھا، بے وفا تھا۔ تم سمجھتی تھیں، میں سرد مزاج ہوں۔ شاید میں واقعی تھا۔ مگر اس سرد مہری کے نیچے، میں روز پگھلتا رہا ہوں۔" وہ بولتا جا رہا تھا، آج وہ سب کہہ رہا تھا جو وہ کہنا چاہتا تھا۔

"تمہیں اور ماں کو چھوڑ کر جانا میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی، میں چاہ کر بھی اس گزرے وقت کا ازالہ نہیں کر سکتا۔" اب اُس نے مائرہ کے ہاتھ پر اپنا سر ٹکا رکھا تھا۔ اچانک مائرہ کے ہاتھ میں ذرہ سی جنبش ہوئی۔ احد نے سر نہیں اُٹھایا۔

"وہ غلطی نہیں تھی، احد۔" مائرہ کی آواز اُس کی سماعت سے ٹکرائی، اُس نے حیرت سے سر اُٹھایا۔ مسکراہٹ اُس کے لبوں پر پھیل گئی۔ مائرہ بول رہی تھی۔ اُس کی مائرہ بول رہی تھی۔

"تم سُن رہی تھی؟" حیرت کے مارے احد سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔

"میں سُن رہی تھی۔" اُس نے ہلکا ہنسنا چاہا، مگر پیٹ میں اُٹھتی ٹھیس نے اُسے روک دیا۔

"فی الحال تم آرام کرو، مائرہ۔ اب میں تمہیں سُننے کے لئے ساری زندگی موجود رہوں گا۔" احد نے نرمی سے کہا۔

"وعدہ؟" مائرہ نے پھر بھی تسلی چاہی، آنکھوں سے اشارہ اپنے ہاتھ کی جانب کیا۔ احد نے اُس کا ہاتھ تھام کر کبھی نہ چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ یہی وعدہ اُس نے چھ سال پہلے بھی کیا تھا، جو

وہ نہیں نبھا سکا۔ مگر اس بار اُس نے وعدہ صرف مائرہ سے نہیں، خود سے بھی کیا تھا۔

"تم آرام کرو، میں ڈاکٹر کو بُلا کر لاتا ہوں۔" اتنا کہہ کر احد کمرے سے نکل آیا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·★———

خاموش راہداری میں اس وقت وہ اور فریدہ بیگم بیٹھے تھے۔ جیسے دوسرے کے بولنے کا انتظار کر رہے ہوں۔ کبھی کسی نرس کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی، ساتھ ہی وہ بھی دھیمی پڑ جاتی۔ احد نے سر اُٹھایا اور فریدہ بیگم کو دیکھا، پھر اُس نے بولنا شروع کیا۔

"میں اُن کو پچھلے ساڑھے چار سال سے جانتا ہوں۔" اُس نے اپنی ماں کو بتایا۔ اُنہوں نے جواب نہیں دیا، بس خاموشی سے سنتی رہیں۔

"جوامل تھی، مائرہ کی دوست۔ وہ اُن کی ہی بیٹی تھی۔ یہ بات مائرہ نہیں جانتی تھی، مگر میں جانتا تھا۔" وہ وقفے وقفے سے بول رہا تھا۔ دونوں ہاتھ جوڑ رکھے تھے۔

"جب ہم اسپین تھے، تو امل کا قتل ہو گیا۔ وہ قتل میرے دوست مصطفیٰ نے کیا تھا۔" اب کی بار فریدہ بیگم نے سر اُٹھا کر حیرت سے اُسے دیکھا تھا۔

"کیوں؟" اُن کے لبوں سے پھسلا۔

"سلطان بیگ نے اُس کے بھائی کو مارا تھا۔" احد نے فوراً بتایا۔

"اوہ۔ مجھے لگا..." فریدہ بیگم کی بات ابھی جاری ہی تھی، جب احد نے اُن کی بات کاٹی۔

"مجھے بھی یہی لگا تھا۔ مجھے لگا کہ اُس نے میری دشمنی میں اُس کو مارا ہے۔" اُس کے بعد وہ اُن کو پچھلے تین سال سے اب تک کی ساری کہانی اُن کو بتا چکا تھا۔

"تم نے ساری اذیت اکیلی سہی، احد۔" آخر میں وہ بولی بھی تو بس اتنا۔ اُن کی آواز کسی کنویں سے آتی سُنائی دی۔

"آپ نے اور مائرہ نے بھی بہت اذیت سہی، میری وجہ سے۔ میں ان گزرے دو سالوں کا ازالہ چاہ کر بھی نہیں کر سکتا۔" احد نے مدھم آواز میں کہا۔

"لیکن تم زیادہ اذیت میں تھے۔ اور ہم سمجھتے رہے کہ تم ہمیں چھوڑ گئے۔" اُنہوں نے نرمی سے احد کو دیکھتے کہا۔ آنکھ سے ایک آنسو نکلا، اور گال پر بہتا غائب ہو گیا۔

"میں نے یہ اذیت خود چُنی تھی۔" اُنہوں نے احد کو کہتے سُنا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم نے یہ اذیت میری وجہ سے چُنی تھی، احد۔" اُنہوں نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔

"آپ کی وجہ سے؟" اُس نے حیرت سے اُن کو دیکھا۔

"تمہاری یہ تربیت میں نے ہی کی تھی، اسی لئے تم کسی جانور کے مرنے پر بھی دکھی ہوتے ہو۔ وہ تو تھی ہی تمہاری بہن۔" وہ نرمی سے بول رہی تھیں، ہمیشہ کی طرح۔

"تم کیسے برداشت کر سکتے تھے، کہ تمہاری بہن کے مرنے کا مجرم تمہیں ٹھہرایا جائے؟ تم نے ٹھیک فیصلہ کیا تھا۔"

"مگر میرے اس فیصلے نے آپ کو اور مائرہ کو بہت اذیت دی۔ میں اُس کی معافی بھی نہیں مانگ سکتا۔"

"تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جو گزر گیا، اُسے بُھلا دو۔ جانتے ہو یہ میں نے کس سے سیکھا؟" اُنہوں نے احد کو دیکھتے سوال کیا۔ "مائرہ سے۔" وہ نرمی سے مسکرائی تھیں۔

"مائرہ نے مجھے سیکھایا کہ ماضی کو ماضی میں ہی دفنا دینا چاہیے۔ تم جس جواب کو ڈھونڈنے کے لئے گئے تھے، اب وہ جواب تمہیں مل چکا ہے۔ اب تم ہمیں واپس مل جاؤ گے۔" چند لمحے بعد اُنہوں نے کہا۔

"تمہیں یہ جواب نہ ملتا، تو شاید تم ساری زندگی یہی سوچ کر گزار دیتے کہ تم اپنی بہن کی زندگی میں نہ آتے، تو وہ زندہ ہوتی۔" اُنہوں نے ساری گفتگو میں امل کی جگہ "تمہاری بہن" کا استعمال کیا تھا۔

"اور ہم تمہیں پا کر بھی کھو دیتے۔ تم کبھی سکون سے نہ رہتے۔ اور تمہیں بے سکون دیکھ کر ہمیں سکون کیسے نصیب ہو سکتا تھا؟" اُنہوں نے احد سے نظریں ملائیں۔ اُن کی ساگر جیسی آنکھیں احد سے مختلف تھیں۔ احد کی آنکھیں اپنے باپ جیسی تھیں۔

"یہ ہماری اس موضوع پر آخری بار بات ہو رہی ہے۔ اس کے بعد یہ دو سال کبھی ہمارے درمیان نہیں آئیں گے۔ تم اپنے باپ سے ملنا چاہو تو مل سکتے ہو۔" ہتھیلی سے اپنی آنکھ کا کونا صاف کرتے فریدہ بیگم نے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ جانتی ہیں کہ میں کبھی اُن کو اپنا باپ سمجھ کر اُن سے نہیں ملا۔ میرا باپ تو آپ تھیں نہ؟" وہ بھی اُن کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ "میں آپ کی جگہ اُن کو کیسے دے سکتا تھا؟ میں اُن سے جب بھی ملا، اُن کو امل کا باپ ہی سمجھا۔ اُن سے ہاتھ میں نے امل کے قاتل کو ڈھونڈنے کے لئے ملایا تھا۔ اب میرا اُن سے تعلق رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔" اُس کی بات سمجھ کر فریدہ بیگم نے نرمی سے سر ہلا دیا۔ نہ کہا کہ ملو، نہ کہا کہ نہ ملو۔

"تم نے مصطفیٰ کا جنازہ پڑھا تھا؟" اچانک یاد آنے پر اُنہوں نے پوچھا۔ احد نے نرمی سے سر کو خم دیا۔ اتنے میں نرس اُن کو اطلاع دینے آئی، کہ مائرہ اُن کو بُلا رہی ہے۔ وہ دونوں خاموشی سے اُٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ مگر فریدہ بیگم اس وقت خود کو پہلے سے مضبوط محسوس کر رہی تھیں۔ اُن کا مان ہمیشہ کی طرح، آج بھی برقرار تھا۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

آج خنک ہواؤں میں نمی گھلی ہوئی تھی، جیسے فضا نے کسی دیرینہ دکھ کو آہستہ آہستہ محسوس کرنا سیکھ لیا ہو۔ سورج دھند کی چادر کے پیچھے چھپا تھا، جیسے کسی خاموش راز کی حفاظت کر رہا ہو۔ ہسپتال کی راہداری کے باہر درختوں کے پتے خزاں کے ہاتھوں ہار مان چکے تھے۔ نیم

زرد، مٹیالے، اور تھکے تھکے سے۔ ہر شے میں ایک تھکن، ایک خاموشی، ایک ادھورا پن چھپا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وقت بھی ایک لمحے پر آ کر رک گیا ہو۔

کمرے کی کھڑکیوں سے چھن کر آتی سرد روشنی، دیواروں پر کسی پرانی دعا کی طرح پھیل رہی تھی۔ مائرہ بستر پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ آج اُس کا ہسپتال میں آٹھواں دن تھا۔ اُس کے قریب ہی صدف بیٹھی تھیں۔ فریدہ بیگم کل ہی گھر گئی تھیں، اور رات صدف نے مائرہ کے ساتھ گزاری تھی۔

وہ دونوں باتوں میں مشغول تھیں، جب احد ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔ مائرہ قدرے سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"مائرہ، اب آپ کیسا محسوس کر رہی ہیں؟" ڈاکٹر نے مائرہ کو دیکھتے گرم جوشی سے سوال کیا تھا۔

"اب بہتر ہوں۔" اُس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"آج آپ کو گھر بھیجا جا رہا ہے۔" ڈاکٹر نے جیسے اعلان کیا ہو۔ "مگر آپ کو لمبا سفر کرنے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سے فی الحال گریز کرنی ہوگی۔ میری رائے یہی ہوگی کہ آپ دو، تین گھنٹے کا کوئی بھی سفر نہ کریں۔"

"آپ کا زخم ٹھیک ہو رہا ہے، انفیکشن کا کوئی نشان نہیں ملا۔ وٹلز بھی بہتر ہیں۔ ابھی مکمل صحتیابی میں وقت لگے گا، بس کچھ باتوں کا خاص خیال رکھیں گے تو سب بہتر ہو گا۔ دوا کا وقت، پٹی کی صفائی، اور مکمل آرام... کم از کم دو ہفتے کا۔ کوئی جسمانی مشقت یا جذباتی دباؤ ہرگز نہیں۔" اُس نے مائرہ کو دیکھتے اپنی بات مکمل کی، اور رُخ احد کی جانب کیا۔

"ہم مریض کو ڈسچارج کر رہے ہیں، مگر یہ ذمہ داری اب آپ کی ہے کہ کوئی بھی لاپرواہی نہ ہو۔ ایک چھوٹا انفیکشن بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔" احد نے فوراً سر ہلایا۔

"جی میں ہر چیز کا خیال رکھوں گا۔" احد نے نرمی سے کہا۔ ڈاکٹر سر کو خم دیتا وہاں سے چلا گیا۔

"احد تم ڈاکٹر سے پوچھو نہ، کہ ہم کراچی جا سکتے ہیں یا نہیں۔" ڈاکٹر نے نکلتے ہی مائرہ نے احد سے کہا۔ وہ جو مُڑنے ہی والا تھا، صدف کی آواز پر رُک گیا۔

"نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔جہاں ہم ابھی جائیں گے،وہ گھر بھی تمہارا ہے۔اور اگر تم نے کراچی جانے کی زیادہ ضد کی، تو میں عمار کو فون کروں گی۔"اُنہوں نے فوراً کہا۔

احد واپس آکر مائرہ کے قریب بیٹھ گیا۔مائرہ کے لئے یہی بہتر تھا کہ وہ چند روز ہیدرآباد میں گُزارتی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔دن کی روشنی رات کے اندھیرے میں ڈھل رہی تھی۔نارنجی آسمان پر پرندے اپنے گھروں کو لوٹتے دکھائی دے رہے تھے۔وہ گیسٹ روم کے بیڈ پر ٹیک لگائے تنہا بیٹھی تھی،جب نور کمرے میں داخل ہوئی۔اُس نے ہاتھ میں سوپ تھام رکھا تھا،جو اُس نے نرمی سے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"مائرہ،آپ کو یہ پورا ختم کرنا ہو گا۔"اُس نے مائرہ کے قریب بیٹھتے شائستگی سے کہا۔

"پچھلے دو دن سے تم مجھے یہ پلا رہی ہو۔اب مزید نہیں پی سکتی۔"مائرہ نے ہلکی بیزاری سے کہا۔

"میرا کام بس بنا کر دینا تھا۔ آپ سے ختم کروانے کا کام احد بھائی کا ہے۔" نور نے ہلکا سا مسکرا کر کہا، اور اُٹھ کر باہر کی جانب بڑھنے لگی۔

"وہ بہت تنگ کرے گا۔ اُس کو تو رہنے ہی دو۔" مائرہ نے نور کو روکتے کہا۔ اگلے ہی پل کمرے میں احد داخل ہوا۔ وہ مائرہ کا جملہ سُن چکا تھا۔

"کون تنگ کرے گا میری بیوی کو؟" اُس نے داخل ہوتے ہی پوچھا۔

"آپ کی بیوی کا شوہر۔" نور نے مسکراہٹ دباتے کہا، اور وہاں سے نکل گئی۔ احد کو چند لمحے لگے سمجھنے میں، اور جب سمجھ آئی تو ہلکا سا ہنس دیا۔ پھر قدم بیڈ کی جانب بڑھائے۔

"میں تمہیں تنگ کرتا ہوں؟" مائرہ کے قریب بیڈ پر بیٹھتے اُس نے پوچھا۔

"کھانے پینے کے معاملے میں کرتے ہو۔" مائرہ نے اُس کو دیکھتے کہا۔ احد نے سائیڈ ٹیبل سے سوپ اُٹھایا، اور مائرہ کی جانب بڑھایا۔

"تو پھر مجھے موقع ہی نہ دو، کہ میں تمہیں تنگ کر سکوں۔" اُس نے کہا۔ مائرہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی سوپ کو تھام لیا۔

"مائرہ۔" چند لمحے بیت جانے کے بعد احد نے اُس کا نام پکارا۔ "تم اب مجھ سے ناراض نہیں ہو نہ؟"

"تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں ناراض نہیں ہوں؟" مائرہ نے بیزاری سے پوچھا۔ احد پچھلے چند دنوں میں ہزار بار یہ سوال کر چکا تھا۔

"مجھ سے باتیں کرو۔ میں تمہیں سُننا چاہتا ہوں۔" احد نے نرمی سے کہا۔

"احد، میں تم سے باتیں ہی کر رہی ہوں۔" اُس نے سنجیدہ ہو کر جواب دیا۔

"پہلے تم مجھے سب کچھ بتاتی تھی، اب نہیں بتاتی۔" احد نے اپنی خفگی چُھپانے کی کوشش کرتے کہا۔

"پہلے عادت تھی۔ اب عادت نہیں ہے۔"

"پہلے ناراض نہیں تھی۔ اب ناراض ہو۔" احد نے اُس کا جملہ بدل کر دُہرایا۔

"احد... میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ میں تم سے ناراض ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہی رہنا چاہتی ہوں۔" مائرہ نے ایک

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گہری سانس لے کر کہا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں، کہ میرے بغیر تمہارے دو سال کیسے گزرے۔" احد نے سوال کیا، اور کمرے میں ایک طویل خاموشی چھا گئی۔ مائرہ نے پلکیں جھپکائیں، جیسے یادوں کی کسی بھاری کتاب کا ایک ورق آہستہ سے پلٹ رہا ہو۔ اُس نے نظریں چہرے سے ہٹا کر کہیں دور دیوار پر گاڑ دیں۔

"یہ دو سال؟ جیسے صدیوں پہ بھاری دو لمحے ہوں۔ تمہارے ساتھ صدیاں گزارنی آسان ہیں، احد۔ تمہارے بغیر لمحے گزارنا مشکل۔ تمہارے بغیر زندگی چلتی رہی، پر وقت جیسے مٹی میں دھنستا چلا گیا۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"ہر دن اُسی ایک سوال کے ساتھ جاگتی رہی کہ آج بھی تم نہیں آئے؟ راتیں بے صدا ہو گئیں، خواب خالی، اور دل جیسے ایک ویران کمرہ۔" وہ لمحے بھر کو رُکی، اور ایک سانس لی۔

"تم جاننا چاہتے ہو، کہ میرے دو سال کیسے گزرے؟ میرے دو سال ایسے گُزرے، جیسے اذیت کسی دھاگے میں لپٹ کر میری سانسوں سے بندھی رہی ہو، ہر پل، ہر ساعت۔ میں

تمہارے بغیر ٹوٹی نہیں،احد... پر جُڑی بھی نہیں۔ میں زندہ رہی، مگر جینے کا ہُنر بھول گئی۔"احد دم سادھے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں اور سُننے کو بھی تیار ہوں۔"چند لمحے مائرہ خاموش رہی تو احد نے کہا۔

"تمہارے جانے کے بعد میں نے کسی اور سے دوستی کر لی۔"اب کی بار اُس نے ذرہ گرم جوشی سے بتایا۔

"کس سے؟تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"احد نے حیرت سے پوچھا۔

"کیونکہ تمہارے واپس آنے کے بعد میرا اُن سے رابطہ ہی نہیں ہو سکا۔"اُس نے ذرہ خفگی سے کہا۔

"کون ہے وہ؟"

"کتابیں۔"وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"کتابیں؟"

Clubb of Quality Content

"ہاں، کتابیں۔ تمہارے جانے کے بعد جب میرے پاس کچھ نہیں بچا، تو میں نے وہ کتاب پڑھی جو ہم بک فیئر سے خرید کر لائے تھے۔ اُس کے بعد کتابیں میری بہترین دوست بن گئیں۔ جب کوئی سمجھنے والا نہیں ہوتا، تو کتابیں ہوتی ہیں۔" احد نے اُس کو کہتے سُنا۔

"میں نے تمہیں کبھی کتاب پڑھتے نہیں دیکھا۔" احد نے شک کی نگاہ سے مائرہ کو دیکھا۔

"اسی لئے تو کہا کہ تمہارے واپس آنے کے بعد میرا اُن سے رابطہ نہیں ہو سکا۔"

"اوہ... تمہیں میں نے تو نہیں روکا۔ تم اب بھی پڑھا کرو کتابیں۔ کتابیں بہترین دوست ہوتی ہیں، وہ آپ کو بہتر سمجھتی ہیں۔" احد نے نرمی سے کہا۔

"مگر تم مجھے بہترین سمجھتے ہو۔" مائرہ نے اُس کو دیکھتے کہا۔ لمحے بھر کے لئے بھوری اور شہد آنکھیں ٹکرائی تھیں۔

"مطلب اب تم مجھ سے ناراض نہیں ہو؟" احد نے پھر سے تسلی چاہی۔ مائرہ کا دل چاہا کہ وہ اپنا سر دیوار کو دے مارے۔

"میرے پاس ناراض ہونے کی وجہ نہیں ہے، احد۔" اُس نے پھر سے احد کو سمجھانا چاہا۔

اس بار وہ پہلے کی نسبت زیادہ سنجیدہ تھی۔ "تم دو سال غائب رہے، مگر تم واپس آ گئے۔ اگر تم نہ جاتے، تو ہم تمہیں ہمیشہ کے لئے کھو دیتے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم ساری عمر اس گِلٹ کے ساتھ گزارتے کہ امل کو تمہاری وجہ سے مارا گیا، اور تم ہمارے ساتھ رہ کر بھی کھوئے رہتے۔ تم نے جس جواب کے لئے دو سال گزارے، وہ جواب تمہیں مل گیا تو تم ہمیں مل گئے۔" مائرہ نے نرمی سے کہا۔

"ماں نے بھی بالکل یہی الفاظ کہے تھے۔" چند لمحے بعد احد نے مائرہ کو بتایا۔

"کیونکہ ہم دونوں دماغ کا استعمال کرتی ہیں۔" احد ہنس دیا۔

"غلط کرتی ہو دونوں۔" احد نے کہا، مائرہ نے اُس کی جانب دیکھا۔ "ہم دل کے مسافر ہیں، پھر تم دونوں دماغ کا فتویٰ لے کر کیسے مطمئن رہ سکتی ہو؟" اُس نے مائرہ کو دیکھ کر سوال کیا۔

"اب یہ دل والی فلاسفی نہ شروع کر دینا۔" مائرہ نے بیزاری سے کہا۔ اُسے اب بھی احد کی

ساری فلسفانہ باتیں یاد تھیں۔

"میں سنجیدہ ہوں۔ جب قرآن میں بھی صرف دل کا ذکر ہے، تو لوگ دماغ کا نام استعمال کیوں کرتے ہیں؟"

"کیونکہ قرآن نرمی کا درس دیتا ہے۔ دل بھی نرم ہوتا ہے۔"

"تو لوگ دماغ کا استعمال کیوں کرتے ہیں؟" احد نے ایک اور سوال کیا۔

"کیونکہ لوگ نرم نہیں ہوتے۔"

"دل کے مسافر بھی دماغ کی مدد کے بغیر اپنی منزل تک نہیں پہنچ پاتے۔ دل کے راستوں میں جب انسان تنہا ہوتا ہے، تو صرف اندھیرا رہ جاتا ہے، جس میں اُجالا دماغ کرتا ہے۔"

"دماغ کے سفر منزل تک لے جاتے ہیں۔ اور دل کے سفر سمجھاتے ہیں کہ منزلیں ضروری نہیں ہوتیں... لوگ ہوتے ہیں۔" احد نے جواب میں کہا۔

"اور جن کے پاس لوگ نہیں بچتے، وہ منزل تک پہنچنے کے لئے دماغ کا انتخاب کر لیتے

ہیں۔"مائرہ نے احد سے نظریں ملا کر کہا۔اب کی بار احد نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اس کے بعد ہمارے درمیان یہ دو سال حائل نہیں ہوں گے۔اگر تم نے کبھی ذکر کیا، تو میں واقعی ناراض ہو جاؤں گی۔"چند لمحے دونوں کے خاموش رہنے کے بعد مائرہ نے کہا۔ احد نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگایا اور ہنس دیا۔

کمرے سے باہر نکلتے فون احد کے ہاتھ میں تھا۔وہ فون آن کر کے سکرولنگ کرنے لگا۔ اچانک ایک وڈیو پر آ کر اُس کی انگلی تھم گئی،سانس کی روانی تیز ہو گئی۔

اُس کا کیپشن کچھ یوں تھا،"سلطان بیگ نے عدالت میں قتل کا اعتراف کر لیا۔چھ سال پرانے ایک راز سے پردہ اٹھا۔"

اور وڈیو میں موجود صحافی خبر سُنا رہا تھا۔"عدالت میں آج ایک چونکا دینے والا موڑ اُس وقت آیا،جب سلطان بیگ نے جج کے روبرو اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔اُنہوں نے تسلیم کیا کہ چند روز قبل جس نوجوان کو گولی مار کر قتل کیا گیا تھا،وہ اُن ہی کے ہاتھوں مارا گیا۔مگر اصل ہولناکی اُس وقت چھن کر سامنے آئی،جب سلطان بیگ نے اعتراف کیا کہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مقتول کا چھوٹا بھائی بھی چھ سال قبل اُن کی سازش کا شکار بنا۔ اُسے زہر دے کر ہلاک کیا گیا تھا۔"

"عدالت میں خاموشی چھا گئی۔ کچھ لمحوں کے لیے وقت جیسے تھم سا گیا۔ سلطان بیگ نے یہ بھی کہا کہ اب وہ دنیا کو یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ اُن کی بیٹی نے خودکشی نہیں کی تھی، اُسے قتل کیا گیا تھا۔ اُسی قتل کا بدلہ لینے کے لئے اُنہوں نے مصطفیٰ نامی شخص کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ جج نے سلطان بیگ کے ان دل دہلا دینے والے انکشافات پر اُنہیں عمر قید کی سزا سنا دی۔ عدالت کی فضا میں ایک عجیب سنّاٹا گونجنے لگا۔ جیسے انصاف نے دیر سے سہی، مگر بولنا سیکھ لیا ہو۔ اسی لئے کہتے ہیں، کہ آپ کے گناہ کبھی نہ کبھی لوٹ کر ضرور آتے ہیں۔ یہ انصاف چند دن قبل قتل ہونے والے کو نہیں، چھ سال قبل قتل ہونے والے مقتول کو ملا ہے۔" صحافی کچھ اور بھی بول رہا تھا، مگر احد نے فون کا گلا گھونٹ دیا، جس سے آواز آنا بند ہو گئی۔

———⋆·☆·⋆·☆·⋆·☆·⋆———

جیل کے احاطے میں ایک عجب سنّاٹا تھا۔ جیسے دیواریں سانس روک کر انتظار کر رہی ہوں

کہ کوئی صدیوں پرانا حساب چُکتا ہونے کو ہے۔ احد، قدموں میں تھکن لیے، ملاقات والے کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے شیشے کے اُس پار ایک جھریوں بھرا چہرہ، بجھی ہوئی آنکھیں، اور ماضی کی گرد میں لپٹا ہوا سلطان بیگ بیٹھا تھا۔ وہ جو کل تک ایک جاہ و جلال رکھنے والا نام تھا، آج لوہے کی کرسی پر جھکا ہوا ایک خاموش اعتراف بن چکا تھا۔ سامنے بیٹھا شخص اُس سلطان بیگ سے مختلف لگ رہا تھا، جسے احد پچھلے ساڑھے چار سال سے دیکھ رہا تھا۔ اُن کی داڑھی بڑھ چکی تھی۔ بال ایسے ہو رہے تھے، جیسے صدیوں سے کنگھی نہ کی ہو۔ آنکھوں کے نیچے ہلکے واضح تھے۔

احد نے کالر درست کیا، مگر آنکھیں اُس چہرے سے ہٹ نہ سکیں۔

"یہ سب کیوں کیا؟" آواز رکی رکی، مگر سخت تھی۔

"دو جانیں چھین لی آپ نے، اور میرے دو سال۔ آپ نے سب کچھ برباد کر دیا۔" اُس کی آواز بھر آئی تھی۔ وہ لمحے بھر کو رُکا۔ "آپ یہ سب نہ کرتے، تو آج سب ٹھیک ہوتا۔ آپ نے صرف میرے دو سال نہیں چھینے۔ آپ نے میری بہن اور میرا دوست بھی مجھ سے چھین لیا۔ اور اب... اب خود کو ان سلاخوں میں قید کر لیا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سلطان بیگ نے سر اٹھایا۔ لب کانپے، آنکھیں پُر پانی ہو گئیں۔

"تم نے کہا تھا، شروعات خود سے کرو۔" ایک خاموشی آنکھوں سے آنکھوں میں اُتری۔ احد کے ہونٹ ساکت ہو گئے۔

سلطان بیگ نے دونوں ہاتھوں سے سامنے پڑا شیشہ تھاما، جیسے وہ کوئی چہرہ تھام رہے ہوں۔ ماضی کا چہرہ، جو اُن سے نظریں چرا رہا تھا۔

"تم نے ہی کہا تھا، کہ شروعات خود سے کرو۔ امل کو انصاف تب ہی ملے گا، جب مجھے میرے کئے کی سزا ملے گی۔" اُن کی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

"مجھے یاد ہے، کہ میں کیا کہا تھا۔ آپ نے بہت غلطیاں کی ہیں۔ آپ کو سزا ملنی چاہیے۔ مگر یوں اچانک یہ فیصلہ کیسے کیا آپ نے؟" احد کی آواز میں وہ لرزش تھی جو برسوں کی بے یقینی میں پروان چڑھتی ہے۔

سلطان بیگ کی پلکوں سے ایک آنسو لڑھک کر کالر پر گرا۔

"کیونکہ مجھے اب سمجھ آیا ہے، کہ میں نے بہت گناہ کیے ہیں مگر بہت دیر ہو چکی ہے، احد۔"

احد نے ہونٹ بھینچے۔

"میں تمہیں تمہارے دو سال نہیں لوٹا سکتا، احد۔ لیکن کم از کم اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ اپنے جرائم کا بوجھ خود اُٹھاؤں۔" سلطان بیگ نے آہستہ سے کہا۔ "تمہارے دو سال، میری خاموشی نے چھینے۔ وہ ہر دن میرے سینے پر بوجھ بن کر بیٹھا رہا۔ تمہیں لگتا ہے، کہ میں خوش رہا؟ ایسا نہیں تھا احد۔ ہر روز میرا ضمیر مجھے جھنجوڑتا تھا۔" احد کی آنکھیں دھندلانے لگیں، مگر وہ پلکیں نہ جھپک سکا۔

وہ چاہتا ہو کہ یہ چہرہ، یہ لمحہ، یہ اعتراف۔ آج وہ سب کچھ دیکھے، اور سُنے۔

"مگر میری محبت حاوی ہو جاتی تھی۔ میں تم سے وہ محبت کرنے لگا تھا، جس کے تم بچپن سے مستحق تھے۔ میں امل کو کھو چکا تھا، تمہیں کھونے سے ڈرتا تھا۔" وہ لمحے بھر کو رُکے، آواز لرزی۔ "مگر اب میرے پاس کچھ نہیں بچا تھا۔ نہ امل، نہ تم۔ میرے پاس صرف وہ گناہ بچے ہیں، جو میں نے کئے تھے۔"

اُن کی آواز سارے میں گونج رہی تھی۔ اور ایسا لگ رہا تھا، کہ ہر جاندار دم سادھے اُن کو سن

رہا تھا۔

"کیا تم کبھی مجھے معاف کر سکو گے؟"سلطان بیگ کی آواز میں وہ شکست تھی، جو صرف اندر سے ٹوٹا ہوا انسان ہی لاتا ہے۔

احد نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں۔

"میں یہی بتانے آیا تھا، کہ یہ احد آپ کو معاف کر چکا ہے مگر تین سال کا احد کبھی آپ کو معاف نہیں کرے گا۔"وہ اٹھا، کرسی کھسکی، اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا، جب سلطان بیگ کی آواز نے اُسے روکا۔

"تم جانتے ہو، تمہاری پیدائش سے دو ماہ قبل میں نے دوسری شادی کر لی تھی۔"احد نے مُڑ کر اُن کا چہرہ دیکھا۔"میں جانتا ہوں، یہ بات فریدہ نے تمہیں کبھی نہیں بتائی۔"احد سے نظریں ملتے اُنہوں نے کہا۔

"وہ خود بھی اس بات سے انجان تھی۔ میں کبھی گھر آتا، کبھی چلا جاتا، اور مہینوں مُڑ کر نہ دیکھتا۔"وہ وقفے وقفے سے بول رہے تھے، اور احد دم سادھے اُن کو سُن رہا تھا۔

"تمہاری پہلی سالگرہ پر اُس کو علم ہو گیا تھا، کہ میں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اُس کے بعد میرے لئے بھی گھر سے دور رہنا آسان ہو گیا تھا۔ اُس کے سوال بند ہو گئے تھے۔ وہ مجھ سے رابطہ کرتی، تو بھی بس مہینے کے راشن کے لئے۔" اُن کی نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی تھیں۔

"پھر جب تم تین سال کے ہوئے، تو اُس نے تمہارا ایڈمشن سکول میں کروایا۔ اور خود بھی اُسی سکول میں نوکری کرنے لگی۔ چند مہینے گزرنے کے بعد اُس نے مجھے خُلا کے کاغذات بھجوا دیے تھے۔ تب صبا اُمید سے تھی، میں نے بھی بغیر دیر کیے اُن کاغذات پر دستخط کر دیے۔ چند مہینے مجھے تمہاری یاد آئی، مگر پھر امل کے پیدا ہوتے ہی میں تمہیں بھول گیا۔" احد کی نظریں یک سوں اُن پر جمی تھیں۔ وہ اُن سے نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔ یہ پہلا سوال تھا، جس نے احد کو سلطان بیگ کے در پر جانے کے لئے مجبور کیا تھا۔ آج اُس کو اپنے برسوں پرانے سوالوں کے جواب بھی مل رہے تھے۔

"تب تم اٹھارہ، اُنیس برس کے ہو گے، جب میں نے تمہیں فریدہ کے ساتھ کسی مال میں دیکھا تھا۔ اور مجھے لگا کہ تم کبھی نہ کبھی میری زندگی میں آنے کی کوشش کرو گے۔ اس

لئے میں تم پر نظر رکھنے لگا۔ میں نہیں چاہتا تھا، کہ تم کبھی میرے گھر، یا میرے سامنے آؤ۔"
اُن کی نظریں اپنے پاؤں پر جمی تھیں۔

"اور پھر میں اچانک آپ کی زندگی میں آ گیا۔" اُن کے خاموش ہونے کے بعد احد نے کہا۔

"پھر تم اچانک میری زندگی میں آ گئے۔" اُنہوں نے احد کا جملہ دُہرایا۔

"میرا آپ سے وعدہ رہا، کہ اس کے بعد نہیں آؤں گا۔" اتنا کہہ کر وہ جانے کے لئے مُڑ گیا۔
سلطان بیگ کی آواز نے ایک بار پھر اُس کے قدم جمائے تھے۔

"تم نے آج تک مجھے بابا نہیں کہا۔ کیا تم ایک بار مجھے بابا کہہ کر پکار سکتے ہو؟" اُنہوں نے اُمید سے پوچھا۔ اُن کی نظریں احد کی کمر پر جمی تھیں۔ احد رُکا، لیکن نہیں مُڑا۔ بہت سی نمی اپنے اندر اُتاری اور بغیر جواب دیے وہاں سے چلا گیا۔

سلطان بیگ کی آنکھ سے ایک آنسو بہا، جسے اُنہوں نے اپنی ہتھیلی سے پونچھا۔ پھر اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھا۔ اُن کے پاس کچھ نہیں بچا تھا، سوائے اُن گناہوں کے، جو اُنہوں نے اپنے

لئے کمائے تھے۔ شاید وہ دو سال پہلے احد کو سچ بتا دیتے، تو بھی آج اتنا کچھ نہ کھونا پڑتا۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

دوپہر کی دھوپ خاموشی سے زمین پر گر رہی تھی، جیسے سنہری دھاگے چھت سے ٹپک رہے ہوں۔ درختوں کی شاخیں ہلکی ہلکی ہوا میں سرسرائی کر رہی تھیں، اور اُن کی ٹھنڈی چھاؤں میں ایک مٹی کی خوشبو چھائی ہوئی تھی، جو یادوں کو جگانے کی خاموش کوشش کر رہی تھی۔ دور کہیں بچوں کی ہنسی مدھم پڑ رہی تھی، جیسے کوئی دور کا ساز بج رہا ہو۔

مائرہ خاموشی سے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ جب احد خاموشی سے کمرے میں داخل ہوا، اور اُس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

"تم تیار ہو؟" اُس نے مائرہ کو دیکھتے پوچھا۔ ایک ہفتہ عمار صاحب کے گھر رہنے کے بعد، آج وہ لوگ واپس کراچی جا رہے تھے۔

"جی۔" مائرہ نے مختصر جواب دیا۔

"مائرہ، ہم یہاں سے جا کر ایک نئی زندگی شروع کریں گے۔" اُس نے مائرہ کو دیکھتے بات کا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آغاز کیا۔ "جہاں کوئی سلطان بیگ یا مصطفیٰ کمال نہیں ہوں گے۔" اُس کی نظریں فرش پر جمی تھیں۔

"جہاں صرف میں، تم اور امی ہوں گے۔" مائرہ نے نرمی سے کہا۔

"ہاں، وہاں صرف ہم ہوں گے۔ میں نے ہمارا پرانا گھر پہلے جیسا کروادیا ہے۔ ہمارا سارا سامان ہمارے گھر میں شفٹ ہو گیا ہے۔ اب ہم وہیں جائیں گے۔" احد نے بتایا۔

"اور تمہارا گھر اور بزنس؟" مائرہ نے پوچھا، اُس کی نظریں احد پر جمی تھیں۔ احد نے بھی سر اُٹھا کر اُس کو دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے دونوں کی آنکھیں ٹکرائیں۔

"وہ سب سلطان بیگ کا تھا۔ میں نے وہ سب اُن کی بیوی کو لوٹا دیا ہے۔"

"مگر بزنس تمہاری محنت تھا۔" مائرہ نے پیشمانی سے کہا۔ احد کی فیصلے سے اُس کو حیرت ہوئی تھی۔

"وہ ایک جھوٹا نام تھا، مائرہ۔ اگر ہمیں نئی زندگی شروع کرنی ہے، تو ہمیں یہ کرنا ہو گا۔ میں کسی پرانی یاد کو لے کر آگے نہیں بڑھنا چاہتا۔ ہم دونوں مل کر تمہارا ریسٹورنٹ چلائیں

گے۔"احد نے نرمی سے مائرہ کا ہاتھ تھامتے کہا۔مائرہ نے اُس کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھا اور مسکرا دی۔

"مگر تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہو گا، کہ تم کسی پچھتاوے کو اپنے ساتھ لے کر آگے نہیں بڑھو گے۔"مائرہ نے نرمی سے احد کو دیکھتے کہا۔احد نے مائرہ کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھتے وعدہ کیا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں، کہ اب میں کسی پچھتاوے کو لے کر آگے نہیں بڑھوں گا۔"وہ لمحے بھر کو رُکا۔ذہن کو اکٹھا بہت سی سوچوں نے جکڑا تھا۔"میں نے پچھلے تین سال پچھتاوے میں گزاریں ہیں،مائرہ۔مجھ سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا، کہ پچھتاوا صرف پچھتاوا نہیں رہتا۔یہ انسان کو کھا جاتا ہے۔یہ روگ بن جاتا ہے۔میں نے تین سال اس روگ کو اپنے اندر جگہ دی ہے۔"وہ مدھم آواز میں بول رہا تھا۔

"اب میں سوچتا ہوں، کہ میں کتنا غلط تھا۔چاہے مصطفیٰ نے امل کو میری وجہ سے ہی مارا ہوتا۔مگر میں یہ کیوں بھول گیا کہ اُس کی زندگی تو اللہ کے ہاتھ میں تھی؟ جو خدا تمہیں زندگی دے سکتا ہے،وہ امل کو بھی بچا سکتا تھا۔"وہ وقفے وقفے سے بول رہا تھا۔"مگر امل

کی زندگی ہی اتنی لکھی تھی۔"

"جب تک ہماری سانسیں چل رہی ہیں، تب تک تو توبہ کے دروازے کُھلے ہیں۔ اگر ہم سے کوئی بھول ہو بھی جائے، تو ہمیں چاہیے کہ پچھتاوے کو اپنے اندر روگ بنا کر نہ پالیں۔ بلکہ اُس پچھتاوے کو اللہ کے حضور سر جُھکا کر بہا دیں۔ اللہ سے مدد مانگیں، اُس سے معافی مانگیں۔ اور جب خدا معاف کر سکتا ہے، تو پچھتانے کا کیا فائدہ؟" اُس نے مائرہ کو دیکھتے سوال کیا۔ وہ خاموشی سے بس اُس کو سُن رہی تھی۔

"اصلی پچھتاوا تو اُن کو ہو رہا ہو گا، جو اس دنیا سے جا چکے ہیں۔" وہ خاموش ہوا، تو سارے میں خاموشی چھا گئی۔

(کاش کہ موت میرا کام تمام کر چکی ہوتی۔

کاش میں مٹی ہوتا۔

کاش میں اپنے پرودگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔

کاش میں نے اگلی زندگی کے کئے کچھ بچا رکھا ہوتا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کاش میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔

کاش ہم پھر دنیا میں لوٹا دیے جائیں۔

کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

کاش ہم اللہ کی فرمانبرداری کرتے،اور رسول اللہ ﷺ کا حکم مانتے۔)

"میں تمہیں ہمیشہ سمجھاتا تھا، کہ مایوسی کفر ہے۔ مگر میں خود یہ بھول گیا کہ پچھتاوے کو روگ بنانا بھی کفر ہے۔ پچھتاوے کو روگ بنانے کا مطلب ہے، کہ ہم اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں،اور مایوسی کُفر ہے۔"

"پچھتاوا انسان کو خدا کے قریب بھی کرتا ہے،احد۔اسے یوں کفر کہنا غلط ہے۔"مائرہ نے فوراً احد کو ٹوکتے کہا۔

"پچھتانے میں،اور پچھتاوے کو اپنا روگ بنانے میں فرق ہے،مائرہ۔بالکل، پچھتاوا تو توبہ کی پہلی سیڑھی بھی ہو سکتا ہے، مگر پچھتاوے کا روگ انسان کو خُدا کے مقابل کھڑا کر سکتا ہے۔ یہ مان لینا کہ جو ہوا، میری وجہ سے ہوا۔اور یہ بھول جانا کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں

ہے،اور اُس کی رحمت میرے گناہوں سے بہت بڑی ہے۔"وہ اب بھی یونہی مائرہ کے ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔مائرہ اب اُس کی بات سمجھ رہی تھی۔

"میں نے زندگی میں یہ سیکھا ہے مائرہ کہ پچھتاوا انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔نہ اس جہان کا، نہ اُس جہان کا۔ہاں میں مانتا ہوں، کہ ایک وقت پر ہر انسان کو پچھتاوا ہوتا ہے۔مگر اُس پچھتاوے کو اللہ کے سامنے سر جُھکا کر بہایا جاسکتا ہے۔ہم تو دل کے مسافر ہیں۔اگر اس دل کو پچھتاوے سے بھر لیں گے، تو منزل تک کیسے پہنچیں گے؟"شہد آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی تھیں،اور بھوری آنکھیں بس اُن کو دیکھے جارہی تھیں۔خاموشی سے اُن کے الفاظ اپنے ذریعے دل میں اُتار رہی تھیں۔

"سلطان بیگ سے ملنے کے بعد مجھے پچھتاوا ہوا تھا، کہ میں نے دو سال تم سے اور ماں سے دور کیوں گزارے۔مگر میرا یہ پچھتاوا ختم ہو چکا ہے۔"اُس نے نرمی سے مائرہ کی آنکھوں سے آنکھیں ملائیں۔"تم اور ماں ٹھیک کہہ رہی تھی۔شاید میں تب یہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ میرے پچھتانے سے کوئی حل نہیں نکلے گا۔اور میں گھر سے نہ جاتا تو اپنے اندر ہی کہیں کھو جاتا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مائرہ بھی اُس سے کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر تبھی کمرے میں ماہ رُخ داخل ہوتی دکھائی دی۔ احد کو مائرہ کا ہاتھ تھامتے دیکھ کر وہ فوراً مُڑ گئی۔

"سوری غلط وقت پر آ گئی۔" اُس نے دانت سے ہونٹ کو کاٹتے کہا۔ احد نے مائرہ کا ہاتھ چھوڑا، اور سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"آپ یہاں؟" مائرہ نے اُس کو دیکھتے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے ہاشم نے بتایا کہ آج آپ واپس جا رہی ہیں۔ میں نے سوچا کہ اس سے پہلے ہی آپ کی عیادت کے لئے آجاؤں۔" ماہ رُخ نے وضاحت دی، اور آگے بڑھ کر پھولوں کا گلدستہ مائرہ کی جانب بڑھایا جسے اُس نے مسکرا کر تھام لیا۔

"آپ کا بہت شکریہ۔" مائرہ نے مسکرا کر کہا۔ "لاؤنج میں چل کر بیٹھیں؟" اُس نے ماہ رُخ کو دیکھتے پوچھا، اور بیڈ سے اُٹھ کر نرم قدم بھرتی لاؤنج کی جانب بڑھنے لگی۔ ماہ رُخ بھی اُس کے ساتھ ہی آ گئی۔

وہ لاؤنج میں پہنچی تو سب وہاں پہلے سے موجود تھے۔ مائرہ کو آتا دیکھ ہاشم اُٹھ کھڑا ہوا، تاکہ

مائرہ کو بیٹھنے کی جگہ دے سکے۔ پھر نظر اُس کے ساتھ آتی لڑکی پر پڑی۔ جس کی نظریں آج بھی ہاشم پر ہی جمی تھیں۔ چند لمحے کے لئے بھوری اور ہیزل آنکھیں ٹکرائیں، پھر ہاشم آنکھیں چُراتا ایک سائیڈ ہو گیا۔

"مائرہ کیسی ہیں آپ؟" حمنہ بھی مائرہ کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔ اُس سے سلام لیا، اور حال دریافت کیا۔

"اب بہت بہتر ہوں، آپ کیسی ہیں؟" اب وہ سنگل صوفے پر بیٹھ چکی تھی، جہاں چند لمحے قبل ہاشم بیٹھا تھا۔

"میں بھی ٹھیک۔" اُس نے بھی واپس بیٹھتے مسکرا کر جواب دیا۔

پھر چند منٹ وہ آپس میں باتیں کرتی رہیں، اور قریب کھڑی ماہ رُخ کی نظریں اطراف میں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

"احد بھائی، آپ کیسے ہیں؟" کمرے میں داخل ہوتے ہاشم نے پوچھا۔ احد جو ابھی تک بیڈ پر بیٹھا تھا، سر اُٹھا کر ہاشم کو دیکھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" احد نے مسکرا کر جواب دیا۔ہاشم آ کر اُس کے قریب بیٹھ گیا۔

"مجھے افسوس ہے اُس سب کا، جو آپ کے ساتھ ہوا۔" ہاشم نے مدھم آواز میں کہا۔اُسے پچھلے دو ہفتے میں آج پہلی بار احد سے بات کرنے کا موقع ملا تھا۔

"وہ سب گزر گیا ہے،ہاشم۔اب سب اچھا ہو رہا ہے۔" احد کے چہرے پر مسکراہٹ برقرار تھی۔

"ماضی کے غم اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔وہ کبھی مٹتے نہیں ہیں۔یہ غم اُس قلم کی طرح ہوتے ہیں، جس کی سیاہی کو مٹا دیا جائے، پھر بھی اپنا اثر چھوڑ جاتی ہے۔" اُس کی نظریں فرش پر جمی تھیں۔

"پر مجھے لگتا ہے، کہ ماضی کے غم شرٹ پر لگے داغ کی طرح ہوتے ہیں۔جو وقت کے ساتھ مٹ جاتے ہیں۔" احد نے بھی روانی سے جواب دیا۔

"شاید آپ ٹھیک ہوں،اور میں غلط۔میں بس اتنا کہنا چاہتا تھا کہ مستقبل میں کبھی بھی آپ کو میری ضرورت ہو، تو آپ بغیر سوچے مجھے کہیں گے۔" احد نے سر اُٹھا کر اپنے ساتھ بیٹھے

Clubb of Quality Content

لڑکے کو دیکھا۔ اگر آج احد کی زندگی میں سب ٹھیک تھا، تو کہیں نہ کہیں کمال ہاشم کا بھی تھا۔

"تم بے فکر رہو۔ تم ہمیشہ میرے چھوٹے بھائی رہو گے۔" احد نے نرمی سے ہاشم کا کندھا تھپکتے کہا، اور دونوں مسکرا دیے۔

آدھے گھنٹے بعد مائرہ، احد اور فریدہ بیگم اپنے گھر کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ اپنی نئی زندگی شروع کرنے کے لئے۔ لاؤنج میں بیٹھی ماہ رُخ اور حمنہ اب بھی موجود تھیں۔ چند لمحے بیت جانے کے بعد حمنہ نے صدف کو دیکھتے نرمی سے اجازت چاہی، اور اُٹھ کر اُن سے ملنے لگی۔ ماہ رُخ بھی اُس کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔ وہ نور اور صدف سے ملی، پھر لاؤنج سے نکل آئی۔

گیٹ کے قریب اُس کو ہاشم کھڑا دکھائی دیا۔ ہاشم بھی اُسی کو دیکھ رہا تھا۔ ایک بار پھر دونوں کی نظریں ٹکرائیں، اور اس بار ہاشم نظریں ہٹا نہیں سکا۔ اس بار نظریں چُرانے والی

ماہ رُخ تھی۔

ہاشم گیٹ پر کھڑا اُن کی گاڑی کو دور جاتے دیکھتا رہا۔ سب اپنی منزلوں کو روانہ ہو چکے تھے۔ وہ وہیں کھڑا تھا، جب نور اُس کے قریب آ کر کھڑی ہوئی۔

"کیا دیکھ رہے ہو، سرگم کے بادشاہ؟" اُس نے بازو ہاشم کے کندھے پر رکھتے پوچھا۔ "چلی گئی ہے، ماہ رُخ۔" اُس نے شرارتی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھتے کہا۔ ہاشم جھٹکے سے پیچھے ہوا، کندھے سے نور کا بازو ہٹایا، اور طیش بھری نظروں سے اُس کو دیکھنے لگا۔

"میں نے تو بس بتایا ہی ہے۔" نور نے سادگی سے کندھے اچکائے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، جیسا تم سمجھ رہی ہو۔"

"میں جو بھی سمجھ رہی ہوں، ٹھیک سمجھ رہی ہوں۔ مگر اس وقت میں تم سے بحث کرنے نہیں آئی۔" نور نے بیزاری سے کہا، اور اپنی بات جاری رکھی۔ "میں یہ بتانے آئی ہوں، کہ اگلے ہفتے سے پیپر شروع ہو رہے ہیں، میں جا کر پڑھنے لگی ہوں، خاموشی سے آجاؤ۔" اتنا کہہ کر وہ مُڑ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس کے جاتے ہی ہاشم بھی اُس کے پیچھے لپکا۔ اُسے ابھی سارا سلیبس کلیئر کرنا تھا۔ اُس نے پچھلے دو ہفتے سے کچھ نہیں پڑھا تھا۔ اگلا ایک ہفتہ اُسے بہت محنت کرنی تھی۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

ہلکی ہلکی بوندیں خاموشی سے زمین سے ٹکرا رہی تھیں۔ فضاء میں نمی کی خوشبو گھل رہی تھی، جو مٹی کی خوشبو کے ساتھ مل کر دل کو سکون دے رہی تھی۔ درختوں کی ٹہنیاں بوندا باندی کی نرمی میں جھوم رہی تھیں، ہر پتا جیسے چھوٹے موتی کی طرح چمک رہا تھا۔

وہ خاموشی سے کھڑکی کے قریب کھڑا اُن بوندوں کا دیکھ رہا تھا۔ جیب میں پڑا فون تھرتھرایا تو اُس نے نکال کر دیکھا۔ سامنے ماہ رُخ کا نام جگمگا رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہیں؟"

ہاشم نے جواب دینے کی بجائے اُس کے نمبر پر فون ملایا۔

"کھڑکی کے قریب کھڑا ہوں۔ آپ کیا کر رہی ہیں؟" ماہ رُخ کے فون اُٹھاتے ہی اُس نے بتایا۔

"میں..." وہ لمحے بھر کو رُکی۔ "میں بس بیٹھی آپ سے بات کر رہی ہوں۔"

"انکل آنٹی بھی ٹھیک ہیں؟" اُس نے پوچھا۔ ماہ رُخ آج ہی واپس کراچی گئی تھی۔

"جی ٹھیک ہیں۔" وہ مدھم سا بولی۔

"آپ تھوڑی کنفیوزڈ لگ رہی ہیں۔ سب خیریت؟" ہاشم اُس کی اُلجھن کو بھانپ چکا تھا۔

ماہ رُخ کے ہاتھ میں پکڑا فون ہلکی سی لرزش کے ساتھ کان سے لگا ہوا تھا۔ اس کے گلے میں جیسے کوئی اٹکا ہوا لفظ پھنس گیا ہو۔

"مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔" اس کی آواز ہلکی، دھیمی اور ذرا سی بھاری تھی۔

"میں سُن رہا ہوں۔" ہاشم کی سانس کان میں گونجی۔

"کچھ نہیں۔" وہ ساتھ ہی ارادہ بدل چکی تھی۔ آنکھیں نیچے جھک آئیں۔ فون کندھے میں پھنسایا اور ہاتھ کی انگلیاں بے چینی سے ایک دوسرے کو مروڑنے لگیں۔

"ماہ رُخ...." وہ بے چین ہو کر بولا۔ "اگر کچھ تنگ کر رہا ہے، تو مجھ سے شئیر کر سکتی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہیں۔"

"آپ جج تو نہیں کریں گے؟"اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا، جیسے ہر لفظ دل کی گہرائی سے کھینچ کر نکال رہی ہو۔

ہاشم نے گہری سانس لی اور آنکھیں موند لیں۔"پہلے کبھی کیا ہے؟"

"شاید کیا ہو مگر بتایا نہ ہو۔"اس کی نظریں اپنے ناخنوں پر جمی تھیں، مگر پلکوں کی جنبش بتا رہی تھی کہ ذہن کہیں اور ہے۔

ہاشم کچھ بولنے ہی والا تھا کہ لاؤنج سے نور کی آواز آئی،"پڑھنا ہے یا میں چلی جاؤں؟"

"ماہ رُخ، مجھے پڑھائی بھی کرنی ہے۔ آپ جلدی سے بتا دیں، زیادہ اُلجھائیں نہیں۔"

ماہ رُخ نے آنکھیں بند کیں، جیسے ایک طویل اور گہری سانس کے ساتھ ہمت سمیٹ رہی ہو۔ اس کے گلے کی ہڈی کے نیچے ہلکی سی جنبش تھی، دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی۔

"آپ کو بتایا تھا نا میں نے، کہ میں ایک لڑکے کو پسند کرتی ہوں۔"اب وہ فون دوبارہ سے ہاتھ میں تھام چکی تھی۔

"جی مجھے یاد ہے۔"ہاشم کی نظریں ابھی بھی کھڑکی کے باہر ہوتی بوندا باندی پر جمی تھیں۔ بارش کی بوا اس کے لفظوں کے بیچ خاموشی بن کر بہہ رہی تھی۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ اُسے بتا دوں۔"

"شاید وہ پہلے سے جانتا ہو۔"

"مگر میں خود اُسے ایک بار بتانا چاہتی ہوں۔"

ہاشم چند لمحے کے لیے خاموش ہو گیا، جیسے الفاظ چُن رہا ہو۔

"ایک دوست کی حیثیت سے مشورہ دوں تو مانیں گی؟"

"بغیر سوچے..."وہ فوراً بولی، مگر آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔

"آپ اُسے نہ بتائیں۔"

ماہ رُخ کے کانوں میں جیسے ایک دھماکہ سا ہوا۔ وہ ساکت ہو گئی۔ ہاتھ کی گرفت فون پر مضبوط ہو گئی، اور پاؤں بے اختیار فرش پر جنبش کرنے لگے۔

Clubb of Quality Content

"کیوں؟"اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ جس محبت کا اعتراف لڑکی کرتی ہے،وہ زیادہ نہیں چل سکتی۔اگر آپ کو ذرا سی بھی اُمید ہے کہ وہ خود سے آپ کو یہ سب کہے گا تو اُس کا انتظار کریں۔ ورنہ..."وہ رُک گیا۔

"ورنہ؟"

"ورنہ کوشش کریں کہ اُس کو اپنے دل و دماغ سے نکال دیں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔"اس کی آواز بھاری ہو چکی تھی۔

"اور اُس کا خود سے محبت کا اعتراف کرنا؟"

"شاید یہ بھی۔"ماہ رُخ کی آواز جیسے کسی کنویں سے آ رہی ہو۔دور،مدھم اور بوجھل۔

"تو اب آپ کیا کریں گی؟"

"انتظار۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کب تک؟"

"جب تک وہ کرنے کو کہے گا۔"

آواز اتنی آہستہ نکلی کہ وہ خود بھی نہ سُن سکی۔ دل کی آواز دل میں ہی قید ہو کر رہ گئی۔

"ماہ رُخ؟" اُس نے پکارا۔

ماہ رُخ نے پھر کچھ کہنا چاہا لیکن ہونٹ تھوڑے سے کھلے رہ گئے، کوئی لفظ نہ نکلا۔ اس کی پلکیں ہلکی سی نم ہوئیں، سانس بھاری ہو گئی۔

"ہیلو... آواز آ رہی ہے؟" اُس کی آواز میں بے چینی واضح تھی۔

ماہ رُخ کے ہونٹ کانپے، آنکھیں ایک لمحے کو بند ہوئیں۔ انگلی نے فون کی اسکرین کو چھوا، اور لمحے بھر بعد خاموشی نے سب کچھ نگل لیا۔

اس کا دل دھڑکنے کے بعد جیسے ایک پل کے لیے رک سا گیا۔

خاموشی کمرے میں جم گئی۔ وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ وہ بات جو اتنے عرصے سے اس کے دل کے

Clubb of Quality Content

سب سے گہرے خانے میں ایک قیمتی خزانے کی طرح چھپی تھی، آج بھی باہر آتے آتے وہیں رہ گئی۔ خاموش، بے آواز، مگر دھڑکن کے ساتھ جیتی جاگتی۔ اُس نے اُسے اپنے اندر دفن کر دیا، شاید کسی ایسے دن کے انتظار میں جب لفظ خود بخود ہونٹوں تک آجائیں... یا پھر شاید ہمیشہ کے لیے، وقت کی ریت میں گم ہو جانے کے لیے۔

فون میز پر رکھ کر وہ کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ باہر آسمان مکمل اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، اور دور کہیں کوئی تنہا ستارہ ٹمٹما رہا تھا۔ جیسے وہ بھی کسی سے کچھ کہنا چاہتا ہو مگر خاموش رہنے پر مجبور ہو۔

اس نے آہستہ سے آنکھیں بند کیں، اور ایک طویل سانس لی۔ کمرے میں خاموشی تھی، مگر دل میں ایک ہلکی سی گونج باقی تھی۔ یہ اختتام بھی تھا... اور ایک نہ ختم ہونے والی کہانی کی شروعات بھی۔

پھر وہ آہستہ سے کھڑکی سے ہٹ گئی، جیسے کسی نے اسے بلایا ہو۔ لائٹ بند کی، اور کمرہ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ باہر رات کا پہر گہرا ہو رہا تھا، مگر کہیں دل کے اندر ایک ننھا سا چراغ جلتا رہا۔ خاموش، بے آواز، اور شاید ہمیشہ کے لیے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تین سال بعد:

ریسٹورنٹ میں معمول کی گہما گہمی تھی۔ وہ کاؤنٹر کے قریب کھڑا تھا۔ نظریں اطراف میں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں، جو جلد ہی اُسے دِکھ گیا۔

وہ زیان تھا، اُس کا بیٹا۔

مائرہ اُس کے پیچھے چل رہی تھی، مگر وہ اُس کے ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ وہ فریدہ بیگم کے ساتھ گھر میں ہی رہتا تھا، مگر کبھی ضد کر کے مائرہ اور احد کے ساتھ چلا آتا۔ جب وہ ساتھ آتا، تو مائرہ کا پورا دن اُس کے ساتھ ہی گزر جاتا۔ آج کا دن بھی ایسا ہی تھا۔

"زیان، رُکو۔" مائرہ نے آواز لگائی، مگر وہ دوڑتا جا رہا تھا۔

"زیان۔" احد نے آواز لگائی، زیان رُکا اور آس پاس نظریں دوڑا کر احد کو ڈھونڈنا چاہا۔ پھر اُس کی نظر کاؤنٹر کے قریب کھڑے احد پر پڑی۔ وہ دوڑتا اُس کی جانب بڑھا۔

"بابا۔" اُس نے پوری قوت سے کہا۔ احد گُھٹنوں کے بل بازو پھیلا کر بیٹھا تھا۔ زیان بھاگتا

گیا،اور اُس کے گلے لگ گیا۔احد نے اُس کا گال چوما،اور اُس کو تھامتا کھڑا ہو گیا۔

"ماما کو کیوں تنگ کرتے ہو؟"احد نے اُس کو دیکھتے نرمی سے پوچھا۔مگر دو سالہ زیان اُس کی بات سمجھنے سے قاصر تھا۔

"ماما۔"مائرہ قریب پہنچی،تو زیان نے اُس کو آواز لگائی۔اور دونوں بازو پھیلا کر اُس کی جانب جُھک گیا۔مائرہ نے اُسے اُٹھایا،اور کمر پر نرمی سے تھپڑ مارا۔"بہت تنگ کرتے ہو تم۔آج تمہارا آخری دن ہے یہاں۔اس کے بعد تم دادو کے پاس ہی رہا کرو گے۔"

"مائرہ،تم ہمیشہ یہی کہتی ہو۔"احد نے ہلکا سا مسکرا کر یاد کروایا۔مائرہ بھی ہنس دی۔

"تم بھی تو دیکھو،یہ کتنا تنگ کرتا ہے۔"مائرہ نے پُھولی سانس کے ساتھ کہا۔

"بچہ ہے ابھی۔تنگ تو کرے گا ہی۔"احد نے کہا،اور ہاتھ آگے بڑھائے۔زیان فوراً اُس کی جانب آ گیا۔

"تم دوسرے ریسٹورنٹ پر گئے تھے کل؟"مائرہ نے احد کو دیکھتے سوال کیا۔

"ہاں،اُس کا رینوویشن کا کام ٹھیک چل رہا ہے۔"احد نے سنجیدگی سے بتایا۔اُنہوں نے پچھلے

مہینے ہی ایک نیا ریسٹورنٹ بھی خریدا تھا۔ زیان نے نیچے اُترنے کی ضد کی تو احد نے اُسے اُتار دیا۔ وہ دوبارہ سے بھاگتا بھیڑ میں غائب ہو گیا۔

"یہ زیان پھر سے غائب ہو گیا۔" مائرہ نے بیزاری سے کہا۔

"اچھا تم یہیں رُکو، میں ڈھونڈ کر لاتا ہوں۔" مائرہ جانے لگی، تو احد نے اُسے روک دیا۔ پھر خود زیان کو ڈھونڈنے کے لئے چل پڑا۔

اُسے وہ چند ٹیبل چھوڑ کر ایک ٹیبل پر کسی داڑھی والے بزرگ ساتھ بیٹھا دکھائی دیا۔ وہ ماتھے کو چھوتا اُس جانب بڑھا، اور زیان کو وہاں سے اُٹھایا۔

"سوری۔ یہ آپ کو ڈسٹرب کر رہا تھا۔" اُس نے معذرت خواہ انداز میں کہا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ یہ بچہ تو بہت پیارا ہے۔" سامنے بیٹھے بزرگ نے نرمی سے کہا۔ احد بھی مسکرا دیا۔ "نام کیا ہے اس کا؟" اُنہوں نے مزید پوچھا۔

"محمد زیان..." احد نے بتایا۔

"ماشاءاللہ، بہت پیارا نام ہے۔ اور آپ کا نام کیا ہے؟" بزرگ نے مزید پوچھا۔

"احد۔"اُس نے اپنا نام بتایا۔

"عبدالاحد؟"اُنہوں نے پھر سے پوچھا۔

"نہیں،صرف احد۔"

"بیٹا،کیا تم جانتے ہو کہ 'احد' کس کا نام ہے؟"

"جی۔اللہ تعالیٰ کا؟"بزرگ نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"بالکل۔اور یہ ایسا نام ہے جس میں اللہ کی وہ یکتائی اور انفرادیت بیان ہوتی ہے جو کسی اور کے حصے میں نہیں آتی۔'قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ'یعنی وہ اللہ ایک ہے،یکتا ہے،بے مثال ہے۔"
احد نے خاموشی سے سر جھکا دیا۔

"اس لیے ایسے اسماء،جو صرف اللہ کے لیے خاص ہیں،انسانوں کو نہیں دیے جا سکتے۔احد، صمد،رحمان،جبار۔یہ سب صفات اُس ذات کے لیے مخصوص ہیں،جو نہ پیدا ہوا،نہ پیدا کیا گیا،اور جس کا کوئی شریک نہیں۔"بزرگ کی آواز میں وہی ٹھہراؤ تھا،جو کسی طویل عبادت سے آتا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اگر تم چاہتے ہو کہ تم اُس یکتائی کے دروازے پر سجدہ گزار ہو، تو خود کو 'عبد الاحد' بناؤ۔ یعنی احد کا بندہ۔ عبد الاحد، جو اللہ کی یکتائی کا اقرار اپنے نام سے بھی کرتا ہے۔" احد کی نظریں بزرگ کی آنکھوں میں تھیں۔

"کاغذات میں شاید عبد الاحد ہی لکھا ہے۔ مگر شروع سے سب احد ہی کہتے ہیں۔" احد نے بتایا۔ اس وقت وہ زیان کو ہاتھوں میں تھامے کھڑا تھا۔

"تو تم آج سے ہی سب کی درستگی کرو۔ اُن کو بتاؤ کہ احد تو بس ایک ہی ہے۔ میں تو احد کا بندہ ہوں۔" بزرگ نے نرمی سے کہا، اور احد وہاں سے ہٹ کر واپس کاؤنٹر پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

"احد۔" مائرہ نے اُس کو پکارا۔ اُس نے سر اُٹھا کر مائرہ کو دیکھا۔

"عبد الاحد۔" اُس نے درستگی کی۔ "تم مجھے عبد الاحد کہہ کر پکارا کرو۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔ مائرہ بھی مسکرا دی۔

"تبدیلی کی کوئی خاص وجہ؟" اُس نے پوچھا۔

"مائرہ، احد تو بس ایک ہی ہے۔ میں تو احد کا بندہ ہوں۔" اُس نے بزرگ کا بتایا گیا جملہ

دُہرایا۔مائرہ نے ہلکا سا سر ہلا دیا، جیسے اُس کی بات سمجھ گئی ہو۔

———★·☆·★·☆·★·☆·★———

رات کے اس پہر، سب کچھ تھم سا گیا تھا۔وہ چھت پر کھڑا خاموشی سے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ ہوا میں نمی تھی، جیسے وقت نے کسی یاد کو چھو کر آہ بھری ہو۔

مائرہ اُس کے پیچھے آ کر رکی۔ کچھ بولی نہیں۔ بس اُسے دیکھتی رہی۔

"زیان سو گیا؟" اُس نے بغیر مُڑے پوچھا۔

چاندنی مائرہ کے بالوں پر بکھری تھی۔

"آج امی کے پاس سویا ہے۔"

"مائرہ تم سے ایک سوال کروں؟" اُس کی نظریں اب بھی آسمان پر جمی تھیں۔

"پوچھو۔" مائرہ نے اُس کے برابر کھڑے ہوتے پوچھا۔

"کبھی دل تھکا ہے؟" اُس آواز شبنم کی بوند جیسی نرمی لیے ہوئے تھی۔ مائرہ نے پلکیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جھپکائیں، جیسے دل نے آنکھوں کے راستے بات سنی ہو۔

"جب کوئی مسافر رُکے بغیر چلے، تو تھکن اُس کے پیچھے چلتی ہے۔ رکے، تو تھکن گلے لگاتی ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"اور میں... میں تو صرف دل کا مسافر تھا، مائرہ۔ منزلیں بدلیں، راستے بدلے، لوگ بدلے... مگر دل نہیں بدلا۔" مائرہ نے نظریں ہٹا کر اُسے دیکھا۔

"پھر دل کے مسافر نے خود دل سے کیوں فاصلہ رکھا تھا؟"

ایک لمبی خاموشی۔

"کیونکہ جس دل میں تم تھیں، اُس سے نظریں ملانے کی ہمت نہ تھی۔"

مائرہ کی پلکوں پر نمی اُتر آئی، جیسے رات چپ چاپ رو دی ہو۔ مگر مسکراہٹ نے اُسے سہارا دے دیا۔ اُس کا ہاتھ بے ساختہ گلے میں موجود لاکٹ پر جا رُکا۔

"اور اب؟" اُس نے آسمان کی طرف دیکھا، پھر اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اب اگر تم کہو تو سفر یہیں تھم جائے؟"مائرہ نے ایک گہری سانس لی۔

"دل کے مسافر کو اگر دل مل جائے تو پھر وہ رُکنے کا نہیں،رہنے کا ہنر سیکھ لیتا ہے۔مجھے یاد ہے،ایک بار تم نے کہا تھا کہ دل کے مسافر منزلوں کا انتظار نہیں کرتے،وہ بس سفر کا لُطف اُٹھاتے ہیں۔"

"اور کیا کہا تھا؟"

"تم نے کہا تھا،کہ منزل ضروری نہیں ہوتی۔لوگ ضروری ہوتے ہیں۔"

"اور؟"

"میرے ساتھ صدیاں گزارنا آسان ہے۔میرے بغیر لمحے گزارنا مشکل۔"

"تمہیں میری ہر بات یاد ہے؟"ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔

"کہو تو دُہرا دوں؟"مائرہ کی آنکھوں میں شوخی واضح تھی۔

اُس نے مائرہ کا ہاتھ تھاما۔

نیچے کمرے میں زیان کی ہلکی سی نیند بھری آواز آئی۔

جیسے اُس کے خوابوں میں بھی یہ مکالمہ اتر رہا ہو۔

اور اوپر، چاند نے گواہی دی۔

کچھ مسافر منزلوں کے لیے نہیں بنتے۔ وہ دل میں رُکنے کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔

اور اُس رات، کہانی کا آخری ورق نہیں، بلکہ ایک نیا باب لکھا گیا۔

جہاں محبت کو نہ کوئی راستہ درکار تھا، نہ کوئی لفظ۔

بس ایک دل، اور اُس میں رہ جانے والا ایک مسافر۔

ختم شُد...

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842